

ان مکتبہ لکھنؤ

بعض بیان جادو کی تاثیر کرتے ہیں

جناب شمس العلامہ ڈاکٹر صاحب جوم و مفتور ایل ایل ڈی
ڈی او ایل ڈی کلکٹر ہمارو ممبر بورڈ آف رونیوسر کار عالی نظام کے

پیکر کلام

(جلد اول)

جس میں ۱۸۸۵ء سے لے کر ۱۸۹۵ء تک کے بابائیں لکچر ہیں

صاحب تعلقہ دارالکلمہ (پیشتر کار عالی نظام)

تلف الصدق جناب لکچر ممبر

۱۹۱۸ء مطابق

محمد قادیان صوفی کے اہتمام سے

فہرست متعلقہ مجموعہ لکچر جلد اول

جلد نمبر	سال	مقام	خلاصہ	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۱۹۹۵	۵	۶
۲	۳	۴	CHECKED	۳۷	۲۵
۳	۴	۵	دیباچہ طبع اول	۸	۷
۴	۵	۶	دیباچہ طبع ثانی	۱۸	۸
۵	۶	۷	ادین نشین کانگریس کے خلاف	۱۹	۳۶
۶	۷	۸	تجزیہ اجراء مدرسہ طبیبہ	۳۷	۲۵
۷	۸	۹	مسلمانوں کی تعلیمی حالت پراکٹیشنل کانگریس کے تیسرے سالانہ جلسے میں	۲۴	۹۹
۸	۹	۱۰	انجمن حمایت اسلام کے چوتھے سالانہ جلسے میں	۱۰۰	۱۳۰
۹	۱۰	۱۱	مسلمانوں کی حالت پر محمدان پراکٹیشنل کانگریس کے چوتھے سالانہ جلسے میں	۱۳۰	۱۷۳
۱۰	۱۱	۱۲	جلسہ افتتاح مدرسہ طبیبہ	۱۷۵	۱۸۱
۱۱	۱۲	۱۳	اثبات اصول اسلام۔ انجمن حمایت اسلام کے پانچویں سالانہ جلسے میں	۱۸۱	۲۲۰
۱۲	۱۳	۱۴	مدرسہ طبیبہ کے پہلے سالانہ جلسے میں	۲۳۰	۲۲۵
۱۳	۱۴	۱۵	مدرسہ طبیبہ کے دوسرے سالانہ جلسے میں	۲۲۵	۲۳۹
۱۴	۱۵	۱۶	محمدان پراکٹیشنل کانفرنس کی اجلاس ششم میں	۲۳۹	۲۷۴

جہانگیر	سال	مقام	خلاصہ	از صفحہ	تصویر
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۱	۱۸۹۲ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے ساتویں سالانہ جلسے میں۔	۲۷۶	۳۱۹
۱۲	۱۸۹۲ء	دہلی	حکیم محمود خاں صاحب کی وفات پر۔	۳۱۹	۳۲۳
۱۳	۱۸۹۲ء ۱۵ مارچ	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے تیسرے سالانہ جلسے میں۔	۳۲۳	۳۳۶
۱۴	۱۸۹۲ء	دہلی	ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں سالانہ جلسے میں۔	۳۳۶	۳۴۹
۱۵	۱۸۹۳ء	لاہور	فطرۃ اللہ۔ انجمن حمایت اسلام کے آٹھویں سالانہ جلسے میں۔	۳۴۹	۳۶۸
۱۶	۱۸۹۳ء دسمبر	علی گڑھ	ایجوکیشنل کانفرنس کی اجلاس ہفتم میں۔	۳۶۹	۴۲۷
۱۷	۱۸۹۴ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے نویں سالانہ جلسے میں۔	۴۲۷	۴۹۸
۱۸	۱۸۹۴ء اپریل	پنجاب	ڈیمپوٹیشن کے ساتھ مختلف مقامات پر۔	۴۹۸	۵۳۱
۱۹	۱۸۹۴ء	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے پانچویں سالانہ جلسے میں۔	۵۳۱	۵۳۸
۲۰	۱۸۹۴ء	۰	ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ جلسے میں۔	۵۳۹	۵۷۳
۲۱	۱۸۹۴ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے دسویں سالانہ جلسے میں۔	۵۷۳	۶۲۲
۲۲	۱۸۹۵ء جون	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے چھٹے سالانہ جلسے میں۔	۶۲۲	۶۲۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ جمع اول

مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب جس طرح پرانے مولوی اور نئے حافظ
 ہیں اسی طرح وہ پرانے مصنف اور نئے لکچرار بھی ہیں۔ اب تک چار برس پہلے اور تو اور خود مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان میں لکچر دینے کی بھی قدرت ہے جس طرح
 ضرور نہیں کہ جو بڑا عالم ہو وہ بڑا معلم بھی ہو اسی طرح ضرور نہیں کہ جو بڑا منشی یا ادیب ہو وہ
 بڑا لکچرار بھی ہو۔ لکچر دینے کے لیے بعض ایسی صفیتیں بھی درکار ہیں جو صرف وہی یعنی خدا داد
 ہو سکتی ہیں نہ انسانی کہ جو چاہے محنت و مشقت سے حاصل کر لے۔ مثلاً لکچر ارچاہتے جبر الصوت
 ہو کہ جو کچھ کہے حضار مجلس کو گنتی میں کتنے ہی کیوں نہ ہوں سنا سکے اور سنا سکے بھی تو اس
 طرز پر کہ قریب سا ذمی نہ ہوں اور لبید محروم نہ رہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو
 دلی۔ لاہور۔ علی گڑھ میں لکچر دیتے دیکھا چھ سات سات ہزار آدمیوں کا مجمع اور خدائے
 عجیب آواز دی ہے کہ سننے میں پاس کے پاس اور دور سے دور کے لوگ سب یکساں۔
 پھر لکچر ارچاہتے قوی دل دلیہ کہ حاضرین کیسے ہی ذمی رتبہ اور مقتدر اور لائق ہوں وہ
 کسی سے نہ جھینپے۔ اچھے انجیوں کو دیکھا کہ داغ میں ہت کچھ بھرا ہوا ہے گویا نبی بھی خاصی ہی

مگر مجمع کو دیکھ کر کچھ ایسی سیٹی گم ہو جاتی ہے کہ ایک بات کہتے نہیں بن پڑتی اور تکلف کسی بھی
 تو پسینے پسینے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ آواز لڑکھڑائی جاتی ہے۔ ہاتھ پاتوں پڑے کانپ
 رہے ہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب لکچر دینے میں اگر مرعوب ہوتے ہیں تو اسی قدر
 کہ گرمی کے دنوں میں پانی اور جاڑے میں چائے بار بار پیتے جاتے ہیں۔ ان سے پوچھا
 گیا تو کہا چنچ کر بولنے میں زور بہت پڑتا اور گلا خشک ہو اچلا جاتا ہے۔ مگر ایسی تو کیا بات
 ہے کہ آڈینس کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا ہو۔ پھر بھی بڑے ہی بے تکلف بولنے والے ہیں۔ اور
 ایک خاص بات یہ ہے کہ اس عمر پر چار چار پانچ پانچ گھنٹے متصل اسی کڑا کے سے بولتے
 رہیں اور نہ تنھیں اور نہ آواز بھڑکے۔ مولوی نذیر احمد خاں صاحب لکچر لکھ کر اپنے ساتھ
 لایا کرتے ہیں اور اتنے بٹے بٹے لکچر جو جاتے خود کتاب نہیں تو رسالے منور ہوتے ہیں۔
 زبانی یادداشت پر دیتے ہیں بھی مشکل۔ مگر وہ جو کچھ لکھ کر لائے ہیں اس کو نسا بھرا
 اچھتی ہوئی سی ایک نظر ڈال لی اور ایک پورے مطلب کو حاضر میں کی انہوں میں
 آنکھیں ڈال کر ادا کر دیا۔ اور اگر سر جھکائے لکھا ہوا دیکھ کر بیان کریں جیسے سر رشتہ دار
 پیش حاکم رپورٹ پڑھتا ہے یا بار بار پڑھ کر دیکھتے جاتے تو شے والوں کو مزہ ہی کیا خاک
 لے۔ اگر بیان میں جاوے ان میں البسیان کی طرح آواز دہکنے والے کی آنکھوں سے
 نکل کر نینے والے کی آنکھوں میں اور پھر اس کے دل میں بگاڑتا ہے بہت سی باتیں
 ان کو عین وقت پر سوچتی جاتی ہیں اور وہی ان سے لکچر کی جان ہوتی ہیں۔ مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب نے سجدہ سے چند کے سوا آٹھ بڑے بڑے سطول لکچر
 دیئے ہیں اور یہ ان ہی کی غلاف اور خوش میانی کا اثر تھا کہ انہیں کسی کو سطول ہوتے

نہ دیکھا۔ وہ جو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی تحریر کی طرز خاص ہے۔ اور جو الگ پہچان پڑتی ہے۔ اس زور سے تو نہیں لکھ پھ بھی ان کے لکچروں سے ٹپکی پڑتی ہے ان کو اردو فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے اور عربی انگریزی کے الفاظ بلکہ جملے کے جملے وہ ایسے بے تکلفی کے ساتھ بولتے پھلتے جاتے ہیں کہ گویا ان کی اپنی زبان ہے۔ قوم اور ملک نے صرف طرز بیان اور زور بیان ہی کی وجہ سے ان کے لکچروں کی قدر نہیں کی۔ بلکہ ان کے مطالب اور مضامین ایسے ضروری اور مفید ہیں کہ ان کے لکچر ان کی تصنیفات پر فائز اور مرتب نہیں تو دلچسپ ہونے میں کسی سے پیٹھے بھی نہیں انہوں نے بہت سے معرکہ الآراء مضامین پر نہایت آزادی اور متانت اور استواری سے اپنی رائے ظاہر کی ہے اور وہ ایسی محکم اور مدلل ہے کہ چاروناچار اس سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ صاحب اسلام و اعلیٰم دونوں کیسے ضروری مضمون ہیں اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ان پر ایسی روشنی کے ساتھ بحث کی ہے۔ کہ کوئی پہلو نہ کھنچے نہیں پایا۔ اسلام کی تائید میں ان کے دلائل ایسے آشفتی بخش اور یقین دلانے والے ہیں کہ علم کلام کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ نو جوان انگریزی خواں جو سائنس اور مذہب کی کشمکش میں ثابت قدم رہ نہیں سکتے ان کو دین اسلام پر چمے رہنے کے لیے ان لکچروں سے سہارا لینا ضرور ہے۔

سب سے پہلے قسطل الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کو جمع کر کے چھپوایا۔ مگر اس وقت تک خود لکچر تھوڑے سے ہوتے تھے اور جو ہوتے وہ بھی ان کو پورے دستیاب نہیں ہوئے یا انھوں نے کسی وجہ سے سب کو لینا نہیں چاہا۔ چونکہ لکچروں کا سلسلہ جاری ہے اب وہ کتاب ادھوری اور ناتمام

ہی۔ فضل الدین صاحب نے حجم بڑھانے کو یا پڑھنے والوں کی خاطر سے کچر ار کے سوانح عمری سب نہیں اکثر نہیں۔ تھوڑی برائے نام شروع میں بڑھا دیے ہیں مگر جو شخص جی وقائم و زندہ موجود ہو اپنا دل تو اس کے حالات قلمبند کرنے کو گوارا نہیں کرتا۔ اول تو معلوم نہیں کہ آخر تک اس کے مزاج میں۔ عادات میں۔ حالات میں کیسے کیسے تغیر واقع ہوا دوسرے کوئی بندہ بشر ایسا ہو یا اب ہی یا آئندہ ہونا ممکن ہے جو بے عیب ہو ہم اسی کو بے عیب سمجھتے ہیں۔ جس کے ہنس اس کے عیوب پر غالب ہوں۔ بہر کیف جس طرح ہر تصویر میں دُرخ ہوتے ہیں۔ یوشن اور تاریک۔ ہر انسان میں دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض قابل مدح اور بعض مستوجب ملامت۔ اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی اس کیلئے سے کیوں مستثنی ہوں اگر ہم ان کی نرمی و جہی صبح کریں تو وہ بے جا خوشامد کے علاوہ جھوٹ بھی ہوگا اور اگر ان کے نقصان اور عیب بھی ظاہر کریں تو بیٹھے بٹھائے اُن کا اور اُن کے اقارب و احباب کا دل دکھائیں۔ بہت کم ہیں وہ لوگ جو اپنے میں کسی نقصان کے ہونے سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ مگر ایسے بہت بلکہ سب ہیں جو ان نقصانات کے ظاہر کئے جانے سے ضرور آزرده ہو جاتے ہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے مزاج میں کوئی نہ کوئی تو خرابی ہے کہ وہ بلا رضا مندی نہیں بلکہ خلاف مرضی نوکری سے الگ ہو کر بیٹھے بے کاری کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ نہ ان کو کوئی خطاب ہے نہ وہ شریک کونسل ہیں اور نہ کسی سوسائٹی کے ممبر۔ فرض کرو کہ ہم اپنے زعم کے مطابق اس خرابی یا اُن خرابیوں کو بیان کریں تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو برا لگے پر لگے۔ اور کہیں اس سے اُن کو پیدا ہو بے دلی۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان کی تصنیفات اور کچروں کے سلسلے کے انقطاع یا کمی کے ہم باعث ہوں۔ اور پہلے ہم کو کسی اور ریڈیو عائن میں۔ اچھے

ہم اس پہلو ہی پر نہیں آتے ورنہ ہم کو تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے اتنے حالات معلوم ہیں کہ اتنے ان کے سب لکچر مل کر نہ ہوتے جتنی ان کی سوانح عمری مگر ہم نے اس کمی کی تلافی اس طرح پر کر دی ہے کہ اولاً ان کے کل لکچر شروع سے تا تاریخ امروزہ جمع کر دیئے ہیں اب لکچروں کی قسم سے کوئی حرف متروک نہیں ثابتاً ہم نے کل لکچروں کا ایک انڈکس بنا دیا ہے تاکہ ایک نظر میں معلوم ہو جائے کہ ان لکچروں میں کس کس قسم کے مطالب ہیں اور وہ کس جگہ ملیں گے۔ مثلاً شاعری اور انگریزی عبارتوں کا ترجمہ اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی حاشیہ بطور فٹ نوٹ کے بڑا دیا ہے تا فہم مدعا میں سہولت ہو۔ غرض ہمارا خیال یہ ہے کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا مجموعہ اس سے بہتر کسی نے اس وقت تک ترتیب نہیں دیا۔ رہی مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی سوانح عمری ہمارے پاس اس کا اتنا سامان تھا ہے کہ جب ہم اس کو پبلک کے روبرو کتاب کے پیرایے میں پیش کر دیں گے تو لوگ دیکھ لیں گے کہ سوانح ایسے تو ہوں فقط



۱۷ یہ انڈکس (فہرست) جو بہت طویل اور بے سود تھی میں نے خارج کر دی اور مختصر سی فہرست لگا دی ہے ۱۱

۱۸ مولوی سید افتخار عالم صاحب مارہروی نے "حیات النذیر" کے نام سے لکھی ہے ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ دہائی

جام جہاں نما ہو سخن آباد رہے	لطف نگار خانہ چینی نثار ہے
ہر دل کو تازگی ہو وہ رنگ آشکار ہے	مجلس ہو گر چین تو یہ فضل ہمار ہے
ڈانس پہ جا کے اوج سخن کو بل گئے	مصرعہ پڑھا تو غنچہ دل سب کے کھل گئے
کیا کیا ہم ہو ہیں یا سخن کے پھول	اس رنگ نہ ہوں گے میسر سخن کے پھول
الفاظ ہیں جھڑے ہیں تو یاد ہیں پھول	گلچیں کیاں ہو گئے چنے انجمن کے پھول
پڑمردہ کوئی گل ہو نہ کانٹے کا نام ہے	گر غور کیجئے تو یہ گنج کلام ہے
کیا بات ہو سخن کی نہ کیا کر لیاں	یہ فیض ہو اسی کا جو ممتاز ہو زباں
ہوتا ہو اس نام چاہیں کہاں کہاں	ہی جلسے بے باجو کہیں قدر نکتہ داں
حسرت میں بھی غمی میں بشر گر ہم ہے یہ	صدفے جو اہر اس پہ ہوں ایسی رقم ہے یہ
ہو طبع باغ باغ جو اس پر رہے نظر	رہبر ہو یہ تو سامنے ہی لطف بحر و بر
گریہ نہیں تو خانہ ظلمت ہو دل کا گھر	اس میں کلام کیا کہو جان جہاں اگر
نام اس سے زندہ رہتا ہو ادنیٰ اسی بات ہو	ہو کیوں نہ جستجو کہ یہ آب حیات ہو
باعث جو آہر دکا ہو وہ کام ہو یہی	جس کا سرور کم نہ ہو وہ جام ہو یہی

دل میں جگہ ہو اس کی دل آرام ہو یہی	راحت رسان دفع آلام ہے یہی
ہوتا ہے فکر میں اسی ہم دم سے غم غلط	ہو چھو خنوروں سے جو کہتے ہوں ہم غلط
مطلوب ہو کہ پاس سے اک دم نہ ہو جدا	خلوت کے وقت ہر غن اک نہ دل ربا
میرا سادل ہو کر تو ہر اک ہو یو نہیں ندا	رعبت ادھر ہو جنہیں ان کا گلہ ہو کیا
ایسے کو کوئی دیکھے تو مجنوں کی آنکھ سے	سوئے حسین نگاہ ہو مفتوں کی آنکھ سے

میرے باپ جناب مولوی نذیر احمد صاحب برد اللہ مہذبہ کے لکچروں کا مجموعہ دو جلدوں میں نذیر حسین صاحب تاجر کتب دہلی نے شائع کیا۔ پہلی جلد جو ۱۸۹۲ء میں چھپی اس میں ۱۸۸۸ء سے لے کر جون ۱۸۹۲ء تک کے تیرہ لکچر ہیں۔ اس کے بعد ۱۲ تا ۲۲ کے لکچر متفرق طور پر چھاپے گئے اور دوسری جلد میں نمبر ۲۳ تا ۳۵ء سے نمبر ۳۵ جون ۱۸۹۶ء تک کے لکچر ہیں پھر باقی لکچر نمبر ۳۶ تا ۴۴ متفرق طور پر جدا جدا چھپتے رہے اس طرح لکچروں کا سلسلہ اکتوبر ۱۸۸۸ء سے دسمبر ۱۸۹۶ء تک یعنی اٹھارہ برس جاری رہا۔ نذیر حسین صاحب کے چھپوائے ہوئے دونوں مجموعے اب نایاب ہیں اور متفرق لکچر ان سے زیادہ کم یاب اور لوگوں کا شوق و ذوق اور طلب صادق بہتور لکچر اُردنیاسے اٹھ گئے مگر ان کے کلام معجز نظام کے شائق و شہید پہلے سے بھی زیادہ موجود۔ ان کی زندگی میں لوگوں کے دل ٹھکے ہوئے تھے کہ خود ان کی زبان سے سن لیتے تھے۔ تصنیف را مصنف نیکو کنذریاں۔ لیکن جب سے کہ یہ نعمت ہم سے چین گئی لوگ ان کے کلام کو ترس گئے اور اب اصل اگر نہیں تو خیر نقل ہی کو دیکھ کر دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب پہلے سے بھی زیادہ ان کی تصانیف کی مانگ ہو اور یہ ایک کھلی دلیل مقبولیت عام کی ہے۔ کاغذ و سامان کتابت کی گرانی نے میری بہت

پست کر دی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بجائے ارذافی کے گرائی یوٹائیو گا آئندھی کی طرح اُڑی چلی آ رہی ہو آج کا بھاؤ کل نہیں اور کل کا پرسوں نہیں خدا جانے یہ بلا سے بے درماں کب دفع ہو اور خلق اللہ کو اس عالم گیر جنگ کی لپٹ سے جس کی مہیت ناک نظیر تاریخ دُنیا میں ڈھونڈے نہیں ملتی کب گلو خلاصی ہو۔ ع

تاسال دگر نے کہ خور و زندہ کہ ماند

مصارف کثیر کا کچھ خیال نہ کر کے محض شائقین اور طالبین کی خاطر عزیز لکھنؤ و پیش نظر رکھ کر لکچروں کا دوسرا مکمل ایڈیشن میں اپنے خاص اہتمام سے نکال رہا ہوں اور اس میں لمبا صفحہ لکچروں کی تقسیم کر دی ہو۔ بانیس لکچر جلد اول میں ہیں اور اسی قدر جلد دوم میں۔ اگر ایک ہی جلد کی جاتی تو بہت ضخیم اور بوجھل ہو جاتی۔ جو شائق اور طلبگار صادق اس دُر بے بہا کے ہیں اب اسے ہاتھوں ہاتھ لیں اور نیت کی گرائی وہ بھی ایسی جیسے آٹے میں نمک دیکھ کر کہیں کہ ع زرخ بالا کن کہ ارذافی مہنوز۔

اب کچھ ان لکچروں کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ان لکچروں کی تدوین و ترتیب میں جو فن جگر معزز و محترم فخر قوم لکچر ار نے کیا یا ہو اس کا صحیح اندازہ ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔ عیاں راجسہ بیاں۔ اب دیکھنا یہ ہو کہ آیا یہ لکچر علاوہ دھسپ و دل آویز ہونے کے مفید خلائق ہوئے یا نہیں۔ آیا ان کے سننے کے لیے دُور دراز حصص ملکات لوگ روانہ دوواں جو جوق آتے تھے یا نہیں۔ آیا ان سے کوئی عملی فائدہ قوم کے مُردہ دلوں میں تازہ روح پھونکنے اور ان کو خوب غفلت سے چونکانے۔ پستی سے اُبھارنے تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا ہوا یا نہیں۔ آیا وہ سحر سامری بہانِ میوثر و مفید تقریریں دلکش و دل آویز دیویری (طرز ادا) وہ کڑا کے کی آواز دہ دل لہجانے والا لہجہ اور وہ پُر آواز

درود سوز و گداز بے ریا و مخلصانہ مضامین لوگوں کے دلوں کو ٹپا دینے اور مسخر کر لینے اُن کی جیبوں کو خالی کر دینے میں کامیاب ہوئے یا لکچروں کی تقریریں مجنوں کی بڑ اور دیوانے کی بکواس تھیں کہ ادھر سنا اور اُدھر لوحِ دل سے محو - گویا - چکے گھڑے پہ بوند پڑی اور پھسل پڑی - یہ لوگ کچھ اپنے لیے نہیں بلکہ قوم کی خاطر گدا گر بنے اور دیار و امصار میں در بدر مارے مارے مفت کی ٹھوکریں کھاتے پھرے آیا ان بزرگانِ دین کا اس میں کچھ اپنا ذاتی مفاد بھی مضمون تھا یا محض خالص **لَوْ جَدَّ اللَّهُ** یہ سودا سر میں سیایا تھا - اور کیا ان سب کی نیت بخیر اور خلوص دلی سے مملونہ تھی اور کیا ان کا طرز عمل مکمل خزانے نہیں بتلا رہا تھا کہ اِنْ اُرِيدُ اِلَّا اِلْحَاقُ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَفَاوَيْتُ بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيبُ اور کیا یہ برگزیدہ گروہ فرشتہ خصلت و سیرت ان خدمات گراں قدر کے معاوضے میں ہم سے کسی تحسین و آفرین و تعریف و ستائش کا مستحق و متوقع و آرزو مند رہتا یا اِنْ اَبْرَأَ اِلَیَّ اللّٰهُ لَا اَزِیْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَشُكْرًا پر ان کا عمل تھا - ہم کیا سارا جہان ہانکے پکارے کتنا ہے اور کتنا ہے گا کہ یہی دو چار آدمی دامنے - درمے - قدمے - سنبھلے - ہر طرح اور ہر سہلہ اور ہر بیج سے قوم کے فدا فی تھے - انھوں نے ہزار ہا روپیہ نود دیا اور لاکھوں روپیہ اپنی جادو بیانی سے دلوا دیا - اگر یہ لوگ مصداق الدال علی الخیر کفایہ تھے تو پھر کون تھا؟ - مرعوم ہی کے لکچروں نے علی گڑھ کے قومی کانج کے دوالیہ خزانے کو خزانہ عامہ کر دیا - انھیں لکچروں کی بدولت کامیج کے خیالی میوے لسنے عملی اور وجودی شکل اختیار کی اور اس کی بنیاد جو ہوا پر تھی بنیانِ مرصوص ہو گئی - آپس لکچروں نے انجمن حمایتِ اسلام لاہور کو مال مال کر دیا - انھیں لکچروں نے مدرِ طیبہ دہلی کو چار چاند لگا دیئے جو دانیوں کے در سے سے ترقی کر کے ایک گرینڈ اسکول کا کامیج

بن گیا۔ یہ لکچر نہ تھے ہمارے رحمت تھے کہ جدھر سرخ کیا زرد کی بارش ہونے لگی۔ اگر کسی کو ہمارے بیان میں ذرا سا بھی شک ہو تو علی گڑھ کے کالج کو جا کر دیکھ لے وہاں کی عالی شان سرفیلک عمارات۔ وہاں کے بورڈنگ۔ وہاں کے ہال۔ کنوئیں۔ غرض کہ ہر در و دیوار اور چپے چپے سے میرے قول کی تصدیق ہوگی کہ مرحوم کے ذرعیۃ ذاتی و صفاتی سے جنگل میں منگل ہو گیا۔ انجمن حمایت اسلام کے رجسٹرار نہیں لکچروں کی بدولت چندوں اور گرانقدر عطیوں سے لپے پڑے ہیں۔ مدرسہ طلبیہ کیونانی اور آیور ویدک کالج کی شکل میں ان ہی لکچروں نے بدل دیا اور اگر بایں ہمہ تشریح و توضیح کوئی ایمان نگل جائے اور آنکھوں پر ٹھیکری دھر لے اور بہت سے انکار کرے تو کیا کرے ۵

چشمہ آفتاب راجہ گناہ ست

گر نہ بیند بروز شمشیر چشم

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اگر ایسا نہ تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ سرسید نہایت تمنا اور آرزوؤں سے مرحوم اپنے ساتھ لے لئے پھر انجمن حمایت اسلام کے سکریٹری خود ہر سال دہلی آکر خواہ وہ کسی حال میں ہوں منت سماجت اصرار و استبداد سے ان کو لیجاتے۔ حافظ الملک حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم سر کے بل چل کر آتے اور آنکھوں پر بٹھلا کر لے جاتے۔ غرض لکچروں کا سلسلہ اس طرح ایک زمانہ متد تک بلا فصل جاری رہا۔ کوئی کانفرنس کوئی جلسہ حمایت اسلام اور مدرسہ طلبیہ کا خالی نہ جاتا تھا کہ مرحوم کالچر نہ ہو اور ان کا لکچر سب سے آخر وقت یا آخر دن اس وجہ سے رکھا جاتا تھا کہ لوگ اس کے شوق میں شن بھر حاضر باش رہتے تھے اور اگر ان کا لکچر کہیں بھلی ہی اجلاس میں ہو جاتا تو مجلس کبھر جاتی اور لوگ چل دیتے۔ سرسید کی وجاہت انجمن حمایت اسلام کی حمایت مدرسہ طلبیہ کی اہمیت اور سب سے بڑھ کر ان کے بانیوں کی پاس داری خاطر اور موت باوجود

کبسنی و کھولت سن کے ان کو کشاں کشاں لیجاتی تھی ۵

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

میں بروہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اور جس جگہ یہ نہ گئے چندوں کی ریل پیل بند مجلس سونی۔ لطف کلام کے ساتھ حصول مرام بھی رخصت۔ لکچروں کی گرمی باز تو آپ نے سن لی اور عجب نہیں کہ آپ نے برای العین دیکھی بھی ہو کہ ابھی کل کی بات ہو کہ یہ طوطی شکر مقال اور سبحان ہند اپنی زبان فیض ترجمان کے کرستے دکھا رہا تھا اور اس بجز ذخائر زبان دانی نے اپنے لاجواب و لاثانی کلمات طیبات سے ایک تلاطم پیدا کر رکھا تھا ۵

تحسین کا شور بزم میں حسنِ بیاں سے ہو

سار افرغ شمع کی صورت زیاں سے ہو

لیکن واسے بر حال ما۔ ہم نے اس ذاتِ مستجمع الصفات کے ساتھ کیا کیا۔ وہ کیا کہ جس کے کہنے سے بھی مجھے شرم آتی ہو یعنی جیسے کہ ”فطرت اللہ“ نامی معرکہ الآرا لکچر نمبر ۶ کو محرم علی صاحبِ چشتی نے توہینِ مذہب قرار دے کر جو نہ کتنا تھا کہا اور جو نہ کتنا تھا اخبارِ رفیق ہند میں لکھا اور دل کے چلے پھولے پھوٹے اے کاش اسی حد پر اس قضیہ نامرضیہ کا خاتمہ ہو جاتا۔ نہیں نہیں۔ لاہور میں خود نالاش کی اور اپنے ہم خیالوں سے مختلف مقامات میں چارہ جوئی عدالت کرائی یعنی یہ کہ چوٹن اگ لگائی۔ مرحوم کو کشاکشی عدالت کی نوبت آئی۔ ہزار ہاروپے پر پانی پھر گیا دوا دوش۔ کشاکشی زحمت اور ناگفتہ بہ روحانی صدات اور تکالیف کا کچھ ضد و حساب نہیں۔ جو شخص ساری عمر خود حاکم ذی شان رہا ہو اس کا بہ حیثیت مدعی علیہ دربار عدالت میں حاضر رہنا کیا کچھ کم کسر شان اور روح کا سوا ہاں تھا۔ جب صدائے کلائی جھنجھکی بلند ہوئی اور دو وہ کا دودہ اور پانی کا پانی ہونے کی

نوبت آئی تو حشتی صاحب کو دن کو تارے دکھائی دینے لگے اپنے کئے پر عرقِ مذامت میں غرق ہو کر کھپتانے لگے اور کھلی عدالت میں ۱۹ مارجن ۱۹۳۷ء کو مولانا جیسے بزرگ کو ناملائم اور بے جا فقرے اور گالیاں دینے کے تصور کے معترف اور شرمسار ہو کر معافی نامہ پیش کر کے گھر خلاصی حاصل کی اور نہ کرتے تو لینے کے دینے پڑ جاتے اور اُلٹی آنتیں گلے پڑتیں۔ مرحوم کی صفائی قلب اور دریا دلی دیکھئے کہ معافی نامہ مقبول انھیں چھاتی سے لگایا اور جیسا کہ حشتی صاحب خود معافی نامہ میں لکھتے ہیں مقدمہ کا خرچہ بھی معاف کر دیا! یہ ہیں وہ پاک نفس جن کی مثال ڈھونڈے نہیں ملتی اور یہ ہیں وہ نفوسِ قدسی جن کی نظیر ملنا محال ہے۔

موسمی نے کی عرض کہ بے بار خدا	مقبول ترا کون ہی بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہو	جو کے سکے اور نہ بے بدی کا بدلا

اس افسوس ناک سانحہ سے اتنا ضرور ہوا کہ اُن کا دل لکچروں کی طرف سے ملول ہو گیا غم نہ داری بربخیز۔ مگر سرسید کی زبردست کشش نے انھیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

خیالِ خاطرِ احباب چاہتے ہر دم	انتیں ٹھیں لگ جاتے آہگینوں کو
-------------------------------	-------------------------------

لکچر دینے جاتے تو تھے مگر بادل ناخواستہ۔ پھر بھی جو کھ دیتے تھے وہ آڈینس میں ایک منبر پر اتر پیدا کرتا تھا۔ آڈینس کے کان اور دل اُن کی مٹھی میں ہوتے تھے۔ کبھی اُن کو مہسناتے تھے تو ایسا کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ جاتے تھے اور کبھی بڑلانے پر آتے تھے تو ہچکیاں لگ جاتی تھیں۔ لوگ بے اختیار ہو جاتے اور ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگتے۔

ہم رونے پر گر آئیں دریا ہی ہا دیں	شبنم کی طرح سے ہمیں دمانیں آتا
-----------------------------------	--------------------------------

اُن کے لکچر کے دن پنڈال ایسا کچا کچھ بھر جاتا تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ جب تک تقریر کرتے تھے لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے اور ایسا عالم سکوت طاری رہتا تھا کہ گویا کسی کے منہ میں زبان نہیں۔ تحریر لاجواب تقریر اس سے زیادہ پُر از آب و تاب۔ ڈیویری طرز بیان حرکات و سکنات سب ایک ایک سے بڑھ چڑھ کے۔ آواز ایسی خدا داد کہ گویا شیر کی ڈنکار۔ صورت شکل جسامت قد و قامت سب با وقار۔ سرسید کی وفات مسلمانوں کی موت تھی جن پر قحط الرجال کی بلا مسلط ہو۔ یہ سب مسلم شینہ می کے کل پرزے تھے اور وہ سلیم۔ سرسید کا دم آخر میں اس شینہ کو منفلوج کر گیا۔ ع۔ وہ بات کوہ کن کی گئی کوہ کن کے ساتھ۔ میرے والد کی بھی کمر بیٹھ گئی۔ فرماتے تھے

اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

دو لہا کے دم کے ساتھ یہ ساری برائتھی۔

سرسید کی وفات کے ساتھ لکچر بازی کا خاتمہ ہوا جیسا کہ مرحوم نے خود کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

کیا کمیش خلد لکچر کا جی چھوٹ گیا	ہم سے اک بار چھٹا ایسا کہ جی چھوٹ گیا
صبرِ نصرت ہوا سننے ہی ترا غم سفر	تم تو کل جاؤ گے یہ ہم سے ابھی چھوٹ گیا

اب نواب محسن الملک بہادر کا دور دورہ شروع ہوا۔ سرسید نہ سہی یہ اُن کے ارشد حواریں تھے اور میرے والد کے زمانہ دراز کے بڑے پکے اور گاڑھے دوست۔ حیدر آباد دکن میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ میرے والد بھی دکن میں سرسید کی تحریک اور مولوی ممدی علی کی تائید سے بلائے گئے۔ والد مرحوم اکثر کہا کرتے تھے ”ممدی علی ہندوستانیوں کی ناک اور ہندوستانیوں کا سہاگ ہے“ پھر ایسے محسن ملک و قوم سے کیوں کر منہ

موڑا جائے۔ کفارہ یمن پہل است و آزدون دلِ دوستانِ جبل۔ مولوی صاحب پہل
خطِ طلب لکھتے پھر کسی معتد کو بھیجتے اور آخر کار خود تشریف لاتے اور پکڑ کر لیجاتے۔ اب
مسلل لکچر جا کر گنڈے دار ہو گئے۔ کبھی گئے کبھی نہ گئے ٹال دیا اور لکچروں سے جان
چرانے لگے۔ جب بہت ہی جبر بڑھ جاتے تو چارو ناچار پیاسِ خاطر و مردت جاتے اور
مارے باندھے کا لکچر دیتے پر دیتے جیسا کہ خود کہتے ہیں۔

مہر خاموشی تھی مدت سے مرنے پر لگی	ہر برس لکچر کے دینے کی کیسی کر لگی
-----------------------------------	------------------------------------

لیکن جب کہنے پہ آتے تھے تو ایسا جذبہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپے میں نہ رہتے تھے اور کچھ
بھی کہتے تھے ایسا کہتے تھے جو کھنہ کا حق ہو۔ ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ کی کانفرنس میں مولوی
ہمدی علی صاحب کی کوئی بات ناگوار ہوئی۔ مولوی صاحب ٹھیرے ٹھنڈے مزاج
کے اور یہ منہ پھٹ۔ جو دل میں وہی زبان پر۔ اسی دن سے مرحوم نے کان اٹھیا اور
لکچر دینے سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے ہر کہیں کا آنا جانا قطعاً ترک کر دیا اور
لکچر کی پھر بھی نکال ڈالی کہ نہ رہے بالنس نہ بچے بالنسلی۔ پھر خدا جانے کیا افتاد پڑی اور
شمس الدین صاحب سکریٹری انجمن حمایت اسلام نے آکر کیا جادو ڈالا کہ ۱۹۵۰ء میں
تعلیم پر ایک اور لکچر دکھائی دیا اور یہی اخیر لکچر ہو۔ اس کے بعد گو وہ کم بیش سات برس جیتے
مگر جماع عام میں زبان سے ایک حرف نہ نکالا اور اسی عالم سکوت میں اس طوطی شکر مقال
نے نفسِ عنصری سے ۴۴ مئی ۱۹۱۲ء کو اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ
راجون۔ اس سکوت کا ایک بڑا سبب اور آخری دہا کا مرحوم کی آخری تصنیف
اجہات الامہ تھی۔ گورنمنٹ نے ان کو خان بہادر شمس العلماء کے خطاب دیے
خلعت دیے۔ ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری دے کر ڈاکٹر بنایا۔ پنجاب

یونیورسٹی نے ڈی او ایل کی گراں قدر ایک اور ڈگری دی اور ہماری قوم نے بائیں
 ہنہ اٹھا روئفس کشی اور فنانی القوم ہونے اور اپنے لیے ہینس اُن کے لیے دیوڑھ گری
 کرنے کا صلہ بعض خود غرض اور ناعاقبت اندیش افراد نے ذاتی عناد کی آرٹیں
 کفر کا فتویٰ دے کر کافر ٹھہرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو پھر دین دار
 کون ہیں؟ میرے باپ نے دل پر ایسی چوٹ سہی کہ ممکن تھا کہ وہ ابھی کچھ اور
 جیتے مگر اس صدمہ جانکاو نے اُن کا خاتمہ کر دیا وہ اسی رنج میں گھل گھل کے
 مرے اُن کی ایذا رسانی کی تکمیل اس طریقے سے ہوئی کہ اس شعلہ ملتہب کو کتاب
 کے جلا دینے سے ٹھنڈا کیا۔ میرے باپ نے اُف نہ کی بلکہ منہ سے بھاپ تک نہ
 نکالی اور آہ سرد بھر کر رہ گئے اور کہا تو یہی کہ اِنَّ قَوِيَّةً لَا يَكْلَمُونَ

کیا پوچھتے ہو کیوں کر جب نکتہ چیں ہو سب
 سب کچھ کہا اُنھوں نے پرہم نے دم نہ مارا

سرسید بھی کافر تھے جو مرے بعد علیہ الرحمہ ہوئے۔ میرے باپ سرسید سے اگر کسی
 بات میں کم تھے تو بس اسی میں سو خداوند تعالیٰ دانا و بینا و سمیع و بصیر کا لاکھ شکر
 ہے کہ یہ امتیاز قومی بھی اُن کی حیات میں پورا ہو گیا۔ اس میں بے چارے نذیر احمد
 ہی کی کیا خصوصیت تھی۔ علمائے سلف و اکابر دین کفر و انکاد کے فتوؤں سے کب
 محفوظ رہے ہیں جو یہ رہتے بلکہ یہ تو قومی لیڈروں کا متمتع ہو۔ پچھلے لوگوں میں کس کس
 کا نام لوں ایک امام غزالی ہی کو دیکھ لیجئے۔ زمانہ حال میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
 (جن کے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے)
 مولانا حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہید شمس العلماء مولوی سید نذیر حسین صاحب ث

دہلوی (جو ہمارے عزیز قریب تھے) یہ سب کافر بنائے گئے۔ کیوں؟ یہ صرف اس لئے
 کہ یہ سچے مسلمان تھے اور ایسے مسلمان تھے جیسا کہ ایک مسلمان کو ہونا چاہیے۔ ان کے
 دل نور ایمان سے منور اور درہ وقوم سے متاثر تھے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میرے
 باپ کا حشر ان کافروں کے زمرے میں ہو جائے تو خوش نصیب۔ اب ہم کس کس
 سے رد و کد کریں اب نہ وہ کافر ہی رہا نہ وہ کافر گرے

وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کو چھوڑیں
 سبک سرن کے کیو پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

پلچروں کی بہار کی خزاں سرسید کی وفات ہوئی تصنیف و تالیف کا سد باب کفر کا فتویٰ
 ہوا۔ یوں دنیا اس چشمہ فیض کی سیرابی سے محروم ہو گئی۔ باقی رہے نام اللہ کا!

برفت و سر آمد بروزگار ہمہ رنج او ماند از و یادگار

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَأَدْخِلْهُ فِي جَنَّةِ الْجَنَانِ وَأَفْرِغْ عَلَيْهِ شَائِبَ الرِّضْوَانِ
 بِكُنْهِ الدِّينِ أَحْمَدُ كَانَ اللَّهُ لَهُ وَلِيُّ الدَّيْرِ

دہلی۔ جنوری ۱۹۱۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچر نمبر (۱)

انڈین نیشنل کانگریس پر

جوہر اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

تہیہ

اس کی حقیقت اس طرح پر ہے کہ ممبئی سے کوئی بھی جی صاحب نیشنل کانگریس کی طرف سے دہلی میں آئے۔ اتفاقات سے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دوسے

۱۲ لہ گنگو و غامیان ۱۲ لہ ہندوستانی قومی مجمع۔ یہ ایک جماعت تھی جو اس برس جب قائم ہوئی تھی اور غرض اس کی یہ تھی کہ سرکار انگریزی سے لڑ جھگڑا کر عایا کے کچھ حقوق دلواتے جائیں ۱۲ لہ لفظی معنی شہر کا کمرہ۔ یہ شہر دہلی میں یونیورسٹی کمیٹی کے اجلاس کی جگہ ہے۔ یونیورسٹی کے علاوہ دیگر جماعت بھی ہوتے رہتے ہیں ۱۳

پر تھے۔ انھوں نے کسی میونسپل کشنر سے مل ملا کر ٹون ہال میں تباہ شدہ کانگرس لکچر دیا۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ کانگرس کی حمایت کو لوگ کھڑے ہوں اُس کے ممبر نہیں چن رہے دیں۔ اُن دنوں سکری حکام شاید یہ ایمائے گورنمنٹ کانگرس کے مخالف تھے۔ اور ہمیں چاہتے تھے کہ کانگرس کو عروج اور ترقی ہو۔ غرض صاحب ڈپٹی کشنر نے دورے میں بھیم جی کے لکچر کا حال سنا اور دہلی واپس آئے لوگوں پر ملاقاتوں میں ظاہر ہوا ہو گا کہ بھیم جی نے جو مجمع کیا وہ صاحب ڈپٹی کشنر کی رائے کے خلاف تھا۔ اُس کی ترویج میں دوسرا مجمع ہوا اور بڑے اہتمام و ازدحام کے ساتھ ہوا۔ لکچر دینے والوں میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب پیش پیش تھے اور یہ اُن کا لکچر ہے۔



مجھ کو مجامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوقِ رغبت بھی نہیں، اس لیے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنے چاہتا ہوں کہ اپنے اختیار سے ایک گوشہٴ عافیت میں پڑا رہوں۔ ع

کہ کس نہ گوید ازیں جا بجز و آں جا رو

لیکن چند احباب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگرس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رؤس الاشباہ ظاہر کروں۔ انھوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں کو فائدہ ہو گا۔ مسلمانوں کے فائدے کا نام سن کر میں نے نفی عادت کیا۔ اور

بے تامل آپ لوگوں میں اکھڑا ہوا۔ میرے کان تو تین تین ساڑھے تین تین برس ہوئے
کانگریس کے نام سے آشنا ہیں۔ مگر کیا تمام حاضرین کا یہی حال ہے؟ مجھ کو توقع نہیں
مسٹر بھیم جی یا بھنیم جی صاحب، (کیونکہ مجھ کو اُن کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں)
غرض جو کچھ ہوں۔ اُن کے لکچر سے شاید دو یا تین دن پہلے کا مذکور ہے کہ میں اور مولوی
محمد کریم بخش صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر ناز
بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص مسٹر بھیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کیوں
صاحب یہ کیا چیز ہے؟ چون کہ اُنھوں نے لفظ نیشنل کانگریس پر انگلی رکھ کر پوچھا معلوم
ہوا کہ پڑھے لکھے ہیں مگر نہ لفظ نیشنل کانگریس اُن کی زبان سے ادا ہوتا ہے نہ اس کے
معنی سمجھے ہیں۔ ضیق وقت کی وجہ اُن کے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی ہمت تو نہیں
ملی تاہم اُن کے طرز استفسار سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگریس کو اندر سبھا کی
قسم کا کوئی تماشہ سمجھے ہیں (چیریز) ابھی تھوڑی دیر میں میں آپ صاحبوں پر ثابت کر دوں گا
کہ اندر سبھا کی قسم کا تو نہیں لیکن نیشنل کانگریس تماشہ تو ضرور ہے، (چیریز) مجھ کو نیشنل کانگریس کے
کسی جلسے میں شریک ہونے کا اتفاق تو نہیں ہوا مگر جہاں تک اخباروں میں پڑھا اور
جہاں تک لوگوں سے سنا اس سے نیشنل کانگریس کی اصل حقیقت میں نے اپنے
ذہن میں یوں ٹھہرا رکھی ہے۔ کہ انگریزی تعلیم دلوں سے چکے چکے دلوں میں شور و
پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے واسطے تیاری کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت
سخت زحماتیں اٹھاتے تھے۔ مگر کار نے تعلیم پر ملکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا

۱۷۱۷ء صاحبِ بیتی میں جو سالوں کا بڑا نامی مقتدر خاندان ہے اُس میں کے ایک ممبر جس ۱۷۱۷ء تک ۱۷۱۷ء
معلوم ہوتا تھا ۱۷۱۷ء یہ ایک انگریزی طریقہ ہے کہ جب کسی کو پر سامعین خوش ہوتے ہیں نالیاں نمازِ سر کے لیے کچھ

جس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ خواست نگاران نوکری کا ایک بہت بڑا کثیر الانفار گروہ پیدا ہو گیا
بے شک عقلاً محال تھا کہ سرکار جس کی خبر سی اور کفایت شکاری بھی مشہور ہو۔ اس جم غفیر کو
نوکریاں دے سکے۔ یوں سلسلہ بلسلہ بڑھنے سے توقعات۔ توقعات سے حرمان۔ اور
حرمان سے نارضا مندی پیدا ہوئی۔ جس کا مرادف ہر نیشنل کانگرس۔ پس نیشنل کانگرس
اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ چند ناما کام انگریزی خواں اس پیرا تے میں اپنے دلوں کے
جلے پھپھو لے پھوڑ رہے ہیں (چریز) ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے ناحق کے
بنجارات بھرے ہوئے ہیں اور ان کے بنجارات نے ان کی چشم الضاف کو اس قدر
تیر و تار کر دیا ہے کہ گورنمنٹ میں سوائے عیب کے ان کو کچھ نہیں سوچتا۔ ایک شاعر عربی

نے کیا خوب کہا ہے شعر

وَعِزُّ الرِّضَا عَزَّ كُلُّ عَيْبٍ كَلِيلُهُ	وَلَكِنَّ عَيْنَ السَّخَطِ تُبْدِي الْمَسَاوِيَا
---	--

یعنی خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی ہے جس کو
بڑائی ہی بُرائی سو جھتی ہے۔ میں نے اب تک لفظ نیشنل کانگرس استعمال کیا اور آئندہ بھی
کروں گا۔ صرف اس وجہ سے کہ جو لوگ نیشنل کانگرس کے بانی اور مجدد محرک ہیں
انہوں نے اپنے گروہ کا یہی نام رکھا ہے ”انڈین نیشنل کانگرس“ اپنے منہ میاں مٹھو۔
لیکن ایک طفل مکتب جس کو ہندوستان کے جزائیہ اور تاریخ سے کچھ بھی مناسبت
ہے۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ لفظ نیشنل سن کر کان کھڑے کرے گا۔ کہ کجا
ہندوستان انگریز نیشنلسٹی۔

۱۲ جن میں کثرت سے آدمی ہوں ۱۲ لے جھیر کی جھیر ۱۲ جمع جمع یعنی امید ۱۲ لے نا امید ۱۲ لے ہم معنی ۱۲
۱۲ لے یا لک اند ۱۲ لے بنا کرنے والے ۱۲ لے ایجا کرنے والے ۱۲ لے تحریک کرنے والے ۱۲

من چرنے سرایم وطنبوره من چرمی سراپہ
 تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف
 مختلف العادات اور مختلف الاغراض، قومیں رہتی ہوں۔ جیسے ہندوستان میں۔ پس
 ایسے اجزائے متضادہ کو یک جا کر کے ایک مجموعہ مرکب قوم واحد قرار دینا صحیح مغالطہ
 دہی ہے۔ مگر کس کو؟ اُن بھی انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی
 زرخیز کالونی ہے اور بس۔ بھلا شکی تفریقوں کا لحاظ بھی نہ کرو اور ہندو ہندو ایک اور
 مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو تو خیر یہاں تک بھی مضائقہ نہیں مگر ہندو اور مسلمان
 کیوں کر ایک قوم میں شامل ہو کر انڈین نیشن کہلا سکتے ہیں (چیرز) گنگا اور سندھ کا
 شگم ہو سکتا ہے۔ اور نہیں ہو سکتا تو ہندو اور مسلمان کا جب تک ہندو ہندو ہے اور
 مسلمان مسلمان بَدَا اَیْمَنَّا وَبَیْنَكُمْ اَلْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اَبَدًا (چیرز) قومیت
 کے بارے میں ہم ہندوؤں کا بغل دیکھتے ہیں کہ ان ہی میں کا کوئی شخص ولایت جا کر
 واپس سے تو پھر اس کو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اس کی مثالیں خود ہمارے
 اسی شہر میں موجود ہیں۔ لیکن جنم کے بھر شٹ جنم کے بلیکس۔ مسلمانوں کے حال پر
 ایسی کیا دیا اور کہا ہے کہ ہم کو کانگریس میں اپنے ساتھ گھسیٹے لیے جاتے ہیں (چیرز بڑے
 زور سے) میں تو ڈوبا ہوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا (چیرز) سیٹھ می فراغ مافی فریڈ
 لے مذہب کے ہوتے ۱۲۷ جو دو اکتی مفردواؤں سے مل کر بنے ۱۲۷ فریب ۱۲۷ تازہ ولایت۔ ناواقف
 ۱۷۷ ہندوستان ۱۲۷ نو آبادیستی جس میں کسی ملک کے آدمی اگر بسے ہوں ۱۲۷ جس جگہ دودریا
 باہم مل کر ہیں ۱۲۷ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے کھلم کھلا دشمنی ہو گئی ۱۲۷ ناپاک ۱۲۷ پیدایشی ۱۲
 ۱۲۷ بھوت ۱۲۷ ہرمانی ۱۲۷ خدا ایسے دوستوں سے پناہ دے ۱۲

آخر تو کچھ دال میں کالا ہو۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۸۵۷ء کے غدر کا ہو چکا ہے کہ کارٹوس پر بگڑے تو ہندو۔ مگر آخر کار ہندوؤں کے اٹنے کے ساتھ مسلمانوں کا گھٹن بھی پس گیا (چیریز)

کانگریس والے جو چاہیں سو کہیں۔ میونسپلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تقریبات محرم، دوسرہ، ہولی، عید وغیرہ میں ہر مرتبہ اس کے شواہد پیش آتے رہتے ہیں کہ ہندو مسلمان دو عناصر ہیں۔ بالطبع ضد یک دگر، ایک دوسرے سے نفور۔ جن کو حاکمانِ وقت نے بہ زور حکومت جھج کر رکھا ہے (چیریز) ہمارے ہندوستان کی ترکیب ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ بدون فارمن گورنمنٹ کے ہم من حیث المجموع چین سے رہہ نہیں سکتے۔ ہم نے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آزمایا۔ اور تاریخ میں اس بات کا کافی اور دافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی بڑی گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں۔ اس کا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیریز) ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں۔ اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو مستیاء۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی آجی حاکم اس پر تسلط رہے جو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان۔ پس ہونہ ہو کوئی سلاطین یورپ

میں سے ہو سلاطین یورپ میں سے کون ہے جس نے سلطنت ہندوستان کی طبع نہیں کی۔ فرینچ۔ پورچگیز۔ ڈچ اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمائیاں کیں حضرت

۱۷ یعنی کچھ تو اس میں فریب ہے ۱۸۵۷ء نفرت کرنے والے ۱۲۷۷ء ہندوستان کی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کی سلطنت ۱۲۷۷ء اوپری۔ غیر ۱۸۵۷ء فرانس ۱۷۷۷ء پرتگال ۱۷۷۷ء یہ بھی ایک انگریزوں کی ایک قوم ہے جو ملک ہالینڈ میں ہے

شہنشاہ روس کے خاندان میں توپیٹرووی گریٹ کے وقت سے یہ مرض نسلاً بعد نسل متواتر چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے۔ مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اسی کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوئے (حیرت) انہوں نے سوسواسو برس حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی۔ جفاکشی لیاقت۔ انصاف۔ رعایا پروری، اور بہادری، کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب تو کیا اب بھی کسی منصف مزاج دانش مند ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ وسوسہ گذر کر سکتا ہے کہ خدا نخواستہ سلطنت بدلی جائے۔ سب بولو؟ نہیں نہیں نہیں۔ (حیرت) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی کانگریس کا طرف دار بھی اس مجمع میں ہوگا تو اس کو بھی سوائے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا لیکن منہ سے نہیں کہنا کافی نہیں کر دار سے۔ گفتار سے۔ ثبوت دو کہ تم تبدیل سلطنت نہیں چاہتے، آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مانگو لیا ان دنوں روس کے دماغ میں برسرِ شورش ہے۔ روس جو تمہاری کانگریس کی خبر سنے گا اور اس نے ضرور سنی ہوگی (کیونکہ آج کل کا ایسا وقت ہے کہ گہر میں بات کرو تو اخبار کے ذریعہ سے ملکوں ملکوں جا پونچتی ہے۔ نہ کہ کانگریس۔ جس میں کشاں کشاں سیکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اس کا ڈھنڈورا پیٹے۔ اس کے لینے بگل بجائے جائیں اس کی منادی اس طرح کی جائے کہ گویا بلا تشبیہ کانگریس انجیل ہے۔ اور منادی کرنے والے پادری اس کے لینے اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں۔ رسالے تصنیف ہوں اور شہر کیے جائیں کیوں کر ممکن ہو کہ روس کے کان میں ایسی کانگریس کی بھنگ نہ پڑی ہو۔

نہاں کو ماند آں راز سے کز د سازندہ مخلصا

بھلا پھر روس نے کانگریس کی خبر سن کر کیا خیال کیا ہوگا؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے، کہ اس

۱۵ یہ شخص شاہنشاہان روس میں سب سے بڑا نام ورت شخص ہے ۱۲ ۱۵ موروٹی ۱۲ ۱۵ بدل جانا ۱۲ ۱۵ مضامین ۱۲

سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہے۔ جس مضمون کے ادا کرنے کا دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ تبدل سلطنت کی خواستگار۔ پھر اس خیال نے روس پر کیا اثر کیا ہوگا؟ دیوانہ راہوئے بس است۔ وہ مجنونانہ حرکت جو وہ پرسوں کرتا کرے گا۔ اور کل کرتا تو آج۔ افسوس ہے کہ کانگریس والے اپنی حرکت کے اس زبوں نتیجے پر نظر نہیں کرتے۔ گورنمنٹ اور عیالیں یہ جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پدر مہربان ہے اور رعایا اولاد۔ یا گورنمنٹ طبیب ہے۔ رعایا مریض۔ یا گورنمنٹ اُستاد و شفیق ہے اور رعایا شاگرد۔ لیکن اُن تعلقات کی مزہ داری اسی میں ہے کہ محتاج کو محتاج الیم پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں ہوگا جب تک محتاج اپنے نیک و بد کو محتاج الیم پر نہیں چھوڑ بیٹھتا۔ اگر اولاد اپنی تربیت میں یا بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد اپنی تعلیم میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایک نیچرل بات ہے کہ باپ اور طبیب اور اُستاد و مزہ داری سے سُبکدوش ہو کر پرداخت میں کمی کرنے لگتے ہیں۔ پس کانگریس کا یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضرب نہیں ہوگا۔ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا (چیریز)

ہم برٹش گورنمنٹ کی پھلی کارروائی پر نظر کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرینسٹریٹ اور پروگریسو گورنمنٹ ہے یعنی گورنمنٹ کی حالت ٹھری ہوئی اور جمی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یونگا فیو ماہتری اور دستی اور صفائی اور عمدگی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی ہے چوں کہ ہم خود ٹرینسٹریٹ اور پروگریسو کنڈیشن میں ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی ٹرینسٹریٹ اور پروگریسو ہونا چاہیے۔ زیادہ نہیں شہ کے غدر سے پہلے کے زمانے کو اس وقت سے مقابلہ کرو تو ظلمت و نور کا فرق پائے گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ ریل۔ یہ تار برقی۔ یہ سرشتہ تعلیم۔ یہ منی آرڈر۔ یہ پوسٹ کارڈ۔ یہ ویلیو پی ایل پارسل۔ یہ میونسپلٹی۔ یہ ٹریکیں یہ صفائی۔ یہ ہنر۔ یہ سفر بخیر و بری کی آسانی۔ یہ پولیس۔ یہ اخباروں کی آزادی۔ یہ ہندوستانی دایان ملک کے اختیارات تہنیت۔

۱۲ء جس کے پاس حاجت لے جا دیں ۱۲ء فطرتی۔ خلقی ۱۲ء سرکار انگریزی ۱۲ء حالت ۱۲ء

۱۲ء وہ پارسل جو قیمت لے کر ادا کیا جاتا ہے۔ ۱۲ء

یہ نائشیں۔ یہ معدلت گستری کے قوانین اور ضابطے۔ یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت یہ تعویذی خطاب۔ یہ تجارت کی ترقی۔ **وَاِنِیْ تَعَدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ کَافًحَوْا غُرُضَیْہِ سَارَے** انتظام کس نے سوچے؟ کس نے نکالے؟ کانگریس بچاری تو کو آمدی و کو پیرشدی کسی کے وہم و خیال میں بھی نہ تھا۔ ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈانوا ڈول مت ہونے دو۔ جنھوں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ جتنے بیل کے آرنہ مارو اور کرنے دو (پیرز) کانگریس والوں کے پاس چلنے پھڑے الفاظ تو بہت سے ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنے اور کسی اعتراض کو اپنی پنداریں جمنے نہیں دیتے۔ مگر ہم تو واقعات کو دیکھتے ہیں ۷

مادروں رابن سنگریم وقال را

مادروں رابن سنگریم وقال را

کانگریس کی بنیاد صرف اس ایک بات پر ہے کہ حکام وقت رعایا کی حالت۔ رعایا کی ضرورتوں سے غافل اور بے خبر نہیں تو خود غرض اور نامنصف ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف آدمی جس کے نزدیک بھوٹ بولنا اور (کیا کہوں) برا ہے۔ ایسے لغو اور بے اصل اور بے وجہ اور غلط الزام لگانے والوں میں شرکت کر سکتا ہے؟ (نعرہ نہیں نہیں نہیں!) بارہ برس ہوئے کہ مچکو برٹش گورنمنٹ سے ایک بے تعلقی سی ہے۔ مگر پچھ پر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے مجھ کو پڑھایا۔ عزت دی۔ نوکری دی۔ میں اس کی رعیت ہوں۔ اور امن و آسائش اور آزادی سے علیٰ دھم اکمال متع۔ باایں ہمہ میں برٹش گورنمنٹ کا بھاٹ نہ کبھی تھا اور نہ اب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں۔

برٹش گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ ہے۔ کون انسان ہے جس سے بھول چوک نہیں ہوتی؟ گورنمنٹ کی نکتہ چینی داخل بدخواہی نہیں۔ مگر نکتہ چینی کے بھی طریقے ہیں۔ کیا کانگریس والوں کو اس پر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعہ سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہے۔ اکثر بڑے

لے اگر خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم ان کو نہ گن سکو گے ۱۲ پورے طور سے فائدہ حاصل کرنے والے ۱۳ فقیر ۱۴

بڑے شہروں میں کیٹیاں ہیں مجلسیں ہیں سوسائٹیاں ہیں ایسوسی ایشن ہیں۔ انجمنیں ہیں۔ خود حکام سفر میں حضریں درپردہ تفتیش و تلاش رہتے ہیں حتیٰ کہ ہوس آف کانٹنر اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال اس ٹوہ میں آسکتے ہیں۔ اور جو لوگ حکام میں ہیں ان کو ہمیشہ اس طرح کے مواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ رعایا کا دکھ درد حاکموں کے کان تک پہنچاویں۔ مگر یہ نیشنل کانگریس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں تھا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گواہ جمع ہو۔ سوتی بھڑیں جگانی جاتیں۔ جو لوگ امن چین سے اپنے اپنے کام دھندوں میں لگے ہیں سُن کر چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جس کی وجہ سے یہ تمام کھلبلی مچ رہی ہو۔ کانگریس والے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ انگریزوں کو ہمارے ساتھ اجنبیت محض ہو۔ اس سے بڑھ کر اور اجنبیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور انگریزوں میں کسی طرح کی مشارکت نہیں۔ اس پر طرہ فاتح اور مفتوح کا تفرقہ کہ تیل اور پانی کبھی نہ ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تو ایسے اجنبیوں سے ہماری کاربراہی ہو تو کیوں کر ہو۔ اس کی بھی ایک تدبیر ہو کہ جس طرح ممکن ہو چاہو پوسی و خوشامد سے نہیں (کہ وہ تو میرے نزدیک دنا رت اور کینگیے طبیعت اور پسینے فطرت کی دلیل ہو) بلکہ اطاعت اور فرماں برداری اور سلامت ردی سے حکام وقت کو خوشنود کریں تاکہ ان کے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کانگریس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عہدہ دارانِ انگریزی کے کیسے خیالات ہیں لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا۔ عقل کہتی ہو اور میں اس کو اپنی سیکرٹ سمجھتا ہوں کہ ضرور یہ کانگریس

۱۲ کیٹیاں ۱۲ انجمنیں ۱۲ ہوس آف کانٹنر اور پارلیمنٹ ان دو مشہور جماعتوں کا نام جو جن پر دار و مدار نظم و نسق سلطنت انگریزی منحصر ہو صرف فرق ان دونوں میں یہ ہو کہ ہوس آف کانٹنر میں علی العموم رعایا کے وکیل شریک ہوتے ہیں اور پارلیمنٹ میں خاص خاص ذی مقتدر جیسے لارڈ کونٹ۔ مارکوس وغیرہ شریک ہوتے ہیں ۱۲ وہ جماعت جس سے سلطنت کے معاملات فیصل ہوں ۱۲ کسی چیز کی خفیہ خبر لینا ۱۲ جمع ۱۲ فتح کرنے والا غالب ۱۲ فتح کیا ہوا مغلوب ۱۲ خوشامد ۱۲ کینگیو

گورنمنٹ آف انڈیا اور کل عمدہ داران انگریزی کی نظر میں مبغوض ہوگا اور اس کو مبغوض ہونا چاہیے
کیسا ہی کوئی حلیم اور بڑبار اور متین اور باوقار کیوں نہ ہو کب جائز رکھ سکتا ہے کہ یوں حکم
کھلا جامع اور مخالف میں اس کی روٹی دھنکی جائے اور روٹی دھنکنے والے کون ہوں؟ اپنی
ہی رعایا۔ اپنے ہی محکوم اپنے ہی دست نگر۔ اور اپنے ہی محتاج (حیرز) کیا اجنبی لوگوں سے
فائدہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ بیابن کر سب کوئی لیتا ہے۔ ہیکڑی سے باپ بن کر کسی نے
نہیں پایا (حیرز) شمر

ترسم زمسی کعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میری تبرکستان است

گورنمنٹ کو ہماری خیر خواہی آزمانے کے بہت ہی کم مواقع ملے ہیں۔ اس لیے کہ اس وقت تک
گورنمنٹ صرف اپنے بل بوتے کے بہرے پر حکم رانی کر رہی ہے وہ رعایا کی خوش دلی کی بڑی
قدر کرتی ہے۔ اور رعایا کو رضامند رکھنے میں سعی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی۔ مگر اس کے فوجی
انتظام کے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو رعایا پر پورا پورا اعتماد نہیں کیا یہ بے اعتباری گورنمنٹ کے
دل کا کھوٹ ہے؟ اور یہ گورنمنٹ کا تصور ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! ہم اعتماد کو پورا ہونے نہیں دیتے
شہادے کے غدر میں ہندوستانی اپنا اعتبار کھو چکے تھے۔ اگر کچھ بھی شرم اور غیرت اور عقل و مصلحت
اندیش ہوتی تو اس کے کفارے میں بہلا کچھ نہیں تو پچاس برس کا گونگے پیر کا تو روزہ رکھتے (حیرز)
لیکن اخباروں میں۔ مجالس میں جو کچھ بڑ بڑاتے رہے سو خیر۔ نوبت بایں جا رسید کہ کانگریس نکال
کھڑی کی بچا رے رئیسوں کو اچھی سوچھی تھی کہ روس کی شورش سن کر کوئی روپے سے۔ کوئی فوج
سے۔ کوئی اپنے ہاتھ پاؤں سے سرکار کی مدد کو آجودہا۔ اُن دنوں ولایت کے اخباروں میں
ہندوستان کی خیر خواہی کی دھوم تھی۔ میں نے دیکھا تو نہیں مگر سنا کہ انگریزوں کی باچھیں
کھلی پڑتی ہیں مسکرا نے لگے تھے تو ہنستے بھی ضرور۔ اتنے میں یہ ناشدنی کم نخت کانگریس بنگالہ

میں پیدا ہو چڑھی۔ اور سارا کیا دھڑلیا میٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے بے اعتبار (چیز) نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنے کی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہے، وہ یہ کہ ملکی فلاح اور ملکی رفاه کچھ اسی ایک کانگریس پر تو منحصر نہیں۔ کانگریس کو بغرض محال کامیابی ہو بھی تو یہی نہ کہ نیک کا محصول گھٹ جائے، ہتھیار باندھنے کی عام اجازت ہو جائے، ہندوستانیوں کو والٹیمپ فوج میں داخل کر لیں۔ انٹرمیکسٹ موقوف۔ اور ڈیٹا سٹ ڈوٹ ڈی لیٹ ۱۱ ہندوستانی یعنی بنگالی کشن کلکٹر ہونے لگیں۔ یا اسی طرح کی اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑے گی۔ ارے عقل کے دشمنوں۔ ملک کی دولت مندی کے وہ گڑھی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے تین تعصبات رسمی کے پھندوں سے چھٹاؤ، پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم نہیں جس کو پڑھ کر انسان بی بیٹے۔ ایم بی بیٹھتا۔ اور کانگریس کے خواب پریشان دیکھنے لگتا ہو (چیز)، بلکہ انجیری۔ ڈاکٹری۔ باغی۔ کبھی۔ جراثیمات۔ طبیعیات۔ جیالوجی وغیرہ جن کے ذریعے سے صنعت اور دستکاری اور ایجاد کی قدرت حاصل ہوتی ہو۔ اور جن کی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ اور تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ مگر تم کو اس سے متنبہ ہونے کا سلیقہ نہیں۔ جو کر سکتے ہو اور جو تم کو کرنا چاہیے۔ اُس کی تم کو ذرا بھی پروا نہیں۔ اور پروا بھی ہو تو کہاں سے ہو۔ تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہو۔ اگر بنگالیوں نے یا پارسیوں نے یا جو لوگ کانگریس

۱۱ء ضائع ۱۲ء وہ رعایا کے لوگ جو فوجی کام کیسے باتخواہ اور فوجی احکام اپنے ذمہ لیں ۱۳ء جو آمدنی سے خرچ لیا جاوے ۱۴ء آخر کار۔ اگرچہ قوت میں پچھلی باتوں سے کم نہیں ۱۵ء یہ درجہ شخصیت و علمیت کے ہیں ۱۶ء علم نباتات ۱۷ء جس علم سے نباتات و جمادات کی ترکیب معلوم ہو ۱۸ء جس علم سے آلات کا بنانا اور بوجھ کا اٹھانا سکھایا جاتا ہو ۱۹ء علم طبقات الارض جس کے ذریعہ سے کانیں دریافت کرتے ہیں ۲۰ء فائدہ لینے کا ۲۱ء

کے حامی ہیں، اپنے یہ فرایض پورے طور پر ادا کئے جوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگرس رفاه ملک کے لئے کھڑا کیا گیا ہے، مگر جو شخص فرض کو چھوڑ کر نفل پر دوڑے، ہم کو تو اُس کی خدا پرستی تسلیم نہیں (چیرز) خدا اگر کسی کے دماغ میں اس طرح کا خلل ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بھارک سمجھنے لگے، اور ملک داری کے امور عظیمہ میں راستے زنی کرنے کو لڑکوں کا کھیل خیال کرے تو اُس کو سمجھنے اور خیال کرنے دو۔ اپنا مسلک تو یہ ہے۔

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند	گدائے گوشہ نشینے تو حافظا محروشا
-----------------------------	----------------------------------

(چیرز) یہ سچ ہے کہ جس طرح کا ایچی ٹیشن (تحریک) کانگرس کرنا چاہتا ہے۔ ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے شر

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا	پہونچے کب اُس کو ہاتھ تھامے غبار کا
----------------------------------	-------------------------------------

ولایت والوں کی سی لیاقت۔ اُن کی سی معلومات۔ اُن کی سی روشن دماغی۔ اُن کی سی تلاش اُن کی سی راستی۔ اُن کی سی بلندوصلگی۔ اُن کی سی مستقل مزاجی۔ اُن کی سی جفاکشی۔ اُن کا ساربط و ضبط۔ اُن کی سی جاں نثاری۔ اُن کی سی ٹکسالی خیر خواہی، اور اُن کی سی نہیں بلکہ اُس کا عشر عشیر بھی ہندوستانوں میں ہوتا تو ایک کانگرس صبح۔ اور ایک کانگرس شام۔

چشم مارو شن دل ماسا د

کانگرس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کرتے ہیں کہ اپنی وقت زائد از واجب ٹھہرا لیتے ہیں۔ اسی طرح کی غلطی اُن سے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہے۔ لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کراچی میں گئے۔ تو وہاں کے عائد ریل کی ایک ٹرک کے لئے اُن کو پلٹے اور اصرار کیا کہ اُس کی

لے یہ شخص شہنشاہِ حالِ برمن کے دادا کے وقت میں وزیر تھا یہ وہ نامور شخص ہے جس نے سلطنتِ برمن کو متحد کیا اور فرانس پر غلبہ دلایا۔ نیشنل پولین پونا پارٹ کے اس نے بھی بڑے نمایاں کام کئے ہیں ۱۲ سالہ دسویں صحت کا دسواں حصہ یعنی بالکل ۱۲ سالہ یہ مشہور گورنر جنرل ہندوستان میں حکومت کر گئے ہیں لارڈ لینسڈن صاحب سے پہلے ہی صاحب تھے بڑی کامیابی سے اکھارا نہ ختم ہوا ڈفرن پاسپیل جس قدر ہندوستان میں ہیں وہ لیڈی ڈفرن کی یادگار ہیں ۱۲۔

منظوری نہ کریں تو دیر آئیڈون (ابھی اسی جگہ) وعدہ تو کر لیں۔ لارڈ صاحب نے یہ کہہ کر اپنا پنڈ چھوڑا کہ میں وعدہ تو کر لوں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پہنچ کر اسی طرح کی اور ضرورتیں پیش ہوں اور میری ہی راسخ رہے۔ کراچی کے عائد کی نظر ایک محدود خطے میں محصور تھی۔ اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر حاوی تھی۔

فکر ہر کس بقدر بہت اوست

یہی حال ہے کانگریس اور گورنمنٹ کا۔ میں نے تو کانگریس میں کبھی کوئی انوکھا مسئلہ پیش ہوتے نہیں دیکھا۔ دہی پرانی باتیں ہیں جن کو برسوں سے اخباریں دیکھتے ہیں۔ کانگریس کے ممبر اہل غرض ہیں۔ ^۱ ^۲ ^۳ ^۴ ^۵ ^۶ ^۷ ^۸ ^۹ ^{۱۰} ^{۱۱} ^{۱۲} ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

عذرش بنہ از کند بعمرے ستمے

آں را کہ بجائے تست ہر دم کرے

دچیز) اب تک میں نے عام طور پر کانگریس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی مجھلا اس خیال سے کہ میرے بعد اور چند صاحب بھی ک

آسان ہو دگر پہنچ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں جن میں سے ایک بڑا ضروری انتظام لیاقت کے سٹینڈرڈ کا ٹھہرانا ہو۔ انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کر کے صرف یونیورسٹی کی ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کر لیا۔ جس نے ہماری سوسائٹی کو زیرِ زبر کر رکھا ہو۔ جو لوگ سوشل ادنیٰ درجہ کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بڑی خدمتوں پر پہنچ جاتے ہیں، اور اُن کے تعزیرِ خدمتی اور سوشل پوزیشن میں عجیب کشمکش واقع ہوتی ہے۔ ہم مقابلہ ہنود و شماریں، قبول میں اتنے بیٹے نہیں جتنے کہ اس زمانے کی لیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی دانی میں۔ اس پر مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لٹاڑتے ہیں کہ معاذ اللہ، لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کسی قدر معذور سمجھتا ہوں۔ صد ہا سال کی محکومی نے ہندوؤں کو ایسا گرا دیا کہ اگر سچ پوچھو تو اُن میں سنس آف آرز (حیثیت) باقی نہیں۔ نہ اُن کے پاس مذہب ہو نہ لٹریچر نہ کوئی علم جس پر وہ فخر کر سکیں۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندوؤں میں یہ چیزیں سرے سے تھیں ہی نہیں۔ تھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ تھیں۔ مگر محکومی ایسی بُری بلا ہو کہ سب فضیلتوں کو خاک میں ملا دیتی ہو۔ لوگ کہتے ہیں ”پیری و صد عیب“ میں کہتا ہوں ”محکومی و ہر عیب“ (چیز) مسلمانوں کی عل داری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے۔ ہمارے علوم پڑھتے۔ ہماری تقلید کرتے۔ ہمارے ہتو اور مناتے۔ یہاں تک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب آئے انگریز تو ہندوؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا لگے انگریزوں ہی کا کلمہ پڑھنے۔ خرابی اور بڑی خرابی ہم مسلمانوں کی ہو کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکم مضبوط۔ استوار۔ اَصْلُکُمْ بِأَنَافِتٍ وَفَرَعُہُمْ فِی السَّمَاءِ (چیز) کہ انقلاب کی آندھیاں اس کو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں۔ ہمارے پاس لٹریچر ہو۔ جس نے ایک وقت تمام دسے زمین کو ہلادار تھا۔ (چیز) وہ ہمارے دلوں کی تسلی ہو۔ ہماری جانوں کی توانائی۔ ہماری آنکھوں کا نور۔ ہماری رگوں کا سرور۔ ہمارے پاس علوم ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لے ہیں۔ مگر آخر ہیں تو ہمارے۔ غرض ہماری عظمت کے

نشان باند پڑ گئے ہیں گو مٹے نہیں (چیرز) ہم کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑیں تو تن کو کپسٹ اور پیٹ کو روٹی نہیں۔ اپنے علوم نہ پڑیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں غت نہیں وقعت نہیں۔ دونوں پڑھیں اتنی ہمت نہیں، وقت میں گنجائش نہیں۔ غرض ہم اپنے پُرانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے چلے جاتے ہیں۔ تو ہم طبیعتوں سے مجبور ہیں۔ لیکن کیا اتنی ہی بات سے کہ ہم نے ہندوؤں کی طرح انگریزی کو اور ہٹنا بچھونا نہیں کر لیا۔ ہم نالایت ہو گئے؟ ہیکلڑی کا تو کچھ جواب نہیں۔ زبردست کا ٹھیکگا سر پر، گر میرا از بلیف یہ ہے۔ اور یہ از بلیف (دلی یقین) مبنی ہو ساری عمر کے تجربے پر، کہ کارفرما کی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہو ہندو سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی!! ہرگز نہیں ہو سکتی! (چیرز) کارفرما کی شرط اعظم ہو۔ خود داری اتنی تعزذ و فرس آف کیریکٹر، (ہمت، جرات) اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون سے ابھی تک تو نکلے نہیں۔ انقض ہمارا کیس ایک اسپیشل کیس ہو اس کی رویداد کسی طرح ہندوؤں کی روئداد سے نہیں ملتی۔ ہندو جب زور دیں گے کثرت اور انگریزی دانی پر! اور یہی جگہ ہمارے ہاں پانی کے مرنے کی ہے (چیرز) پس ہم کو ہندوؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہونچائیگی میری صلاح مانو تو نہ روؤ نہ چھینکو۔ متوکل علی اللہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ وہ کار ساز ہمارے لینے اسباب ہتیا کر رہا ہے۔

عدو شود بسبب خیر گر خدا خواہد (چیرز)

اسی کانگرس نے ضرور گورنمنٹ کو چونکا دیا ہوگا۔ کوئی دن جاتا ہے کہ لیاقت کے سٹینڈرڈ میں ترمیم ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تعلیم انگریزی کی ڈٹن مدہم کر دی جائے گی مگر گورنمنٹ کو اس کی تدبیر تو چار و ناچار کرنی پڑے گی، کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ اُن کے خیالات سوشل ر فارم۔ لوکل امپرومینٹ کی طرف مصروف ہوں۔ جس سے ملک کو فائدہ پہونچے۔ اور ایسے کیڑے اُن کے مغزیں نہ کھلنے پائیں کہ بحث اسمٹ کی دھوئی سکے بدرون اُن کو

لے خاص صورت ۱۲ تلہ خدار پر وسہ کر کے ۱۳ تلہ طرز۔ لہجہ ۱۴ تلہ طرز تمدن کی اصلاح ۱۵ تلہ ملکی سہودی ۱۶ تلہ موازنے کے داغ

چین نہ پڑے (بڑے زور سے چیرز) ع

چہ دانی تو اسی بندہ کا رخصتانی

نیشنل کانگریس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوؤں کے طفیلی بن کر دینی مفاد حاصل کریں، گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است
رفتن پائے مروی ہمسایہ ہرشت

ہم کو کچھ فائدہ اس علمداری میں ہونے والا ہے۔ ہم اس کو لیں گے۔ کوئیں وکٹوریہ سے۔ واپس سے لفٹ گورنر سے۔ کنسر سے۔ ڈپٹی کنسر سے؛ اور ان شاء اللہ بے مانگے لیں گے۔ تم نے نہیں سنا۔ بن مانگے موتی لیں اور مانگی ملے نہ بھیک (چیرز) ہم کو ان کانگریس والوں کی یہ ڈب و گھسٹرو کا رروائی بالکل پسند نہیں۔ کہ ہمیں بھٹ دکھایا کرو۔ بد و ن ہماری منظوری کے کوڑی خرچ نہ کرو۔ وضع قوانین ہم سے متعلق رکھو۔ یعنی ہم کو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بناؤ۔

ہم رونے پہ آجائیں تو دیر یا ہی بہادیں

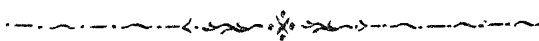
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا
(چیرز)

آخر تجرات کی ہی تھی تو طیہ و تہید برطرف ایک دم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت ہمارے حوالہ کرو۔ اور چلتے پھرتے نظر آؤ (چیرز)

”ہم مرگش بگیر تا بہ تیپ راضی شود“

کیوں بھائیو! ایسی درخواست پر کوئی تم میں سے دست خط کرتا؟ نہ کرتا ہرگز نہ کرتا! (چیرز)
بس تو کانگریس کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ کہ ”ایں ہم بچہ شتر است“ (تھتہ اور بڑے زور سے

(چیرز) ♣



لیکچر نمبر (۲)

تمہید

۱۹۳۷ء میں دہلی میں مدرٹس پی کے جاری کرنے کی تجویز درپیش تھی ایک مجلس میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی بلائے گئے تھے۔ اور اُس وقت علامہ شہر دہلی ہندو و مسلمان جمع تھے۔ یہ لکچر اُس وقت دیا گیا۔

اگر کوئی شخص طب یونانی اور ڈاکٹری میں محاکمہ کرنے کا قصد کرے تو اُس کو اس سے قطع نظر کرنا پڑے گا کہ ڈاکٹری طب حکام ہے۔ اگر ڈاکٹری کو اُس وقت سے جو انضمام حکومت کی وجہ سے اُس کو حاصل ہو چکا ہو کر کے دیکھا جائے تو موجبات ترجیح طب یونانی کی طرف بہت ہیں اور ڈاکٹری کی جانب کم۔ ڈاکٹری کا تمام سرمایہ فخریتین چیزیں ہیں۔ تشریح۔ اور آلات۔ اور علم کیمیا جس کو ادویہ کی تحلیل و ترکیب میں مدخل عظیم ہے۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے منافع کی فرست اس قدر بڑی ہو کہ بجائے خود کتاب ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری طبیت کے حسیض سے ترقی کر کے اوج یقینیت پر پہنچ گئی ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے کل علاج حکمی ہیں تیز بہ ہف تاہم جب اس بات پر نظر کی جاتی ہے کہ ڈاکٹری علاج ہندوستان میں وضع اللہ فی عکبر علیہ اس کی تمام فضیلتیں مرجع معلوم ہوتی ہیں۔ ہم ڈاکٹری کی توہین نہیں کرتے وہ عمدہ اور بہت عمدہ اور نہایت عمدہ ہو مگر اہل یورپ کے لئے جہاں کی آب و ہوا جہاں کے موسم جہاں کی پیداوار جہاں کے مراسم و عادات

کے محاط سے طب ڈاکٹری مہون ہوئی نہ اہل ہند کے لیے جو کسی بات میں بھی اہل یورپ کے مماثل نہیں۔ ایک مضمون کو اپنے خیال کے مطابق تاسخ نے کیا اچھی طرح باندھا ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے	جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا
بہل کو دیا نالہ تو پروانے کو جسلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مجھ کو یہ قطعہ اس بات پر یاد آیا کہ خدائے تعالیٰ نے ہر ایک مخلوق کی حالت کے مطابق نہ صرف ماحتماج زندگی بلکہ آسائش کے سامان مہیا فرمادیے ہیں۔ انتظام آبی کے خلاف ہے کہ ہم رہیں ہندوستان میں اور خطا صحت کے لیے محتاج ہوں اُن چیزوں کے جو یورپ اور امریکہ میں میسر آتی ہیں۔ مگر یوں کہو کہ ہم غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ پتلون کے شکبے میں اپنی ٹانگیں پھنسانی چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی طبابت کے بڑے معتقد اکثر وہی لوگ ہیں۔ جن کے سروں میں حسب تقاضائے وقت آزادی کے خیال پڑے اہل رہے ہیں۔ لیکن اگر آزادی اسی کا نام ہے کہ ادب اور اپنی ہر پرانی چیز کو ترک کیا جائے تو جہاں تک یہ آزادی طبابت سے متعلق ہے ہمارے نزدیک ان لوگوں کی وہی کہاوت ہے کہ گڑھے سے نکلے اور کوسے میں گرے سلطنت۔ حکومت۔ دولت۔ دستکاری۔ تجارت۔ سب کچھ جا کر ایک جان بچی تھی وہ بھی ویران کے بس میں کر دی تو حقیقت میں دنیا سے آزاد ہوئے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پاگل	کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہے آزاد کا
-------------------------------------	-------------------------------------

جو دوائیں اطباء نے یونانی استعمال کراتے ہیں سب ہمارے ملک کی پیداوار ہیں اور اگر یہ دوائیں دوا کے طور پر کام میں نہ لانی جاتیں تو دوسرے کسی مصرف کی نہیں۔ پس ملکی خیر خواہی کب جائز رکھ سکتی ہے کہ اتنی ملکی دولت کو ضائع ہونے دیا جائے۔ خصوصاً اُس صورت میں کہ ہم ملکی خیر خواہ کا بھی دم بھرتے ہوں۔ یونانی طبیبوں کے طرز علاج میں ایک بڑا مفاد یہ ہے کہ انھوں نے دوا اور اُس کے بنانے کی ترکیب لکھ کر نسخہ بیمار کے حوالہ کیا۔ اس طریقے سے بیمار کے علاج کے علاوہ من و وجہ اُس کو علم طب سے آگاہی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بھلے آدمیوں

کے گہروں میں اکثر بوڑھی عورتیں تک بہت سی دواؤں اور ان کے خواص سے واقف ہوتی ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ عام لوگوں کی طبی معلومات کو جمع کیا جائے تو کسی طبیب حاذق نہیں۔ اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے اور طبیب فی الوقت بہم پہنچ سکے تو کمتر ایسا ہوگا کہ پاس پڑوس والوں میں سے کوئی دوا نہ بتا سکے۔

طبیب بھی بشر ہے اور اس سے بھی خطا ہونی ممکن ہے۔ گراس کی غلطی عطار اور بیمار اور بیمار دار اسنے لوگوں کی نظروں سے بچ کر جانیں سکتی۔ اور یوں علاج یونانی میں احتمالات خطر کم ہیں۔ برخلاف ڈاکٹری علاج کے کہ *کالمعنٰی فی بطل الشاخر* کہ ڈاکٹر صاحب ہی سمجھیں اور کہیں غلطی کی تو بیمار کا خدا حافظ اور طب ڈاکٹری کی معلومات کا طب یونانی کی طرح عام ہونا تو ڈیڑھ دو سو برس سے ادھر متوقع نہیں۔ جو شخص ڈاکٹری علاج کا التزام کرے اس کو ایسے اتفاق کے لیے کوئی انتظام پہلے سے سوچ رکھنا چاہیے کہ وقت پر ڈاکٹر میسر نہ آئے تو کیا تدبیر کرے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ احتمال ڈاکٹری دوا کے ساتھ لگا ہے۔ کیا عقلاً نامکن ہے کہ کسی دوا کا ذخیرہ تمام ہو جائے اور وقت پر بہم نہ پہنچ سکے۔

غرض یونانی اور ڈاکٹری علاج تو دونوں ہیں مگر یونانی علاج ہندوستانیوں کے حق میں *عَلٰی اَبْصَحِّ قَابِل* مزید اطمینان اور اختیار سی ہے اور ڈاکٹری علاج تحریر *عَرْضَہ* خطر اور قابو سے باہر۔ طب یونانی اور ڈاکٹری میں ایک وجہ فرق اور ہے جس سے ہم قطع نظر نہیں کر سکتے وہ یہ کہ امراض جسمانی کے علاوہ ہم سب کے سب *اَلَا مَا شَاءَ اللّٰهُ* اخلاس کے مرض میں ہی مبتلا ہیں۔ پس ہمارے امراض جسمانی کا علاج اس مرض کی رعایت سے ہونا چاہیے۔ یونانی دوا میں چون کہ ہمارے ملک کی پیداوار میں ہم کو بہت ارزاق ملتی ہیں برخلاف انگریزی دواؤں کے کہ دوا کی لاگت اس کے یہاں تک آنے کا خرچہ۔ اس پر نفع تجارت۔ اس پر انگریزی نام ہونے کی قیمت کہ پانی کو اکو اکھدیا۔ بیاباں پچارہ کیا جانے کہ اکو اکھدیا بلکہ دوا فروش نے اکو

۱۷ شکر کی مراد شاعر کے پریش میں ۱۲۷۵ھ جس کو علاج کرنے والا خود بھی سمجھے ۱۳۱۴ھ آٹھلے - اندازہ ۱۲۰۳

کہ اگر شراب نہیں ہیں تو شراب کی لاگ سے اُن کا ست کھینچا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ
 عموماً ڈاکٹری علاج کے گردیدہ ہیں ہر دوا کی نسبت تحقیقات کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ
 اس میں شراب کا ثابہ نہیں یا مذہباً جو اُن کی صورت نکال لی ہے۔ ابھی چند روز ہوئے
 شہر میں شورش ہوئی تھی کہ قند مردوں کی ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے۔ خبر نہیں مہندوں نے
 قند کو ترک کیا یا پتھرتوں سے اگیا لے لی۔ غرض ایک بات کو دُبر سے میں کیوں رکھوں سو کیوں
 نہیں کرتے کہ دوا میں آمیزش حرام چیز کی ہے یا نہیں اور ہے تو مذہباً اس کا استعمال روا ہے یا نہیں
 فتویٰ جواز لینے کے بعد اختیار باقی ہے کہ اُس کا نعم البدل یا بدل دوائے یونانی ہوتے ملتے
 جواز سے استفادہ کرو یا شیوۂ احتیاط پر کاربند ہو۔ ان چند باتوں کے سننے کے بعد جو میں نے
 بیان کیں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ہندوستانی انصافاً ڈاکٹری کو یونانی پر ترجیح دے کر کیمیا
 اور تشریح اور آلات کا کیا جواب۔ سو کیمیا سے جو بڑا کام ڈاکٹروں نے لیا ہے میرے
 گمان میں یہی ہے کہ دواؤں کے سٹ بننے لگے ہیں صاف۔ قلیل المقدار۔ قوی الاثر۔ ان
 میں سے جو دوا ہمارے طب یونانی سے خارج ہے وہ کاحجۃ لئلا فیہ اور جو دوا ہمارے طب
 کی ہے تو ہم اُس کو اپنے قدیم طریقے سے کیوں نہ استعمال کریں۔ جس کا نفع سیکڑوں برس
 کے تجربے سے محقق ہو چکا ہے۔ ہندوستانیوں سے عموماً انگریزی دواؤں کی تیزی کی شکایت
 سنی جاتی ہے اور ایک بات سے تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرے گا کہ یونانیوں کی طرح ڈاکٹری
 مریض زیادہ دن تک نہیں جھوتا۔ چٹ پٹ ادھر یا ادھر۔ ہم کو مدتوں حیرت رہی کہ آیا ان
 مریضوں کو مرگ مفاجات کے سوا دوسری طرح مرنا نہیں آتا یا ہم نہیں سمجھتے۔ آخر کار یہ
 بات ذہن میں آئی کہ دوائیں ہوتی ہیں قوی الاثر اور سربل الاثر اگر مرض پر غالب آئیں تو
 مریض جلدی سے چنگا ہو گیا اور اگر اُلٹی پڑیں تو مؤیدِ علت ہو کر مریض کا کام تمام کر دیا۔ یہ ہے
 ضررِ عاجل جو دواؤں کی روحوں کے استعمال پر مرتب ہوتا ہے خدا جانے یہ دوائی رو صین

کتنی انسانی روجوں کے معاوضے میں ہیں۔ دواؤں کے قوی الاثر اور سریع الاثر ہونے کی وجہ سے مفادات الامراض کو تو ڈاکٹر خیر بنحال بھی لیتے ہیں۔ مگر مرکبات الامراض اس ملک کے تو کسی طرح ان کے قابو کے نہیں۔ اب رہی تشریح اور آلات یہ دونوں لازم و ملزوم اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہو کہ طب یونانی میں تشریح نہیں تو وہ بیچارہ طب سے بے خبر ہو طب یونانی میں تشریح ہو اور مکمل ہو اس وقت تک اُس کی غلطی یا فرو گذاشت نہیں پکڑی گئی اور نہ پکڑی جاسکتی ہو کیوں کہ وہ بھی مبنی ہو مشاہدہ اور راسی العین پر۔ مگر ہاں یہ طب کانہیں بلکہ طبیبوں کا قصور ہو کہ انہوں نے نہیں معلوم کھن کھا کر یا ڈر کر چیرھاڑ سے کنارہ کیا۔ کتابوں میں سب کچھ ہو مگر طبیبوں کو اس کی چشم دید تصدیق نہیں اور اُن کے اذہان میں بھی جسم انسان کی ساخت مرتسم نہیں۔ اطباء یونانی میں یہ بڑا نقص ہو اور اس نے ڈاکٹروں کو اُن کے مقابلے میں اور بھی قوی کر دیا۔ لوگوں میں سمجھ کہاں ساری طب کو اس پر قیاس کر کے ڈاکٹری کی طرف جھک پڑے اور بازار طبابت اس قدر مندا ہوا کہ اجڑا داخل ہو اس کس مہی کے ساتھ تو چالیس پچاس میں بھی جلتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ سخت افسوس کی بات ہو کہ ہندوؤں سے طب جیسی نعمت جو مدار زندگی ہو سلب ہو جائے صرف اتنی ذری سہی بات سے کہ لوگ اُس کی قدر نہیں کرتے بے وجہ معقول یا طبیب اس کے ایک حصے کو ہاتھ نہیں لگاتے بے غیر مقبول۔ یہ زمانہ قومی و ملکی خیر خواہی کے جوش کا ہو اور لوگ بھی طرح طرح پر اپنے ہموطنوں کے فائدہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں مگر جس کوشش کا بیڑا حکیم عبدالحمید خاں صاحب نے اٹھایا ہو خدا اُس کو مشکور کرے۔ بے نظیر دے مانند ہو۔ اول معلوم کرنا چاہیے کہ حکیم عبدالحمید خاں صاحب ہیں کون۔ پھر پوچھنا چاہیے کہ ان کے اغراض کیا ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہو جہاں کے لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ جناب حکیم محمود خاں صاحب دہلی میں آل درجے کے طبیب حاذق ہیں۔ اور جو شخص

حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہواُس کو یہ بھی معلوم ہو کہ مدتوں سے حکیم صاحب کا مطب اُن کے خلف اکبر و ارشد حکیم عبد المجید خاں صاحب کے ہاتھ میں ہو۔ پس جو شہرہ حکیم محمود خاں صاحب کا ہو حقیقت میں من حیث الطب حکیم عبد المجید خاں صاحب کا حق ہو طب کی حقیقت طب کا پہلا بڑا حکیم عبد المجید خاں صاحب سے بڑھ کر کوئی کیا جائے گا۔ یہ خیال اُن ہی کے دل میں گزرا کہ طب کا ایک مدرسہ جاری کرنا ضرور ہو۔ اس مدرسے کے اجراء سے اُن کی یہ غرض ہو کہ بالفعل طب یونانی کو سنبھال کر آئندہ اس کو ترقی دی جائے مثل اُن لوگوں کے جو کہتے ہیں کرنے کے لئے نہ صرف کہنے کے لئے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اپنے اغراض کے صاف صاف بیان کرنے میں مضائقہ سا کرتے ہیں۔ مگر واقع میں اُن کا مطلب یہ ہو کہ طب کے طریقہ درس کو باقاعدہ کیا جائے وہ اس بے تیزی کو نہایت حقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور وہ حقارت کی چیز ہو بھی۔ کہ چند روز کسی طبیب کے مطب میں بیٹھیں اور بے سلسلہ دو چار کتابیں پڑھ لینے یا صرف کسی طبیب کا جانشین ہو جانے سے کسی شخص پر طبیب کا اطلاق کیا جائے۔ پس اُنہوں نے ٹھیک سوچا ہو کہ طب کا مدرسہ ہوگا اور اس میں باقاعدہ درس دیا جائے گا۔ امتحان ہوگا۔ سند ملے گی۔ تو نیم حکیم خطہ جان جو حشرات الارض کی طرح اطراف و جانب میں منتشر ہو رہے ہیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اُن کے اغراض میں یہ بھی ہو کہ جراحی جس کو اطباء نے یونانی نے عملاً ترک کر رکھا ہو شرط طبابت گردانی جائے اور درحالیہ انگریزی آلات بہم پہنچ سکتے ہیں اور کتابوں میں مسائل تشریح بحال شرح و بسط لکھے ہوئے موجود ہیں۔ حکیم صاحب کا یہ ارادہ بادی النظر میں دشوار تو معلوم ہوتا ہو مگر کوئی اس کو محال و ناممکن نہیں کہہ سکتا۔ حکیم صاحب چاہتے ہیں کہ ان کے مدرسے کے طبیب آپ فصد کھول لیا کریں جگہ سے ٹلے ہوئے اعضا کو اُن کے اصلی موقع پر بٹھا دیا کریں۔ عند الضرورت چیر پھاڑ قطع و برید کر لیا کریں۔ غرض نہ صرف طبیب ہوں بلکہ جراح بھی۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اس پر بڑا زور ڈالنے کو ہیں کہ ان کے طبیب دو اشخاص

اور دوا ساز بھی ہوں یعنی بہ قدر تعلق طبابت یونانی کیمیا کے ماہر۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب
 دینی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں اور اُن کا دینی زبان سے کہنا اور دوسرے کا ڈھنڈورا پیٹنا برابر ہی
 کہ جب ہم طب یونانی کو تازہ اور مستحکم کر چکیں گے تو دید کی ڈاکٹری کی بجائے دھڑکیوں کے لینے
 اور رواج دینے میں بھی کوشش کریں گے۔ سبحان اللہ اصلی رفارم تو اسی کا نام ہے اور اسی کی ہم کو
 ضرورت ہے۔ خدا کرے دوسرے رفارموں کے بھی ایسے ہی خیال ہوں۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوں
 اسی طرح کی بہت تحریکیں سنا کر ہوں ابتدا میں غلّ ہے اور شور ہے اور اہتمام ہے اور ابرام ہے اور
 آخر میں کچھ نہیں۔ اگر حکیم عبد المجید خاں صاحب نے مجوز اور محرک ہوتے تو میں اس مدرسے
 کو بھی ہندوستانیوں کی عام تجویزوں کی طرح بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ
 واقع میں ایک اعتبار سے انہوں نے مدرسہ جاری کر دیا۔ درس طب اور مطب و دوا پیریز میں ہے اور
 دہلی میں اس وقت دونوں چیزیں حکیم عبد المجید خاں صاحب کی دونوں ٹھیکوں میں ہیں تو جب
 انہوں نے مدرسے کو کہ وہی بڑا کام تھا اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے متعلق کر لیا تو اب وہ
 کیا گیا صرف حیثیت کا بدل دینا جو لوگ حکیم عبد المجید خاں صاحب سے استفادہ طب کر رہے ہیں
 اپنی حالت پر قائم رہیں لیکن اس حیثیت سے کہ مدرسہ طبیہ مجوزہ کے طالب علم کہلائے جائیں
 اور حکیم صاحب اور اُن کے بھائی بے تنخواہ کے مدرس۔ اس سے زیادہ حکیم عبد المجید خاں صاحب
 مدرسہ جدید کو کیا دیتے اور کیا کرتے کہ تینوں بھائیوں نے اپنی خدمتوں کو بے مزد و بے منت
 وقف مدرسہ کر دیا اب لوگوں کی ہمتوں کو دیکھنا ہے اگر ^{مفتی} ^{محمد} ^{حسین} ^{خان} ^{رحمہ اللہ} بھی سر میں عقل اور
 دل میں خیر ہے تو جی کھول کر چندہ دیں کہ کتابیں اور آلات خریدے جائیں۔ جدید طلبہ داخل ہونے
 شروع ہوں۔ اُن کے رہنے بیٹھنے اور کھانے کا ٹھکانا کیا جائے۔ اور مدرسہ ترقی پکڑے۔ اگر ایسے
 محل پر بھی لوگوں نے کوتاہی کی تو سب لیں کہ ہندوستان سے طب نصرت ہوئی۔ اور زندگی گانی
 سے عافیت واللہ ^{وہی} ^{الطوفیق} ^{دہلی} میں تو کوئی ایسا مجنون بھی خیال نہیں کر سکتا۔ مگر ہاں باہر والے

جن کو حکیم عبد الحمید خاں صاحب کے تفصیلی حالات سے آگہی نہ ہو اس مثل کے مطابق کہ دودھ کا جلا پچھا پھل کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہو۔ شاید بدگمانی کریں تو ایسی بدگمانی لَا تَكُونُ لَكَ بِعَصَا النَّاسِ مِنْ يَدَيْهِمْ میں داخل ہوگی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حکیم عبد الحمید خاں صاحب فی حد ذاتہ بڑی قدرت کے آدمی ہیں۔ اور اُن کی شان ماشاء اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس سے بہت ارفع ہو کہ ایسی ادنیٰ اور خسیں منفعت پر نظر کریں۔ توجہ لوگ چندہ دینا چاہیں۔ وہ سمجھ لیں اور بخوبی مطمئن رہیں کہ اُن کا دیا ہرگز اکارت نہیں جاسکتا۔ نہ صرف اس اعتبار سے کہ آپ کو آخرت میں ثواب ملے گا وہ تو ملے ہی گا اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ چند لے گا مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا اگر دنیا میں بھی ان کی کوڑھی کوڑھی کمال احتیاط اور کفایت شعاری کے ساتھ طب یونانی کی اصلاح اور ترقی میں خرچ ہوگی وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ۔

لے یعنی گمان داخل گناہ ہیں ۱۲ لے خدا زیادہ اور زیادہ کرے ۱۲ لے جو ایک نیکی کرے گا وہ دس نیکیوں کا ثواب پائے گا ۱۲ لے جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اس کا گواہ ہو ۱۲

لکچر نمبر (۳)

مسلمانوں کی حالت تعلیم پر

محرم ایجوکیشنل کانگریس کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۲۸-۲۹ ستمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لاہور دیا گیا جس کے ساتھ مدرس کے بند بھی پڑے گئے

تمہید

لاہور میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا سلسلہ قائم ہوا۔ اُس کا یہ پہلا لکچر ہی اور جس قدر از دام اس لکچر میں تھا ویسا سو لاہور کے دوسرے جگہ دیکھا بھی نہیں گیا اسی موقع پر ہزار آئرلنڈ گورنر ہسٹور پنچاب نے اپنے خیمے و شامیانے آئرلینڈ سرسید احمد خاں کو مانگے دیئے تھے۔ تمام پنجاب کے قریب قریب کل رُودار آدمی موجود تھے۔ اور خود لاہور پنجاب گورنمنٹ کاسیٹ ہی۔ اُس میں کئی قسم کے کالج ہیں بہت سے فرقوں کے ہیڈ کوارٹر بھی ہیں اور وہاں اس طرح کے مجامع کا چرچا بھی بہت ہے۔ اس لکچر میں ہم نے بہت سے آدمیوں کو کبھی سنتے اور کبھی روتے دیکھا اور اسی

لکچر نے پنجاب میں لکچرار کا سکہ بٹھا دیا۔

غالباً آپ صاحبوں نے اسی حیثیت سے مجھ کو جانا اور پہچانا ہوگا کہ آنریبل سرسید احمد خاں صاحب کے فالووز میں میں بھی ہوں۔ اگر فالووز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے اُن کے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سرسید احمد خاں کو بڑا اناٹا مند بڑا عالی خیال، بڑا مال اندیش، بڑا مدبر، بڑا مستقل مزاج، بڑا متعل، اور مسلمانوں کا بڑا بہت بڑا اور سچا خیر خواہ باور کرتے ہیں فَاِنَّا اَوَّلُھُمْ وَاَقْدَمُھُمْ (تو میں سب سے اول اور سب سے آگے ہوں) لیکن اگر فالووز سے مراد ہوں بلا تحقیقات اُن کے تمام خیالات کے تسلیم کرنے والے، اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہ ہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکارے کہتا ہوں اِنِّیْ بَرَّاءٌ (میں بری ہوں) سرسید احمد خاں کی طلب کے علاوہ مجھ کو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے ایک وجہ اور بھی داعی ہوئی کہ میرے نزدیک ایسے جمع کے لیے تمام ہندوستان میں پنجاب سے اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا اس وقت کیا رعایا کیا مسکار سب کی ہمتیں پنجاب کی طرف مصروف ہیں اور جس زور سے ڈفسیو (ملکی حدود کی حفاظت) کا رروائیاں ہو رہی ہیں آپ سب صاحبوں کو معلوم ہیں مگر تعلیم سے بڑھ کر کوئی ڈفسیو نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو۔ یونیورسٹیاں اور کالج تو بجائے خود میں کہتا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیل اسکول ایک ٹور آف اسٹرنگتھ (قلعہ مستحکم و استوار) ہے اگر اُس میں تعلیم اچھی ہو۔ رعایا گورنمنٹ کی دولت ہے۔ اور اُس کی رضا مندی گورنمنٹ کی قوت رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ ہم دگر ہیں کہ اگر رعایا گڈ (اچھی) رعایا ہو اور گورنمنٹ گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ ہی رعایا۔ مگر افسوس بڑے افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بد نصیب ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گاڑا اتحاد نہیں ہے اور اُس کے ہونے میں ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جس کا ہونا رعایا اور

گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری ہو۔ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے۔ بعد اُچھر کون سی چیز رعایا اور گورنمنٹ میں اتحاد کے پیدا ہونے کی مانج ہو۔ کیا گورنمنٹ جاہل اور سخت گیر ہو۔ تو بہ تو بہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیع۔ تو کیا رعایا سرکش ہو؟ نہیں نہیں۔ ایسی مفاد اس قدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل۔ اور ایک نبتے کا نسیل کو ابودہ رعایا کا سنبھالنا آسان۔ پھر کس کا تصور ہو؟ رعایا کا۔ کیوں کہ اُن اچھو کٹیڈ (تعلیم یافتہ ہیں) ان بختوں کو گورنمنٹ کا نشانہ معلوم نہیں۔ گورنمنٹ کے پرنسپلز (اصول) سے آگاہی نہیں آجائے انہوں نے دیکھی ہیں۔ ڈسپانک (شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متواتر طور پر یہ بات مرکوز ہو رہی ہے کہ سلطنت اسی واسطے موضوع ہوئی ہے کہ حاکم وقت کی اسالیب کے نیچے رعایا مصیبت اٹھائے۔ رعایا کماٹے۔ حاکم اڑائے۔ رعایا اپنی انگریزوں کو موسوسے تاکہ بادشاہ کے نوکروں کے چاکروں کے پیشکاروں کو تھمے ہو۔ رعایا جاڑے میں سکرے تاکہ شاہی اصطبل کے پرتل کے ٹٹو کشمیری شالوں کی گردنیاں اڑھیں پس امیر انگریز کیشنل کانگریس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب سے مبارکباد دیتا ہوں وَلَیْسَ یُخْفِی الشَّاهِدُ لَیْلًا (جو شخص حاضر ہو میری طرف سے اُس کو اور جو حاضر نہیں ہو یہ پیام ہو بچا دے) کہ آپ صاحبوں نے زمانے کی رمز کو خوب سمجھا۔ کوئی شخص جس کو عقل سے ذرا ساجھی بہرہ ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو شائستہ اور مہذب بنائے گی۔ تعلیم ہی ان کو دولت کی کمیہا سکھائے گی۔ تعلیم ہی ان کی نظریں برٹش گورنمنٹ کی قدر بڑھائے گی۔ تعلیم ہی ان کو برٹش گورنمنٹ کی برکتوں سے متمتع ہونے کی حرص دلائے گی۔ تعلیم ہی بدگمان رعایا اور رُکی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں میں صفائی کرائے گی اور جب وہ زمانہ آئے گا (خدا جانے ہم میں سے بھی کسی کو وہ دن دیکھنا نصیب ہو گا یا نہیں) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہوں گی تو ہندوستان کو جنت نشان کننا حکایت

نفس الامری ہوگا۔ نہ ایشیائی شاعروں کا سامانہ۔ اُس وقت ہندوستان کی سلطنت پوری پوری مطمئن سلطنت ہوگی۔ مستحکم کا ذکر انبیاءِ موصوفہ (دعوت کی ہوتی عمارت، بیرونی دشمنوں، روس وغیرہ سے بے خطر اور اندرونی ڈسٹرمنس (فسادات) مجامع ناروا و امثالہا سے فارغ۔

تعلیم یعنی ہندوستانیوں کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہو جس پر سالہا سال سے غور کیا جا رہا ہو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے تعلق میں کوئی نئی انوکھی بات کہہ سکوں گا جو کسی کو نہ سوجھی ہو۔ یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو۔ میں اسی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھوں گا کہ ان ہی مطالب کو سننے پر یہاں میں آپ صاحبوں کے رد و ردو پیش کر سکوں۔ میری مثال اس زمانے کے ایک شاعر کی سی ہے کہ بچارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جس طرف ذہن کو دوڑاتا ہو دیکھتا ہو کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور داسوخت اور سراپا اور بہار اور خزاں اور استخفاف مذہب اور بزرگانِ دین کے ساتھ استہزاء وغیرہ وغیرہ کوئی خیال نہیں جس میں ”اور اینڈ اور اگین“ (بار بار) سیکڑوں ہزاروں نے طبع آزمائی نہیں کی۔ ناچار ہار کر تحک کر بندش پر قناعت کرتا ہو۔ وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں۔ جس طرح ایک کسان ہل جوتے میں اپنے مٹھے ہل کی کبھی دم مڑتا کبھی اُس کو ٹٹکاری دیتا کبھی اُس کے گدگدی کرتا۔ اور کبھی سانٹا مارٹا اور اگر بھی چھوڑتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی رفتارم کے دہڑی ہیں مسلمانوں کو کبھی ان کے بزرگوں کی شان و شوکت ان کی عظمت ان کے فتوحات ان کے ہر طرح کے کمالات یاد دلاتے کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی۔ اُن کی مفلسی اقوامِ معاصر کے مقابلے میں اُن کی بے وقعتی کا مرثیہ اُن کو سناتے اور کبھی اُن کو کاہلی اور تعصب پر ملامت کرتے اس غرض سے کہ مسلمانوں کی غیرت کو تازیانہ ہو۔ میں بھی یہی کچھ کروں گا۔ اور اس کے سولے کر بھی کیا سکتا ہوں۔

یہ بات مسلمات سے ہے کہ مسلمان فی نہ کانی عمر و حجہ (اپنے عروج کے زمانے میں) کسی

قوم سے علوم میں بیٹھے نہیں رہے۔ وہ تحصیل علم پر اس قدر حرص تھے کہ جہاں سے اور جس
 بڑھبڑ سے جو کچھ ہاتھ لگالے اُڑے جس طرح مسلمانوں کی ملک گیری سیرت انگیز جو کہ ایک
 ہی صدی میں تمام روئے زمین پر لَمَزَ لِلَّذِ الْيَوْمَ رَاجَ کوئی اور بھی ہمارے سواے ملک کا
 مالک ہو، ڈمکا جا پھرے۔ اُسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ اُن کی علمی فتوحات محل استعجاب ہیں
 شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل گیودی ڈاگ اسے بیڈنیم اینڈ ون
 لکٹ ہنم آؤٹ (کتے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ۔ پھر اُس کو لات مار کر باہر کرو) کے مطابق مسلمانوں
 پر بہتان بندی کی تھی کہ اُنھوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لیے علوم کو معدوم
 کرنا چاہا۔ مگر ٹیکس (واقعات) کس کے دبانے دیتے ہیں۔ آخر کار مہرٹری (تاریخ) پکارا اُٹھی کہ چوٹ
 اب تمام یورپ میں شاید ایک متنفس بھی اس سے انکار کرنے والا نہیں۔ کہ علم کی روشنی ان میں
 ابتداً مسلمانوں ہی نے پھیلائی۔ ایک منصف مزاج اور محقق انگریز کا یہ مقولہ کسی آئینہ (مضمون)
 میں نظر پڑا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کرنا حقیقت میں اُن کے بزرگوں کا دیا ہوا
 فرضہ آمارنا جو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹرنگ لینڈوج (الفاظ طبع) پڑھ کر بخور سدی دیر کے لیے
 میں بھی شرمی میں آ گیا تھا۔ مگر اُسی وقت یہ شعرا یاد آ گئے

إِنَّا لَقَوْلُ مَنْ يَقُولُ هَا أَنَا ذَا
 لَيْسَ النَّفْسُ مَنِ يَقُولُ كَانَ آفِي

(مرو وہ ہو جو کہے میری ذات میں یہ نہ ہو۔ وہ مرو نہیں ہو جو باپ پر فخر کرے) پھر تو وہ گائیڈ
 (توصیفی) الفاظ جو لہج کی نشتر کی طرح چھنے لگے۔ ہم اپنے علمائے متقدمین کو اُن کے زمانے
 کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکار آمد
 چیز نہ تھی یونانی جو علم کے اعتبار سے سب میں سربراہ اور وہ تھے اُن کے سارے کمالات کا خلاصہ
 تھا حکمت نظری وہ ذہنی احتمالات کی بھول بھلیاں میں بٹکتے پھرے۔ پھرنے کو عقل انسانی کی
 معراج جانتے تھے لَوْ لَا اَلْعَصَا اَلْبَكَلَتِ لَمَّا كُنْتُمْ (اگر اعتبارات نہ ہوں تو فلسفہ بے کار ہو جائے)
 عملیات کی طرف لغت ہونا اُن کی چڑھتی اور یہی وجہ تھی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید سے تھے۔ ظاہر

کہ دنیاوی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدون اُلکی نہیں رہ سکتی۔ بائیں ہمہ جو علمائے متقدمین اہل اسلام فارغ البالی کے زمانے میں یونانیوں کے علوم کے طالب ہوئے تو اس سے صاف ثابت ہو۔ کہ اُنھوں نے علم کو طلب کیا لَاحِلِبْ مُنْفَعَةٍ بَلْ مَرْغَبَةٍ اِلَى اَنْفُسِ الْعِلْمِ (کوئی مفاد حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ نفس علم کے لیے) اللہ اللہ ان ہی کے اعقاب ہم ہیں خَلْفَ مَنْ يَنْتَحِلُ اَنْ كُنْ كَالْاَوَّلِ (ان کے بعد ایسے لوگ ہوئے) ع

بدنام کنسندہ نکو نامے چند

کہ علم شرط زندگی قرار پایا ہو اور پھر اس سے گریز کرتے ہیں۔ ع
بہیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

میں اسی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت کے معنی ہیں غلبہ جس کے ذرائع اب سے زیادہ دُور نہیں ڈیڑھ سو برس پہلے تک بہادری اور گاد زوری میں منحصر تھے۔ قویں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں جس قوم کے لوگ پچھڑتے پچھاڑنے والے اُن پر حکم رانی کرنے لگتے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا جیسا افغانستان کا۔ اُس جزیرے میں سیکڑوں قبیلے رہتی تھیں۔ وحشی۔ خود مر۔ جنگ جو۔ زشت خو۔ جن کے کندھے حکومت کے جوئے سے بالکل آشنا نہ تھے۔ یہ لوگ ذری ذری سی بات پر ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھتے۔ اور جب ایک دفعہ بگڑتے تو جانو کہ اُن کی نسلوں میں جنی آدم اور سانپ کی سی عداوت مستمر قائم ہوئی وہ سرزمین ہی کسی طرح سویڈیشن (ہمدیب) کے مناسب نہ تھی۔ ریگستان اور بھلے ہوئے پہاڑوں کے سوائے کو سوں پانی کا نام نہیں کھیلتی کیا خاک ہو! ناچار پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدشاہان زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ بحساب زندگی جملنا مَزَلَا اَوَّلُ شَيْءٍ حَيٍّ (ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا) مستثنیٰ ہو۔ ورنہ آدمی کا تو کیا مقدور تھا کہ اُس سرزمین میں ٹھہرے اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عمر تھا۔

کھانا پینا۔ کپڑا مکان۔ ایندھن۔ بار برداری۔ سواری غرض اُن کی اکثر ضرورتوں کی سربراہی اونٹ سے ہوتی تھی۔ اونٹ کی رسان کی ضرورتوں کو کافی نہ ہوتی تو وہ اُس کی تلافی کرتے شکار سے اور ہتے پر چڑھ گیا تو کسی قافلے کی لوٹ مار سے۔ الغرض سرزمین کی حالت اور اُن کی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چست و چالاک جاکش اور بے باک بنا دیا تھا جن صفوں کا مجموعہ سپاہی کہلاتا ہے۔ یوں جزیرہ عرب فی حقیقت ذہن کا گویا جڑا۔ خوں خوار فوج کی چھاؤنی تھی۔ جیسے افغان تان اگر آپس میں خانہ جنگیاں اُن کو نہ مشغول کیتے رہیں تو اُن کے پُرس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ناخن دے خدا کیسے اچھے	رکھ دے گا ورنہ عقل کے نیچے اُدھیر تو
-----------------------	--------------------------------------

میکنگ (علم جراثیم) کا یہ سستہ کچن کا پڑا ہوا بھی تک میرے خیال میں ہے کہ جب برابر کے دو مرکب متقابل کی سمتوں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر ضائع۔ یہ قاعدہ کچھ اس طرح کا عام ہے کہ فرکس (جسمانیات) مثل (ذہنیات) مائل (اخلاق) پولیٹکل (نظم ممالک سیاست دن) وغیرہ سبھی جگہ چلتا ہے **يُثَابِتُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ** عرب کی ساری بہادری اور تمام فوجی قوت اکارت تھی۔ جو چاہے اُس کو سخت و اتفاق سمجھے مگر ہم تو ایسی سرزمین اور ایسی سیاست میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ اور معجزہ اور خرق عادت ہی مانتے ہیں۔ آنریبل سید احمد رضا نے جس رفارم کا بیڑا اٹھایا ہے، ہلادہ بھی اشاعت اسلام کے مقابلے میں کچھ رفارم ہے۔ مسلمان یونانیو مافلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں یہ بیچارے سید آل رسول دوسری قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہر چند بھگاتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ کُتھے پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتے جلّ شانہ کہ وہ کیا دل تھا **اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ مَدْرَكَ** کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھول دیا جس نے عرب کے بگڑے دلوں کو رفارم نہیں بلکہ قلب ماہیت کا ارادہ کیا ہم اُن قوتوں اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبر صاحب کو اس ارادے کی تکمیل میں پیش آئیں

دستور کی بات ہو کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو، ہو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے۔

كُلِّ مَالٍ يَكُنْ مِنَ الصَّعْبِ فِي الْاَنْفُسِ : سَهْلٌ فِيْهَا اِذَا هُوَ اَكْبَرُ

جو چیز نہیں ہوتی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہو اور وہی چیز ہوئے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہو (ہر چند ان باتوں کے بیان کرنے میں مجھ کو مزہ ملتا ہو مگر میں اپنی لائن سے باہر ہو جاتا ہوں ان حالات میں میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہو کہ جب تک پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان حالات میں اس فوجی قوت کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اعلیٰ درجے کی تھی مگر ضائع اور انکسارِ حسنِ تدبیر سے بکار آمد نہیں بنالیا اُن کو کامیابی نہیں ہوئی انہوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعے سے پچھلی برکتوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالا۔ یک دلی اور اخوتِ اسلامی کا قائم ہونا تھا۔ کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگرمی کا نہ نہ اطراف پر گزرا شروع ہوا۔ پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اُس کا داہنا بازو مذہب تھا اور بائیں سپہگرمی۔ اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی۔ جس نے دیگچی کی تہ تک کے پانی کو اُچھال ڈالا۔ یہ تو عروجِ اسلام کی حقیقت ہو اب رہا تنزل لوگ اپنے اپنے پندار کے مطابق اُس کے گوناگوں اسباب قرار دیتے ہیں۔

ہر کس خیالِ غرضِ خطے دارد

پھر گوروں کے خیالات سے اس وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جہاں تک تعلیم کو تنزلِ اسلام میں دخل ہے پس اُس پر چند رمارکس کروں گا۔ تنزلِ اسلام سے مراد ہو ضعیفِ سلطنت۔ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقیِ اسلام ہی اُس کے تنزل کا باعث ہوئی۔ اور قوت کے ساتھ ساتھ ضعف بڑھتا گیا۔ دنیا کے کارخانے کا بھی عجیب انتظام ہو اُنہیں علاقہ خلیت و خلافت سے

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہو

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہو

عروسِ سلطنت آئی تو آسائش آرامِ ظہری کا ملی عیش و عشرت سستی اور غفلت اپنی سیلیوں کو ساتھ لائی۔ رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اُس کے ساتھ سلطنت منسوخ ہو گئی۔ اگرچہ

ابھی تک چند اسلامی سلطنتیں باقی ہیں۔ مگر نامتظم۔ ضعیف۔ محتاج۔ مغلوب۔ اور جو لوگ زمانے کی آلاپ سے اُس کے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام اب صدیوں اور قرونوں کی نہیں بلکہ برسوں کی بات ہو گا۔

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

اہل یورپ کے باہمی محاسبات دفع ہوئے اور یہ نقش باطل کی طرح صفحہ روزگار سے مٹے۔
 اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا الْبَرُّ لَجُودٌ جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے انزعاج کے باعث ہوئے
 وہ سب کے سب تو ان سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر ہی انہیں انجم
 اسباب کا جبراً مجد ایک سبب جدید اور پیدا ہوا سائنس (علوم) دیکھتے یہ یونانی اہل اسلام کو رونے
 زمین پر رہنے بھی دیتا ہو یا نہیں۔ سائنس نے ایسا سرٹھا رکھا ہے کہ زورِ جہانی اور بہادری اور پہلوانی
 کسی کی کچھ حقیقت باقی نہ رہی۔ ورزش باقیا ماکشتی داؤ پیچ پھکیتی پچیتی پٹا بانک سپہگرمی
 کے جتنے کرتب تھے اب تعزیر داری کے جلوس کے سوائے اور بھی کسی مصرف کے ہیں؟ کیا
 زمانے کے انقلاب ہیں!! ایک وقت وہ تھے کہ یہی کرتب سلطنتوں کے فیٹ ڈسائیڈ (فیصلے)
 کرتے تھے۔ اب وہی کرتب بازیچہ بازاریاں ہیں۔ دیگر بیچ۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل یورپ
 کے مقابلے میں بہادری کے معنی ہیں۔ خودکشی۔ ہر روز آلات حرب میں ایسی ایجادیں ہوتی
 چلی جاتی ہیں کہ اہل یورپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کریں تو کریں۔ ورنہ دوسری قوموں
 کا ایسے لایعنی توقعات کو دل میں جگہ دینا۔

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اہل یورپ کی ملکی فتوحات تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہم کو سارے اہل یورپ سے کیا غرض کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھو۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میری یاد میں باعتبار اوسط بمش پڑیں بھی ایسے نہیں گزرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزی

میں شامل نہ ہوا ہولم جبروانا کانی لاکھڑے تنقصہ ہا منہ اطر اخفا رکھا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے لیتے چلے جاتے ہیں، ہر چند یہ فتوحات بھی بجائے خود معظمت الامور ہیں۔ مگر ان سے معظم تر انگریزوں کی سائنٹیفک (علمی) فتوحات ہیں۔ ملکی فتوحات کے ذریعے سے انگریز ہم کو اسی قدر مطیع کر سکتے تھے۔ اس سے ایک انچ بھی زیادہ نہیں کہ طوعاً کرہاً ہم اُن کو خراج دیں۔ لیکن سائنٹیفک فتوحات کے ذریعے سے اُنھوں نے یہاں تک ہم کو اپنے بس میں کر لیا۔ کہ وہ کپڑا بنیں تو ہم نہیں۔ وہ ریل چلاتیں تو ہم کانگریس میں آئیں۔ وہ تار دیں تو ہم کو خبریں ملیں۔ وہ گھڑی کے کیل پُرزے ڈھالیں تو ہم کو وقت کی پہچان ہو۔ وہ دیاسلانی بنائیں تو ہم چراغ جلا لیں۔ یا بعض چرٹ یا سگرٹ سلگائیں۔ اُن کے ہاں سے سوئی آئے تو ہماری پوشاک سی جائے۔ میں کہاں تک کھڑا گنوا کر لوں گا جس نے انگریزی وضع اختیار کر لی ہے تو وہ بھلا خیر ابد اگر انگریزی ساز و سامان رکھے ہی گا۔ جن کو انگریزی وضع کی چڑھی۔ اور اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں۔ وہی خدا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ نازکے بوریسے اور وضو کے بدھنے اور تانے کے پُرانے باسنوں کے سوائے اور بھی کوئی چیز ان کے خدروں میں ہے۔ جس کو انگریز کا دست صنعت نہیں لگا اَللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ گڑھاؤں گنگلوں سے پرہیز یہ لوگ اپنے پنداریں انگریزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور انگریز ہیں کہ مِنْ بَيْنِ اَيُّهُمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ دَعْنُ اَيُّهَا غَيْبٌ دَعْنُ شَمَائِلِهِمْ دَعْنُ قَوْقُوسِهِمْ وَمَنْ تَحْتَ ظِلِّهِمْ اَكْبَدُ سَاحِلٌ سے اور پیچھے سے۔ دائیں سے اور بائیں سے۔ اوپر سے اور تلے سے، ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں جاؤ تو بچ کر کہاں جاتے ہو اِنَّا سَنُطْعِمُکُمْ اِنْ تَقْلُوْا اَمْرًا فَاَطِیْعُوْا السَّمَوَاتِ الْاَرْضِ فَاَنْقَلِبُوْا اِلَیْہِمْ سُلْطٰنِ (اگر تم کو قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے کل بھاگو۔ تو چلے جاؤ۔ گر بے قدرت تو نہیں جاسکو گے) یہ ہے سائنٹیفک حکومت جس نے تمام رعایا کو جکڑ بند کر رکھا ہے۔ ہندوستان میں اس طرح کی اضطرابی حکومت انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب ہوئی نہیں ہوگی بھی نہیں شیعہ کے غدیر میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے سے ہوں تو سمت کر پھوڑے

دونوں کے لیے سمند میں ہو رہی تھیں تاکہ باغیوں کو کافر نعمتی کا اچھی طرح مزہ مل جائے۔ باوجودیکہ اُس وقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا۔ جیسا اب ہے۔ مگر جیسا اور جس قدر تھا میرے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہو کسی دوسری قوم میں اس کے ہتیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ پس یہی باغبانِ نانا بقت اندیش برخو دخل جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں۔ چند روز میں عاجز آکر کمٹ انگریزوں کو منا کر لائیں تو سہی۔

میں اپنی معلومات کے مطابق اُس وقت کے ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برہما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور اب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اُس سرے تک ایک متنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں امیدوارانِ سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اُس وقت موجود نہ تھا کہ میں اُس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اُس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل سلطنت ان ہی کا حق جو ان ہی پر بحال رہنی چاہیے۔ دعویٰ مدعیانِ معہ خچہ و سٹمس۔ ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے جھوٹے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھہرایا ہے کہ شاید مدتوں تک مجھ کو تجویز کی رحمت نہیں اُٹھانی پڑے گی۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ *فنی جزا لکنا ہذا سلطنت کوئی حق مستقل بالذات نہیں۔ بلکہ سائنٹفک سوپیریوریٹی (علمی برتری) کا تابع اور اُس کی فرع ہے۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپیریوریٹی سے بے نصیب ہو اُس کا دعویٰ سماعت نہ کیا جائے۔ ہجری تیرہویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اس قدر متغیر ہوتیں کہ اگر اب سے سو برس پہلے کے مردے کا جلایا جانا ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا سب سے بڑا عظیم انسان تغیرِ جن تمام دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان پر حکم ران ہوئے تو جیسا انشاؤں سے حکومت ہو رفته رفته ہندوؤں کے علوم نسیا نسیا ہو کر آخر کار مسلمانوں کے علوم*

روح پائے متعصب ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے مظالم کی بڑی لمبی فردنارکھی ہو اُس میں یہ بات بھی ضرور ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک اُن کو مسلمانوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اُدکاش جس طرح مسلمانوں کی عمل داری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے۔ انگریزی عملداری میں مسلمان اپنے علوم بھول گئے ہوتے۔ تو کیوں سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کانگریس میں حاضر ہونے کی سرگردانی اٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو اس قدر پیش پیش ہیں کہ تمام سرکاری خدمتوں کے ٹھیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس عملداری میں اُن کو ہر طرح کے بھاگ لگا رہے ہیں۔

خطا بھلا لیں بڑھیں کاکل بڑے گیسو بڑے	حسن کی سرکاریں جتنے بڑے ہندو بڑے
--------------------------------------	----------------------------------

یہ سب ترقی و خوش حالی اپنے قدیم علوم کے بھلا دینے کی وجہ سے ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تخصیص نہیں روئے زمین کی تمام قوموں کے پرانے علوم اسی قابل ہیں کہ اُن کو بھلا دیا جائے کل قوموں کے پرانے علوم تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ کہ وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے۔ باعتبار اہل کار قریب قریب ایک ہی طرح کے تھے اگر مائی نیوٹن کی شرح و بسط کے ساتھ علوم کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی بھاری فہرست بن سکتی ہو مگر میرے دیکھنے میں تو پرانے علم متداول دو ہی طرح کے تھے۔ زبان دانی اور معقولات۔ فن زبان دانی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر دل عزیز رہا ہو۔ اب بھی ہو اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن ہر لغزیز ہونا اور چیز ہو اور قوم اور ملک کے حق میں مفید ہونا اور چیز۔ بے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدے پر لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہو۔ مگر یہ شخصی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ اور اتفاقی۔ ان گئے گزرے وقتوں میں بھی شاعر کے قدر کے پہلے تک دلی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے۔ کہ ہر شخص اپنی طرز کا اُستاد تھا۔ مگر بچا رسے محتاج مفلک تنگی معاش کی وجہ سے پریشان۔ اور جتنے نامی اور مستند شاعر تھے وہ متاخرین ہندی اور عجیب ہو گزرے ہیں سبھی کے کلام سے تو ظاہر ہوتا ہو کہ شاعروں کو یا کسی فقیر کی مدد عاہد ہو کہ ہمیشہ تنگ دست رہیں ہمارے ملک میں کتب علی خاں ایک شاعر تھے ان کے شعر سے اس کی تعریف ہوتی ہو وہ فرماتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ فنِ شعر کوئی خاص ہے

شعر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹ ہو گیا

خیر بدو عات کیا ہوگی مگر اس سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بڑی چاٹ ہے کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں جہاں کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے ناچار شاعروں کو امیروں کا بھاٹ بننا پڑتا ہے جو ایک طرح کی گد اگری ہے جو غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن امیروں کے پیٹ بھرے کاشغہ تھااب نہ پہلے سے امیر رہے نہ اگلی سی فراغتیں۔

اں قلع شکست و اں ساقی نامد

کس توقع پر کوئی خون جگر کھائے نتیجہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا منہ نہیں آیا۔ لکھنوالوں میں کسی قدر گد گدی ہے سو وہ بھی یوٹا فیرا گھٹتی چلی جا رہی ہے جو جوں جوں لوگوں پر یہ بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی وہ آپ ہی اُس سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ سر سید احمد خاں کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کا سا خیال رکھتے ہیں صبر نہیں آتا۔ ورنہ کیسے کچر اور کہاں کا کانگرس پیٹ ایسی بڑی بنا ہے کہ اس کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے مدتوں سرشتہ تعلیم میں نوکری کی اُن دنوں کو الیٹس (صفت) کو تو کوئی پوچھتا تھا ان ٹی (مقدار) بڑی کارگزار ہی سمجھی جاتی تھی۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو پورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ دکھایا جادہ گورنمنٹ کی غلطی تھی از بس کہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ ہوتا جاتا تھا گورنمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پبلک انٹرکشن کی قدر کرتے جاتے ہیں ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط خیال رہا۔ یہاں تک کہ نوکری کے بچے بدل کے امتحان کی قید گاہی گئی۔ اُس وقت سے البتہ لوگ سرکاری تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔ لیکن نہ اس وجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں بلکہ صرف نوکری کی طمع سے۔ تو میں نے راغب ہوئے غلط کہا۔ جملہ کو کنا چاہیے تھا کہ مجبور ہوئے۔ پھر یہی تماشہ وکالت اور مختاری کے امتحانوں میں دیکھا۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کی خاطر سے مضطرب ہیں۔ جدید توقع پاتے ہیں بے تامل دوڑے پٹے جاسکتے ہیں۔ مذہبی تعصب یا غلط فہمی

یا اور کوئی خیال جس نے شروع شروع میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جاتک
 مجھکو معلوم ہو اب اُن موانع میں سے کوئی مانع باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے۔ بٹریٹ وین کوئز
 (مدیر ہو تو اس سے بہتر جو کہ کبھی نہ ہو) کہ پچھلے دھڑے پر چلنے سے ان کی دنیاوی کار بر آری
 نہیں ہو سکتی۔ اب سرکاری مدرسوں میں ان کا شمار بہت بڑھ گیا ہے اور اُس حیثیت سے جو
 مسلمانوں کا خاصہ مذہبی ہے میں تو یقین کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے جب تک نہیں کیا تھا نہیں
 کیا تھا۔ لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا کریں گے جو کرنے کا حق ہے۔ خدا ان کو توفیق دے
 کہ ایسا ہی کریں۔ میں پُرانے علوم کے سلسلے میں یہ بات بیان کر رہا تھا کہ ۱۸۵۷ء کے عذر
 کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا سُننے میں نہیں آیا۔ یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب
 یا انشا پر دانی) کی ترقی مسدود ہو گئی آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر
 کا نوحہ پڑھ رہا ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی
 ترقی کا سد راہ جانتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاص کر لٹریچر کا سخت مخالف ہوں مسلمانوں
 میں ایساے نیشن (بحیثیت قومی) جتنی خرابیاں ہیں کُل تو ہمیں اکثر اسی لٹریچر نے پیدا کی ہیں
 یہ لٹریچر چھوٹ اور خوشامد رکھتا ہے۔ یہ لٹریچر واقعات اور موجودات کی اصلی خوبی کو دباتا اور مٹاتا۔
 یہ لٹریچر متوجہات اور مفروضات بے اصل کو فیکٹس (واقعات) بناتا ہے۔ یہ لٹریچر نالایق و لولوں
 کو شورش دلاتا۔ اگر کسی نے اس زہر کو چکھا ہے تو میں نے پایا ہے اور اگر کسی نے اس سانپ کو
 کھلایا ہے تو میں نے اپنے تئیں اس سے کٹوایا ہے۔ اگرچہ بڑی عمر میں میں نے بوڑھے طوطے کی
 طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھ لی تھی۔ لیکن میری طبیعت میں ایشیائی تعلیم کا رنگ
 بچ چکا تھا۔ انگریزی پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ مجھکو اپنے یہاں کے لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے
 مگر مذاق وہی کا وہی رہا۔ اب بھی اگر کوئی جربستہ شعر سن پاتا ہوں چاہے اُس میں کتنا ہی مبالغہ
 خلاف قیاس کیوں نہ ہو سبب اختیار پھر کُٹا اٹھتا ہوں۔ یہ ساری خرابی کم نخت فارسی کی پھیلائی
 ہوتی ہے۔ خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچر دوں میں اس زبان کے لٹریچر سے

بدتر اور کوئی لٹریچر نہیں اس نے قومی مذاقوں کو ایسا بگاڑا اور اس قدر تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات میں مزہ نہیں ملتا۔ اور چوں کہ طبیعتوں سے مناسبت سلب ہو گئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غذائے نامرغوب کی طرح پختی نہیں۔ شاید سوطالب علموں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلتے گا جو تاریخ اور جغرافیہ اور طبیعیات پر دل لگاتا ہو ایک ڈاکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان طالب علم ریاضی میں فیل (نا کامیاب) ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں جھک سب سے زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ ان کی طبیعتیں کہیں مدقوں میں جا کر تعلیم جدید سے مناسبت پیدا کریں گی۔ لٹریچر جس کی نسبت میں نے چند ریمارکس کیے۔ مسلمانوں کی تعلیم مروجہ کا جزو اعظم ہے بعض قلیل کاظم (اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں) جن کو سر پر دستارِ نصیحت کے لادنے کا شوق ہوتا ہے۔ زبان کے علاوہ کچھ علوم بھی پڑھتے ہیں جن کا خلاصہ ہی معقولات۔ سوہارے یہاں کا مقول ایسی نامعقول چیز ہے کہ اس کے پڑھنے سے انسان بخبوط العقل ہو جاتا ہے اس کو تسلیم کرنا ہوں کہ ایک حد تک مقول کا پڑھنا مفید اور بکار آدہ ہے اس سے فکر غائر اور ذہن تیز ہوتا مطلب کے متعلقہ اور اطراف و جوانب پر نظر احاطہ کرنے لگتی۔ مگر اس میں تو غل کرنا انسان کو تشکی۔ جھگڑا۔ اور کٹھ جتی بنانا اور تحقیق حق سے باز رکھتا ہے۔ لٹریچر کی تو خیر ترقی ہی مسدود ہوئی ہے معقولات کو میں دیکھتا ہوں علی شفا جو و ہاد (معدوم ہونے کے قریب) بڑے بڑے چھاپے خانے والے جن کو اپنا بھاڑ بھونکنے کے لئے خشک و تر سبھی طرح کے ایندھن کی تلاش رہتی ہے اب تو وہ بھی معقولات کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ ان کی نکاسی نہیں باغض کسی سکھائے اؤ نہ کسی بھگائے نہ کسی ڈرانے دہکائے بلکہ دیکھنے اور آزمانے سے مسلمانوں پر خود بخود پُرانی تعلیم کا بھند کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ مگر پُرانی تعلیم کو تو خیر باد کہ چکے۔ غدر کے بعد سے ہم تو برابر یہی دیکھتے چلتے آتے ہیں کہ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرادہ فن بھی اسی کے ساتھ رخصت ہوا۔ اب سے زیادہ نہیں میں برس

پہلے کس کو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اس قدر جلد روبرو ہو جائیں گے۔ جب سرسید احمد خاں نے ابتدائے مسلمانوں کے رفاہ کی پھیڑ چھا کر شروع کی۔ باستقامت معبود چند جن کو سرسید احمد خاں کے ساتھ زیادہ اختلاط تھا اور وہ ایماناً اور صداقتاً ان کے ارادوں کو مسلمانوں کی سچی خیر خواہی کے سوائے دوسرے موٹو ذرائع اغراض کی طرف منسوب کر نہیں سکتے تھے۔ تمام ہندوستان کے مسلمان گھنٹیں جلتی ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جو نہ کہنا تھا سو کہا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا۔ ان دنوں مسلمانوں کی عام شورش دیکھ کر یہ خیال تو کسی بار میرے دل میں بھی آیا تھا کہ جب مسلمان رفاہ کے اس قدر مخالف ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ زمانہ ان کی اصلاح کرے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَحْسَنُ الْخُلُوعِ بَلَدًا﴾ یعنی زمانہ سب سے اچھا سکھانے والا ہے، لیکن غور کرنے سے مجھ کو اپنی غلطی پر متنبہ ہوا اور میں سوچا کہ زمانہ یا دہریا وقت ہے کیا چیز نہ تو وہ کوئی موجود منفرد اور مستقل بالذات ہے اور نہ اس میں تصرف کی قدرت ہے۔ جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں اپنی دہن میں اپنا کام کیے چلے گئے۔ اول تو ہمارے یہاں رفاہ مرہی ایسے کون سے کوڑیوں ہو کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ سرسید احمد خاں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جہاں تک مجھ کو فائدہ کا حال معلوم ہے یہیں کے نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے بھی۔ میں تو سرسید احمد خاں کو بڑا خوش نصیب اور کامیاب رفاہ سمجھتا ہوں۔ انھوں نے ایسی جگہ ایک بیج بویا جہاں کی سرزمین اور آب و ہوا کسی طرح اس بیج کو سازگار نہ تھی۔ ان کی آبیاری سے وہ بیج جس اور اس کو نشوونما ہوا اور ان شاء اللہ وقت پر پھولے اور پھلے گا بھی گودے آج شطاطاً قاذمہ ہفت اقصیٰ غایت فاستویٰ علیٰ سوقہ یغیب اللُّرَّاع (جیسے کھیتی کہ کوئل بھی۔ پھر اس میں جان پری پھر نہیں۔ پھر کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار لگے دیکھ کر خوش ہونے) اور یہ سب کچھ انہی کی زندگی میں علی گڑھ میں اس بات کا ثبوت مرنے موجود ہے محمدن کالج کہ ایک تنفس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہے

جیسے اونٹ کے مونہ میں زیرہ۔ اول تو وہ نوکریاں ہی کتنی ہیں۔ ایک انار اور پھرائس کے دھڑار
 صدیہا۔ کہ نہ ذات کی قید نہ پیشے کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر۔ ایک عالم ہو کہ
 نوکری کے خط میں گرفتار ہو۔ انگریزوں کے سارے انتظام اچھے ہیں گو وضع الشیخ فی حبس
 محکمہ بے جگہ چیز کو رکھنا (روڈ بال ان اسے اسکو تر ہول (چو کو رسوخ میں مدد گولی
 انھوں نے اپنے ملک پر قیاس کر کے نوکری کو عام کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ
 ہو اور پیشہ داخل ذات۔ پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے امتیاز کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم
 کانسٹیٹوشن (بناد) کو بگاڑنا ہے۔ جو اعتراض نوکری کی تعیم پر ہے وہی صحیح شرعی و دینی تعلیم
 کی تعیم پر ہو۔ کنجڑے۔ بھٹیاریے۔ نانی۔ قصائی۔ دھوبی۔ گھسیاریے۔ درزی۔ خاناماں۔
 خدمت گار بلکہ بھنگی تک پڑنے پر اترتے۔ لکھ پڑہ جانے سے کمینوں کی تو سوسائٹی میں کچھ بھی
 عزت نہ بڑھی۔ مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کر دیا۔

ہرچہ گیر دعلی علت شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سمجھایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تمغائے شرافت ہو۔ ان کے یہ الفاظ
 ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اب اسی تمغائے شرافت کو دیکھتا ہوں۔ چینی کے
 بٹنوں سے زیادہ سب قدر جس قلی مزدور نے چاہا ایک پیسے کے درجن بھر خریدے۔ اور کوٹ
 میں ٹانگ پھرا۔ من چل چل چلتا جاتوں کے جو تعیم تعلیم سے پیدا ہوئیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں
 بڑی قباحت یہ ہو کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہو معزز۔ جو شخص ذرا سی بھی
 شد بڑ کر لیتا ہو۔ نوکری کے سوانے دوسری شے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا۔ نتیجہ یہ ہو کہ دوسرے
 پیشوں میں پیشہ وروں کی تعداد بڑھ گئی چلی جاتی ہو۔ اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے
 جاتے ہیں وہ سب نوکری میں شے جاتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کی پالیسی
 میں اگر انگریزی پڑھنی شروع کی ہو اور مجھے خوب معلوم ہو کہ جنھوں نے پڑھی۔ اسی غرض
 سے پڑھی۔ اور جو پڑھ رہے ہیں اسی غرض سے پڑھ رہے ہیں۔ اگر یہ کہتے

اگر تعلیم کو ہم ایک مقدمہ فرض کریں تو اس کی روداد ایسی صاف اور سلیس ہو کہ جو فیصلہ اس پر صادر کیا جائے مختلف فیہ ہو نہیں سکتا۔ ہم کو چاہیے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو سامان مبادیاعیض نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کی آسائش کے لیے ہیا کیے ہیں۔ ہم کو ان میں سے لاتنزیہیر (شیر کا حصہ) ملا ہے۔ ہماری جیسی سرزمین۔ ہماری جیسی آب و ہوا۔ ہمارے جیسے موسم۔ ہماری جیسی پیداوار۔ غلے۔ میوے۔ درخت۔ پھول۔ پھل۔ ہمارے جیسے حیوانات۔ ہمارے جیسے معاون کوئی چیز بھی تو اہل یورپ کو نصیب نہیں۔ اس رو سے چاہیے تھا کہ ہم خوش حال ہوتے۔ اور اہل یورپ تنگ دست۔ ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج۔ لیکن معاملہ منعکس ہو۔ سلطنت کو بھاڑیں ڈالو۔ اور اس کم نحت کا نام نہ لو۔ یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہو۔ وہ رنگ تو یہ ہے کہ ایک آدمی جو نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سکتا ہو انیم جان ضعیف و ناتوان۔ اس بیچارے کو اس کثرت سے جو نکلیں۔ لپٹی ہوئی اس کا خون پی رہی ہیں کہ کوئی سام جو تک کے منہ سے خالی نہیں اور جو نکلیں بھی کاغذی نہیں بلکہ بڑی قسم کی جو بھیینا جو تک کھلاتی ہیں۔ آپ سمجھ کہ میری اس تمثیل سے میری کیا مراد ہو؟ دو نیم جان آدمی ہندوستان ہے۔ خون ملکی دولت۔ اور جو نکلیں اہل یورپ۔ یہ سمجھنا ایک نادان بلکہ بے ایمان آدمی کا کام ہے۔ کہ انگریز بر حکومت ہماری دولت گھسیٹے لینے چلے جاتے ہیں۔ ذرا ٹیڈ اور کامرس (تجارت) اور امپورٹ اور اکسپورٹ مال کی درآمد برآمد کی رپورٹیں پڑھو۔ اور فنانشیل سکرٹریٹ سے سالانہ بجٹ (تخمینہ جمع و خرچ) کے نقشے لے کر دیکھو۔ مگر خبردار نقشے مانگنے جاؤ تو اتنی بات ضرور بتا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے نہیں ہیں تو معلوم ہو کہ سلطنت کی راہ دولت برس رہی ہو تو رپورٹ تجارت کی طرف بند ٹوٹا ہوا ہے۔ ہماری اور اہل یورپ کی تجارت کا خلا صہ یہ ہے کہ ہم خریدنے والے ہیں اور اہل یورپ بیچنے والے۔ بے شک ہندوستان سے بہت سا مال یورپ کو

لے جن ایک سو لاکھ کے ذریعہ ہراجم کے اندر پہنچتی ہے۔ یہ سوراخ بادی النظر میں معلوم نہیں ہوتے ۱۲

چلا جاتا ہے مگر منو فیکچرڈ (تیار کیا کر لیا) نہیں بلکہ میٹرل (غیر تیار شدہ اشیاء) کہ جیسا پیدا ہوا جو کال
یورپ چلا گیا۔ اہل یورپ نے اپنی ہنرمندی سے ہنایا سنوارا اور اَضْحَافُ مَضَاعِفُ نفع پر
پھر اُلٹا ہمارے سر مارا۔ اہل یورپ نے ساری تجارت کو اپنی منٹھی میں کر لیا ہے۔ جیسے شیر کہ
اُس نے شکار مارا اور گودا اور خون جو وہ چیزیں عمدہ اور مزے کی تھیں۔ آپ کھائیں پئیں خالی ہڈیاں
لو مڑی کے لئے چھوڑ دیں کہ لے ان کو پڑی چھوڑ کر۔ دلی میں اس وقت غلے کی بڑی بھاری منڈی
کھاری بادلی ہو۔ بندہ کا غریب خانہ اسی منڈی کے متصل ہو صبح ہوئی دن چڑھتے چڑھتے
رالی برادرز (نام تجارتی اننگستان) کے گماشتے بازار میں آ بھرے۔ اس بازار میں اکثر اوقات
اس طرح کی چیل پل رہتی ہے کہ راستہ نہیں ملتا۔ ہجوم کرنے والوں میں وہ محتاج لوگ بھی ہوتے
ہیں جو چھاج اور جھاڑو لے ہوئے گرے پڑے دانے دُکے سیٹھے پڑے پھرتے ہیں جب جب
ان مصیبت مندوں کو دیکھتا ہوں بے اختیار جی میں خیال آیا کرتا ہوں کہ ہزار ہا من غلہ پڑا اٹل رہا
ہو۔ مگر ان کی قسمت کے دانے ہیں۔ اسی طرح یورپ کی تجارت میں ہر روز لاکھوں کروڑوں
کے وارے پیارے ہوتے ہیں ہمارے حصے میں کیا آتا ہو کوڑیاں۔ یا خوب گہرے ہو گئے تو پیسے
یورپ کی اصلی اور حقیقی عظمت۔ اصلی اور حقیقی ہنرمندی۔ اصلی اور حقیقی دولت کا اندازہ بے یورپ
لگئے نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ صد ہا ہزار ہا انواع و اقسام کے کارخانے۔ وہ صد ہا
ہزار ہا انواع و اقسام کی کلیں وہ صد ہا ہزار ہا عالی شان عمارتیں سڑکیں۔ پیل۔ ٹیل۔ ڈسنگ۔
انڈر گروئڈ (زیر زمین)، ریلوے ڈاکس (بندر گاہ)، اسٹیمرز (جہاز)، مارکٹس (بازار)، پبلیسرز (ایوان)،
پارکس (تفریح گاہیں) (گارڈنز) (باغ) میوزیمز (عجائب خانے) چرچز (گرجا گھر) اور کیا اور کیا۔
کیوں کہ ہندوستان میں اٹھ کر آجائیں کہ ہم اُن کو دیکھیں۔ مگر جس قدر یہاں ہماری آنکھوں
کے سامنے موجود ہے اس آفتاب کو طرغز سے کو طرغز اور متعصب سے متعصب کو سبھی تسلیم کرنا پڑتا ہو
کہ ہم کسی دنیاوی برتری میں انگریزوں کے ساتھ لگنا نہیں کھا سکتے۔ اچھا اب دوسری بات ہم کو

یہ دیکھنی ہو کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صنایعی یہ قوت ایجاد آئی تو کہاں سے آئی اور کیوں کر آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اس ایک صفت پر متفرع ہیں کہ سب کے سب بڑی سرگرمی کے ساتھ واقعات نفس الامری کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کی طبائع میں قُوَّةُ اِسْتِقْرَاجٍ بِالنَّسْبَةِ اِلٰی سَاوِیِّ النَّاسِ (جو نبات سے کلیہ قاعدہ بنا لینے کی قوت بہ نسبت اوروں کے) غالب ہو اور ہونہ ہو لوکل سرکٹانسز یعنی مقامی حالات نے ان کے سنس (حواس) کو تیز کیا ہو گا۔ نیسٹھی اردی مدر آف انوٹیشن (ضرورت مادر ایجاد ہو) ان کی سرزمین ضروریات زندگانی کے ہتھیا کرنے کے قابل نہ پہلے تھی اور نہ جیسی چاہیے اب ہو آئندہ کسی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خود شجرۃ الحیات (درخت زندگی) ہی اس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو عجب نہیں۔ کارخانہ دنیا کا انتظام ہی قاعدے پہنچی ہو کہ مخلوقات میں جس قدر جس کی ضرورتیں اُسی قدر ڈل (کامل) اور ضعیف العقل (مگر انسان گھاس بھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا اور گرمی سردی برسات سے متاثر نہ ہوتا تو ایک گدھے جتنی عقل اس کو کفایت کرتی اور اتنی ہی اس کو ملتی بھی۔ مگر نچر (فطرت) نے ایک طرف انسان کو ساز و سامان زندگی کے عطا کرنے میں مضائقہ کیا تو دوسری طرف عقل سے اس کی تلافی کر دی۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو ایشیا ملک تو میں خلتۃ اہل یورپ کے مقابلے میں کامل اور کم عقل ہیں۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر اچھی طرح اچھا جوک ذہن نشین نہیں کر سکا۔ ٹوپی۔ سورملین (زیادہ وضاحت کے ساتھ) میرا مطلب یہ ہو کہ اگر آپ کو ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے قوم کی حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ کی ہوئی تو یہ مشکل آپ کی نصب العین (آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیے کہ میری سمجھ کے مطابق قوم کی طبیعت میں اُس کا تقاضا محض نہیں یا اگر ہو تو اس قدر ضعیف ہو کہ اس کو قوی کرنا ویسا ہی دشوار ہو جیسا کہ نئے تقاضے کا طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مر و جب سے چاہیے وہ سرکاری

کالجوں کی ہویا علی گڑھ محمدن کالج کی جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مشکل کو اس وقت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ہے جس کی وہ مستحق ہو علی گڑھ محمدن کالج کو سرکاری کالجوں پر کچھ مزیت ہو۔

پور ڈروں کا بڑا ہتھام ہے مسلمانوں کے تالیف قلوب کی بھی کچھ رعایت کی گئی ہو مگر ان باتوں کو نفس تعلیم میں جس پر میں بحث کر رہا ہوں کچھ دخل نہیں۔ جہاں تک مجھ کو علم ہو علی گڑھ محمدن کالج کی جماعتوں کا سٹینڈرڈ اور سرکاری کالج کی سٹینڈرڈ نہ صرف یکساں بلکہ متحد ہو پس تعلیم مروجہ تمام برٹش انڈیا میں قریب قریب ایک ہی طرز کی ہو اس طرز پر جتنے لوگوں نے آج تک تعلیم پائی ہو۔ ان کا مجموعی شمار بھی کچھ ایسا کم نہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر خود تعلیم یافتہ لوگوں کے مائینڈز (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مرتب ہوا ایک کا جواب ہو قُل (ہمیں) دوسرے کانٹ (پتھنیں) برٹش انڈیا ماشاء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک اور بدلتوں سے تعلیم کا چرچا لیکن کوئی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لے کر آج تک کسی پاس شدہ اسٹوڈنٹ نے کسی قسم کی کوئی کٹ بھائی۔؟ کسی چیز کی کوئی گان دریافت کی؟ فلاحت کے پُرانے دنیا فوسی دستوروں میں کسی دستور کو بدل دیا؟ حیوانات میں سے کسی حیوان کی نسل کو درست کیا؟ اپنے بھائی بندوں میں ڈومیسٹک اکالومی (خانہ داری میں کیفیت شکاری پھیلانی؟ لوگوں سے سیپیٹری روزانہ حفظانِ صحت کے قاعدے کی تعمیل کرائی؟ تجربہ واستقرار کر کے مولیڈ ٹنٹلڈ میں سے کسی ایک چیز کا کوئی نیا خاصہ تحقیق کیا؟ کوئی سی ووجیزوں میں علاقہ علت و معلولیت ثابت کر دکھایا؟ یہ نہ ہسی اپنی ایجوکیشن (تعلیم سے کسی اور طور پر پبلک کو نفع چھوٹا یا ہوتا ہوا زبرائے خدا بتاؤ کہ ذرا میرا بھی جی خوش ہو جائے۔ پبلک کو نفع چھوٹا یا ہوتا ہو کر کتنا ابھی سے لوگوں نے جیتنا شروع کر دیا ہے اور ابھی جھینکیں گے کہ تعلیم مروجہ سے خود پڑھنے والوں کی کار بر آرمی نہیں ہوتی اور واقع میں یہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ اونچی وکان پھیکا پھکان سرکاری نوکری کے علاوہ اور میں بھی کس مصرف کے۔ اور اگر ان کو نوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قومی تمہیں تو یہ بیچا سے مصیبت کے مارے

روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ کرنا کیا نہ کرنا عذاب ہوں گے اپنے حق میں۔ اپنے خاندان کے حق میں سوسائٹی کے حق میں۔ گورنمنٹ کے حق میں۔

اب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم مروجہ میں کس چیز کی کسر ہے اس میں اتنی ہی کسر ہے کہ ادھوری اور ناتمام ہی میں اس وقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ان کو ہر طرح کی تحسین و توفیر کا مستحق جانتا ہوں اور ہر خیر ساری عمر میں نے بھی یہی پاپڑ پیلیے ہیں۔ مگر میں صاف دل سے ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ میری طالب علمی کے زمانے میں تو بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے کچھ پچھڑے تھے نہیں اور خدائے مجبور اس درد دہری سے بچا یا ہو کہ اپنے نام کے ساتھ کسی خطاب کا ڈم چھلا لگاؤں لیکن میں اس کا معترف ہوں کہ اگر مجھ سے ایسے کڑے کڑے امتحان لیے گئے ہوتے تو میں ضرور فیل (ناکامیاب) ہوتا۔ میری طبیعت ہی خدائے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس زمانے میں ڈفرنشل اینڈ انٹگرل کیلیکیولس پڑھتا تھا اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے نئے دعوؤں اور جبر و مقابلہ کی مشکل مساواتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا۔ کیا یہ بے مناسبتی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرا دماغ میرا حافظہ میرا ذہن یعنی میں پورا اور پکا مسلمان ہوں۔ ہاں تو عرض یہ ہے کہ مجھ کو تعلیم مروجہ کے نقصان دکھانے منظور ہیں۔ تعلیم یافتوں کی اہانت مقصود نہیں۔ تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے بُرا نہ مانے کہ میں تو آج کل کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اس مثل کا مصداق سمجھتا ہوں۔ جنیک آف آل اینڈ ماسٹر آف ٹن (سب کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے) انسان کے مانند دل، کا حال بھی قریب قریب اُس کے مددے کا سا ہو۔ اگر کوئی شخص اوپر تلے اپنا پشناپ کھانا ٹھونسٹا چلا جائے تو نہ عمدہ اُس کے ہضم پر فٹ در ہو گا اور نہ کھانا تعذیبہ بدن کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی طالب العلم پڑھنے میں اُوور کرینگ (طوے کی طرح سے حفظ کرنا) کرتا جائے جیسا کہ علماء ریاضی میں جبر و مقابلہ سے اونچے شعبے کا نام ہو اور اُس کا ترجمہ کلیات و جزئیات سے کرتے ہیں ۱۶۔

آج کل ہور ہا ہو یقیناً وہ اس کو ڈائجسٹ دھنم نہیں کرے گا۔ اور نہیں کر سکتے۔ اور نہ ایسا پڑھنا اُس کے لئے مفید ہوگا۔ اور نہیں ہوتا۔ کسی کا کیا اچھا مقولہ کبھی کا نظر سے گزرا ہو ایاد ہو۔ ”سم تھنگ آف ایوری تھنگ اینڈ ایوری تھنگ آف سم تھنگ“ یعنی ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری بھی، بس مجھ سے پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس قاعدے کی حرفاً حرفاً تعمیل ہونی چاہیے۔ طریقہ مروجہ میں سم تھنگ آف ایوری تھنگ (ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا) کا نباہ تو خوب کیا جاتا ہو مگر ایوری تھنگ آف سم تھنگ (کوئی چیز ساری بھی) کا مطلق خیال نہیں اور یہی وجہ ہو کہ اس طریقے کے مطابق جتنے لوگوں تعلیم پائی ان میں کوئی شخص کسی شعبے کا کامل فن نہ ہو جس طرح فی المثل درخت شمر کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہو کہ اس سے پہلے اُس میں پھل نہیں آتا۔ اسی طرح درخت علم کو بے کمال کے رسیدگی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے کسی فائدے کی اُمید کی جاسکتی ہو علم شمر بہل شو کے اعتبار سے دیکھو تو ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی تعلیم بھی خالی از منفعت نہیں۔ مثلاً گروہ کاشتکاران اگر اتنا لکھنا پڑھنا اور لکھا کرنا سیکھ لیں کہ پٹواری مغالطہ وہی اور زمیندار زیادہ ستانی نہ کر سکے تو اس سے کس کو انکار ہو کہ اتنی ہی استعداد علمی کاشتکار کے لئے مفید ہوگی اور کون کہتا ہو کہ کاشتکاروں کو اس قدر تعلیم جس کے وہ سخت حاجت مند ہیں نہ دی جائے لیکن گفتگو اس میں ہو کہ اگر ہندوستان کو یورپ کی طرح ترقی دینا منظور ہو تو آیا ویسی ترقی اور ویسی کامیابی ہوگی اُس کی آدھی یا کبھی اس تعلیم کے ذریعے سے ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھ کو اس کا کامل اذعان ہو کہ جب تک علوم جدیدہ کے ہر شعبے کے کامل فن تیار نہ ہوں گے۔ ہندوستان حقیقتاً نکتہ سے ایک انچ کی قدر بھی تو اوپر کو نہیں اُبھر سکتا۔ اور جب ہمارے طالب العلم کمال فن کی لذتوں سے آشنا ہوں گے تو سمجھیں گے نوکری کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو خیس ترین منفعت ہو جس کی ایک کامل فن توقع کر سکتا ہو جو لوگ اس وقت علوم جدیدہ کے حاصل کرنے

میں مصروف ہیں ان کے بزرگ ان کے خیر خواہ ان کے استاد ان کے متحن بہتری نصیحتیں ان کو کرتے ہوں گے۔ میں ایک اجنبی آدمی ہوں نہ کچھ غرض نہ مطلب حسبہ اللہ ایک نصیحت میں بھی کیے دیتا ہوں یاد رکھو گے تو یاد کرو گے ۵

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی | کس بے کمال ہیچ نیز دوزخیز من

تعلیم مروجہ کا ایک نقصان اور وَأَقْتَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي نہیں مُحْجِي (اور میں اپنی حجت تم پر تمام کر چکا) ہندوستانیوں کی طبعیتیں خلقت کُنسرو ویشو (پُرانی باتوں پر قائم رہنے والی) واقع ہوئی ہیں یہ نقال ہیں نہ موجد۔ نوح دہلی میں ڈیڑھ دو ڈیڑھ دو دو ہزار برس پہلے کی عمارتیں موجود ہیں۔ اُن پر چھکڑوں اور ہلوں کی تصویریں بنی ہیں وہ حال کے چھکڑوں اور ہلوں سے اس قدر اشبہ ہیں کہ گویا ان ہی کو دیکھ کر بنائی گئی ہیں اس سے کیا ثابت ہوتا ہو کہ باوجودیکہ چھکڑا اور ہل روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں ہیں کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا کہ ان میں ایک کیل ایک کا نٹا گھٹاتا بڑھاتا۔ پس بدون پیکٹل سائنس (حکمت عملی) کے ہرگز توقع نہیں کہ ہندوستانی اُپج کی لین تو ایسے امدی بنسے ہیں کہ لا دو لدا دو لا دو لدا والا ساتھ دو تب کیس جگہ سے ہلے تو ہلے۔ تعلیم ہی کا ضمیمہ بلکہ ایک اعتبار سے اُس کا مقدمہ زبان ہے۔ علوم جدید جن کا ضروری ہونا اب باجماع قوم مسلم ہو چکا ہے ولایت میں پیدا ہوئے اور وہیں اُن کا توالد نکال جاری ہو اُن کی مادری زبان البتہ اُسی ملک کی زبان ہے اور ہونی چاہیے۔ ہم لوگوں کو توفیق ملے اور لایعنی مباحثات میں بڑا مزہ ملتا ہو۔ مدتوں لوگ اسی بات میں جھگڑتے رہے علوم جدیدہ کو ان کی اصلی زبان میں سیکھنا چاہیے یا ترجمے کے ذریعے اپنی بولی میں بہتوں کی یہی رائے تھی اور بعض کی اب بھی ہے کہ انگریزی اجنبی زبان ہے کہ اس کے سیکھنے میں بڑی دیر لگتی ہو۔ یہ لوگ قومی خیر خواہی کے جوش میں اس قدر مستعلیٰ تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک صبر نہیں کر سکتے تھے مارے گھبراہٹ کے انہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق نظر نہ کی۔ اُنہوں نے دیکھی تھی

۵ خدا کے واسطے ۱۲ مطلب یہ ہے کہ تعلیم مروجہ کا ایک نقصان اور سنو ۱۳

شمس العالی، خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ صاحب کی اردو کی پوکھ (اقلیدس)، اردو کا الجبر (جبر و مقابلہ) کہ اسے کی جگہ الف اور بی کی جگہ ب۔ ایکس کی جگہ لا۔ اور وائی کی جگہ۔ سی۔ رکھ دینے سے خاصی طرح کام چلتا ہو سمجھے کہ لوگوں کو انگریزی کے انتظار میں جھلانا کیا ضرور۔ باطنی، علم فلاحیت یا کمسٹری (علم کیمیا) کا کوئی چھوٹا سا رسالہ لیکر بیٹھتے اور ایک دو چمپٹر (باب) کا ترجمہ کرتے تو حقیقت گھٹتی کہ معلوم جدید کا اردو میں لانا جو کئے شیر کا لانا ہو۔ یہ لوگ اپنی رائے کی تائید میں یونانیوں اور اہل عرب اور انگریزوں کے شواہد پیش کر کے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب جب کسی قوم نے علم میں ترقی کی ہو اپنی ہی زبان کے پڑھنے سے کی ہو۔ ہم ایسے ڈھکونے نہیں سنتے۔ جن قوموں سے اس تشہاد کرتے ہو اپنی ترقی کے زمانے میں حکمران بھی رہے ہیں۔ ہم کو ایسی قوم کی نظیر دکھاؤ۔ جو ہماری طرح فارنرز (اقوام اجنبی) کی محکوم رہی ہو۔ اس کو تسلیم کرنا سو کہ ہم ہندوستانیوں کو انگریزی کا سیکھنا دشوار ہو اور ہماری اور انگریزی کی کچھ خصوصیت نہیں شہرخص کو فارن لینگویج (اجنبی زبان) کا سیکھنا دشوار ہوتا ہو۔ انگریزوں ہی نظر کرو کہ پچیس پچیس تیس تیس برس اس ملک میں آکر رہتے اور ہر وقت گھر پر بکھری میں اردو کے الفاظ سنتے باہر نہ شاذ و نادر کوئی انگریز ہو گا بلکہ تلفظ کے اعتبار سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی نہیں جو ہم ہندوستانیوں کی طرح اردو کا ایک چھوٹا سا جملہ بھی بول سکے۔ میرے ایک بڑے معزز دوست جو ولایت میں رہ آئے ہیں بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب پشتر کسی کلب میں اپنے دوستوں کے روبرو بیان کر رہے تھے کہ ہندوستان عجیب ملک ہو اور سب زیادہ عجیب اُس کی زبان ہو کہ ایک لفظ کے کسی کئی معنی مثلاً ”چھا“ (ٹی چھا) ”چھا“ (فور چار) ”چھا“ (دل کنواں) ”چھا“ (ڈنار خواہش) ”چھا“ (اے کانڈ آف برڈر۔ چھا) ”چھا“ (ٹوکور چھانا) ”چھا“ (تھا)۔ سلاٹ ڈفرنس (تھوڑے اختلاف سے) (پکل۔ اچار) ایڈر گڈ۔ اچھا لیکن فارن لینگویج (اجنبی زبان) میں جو دشواری ہوتی ہو کمال زبان دانی کی ہوتی ہو جتنی انگریز

علوم کے سمجھنے کو درکار ہو میرے نزدیک چند ان مشکل نہیں۔ میں نے ترجمے کا کام کیا ہو اور
مجلو اردو کی وسعت معلوم ہو۔ میری ہمت تو قصور کرتی ہو کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کا
ترجمہ کروں۔

میر انشا اللہ خاں جہاں اور سحر اپن کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُن کے سر میں یہ خطبہ سمایا
کہ لاؤ عربی کی منطق کو اردو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغز سے اُٹائے ہیں موجبہ
کلیہ پورا جوڑ۔ سالیہ کلیہ پورا توڑ عموم و خصوص مطلق اکہی بیچ بیچ عموم
خصوص من وجہ دوجہی اونچ نیچ و قس علی ذلک میں نہیں سمجھتا کہ انگریزی کے
مصطلحات العلوم کا کسی سے ایسا بھی ترجمہ ہو سکے۔ بہلا مصطلحات جوں توں کر کے
گھڑے بھی تو آلات اور کلوں کے کیل پر زوں اور چیزوں کے ناموں کا کیا علاج۔ آخر
اُن کو تو چار و ناچار چھوڑ کر گناہی پڑے گا۔ پھر طرز کتابت ماشاء اللہ ایسا عمدہ کہ انگریزی
پر وینسی الیشن (تلفظ) کی کسی طرح اس میں کھپت ہی نہیں۔ الغرض جس شخص نے انگریزی
علوم کو اردو کرنے کا ارادہ کیا ع

دماغ بہیدہ بخت و خیال باطل بےست

میں سمجھتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہو کہ کہیں سے کوئی میچک و انڈیا دو کی
چھڑی، صاف آجائے تو لنڈن کو ہی یہاں اُٹھا لائیں۔ میں ترجمہ کا کچھ اسی وجہ سے مخالف
نہیں ہوں کہ ترجمہ ہو نہیں سکتا تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پڑھنا پسند
کرتا ہوں انگریزی ایسی بُری طرح بچے بھاڑ کر ہمارے پیچھے چبٹی ہو کہ اب اس سے تحفظ
ممکن نہیں۔ ع

ورنہستانی بہتیم میرسد

دیا اسلامی کے کہیں پر۔ چاقو پر متقاض پر پینٹیل پر۔ قلم کے ہولڈر پر۔ نیر پر۔ خط لکھنے کے کاغذ پر۔

سنہ اسی طرح اردو کو قیاس کر لے ۱۲۵۷ھ ہی بحینہ ۱۲۵۷ھ پر ہیز ۱۲۵۷ھ قلم آہنی ۱۲۔

لفافے پر۔ کارڈ پر غرض ہر انگریزی چیز پر۔ کسی انگریزی آفس مشا ریلوے اسٹیشن میں جاؤ تو دروازے دروازے پر۔ ریل کی گاڑیوں پر۔ جدمر دیکھو انگریزی منی آرڈر۔ ٹیلیگرام۔ ویلوپے ایل پارسل بیٹی۔ سب کے فارم انگریزی ہلا یہاں تو انگریزی عملداری ہو۔ انگریزی جس قدر پاؤں پھیلائے اُس کا گھر ہو تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہو کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اس قدر انگریزی الفاظ ہوتے ہیں یا فرانسیسی کہ وہ بھی انگریزی کے قریب قریب ہو کہ جس کو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں کو نہیں سمجھ سکتا حضرت شاہنشاہ ایران سیر انگلستان کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت کاروز ناچہ شاید فارسی کے کورس میں بھی داخل ہو۔ اس کا بھی وہی حال ہو۔ جو خاص طہران کے اخبار فارسی "خت" اور جو خاص قسطنطنیہ کے اخبار عربی "الجوائت" کا ہو۔ ع

جو کفر از کہہ برخیزد کجا ماند مسلمان

تو جب ہم کو انگریزی چارونا چار سکھنی ہو۔ کیا فائدہ کہ علوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا قصد کریں جبکہ اس قصد کا انجام معلوم ہو ٹول فیلیور (نا کامی محض)

ہر چند میں نے آپ صاحبوں کی سامعہ خراشی بہت کی اور سیکورٹی ایجوکیشن (دنیوی تعلیم) کے متعلق جو کچھ لکھا تھا کھچکا۔ لیکن مجھ کو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہیئے اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مذہبی تعلیم محمدن ایجوکیشنل کانگریس کے پروگرام کے میں داخل ہو تو میں سمجھتا ہوں سکندریہ کو سچن کے طور پر ہوگی۔ جیسے طالب علموں کے کورس میں سکندریہ لکچر۔ یعنی کانگریس کا اصلی مطلب تو یہ ہو کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو۔ مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پہلے مذہبی تعلیم کی چکانی کی بدولت آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامہ اعمال میں بڑھا لیا۔ ع

۱۳ مسئلہ فقہی ۱۳ دوسری زبان۔ مطلب یہ ہو کہ مثلاً جن لوگوں کو انگریزی زبان میں امتحان دینا منظور ہوتا ہو وہ مجبور کیے جاتے ہیں کہ کسی ایک دوسری زبان میں امتحان دیں مثلاً عربی یا سنسکرت وغیرہ تو اس صورت میں عربی یا

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہاے دگر

اگر میرا خیال صحیح ہو تو میرے نزدیک کانگریس کی کارروائی ناقص ہو اور اُس کی تدبیر ناکافی
مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر ان کی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہو۔ مذہب اسلام
ایسٹریکٹ رجن ہو کہ اُس کو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہ ہو۔ شارع اسلام اِنَّ اللہَ الْغَفِیْلَۃَ
وَالِدِ دَجَّةِ الْوَفِیْعَةِ (الدُّنْیَا کو بزرگی اور بہت عالی درجہ دے) ہم کو ایک گودِ مجموعہ قوانین،
حوالہ کمرے ہیں کتاب اللہ مُدَوَّنٌ بِنِیَالِ الدِّقَّتِیْنِ (اللہ کی کتاب دو دقتیوں کے بیچ
میں، جو متسل ہو معاش اور معاد۔ اور اوامر اور نواہی اور عقداۃ اور عبادات۔ اور معاملات اور
اخلاق اور آداب معاشرت اور سیاست مدنی اور سیاست منزل۔ اور تاریخ۔ اور مواظظ
سب پر لادُطِبَّ وَلَا یَجَابِسُ (الْاَفْرِیْکَیْنِ) کوئی ترو خشک نہیں ہو مگر قرآن میں ہی
اب میں سب سے پہلے اُن مسلمانوں سے جن کا رُواں رُواں فوارہ حیاتِ اسلامی ہی پوچھتا
ہوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فی عُمُرِہُمْ ایک بار کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک
سمجھ کر پڑھا۔ تم کہو تلوں میں ایک میں کہوں گا۔ ہرگز نہیں۔ تم کہو ہزار میں ایک میں کہوں گا ہرگز
نہیں۔ تم کہو دس ہزار میں ایک میں کہوں گا نہیں۔ اسی طرح تم بڑھتے جاؤ میں نہیں کہتا
جاؤں۔ یہاں تک کہ تم کہو پچاس ہزار میں ایک۔ میں کہوں گا شاید میں نہیں سمجھتا کہ اس کے
بعد بھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھ کو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو۔
کیسی تعلیم اور کہاں کی تلقین۔ سرے سے اُن کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں۔ ح

دہن کا ذکر کیا یاں سہرا ہی غائب ہو گیا یاں سے

خاص خاص لوگوں کا مذکور نہیں ہو۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات سے بحث
کی جاتی ہو غور سے دیکھو تو ان کے دیکھا ناخذ ہو۔ رسم و رواج باپ دادوں کی تقلید پیشواؤں کی

۱۵ یعنی جس مذہب کو اعمال سے خلق نہ ہو صرف معتقدات ۱۲ جمع امر۔ یعنی حکم ۱۲ جمع نبی۔ یعنی منع ۱۲۔

۱۵ انتظام ملکی ۱۲ انتظام خانہ داری ۱۲ ۱۵ اپنی عمر میں ۱۲۔

فرمودہ اور یہ وہی عادتیں ہیں جن پر قرآن میں جگہ جگہ یہود کو نلامت کی گئی ہو ایک شخص جس کی واقع میں اپنے اسلام پر ناز ہو وہ مسلمان ہو مگر کیوں؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں ہو۔ باوجودیکہ قرآن حبیبی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہو اور اُس میں فطرت بشری کے لحاظ سے اخلاق کا سینڈ ٹرڈ (درجہ بہت ہی ہائی) داؤنچا رکھا گیا ہو۔ مگر چونکہ عام مسلمان اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کی عمدہ تعلیم سے متاثر نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہو کہ ان کے معاملات اور عادات بے دین لوگوں کے معاملات اور عادات کی طرح خراب ہیں۔ اسلام میں بہترین عبادات نماز ہو اور وہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص تکبیر و تہلیل و تسبیح تک کے معنی نہیں سمجھتا۔ کیوں کر دل کو خدا کی طرف متوجہ کر لیتا ہوگا۔ اپنا حال تو یہ ہو کہ عربی سمجھنے پر حضور قلب نصیب نہیں ہوتا۔

تو کہ بدولت الیشاں ہی کہہ توانی | بجز دور کثت و آں ہم بصد پریشانی

علمائے دین تو خدا جاتے کیا فتویٰ دیں۔ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں وَمَا أَدْرِي مَا يَقْعِلُ
یٰی وَلَا یَكْبُکُو (میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور نہ معلوم کہ تم کو کیا پیش آئے گا)
مگر دیکھتا ہوں کہ ادھر قانون مشہور ہوا اور اُسی وقت فرض کر لیا گیا کہ نزدیک و دور شہری دیہاتی
مقیم و مسافر غناؤں و ناغناؤں سب کو اُس سے آگئی ہو گئی۔ اسی پر قیاس کر کے میری رائے یہ ہو
کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں۔ بہلا جاہل تو جاہل جو لوگ لکھے پڑھے
ہیں وہی کون سے اس کے اہتمام میں لگے ہیں دنیا کے خسیس اور بے ثبات منفعتوں کی موبہوم
توقع پر انگریزی سیکھیں۔ قانون یاد کریں اور ایسی ایسی رحمتیں اُٹھائیں کہ جب تک جس تندرستی کو
روتے رہیں ذرا تو اپنے دل میں انصاف کرو کہ کبھی کلام اللہ کو مشغفے کے طور پر چند منٹ کے لئے
لے کر بیٹھتے ہو۔ کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہو زیادہ نہیں تو ایک ہی دفعہ شروع سے آخر تک
دیکھ لو لیں کہ اس میں کیا لکھا ہو مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ (انہوں نے نہیں سمجھا جیسے کرنی
چاہئے تھی اللہ کی قدر نہ کی جبکہ مسلمانوں کی بے مبالائی پر ذرا بھی تعجب نہیں آتا۔

ورنہ سزاوار خداوندیش

کس نتواند کہ بجا آورد

انگریزیا میں اُن کو اپنے اسلام پر تازیجا اور دوسرے مسلمانوں کی توہین کئے سننا ہوں بیشک سخت تعجب کرتا ہوں۔ بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام مسلمان دگرور مسلمان در کتاب۔ اب تو امتیاز قومی رہ گیا ہے۔ اور اتنا بھی ٹھہرا ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا رجحان دہریت اور لاندہ ہی کی طرف ہو نہ تحقیق و تفتیش کی وجہ سے۔ بلکہ استخفاف و استہزاء کے سبب۔ ہاں تو غرض یہ ہے کہ قرآن جو اصل دین ہو بہت ہی تھوڑے مسلمان اس کو سمجھتے ہیں۔ اس کا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ حیلہ جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھا ہے یہ کہ اس کی زبان عربی ہے اور وہ آسانی سے آ نہیں سکتی بے شک مسلمان قرآن کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ جن کو اور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا وہ بھی کم سے کم قرآن تا نطراں ضرور پڑھ لیتے ہیں اور **عَلَّمَ الْقُرْآنَ** کا نظراں پڑھنا شرط اسلام سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ برین مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکھنے کا اس قدر شوق ہے کہ کسی دوسری قوم میں اس کی نظیر نہیں۔ معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن کا زبانی یاد رکھنا فی نفسہ اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ اور کاش یہ شوق فہم معنی کی طرف متوجہ ہو تو مسلمان بچے رجسٹرڈ مسلمان ہو جائیں۔ دین دار خدا ترس۔ خوش معاملہ راست باز۔ نیک دل۔ خدا کے اچھے بندے۔ حاکم وقت کی اچھی رعایا۔ سوسائٹی کے اچھے ممبر قرآن کا عربی ہونا اس کے نہ سمجھنے والوں کے لئے عذر ہے مگر نجف۔ اگر صرف و نحو عربی کے صرف سید سادے کثیر الاستعمال مسائل پڑائے جائیں تو میرے نزدیک جتنے دنوں میں ایک متوسط الذہن لڑکا قرآن حفظ کرتا ہے اتنے ہی دنوں میں قرآن کے سلیس جملوں کو بے تعلقی عبارت سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے بھلا کوئی اس کو اپنی جگہ آزما کر تو دیکھو۔ خدا مستقول کو شرمائے۔ آپ تو گڑے ہی بے موقع بے محل منقولات میں دخل دے کر ان کو بھی غارت کیا۔ منطقیانہ لالینی کٹھن جتوں کے

ڈر کے مارے کوئی صرف غم کے پاس نہیں جاتا کہ کون تھیلے میں پڑے ہر چند علوم قدیمہ کے
 مرگ طبعی کا وقت آگیا تھا مگر ہم سمجھے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں سسٹک سسٹک کر
 مرے گا۔ اب اس مدت درجہ مرگ یا تو اس کی یہ وجہ ہوئی کہ احق نے
 دروازے پر صرف وغو کے دو پاسبان بٹھائے تھے اُن کی بے جا روک ٹوک سے کوئی خبر نہ بجا رہ
 تک نہ بھونچ سکا۔ خیر علوم قدیمہ مرے تو ازکار رفتہ تھے۔ عذاب ٹلا۔ یہ کیسی خرابی کی بات ہو کہ
 انہی دو پاسبانوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام الہی کے فیضان سے محروم ہیں۔ فہم قرآن کا
 ایک آسان طریقہ ہو ترجمہ۔ امام ابو حنیفہؒ نے تو فارسی میں قرآن تک کی اجازت دے دی
 تھی۔ مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہو۔ کیوں کہ ترجمہ میں معجزاتی آئیں نہیں سکتی۔
 اُردو فارسی کے ترجمے دیکھے پھیکے۔ بد مزہ بے رونق۔ ان میں سے اصلی قرآن کی سچی چستی اور
 برجستگی اور متانت اور قوت اور فصاحت اور بلاغت و تازہ کاریاں کہیں تپہ بھی نہیں ملا اور بجائے
 اس کے کلام الہی کی عظمت ذہن نشین ہو۔ ترجموں سے تو بہ تو بہ اُلٹی سفاقت ظاہر ہوتی ہو۔
 اس میں بیچارے ترجموں کا کچھ قصور نہیں۔ بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ امر محال ہو۔ دوسری آسمانی
 کتابوں کے ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ اگر باب ترجمہ مفتوح ہو تو قرآن کا بھی وہی انجام
 ہونا ہو کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو مستحکم عقیدہ یہ ہے کہ کرم کو۔ معجزہ کو۔ تسخیر کو جو کچھ ہے
 قرآن کے لفظوں میں ہو جس دن مسلمان ان لفظوں کو بھولے اور بھولنے سے میری مراد ہے
 نہ سمجھنا۔ بس جان لینا کہ اسلام کی آب و تاب گئی۔ ایک شخص کی طبیعت تھی ناموزوں اُس نے
 مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کسی شاعر سے درخواست کی کہ اگر اصلاح دے دیا
 کرو تو میں بھی شعر کہنا شروع کروں۔ شاعر کو اُس کی ناموزوں طبیعت کا حال معلوم تھا۔
 کہا پہلے طبع سوزوں پیدا کرو۔ اسی طرح جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہے پہلے فہم قرآن کی استعداد
 پیدا کرے اور نہیں کر سکتا تو لا اِکْرَاهَ فِي الدِّينِ (دین میں دباؤ والا نہیں ہے) کبیر بن چھی

اور کچھ بہترے گروہ ہیں۔ جن میں ملکی زبان کے ذریعے سے مذہبی تعلیم ہوتی ہے عربی شکل سہی۔ لیکن مسلمان ہی اگر اس کی روک تھام نہ کریں گے تو اس ویا را جینی میں اس کے قیام کی کیا صورت ہو۔ درس و تدریس کے اعتبار سے علم دین کے دو بڑے حصے ہیں فقہ اور حدیث۔ سونفہ جہاں تک اس کو معاملات تعلق ہو اور وہی متم بالشان ہو متفرع تھی سلطنت پر کیوں کر فقہ نہیں ہو مگر قانون۔ اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت سلطنت گئی تو آگے آگے سلطنت پیچھے فقہ۔ اب معاملات کے بڑے بڑے فتاویٰ عمدہ ویسے ہی بے کار و بے مصرف ہیں عیسے اب سے دو برس پہلے کی جنٹریاں۔ ہم نے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کی جاتی ہے مگر جب ساری کتابوں کو دیکھ چاٹ گئی تو تو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر اور جی گڑھتا ہے۔ اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے میعاد اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریوئیٹ کو نسل اور ہائی کورٹ کے نظائر کنٹریکشن کے حواشی چڑھا چڑھا کر اصل کو سبک کر دیا یہ حقیقت فقہ کی۔ وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی۔ اب انتظام دنیا خلتے دوسروں کے حوالے کیا۔ وہ تمھاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تم کو نظام نیامیں غل نہیں اس پر بھی تم کو فقہ میں کوئی مغالہ دکھائی دیتا ہو تو پڑھو۔ اب یہی حدیث مسلمانوں کے سواے روے زمین پر کوئی اور قوم نہیں جس نے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو۔ وہ بے انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقعت کی چیز ہے جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر نفس حدیث سے بدعتیہ ہوتے جاتے ہیں ان کو منصب محدث پر نظر نہیں ہوتی۔ محدث حقیقت میں امانت گزار ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو کچھ اُس کو جس ذریعے سے چھو نچا ہے جوں کا توں دوسرے کو چھو نچا دے حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اُس کا کام نہیں۔ جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شان خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی مشکلات سے آگاہ ہو وہی سمجھ سکتا ہے کہ تنقید میں نے

۱۷ موقوف ۱۲۔ ۱۷ جو ملکہ خطہ قیصر ہند کو فیصلہ خصوصیات میں مشورہ دے ۱۲ تشریح ۱۲ الگ پر کھ

اس کام میں کسی کسی رحمتیں اٹھائی ہیں۔ آج کئی شہر میں شہر و شہر کی لالٹ لکھنی چاہو تو ایک عمر صرف کرو تب کہیں بہزار دقت طیریں (سامان یا مواد) مہیا ہو۔ تو ان لوگوں کو صدمہ مختلف الاثر مختلف الازمنہ مختلف الالکئہ۔ راویوں کی لالٹ (حالات) کے تحقیق کرنے میں کسی کچھ جاں فشانی کرنی پڑی ہوگی اگر فلاج عاقبت کی دھن نہ ہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیاوی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سر انجام کرا سکتی۔ بہر کیف جو کچھ ہی جو ہر شہر کی نظر میں بے بہا ہو۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عہد نبوت کی نہایت عمدہ تاریخ ہو۔ میں اس کو اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجزلے متن قانون کے ہو اور حدیث اُس کا ضابطہ کار روئی با اس ہمہ حدیث پیاری تو ایسی کس پیروی کی حالت میں ہو کہ مولوی بھی سب نہیں بلکہ معدودے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اُس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں ورنہ اور کسی مسلمان کو اس سے سروکار نہیں۔ ذرا مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو تو دیکھو کلام خدا کے ساتھ وہ بے اعتنائی۔ قل رسول سے ایسی بے تعلقی ۵

جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

پھر ایک بڑی قباحت فن حدیث میں بھی ہو کہ احادیث کے جمع کیے جانے کے میرے نزدیک دو سبب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کو جناب رسالت مآب کے ساتھ محبت نہیں بلکہ عشق تھا جب تک پیغمبر صاحب زندہ رہے ہر وقت صحابہ اُن کی گھیرے رہتے تھے۔ جب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا۔ صحابہ کو ہر وقت اُن ہی کی یاد گار تھی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کی حیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی ضرورت پیش آتی تھی کیا۔ اور پیغمبر صاحب سے پوچھ آیا۔ جب پیغمبر صاحب کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا صحابہ کو بڑی مشکل پڑی کیوں کہ اپنی ضرورتوں کے علاوہ اب پیغمبر صاحب کے ذمے کام بھی ان ہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک سے ایک پوچھتا۔ بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبر صاحب کے روبرو پیش آیا تھا۔ اور حضرت نے کیا فرمایا تھا۔ سلطنت

۱۲ مختلف زمانوں میں ۱۳ مختلف مکانوں میں ۱۴

پیغمبر صاحب کے زندگی کے زمانے سے اَصْحَافًا مُصَافَعَةً بَطَّحَ کُنْیَ تَحْیَ۔ اور بڑھتی چلی جابری تھی۔ یوں پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی۔ ملک داری کی ضرورت تھی۔ حدیث کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور ان ہی احکام فقہی کے استنباط کی غرض سے ان کو جمع کیا گیا ہے اور چون کہ اقل زمانہ نے فقہ کو بے کار کر دیا جیسا کہ میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی بیان کر چکا ہوں۔ تو جہاں تک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانان ہند کے حق میں بے کار ہیں۔ حدیث پر اگر پیرمی نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے مگر جس قدر ہے اُس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حدیث کا ہیڈنگ یا عنوان یا خلاصہ نہ مضمون جس کو اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اس احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجودہ کے مطابق بکار آمد کر لی جاسکتی ہیں۔ مگر کس میں اتنی ہمت ہو کہ تراجم الاحادیث کے بدلنے کا نام لے۔ اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے سوسلمان ایسے خشکی اور غمّی ہیں کہ ایسی کتاب کو ہاتھ بھی تو نہ لگائیں۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب ایک سانچہ ہے جس میں دل ڈھالے جاتے ہیں۔ اور میں بالکل اس کے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچے میں مذہب ڈھلتا ہے ایک اسلام تو اس شخص کا جس نے درخت بیۃ الرضوان کو اکھڑا کر بچھا دیا تھا جس نے یہ کہہ کر جر اسود کو ڈانٹا اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجْرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَنْصَعُ وَ لَوْ کَا اِنِّیْ دَايْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَبَلَکَ مَا قَلْبُنَاکَ دِیْنِ جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا جس نے کَانَ تَا عَلٰی عَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَحْرَمُهُمَا دونوں تھے رسول خدا کے زمانے میں اور میں اُن کو حرام کرنا ہوں اکابر

۱۰ حدیثوں کے عنوان اور خلاصہ ۱۱ اُس بیت کا نام ہے جو ایک خاص مقام پر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے بیعت لی تھی اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ خدا اُن لوگوں سے راضی ہے اس وجہ سے اس بیعت کا نام بیۃ الرضوان ہوا اور چون کہ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے واقع ہوئی تھی اس لیے اسے اُس درخت

کر کے متعہ النکاح اور متعہ الحج دونوں کو منہای کر دی۔ اور ایک اسلام ہمارا ہو کہ زوالِ سلطنت اسلامیہ کی وجہ سے گویا مذہب کو نقوہ مار گیا ہو اور آدھے سے زیادہ اس کے دھڑیل جان نہیں۔ اتنا نہیں کر سکتے کہ بیمار کی کروٹ تو بدلوادیں۔

مذہبی تعلیم اور میرے لکھ دو نولوں کا خاتمہ یہ حدیث کی سند جس کو اجازت بھی کہتے ہیں حدیث کی کم سے کم چھ بڑی ضخیم کتابیں جو صحیح شیعہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حر فافا فافا سلم اللہ سے لے کر ترمذی تک ہر دو غایۃ معینا میں داخل شیخ یعنی استاد کو منائی جاتی ہیں۔ اکثر یوں ہوتا ہو کہ تلامذہ حلقہ کے شیخ کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں اور شیخ اور دوسرے شاگرد مستمع بن کر کاتھا قابل دید ہوتا ہو کہ کیا شاگرد کیا استاد ایک سے ایک مستعجب کہ جلد سے جلد اور بہت بہت ہو ایسی بجا کا بھاگ میں کسے فرصت کہ تصحیح الفاظ یا حالات یا تنقید اسناد یا تحقیق مطالب کی طرف متوجہ ہو۔ بالا چھوٹھی پائی۔ اتنا غنیمت ہو کہ تمام دن دوسرے درسی علوم سے فارغ ہونے کے بعد حدیث کی سندی جاتی ہو۔ اور حدیث کے پڑھنے والے اکثر کامل الاستعداد ہوتے ہیں ان کو پڑھنے کی تو حاجت ہوتی نہیں صرف اداسے رسم کے لیے سینک بٹا کر پھر اپنا پڑتا ہو یہ رسم فونہری مسلمانوں کے (اور مسلمان بھی عالم) مذہبی خیالات کا۔ مدتوں میری سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ حدیث کی سند کیا چیز۔ اور ایک شخص جو سب سے بدستاد حدیث سمجھتا ہو اور کوشش کے تو سیر اور اسماء الرجال کی کتابوں اور شروح اور حاشی کے سہارے سے حدیث کا کھوٹا کھرا بھی کر سکتا ہو پھر وہ محتاج اجازت کیوں ہو۔ ڈر کے مارے کسی سے پوچھا تو نہیں آپ ہی غور کرتے کرتے یہ بات خیال میں آئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچن اور ہمہ وقت اُمت کی ہدایت میں مصروف رہتے تھے یعنی ان کے تمام احوال و اقوال اور حرکات کی علت غائی تھی اُمت کی اصلاح اُمت کی تعلیم اس طور پر حدیث جزو رسالت ہو اور اس کی روایت میں من و صحابہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت احوال و شیعہ نبوی تو پیغمبر صاحب کے کہیں لے یہ علم خاص حدیث کی پرکھ کے واسطے موضوع ہوا ہو جن سے محبتوں کے حالات ذاتی کی تشریح معلوم ہوتی ہو

ڈیڑھ سو برس بعد جا کر لکھی جانی شروع ہوئیں۔ اس وقت تک روایت سامعین سامع
ہوتی رہی اور اب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی جا رہی ہو۔ مانع تو سمجھ میں کیا اگر طریقہ درس
اس وقت تک بچوں کا کھیل ہی معلوم ہوتا ہو

مُسَدِّس

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشمولہ قصہ مبتلا حبر کو مولوی عارف محمد نذیر احمد خاں
صاحب نے حسبِ توجہت جانا خاں بہاؤ دہا سر محمد حیات خاں صاحب نے انجمن و
سر سید احمد خاں صاحب نے ڈرمی کے اجلاس میں بحیویشن کانگریس منعقدہ
۲۸۔ دسمبر ۱۸۸۵ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑھا۔

دنیا عجب مرحلہ بے ثبات ہو	ہر ایک ذمی حیات کو آخر مات ہو
یاں امن ایک لحظہ نہ دن ہو نہ رات ہو	جس کو فنا نہیں ہو وہی الیقات ہو
ہمیشہ ہر موت تک لگائے کھین میں	
سے جاسے گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں	
ایسا مکان بتاؤ کہ بن کر گرانا ہو	پیدا ہوا ہی کوئی بشر جو مرانا ہو

ہر کوئی حال جس میں تغیر دراندہ ہو	حادث نہ ہو تو مدخل چون و چرا نہ ہو
فانی ہر ایک چیز ہی فانی جہاں ہی مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہی	
اعمال نیک ہیں تو زمرہ کے ہیں قصور	خداست کو لوٹد یوں کی جگہ دست بستہ ہو
ہر طرح کا ہو عیش تو ہر طرح کا سرور	یعنی خلاصہ یہ ہو کہ راضی ہو ہے حضور
خوشنودی سے خدا ہی عبادت کا دام ہی جنت بھی اے رضاے آہی کا نام ہی	
اور ہیں عمل بڑے تو ہوئی عاقبت نراب	ایذا نیک طرح کی اقسام کے عذاب
اور سب سے بڑھ کے خالق کو نین کا اعتبار	اگر پوچھنے پر آئے تو کیا بن پڑے جواب
حق کو جو ناپسند ہو لٹ ایسے کام پر مالک ہی خوش نہیں ہو تو لعنت غلام پر	
توفیق کا نیک نہیں امر کو کم دے	دل میں صلاح دے ہیں طبع سلیم دے
شوق سلوک جاوہ مستقیم دے	ایمان در میا نہ امید رویم دے
ہم کو نہیں ہو بحث عذاب و ثواب سے تیری رضاے ہیں تیری جناب سے	
اٹھ جائے دل کی آنکھ سے سب کچھ	دنیا دکھائی دینے لگے نقش سطح آب
دور سے میں رونما ہو حقیقت کا آفتاب	لَا رِبَّ قَدِيمٌ وَخَيْرٌ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ
اٹھل جائے اصل راز حیات و مرگ کا ہو ایک حال ماضی و مستقبلات کا	
دل لوٹ حب دولت نے نیا سے پاک ہم	دے وہ غمنا کہ آنکھ میں کیسے خفاک ہو
لے یعنی قرآن میں جو کچھ ہو اس میں شک و شبہ نہ ہو ۱۳۰	

لا بچ ہو فاکے کا نہ نقصان کا باک ہو	دیں شغف ہو دین میں ہی انہماک ہو
فسق نیاز فرس تر میں پر پڑا ہوا ہمت کا پاؤں عرش میں پر پڑا ہوا	
ہر دم خیال موت کا پیش نظر ہے رہ رو ہیشہ چاہتے باندھے کر رہے	جب تک جیے جیے جب اجل کی مر ہے دنیا وطن نہیں ہو کہ آئے پسر رہے
آئے ہیں ہم جہاں میں تو جانا ضرور ہے سارا ہی قافلہ سر راہ مرد رہی	
پھر بعد مرگ کیسی بنے کچھ خبر نہیں پر کیا ہی ڈھیٹ ہم ہیں اس کجی ڈور نہیں	یہ وہ خطر ہے جس سے کسی کو مغر نہیں عقل معاوضے ہمیں بہرہ مگر نہیں
رب العباد نعمت فکر معاد دے منکر معاد دے ہمیں ذکر معاد دے	
کیا جانے خلیسے ہدایت ہمیں نہیں فی الاصل کچھ ضرورت حاجت ہمیں نہیں	یا سوچنے کو عقل و درایت ہمیں نہیں پر ہائے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں
ہم دیکھتے نہیں کبھی عن اکرن گاہ سے سنتے نہیں ہیں بات کوئی انتباہ سے	
غفلت کر رہی یہ ساری شرارتیں اللہ رے دلیریاں بل بے جراتیں	بنوا رہی ہو رہنے کو بچی عسارتیں دنیا کاتیں دین کی کر کے خسارتیں
<p>۱۲۱۲ مصرعیت ۱۲۱۲ اس میں اشارہ ہو طوط حدیث کئی فی اللہ لیا کائنات عریض و عاتق سبیل و عل نفسک فی اہل القبور رواہ البخاری کے ۱۲۱۳ اس میں اشارہ ہو طوط کسر منابہ ادم اور بخت بنی سلم اور نزول قرآن مجید کے ۱۲۱۴ عقل و فہم ۱۲۱۵ آگاہی اور بیدار مغزی ۱۲۱۶ جہاں سے نفع دلیری ۱۲۱۷ خسارہ یعنی نریان و نقصان ۱۲۱۸</p>	

غفلت کا کر علاج کہ اہل مرض ہی یہ تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہی یہ	
غفلت نہ ہو تو کینہ و بغض و حسد نہ ہو بھائی کی پیٹھ پیچھے کبھی ذکر بند نہ ہو	جھگڑانہ ہو لڑائی نہ ہو ر دو کہ نہ ہو انسان مشارک صفت دام و دوزخ نہ ہو
غفلت سے اس جہان میں سارا فساد ہے غفلت کو آؤ مار پٹائیں جہاں رہو	
مخلوق ذی شعور ہو تو ہوشیار رہ دنیا کا کاروبار کرو دیندار رہ	مت مستند زندگی مستعار رہ امیدوار رحمت پروردگار رہ
کس نے کہا ہر تجھ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ بھڑ بیٹھ	
کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا سر کردہ بائے امت خیر الانام کا	اصحاب کا ائمہ عالی مقام کا سکہ بٹھا گئے جو محمد کے نام کا
دن میں سے ایک بھی کبھی برا ہیٹ ہو کوئی دنیا کو کھو کے دین کا طالب ہو کوئی	
دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں فریال روٹی کی باہر از شفقت ہوئی سبیل	گرسنگیوں میں دیکھو تو نافرمانی زویل کپڑے کے واسطے وہی ستار ہو کفیل
گرمی کے دن تو خیر کسی ڈھب گزر گئے جاڑا جو آیات کو ٹکڑے ٹھٹھڑ گئے	
افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں مبال	افلاس ہی ہمت دہہ تعزلی کلال
۱۵ سہ دار ۱۲ نصاریٰ میں جتنے ہندو جو گویں سناسیوں کی طرح ترک دنیا کرتے تھے اُن کو راہب کہتے تھے اس طرح کی ترک دنیا کی اسلام میں سخت مانعت ہو لاکھبائیتہ فی الکائنات ۱۲	

افلاس کہی دیتا ہر انسان کو پائمال	ڈرلو کہ پست ہمت و سست فی خیال
مفلس کہ اُس غریب کی دنیا نہیں درست مشکل کہ اُس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست	
اور شاذ اگر ہو کوئی محتاج دل غنی	سمجھا کہ یہ جہاں ہو جہاں گزشتنی اُس کو نہ دوستی ہو کسی سے نہ دشمنی
ایسا بزرگ شک نہیں اس میں کہ نیک ہو پر قوم کو ہوانہ ہوا دونوں ایک ہو	
سوچو تو کچھ بھی نیت کو نسبت ہو بہت سے	تم چاہتے ہو کام پابندی کا پس سے کوڑھی تو لے اور ہار کوئی فائدہ مست سے
کیا خیر ہو سکے گی بہلا تنگ درست سے	
کیا اُس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس دنیا میں حیل سے بھی ملا ہو کسی کو ماس	
گر مجھ سے پوچھتا ہو حقیقت میں منہ نہیں پر چاہیے ہو اس کے لیے نقد استیں	ایصال نفع ہو مرے نزدیک اصل میں خرسن بیمار خواجہ کہ بسیا خوش نصیب میں
دیں گے درست کرنے کو دنیا ضرور ہو دنیا نہیں تو یہ دعویٰ دین مکر و زور ہو	
دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو ایثار و بذل وجود و محقق کہاں سے ہو	اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو مصدر ہی جب نہیں ہو شوق شوق کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً ہر اکس یہاں سے کھینچنے لگتا ہوں کیا کہا	
امکن نہیں ہر دین میں دنیا نہ ہو درخیل	ایسا خیال کر نہیں سکتا ہو کوئی عقیل
۱۲ دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا ۱۲ سے بچ کر ۱۲۔	

پروردگار جس کا نہیں ہو کوئی عدیل	کیوں چاہتے لگا کہ مسلمان نہ فریاد لیل
عزت ہو سب خدا کی خدا کی رسول کی	پھر اُس کی جس نے دعوتِ ایمان قبول کی
اس واسطے جو مشر فی القرون تھے	اور کلمہ عمارت دیں کے ستون تھے
اُمت کو کائنات جو بھی رہ نمون تھے	اور مرجع ضمیر ہم اُمّتہ شون تھے
دنیا میں رہ کے دیں کا ترنا سکھا گئے	دونوں کے جمع کرنے کا رستہ دکھا گئے
راوی نے یوں لکھا جو جنابِ نمر کا حال	جن روز واکِ پامیر تھے ہدایتِ جلال
اپنی ہی دستِ خاص پاتھا کی سفال	تاریخ میں دکھائیے ایسی کوئی مثال
شاگرد تھے نبی کے پیر کے تھے جلیس	دُنیا کو جانتے تھے پر پڑنے نہیں
یُسرا کی تھا فرغِ عبادت کے واسطے	کی سلطنتِ فلاح رعیت کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی عہد کے واسطے	القصد جو وہ کرتے تھے اُس کے واسطے
اُن کو کسی طرح طبعِ سیم و زر نہ تھی	ہرگز انہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی
فیضانِ صحبتِ نبوی سے تھے مستفید	دیکھا انھوں نے نورِ رسالت کو چشمِ دید
پیدا ہوئے سعید جیسے اور مرے سعید	تھی اُن سے خواستگاری دنیا بہت دید
لیکن یہ انتظام آگاہی ہو خدا باریاں	
<p>۱۱۔ اس حدیث میں خیر القرون قرنی کی طرف اشارہ ہو مشر یعنی گروہ پس مشر فی القرون سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام مراد ہیں ۱۲۔ یہ مضمون اُس حدیث مشہور کا ہر اصحاب کا لفظ جو اُمّتہ شون اُمّتہ شون اُمّتہ شون ۱۳۔ یہی لوگ برہانیت ہیں یعنی اُمّتہ شون کی ضمیرہ مرجع وہی لوگ تھے ۱۴۔ ۱۵۔ کچر نمبر ۱۲۔</p>	

چڑھتا ہو یا مری کوئی بے وضع زرد بال		
زباں تھی اور ملک ستانی کا اہتمام	دیکھو اگر یستین نہ آئے فتوح شام	
دنیا میں اُن کی دین تھا کمالِ فتح فی کلّ عام	دونوں کا پاس کرتے تھے نصہ ہوتا	
بد لا اسی سبب سے زمانے کا طور ہو		
اسلام جب کا اور تھا اور اب کا اور ہو		
دنیا سے اُن کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز	اسلام کی تو ہو ہی چکی ہوتی رنجیز	
کھا جاتے لوگ گھوڑے آنکھوں سے تیز	تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مرز	
پھر کون پوچھتا تھا خدائے یگانہ کو		
پاتا نہ کوئی زندگی جاودانہ کو		
اب بھی جو دیکھتے ہو انہیں کا طفیل ہو	کم بیش سب کو جانبِ توحید میل ہو	
اعمالِ شرک جو خشنِ خاشاکِ سیل ہو	اتنا بھی گر نہ سمجھے تو انسان سیل ہو	
شکر کی کوئی شکر نہیں تھا خدا قبول		
اُس کی دعا قبول نہ کچھ التجا قبول		
الفصّۃ اک وہ دین تھا دنیا کا دوستدار	واعظ ادیب ناصح مشفق صلاح کار	
مونس رفیق موجب تسکینِ غمگسار	ہمدردیے ریا ہوا خواہ جاں نثار	
وہ کہینچھا تھا بار اسیر و فقیر کا		
دنیا میں اُس میں ربط تھا شاہِ وزیر کا		
اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھوٹی موٹی	دنیا میں اور دیں میں گانے لگے دوٹی	
پھر قاتلِ مومن قاتلِ نارسا ہوئی	شیرِ مرن گیا جو حقیقت میں غمی سوئی	
۱۵ سیر مئی ۱۲ صبح جیسے کھانے میں تک ۱۲ گھنٹے کج دار مرز سے مراد ہو تکلیف مالا یطاق کیوں کہ		
یہ تھا کہ اور گرنے نہ دے طلبہ محال ہو ۱۲۔		

<p>دیں کے عوض تھب اوہام رہ گئے دیں دار اصل مر گئے بدنام رہ گئے</p>	
<p>دنیا گئی کہ ہم نہ ہوئے اُس کے خواستگار مسجد میں وعظ کتنا تھا منبر پر آشکار</p>	<p>اور کیوں کہ تھے مولوی جنت کا چوہ دار مفلس بمیر مومن و دست طلب بدار</p>
<p>دنیا و دیں کے ربط کی رسی کو کاٹ کے دھوبی کے کتے ہو گئے گھر کے نہ گھاس گئے</p>	
<p>ادبار کا یہی تو ہی سب سے بڑا سبب دنیا بغیر سخت مصیبت ہی روز و شب</p>	<p>دنیا میں دیں میں علوت اے غضب لازم ہو دین کا بھی کما حقہ ادب</p>
<p>خستہ ہوئے خراب ہوئے ہائے مٹ گئے ان دونوں کی لڑائی میں ہم مفت چٹ گئے</p>	
<p>دل بھگ گیا ہر دیکھ کے دنیا کا انقلاب دیں خدا پرست وہ دنیا کے فحیاب</p>	<p>افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب آپس میں رحم و لطف عدو کے لیے غذا</p>
<p>مسجد میں سرسبز ہر پڑے ہیں زمین پر میدان میں چٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر</p>	
<p>یعنی وہ مولوی جو ریاست و عطا کتا ہوا اور رہبانیت کی تعلیم کرتا ہوا اور خود حصول دنیا میں غرق ہو کبھی تعمیر مسجد کو ذریعہ حصول مال کا کرتا ہوا کبھی تعمیر مدرسہ کو یہ مولویوں کے کربوت میں جیسی صوفیوں کی ترکیب تھی اور ہوا کبھی خانقاہ و عرس کو ذریعہ حصول مال کا کرتے ہیں ریا آیتھا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار و الرهبان لیا کون اموال الناس بالباطل یصدون عن سبیل اللہ ترک دنیا بمر دم آموزند بخوشتن سیم غلام اندوزند ۱۲۷۵ھ اشارہ ہو قرآن مجید کی اس آیت کی طرف محمد رسول اللہ و الذین معہ اشد اعلیٰ الکفار رجما بیکم و یدھم رکعوا سجدا یسعون فصل من اللہ و رضوا انما سیکما هم فی وجوہہم من اکثر السجود ۱۳</p>	

لوگوں کو گر مناصب دینا گناہ ہوں	داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں	اُن کا تو دیں ہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں
اگلے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے	پیشانیوں پر اُن کے تھے گھٹے ناز کے
معمور میں خزانہ انعام کر دگار	بے انتہا و بے حدود بے حصر و بے شمار
وہ چھینتا نہیں ہر کبھی دسے کے اک بار	شایاں اُسے نہیں ہر کہ بند کُٹ دے دہار
دنیا بدل گئی ہمہ نعمت بدل گئی	اس واسطے کہ قوم کی ہمت بدل گئی
افسوس قوم میں عصمت نہیں رہی	ہم میں کسی طرح کی قربت نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی	جرات کہاں ہے کہ ہمت نہیں رہی
ہم میں ہر اک بشر کے خیالات بست ہیں	پس لا جرم ذلیل ہیں اور تنگ دست ہیں
اُمّ قوم یہ تباہی و افلاس جائے شرم	اُمّ قوم یہ تعصب و وسواس جائے شرم
اس درجہ ضعیف قوت احسان جائے شرم	تقصیر فی مقابلۃ الناس جائے شرم
تم اور تمہاری نسل ہو مشغول کھیل میں	اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں
کیا خوب کہ گیا ہر کوئی شخص خوش خصال	لفظ عرب میں نحن رجال و ہم رجال
اب اے عزیزِ و تم سے ہمارا یہ سوال	کیوں گیا ہر قوم کی حالت میں اختلاف
<p>۱۱ یعنی اصحابِ رضا کا ۱۲ اے اشارہ ہر طرف ایت ماکان اللہ معنی اَعْمَدُ اَنْصَرِبَا اَعْلٰی قَوْمِ حَسْبٰی یَغْفِرُوْا مَا یَا فَنَفْسِہُمْ کے ۱۲ اے ایک دوسرے کی طرف داری و حمایت ۱۲ اے فضیلت ۱۲ اے یعنی لوگوں کے مقابلہ میں پہنچا ہونا شرم کی بات ہو ۱۲ اے ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں ۱۲ اے خلل ۱۳۔</p>	

اقدام روزگار میں ہمیسٹے ہو کس لیے	
بے وقتی کی خاک پہ لیسٹے ہو کس لیے	
کرتے تم میں صاحبِ بقدر کیوں نہیں	لوہا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں
مٹنے پر تمہارے حسن نہ ہو نور کیوں نہیں	دل قوم کے شگفتہ و مسرور کیوں نہیں
آخر تمہاری قوم یہ یہ کیسا وبال ہو	
جس شخص پر خیال کرو خستہ حال ہو	
جب تک ہمارے مہینے جھگڑیں رہا	ہم میں کسی کو تکلیفِ معیشت نہیں رہا
کس کس کا نام لیں کہ چنناں و چنیں رہا	ہر فردِ عاقبت سے غنا سے قریں رہا
ہم مالکِ فرائین روئے زمین تھے	
اہل زمانہ و ملتِ طیبہ خوشہ چین تھے	
ہم کو خراج دیتے تھے دنیا کے بادشاہ	تھی مزینِ انام کبھی اپنی بارگاہ
اس میں بقدرِ ذرہ نہیں شک و شبہ	تاریخ ہو ترقی اسلام کی گواہ
جن کو ہمارے ساتھ در لعل التفات ہو	
ہم ان پہ حکمِ راء تھے ابھی گل کی بات ہو	
ہم نے بنایا اہل جہاں کو خدا پرست	ہم نے دلایا یادِ انہیں وعدہ سلامت
ہم نے کیا بتوں کے تین سرِ سخن بوسیت	ہم نے اتارا لٹے صہبائے ایمان بست
شایستگی کی بیل ترقی کے ساتھ کی	
پودا اس کی ہو لگائی ہوئی اپنے ہاتھ کی	
کچھ ایسی اپنی بات بن گئی تھی ان فنون	سامری زمیں پر اپنی دو عالمی تھی ان فنون

لے کلیہ ۱۲ سے جاسے رجوع خلق ۱۲ سے اشارہ ہو اس کی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی روجوں سے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ۱۳؟ سیکے کہا ہاں ۱۴ لے شہرابی ۱۴۔

گردوشی تھی یا کہ لڑائی تھی اُن دنوں	ہر حال میں ہماری بڑائی تھی اُن دنوں
کیا فضل کروگا رتھا کیا اُس کی شان تھی	اسلام تھا کہ دولت و ثروت کی کان تھی
نیمہ و فراغ دولت و حشمت ہزار حیف	وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف
عزت ہزار حیف حکومت ہزار حیف	صد حیف قابلیتِ نعمت ہزار حیف
گو جو بعد کو رشتہ العذاب ہو	یاد از قبیل لیت یعود الشباب ہو
کیا فائدہ جو تیز کرے ماضی کریں	کیوں یاد رنگاں میں ماتم بپا کریں
بے سود گرچہ تا بہ قیامت بکا کریں	اک امر اختیار سے خارج ہو کیا کریں
فرہاد وار و سردار جوئے شیر کیا	اب با چکا ہو سانپ تو بٹھیں لکیر کیا
بچہ بھی ہو اک و جہاں سب بڑی	قسمت ہمارے ملک کی اچھوٹ جالری
جن کو فلاح خلق ہو منظور ہر گھڑی	لیکن شکل ایک بڑی سخت آٹری
نا واجب اڑ کے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر	سیا سے تڑپ رہے ہیں کنائے فرات پر
دروازہ کون سا ہو جو ہم پر کھلا نہیں	ناممکن الخصوا کوئی مدعا نہیں
مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفریق نہیں	آزادی اس قدر کچھ انتہا نہیں
بے جوتے بوئے اب لگے کا اناج کیا	

۱۵ حدیث کُودُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ۔ یعنی ہم اللہ سے بننا مانگتے ہیں اُس کی سے جو زیادتی کے بعد ہو تو بعد کو بڑا عذاب ہو مگر اس کا یاد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گئی ہوئی جوانی کی پھر تکرار کرنا ہو ۱۶ ۱۵ یہ ایک مشہور قصہ ہے کہ فرما دہی مشوقہ شیریں کی فرمایش سے پیارا کاٹ کر دودھ کی نہلنے کی فکر میں تھا ۱۷ ۱۲

ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اس کا علاج کیا	
اس ضدِ احمقانہ کو لٹھ کم کرو	جانوں پر اپنی بہرِ خدمت ستم کرو
چاہوں میں بڑا کھوٹا ٹھہر کم کرو	پر روٹیوں کی منکر تو بہرِ شکم کرو
ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہو بسیار کو دوا نہ بتائیں گناہ ہو	
پھر بھی تم ہی تم ہو اگر دل ٹھکان لو	وہ رقتِ آب نہیں ہے کہ سینہ جُسنان لو
ہو علم پر مدد اسے خوب جان لو	اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو
رکھتی ہو اپنا وقت مناسب ہر اک شو تسلوٹ تاکجا و پس پیش تاب کو	
لیکن مراد علم سے علم جدید ہو	یورپ میں جس سے رونقِ کلِ مینِ مرید ہو
ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہو	یہ ہو تو پھر تمام زمین زر خرید ہو
ایسی چلیں چلیں کہ طلسمات کر دیا ان کافروں نے سب کے تئیں مات کر دیا	
یہ علم گر نہیں ہو تو فضل و کمال ہیچ	منسٹرِ اویس بہ شاعر شیریں مقال ہیچ
دابِ مناظر و جواب و سوال ہیچ	تقیقِ مستی نہ راہِ درِ ملا جلال ہیچ
ہم نے تو قیل و قال میں کی عمر رانگیاں یورپ نے ہائے لوٹ ایسے چننا گنگاں	
ہم میں سے کج جو علمئے ٹھول ہیں	مخدوم ہیں کہ خادمِ شرعِ رسول ہیں
عابد ہیں یا خدا ہیں تقدیرِ غول ہیں	لیکن مہمالات میں ایسے ہول ہیں
لے ٹال ٹول ۱۲ لے کچھ اور بھی ہو ۱۲ لے یہ دونوں کتابیں منطق کی عربی میں مشہور ہیں ۱۲ لے عالمیت ۱۲ لے راست گو جس کی گواہی قبول ہو ۱۲ لے	

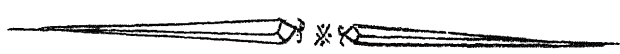
	سمجھیں نہ وہ حساب کا ادنیٰ سوال بھی اچھریا روایہ پڑھنے کا کوئی مال بھی	
درماندہ سے امید شفاعت ہو چکی بس کوٹ دو بساؤ کر یاں تہ ہو چکی	اُن کے لئے تلافی مافات ہو چکی بیمار جاں بلیک مداوات ہو چکی	
	دیں دار مدعی تھیں دنیا سے کھوئیں گے یہ ناخدا جہاز تھا راڈ بوئیں گے	
کل منقین بہ قبضہ اہل فرنگ ہیں مقلج ہیں غریب ہیں مغلس ہیں تنگ ہیں	واللہ سائے اپنی خرابی کے ڈنگ ہیں بٹھے ہوئے دلوں پہ تحسین کے رنگ ہیں	
	ہم اچھا پیٹ پالے ہیں پیٹ پیٹ کر انگریز ماری لے گئے دولت گھسیٹ کر	
ہم کو خدا نخواستہ کچھ اُس سے سیر ہو سجد نہ ہو تو صومست بہتر زدی ہو	یورپ اگر چہ لے گیا بازاری تو خیر ہو وہ صاحب کتاب ہو ہر چند غیر ہو	
	ہندو اٹھاتے بیٹھے ہیں سر آسمان کو ہم نوچتے ہیں گے کس کس کی جان کو	
بے جہد کے کسی کو کبھی کھپہ نہیں ملا یورپ نے کچھ خدائی کا ٹھیکہ نہیں لیا	کوشش کرو تو غیبت ہوں جا تیں روا ہم کو توقعات نہ رکھنے کی وجہ کیا	
	دو تین چار ہاتھ کھسکنا ضرور ہو مانا کہ ہم سے منزل مقصود دور ہو	
سمجھانے اور کئے کا مطلق اثر نہیں کیوں بجائیو کسی کی توجہ ادھر نہیں	قسمت کی خوبی دیکھو کتاب بھی خبر نہیں جس سے رفقاء قوم ہوا ایسا ہنر نہیں	
۱۵ جو بیرون فوت ہو گئی بیٹھے ہاتھ سے جاتی ہے ۱۲ ۱۱ علاج ۱۲ ۱۳ معبد نصاریٰ ۱۲ ۱۳ ہندوؤں کا مندر ۱۲		

	<p>کرو اور نہ صواب پر اصرار کرس یئے آنکھوں سے دیکھتے ہو تو انکا کرس یئے</p>	
<p>يَا رَبِّ قُلُوبَ عَصِيَّتَانِ ابْنِ اَصْحٰبِكَ لَسْتُ شَفِيعًا لَكَ يَا كَرِيْمًا كَذٰلِكَ</p>	<p>الرُّشْدُ وَ الْهُدٰى وَالْفُورِي يَدِيكَ لَمَّا قَضَيْتُ سَاوِيَهَا جَانِبَا الْيَدِيكَ</p>	
	<p>ہوں برسر عروج خیالات قوم کے شایان شان قوم ہوں حالات قوم کے</p>	
<p>سب جانتے ہیں علم اسباب ہو جہاں اس قاعدے سے بھاگے جانے کوئی کہاں</p>	<p>ہر واقعہ نتیجہ علت ہو یہ کہاں جاری ہو یہ زمین سے لے تا آسمان</p>	
	<p>یہ ضابطہ جدید نہیں سرسری نہیں اسلام بھی عموم سے اس کے بری نہیں</p>	
<p>دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا راہ خدا میں جان تلک کا بھی ڈرنہ تھا</p>	<p>تھا مژدہ شمی صرف دعا کا اثر نہ تھا مومن نہ تھا کہ جس کا ہتھیلی پہ سر نہ تھا</p>	
	<p>ان معروکوں میں کتنے عزیز و کچھوں بہا اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا چھو بہا</p>	
<p>تھی نادر شرک سارے زمانے میں مشتعل اہل کتاب تک اسی آفت میں لگن</p>	<p>روئے زمین پہ زور بدایت تھا مصلح بس دوطرح کے لوگ تھے یا ضال امیل</p>	
	<p>شیطان کی جہاں میں ٹہائی پھری ہوئی</p>	
<p>۱۷۱۰ء عرب ہماری قوم کے دل تیری رو انگلیوں کے بیچ میں ہیں سیدھے رستے پر چلا جانا اور مطلوب پانا تیرے ہی ہاتھ میں ہے ۱۲۷۵ھ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تیرے نزدیک ان کی عزت نہ تھی شیعہ لاتے ہیں ہماری تمام جاتیں جو تجھ سے متعلق ہیں ضرور پوری کر ۱۲۷۵ھ کو شش کا صلہ ۱۲۷۵ھ یعنی خون گرا ۱۲۷۱ھ ۱۷۵۵ھ تاوان معاوضہ خون ۱۲۷۵ھ یعنی گمراہ یا گمراہ کرنے والے ۱۲۷۵ھ۔</p>		

یعنے خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی	
اہل عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب	جیسے بلا مبالغہ چپ نوٹی بہر اکباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں التہائے	اگر بات پوچھتے تو ملے جنبیہ جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو بیرے رٹنے پہ مستند ہوئے سچی کہ کٹ مرے	
سفاک کیلئے نہ تو زستم گر سہ تیز ہو	بے رحم سنگدل تہم زد درشت خو
غارت گروں کو اہل قوافل کی جستجو	اس ٹوہ میں سدا پڑے بھٹے تھے چارو
صحرا نورد وحشی و خانہ بدوش تھے اوٹوں کو پالتے تھے بس اتنے ہی ہوش تھے	
اُن کو نظر نہ تھی نہ زریاں پر نہ سود پر	اگر بار سب لٹا دیں گے آجائیں جو دہر
جانیں نثار کرتے تھے اپنے وقود پر	مرتے تھے فخر دعوت و نام و نمود پر
برداشت کرنے سکتے تھے از بسکہ ہیٹیاں کم بخت مار ڈالتے تھے اپنی سیٹیاں	
محموم تھے بھی بعض تو صرف از بے نام	کیا جانیں ایسے لوگ سیاست و نظام
اک رنگ میں رنگے ہوئے چھوٹے بڑے تمام	دادوں کا لیتے پو تو بڑے تو بڑے استقام
ہر قوم سے طناب عداوت تنی ہوئی بارہ مہینے اُن میں لڑائی ٹہنی ہوئی	
تھے گرچہ علم و فضل لیا قہ سے یہ نصیب	لیکن ہر ایک باغ فصاحت کا غنڈیہ
ترکیب اُن کی بولی کی واقع ہوئی عجیب	جادو اگر نہیں ہو تو جادو کے ہر قریب
۱۵۔ یہ حال اہل عرب کا تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۶۔ از و خد شدن آتش ۱۷۔ خمر کی ایک قسم ہے۔ ۱۸۔ کینہ کش ۱۹۔ ۲۰۔ جمع قافلہ ۲۱۔ سخاوت ۲۲۔ مکان ۲۳۔ شیع سیاست ۱۲۔	

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرز بیان سے باتوں میں بھول جھڑتے تھے اُن کی زبان سے	
ابا ان کہ شہر مکہ میں تھا عجب خلیل گھر میں خدا کے سیکڑوں بت ہو گئے خلیل	نالایقوں نے اُس کو کیا اس قدر ذلیل جیسے کہ اُن بیٹھے ہما کی جگہ میں خلیل
کیا انقلاب گردشِ جج کمن کے ہیں یہ بت پرست خلف اُسی بت شکن کے ہیں	
غائب صفت تھی اُن کی خشونتِ باجیل وہ خانہ داریاں تھیں بجائے خوش بال	اس طرز میں شرک کی تھی کیا اہل کیا عیال اک مردِ حق بنی عورتیں چاہے کرے حلال
منکو جھپوٹ جاتی تھی ہذرِ نحیف پر نزلہ گرا ہی کرتا ہر عضو ضعیف پر	
انگشتہ بہو اُن کا طریقِ معاشرت اگر با زمانِ بیوہ کی ارث و تقاسم	شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت دوہنیں اور حقوقِ زنی میں مشارکت
ظاہر خراب اُس سے زبون تر سریر تیں انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیر تیں	
سب اہل روزگار تھے گمراہ یک قلم پر اُس نے عین وقت پر اپنا کیا کرم	مستوجبِ عذاب الہی عرب عجم پیدا ہوئے نجات دہانندہ اُجم

۱۱ یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اُن کے دین کے مدعی تھے اور پھر کعبہ میں رکھ کر بت پرستی کرنے لگے ۱۲ یعنی درستی ۱۳ بہر حال ۱۴ بودا کم زور ۱۵ عرب جاہلیت کا دستور تھا کہ مثلاً باپ دس بیبیاں چھوڑ کر تودہ بیبیاں مثل مال ستر و کبھیوں پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ اور ان کی بیانٹ میں لڑائیاں ہوتی تھیں اس کے علاوہ حقیقی نہیں ایک نکاح میں ہوتی تھیں۔ ان جبری رسول کو اسلام نے موقوف کیا ۱۶ اہل باطن ۱۷ یعنی خدا سے تعالیٰ نے ۱۸ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۹

	بنیاد شرک و کفر وضاحت کی ہل گئی بھٹکے ہوؤں کو منزل مقصود مل گئی	
نشر مندہ جس کے آگے ضیاء آفتاب کی آخر کو راہ ڈھونڈ نکالی صواب کی	کیا عقل تھی جناب رسالت مآب کی تدبیر سوچتے تھے مگر فتح باب کی	
	وہ گمراہی وہ خوئے جہالت نکل گئی تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت لٹ گئی	
ہر چند اُن کو ذاتِ خدا کی پناہ تھی تدبیر صلح و جنگ کی شام و پگاہ تھی	پر مقضائے وقت پہ ہر دم نگاہ تھی جو دوسروں کی راہ ہو وہ اُن کی راہ تھی	
	تقصیر کب درست ہو تدبیر کار میں ہم اُن کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں	
جاگو کہ شرط باندھ کے مردوں سوچے جو کچھ تھیں خدانے دیا تھا سو کھوچے	خارقینِ طوارق تہمت میں بوجھ کے سُن لینا ایک دن کہ مسلمان ہو چکے	
	قسمت میں قوم کی ہر کھچی صبح و شام موت بے حرمتی کے جلنے سے بہتر حرام موت	
جو لوگ ہیں سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ مند پر داز کو خیال کے رکھو ذرا بلند	کرتے ہیں بات بات سے وہ انساب پند مست ہو لڑا بند حیوانی کے پائے بند	
	میری اگر سنو نہیں سمع قبول کرتے غفلت کبھی نہ کیجیو زہنا بھول کر	
۱۷ نا اُمیدی ۱۲۔ ۱۵ حاصل کرنا ۱۲۔ ۱۳ بہرا ۱۲		
		

چوتھا کچرہ جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے چوتھے سالانہ جلسے میں۔ دسمبر ۱۸۸۸ء کو دیا گیا تمہید

یہ پہلا کچرہ جو انجمن حمایت اسلام میں دیا گیا جس دن مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے لاہور کے ایجوکیشنل کانفرنس میں پہلا کچرہ دیا اُسی دن مسبران انجمن حمایت اسلام نے اُن کو گھیر اٹھا کہ ایک کچرہ ہمارے ہاں دیجئے اور اسی طرح مسبران انجمن حمایت اسلام امرت سر اور مسبران محطون ایسوسی ایشن نے۔ مگر مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے غور کیا کہ میں سرسید کے ساتھ ہوں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہیں بنا سکتا آخر یہ کل انجمن حمایت اسلام نے ان کا پٹہ چھوڑا مگر اس کا پکا وعدہ کر لیا تھا کہ ان کے اگلے سالانہ جلسے میں ضرور کچرہ دیں چنانچہ یہ کچرہ وزیر خان کی مسجد میں ہوا۔ اگرچہ لاہور میں یہ سب سے بڑی وسیع مسجد ہو مگر کچرہ کے وقت شروع سے آخر تک اس میں اتنی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ کچرہ دن کے دن بجے شروع ہوا اور نماز ظہر تک ختم نہ ہو سکا تو نماز کے بعد بھی کچرہ کا بقیہ دیا گیا اور یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے سر تک اس کا تسلسل

قائم رہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَحْمَدٌ وَفَضَّلَ عَلٰی سِرِّہٖ الْکَرِیْمِ صَلَّوْا

اے محمد کی کرتے ہیں اور درویشیتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۱۱۔

ابرو باران کی وجہ سے پچھلے دو دن موسم نامساعد رہا کہ جس قدر ازحام کی توقع کی جاسکتی تھی شاید اس میں کسی قدر کمی ہوئی ہو لیکن یہ کمی نمبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں بنی چاہیے

ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

کیا فائدہ ذکر بیش و کم سے ہو گا
جو کچھ کہ ہوا ہو اکرم سے تیرے

حمایتِ اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی لگدگدی ہو۔ ممکن نہیں کہ یہ آواز اس کے کان میں پڑے اور اس کے شوق کو تحریک نہ ہو چاہیے تھا کہ مسلمان اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر کھیاں یا شمع پر پروانے لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتاب ہفت قلم کے حجم سے کم نہ ہوتی۔ اچھا پھر اس مجلس کی شرکت۔ اعانت سرپرستی میں مسلمانوں کی طرف سے وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوتی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ کیا لوگوں کو اس انجمن کی خبر نہیں یا اسلام محتاجِ حمایت نہیں یا جس قدر جو بجا ہو اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہو یا انجمن کی کارروائی اصلاحِ طلب ہو۔ یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گزرے۔ ان کے جوابات ہم بھیجنا۔ ان پر غور کرنا۔ سوچنا۔ موافقات کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو انتظام کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں تو صرف نفسِ حمایتِ اسلام پر چند ریکارس کروں گا۔ مجھ کو صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کس طرح کی حمایت درکار ہے۔

شرع میں اسلام کو ایسے نالائتم اتفاقات پیش آئے کہ جناب پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار و ناچار بے در آزمانی کرنی پڑی۔ حضرتؐ نے بڑے صبر۔ بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھ ہاتھ بڑا برس تک اس پہلو کو بچایا۔ اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی ایندازوں کو پشت کیا۔ مگر عرب کے لوگ لاتوں کے بھوت باتوں سے کیوں رو براہ ہونے لگے تھے۔ عرب کے لوگوں کو حضرتؐ کے ساتھ صرف اس وجہ سے عداوت تھی کہ پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خدا

کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح پر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبانی ایذا میں دیتے اور کہتے دیوانہ ہیں جھوٹا ہے شاعر ہو۔ ہیں کہیں مہرزا ارشد اور الطاف حسین حالی ان صاحبوں کے واسطے شاعری سرمایہ ناز ہو۔ مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے یہ خطاب باعث عزت نہ تھا بلکہ اُن کو تو عالم ہونا بھی موجب غار و نقصت تھا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے۔ اگر وہ ایم۔ اسے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہنے کہ پڑھا ہوا اپنے خیالات ظاہر کر رہا ہو۔ زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی۔ بیہودگی۔ بے لونی اس درجے کی تھی کہ کفار نے ایک دفعہ مسجد کی حالت میں اونٹ کا اوچھ گردن مبارک بڑا لیا بوجھ سے اٹھ نہ سکے حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے اُن کو کراٹھا یا۔ کافران بے دین راہ میں کانٹے بچھا دیتے کہ آتے جاتے پائے مبارک میں چھپیں۔ آتش عداوت یہاں تک بھڑکی کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے دہریہ ہو کر قتل کی تدبیریں کرنے لگے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رفقا اور انصار پر عرصہ زسیت کو تنگ کر دیا۔ ناچار سب نے ٹھہر جا کر دسب کچھ پھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی جس کو حبشہ کہتے ہیں۔ رطائی کی آگ کا قاعدہ ہو کہ لگی اور بھڑکی اور بھڑکی اور

پھیلی۔ اس طرح پر اسلام کو معرکے پیش آئے۔ اسلام کو اگر درخت سے تشبیہ دیں تو وہ الیاد درخت ہو کہ تلواروں کی چھاؤں میں اُس کا نشوونما ہوا اور کامیوں کے خون نے اُس کے لیے پانی کا کام دیا۔ اسلام خدا کی خالص اور بے لاگ ولپیٹ توحید کی وجہ سے یوں بھی بت پرستوں اور مشرکوں یعنی دنیا کے تمام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی مغرض ہو گیا۔ سلطنت اسلام کے قائم ہوجانے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام کو توسیع ملک کا حیا ٹھہرایا۔ یہ رواد مخالفین اسلام کے لیے حجت ہو گئی اور حجت بخنے کی بات بھی، تھی کہ بلا بھی کوئی مذہب ہو جو ہیکڑی اور زبردستی اور دھوکا گامشتی سے لوگوں کے دلوں میں اس طرح اُتار گیا جیسے کڑوی دوا بچوں کے گلے میں۔ جو شخص واقعات تاریخی کی تکذیب پر دلیہ

اپنا مسلک قیام یہ ہو کہ بے شک جہاں تک اسلام کو ہندوستان کے ساتھ تعلق ہو وہ ایسا ہی ہے
 ہو بلکہ یوں کہو کہ تھا۔ جیسا کہ اُس کے مخالفت کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اُس کی اشاعت
 مگر اس سے نفس اسلام پر کوئی الزام کیوں آنے لگا۔ الزام اگر ہو تو اُن لوگوں پر ہو جنہوں نے جبر و
 اکراہ کے ساتھ اس کی اشاعت کی۔ اگر کسی مدرسے کا ایک احمق لڑکا ایسی بدیہی بات نہ سمجھے کہ
 مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہو۔ لیکن جب پوچھا جائے تو ماسٹر کے ڈر سے
 کھد دیا کرے کہ ہاں ہوتا تو ہے۔ اس صورت میں ماسٹر قصور وار ہو کہ اُس نے لڑکوں پر اپنی سبیت
 ناجائز حد تک بٹھا رکھی ہے۔ یا لڑکا قصور وار ہو۔ کہ ڈر لڑک اور ول کا بوا ہو کہ نہیں سمجھتا اور کہتا ہو کہ
 ہاں سمجھ گیا۔ لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہو ہر حالت میں
 صحیح ہے۔ بعینہ یہی حال ہو اسلام کا۔ کسی نے اس کو طوعاً تسلیم کیا تو۔ اور کرنا تسلیم کیا تو۔ وہ فی حد ذاتہ
 مذہب صحیح تھا۔ اور ہر دور ہے گا۔ ہاں تو میں اس بات کو مانتا ہوں کہ $\frac{1}{2}$ صحیح فی حد ذاتہ ہے۔
 کتنی کہ اسلام کو متعدد مین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پھیلا یا مسلمان ہرگز ہندوستان
 میں مہمان نہ تھے۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہے۔ بلکہ خاصیت اور خیل
 بے جا سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندوؤں نے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی
 سوسائٹی میں اُپر دست نہیں کیا۔ اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا۔ نہ ان کے ہاتھ کا چھو اکھا نا کھانا نہ
 پانی پیا شادی بیاہ کا تو کیا مذکور ہو جس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ۔ غرض ہندو مسلمانوں
 میں جو بگاڑ شروع شروع میں پیدا ہو گیا تھا کسی زمانے میں کم نہ ہوا۔ اکبر نے ہندو مسلمانوں میں
 ربط و ضبط پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی تھی مگر فریقین کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی بے ثبات
 شاید اُس کی تدبیر کے مہرہم سے زخم اختلاف کچھ بھر چلا ہو تو اُس کے بعد مانے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ
 پہلے سے بھی بدتر ہو گیا۔ ۱۸۰۱ء جب فساد زخم تمام ہندوستان میں پھیل گیا تو پلویشیل سرخبرجی کے

۱۵ میرے سینے میں اُس کی طرف سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا ۱۸۰۱ء میں لینے والے ۱۲ سالہ شامل ۱۲۰۵ء ہجری تعلق

قاعدے سے قطع خصوصاً فاسد لازم آیا یعنی استزاع سلطنت۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اصول اسلام ایسے عمدہ اور سلیس اور عام فہم اور ہر دلعزیز اصول ہیں کہ ان کے ماننے والے یعنی مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ سب سے بڑی خوبی جو اسلام میں ہے یہ ہے۔ کہ اس میں تکلف نہیں۔ تصنع نہیں۔ ادعا نہیں۔ طلبِ مجال نہیں۔ تکلیفِ مالا لطاق نہیں۔ کسی طرح کا اشکال نہیں۔

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں۔

اول توحید و دوم رسالت و سوم احکام یعنی ادا اور نواہی۔

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے۔ اُن ہی وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ہے۔ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے اُنہوں نے توحید کا سر اُف لگایا۔ موجودات میں سے ادنیٰ قسم جادات ہیں کہ جو حرکت بالا راہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے آگے نباتات کا درجہ ہے۔ مثل گھاس و روئیدگی و درخت۔ ان میں منہ ہے۔ مگر حرکت پر قادر نہیں۔ ہوا کا جھکولا آیا تو ہل گئے ورنہ کھڑے ہیں۔ ان میں اور جادات میں صرف بالیدگی کا فرق ہے۔ بعد حیوانات جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جن میں سب اعلیٰ درجہ انسان کا ہے۔ انسان میں سب باتیں مثل دوسرے جانوروں کے ہیں۔ مگر اس کو فضیلت ہے بسبب عقل کے جس کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ ہندوؤں کو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جانور۔ آگ۔ ٹلسی۔ پیل کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ گویا انسان سب سے بدتر ہے۔ اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں مجھ سے کم ہیں۔ اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا۔ انسان اشرف المخلوقات تھا اور اس کی حالت اس شرافت کی مقتضی تھی لیکن اس شرافت پر انسان کو اسلام نے جمایا اور اس اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کی گردن پر اسلام کا طبراقی ہے۔ مگر ہندو دھرم نے انسان کو سب سے بدتر بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جس کی برداشت نہ ہو سکے ۱۲۔

زمانے میں علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کیے جاتے تھے ایسے گھر میں پیدا ہونے جہاں بت بنائے جاتے۔ اور پوجے جاتے تھے۔ مگر چوں کہ فطرت وحدانیت کی طرف پوری پوری متوجہ تھی۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیسا کہ جس میں ہم خود تصرف کر سکتے ہیں یعنی بت کہ ان کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار میں ہو اُس زمانے کے تقاضائے وقت سے آپ نے اجرام فلکی کی طرف خیال کیا۔ جنگل میں کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کہاں ہو۔ اتنے میں ایک چمکتا ہوا ستارہ عرصہ فلک پر نمایاں ہوا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہی خدا ہوگا۔ کو اکب کی تاثیرات کو سب لوگ مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا۔ پھر ترقی ہوئی۔ پھر تنزل۔ معلوم ہوا کہ یہ خود مجبور ہو۔ خدا کیوں کر مجبور ہو سکتا ہو فَلَمَّا رَآهُ عَلِيٌّ السَّيِّئُ زَايٍ كَوْنًا خَالَ هَذَا رَدِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ إِلَّا فَلِينَ تَهْوِي دِرَكَةَ

بعد چاند کو دیکھا اُس کا بھی انجام ویسا ہی ہو پھر ناسید ہو کر فرمایا کہ میری کوشش یہی ہو کہ میں تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اس کے سامنے سب ماند پڑ گئے یہ خدا ہی مگر وہ بھی آخر کو غروب ہوا۔ تو بے اختیار بول اُٹھے افسوس میری غلطی ہو خدا وہ ہو جس کو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جس کے دیکھنے کے واسطے چشم بھارت اور بصیرت دونوں کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا بھی واقعہ ہندوؤں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب عیسائیوں کو یہ لوگ بھی گمراہ ہو گئے۔

ان کے یہاں دس احکام ہیں۔ ایک حکم یہ کہ کل کے واسطے بالکل ذخیرہ مت کرو۔ ایک حکم یہ ہو کہ اپنے دشمن کے واسطے دل سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے۔ ایک حکم یہ ہو اگر کوئی تجارت دائیں گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو مگر آدمی کے لیے یہ احکام ممکن التعمیل نہیں ہیں کہ کوئی اس پر ظلم کر کے تھپڑ مارے اور وہ کہے کہ اوڑ مار۔ یا جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل اپنی اولاد کے یا فکر فرد اسے فارغ ہو بیٹھے

۱۵ آسمانوں کے چاند سورج۔ ستارے وغیرہ وغیرہ ۱۲۵ رات ہوئی تو دیکھا ستارے کو کہا یہ جو رب میرا جب وہ غروب ہوگا۔ کہ میں غروب ہونے والا ہوں کو دوست نہیں رکھتا ۱۲۔

یہ احکام میں از سر مجازت۔ احکام اسلام ایسے ہیں کہ جن پر عمل کر سکتے ہیں۔ وَجْزاًءٌ
سَيُؤْتِيهِمْ سَيُؤْتِيهِمْ مَثَلًا قَسِيًّا عَفَا وَاصْلَحَ فَاجْزُوا عَلَى اللَّهِ (یدمی کی جزا اسی طرح کی سزا اگر
کوئی معاف کرے اُس کا اجر اللہ پر ہے جو وہ علم جو نیرت انسانی سے ملتا ہے اور جس کو دل ان
لیتا ہے اور جو تہ ور بشر ہے۔

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک مسئلہ کفارہ ہے وہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو صفیں متناقض
کیوں کو جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا مجبور ہو گیا ہے اگر کسی معاف کرے
نہیں کر سکتا مگر فطرت انسانی کیا گواہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جائے تو سوا
توبہ اور استغفار کے کیا کرتا ہے عیسائی خدا کی ذات میں عدالت اور نصفت کو یوں جمع کرتے
ہیں کہ خدا نے حضرت مسیح بن کزلبین اور مہینتیں جھیلیں اور یوں گنہگاروں کی سزا کو خود
بہکت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا کیا۔ جیسے ہمارے معزز دوست محمد بکت علی خاں صاحب
کسی مجرم پر جرم نہ کریں اور اپنے پاس سے بھر دیں اس کو توبہ سے ملا کر دیکھو۔ اب میں
رسالت کے لحاظ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں کر عرب کے دلوں کو
اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام مغلل بالفرض ہوتے ہیں۔ کوئی سفر کو جاتا ہے کسی سے ملنے
کے واسطے کجست، جو تہذیب الانج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعویٰ رسالت کیا تو کوئی مطلب
تو ہو گا؟ آراء، غرض یہ تھی کہ میں بادشاہ ہوں۔ میں بھی أَحَدٌ مِنَ الْمُلُوكِ ہو جاؤں یہ احتمال بالکل غلط
ہو اس کے برخلاف آپ نہایت متواضع نہایت منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔
حضرت کو دیکھا کہ غصہ، بوریچے پر لیٹے ہوئے ہیں اور تیلیوں کے نشان پسلیوں پر نمایاں ہیں۔
اصحاب نے عرض کی یا حسرت اگر آپ بوریچے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ حرج ہوگا۔
آپ نے فرمایا کہ میں تم میں سے ہوں۔ دعویٰ رسالت کا دوسرا باعث شاید یہ کہ مجھ کو لوگ مفت دیں

۱۲ دیکھو سورہ خم ۱۲ ابک دوسرے کی نفیض ۱۲ یعنی ہر ایک کام کی علت کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے ۱۲۔

۱۲ میں جب بادشاہوں کے ایک ۱۲ غرض ۱۲

سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ اور ریاکار عالموں کا حال ہونا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اَنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں۔ تم میں اور مجھ میں اگر فرق ہو تو صرف اس قدر ہو کہ یوحیٰ الٰہی (مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے) جو میرے اختیار کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لَوْ كُنْتُ عَلِيمًا لَّغَيَّبُ لَكُمْ كَلَامِي مَوْنُ الْغَيْبِ وَمَا مَسْتَشْنَى الشُّعُورِ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی اتفاق بد پیش نہ آتا،

کوئی شخص مشیوایان دین میں سے ہے جو اس طرح کہے۔ پھر اس سیدھے سادے منکر متواضع نبی کے اس کہنے کو دیکھو مَا اَدْرِي مَا يَفْعَلُ رَبِّي وَلَا يَكُونُ (مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) کفار کے جواب میں فرماتے۔ لَئِنْ هَا بَا اِلَّا اللَّهُ کے اختیاریں میں کفار کہتے چشمہ بہاؤ یا کوئی انگور کا باغ لگاؤ جیسے بھانٹی لگانے ہیں اُس میں نہریں بہاؤ۔ ایک سونے چاندی کا محل بناؤ کوئی عجیب بات ہم کو دکھاؤ اور تم کو ہم کو ڈرایا کرتے تھے کہ آسمان پھٹ پڑے گا۔ اب آسمان سے پتھر برساتا یا اللہ اور اُس کا لشکر یا اللہ دکھاؤ۔ ان سب باتوں کا آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعویٰ ہی نہیں کرتا پھر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لیے آمدنی کا کوئی ذریعہ قائم نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے آمدنی کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند کیے۔ آل ہاشم پر صدقہ اور خیرات اور زکوٰۃ کو ابدًا حرام کر دیا۔ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹ المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام اُن دنوں بچے تھے ایک کچھوڑے کمرۂ میں ڈال لی۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ صدقات لوگوں کے مال کا ٹیٹل ہیں۔ جن کو خدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہو۔ غرض سب سے بڑی خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس میں تکلیف نہیں بلکہ محال نہیں تصنع نہیں اس مطلب کو اگرچہ میں زیادہ نہ بیان کر سکتا تاہم مختصراً بیان کر دیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ اسلام آہن دل انسان کے لیے مفناطیس ہے۔

حقیقت میں سخت حیرت ہوتی ہے تیرہ سو برس ہو چکے دنیا کے لوگ سارے نہیں تو اکثر مسلمان کیوں نہیں ہو گئے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی و غیر خواہی اور ہمدردی کے پیرائے میں لوگوں پر عرض کرنے کا موقع نہیں ملا۔ مذہب جس طرح سے پادری لوگ جھلا کر پھسلا کر لالچ دکھا کر فرق ولینٹ سے خاطر داری و دجھوٹی سے منعت و خوشامد سے سمجھا کر پچا کر سینکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں۔ زیادہ نہیں پاس برس بھی اس طرح سے لگ لپٹ کر قرآن مجید کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دوئے اور رات چو گئے میرا ذمہ۔

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہتھکھنڈے تو دیکھو۔ سیکڑوں ہزاروں ہتھکھول رکھے ہیں۔ دھڑے سے دنیوی علوم پڑھاتے جارہے ہیں۔ مگر ہومیو پتھیکٹ دولے کے ایک نظر کے کی طرح قلیل المقدار قومی الاثر ایک آدھ سبق مذہب کا بھی ہوا۔ کیوں نہ ہو وہی تو مرشمن کی تعلیم کے پرنسپلریشن یعنی نسخے کا جزو اعظم ہے۔ یہی دنیوی علوم کی تعلیم میں برٹیسیت کہ نمبر نہ شربت کے ہو جیسے شربت کی چاٹ سے طبیعت دو آلو گووارا کر لیتی ہو ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑھی تقسیم ہو رہی ہیں کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات میں ان کی کتابوں کے پٹا خٹے بنائے جاتے اور خطاران کو پڑیوں میں صرف کرتے لوگ جلدیں اٹھا کر اوراق کو ردی کی طرح پھینک دیتے یا پٹے کے کام میں لاتے ہیں مگر وہ اس کو کہتے ہیں کہ صرف اتنی توقع ہو موم پر کہ شاید کوئی کتاب دست برد سے بچ جائے تو شاید اس پر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو یہ بے دریغ خرچ ہیں اور یہ بے منت رحمتیں ہیں۔ من جلدیہا میرا شاعت مذہب ایک تدبیر و غلطی کی ہے۔ کوئی میلہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کا کوئی مجمع نہ ہو گا۔

جہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو۔ ع

بہر زمین کہ رسیدیم آسماں پیدا است

لوگ ہیں کہ یہودہ کچھ حجتیاں کر رہے ہیں سخت درشت کہتے ہیں۔ تمغہ دستہ از سے بھی
پیش آتے ہیں۔ مگر پچھلے جو کہ ملول ہوتا نہ بڑا ماننا نہ گالی کا جواب گالی دیتا ہو۔ کیا کوئی پادریوں
کی رئیس کرے گا۔ مجھ لوگ جان پھیل کر افریقہ اور چین اور تبت اور جزائر دور دست جیسے
وحشی اور جنگلی اور نامنظم و خطرناک مقامات میں جانے کی بھی ذرا پروا نہیں کرتے۔ گرفتار ہوتے
مارے جاتے۔ ناموافقت آب و ہوا سے ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے۔ غرض
مذہب کے پھیلانے اور رواج دینے میں کسی وضع خاص کے پابند نہیں۔ جس ڈھنگ سے
سینگ سماتے دیکھے گھس پٹے جیسے کہ ایک ٹکڑی شکار کو لگا دوں بھٹی اور رائی بھی تھی ترش ہونے لگا
لوگ رائی میں گھس بیٹھے اونٹ نے بھی رائی میں سر دھکے کے لئے جگہ مانگی اور آخر کار
ساری رائی میں وہی وہی تھا۔ وہ کسی شان میں ہوں۔ دل جوئی استمالت و تالیف
قلوب ہر پیرائے میں ضرور۔ ڈاکٹر بن کر بیماروں کو دوا دیں۔ علاج کریں۔ سوداگروں کے
بھیس میں مال تجارت ہلکے داموں پر بیچ دیں۔ وحشیوں کو تہیئے اور چھوٹے موتی اور کھلونے
دکھا کر خوش کریں۔ اور زنان خانوں میں عورتوں کو لکھنا پڑھنا۔ سینا پرونا سکھائیں۔ دانیوں کی طرح
بچے جنوائیں۔ یہ ہیں چند نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جن کو اپنی قومی سلطنت کے ہوتے
کسی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اب ہم کو اپنی جگہ آپ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کے لئے بھی
کبھی کوئی اس قسم کی تدبیر کی گئی ہو ہرگز نہیں! یہ سچ ہو کہ ہمارے ہاں وعظ کا دستور ابتدا سے ہی
مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں۔ اغراض بھی مختلف ہیں۔

ہمارے ہاں کے عالم اکثر اپنی مسجدوں میں وعظ کہتے ہیں اور ان کی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ
مسلمانوں کو احکام مذہب سے آگاہ کیا جائے۔ جب کہ پادری دو سروں کو گھوڑے کے پٹے،
گلی گلی کوچہ کوچہ وعظ کہتے پھرتے ہیں۔ پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کہیں کہیں

سربازان کھڑے ہو کر وعظ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہو۔ مگر نام و نمود کے مولوی اس طرز کو موجب کسر شان سمجھتے ہیں جیلے تو بہت سے بنائیں گے۔ کہ ہم کو اپنی ہی گھر درس و ہدایت سے فرصت نہیں کیا کریں پڑھنے والے اگھیرتے ہیں۔ مستفتی دم نہیں لینے دیتے لیکن شاید اصلی سبب ہی کبر نفس۔ پھر ایک بہت بڑا نقص ہمارے ہاں یہ ہے کہ مولوی احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ہمارے مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہنوز ہر دور احکام ظاہر کی پابندی۔ شریعت طبر روحانی ہو جس طرح طب ابدان میں ہر طرح کے علاج ہر قسم کی دوائیں دیکھتے ہو کہ کہیں قصداً اور حماًت اور تنقیہ اور پرہیز اور فاقہ ہو کہ یہ سب تدبیریں ضعیف کئے کی ہیں کہیں ادویہ پیش اور متعوی بھی ہیں۔ کیوں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی درجہ عقل سے بڑھ گیا ہو اُس کو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہو۔ کوئی گر گیا ہو اُس کو اچکانا اور اُبھارنا ہو لیکن اسی طرح مذہب میں زہر بھی ہو کہ یہ بمنزلہ تنقیہ ہو مگر وہ کس حالت کے مناسب ہوتا کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت چھٹ پڑی تھی کہ بدیع منورہ میں لوگ زکوٰۃ کا روپیہ جھولی میں بھرے ہوئے لیے پئے پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ کے لینے کی حامی نہیں ہوتا تھا کیوں کہ ہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود صاحب نصیب تھا۔ اور اب بھی خدا مسلمانوں کے ویسے ہی دن پھیرے تو سب سے پہلا شخص جو تعلیم زدہ کی رائے سے میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت اب جو بد تعلیم زدہ سے ویسا ہی ابا رکھتی ہو جیسا کہ ایک بیمار ناواں کی تنقیہ سے غول کے سنے ایک درجہ عقل اپنے ذہن میں قرار دے پھر مسلمانوں کے غول کا اوسط نکال تو پاؤ گے وہ نسبت جو عدد صحیح اور کسور اعشاریہ میں ہوتی ہو بجلا یہ بات سمجھ میں آنے کی ہے کہ احکام زہد کے مخاطب صحیح وہ لوگ ہوں جن کے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں۔ کیا پیغمبر صاحب علیہ السلام نے اپنے زمانے میں سب کو صحابہ شریف

۱۱۰ فتوے لکھوانے والے پوچھنے والے ۱۲۷۵ھ ہجوان یعنی شورش دلائے والی ۱۲۷۵ھ یعنی اس قدر مال رکھنا

تھا جس پر زکوٰۃ دینی لازم آتی ہو ۱۲۷۵ھ انکار ۱۲۷۵ھ یہ وہ اصناف ہیں جو بد تعلیم کے مسجد نبوی میں گزارہ کیا کرتے تھے وہیں بود و باش تھی، اگر کچھ کہیں سے کھائے کو آبِ توبہ ورنہ نوشی سے عبرت کے پیشہ رہے ۱۲۷۵ھ

کی طرح مفلس محتاج دوسروں کا دست نگر بنانا چاہا۔ اس وقت اُنکے ہذا اہتمام عظیمہ نہیں تھیں۔ بلکہ مفلسوں کو غنی، محکوموں کو حاکم، رعایا کو بادشاہ و جشیوں کو شائستہ بننے کی ترغیب دی اور نہ صرف ترغیب دی بلکہ کر دیا اور کر دکھایا۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے مولوی جن کو طبیب روحانی ہونے کا دعویٰ ہے، اُمتِ محمدیہ کا علاج کر رہے ہیں مگر بالکل اُلٹا علاج۔

اُمت کے لوگ حد سے زیادہ ضعیف ہو رہے ہیں اور اُن کو زہد کا جُلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں مرتے کل مریں اور کل کے مرتے آج۔ اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لئے بیشتر جماعت کے خیال کو سر سے نکال ڈالو جہاں یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھا سکے۔ اب ہماری ہمت اس میں مضمحل و متصور ہوئی چاہتے کہ جماعت اسلام کو گھٹنے نہ دیا جائے۔ یعنی مسلمان ترک اسلام کر کے دوسرے مذہب اور چھپانے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہ کہا جائے عیسائیت، اختیار نہ کرنے پائیں۔ میرا الیسا خیال ہے کہ مذہب بھی عَلٰی الْاَکْثَرِ اِلٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ

ایک متواتر چیز ہو۔ ایک مسلمان کا بچہ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا۔ اسی طرح ہندو کا ہندو اور عیسائی کا عیسائی۔ کیوں کہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سائٹی میں اُس نے پرورش پائی طفولیت سے اُس سوسائٹی کے مذہبی خیالات اُس کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں ایک مسلمان عورت اپنے بچہ کو اللہ اللہ کھ کر سلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اُسی کے غضب و عداوت کی یا کوستی پر پس وجہ پر مسلمان تھا ماں کے پیٹ میں فطرۃً اور مسلمان ہو ماں کی گود میں تلقیناً۔ اور ساری عمر مسلمان رہے گا تقلیداً

میں معنی مکرر دینا کہ علیٰ فطرۃ کہ اسلام نے انہاء ہجو دانیہ اونیصا انہ او
 مجسنا یہ کے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اس کو تمام عمر
 گوشت نہ چھا کیوں کہ بچپن سے اس کو گوشت سے نفرت دلائی گئی تھی۔ آل حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود اسلام لاتے وہ اونٹ کے گوشت سے

۱۵۔ سبحان اللہ یہ تو بڑے ہی متبہان کی بات ہے ۱۲ھ ۵۲۰ء محمد و ۱۲ھ ۵۳۱ء اکثر مگر جس کو اللہ چاہے کبھی ہر چہ اسلام کی فطرت پر یہ ایمان سچے پھر ماں باپ اُس کے یہودی کریں اُس کو نصرانی کریں اُس کو یا عیسوی کریں اُس کو ۱۲۔

پرہیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہو چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلَاحِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّكُمْ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ میرے ایک دوست شیعہ سے سُنی ہو گئے۔ اور انھوں نے اپنے خاندان کے
لوگوں کو مباحثہ و مناظرہ سے سُنی ہونے کی ترغیب دی۔ ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا
تو انھوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹے میں سُنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان موؤں کے لئے اسی چیز فراہم کیے
نام ہی بُرے لگتے ہیں۔ ہاں تو غرض یہ ہو کہ میں مذہب کو متواتر سمجھتا ہوں۔ پھر انسان کے
معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہی۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات اور کیا ہوگی کہ
منزل مقصود سب کی ایک اور راستے دیکھو تو پورپ پچم کا اختلاف۔ اس پر طرہ یہ کہ سرگرمی و
اس بات کا اذعان کہ جس رستے پر میں چل رہا ہوں پس وہی ٹھیک ہو اور دل کی تسلی تمام
اہل مذہب میں یکساں۔ کُلُّ شَيْءٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۵

بغدلیب چہ فرمودہ کہ بالان ست

بگوش گل چند کردہ کہ خندان ست

دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو کسی فرقے کو فی سببی من الاشیاء نہ مزیت ہو۔ نہ فوقیت۔ نہ تفصیلت۔
نہ خصوصیت۔ تو الدنائل صحت و مرض۔ تو نگر می و افلاس رنج اور خوشی۔ نیکی اور بدی۔
موت و حیات کیا چیز ہی جو ایک مذہب والوں میں ہو۔ اور دوسروں میں نہیں۔ اور واقع
میں یہی بے خصوصیتی اختلاف مذہب کو رفع نہیں ہونے دیتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ خود
فرماتا ہو۔ وَكُلُّ لَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لَكُمْ لُفْسًا بِالرَّحْمَنِ لِيُؤْخِذَهُمْ

۱۵ احزابان والو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو وہ تمہارا کمال دشمن ہو ۱۲۔

۱۵ موروثی ۱۲ ہر ایک گردہ اپنے حال میں خوش ہو ۱۶ تمام چیزوں سے کسی چیز میں ۱۲ ۱۵ اگر یہ بات نہ چوئی
کہ سارے آدمی ایک اُمت ہو جائیں گے تو ہر مملکت کے ساتھ کفر کرنے والے کے گھر کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور
سیڑھیاں چاندی کی کہ ان پر چڑھیں اور اُن کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت کہ اُن پر نیک لگا کر بیٹھیں۔ اور
سونا اور نہیں یہ سب کچھ گردنیا کی زندگی کا سامان اور آخرت تیرے رب کے پاس ڈرنے والوں کے واسطے ہو ۱۲۔

سُقُفَاتٍ مِنْ فِصَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهِمْ يَطْهَرُونَ وَلَبِئْسَ هِمًّا بَوَّابًا وَسُرَّاعِيًّا يَتَكَلَّمُونَ وَ
رُحُوفًا دُونَ كُلِّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝

ہر مذہب میں لوگوں کا ایک ہی طرح کا حال ہے اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین و مذہب کی طرف مطلقاً ملتفت ہی نہیں ہوتے قدرے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر اور اکثر بھی قریب کل اس خیال کے ہوتے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا نَاكِدًا لَكَ يَعْصُونَ اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى اُمْلَةٍ وَاَكَا عَلٰى اَنَّا نَرٰهُمْ مُفْتَدُونَ ۝ غرض شاہد ہیں وہ لوگ جو تحقیق کے ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر تحقیقات کا نتیجہ ہم نے تو اکثر یہی دیکھا ہے کہ آدمی جس مذہب میں پیدا ہوا اور جس کی خوبی بچپن سے اُس کے ذہن میں بیٹھ چکی ہے۔ تحقیقات کے بعد بھی اُسی پر قائم رہتا ہے۔ وہ اگر اس مذہب کے معتقدات میں کہیں باہمی قرینہ ہوا دیکھتا ہے تو اُس میں تاویلات گھڑ گھڑ کر من سمجھوتی کر لیا کرتا ہے یہ دیکھو خُلُونِ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کے دن گئے۔ اب کوئی اکاؤنٹ تبدیل مذہب کرتا بھی ہے تو اُس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً دو بڑے تالابوں میں چند قطرے ایک تالاب میں سے لے کر دوسرے میں ڈال دو تو اس سے نہ وہ تالاب خشک ہوگا جس میں سے دو بوندیں نکل گئیں اور نہ وہ تالاب ابل پڑے گا جس میں دو بوندیں اور آئیں۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہم کو تشریغ کردہ مسلمانان کے فکر سے فارغ رہنا چاہیے۔ اس سے کہیں زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ و عند الرسول مقبول یہ ہے۔ کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ اور عجب نہیں کہ یہ تدبیر آخر کار خیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو۔ نیز زمانہ کا کاپٹیشن کا یہ یوں سمجھنا چاہیے کہ عین اہل مذہب میں سب ایک قسم کے دکاندار ہیں ہر دکاندار خریداروں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ کاپٹیشن کی صورت میں جو تدبیر ایک دکاندار اپنی دکان کی رونق کے لیے اختیار کرتا ہے وہی یہی تدبیر ہم کو کرنی ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں ملے مثلاً ۱۲۱۱ ہم نے پایا اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کرتے ہیں ہم نے پایا اپنے ہاتھوں کو ایک راہ پر اور ہم ان کی پیروی کرتے ہیں ۱۲۱۱ اللہ کے دین میں گروہاگردہ داخل ہونے لگے ۱۲۱۱ مقابلہ و مجاہدہ ۱۲۱۱

مسیا ہوں۔ سو ہیں۔ مال بھی عمدہ ہو وہ بھی ہو۔ ارزاں ہو ارزاں بھی ہو۔ چیزیں عمدہ طرح پر
سجائی گئی ہوں۔ خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفق و نرمی کے ساتھ ہو۔ بس ان دو باتوں
میں کمی ہو۔ اور ان ہی دو باتوں کی طرف میں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبرانِ انجمنِ حمایت
اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مذہبی احکام جن کو میں نے مالِ تجارت سے تشبیہ دی
فی حدِّ اہتمامِ نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل میں نہیں لاتے کہ ان کی عمدگی
ظاہر ہو۔ اور لوگ اسلام کو نظرِ استحسان سے دیکھیں۔ آپ صاحبِ مجہ کو اس بات کے کہنے سے
معاف رکھیں گے کہ انجمنِ حمایتِ اسلام اپنے پنداریں ایسا خیال کرتی ہو کہ اسلام پناہ
کی طرف سے خطر ہو۔ وہ دیکھ رہی ہو کہ ایسا نہ ہو جس طرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنتِ دہلی
کے مذہب پر بھی دست درازی نہ کریں۔ اور میرا یہ حال ہو کہ میں خلیج کی طرف سے بالکل مطمئن
ہوں۔ اس سے کہ پادریوں نے دو چار لاوارث بچے لے جا کر عیسائی کر ڈالے۔ اسلام کا ان شاء اللہ
بال بھی بینک نہیں ہوتا۔ میں آپ صاحبوں سے سچ کہتا ہوں کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہو ہم ہی
مسلمانوں سے ہی جو اس کے نام لیا ہیں۔

من از بیگانگان ہرگز نہ نام کہ با من ہر چہ کرداں آشنا کرد

اسلام کوئی شتم و نفرت و جوہد فی الخلیج نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کی اطوار و عادات و معاملات و معتقدات اُوال
و افعال کا نام ہو۔ اسلام کی حمایت و حفاظت تائیدِ ہم دردی یا جو کچھ کہو سب کا بہتر ہے۔ پہلے یہ ہو کہ مسلمانوں
کی اصلاح کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری اور سب سے مقدم تو یہ ہو کہ مسلمانوں میں صلحِ کاری
اور سازگاری کی صفت پیدا کی جائے نہ صرف آپس میں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ۔
مسلمانوں کی پھلی کاروائیوں نے دوسری قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہو۔ کہ مسلمان دوسری
قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا۔ ہم نے شل
اُور فرماں روا قوموں کے استمالِ قلوب کی پروا نہیں کی۔ جب تک گھر کی حکومت رہی اس

لے لیے کوئی چیز علی حدِّ ہوا انھوں سے دکھائی دے ۱۲۔

غلطی کا کوئی گزند مرتب نہ ہوا۔ زوال سلطنت کے بعد سے مسلمانوں کا قریب قریب ایسا ہی حال ہو جیسے دانتوں میں زبان روئے زمین پر سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ صرف یہ کہ دوست نہیں بلکہ لوگ پھلی کمانیاں یاد کر کے درپا انتقام رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدا نخواستہ ہندوستان پر انگریز مسلمان نہ ہوتے یا ہوتے اور خدا نخواستہ ان کی طبیعت دوسروں کی طرح کیکش واقع ہوئی ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوتی۔ ہر چند واقعات جو صفحات تاریخ میں ثبت ہو چکے کسی کے پیٹے نہیں مٹ سکتے۔ لیکن اگر ہم تلافی یافت کرنی چاہیں تو دوسری قوموں کو دوست نہ بنا سکیں مگر ان کی خورش عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے۔ کیا اسلام کے لیے سلطنت کا ہونا شرط ہے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغمبری کے پہلے گیارہ برس کس طرح کفار مکہ میں گزارے تھے۔ باروشکر کرو کہ ہم کو ہندوستان میں ویسا ابتلا نہیں بلکہ سچ پوچھو تو مطلق ابتلا نہیں۔ ہم ہی دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو اور بات ہو ورنہ کوئی ہمارے مذہب سے مزاحم نہیں متعرض نہیں۔ پھر یہ تمام وادیا کیوں اور زیادہ کس لیے۔ بات صاف صاف یہ ہے کہ ہم لوگ اس ملک میں محلوں میں مغلوب ہیں ضعیف ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو تباہنا ہو۔ خدا نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کو مسلمان تمام روئے زمین پر سلطنت کریں گے۔ بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے بارے میں پیش گوئی کی بھی تو یہ کی بَدَا عَنِّي دَا سَيَعُوذُ عَنِّي بَا شَكٍّ سَلْطَنَتُ بَحْيَ اِيَك رَحْمَتِ اَلْهِی اور وہ ان کو مٹی ہی جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں تَحَقَّقَدَ لَکُمْ بَنَاتُی اَلْزُجُرُ مِنْ بَعْدِ الدِّکْرَاۃِ الْاٰخِرَیْنَ یَرْهٰهُنَّ اَعْبَادِیْ اَصْلَاحُوْنَ ہم میں جب تک صلاحیت رہی سلطنت ہی اچھ لوگ عِنْدَ اللّٰهِ صلاحیت والے ہیں سلطنت پر تسلط ہیں۔ کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ گزے کہ سلطنت دنیا مذہب کے مقبول اور نامقبول ہونے کی کسوٹی ہے۔ یہ انتظام آتی ہیں دوسرے مصالح پر مبنی تِلْکَ الْاٰیَاتُ نَذٰرٌ لِّہَا بَیِّنَ النَّاسِ۔ یہ میرا خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لے کر قاری آزمائش ۱۲۷۱ غریب حالت میں شروع ہو اور تین بیب حالت کی طرف خود کرے گا اللہ ہم نے لکھ رہا زور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے اللہ ان لوگوں کو ہم لوگوں میں بھرتے ہیں

جو دو مقاصد حالتیں مغلوبیت و غلبہ اور عس و عیس کی گزریں ہونہ ہوا اس میں یہ حکمت مضمر ہے ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و ناملائم ہر طرح کی صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے مسلمانوں کو دوسری قوموں کی کسی طرح کی تعدی کرنے کی قدرت تو باقی نہیں لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور جیسی چاہیے سازگاری بھی نہیں۔ جو لوگ ہم میں کے عوام ہیں ان کو ہندوؤں سے ٹھٹھنے کے لیے ایک ادنیٰ سا بہانہ پس کرتا ہوں۔ رہے عیسائی معلوم ہو کہ وقت کے عالم دولت اور عزت کے منہ میں آئے اور کچھ نہیں تو ان کے ساتھ مذہبی مباحث میں وہ احتیاط جس کا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہیے ضرور قوت ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ دنیاوی منفعتیں بھی ضرور قوت ہوتی ہیں یا ان کے فوت ہونے کا ضرور خطر ہو جن کے لیے خدا نے ہم کو عیسائیوں کا دست نگر بنا دیا ہے۔ کوئی ہر ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پر خاش اور خدا اور بے اعتمادی کی حد تک منہ نہ ہونے دے۔ ذرا اپنے فتنوں کی احتساب کر دو اور خدا کے لیے دریائیں رہ کر گھر گھر کو دست دشمن بناؤ چین دنیا میں بہت دن خار بن کر رہ چکے۔ اب گل ہو کر رہو۔ تم کو یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر یقین کرو گے تو مجھے کیا بخش دو گے **فَمَا آتَانِي اللَّهُ خَيْرًا مِّمَّا آتَاكُمْ** اور اگر یقین نہ کرو گے تو مجھ سے کیا چھیں لو گے میں سچے دل سے تم سب کے دربرو کرتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ بلکہ کسی قدر شائبہ مسلمان۔ یہاں تک کہ میں خود انگریزی بوٹ کا پہننا بھی پسند نہیں کرتا ہر چند جانتا ہوں کہ لباس کو مذہب میں کچھ دخل نہیں۔ مگر میں نے کہا کہ مجھ میں تھوڑا سا تعصب ہے۔ میرا مزاج خلقہ کٹھنہ و کڑوا ہے واقع ہو اہو بایں ہمہ مسلمانوں کے فائدے کی نظر سے باصرار کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی جتنی اہمیت اور دہشت اور نفرت نصاریٰ سے ہے۔ مصلحت وقت کے خلاف ہے۔ اس زمانے کے نصاریٰ وہی نصاریٰ ہیں جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ وہی عقائد ہیں۔ وہی سسٹے ہیں۔ ان ہی کی نسبت خدا فرماتا ہے

۱۵۔ غنفی ۱۲۔ ۱۳۔ سرچشمہ ۱۲۔ ۱۳۔ اپنے اس کی طرف متجاوز نہ ہونے دے ۱۲۔ ۱۳۔ باز پرس ۱۲

۱۴۔ جو کچھ عجب کو اللہ نے دیا ہو وہ اس سے بہتر ہو۔ جو تم کو دیا ہو۔ ۱۲

۱۵۔ جدت ناپسند ۱۲۔

اگرچہ وہ حقارت مذہبی ہی اعتبار سے کیوں نہ ہو مسلمانوں کے اس طرز مزاج سے میں ہرگز راضی نہیں
دوسروں کو برسر غلط سمجھو اور بے شک وہ برسر غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابلِ رحم ہیں
نہ لایقِ نفرت۔ میں جانتا ہوں کہ نخبِ حیاتِ اسلام کا یہ مقصد نہیں۔ لیکن مذہبی رد و کد میں خواہی
خواہی دوسرے کے عیوب پر نظر پڑنے لگتی ہو۔ اس سے کہ ہم دوسروں کے عیب نکالیں بہت زیادہ
منفید ہو گا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں میرا منصب و عطا کائنیں۔ لیکن اگر میں اپنے
نقص پر دوسرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہو رہا ہے

وای اردو پس امر و زبوں دہلے

اگر مسلمان نہیں است کہ مائے داریم

زیادہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقعِ محل بھی نہیں۔ مگر کو ذرا اپنے ایمان کو تو جانچیں بھیجی شیک
ہو یا نہیں۔ اسلام کا لب لباب یا اُس کی غرض و غایت جو کچھ کہو خدا کی توحید جو یہی چیز اصل دین تھی
اور اسی کو ساری دنیا نے یہاں تک کہ اہل کتاب نے مشتبہ اور متزلزل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف
اور خالص اور پاک اور متیقن اور مضبوط اور مستحکم اور شدید کرنے کو ہمارے پیغمبر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث ہوئے سارا قرآن مِّنْ اَدْلٰہِ اِلٰی اٰخِرِہٖ توحید میں سرشار ہو چلے چلے سے توحید پڑی ٹپک
رہی ہو پیغمبر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں چشم پوشی اور درگزر اور تالیفِ قلوب اور
آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی۔ حجۃ الوداع میں کوئی
کتنا مجھ سے فلاں رکن فوت ہو گیا آپ فرماتے لایا سہ۔ کوئی عرض کرتا یا حضرت ارکان
میں بے ترتیبی ہوئی ارشاد ہوتا کا لایا سہ۔ مسجد نبوی میں ایک بے ترتیبی کوئی لگا۔ لوگ مانے دوٹے
فرمایا اس کو مہینان سے فارغ ہو لینے دو پھر نرمی سے سمجھا دیا۔ مسجد عبادت کے لئے جو آسار اُسے بدر
کے بارے میں باوجودیکہ اصحاب نے قتل کی رائے دی حضرت نے فیصلے کر چھوڑ دیا۔ ایک منافق
مر اُس کے بیٹے نے التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی غار پڑھائیں۔ آپ منع کرتے کرتے راضی
۱۷ مضبوط ۱۷ پیغمبر صاحب کا آخری حج ۱۷ھ کچھ حج نہیں ۱۷ھ پیشاب ۱۷ھ جنگ بدر میں جو لوگ قید ہوئے

تھے ان کو آسار اُسے بدر کہتے ہیں۔ اسیر بنی قیدی اساری جمع ۱۷ھ تا وان ۱۲

ہو گئے۔ جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا۔ آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو اختیار کرتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے دس برس خدمت کی۔ کبھی کسی بات پر مجھ کو ملامت کی ہی نہیں مگر میں جو کچھ پکنا خوشی سے کھا لیتے اور نہ بھاتا تو مونہہ سے کھانے کو بڑا نہ کہتے حلیمؓ کعبہ کو صرف اس وجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نبیؐ بات سمجھ کر تکبر کریں غرض سب باتوں میں نرمی تھی۔

اور نہیں تھی تو توحید کے بارے میں۔ فتح بدر کے بعد رطل کیاں شادیاں گانے لگیں۔ آپ خاموش لیٹے ہوئے سنا کیے جب انہوں نے کہا کہ ہم میں پیغمبر خیب داں ہو جھٹ آپ نے روکا۔ صحابہؓ نے چاہا کہ فارس کے قاضی کے مطابق قبیلہ ماسجہ کریں۔ منع فرمایا بلکہ لوگوں کے کھڑے ہونے سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ مہاد امیرے پیچھے لوگ پرستش کرنے لگیں وصیت کی کہ میری قبر میں بنانا۔ خلاصہ یہ ہو کہ جب تک زندہ رہے توحید کی رخنہ بند یوں میں لگے رہے اب اسی خدا پرست پیغمبر کی امت کو دیکھتے ہیں۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ تعزیر پرست۔ رسم پرست۔ اوبام پرست۔ تدبیر پرست۔ خواہش پرست۔

یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہم کو اس کی ضرورت پڑتی نہیں کہ بیٹھے بٹھائے خدا کو تکلیف دیں اولادہ نوکری۔ تن درستی۔ دوستی۔ دشمنی۔ ہار جیت۔ میں نہیں سمجھتا کون سا مطلب ہو جو خدا کے بدو ان اٹکا ہے۔ اور اس کو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجذوب فقیر پورا نہ کر سکے۔ یوں تو اپنے ذہنی

اپنے مونہ سے کوئی کیوں کھٹکا کہنے لگا۔ لیکن غیر ملک کے کسی ناواقف محض شخص کو آنے دو وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اگر فرق پائے گا تو اسی قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے

بزرگوں کی مسلمانوں کو توحید کے بارے میں متزلزل دیکھ کر میں ذرا بھی تعجب نہیں کرتا یہ جملہ یہی

مُزَلَّہُ الْاَقْدَامُ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اَلَا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ لیکن اسبہ تعجب کی بات یہ ہو کہ وہی یا اسی قسم کے افعال دوسری قوموں کا آدمی کرے تو مشرک اور مسلمان اس سے

۱۷ خانہ کعبہ کے پہلو میں ایک جگہ جو اصل میں داخل کعبہ تھی اور اس کے سے خارج ہو کر طواف میں اس کو شامل کر لیا

جاتا ہو ۱۲۷ وہ درویش جس کے ہوش و حواس درست ہوں ۱۲۸ جو اپنے آپ میں نہ ہو ۱۲۹ قدموں کے پھسلنے

کی جگہ۔ اور نبت سے ان میں اللہ کو مانتے بھی ہیں تو ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں ۱۳۰۔

بدتر سے بدتر بھی کرے پھر موحّد کا موحّد تو حید کیا ہو۔ بنی تمیز کا وضو ہو کہ وہ کسی طرح ٹوٹا ہی نہیں
تاویل میں جو مسلمانوں کے موحّد سے سنی ہیں وہ اسی قسم کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کہا
کرتے ہیں ۱۰ شَفَعَاءُ نَا حِندَ اللّٰهِ مَا عَبَدُوْهُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ ذُلْفٰی یہاں کچھ ڈر لے
نہیں جھگڑا نہیں نہ نہیں پس کی بات ہو بحث کرنے پر آؤ تو کوئی بھی مجھ کو بند کر دے گا و کان اَلْاِسْدَانُ
اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاِسْمَ مَا عَمِلَ خَلْقًا اَعْيُنَ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

زور تازہ پیش میروں با ما با خداوند غیب داں نرود

تھوڑی دیر تھوب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں یا نہیں
تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر لو تب ہی دوسروں کے پیچھے پڑنا

رند خراب حال کو زراہد نہ چہر تو تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبی تو

مسلمان کہلانے بلکہ ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہونے بغیر نجات نہیں یہ اسی
طرح کی بات ہو

بس کہ دشوار ہی ہر چیز کا آساں ہونا آدمی کو بھی عیس نہیں انساں ہونا

میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر ہو گا فَالَّذِيْ لَكُمْ اَنْتُمْ
اَمَّا قُلْ لَكُمْ تَوْبَةٌ وَلٰكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا وَنَمَّائِدْ خَلِيْ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تَطْلُبُوْا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهُ لَا يَلِيْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْءٌ اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ پھر آپ ہی مومن کی شناخت
بتاتے ہیں اَللّٰهُمَّ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَزَالُوْا جَاهِلُوْا وَاَبَاهُوْا اَللّٰهُمَّ

۱۰ یہ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس ان کو ہم صرف اس واسطے پوچھتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں ۱۱ اے خدا انسان سب سے
زیادہ جگہ ڈالو جو ۱۲ اے آنکھوں کی چوری اور سینے کی چھپی باتوں کو جاننا جو ۱۳ اے سمیٹ ۱۴ اے کہا اعراب نے ایمان لائے تم
کہ نہیں ایمان لائے تم بلکہ ان کو کہ اسلام لائے ہم اور اچھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا اللہ بخشنے والا مہربان ہو ۱۵ ایمان ملے ہی ہیں
جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے کچھ کمی قسم کا شک نہیں کیا اور اللہ کے سے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو شش کی سچائی دے رہا ہوں

وَالْفَيْسَمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ یہ ایمان اور اس میں شکی شبہ کا
خطور نہ کرنا عملِ قلب ہو۔ اور اگرچہ اس کے آثار بھی آدمی کے اقوال و افعال حرکات و سکنات پر
مترتب ہوتے ہیں۔ تاہم کوئی دوسرا شخص کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا مگر یہ کہ وہی
شخص بجائے خود اپنے نفس کا احتساب کر کے دیکھے کہ کہاں تک اَمَّنُو بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ
لَمْ يَمُوتُوا بَلَاءُ کا مصداق ہو۔ ہاں جَاہِدُوا دِیَارِکُمْ وَالدِّیَارِکُمْ وَانْفُسُکُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ یعنی
جان و مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جس کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہو سو خدا
کی راہ کے بہت سے رستے ہیں۔ سب سے بہتر اور زمانے کی ضرورتوں کے تحیک مطابق وہ ہے
جو انجمنِ حمایتِ اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس اس انجمن کو معمولی اور سرسری طور کی انجمن نہ سمجھو۔
یہ انجمن کسوی ٹی ہو۔ کاسبی کی۔ ایمان کی۔ میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک سے لے رکھتا ہوں
یا تو سب مسلمان مل کر اس کو دبا دو مٹا دو۔ یا رکھتے ہو تو اس کو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر
رکھو۔ یہ اونچی و کان اور پھیکا پکان تو بڑی شرم کی بات ہو۔ انجمنِ حمایتِ اسلام اور گھر گھر
چٹکی چٹکی آٹا مانگے۔ چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی مہواری یا سیدی طرح کیوں نہیں کہتے۔
دھیلے روز کی کوڑیوں پر اس کی نمیری ماری ماری پھرے جن کو مقدور نہیں اَلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ
اِلَّا جَهْدَهُمْ اُن کی تو آنے کی چٹکی بھی اکسیر کی چٹکی ہو۔ مگر مال و دولت والے۔ عزت و
حکومت والے۔ نام و نمود والے۔ شان و شوکت والے۔ سارے سامان والے۔ کس خواب
غفلت میں ہیں۔ ان محبتِ الہی تمام پرچکی۔ اگر اسلام سچا ہو تو ضرور بارگاہِ خواست ہونی ہو۔ مانا کہ
مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں رہی مگر کرنے پر آؤ تو سب کچھ کر سکتے ہو۔ قطرہ قطرہ جمع ہو کر
دریا بن جاتا ہو۔ کون کتنا ہو کہ پیٹ کاٹ کر دواہنی اپنی جگہ سوچو۔ ایک شخص ایسا نہیں
جس کی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور نامشروع طور پر ضائع نہ جاتا ہو۔ بندگانِ خدا
حامیانِ اسلام کی فہرست میں اپنا نام لکھو اور لکھو۔ دواستہ آید بکار۔ اب یہ وقت ہو کہ
لے جن کو اپنی مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں ملتا ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔

مانگا جاتا ہو۔ اور تمھارے دل سے نہیں نکلتا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ایک دن ہو گا کہ زبردستی سر پر کہ ہارے کھا کر دینا چاہو گے اور نہیں لیا جائے گا۔ يَوْمَ الْحِجْرِمُ كَوْفَتَايَ مِنْ عَدَابِ يَوْمِئِذٍ بِمَنْدِهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْفِخُ بِهِ كَلَّا مَكَرُ لَوْ كَمْ كُفَّاءُ عَابِتٍ اور عاقبت کی باتیں ہم کو افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور ہم اگر مسلمان ہیں تو رہے ہی مسلمان ہیں پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے اعراب وہ کہتے تھے ائمہ اور خدا فرماتا تھا لَئِنْ قُلُوا اسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ خِرَاقَتٍ تُعْمَلُ لَكُمْ تَوْبَتَانِ یہی ہم کو کون سی بہتری ہو رہی ہو زوالِ سلطنت کا تو مجھے بھی خیال بھی نہیں آتا اس بیہودہ بے تمیز نا منظم سلطنت سے تو ہم انگریزی عہداری میں بڑے ہی امن چین سے ہیں مجھ کو تو اس بات کا قلق ہو وہ یہ کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں خوش حالی میں۔ عزت میں۔ قربِ حکام میں بہتر نہ ہوں تو مجھ پر کیا اور پس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں۔ وہ بھی تو مسلمان ہی تھے جنھوں نے اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا رکھی۔ اور ایک مسلمان ہم میں کہ سب کچھ کھو کر اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں۔ سوچنے کی بات ہو کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو ان وقتوں کے مسلمانوں میں تھی جو ہم آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔ میں بتاؤں۔ وہ ہم دردی اور اخوتِ اسلامی تھی۔ اُن لوگوں کا حال یہ تھا کہ کفار کے ہاتھوں سے تنگ اگر جو مسلمان پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آجسے مہاجرین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ نہایت بے سرو سامان تھے۔ کیوں کہ بھاگ اوجھپ کر آئے تھے یہاں اس لیے بعض کے تو رہنے اور کھانے تک کا ٹھکانا نہ تھا۔ اگر مدینے کے لوگ جو انصار کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے مصیبت کے وقت پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کی تھی۔

۱۱۔ قسم جو اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۱۲۔ پسند کرے گا مجھ کو کہ کاش آج کے فذاب کے بدلے اپنے بیٹے۔ بیوی۔ بھائی۔ اپنے گیتے جن کو وہ پناہ دیتا تھا اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو نہ دینے میں دیدے اور چھوٹ جائے۔ ہرگز نہ ہو گا۔ ۱۳۔ ہمیں ایمان لائے تم بلکہ کو تم اسطام لائے ہم اور ابھی تمھارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ۱۴۔

خدا نخواستہ ہم جیسے تنہا خور تنگ چشم خود غرض مسلمان رہے ہوتے تو بچا رہے مہاجرین پر دس میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن انصار نے انہیں رہنے کو مکان دیے۔ اپنے یہاں مہمان رکھا مہمان نوازی کے قاعدے سے خاطر و مدارات کی۔ یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے دستور کے مطابق متعدد بیبیاں تھیں انہوں نے ایک بی بی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کا گھر آباد کر دیا پھر تمام انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہمارے بھائی مہاجر ٹھہرے پر دسی یہاں ان کی کوئی معاش نہیں۔ ہمارے باغات ہیں ان میں اور ہم میں بانٹ دیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے باغات تم کو مبارک بس تمہارا کافی ہو کہ ہم غریبوں کو محنت و مشقت میں شریک کر لوں اور پھر ان سے حصہ بانٹ دیا کہ ایک مال غنیمت میں سے مہاجرین کو حاجت مند دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا۔ انصار میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ ناخوش سے ہوئے حضرت کو خبر پھونچی۔ آپ نے انصار کو جمع کر کے اس کی وجہ سمجھائی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں۔ تمام انصار یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ یا حضرت ہم خوشی اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے حصے کا مال بھی مہاجرین کو دیجئے۔ بھائیو میں تم کو کچھ نہیں کتنا اللہ اعلیٰ کے ہمارے افسوس کہ میں اپنے ایمان کو ان لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں۔ تو خدا کی قسم اسلام کا نام لیتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہو۔

عار و دار و کفر از اسلام من

واسے بر من واسے بر انجام من

غرض ان لوگوں میں اس درجہ کی اخوت اور یک جہتی تھی جس کے پتے پر انہوں نے اسلامی سلطنت قائم کی۔ اب اخوت کی جگہ لڑائی ہو۔ جھگڑا ہو۔ عداوت ہو۔ جسد ہی چھوٹ ہو بدخواہی ہو۔ ایک کو ایک نہیں دیکھ سکتا۔ اگر زید کو پیٹ بھر کر روٹی مل گئی تو اس کے پڑوس واسے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور بھوکے مریں تو اس کی بلا سے۔ اس کے پاس اگر دفعہ برد کا سامان ہو تو پھر

۱۲؎ بخوس نخیل ۱۲؎ خدای خوب جانتا ہو۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں جو ۱۲؎ بھائی بندی ۱۲؎ لینے

سر دی کو دور کرنے کا سامان ۱۳۔

اس کے ذہن میں نہیں گزرتا کہ اس کے ابنائے جنس کو بھی سردی کا احساس ہوتا ہو۔ اور ان کو اگر کڑا امتیر نہیں آتا تو آگ اور دھوپ کے سہارے سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

رات کو آگ اور دن کو دھوپ

بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی ^{وَقَدْ اَرَبْنَا كَذَابَ النَّادِرُونَ} اولی کے لوگوں میں بھی باہمی اختلاف تھے۔ لیکن ان اختلافات کی وجہ سے ان کی اُتوت اسلامی میں خلل نہیں آتا تھا جیسے انگیزوں کی ولایت میں پولیٹیکل گرو کیسٹر ٹولبرل نیسٹ سپرٹسٹ گلیڈ سٹوٹن پارلٹ کہ ایک کی کاٹیں ایک لگا رہتا ہو۔ مگر نفس سلطنت پر سب جان دیتے ہیں۔ بعینہ ایسا ہی حال قرون اولی کے مسلمانوں کا تھا۔ اڑتے بھی تھے اور جھگڑتے بھی تھے۔ مگر سلطنت اسلام کی خیر خواہی میں سب کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اب ہم لوگوں میں بھی بڑا بھلا اسلام تو ہو۔ مگر کائن کا ز۔ یعنی غرض مشترک کے رنگ میں نہیں جس کو دیکھو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بنانے کی فکر میں ہو۔ مذہبی گروہ اتنے نکل پڑے ہیں اور نکلتے چلے آتے ہیں کہ یہی اختلاف اسلام کے ضعیف کر دینے کو کافی ہو۔ دو مولوی کسی جزوی مسئلے میں مختلف ہوتے۔ اور دو پارٹی بنے۔ اور لگا ایک دوسرے کی تضحیک کرنے۔ نو کس تہذیب کے ساتھ کہ جو تا اور لٹھ اور کنٹائب اور قبقاب اور شتر فقیر درگ امیر عجیب عجیب ناموں کی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں۔ اور اس کشمکش میں اسلام ہو کہ اُس کی مٹی خوار ہو۔ یہی دیکھ کر میں نے غصہ ڈری دیر پہنی کہا تھا اسلام کو خارج سے خوف نہیں جو خطرہ داخل سے ہو۔ پہلے تو لوگ کہا کرتے تھے انگریزی پڑھنے سے آدمی عیسائی ہو جاتا ہو۔ اب عیسائیت کا خدشہ تو ا جاتا رہا۔ اس کی جگہ عام خیال یہ ہو کہ انگریزی تعلیم لاندہی سکھاتی ہو۔ نیپال پلنیال سے کہیں زیادہ بے اہل ہو۔ میں اسلام اور عیسائیت اور انگریزی تینوں سے واقف ہوں اور بڑے وثوق کے

۱۷ اور ب ہمارے آگ کے مذاب سے بچا ۱۲۷ یعنی پیغمبر صاحب کے اصحاب اور ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین ۱۲۷ یہ گروہ ہیں جن کی رائیں امور ملی میں بعض بعض باتوں میں مختلف ہیں ۱۲۷ گروہ ۱۲۷ کافر بنانا ۱۲۷ بڑا سائبر ایچ تو اس کے معنی نہیں سمجھتے ہیں مگر اس کے اہلی مضمے مصنف کتاب سے معلوم ہوں گے اور اسی طرح بقا ۱۲۷

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں دو آنے خدشہ ہو تو عیسائیت کو اٹھارہ آنے۔ لوگوں میں معجزات۔ ہزار ہا تعجبات۔ آسمان۔ فرشتے۔ جنات۔ دوزخ۔ بہشت کیا ہو۔ جو عیسائیوں میں نہیں۔ تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی کھاتی ہو تو خود پادری کب اس کو جائز رکھتے انگریزوں میں مذہبی تعصب اس درجہ کا ہو کہ وہ کونسل کیٹھک عقیدے کے لارڈ رین گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تو ایک غل ساچ گیا۔ مٹر پارل نے انجیل پر چلف لینے سے انکار کیا تو سب کے سب مارنے کو پہلے۔ یوں مذہبی باتوں میں غفلت اور سہل انکاری سبھی سے ہوتی ہو۔ مگر اس سے لا مذہبی کا الزام عاید حال نہیں ہوتا یہ بات البتہ غور کرنے کی ہو کہ اگر انگریزی تعلیم لا مذہبی کی محرک نہیں تو انگریزی خوان مترنزل العقیدہ کیوں ہوتے ہیں مَثَلُ بَيْنَ بَيْنٍ بَيْنَ بَيْنٍ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اس سے یہ خیال یہ ہو کہ ہماری سوسائٹی کا قصور ہو اگر ہمارے گھروں میں مرد اور عورت مذہب کے پابند ہوں۔ اور بچے ماں باپ اور رشتہ داروں کو دین دارانہ زندگی کرتے ہوئے دیکھیں تو یہ بجائے خود سب سے زیادہ مؤثر تعلیم ہو۔ انگریزی ہمارے بچوں کو لا مذہب نہیں بناتی بلکہ اُن کو لا مذہب بناتے ہیں ہم اور ہمارے بڑے نمونے اور مذہب کے بارے میں ہمارے بے اعتنائی۔ ہمارے بے مثالیاتی دنیاوی علوم کے علاوہ علوم مذہبی کا بوجھ بچوں پر ڈالو گے۔ تولقیات ہندوؤں سے بازی نہیں لے جا سکو گے میری قطعی رائے یہ تھی کہ تعلیم کے سلسلے سے تو مذہب کو رکھو خارج اور سوسائٹی کی اصلاح کو بناؤ قائم مقام کر لیا کریں روٹا تو بھی جو سوسائٹی ہی کام کی نہیں۔ جب تک ایمان دار ماں باپ نہ ہوں اولاد کا سدھرنا معلوم۔ اسی غرض سے انجمن حمایت اسلام نے مجبور بچوں کی دینی و دنیوی دونوں طرح کی تعلیم شروع کی ہے امید ہے اس تدبیر سے ہمارے لڑکوں کے دین کی بھی پوری پوری حفاظت ہوگی اور دنیاوی علوم میں لے یہ بھی عیسائی مذہب کا ایک گروہ جو جس میں حضرت مریم کی بہت بڑی تعلیم ہو اور یہ لوگ تصویر پرست بھی ہیں۔

لے نہ دھر نہ دھریہ بلا کہ ص ۱۲ لے بے پروائی ۱۲۔

بھی بھروسے کے ساتھ دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ میری اس رائے سے اختلاف کریں گے۔ مگر سوچو غور کرو اہل لڑے سے صلاح لو اس کے بعد بھی اگر یہ رائے ناپسند ٹھہرے مت ماننا۔ لیکن خدا کے لئے کہیں ایسا نہ کرنا کہ کسی مولوی صاحب کا کوئی میرے تمام اعمال میں کفر کے فتووں کی گنجائش نہیں۔ حقیقت میں میری بھی عجیب رائے ہے۔ سارے جہان سے نرالی۔ جدھر دیکھو تعلیم کا غل ہو رہا ہے۔ اور میں یہ سوچا کرتا ہوں کہ جس قدر تعلیم اس وقت تک پہنچ چکی ہو وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک میرے نزدیک تعلیم کے اصول ہی ٹھیک نہیں ہوئے کچھ اس طرح کا غلط بحث ہو رہا ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس وقت ساری تعلیم کا مقصد یہ نوکری دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے قبط میں گرفتار ہو۔ جن کا پیشہ نوکری ہو وہ اور جن کا پیشہ نوکری نہیں وہ جن کو ضرورت ہے وہ اور جن کو ضرورت نہیں وہ۔ اور جو اہل قلم کے خاندان سے ہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریف سمجھے جاتے ہیں وہ اور جو شریف نہیں سمجھے جاتے وہ جس کو دیکھو نوکری کے لئے تیار ہو رہا ہے۔

اتنی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُلیس گی اور نہیں برسیں گی اور نہیں اُلیس گی۔ تو یہ اتنی ساری مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی ارادے میں صرف کر دیا کہ کیا کر کے کھائیں گے۔ پس میرے نزدیک تعلیم کی رفتار جس سے زیادہ تیز ہو گئی ہو اس کو زائد ہم کیا جانے جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں ان کو تعلیم کی ترغیب دینا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہے وہ چیز جو ہم کو درکار ہو پوری مکروہ غلطی ہے۔ انگریزی عہداری میں ایک سخت مشکل درپیش ہو کہ ہم کو بھی چاروناچار ہاتھیوں کے ساتھ گتے کھانے پڑتے ہیں۔ اہل یورپ کی ہنرمندی اور صنعتی اور ایجا دم کو پہنچنے نہیں دیتی۔ معاش کے جتنے کسب ہم کو یا دتھے مٹ گئے اور رہے سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ بس اسید میں اتنی جان باقی ہے کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر ولایت نہیں لے جاسکتے۔ ان کے ساتھ کپیت کرنا تو محال عقل ہو اتنا بھی ہو جاوے کہ ہم ان کی نقل و

تقلید کرنے لگیں تو جانو کہ سب کچھ پایا یہ ہونی چاہیے غرض و غایت تعلیم و جدہ سے تو تیسریجہ نہ جمل ہو ہی
اور نہ جمل ہو گا۔ اس کے لئے خاص کردہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں جن کی طبیعتوں میں ان علوم و
فنون کے اخذ کرنے کی مناسبت پائی جائے۔ لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا منصوبے
سوچنے والے تو میری طرح سیکڑوں ہیں کوئی کرنے والا بھی ہو۔ جانتے ہو کہ کرنا گیا چیرہ پر کرنے کے
معنی ہیں کچھ دینا۔ فائدہ ہوں تو سب کچھ ہو۔ ایسے ایسے فنڈوں کی اوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت
اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی۔ ولایت سے اُستاد بلوائے کلین منگواؤ۔ ہونا رنوار جوانوں کی ولایت
چلتا کر وہاں طرح طرح کے کام سیکھ کر آئیں اور یہاں اکوڑاں کاموں کو سیکھ لیں تب جاننا کہ قوم کے کچھ
دن پھرے۔ انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن تئیموں کی پرورش کی تا اُدھی درجن رائنڈل کی
تو خوب کیا بہت اچھا کیا۔ مہرست اہل مدوح ہیں اور چندہ دینے والے مستحق شکر گواری لیکن قوم کی
حالت اس قدر خستہ ہو رہی ہو کہ تجھے لاہور کا حال تو ٹھیک معلوم نہیں دہلی میں ہزار باعورتیں ہیں شوہر موجود
اور وہ بیوہ سے بدتر۔ ہزار بچے ہیں ماں باپ دونوں زندہ اور وہ یتیموں سے بڑھ کر غلامانوں
میں سیکڑوں طرح کے عیب ہیں۔ بے دینی ہو۔ بد عقل ہو۔ ناخاقبت اندیشی ہو۔ تعصب ہو۔ بے ہنری ہو۔
جمالت ہو کابلی ہو۔ شجھی ہو۔ نالیاقتی ہو۔ بے حمیت ہو اور مقدور ہو تو اسراف ہو۔ لیکن سارے عیب ایک
طرف اور اکیلی نفسی ایک طرف۔ جب تک نفسی نفسی نہیں نکلی گی قوم نہ درست ہوئی ہو اور نہ درست
ہوگی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت اٹھتی چلی جاتی ہو۔ سیدی علیہ الرحمہ نے ہم دردی کے مضمون کو کس
عہدگی سے ادا کیا ہو۔

بنی آدم اعضاء کے یکدیگر اند	کہ در آفرینش نزدیک جو ہر اند
ہو عضو سے بدتر اور ذر ذر کار	وگر عضو ہا رانہ اند تر ار

بہاویہ تو اعلیٰ درجے کی ہم دردی ہو کہ آدمی آدمی کا در کرے۔ ہم کو یہ تہہ کہاں نصیب۔ یہاں تو
اسلامی ہم دردی بھی اس قدر ضعیف اور مضعف ہو کہ گویا نہیں۔ ہم میں سے اگر کسی کو فکر ہو بھی تو اپنی
پرہیزگاہ کی اس کو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت درست نہ ہو شخصی حالت جیسی چاہیے کبھی

درست ہونیں سکتی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں کہ ادنیٰ وجہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحبِ مقدر ہو بھی جاتا ہو تاہم قومی حقارت کے داغ کو ناصیہٴ حال سے نہیں دھو سکتا۔ اس کے رہنے کی کوٹھی آراستہ اور شان دار ہوگی۔ اس کا لباس فاخر اور قیمتی ہوگا۔ اس کے خدمت گار دردی پوش ہوں گے۔ اس کے پاس متحدہ سوار یا تپنگیں ہوں گی۔ اس کا خرچ و افراور اُجلا ہوگا شاید وہ گھس پیچھے کرے سیونیل کشمری بن گیا ہوگا۔ مگر کلاسے گاموچی کا موچی۔ خدا وہ دن نہ لاسے کہ مسلمان ہو ناموجب عار و نقص نہ سمجھا جائے۔ لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور اُن کے قبضے سے دولتِ کلکتی چلی جائے جیسا کہ دیکھتے ہو کلکتی چلی جا رہی ہو تو بھائیو بڑے کی ناں کب تک خیر منائے گی وہ روز بد تو آکر رہے گا۔ پر رہے گا۔ گھر میں بیٹھ کر مرج

پدر من امیر خاں بود است

کہ لینے سے عزت نہیں بنتی۔ اس زمانے میں عزت کی شناخت ہو لیاقت اور لیاقت بھی وہ لیاقت نہیں جس کو قوم نے لیاقت سمجھ رکھا ہو بلکہ وہ لیاقت جس کو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور پسند کرتے اور جس لیاقت کے بل پر اہلِ یورپ کودتے ہیں۔ اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار نہیں کرے گا۔ کہ جو لیاقت اس زمانے میں درکار ہو اُس کا حاصل ہونا ہنوز دلی دور اس کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا چاہیے شوق بھی نہیں ہم کیوں کر سمجھیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت کو سمجھا۔ اگر کچھ ہو ابھی ہو تو اُس کا کریڈٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہے۔ لیکن نہ گورنمنٹ براہِ انصاف لازم ہو اور نہ گورنمنٹ اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہے کہ ہم کو بھاری حاجت کی قدر تعلیم دے کہ ہم مفلس ہیں۔ محتاج ہیں بے مقدر ہیں۔ لیکن ایسے گنگرے بھی نہیں سب کے سب کرتے پرائیں تو خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں بار بار نہیں۔ جی مضبوط کر کے ساری عمر میں ایک دفعہ بچے دل سے روپیہ پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں تو مسلمانوں کا بیڑا پار ہو یہ کچھ خوشی کی بات نہیں کہ چند روز سے مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پہلے غافل پڑے سوتے تھے۔ کہ سر پر ڈھول بجا رہے ہیں

بعد عمل کریں مٹھنے اور سوچنے اور عمل کرنے میں یقیناً اُس سے زیادہ وقت صرف ہوگا جو میں نے یہاں آنے میں صرف کیا ہو بلکہ اُس سے بھی زیادہ جو میں واپس جانے میں صرف کروں گا۔
 بہر کیف میں آپ صاحبوں کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ صاحبوں نے میرے بیان کو متوجہ ہو کر سماعت فرمانے سے عزت دی اگرچہ اس عزت کا کسی طرح مستحق نہ تھا اور اب کہ میری آمد رفت کا سلسلہ شروع ہوا ہو اُمید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ اگلے سال پھر ان ہی دنوں یا شاید کوئی تقریب پیش آئے تو اس سے بھی پہلے مجھ کو پھر آپ صاحبوں کی ملاقات کی خوشی حاصل ہوگی۔
 خدا کرے ایسا ہوا مین۔ والسلام۔

پانچواں پنچ مسلمانوں کی حالت پر جو محمد ن

ایجوکیشنل کانگریس کے چوتھے سالانہ جلسے منعقد

(علی گڑھ میں ۲۸- دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا)

تمہید

یہ پنچ بڑی دھوم کا تھا اس میں لوگوں کی بڑی کثرت تھی اور لوگ بھی چیدہ۔ اور
 علی گڑھ کالج کے اسٹریجی ہال میں ہوا تھا۔ اس میں اہل پنجاب بھی بہت

شریک تھے۔ اس کے بعد سے تو پنجابیوں نے آنا ہی موقوف سا کر دیا۔ اور غالب پھر ہو کہ مولوی محمد زید احمد خاں صاحب کے پچھلے کچھ سننے کا اشتیاق اُن کو یہاں کشاں کشاں لایا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر برس لکچر کے دینے کی یہ کیسی گرگی
اور کہاں یہ جھبڑ چوہ اندر اور باہر لگی
بات اب کوئی نہ رکھو اور دل مضطرب لگی
اس کی حالت دم بدم تھنہ بہت اتر لگی
بھیک کے ٹکڑے نکل کر مانگنے درو لگی
منفلسی کی جن کو ایسی بھاری آگ لگی
کوئی سنھلا ہو کہ جس کو دھڑکی ٹھوکر لگی
لیکن اس میں بھی تھول کی ہر اک بچر لگی
اُس سے پہلے فیس جو اکثر سے ہوا کتر لگی
قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنے اتر ہی پیٹ کے اتر لگی
کشتی نقد پر کھانے دور کے چکر لگی

مہر خاموشی تھی مدت سے میرے منہ پر لگی
سید احمد خاں کی خاطر ہو دگر نہ میں کہاں
پھر خدا جانے ملے کب موقع اطہار حال
رحم کر یا رب کہ اب امت تیرے محبوب کی
نسل شاہاں سلف عبرت کی جاہ و دوستو
کیا پینپ سکے ہیں بے ابد و غلبی یہ غریب
بچ گیا ہو کوئی جس پر تھر کی بجلی گرمی؟
علم ہر باخدا صہ گرچہ علاج درو قوم
کچھ نہ ہو تو بھی کتابوں کی توقیت چاہیے
پڑھ چکا سفلس کہ جوں کی باتھ میں اس کتاب
علم سے دولت ہو اور دوست ہو سب فضل

جو قوم سلطنت جیسی نعمت اور رحمت کو اپنی نالائقی کی وجہ سے کھو بیٹھی ہو۔ جو تمام اقوام معاشرے کے

سہ کر گئے ہیں خراج کو مراد ہو کہ پھر کا دنیا کر کی طرح لازم ہو گیا ۱۳۵۲ بات کو گمار کھنا یعنی اٹھا رکھنا ۱۳۵۲۔

۱۳۵۲ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم ۱۲۵۲ زیادہ سے زیادہ ۱۲۵۲ شے خالی پیٹ میں جو تازہ ہو

اُس کو اڑی کا قل ہوا اللہ پڑھنا کہتے ہیں ۱۲۵۲ ہم عصر ہم عصر ۱۲۵۲

کے مقابلے میں دولت اور عزت اور لیاقت اور اقتدار اور اعتبار سب باتوں میں ہٹی ہوا جس کے اکثر افراد کے دلوں میں **وَلَا تَزِرُ كِفَّةَ الْكُلِّ مَنَافِعَتُ** کی ذرا سی لگدگی بھی نہ ہو میں نہیں سمجھتا کہ ایسی قوم کا کوئی شخص کسی بات پر بھی فخر کر سکتا ہو۔ یہ سچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں **بِالْيُسْبَةِ إِلَى أَقْوَامٍ آخَرٍ** شخصی عزتیں کم بہت کم ہیں۔ مگر ہیں۔ لیکن چون کہ قوم سے عزت سلب ہو گئی ہے۔ شخصی عزت والے اس شعر کا مصداق ہیں۔

طاؤس راب نقش از گائے کہست خلق	تخمیں کنند او خجل از پزیر زشت خویش
-------------------------------	------------------------------------

کوئی اس کو لپٹ کر سے یاد کرے میں نے اپنے لیے روپیہ کمانے کی تو کوشش کی۔ وہ بھی آخر زنی نظر سے نہیں بلکہ قانع البانی کی خوش سے شخصی عزت کی طرف متبرادل کچھ ہمیشہ سے ایسا لگتا ہوا سا ہے۔ میں نے کبھی ایک لٹے کے لیے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ کیوں کہ میں عمومی عزت کے بدو دن شخصی عزت کو اصلی عزت نہیں بلکہ عزت کا طبع سمجھتا ہوں شخصی عزت تو دیکھ کر مجھ کو تو روپیہ سے بھی وہ خوشی نصیب نہیں جو ایک معزز قوم کے آدمی کو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے وہاں سے کیا متبع ہو سکتا ہے وہ بدعت جس کے بعض مصیبت مندرشتہ داردلی میں دست کاری سے اور بخیریں کا شکاری سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان سب کی دستگیری کروں اتنی توفیق نہیں۔ ان کی مصیبت کا مطلقاً احساس نہ ہو۔ ایسا دل نہیں میں تو خیر ایک متوسط الحال آدمی ہوں۔ جو لوگ بڑی لمبی چوڑی شخصی عزتیں رکھتے ہیں تو ان کے عیش کو بھی ایسی کمزور توں صاف نہیں باتا۔ کچھ اس طرح کا یہ تھا وقت آ گیا ہو کہ اس زمانے کے اسلام اور خوش دلی میں مانعہ الجمع کی سی نسبت قائم ہو گئی ہے۔

بَعْضٌ وَقِيلَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَنُّ كَوْخُشٌ هُوَ كَمَا مَوْقِعٌ هُوَ خَدَا كَافِرٌ مَوْرَدٌ اِنَّمَا الصَّوْمُ مَيُونٌ اِخْوَةٌ اُنْ كُو

بھی چین سے نہیں رہتے دیتا۔ لیکن دنیا کا کارخانہ اسی طرح چل رہا ہے کہ دنیا خوشی کی جگہ نہیں۔

۱۷۔ جب اکثر لوگوں کا ایک حال ہو تو کہا جاتا ہے کہ سب کا وہی حال ہے ۱۸۔ سب سے آگے بڑھ جانے کی خواہش ۱۹۔ تلہ دریک قوموں کے مقابلے میں ۲۰۔ منطق کی اصطلاح جو مطلب یہ ہے کہ اسلام اور خوش دلی کیا نہیں ہو سکتی ۲۱۔ اللہ اللہ کم زب ۱۲۔

خاص کر اُس زمانے کے ہم مسلمانوں کے لیے اَللّٰهُمَّ نِیَّاسِمْحٰنٍ الْمُؤْمِنِ لیکن اسی میں لوگ خوشی بھی منالیا کرتے ہیں۔ مگر میری طبیعت اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ خوشی سے بہت ہی کم متاثر ہوتی ہوں

جہاں میں ہوں غم و شادی بہم ہیں کیا کام | دیا ہوا ہم کو خدا نے وہ دل - کہ شاد نہیں

تاہم جیسی ناتمام - ناقص - ادھوری - ادھائی - مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو ہونی ممکن ہو مجھ کو اس وقت حاصل ہو کیوں کہ میں اس عالی شان دلکش ہال میں ایسے مہنگے اور لالچ اور با و تار آؤٹین (حاضرین) سے خطاب کر رہا ہوں - چار داگہ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیار می کی اور بہت یادگار میں مسلمانوں کی ہیں

از نقش و نگار در دیوار شکستہ | آثار پدید است صنادید عجم را

لیکن یہ عمارتیں ہم کو یاد دلاتی ہیں بڑے یا بچے شخصی و لوے شخصی آقاؤں مسلمانوں کی ایسی شان دار قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید یہی ایک عمارت ہو جس میں اس وقت ہم لوگ جمع ہیں ملک کو فائدہ پہنچانے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مگر جس غرض سے یہ عمارت بنائی گئی ہو - قومی بہبود - اور قومی ترقی کا اصل الاصول ہو میں نے متعدد آدمیوں کے منہ سے سنا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج جس کا اس قدر ڈھنڈورا بٹایا جا رہا ہے بیش بریں نیست کہ ایک کالج ہو - اور بس بے شک علی گڑھ محمدن کالج ایک کالج ہو اور بس - لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا یہ جو فرق ملک و مستعار اور جو تفاوت خویش و بیگانہ میں ہوتا ہو وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہو

حقاکہ با عقوبت دوزخ برابر است | رفتن بہائے مردنی ہمسایہ دہشت

جس کو اسلام کے ساتھ محبت ہو - اس کالج کا نام ہی اُس کے گرویدہ کرنے کے لیے کافی ہو - وَمِنْ شَیْئِیْ حُبِّ الدِّیَارِ کَاھْلِیَا : لِلنَّاسِ فِیْمَا کَعَشَقُوْنَ مَدَ اِھْب - یہ بالکل صحیح ہے کہ محمدن کالج کو بٹیلی یعنی مقدار یا کو الیٹی یعنی صفت - کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے درد کی کافی

لے دینا مسلمان کے لیے قید خانہ ہو ۱۷۷۷ء میں کچھ تو ۱۲۷۷ء میری عادت پڑا کہ ہر دو سالوں کو دست رکھتا ہوں اُن کی وجہ سے اُن کے شہر وں کو کچھ دوست رکھنے لگتا ہوں اور دوستی میں لوگوں کے طریقے مختلف ہیں ۱۲۷۷ء

دانتیں۔ لیکن کیوں کافی نہیں؟ اس لیے کہ فٹ نہیں۔ فٹ کیوں نہیں؟ نہ اس لیے کہ مسلمانوں میں
 مقدار نہیں اس گئی گزری ہوئی حالت میں بھی اگر کرنے پر آئیں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر
 بنی زبان سے کہنا کیا ضروری سیدھی اور صاف اور سچی بات یہ ہو کہ فٹ کا توڑ اس وجہ سے ہو کہ مسلمان
 نہیں۔ میرا یہ کہنا آپ سب صحابیوں کو ناگوار معلوم ہو گا۔ بلکہ جو مسلمان مجھے گاؤں پر ضرور گراں
 رہے گا۔ اور میں بھی بڑی ہی مجبوری سے یہ الفاظ منہ سے نکالے ہیں۔ لیکن ان شارعلہالی پانچ منٹ
 نہیں گزرنے پائیں گے کہ میں آپ لوگوں کے منہ سے نہیں تو دل سے ضرور اس بات کو تسلیم کر لوں گا۔
 اس کہنے سے کہ مسلمان نہیں۔ خدا نخواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی تکفیر کروں۔ میرے مذہب
 میں کسی کی تکفیر خود کفر ہو۔ اور کیا یہ مسلمان نہیں ہیں۔ میں اپنے تئیں بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔ مجھ کو
 معلوم ہو کہ اس ہندوستان میں ہم پانچ کروڑ سے زیادہ ہی زیادہ مسلمان ہیں۔ ان میں پانچ کروڑ میں ہزار
 نہیں تو سیکڑوں رنگ ہیں۔ شیعہ ہیں جن کی عزاداری سے ظاہر ہو تا ہو کہ جہاں نسل پیغمبر صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم میں جھوٹوں کسی کا پسینہ گرے وہاں سچوں سے دریغ اپنا خون بہانے کو موجود نہیں مٹتی ہیں۔
 ان میں مشائخ ہیں۔ دولائیں ہیں۔ دولائیں ہیں۔ مقلد ہیں غیر مقلد ہیں۔ اور وہی لائیں۔ وراثت دینی
 بڑے ظل غیاث بڑے شور و شغب۔ بڑے دم دعوے۔ اور بڑے جوش و خروش کے نئی قسم کے
 مسلمان نچری ہیں۔ سید احمد خاں کی امت۔ لیکن جو جس شان میں ہونی رہے اسلام پر فدا ہو۔
 کل جنرل بیکالہ دیکھو قرآن مجید میں عقل ہو کہ اسے آدمی حقیقت میں سچے مسلمان ہوں۔
 بلکہ ان کی آدمی تہائی چوتھائی کا کیا تذکرہ ہو۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی کسٹریٹ شاری کے برابر
 بھی سچے مسلمان ہوں۔ جیسا کہ منہ سے کہتے ہیں۔ اور اسلام یوں ٹھوکر میں کھاتا پھرتے۔ یہ ایک
 مسلمان کی کوششوں کا نتیجہ ہو کہ آج دوسرے ملکوں کا ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ
 آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں اور تاقیام تیاست بھرتے رہیں گے۔ کوئی کافر کوئی کافر نہ ہو۔
 خدائیں کے پڑھنے کے دو طریقوں کی طرف اشارہ ہو گا۔ سب کے بعد کو وقت میں کسی سے کم نہیں ۱۲۵۱ اپنے پندار
 میں ۱۲۵۱ ہر شخص اپنے خیال میں مست ہو گا۔ اگرچہ کافروں کو برا لگے۔

میں فردا کھل تھے۔ نہ اُن جیسا ہوا۔ اور نہ ہوگا تاکہ اُن محمد ابا اُحدیٰ مِنْ رِجَالِکُمْ وَلَکِنْ رُسُولُ اللّٰهِ
وَحَاکِمُ النَّبِیِّیْنَ۔ اُنھوں نے اپنے سچائی کے برتنے پر بعد دوسے چند کو اپنا ہم خیال بنایا۔ پس اگر مسلمان
پوچھے ہو تو وہ تھے خِدْوَةُ الْقُرْآنِ قُرْآنِ جو نہ ہماری طرح صرف زبان سے اسلام پر فدا تھے بلکہ اُنھوں
نے اسلام کے لیے گھر چھوڑے۔ نال و اسباب چھوڑے عیش و آرام چھوڑے۔ دنیا کے کام کاج چھوڑے
میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہو قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاؤُكُمْ
وَابْنَاؤُكُمْ وَاَخْوَانُكُمْ ذَاوُا جُلُومًا وَعَعِدُکُمْ وَاَمْوَالُکُمْ فَاَنْتُمْ تَقُولُ مَا نَحْنُ بِمُؤْمِنِیْنَ کَسَادَہَا
وَمَسَاکِیْنُ تَخْضَعُوْهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرُسُوْلِہِ وَجِهَادِہِ فِيْ سَبِیْلِہِ فَتَرْکُوْہَا حَتّٰی یَاْذَنَ اللّٰہُ
بَاَمْرِہِ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ۔ اللہ اللہ کیا بیان ہو کیا جامعیت ہو کیا اعلاطہ ہو کہ ان چند
لفظوں میں دنیا و مافیہا سب کو سمیٹ لیا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر تم کو خدا اور اُس کے رسول اور خدا کی
راہ میں جان بڑا دینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبے قبیلے کے لوگ اور مال جو تم نے
کمائے ہیں اور سوداگری جس کے منہ پڑ جانے کا ڈر ہو اور گرجیں کو تم کو پسند کرتے ہو غرض یہ چیزیں
تم کو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ یا رسول اللہ سے
کہنے کی کوئی سند نہیں معاملہ خدا کے ساتھ ہو چکے اُنھیں اَلْعَبْدُ وَمَا تَشْفِی الْعَبْدُ وَرَکُوْنِیْ اَبَدًا
بول اُٹھو کہ اس جانچ میں پورا اُتر سکتا ہو۔ اگر یہ اسلام ہو اور اگر کافیا عمل ہو حقیقت میں اسلام اسی کا
نام ہو تو میں اپنی نسبت پکارے کہتا ہوں کہ مجھ کو اسلام کے ساتھ اپنی ملائست بھی نہیں اور
ہونے کی امید بھی نہیں میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی کسی کے دل کا
حال جانتا ہو مگر جہاں تک ظاہری اعمال و افعال کی بنا پر شہرہ اور فراست کی جاسکتی چیزیں لیا
ہی سمجھتا ہوں کہ کبریت احمرے تو ملے۔ علقا کا پتہ لگے تو لگے کیمیا کا نسخہ دستیاب ہو تو ہو مگر قرن اول

۱۱۔ محمد تمہارے میں سے کسی کے باپ نہیں۔ وہ تو خدا کے رسول ہیں جن پر رسالت کا خاتمہ ہو گیا ۱۲۔ اہل زمانہ میں سے
سب سے بہتر میرے ہم عصر ۱۳۔ اُنھوں کی چوری اور لون کے لڑاؤس کو سب معلوم ہیں ۱۴۔ اُسے نسلق ۱۵۔

۱۶۔ اُنھوں کی چوری اور لون کے لڑاؤس کو سب معلوم ہیں ۱۷۔

لمہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پیدا ہی نہیں کرتا۔ ہوں تو کہاں سے ہوں۔ جیسے قرونِ اولیٰ کے بچے مسلمان تھے۔ جیسے پاک اُن کے دل تھے۔ ویسا ہی اُن کے وقت کا اسلام تھا۔ بلکہ ادیان پر غالب معزز موقر محترم غنی جیسے ہم دو دوسے۔ ستر نزل العقیدہ نام کے مسلمان ہیں۔ جیسے اپاک ہمارے دل ہیں۔ ویسا ہی ہمارے زمانے کا اسلام ہو مغلوب۔ ذلیل۔ خوار۔ محتاج۔ ۵

جس کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہو کمال	دیکھتا ہوں میں اب افزدوق۔ اُن کا احوال
جس طرح سے کہ ہنسائیے کو بے دیوں کے	نقل کرتا ہو مسلمانوں کی کافر نفثال

اسلام ایک مفہوم کلی ہو۔ کوئی چیز منفرد مستقل بالذات موجود فی الخارج نہیں وہ ہم میں ہو۔ اور ہمارے ساتھ قائم رہا ہی ہی عرت اُس کی عرت ہو۔ اور ہماری ہی دولت اُس کی دولت ہو۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ عرت اور دولت سے دنیاوی عرت اور دولت مراد ہو۔ وہ دنیاوی ہی عرت تھی جس پر قرونِ اولیٰ کے مسلمان مرتے تھے جس کے لیے تمام رحمتیں اُٹھاتے تھے۔ یہود پر خدا کا قہر نازل ہوا۔ تو وہ دنیاوی ہی عرت تھی جو اُن سے ہمیشہ کے لیے سلب کر لی گئی۔ ضعیف بت علیہم الذلۃ والسکونۃ ویا اے الغضب من اللہ اب پُرانے فیشن کے مولوی ہم کو سمجھاتے ہیں کہ واللہ العزیز کولسولہ وللمؤمنین سے آخری عرت مراد ہو۔ اس طرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوئے مسلمانوں کو کھڑا کر دیا۔ کھڑے ہوؤں کو بٹھا دیا۔ بیٹھے ہوؤں کو کٹھا دیا۔ لیٹے ہوؤں کو سٹلا دیا۔ سوائے ان مولویوں کے اور سوائے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو ان کٹھنلاؤں کے دامِ تزویر میں بسی بُری طرح پھنستے ہیں۔ جیسے دُکُل میں گدھا۔ کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام نہ کبھی ضعیف ہوا ہو نہ ہوگا۔ باقی ساری دنیا اپنے اور پرانے۔ دوست اور دشمن سب جانتے ہیں کہ ضعیف اسلام حدیثاً کو بچھو چھ گیا ہو۔ ابراہیمی شیعہ میں بھی اسلام ضعیف تھا۔ مگر اُس وقت ضعیف قلت تھا اور اب ضعیف علت ہو۔ اُس وقت مسلمان کم تھے اور جو تھے یا پہلے سے بے مقدور تھے یا اسلام کی وجہ سے لہ لاددی گئی اُن پر دولت اور منطی اور نازل ہوا اُن پر خدا کا غضب ۲، ۵ دفعہ ۱۲ عت خدا کی اور رسول کی اور مسلمانوں کی ۱۲۔ ۵ مکر ۱۲۔

اُن کو بڑے مالی نقصان پہنچے تھے۔ غرض نہ تو احوال و نہ انصار تھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے۔ نتیجہ اس حسرتِ حالی کا یہ تھا کہ جو شخص تھے اُن کی مصیبت کی کچھ بھی پروا نہ تھی حضرت بلالؓ کے حال میں لکھا ہو کہ یہ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ وہ ظالم صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں (اور گرمی بھی مٹنے کی گرمی) جلتے ہوئے کنکروں پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا اور سارے سارے دن اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹائے رکھتا مگر اللہ سے صبر۔ اور اللہ سے استقلال کہ شام کو باہر پاتے تو پانا وہی اَحَدٌ اَحَدٌ کا راگ گاتے نبض ان میں ایسے تھے جن کو ان کی قدرت و رعایت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے۔ بس انہیں کسی قدر مطمئن سمجھ لو۔ جب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن نہیں۔ پھر کو مقاومت کفار کی قدرت نہیں تو آپ نے ہجرتِ اولیٰ کی اجازت دی اور جس جس سے نکلنے بن پڑا۔ نجاشی کی عملداری میں چلا گیا۔ قرنِ اول کے مسلمانوں کے ساتھ ہم کو اور کسی طرح کی مماثلت نہیں تو یہی ایک بات سہی کہ اُنھوں نے بھی ایک نصرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپریس و کوٹریکے مستامن ہیں۔

وَرَّهْ اَفْتَابَ تَابًا بِاسْمِ

اگرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ

ترک وطن کچھ آسان کام نہیں۔ ہجرتِ اولیٰ پر بھی بہترے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفار مکہ کے ہاتھ سے بدستور زندہ نہیں اُٹھاتے رہے یہاں تک کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے ہوئے کہ اَدَّ يَمْكُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَنْتَبِئُونَكَ اَوْ يَقْتُلُوكَ اَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَكُونُوا

وَيَكُونُوا لِلَّهِ وَخَيْرِ الْمَلَائِكِينَ۔ آخر کار مجبور ہو کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا تو کس طرح کہ رات کے وقت چھپ کر بے سرو سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر کھڑے ہوئے مدینہ پہنچے جب مٹے سے پیغمبر صاحب کے پاؤں اُٹھائے تو اُنھوں نے بہت جھانکا۔

مکے کے آس پاس ہی لگا ہوں کیوں کہ مکہ بھی مشہور زیارت گاہ ہے اس کے قریب میں اسلام کی منادی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بدعتی کی اور مار کر نکال دیا۔ مدینہ کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے مکے آتے جاتے ہی رہتے تھے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواظفہ سے پہلے سے ایمان لایچکے تھے۔ انھوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانچوں ہاتھ لیا۔ مہاجرین چشمہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے۔ اب پیغمبر صاحب کو کفار کی ایذا دہتی پوری پوری تو نہیں ملے پھر بھی سختی ملی۔ چوری پوری نجات کیوں کہ جو سکتی تھی اور قرضہ صفائے مسلمان بن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ مکے میں گرفتار نہ آئے تھے اور ہر چند انصار اپنے اہل دینہ نے مہاجرین کی خاطر داری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ مگر اس خدا کی لشکر کو خدا کے سوا کون سنبھال سکتا تھا۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی۔ مگر اسی ہمدردی کے مہاجرین کے پاس رہنے کو جھوٹا تک نہ تھا اور انصار جو اس کو گھر کے مکان پر رکھتے تھے۔ مہاجرین بے مروت اس شخص تھے۔ انصار بعض گھنٹی کرتے تھے بعض کو باغوں کی آمدنی تھی۔ مہاجرین کو رہنے کے لیے گڑیل و عیال سے بچھڑے ہوئے پردیس میں اگر پڑے تھے اور انصار دین اور ایمان کے لوگوں تھے۔ ہم اپنے ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ جو تھیں اور ستانیوں کے گروہ کے گروہ مہاجرین پر ہورہ کرتے پھرتے ہیں۔ جس گاؤں میں وہ دن کے لیے مجبور ٹھہر جاتے ہیں ان کی بڑی بدداشت ہو جاتی ہے والوں کا بھروسہ کھل جاتا ہے۔ کیا حال ہے اہو گا انصار کا جو ان کے سر پر بکڑوں مہاجرین ہی رہتے پڑے رہے۔ وہ دن چار دن نہیں مہینوں برسوں۔ غرض کہ یہ عیب میں کا اہل کار کا نہیں کا وقت تھا کہ جو مسلمان جہاں تمام عیبت میں تھا کچھ تو سکھیں مگر یہ سیکھنے لگے۔ جن کی تعریف کی ضرورت نہ تھی۔ کچھ دینے میں تھے۔ یہ مہاجرین تھے ان پر ان کے بھائیوں نے ان کو یہ بھی ضرورت نہیں تھی کہ کھڑا نہیں رہنے کو گھر نہ نہیں ہی بٹا سکتے تھے۔ غرض کہ انہیں۔ شمس گھامادی کو کچھ ضرورت نہ تھی۔

اس پر کہا جاتا ہے کہ اسلام بزرگ شمشیر پھیلایا گیا سُبْحَانَكَ هَذَا جَعَلْتَ عِظَمَهُ اب ہم اُس وقت کے اسلام کو اِس وقت کے اسلام سے یعنی اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت کو اس وقت کے مسلمانوں کی حالت سے متبادلہ کرتے ہیں ممکن نہیں کہ ہم ان جیسے مسلمان ہو سکیں انھوں نے پیغمبر صاحب کو آنکھوں سے دیکھا ہم نے کانوں سے سنا ۵

شنیدہ کی بودمانند ویدہ

تراویده ویلوف راشنیده

لوں آنکھ اور کان میں چند انگلی کا فاصلہ ہو۔ مگر دیکھے اور سُنئے ہوئے میں گزروں کا تو ضرور اور کبھی
 کوسوں کا بھی۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ول بارہینے میں
 تشریف لائے تو سارے مدینے میں غلّ تھا اور لوگ حضرت کے دیکھنے کو جوق جوق اُٹھے ہوئے چلے
 جاتے تھے۔ میں اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں نہیں کہتا۔ کبھی
 مجھ کو سمجھ جاؤں میں نے کہا کہ چلوں دیکھوں تو سہی کیسے پیغمبر ہیں۔ جا کر دیکھا تو بے اختیار میرے دل
 میں آیا اللہ ماہذا یوحیٰ کہ آج ہے

رود آوازیم چرخه است

در دل هراسی که حقیق عزرا است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہم کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ بس یہی ایک بات ہر افتیاء سے خارج جس میں ہم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں سے پیٹھے ہیں۔ لیکن جیسے ہم قرونِ اولیٰ میں ہونے کی نعمت سے محروم رہے۔ ویسے ہی آفتِ ابتلا سے بچے کیا اُس وقت کا اسلام آج کل کی طرح بچوں کا کبیل تھا کہ کلمہ پڑھ لیا۔ اُلٹی سیدھی چار ٹکڑیں مار لیں گے فردوسِ بریں کے خواب دیکھنے۔

وَرَدُّهُ لِقَائِهِ يَوْمَ يَأْتِي الشُّعَرَاءَ بِمِثْلِهِمْ يُقُولُ الرُّسُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَعْمَىٰ بُصِيرٌ لَّهُمْ نُورٌ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا نُورٌ مِّنْ نَّارٍ يَمشي فِيهَا ذُكُورٌ ۚ أَلَمْ يَكُن لَّهُمْ يَوْمَ أَنْ قُرْءَانًا فَذُكِّرُوا كُنُوزًا ۚ فَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَهُمْ فِي عَذَابٍ مُّقْتَدِرٍ ۚ

۱۱۔ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر کبھی اور کوئی بہتان ہو گا ۱۲۔ خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہو کہ جو بوٹ کئے والے انہیں ملے گا تم کو خیال ہو کہ جنت میں جادوئل ہو گئے اور تم کو اگلے لوگوں کا سامنا ملے گا یہاں تک کہ تم کو کلیق ہو جیسی باتیں پھر نہیں اور پھر اٹھے یہاں تک کہ رسول و جو اس کے ساتھ ایمان لاتے تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کا مدد بھیجے ۱۳۔

ایک اور آیت ہے اَحْسِبِ النَّاسُ اَنْ يُدْرِكُوا اَنْ يَقُولُوا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا
 الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَافِرِيْنَ بڑے شکر کا مقام
 ہو کہ ہم ایسے امتحانوں میں نہیں پکڑے گئے ورنہ خدا کی قسم کافر ہو گئے ہوتے۔ اس مقام پر مجھ کو ایک
 بات یاد آئی کہ میں ایک شہر میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔ اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے۔ آیا محرم۔ توشیعہ
 عوام اداری کی بڑی بڑی تیاریاں کرنے لگے۔ میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا اور کچھ سمجھ کر بے غدر
 شریک ہوتا تھا کہ گھر پر ہر وقت کون سے نیک کاموں میں صرف ہوتا ہو۔ یہی نہ ان مجلسوں میں
 لڑانے کے لیے اکثر جھوٹی اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں مگر آخر ایک مذہبی رنگ تو ہو۔

ایک دن ایک مجلس میں خوب ہی رقت ہوئی۔ میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ سب
 زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ۔ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ۔ مجھ کو یہ
 اُن کا کیا لیتنی كُنْتُ مَعَهُمْ کا رونا بہت ہی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ کیوں کہ اُس سے استماع میں
 خلل واقع ہوتا تھا اور پزل کہ وہ فمیرم کا مرجع معین نہیں کرتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ
 یہ کیا بیودہ آرزو ہو۔ کون جان سکتا ہو کہ تم اُس وقت ہوتے تو کیا کرتے آخر فریقِ مقابل بھی تو اپنے
 تین مسلمان ہی کہتا تھا ۵

اَتُوجَّوْا اُمَّةً قَتَلْتُمْ حَسِيْنًا	شَفَاعَةُ جَدِّ يَوْمَ الْحِسَابِ
فَلَا وَاللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيعٌ	وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ

جب دوسرے ذکر صاحب (یعنی لکچرار کیوں کہ نئی روشنی والے تعلیم یافتہ ذکر کو کیا جانیں) ممبر پر
 لے کیا لوگوں کو یہ خیال ہو کہ منہ سے آمنا کہہ جھوٹ جائیں گے۔ اور اُن کو آزمایا نہ جائے گا۔ انگوں کی تو آزمائش ہم نے
 لی پر لی تو ضرور ہو کہ خدا پھول کو جان کر رہے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے ۱۲۔ اسی کاش میں اُن کے ساتھ ہوتا۔
 لکھنؤ میں اس کی جگہ یہ کلام مروج ہو جائے آقا ہم نہ ہوتے ۱۳۔ جن لوگوں نے حسین کو قتل کیا کیا اس کے
 اُمیدوار ہیں کہ اُن کے نانا قیامت کے دن اُن کی شفاعت کریں گے ۱۴۔ بخدا وہ اُن کی شفاعت کرنے والے
 نہیں اور اُن کو قیامت کے دن خدا ہو گا پر ہو گا ۱۲۔

تشریف فرما ہوئے تو رات گئی تھی زیادہ میں اُٹھ آیا۔ میرا انا تھا کہ وہاں مار کٹائی ہوئی۔ پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان کیا ان میں سے وہ یا لکے ہوئے کھٹ مہم بھی تھے۔ انھوں نے کھوایا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں۔ میں نے سُن کر کہا کہ اسی پر تپے پر آپ کو معرکہ کر بایں ہوئے کی آرزو تھی۔ الغرض نوا کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے غالی نہیں مجھے ہمارے دل بود ہے۔

ہماری جنتیں بہت - ہمارے انا سے تفرزول - ہمارے ایمان نصیحت ہیں - سوچتے ہی تمہارے
میں ہم کو پیدہ بھی کیا گیا ہو کہ پروڈکٹ کا چلا جاتا ہو - جیسے اس وقت کے مسلمانوں کے اجر بڑے تھے
وہیسی ہی اُن کی قوم و دنیا کی بہت تھیں۔

مکتبہ اسلامیہ

میں نے جو قروں اولیٰ کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ ان کی ذمہ داریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبوط ارادوں کے تھے کہ کڑے سے کڑے دمووی فرید اللہ علیہ السلام صاحب پرہیزگار خان کو کمال تک پہنچ کر بہت محاسب ہوئے آپ کا وطن کڑا عریان تھا اور میر حسن کی غنوی کا کھراج

کتابخانه عمومی

بلکہ میری مراد ہر کسنت سے سخت امتحان ہر بھی ذلک العیار ٹھٹھے تھے رُآن کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں ہماری ہی حیثیت ہو۔ ہم اُن سے خود نہیں بے انتہا زبان ہیں ماسن و عافیت سے اپنے غمروں بیٹھے ہیں۔ کامل آبادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کرتے ہیں۔ مہاجرین کا کوئی شکر ہمارے سر نہیں پڑا کہ ہم کو لے کر تیار کسی شخص کی تجویز ہمارے ذمہ نہیں لگائی کسی کی تکلیف تک نہیں چھوٹی ہم اگر فلسفہ محتاج ہیں تو یہ ایک امر اضافی ہو۔ دوسری قومیں آہم بہت زیادہ مالدار ہیں۔ زندگی کے معارف بڑھ گئے ہیں۔ مگر پھر بھی فردوں احوال کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کہیں بڑھ چکا ہو۔ نہ اسلئے کہ وہ ہم اُن کے شمول کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں اُن میں

یہ تو نہ کبھی ہوا اور نہ ہو سکتا ہو کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک حالت میں بھی یکساں ہو جائے۔ تفاوتِ حالات من جانب اللہ ہو اور دنیا اور دین دونوں کا مدار کاراسی پر ہو۔ پس جب ہم قوم پرستوں حَيْثُ الْقَوْمِ کسی بات کا حکم لگائیں تو اُس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اُس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہو۔ انگریز جن کے متول کی مثالیں دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر (مسلمان تو ایسے کیوں ہونے لگے تھے) ایک بنگالی پارسی بیٹو نے لکھتی کی بھی آنکھیں پٹی کی پٹی اور مونہ کھلا کھلا رہ جائے کیا تم سمجھتے ہو کہ اُن میں غریب نہیں ایک وہ ہیں کہ سلطنتوں کو مول لیکر چھوڑ دیں اور اُسی شہر میں بلکہ اُن کے پڑوس میں وہ بھی ہیں کہ جن کی مصیبت ہم کو لینے ہی دیکھنا سے فرصت نہیں۔ کون بیان کرے۔ ہاں تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہو کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور سب تو ہو بھی نہیں سکتے) بلکہ اُن میں سے اتنوں کی حالت درست ہو جاتی کہ اُن کی وجہ سے قوم پر وقت کی نگاہ پڑنے لگتی (ایو خدا اکب وہ دن ہو گا۔ پس از سرمن کن فیکن شد شدہ باشد۔) تو جو لوگ خستہ حال رہ جاتے وہ بھی سربراہِ دکان قوم کی شانِ حالی سی ڈر کٹلی (بلوا واسطہ) یا ان ڈر کٹلی (بلوا واسطہ) فائدہ اٹھاتے پر اٹھاتے۔ ہندوستان میں کوئی انگریز اگر فوڈ ڈسٹرکٹ گدا بھی ہو تو کمالے گا صاحب ہی یہ ہو تغرز قومی کہ انگریز اور صاحب دو لفظ ہو گئے ہیں مترادف ہم دگر ہماری گئی گزری قومی عزت کی یاد گا بھی ابھی تک گفتگو میں باقی چلی جاتی ہو کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ پکارتے ہیں۔ لیکن جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں سینھا لانا چاہتے تو بزرگوں کی حاصل کی ہوئی عزت بزرگوں کے ساتھ گئی گزری۔ اب اس بات کا خیال کرنا بھی داخل بے عزتی ہو۔ ہمارے رفاہر جہاں اور تدبیریں کرتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہو کہ مسلمانوں کو اُن کے بزرگوں کی عظمت یا دولانی جاتی ہو۔ بے شک غیرت کے مشتعل کرنے کو یہ دیا سلامتی بہت ہی مناسب تھی مگر میں دیکھتا ہوں تو بزرگوں کے کارنامے سن کر مسلمان بجائے اس کے کہ اپنے نہیں خیر الخلاقین بعد الاملاکین و رومی آن ویر فوڑ فوڑ بنانے کی کوشش کریں۔ اُنٹے شیخی میں آجاتے ہیں۔ اور شیخی ایسی ہی

بلا ہو کہ جتنے رفاہیہ ہیں وہ اور عَشْرُ امَّا کَلِمْ مَعَهُمْ سَبَّ لَکَ اِیکَ اِنْجِی تو مسلمانوں کو ترقی کی طرف نہیں کھسکا سکیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ماڈے اس ملک بیماری کے اٹھنے کو تیار ہیں۔ پھر انگریزی تعلیم جو شرط معاش شرط آب و تاب ہو۔ کوئی دن جاتا ہو کہ شرط زندگی ہونے والی ہو۔ خدا جانے کیا آفت ہو جس کو چھو گئی اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہو۔ حتیٰ کہ بقولات کے کھانے والے ہندو دیکھو تو کیا اپنڈرو چارہ ہیں ہر ایک غیر خواہ اسلام کا فرض ہو کہ مسلمانوں کو اس پہلو پر نہ آنے دے اور اُن کو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت تو سلطنت کی ہو۔ وہ تو گئی اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب اس کی یادگار تازہ رکھنے سے ہم کو کوئی نفع نہیں۔ ہم کو اور ہماری نسلوں کو محکوم ہو کر رہنا ہو۔ انگریزوں نے بڑے شمشیر ہم سے ملک لیا ہے ہمارا کوئی حق اُن پر نہیں۔ اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا تھا۔ **يَذَرُ بَنِي اِبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ تَوَّحُّوْهُمْ اُنْ کَاکِیَا کَرِکَیْہِیْ** مگر نہیں جیسا خدا سے تعالیٰ اپنی نسبت فرماتا ہو **کَبَّ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃُ اُسْ** کی رحمت کا پرتو ہے کہ انگریزوں کو انصاف اور مہربانی کی توفیق دے رکھی ہو ہمارا دینی اور دنیوی مفاد اسی میں ہو کہ **ہَلْ جَوَّزُوا الْاِحْسَانَ اِلَّا الْاِحْسَانَ** کے مطابق خوش دلی اور شکہ گزاری کے ساتھ ادب حکومت طوطا رکھ کر اپنی حالت کو درست کریں۔ وہ زمانے گئے کہ ساری دنیا وی برکتیں اور منفعتیں سلطنت میں محصور تھیں۔ اور اسی وجہ سے سلطنت بڑی پیڑ بھی جاتی تھی۔ اب علم کا فروغ ہو۔ اس نے وہ زور بچھا ہے کہ سلطنت بھی اسی کی دست نگر ہو۔ میں ذرا مطلب سے دور ہو گیا۔ میں یہ کہنے کو تھا کہ بزرگوں کیوں کیوں کیوں حاصل کی تھی اور ہم نے اُس کو کیوں کر کھویا۔ اگر کوئی بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے وہ اُس کو کسی نہ کسی طرح کا سود مزاج بتائے گا۔ عامل پاس جائے تو ارجح خبیثہ یا چناتے سے ڈرائے گا تو می **لَا اُنْ جِیْہِ دَسْ اُنْ** کے ساتھ ۱۲ ساگ پات ۱۲۲ فساد ۱۲۵ اُن کے بیٹوں کو حلال کرتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا ۱۲۵ اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ۱۲۵ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ اور بھی ہو ۱۲۵ اور اُن کے مشابہ ہیں رتالوں میں جہولوں میں سے قیافہ شناسوں میں سے ۱۲۔

يَمَّا تَدْعُهُمْ مِنَ الرَّمَالِ الْبَيْتِ وَالْجَفَّارِينَ وَالتَّقْوِينَ بِرَأْيِكَ اِنَّا اِنَّا رَاكٍ كَاۤءِ كَاۤءِ

پس از صد سال اس معنی محقق شد بہ غافانی کہ بورانی است باد بخان باد خاں ست بورانی

انگریزی عملداری سو برس کی بڑھایا ہونے آئی کہیں اب جا کر مسلمانوں کو وہ بھی سب کو نہیں معلوم ہو کہ ہماری قوم کی قوم بیمار بنی جن کو بیماری کا اذعان ہو وہ بھی اکثر تعین سبب میں غلط کرتے ہیں اور تعین سبب میں غلطی ہوئی تو علاج میں بطریق اولیٰ میں صاف دو ٹوک بات کہتا ہوں کہ اگر صرف یہی ایک سبب نہیں تو بہت بڑا سبب ضرور ہو کہ جن بزرگوں نے عورت حاصل کی تھی اعلیٰ طبقہ کے قومی اتفاق اعلیٰ درجہ کی قومی ہمدردی اعلیٰ درجہ کی قومی فوج کے زور سے حاصل کی تھی ہم نے کھوئی ڈوبی تو اسی سبب سے کھوئی ڈوبی کہ عیفتیں ہم میں سے نکل گئیں مسلمانوں میں سنی شیعہ کے اختلاف کی وجہ سے اگلے بزرگوں یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نسبت بھی یہی بات شہرت پر گئی ہو کہ ہماری طرح اُن میں بھی بغض و نفقات تھا۔ بھوٹ اور شکش تھی۔ عداوتیں اور خود غرضیاں تھیں لیکن موٹی سی موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہو کہ انگوٹ کے دلوں میں کپٹ ہوتی تو اسلام آج کہیں دوا کے لیے بھی تو رو سے زمین پر ڈھونڈا نہ ملتا تھا اخصاً نص بشری کے اعتبار سے وہ بھی ہم جیسے آدمی تھے اور ہم کو اس بات کے کہنے میں کیوں مضائقہ ہونے لگا جب کہ بغیر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی منگی فرمایا ہو۔ پس اگر ان میں اختلاف تھا بھی اور ضرور تھا بے شک تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ اور ہوا ہی کرتا ہی وہ تو آدمی تھے۔ دو برتن ایک جگہ رکھے ہونے ہوتے ہیں تو وہ بھی کبھی کبھی کھڑکھڑاہی اُٹھتے ہیں تو اُن کے اختلافات ایسے تھے جیسے آج کل انگریزی پولیٹیکل گروہوں کے۔ رٹے بھی ہیں جھگڑتے بھی ہیں۔ بگڑتے بھی ہیں۔ مگر ساری جنگ زرگری جو مفاد سلطنت کے لیے مثلاً ایک کی راہ ہو کہ سوز کنال یعنی نہر کی طرف سے پورا پورا طہینان حاصل کر کے مصر سے بالکل دست بردار ہو جانا چاہیے۔ دوسرا کہتا ہی مصر سے ہٹے اور ہندوستان ہاتھ سے گیا تیسرا یہ علاج دیتا ہو کہ جب تک خدیو کو اتنی قوت ہو کہ اپنا گھر آپ بٹھالے

لے یقین ۱۲ء میں بھی تمہاری طرح کا بشر ہوں - ۱۲ -

ہم کو اس کا ساتھ دینا ضرور ہے چوتھا اصرار کر رہا ہو کہ بات کو دگرے میں ڈالنے سے قبا حیس پیدا ہوتی ہیں ہمت کر کے فوراً انگلیشن یعنی مضبوطی کا اشتہار جاری کر دیا جائے۔ میں مصر پر پھر دینے کے نہیں کھڑا ہوا میں نے تمثیلاً ایک بات بیان کی تو کیا جس فریق کی یہ رائے ہو کہ مصر سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ برٹش گورنمنٹ کے نقصان کا نواہاں ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دست بردار ہونے ہی میں گورنمنٹ کا فائدہ سمجھتا ہو۔ اسی طرح سٹرکائیڈ سٹون اور لارڈ ساسبری وزارت کے دوسرے دعویٰ دار ہیں نہ اپنے فائدے کی نظر سے۔ بلکہ اس لئے کہ نیک نیتی سے ہر ایک اپنی وزارت کو گورنمنٹ کے حق میں مفید خیال کرتا ہو۔ لیکن ہم لوگ ذاتی اغراض سے اس قدر مغلوب ہو رہے ہیں کہ ہم کو اس کی سمجھنا اور سمجھیں تو یقین کرنا دشوار ہے۔ تاہم ایسے نفوس قدسی خدا پیدا کرتا ہو جو قومی اغراض کے لئے ذاتی اغراض کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اور ایسے ہی نفوس بزرگان دین کے تھے۔ ان کو بھی لوگوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی تھی۔ مگر ان کی دوستی اَلْحَبِیْبُ لِلّٰہ تھی اور دشمنی اَلْبَغْضُ لِلّٰہ۔

مولانا روم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے کام ذاتی اغراض کے شائبے سے کس قدر پاک اور منترہ ہوتے تھے فرماتے ہیں ۵

اَوْ خُذْ وَاِذَا خُتْ بَرْدَیْ عَمَلِ	اَفْتَحْ رَہْمَہٗ نَبِی دہر ولی
اَوْ خُذْ وَاِذَا خُتْ بَرْدَیْ کَہ ماہ	سجدہ آرد پیش اور سجدہ گاہ
دِرْزِ مَاں اِنْدَا خُتْ شَمِیْرِ اَلِی	کردا و اندر غز ایش کا ہلی
گشت حیراں اَلِی مَبَارِدِ رِی عَمَلِ	از نمودن عنف و جہل بے عمل
اَگت بَر مَن تَخِ کِی اَفْرَاشْتِی	از چہ انگشتی مرا بجز اِشْتِی
اَگت امیر المؤمنین با آن جوان	کہ ہنگام نبرد اے پہلوان
چوں خُذْ وَاِذَا خُتْ بَرْدَیْ مَن	نفس جنبید و تہ شد نوے مَن

۵۔ دوستی خدا کی وجہ سے ۱۲ شہ دشمنی خدا کی وجہ سے ۱۲ ملوثی لعابِ دہن ۱۲۔

<p>نیم پھر حق شد و نیے ہوا گہرائیں بشتید و نور سے شدید گفت من تخم جفامی کا شتم عرض کن بہن شہادت را کہ من قرب پنجم کس ز خویش و قوم او</p>	<p>شرکت اندر کا رحق بنو دروا در دل او تاکہ ز نثار سے برید من ترا تو سے دگر پنداشتم من ترا دیدم سدا افزا ز من عابر قائم سوئے دیں گردندرو</p>
<p>اسی طرح حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے اسلام کی ترقی اور ترویج اور تشہید اور مسلمانوں کی اعانت و امداد و تائید کے لیے جہاں اور بہت سے کار نمایاں کیے ان میں تَحْسِبُونَهُ هَيِّئًا وَهَوًّا عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا یہ بھی تھا کہ اسلام شروع ہوا غریب سے مساکین سے۔ اگر غبارِ تعصب چیم دل کو سیرہ و تار نہ کرے فَأَهْلًا لَا تَقِي الْأَكْصَادَ وَلَكِنْ تَعْلَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ تو اسلام کی ساری ہسٹری (تاریخ) شروع سے آخر تک اُس کی صداقت پر گواہی دے رہی ہو۔ اس نے پہلے پہل جڑ پکڑی ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ دنیاوی مال و دولت دنیاوی جاہ و حشمت۔ دنیاوی نام و نحو۔ دنیاوی فقر و عزت دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی چیز نہ تھی جو اُن کو صراطِ مستقیم کے اختیار کرنے میں سد راہ ہو سکے۔ ان میں کچھ لوڈ می غلام بھی تھے۔ کافروں کے غلام اور ہم مسلمانوں کے آقا اور سر تاج۔ مشرکین جن کے یہ لوگ ملوک تھے ان کو صرف اسلام کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب دیتے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُقِيمُوا بِلَا اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ چنانچہ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک غلام تھا انس اس واسطے کہ وہ بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کہ اُس نے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کر لی تھی کہ دس ہزار</p>	<p>سے تم اُس کو ہلکا سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہی ۱۲ لکھ بات یہ ہو کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سنوں میں ہیں اندھے ہو جاتا کرتے ہیں ۱۲ لکھ اُن کی یہی بات اُن کو بُری لگی کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت والا قابلِ حمد انسانوں اور زمین کا مالک ۱۲۔</p>

درم تو اُس کے پاس نقد تھے اور باوجودیکہ خود غلام تھا۔ آپ بھی لوٹدی غلام رکھتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چاہا کہ وہ اسلام لے آئے۔ اُس نے سختی کے ساتھ انکار کیا۔ تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے دل سے اُتر گیا جب حضرت بلالؓ کو دیکھا مبتلائے عذاب۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے بہ تقاضاے اخوتِ اسلامی اُمیہ سے سفارش کی کہ انھیں ڈرندے کے غضب سے۔ تو اُمیہ بولا۔ اگر تم کو ایسا ہی ترس آتا ہے۔ تم ہی نے اُس کو بگاڑا ہے۔ اپنی بلا کو لے نہیں جاتے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اگر ذرا بھی معلوم ہو کہ اُس کا منشا حضرت بلالؓ کے جدا کرنے کا ہے تو کبھی کی حضرت بلالؓ کی غلطی ہوگئی ہوتی۔ اب اشارہ پاتے ہی بول اُٹھے کہ میں نے لیا۔ اُمیہ نے کہا۔ نسطاس کے بدلے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ہاں جی ہاں نسطاس اچھوٹے اُس کے پاس اٹا تھا ہے وہ سب اُسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ سمیت سات مسلمان لوٹدی غلاموں کو ان کے مالکوں کے منہ مانگے دام دے دے کر خرید اور آزاد کیا۔ ان کے والد کو اس کی توفیق نہ تھی کہ اس خرم یداری سے کچھ اور بھی مطلب ہو۔ سن کر کہنے لگے کہ یہ ہمارے تھکے از کار رفتہ لوٹدی غلام بول لیتے پھرتے ہو۔ لینے ہیں تو ایسے غلام جو تم کو فائدہ بھی پھونچا سکیں۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے باپ کو کھجایا کہ میں ان کو حسبہ اللہ آزاد کرنے کے لیے خریدتا ہوں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن شریف کی اس آیت میں یُوَفِّي مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَالُ احِدٍ عِنْدَ مِثْرَةٍ نُّعْمَةٍ تُجْزَى اِلَّا اُتْبِعَا وَجْهَ رَبِّهِ الْاَعْلٰی وَ لَسُوْنَ بَوْفٰی۔ میں نے یہ دو باتیں تمہیں بیان کی ہیں یہ صحابہؓ پر موصول معلوم ہو کہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمِنْ اَحْسَنِ مِنْ اللّٰهِ صِبْغَةً مگر ہاں اتنا ضرور ہے۔ ح

ہر گلے راز رنگ بولے دیگر است

کسی میں علم غالب ہے۔ کسی میں غیرت۔ کسی میں سخاوت۔ کسی میں شجاعت۔ کسی میں کچھ کسی میں کچھ۔ ایک آدمی حرمِ مجاہد کو شہید ہوا کہ پزر گانِ دین کے حالات جو لوگوں نے مضبوط کیے ہیں اور

لے اپنے مال کی زکوٰۃ اور تباہی اور اُس پر کسی کا احسان نہیں کہ اس کا بدلہ اُتارتا ہو مگر طلبِ رضا ہے پروردگار اور وہ ضرور اُس سے راضی ہوگا ۱۲؎ امد کا رنگ اور اللہ سے بھی کسی کا رنگ بہتر ہوگا ۱۳؎

شان و شوکت کا یہاں تک خیال تھا کہ کچے کا طواف کرو تو جہاں تک چوسکے اگر طواف صفا اور مرو
میں زور سے دوڑو۔ جمعہ اور عیدین یعنی جماع میں بہتر سے بہتر ہیئت بنا کر شامل ہو نماز عید کو ایک
رستے سے جاؤ۔ تو دوسرے رستے سے آؤ۔ ان باتوں سے آخر ایک اٹکل تو مل سکتی ہو کہ بغیر صاحب کا
دلی منش کیا تھا۔ اب ہم نے دولت اور خواری کو شمار اسلام نہ لیا۔ اگر گئے اس لئے کہ رنگر نامنا رہے
تھے جھسڈی ہو گئے کیوں کہ جھسڈی ہونے سے خوش تھے کچھ کو تو غصہ اس بات پر آتا ہو کہ دلیل ہو
تو خیر غضب تو یہ ہو کہ بزرگان دین سے اس دولت کی سند پڑے ہیں۔ ح

بدنام کندہ ٹھکانے چند

کبھی انسان عورت کے ایسے اعلیٰ درجے پر چھوچ جاتا ہو کہ عزت اُس کی لازم ہو جاتی ہو۔ گویا اُس کا خاصہ
غیر منفک ہو تو ایسی حالت میں اُس کو ظاہری سامان تغرز و درکار نہیں ہوتا۔ مثلاً گلیڈسٹون جس نے
بیسویں لارڈ اور سر (یہ سر نہیں اپنے سر کی طرف اشارہ کیا) بلکہ وہ سر سید احمد خاں کی طرف اشارہ
کیا، اور کیا اور کیا بنا دیتے کون سے خطاب تھے جو اپنے لئے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے
سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ گلیڈسٹون اور خطاب ناموں میں وہی نسبت ہوگی جو نچرل ہوئی (قدرتی
خوب صورتی) اور بنائی ہوئی ہوئی میں ہوتی ہوئی وہ الانگلیں فی العین کا لکھل سید احمد خاں
چاہے بڑا لگے۔ میری نظر میں جو عورت سید احمد کو ان دو لفظوں کی ہو۔ نہ ڈاکٹر کی ہو نہ سر کی ہو۔
نہ اُن حروف کی ہو جو انگریزی الجبد سے بے ترتیب لے کر ان کے نام کے بعد لگاتے جاتے ہیں۔

یہی حال تھا صحابہ کا (رضوان اللہ علیہم) اُن کو وہ عزت حاصل تھی کہ دنیا میں اُس سے
بڑھ کر اور عزت ہو نہیں سکتی۔ کہ جس طرف کو تو جہ کی سلطنت اُن کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔
یہ عزت سادگی اور بے تکلفی اور زہد کے ساتھ مل کر ایک حسن خاص پیدا کرتی تھی جس کے آگے
دنیا و حشمتیں اور طرقات سب ہیچ ہیں۔ ہم نے حرمان اور تسلی عن الیاس کو زہد قرار دے رکھا ہو۔
اور وہ دنیا کے حاصل کرنے پر حریص تھے۔ مگر حاصل ہوئے پیچھے اُس کی ذرا بھی قدر نہیں کرتے

۱۷ یعنی جدائیں ہو سکتا ۱۷۱۷ کا جل لگی ہوئی آٹھ کس قدرتی سر مگیں آٹھ کو بچو نچی ۱۲۱۲ تسلی یا بوسا ۱۲۱۲۔

گنتاے والوں میں یہ آپ کا نیا زمند بھی ہو کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا مگر تنک سے تنک ملا لیا کرتا ہو۔
 میں نہیں سمجھتا کہ مولوی الطاف حسین نے مسدس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری
 میں ایک طرز جدید داخل کریں۔ بلکہ اُن کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوتی ہوئی قوم جاگے اور دیکھے کہ
 تباہی کا سیلاب ان کے سروں پر کچھو کچھ۔ مگر قوم نے جاگنا تو درکنار روٹ تک بھی توئی۔ اور اُن کے
 مسدس کا ایک کھیل بنا کھڑا کیا۔ کوئی اس کو اس لئے نہیں پڑھتا کہ سمجھے اور عمل کرے۔ نظر پڑتی بھی ہے
 تو وہی محسن شاعری پر۔ اور سید احمد خاں صاحب بڑا مین تو مینیں قریب قریب ہی حال ہو۔
 اس کا نگریس کا۔ اکثر تو ماشائی ہوں گے۔ بعض اس کو ایک طرح کی محفل مشاعرہ سمجھ کر شریک
 ہوئے ہوں گے۔ کہ سر سید پچھو دیں گے مولوی الطاف حسین جالی مولوی شبلی نشتی احمد علی
 شوق۔ اپنے اپنے افکار تازہ پڑھیں گے۔ ذرا چل کر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں بعض صرف سید احمد
 کے بیٹے ہیں گے۔ اور بعض شہداء ہوں گے۔ لڑ بھڑنے کے نہیں۔ لہو لگانے کے۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ
 محض کافر نس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام درمندان قوم کی فہرست پر چڑھ جائے۔ جتنے
 صاحب شریک محفل ہیں سب سے بدترین ہوں گے تو انہی کرنے کو خاک۔ جب آدمی خود ایک بات کا
 حامل نہیں دوسرے پر اس کا اثر کیا ہو۔ غرض کیا سمجھ کر کیا پھر رہے ہیں سب ایک ہی تھیلے کے چٹے چٹے۔
 بلکہ پھر ایسے مجموعہ کیا ہے جو ہونی ہوئے آئے مرنے کی خبر لے چلے۔ قوم کا تو یہ حال ہے کہ ایک یا منٹ اور ایک
 ایک سکند کی دیر میں برسوں نہیں عمروں کا نقصان ہو رہا ہو۔ اور یہاں ہنوز روز اول ہے مجھ کو ایک
 بات کا اور بھی ڈر ہے کہ انسان کی خلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر
 معمولی حالت دیکھتا ہے تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اُس کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔
 لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اُس کا احساس مدھم بڑھاتا ہے۔ ح

جو حلو ابیک بار غور و تدبیر

کچھ سید احمد خاں ہی کو توقع ہوگی۔ خدا ہی ہو کہ ان پتھروں میں جو تک لگے۔ کتنے اور سننے کی تو کوئی حد

مسئلہ ان کی طلب پر موجود ہونے والے ۱۲۔

باقی نہیں رہی ضرورت سے بہت زیادہ کما جا چکا۔ اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے۔ اب یا تو قومی ہمدردی قومی رفاہ۔ قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کر دیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی ہنسائی کرتے ہو۔ اور اگر فی الحقیقت تمہارے دل میں قوم کا درد ہو۔ تو کچھ کر کے دکھاؤ بے شک کام بڑا اہم ہے لیکن سچے دل سے ہمت کرو تو خدا کی قسم پانی سے زیادہ پتلا اور روٹی سے زیادہ ملائم لاشم سے زیادہ نرم آئینے سے زیادہ چمکانا ہمارے سامنے ہمارے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہے کہ کویشی گلیں درپیش نہیں اور نہ ہم کو ویسی مہم درپیش سمجھ چکے ہو تو نیکر اور نہیں سمجھے تو اب سمجھ لو۔ کہ بد دن اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت حشر تک درست ہونے والی نہیں۔ اور اس کو چاہتے قارون کا خزانہ۔ وہ تو بے شک کو کا مقام ہو کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہو کہ اُس کو روپے کی بددلتی تو تعلیم کے جہاز کو کھے کہ پار لگا دے۔ وہ کون ہے؟ سمجھ لو گئے ہو گے۔ پھر کیوں مجھ سے کہلو اتے ہو۔ خدا نخواستہ یہ شخص نہ ہو تا تو روپیہ کو لے کر چاٹا کرتے۔ یہ نعمت خدا داد ہو ورنہ جتنا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سب کے بدلے بھی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈ لے پاتے۔ نیچو غرض یہ کہ ہم کو روپیہ چاہیے۔ جتنا ہو سکے اور جس قدر ہو سکے روپیہ آئے تو کہاں سے آئے جن کو قوم کا درد ہو مقدور نہیں رکھتے۔ اور جن کو مقدور ہو ان کو درد نہیں ہے

اگر کیاں را بدست اندر درم نیست	خدا و ندان نعمت را کرم نیست
--------------------------------	-----------------------------

اس مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر میرے خیال میں آتی ہے۔ امیر دکن تو مارو گردن۔ ان سے تو کچھ ہونا ہوتا نہیں جب کسی قوم پر وبال آنے کو ہوتا ہے تو سب سے پہلے امرائے قوم ہی گڑتے ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ **وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا**۔ پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو ان سے اصلاح کی توقع ایسی ہی جیسے زہر سے نوشدارو کی تاثیر کی امید ہے

پچھت راہ و فائس نیکه مرفن سے	رہنہائی کی نہ رکھ چشم۔ دلار ہزن سے
------------------------------	------------------------------------

اے جب ہم کو منظور ہوتا ہے کہ کسی گانوں کو برباد کریں تو ہم وہاں خوش حال لوگوں کو ابھار دیتے ہیں وہ اس میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہوتا ہے پھر ہم اُس کو مار کر بٹھا کر دیتے ہیں۔ ۱۳

یوں کر وہ جو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ۔ اور گروہ کو ضرور ہی لیڈر یعنی سرگروہ اسی فرد متعین کو (سمجھے یا نہ سمجھے ضرور سمجھے اور خوب سمجھے، لیڈر بنا لو۔ صرف چندہ فراہم کرنے اور اُس کو اپنی رائے سے اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم میں صرف کرنے کا اور اس امام کے ہاتھ پر فارمائی (باقاعدہ) بیعت کرو کہ ہم منفرد اور مجتمعاً روسیہ ہم پوچھنے میں سہمی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھیں گے لیکن اس بیعت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ چلتی سی ایک بات کھدی اور اپنے سر سے چھڈا سا اٹارنا لگ ہو گئے۔ سٹو باندھ کے چندے کو پیچھے پڑنا ہوگا۔ گھر گھر جا کر بھیک مانگتی پڑے گی۔ یا ایک چھوٹا سا ضلع کیف مائٹف اختیار کرو اور تحقیقات کر کے ایسے لوگوں کی فہرست بناؤ جو صاحبِ زکوٰۃ ہیں۔ لڑکر جھگڑ کر منیت سے خوشامد سے سمجھانے سے۔ ایحاف سے۔ ابرام سے غرض کہ جس طرح بن پڑے اُن سے زکوٰۃ وصول کرو۔ کچھ خبر بھی ایسی صدقات ابتدا میں اسلام کا کمپیل (سیرامی) ہے ہیں۔ ان کے وصول کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منع زکوٰۃ کو ارتداد سمجھ کر جہاد پر آمادہ ہو گئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان ابواب کی مکمل موقوف کردی کیوں کہ مسلمانوں کو خدانے سلطنت کی وجہ سے غنی کر دیا تھا۔ مگر میرے نزدیک حضرت عثمانؓ نے غلطی کی۔ دینا سمجھی کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ غیر صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دیتے وقت بڑھ پڑتے تھے حضرت عثمانؓ کے دست بردار ہو جانے سے رہے سے اور بھی ڈھیلے پڑ گئے۔

اب جو لوگ دیتے ہوں وہ جانیں اور اُن کا ایمان جانے۔ لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہو۔ اس میں بھی دقتیں پیش آئیں گی۔ بعض تو صاف ٹیکاسا جواب دیں گے کہ تم ہمارے مستحب نہیں۔ تم کو ہمارے معاملات میں کیا دخل۔ بعض حیلہ کریں گے کہ تعلیم انگریزی صرف زکوٰۃ نہیں۔ بعض نصاب کو چھپائیں گے۔ بعض دیتے وقت چرچ کریں گے۔ ان مشکلات پر غالب آنا سچی قومی خیر خواہی ہو اور نہ اپنی گرہ سے دو۔ نہ دوسرے سے دلو اور نہ ازبانی جمع و خرچ ہم تو ایسی ادعائی خیر خواہی کے قابل ہی نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جتنا لڑو ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ جیسی

ہماری کوششیں ہیں۔ مضمحل اوپری دل سے ویسے نتیجے ہیں کہ آج میں برس سے تعلیم کا عمل سنتے سنتے کان بھرے ہو گئے۔ سر دھکنے لگا۔ جی اُکٹا گیا اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور اطمینان کے لائق نہیں ہوا۔ آؤ تھوڑی دیر کے لیے اس بات پر بھی نظر کریں کہ مالے بزرگان دین ہمارے پیشوا کیا کمال کرتے تھے کہ ہتلی پر سرسوں جھاگئے۔ دوست دشمن سب اس بات پر متفق ہیں کہ جس قدر جلد اسلام کی سلطنت قایم ہوئی۔ اس طرح چٹکی بجانے میں کوئی اور سلطنت قایم ہی نہیں ہوئی۔ ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا جائے سر تپا کمال ہی کمال تھے۔

زفر قیامہ ہر کجا کے کہ می ٹکرم

کرشمہ دامن دل می کشت کہ جانیخاست

تاہم میں چند ایسی باتیں بیان کروں گا۔ جن کو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا۔ اور اب بھی مسلمانوں کی حالت کے درست کرنے کے لیے اُن کی سخت ضرورت ہو۔ ان میں ایک برسی نفس کشی کی تھی اور یہی صفت ہو چڑھم دردی کی۔ جو دوسنی کی۔ اشار کی۔

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہو اس کے دل میں دوسرے کی امداد اعانت کی تحریک پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اب سب سے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال سنو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن تو اترا غم سیر نہیں ہوئے وَ كُوشْنَا الشَّيْبَانَا وَلَكِنْ كَانَ يُوْثِرُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا يَكُنْ شَيْئًا اَعْدَ۔ یعنی چاہتے تو پیٹ بھر کر کھاتے مگر حضرت کی عادت تھی بھوکوں کو کھلا دیتے۔ اور آپ بھوکے رہتے اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں۔

ہر چہ آمدت بدست بہ دار نمی پیش از

ایں جو اں کس است کہ از فقر غافلست

ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب وفات سے بہت تنگ آئے تو کوئی آدمی مل کر حضرت کے پاس گئے اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے۔ سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس ہو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک دکھایا تو اکتے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ میں ایک دن پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ

تمہہ باندھے پڑے پڑے ہیں۔ پورے کی تیلیاں جو جو بدن میں چھپی ہیں۔ تو نشان پڑ پڑ گئے ہیں۔ پھر جو میری نگاہ طاقتوں پر چاڑھی تو دکھتا کیا ہوں کہ ایک طبق میں کوئی آدھ سیر قریب جو ہیں۔ ذرا سا پیئر دھرا ہو۔ اور وہیں پاس کو پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ ایدہ اور بے سلامانی دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں بے اختیار رو دیا۔

حضرت عاکشہ رحمہ ذکر کرتی ہیں کہ ایک دن میرے میکے سے بحری کی ران آئی۔ رات کا تھا وقت میں نے اور پیئر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مل کر شکل سے اُس کو بنایا جس کے سنانے یہ مذکور تھا۔ اُس نے پوچھا کیا چراغ نہ تھا؟ تو حضرت عاکشہ رضولین "تیل ہوتا تو ہم اپنی ہنڈیا ہی نہ بگماتے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیئر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عمر چپاتی کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

سہل بن سعد نے چھپنی کے باب میں بھی ایسی روایت کی ہے مع شعی خراشد وہ یہ کہ میں نے اپنے راوی سے پوچھا کہ یہاں چھپنی نہ تھی تو جو کا آٹا کس طرح کھاتے ہوں گے راوی نے کہا کھانا پختہ نہ ہوتا۔ وَنَفَعْنَاهُ قَيْطًا مِّنَ طَارٍ وَمَا بَقِيَ شَرِبْنَاهُ فَكَلَّمْنَاهُ حضرت کی غالب غذا تھی چھوٹے وہ بھی قسم جید نہیں۔ اور شکم سیر نہیں۔

امیہ بن صفوان مولفۃ القلوب میں تھا حضرت نے اُس کو اتنا دیا کہ جو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ نئی بُہتیرے دیکھے۔ مگر اس درجے کی سخاوت کا سواے نبی دوسرے کا نفس متحمل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کا یہ شعر کچھ مبالغہ شاعرانہ نہ تھا بلکہ حکایت نفس الامری ہے

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي نَفْسِهِ ۝ لَوْلَا الشَّهْرُ كَأَنْتَ لَا عُدَّةَ لَكُمْ

بعض شاعر بھی بلائے چور ہوتے ہیں۔ ایک غمی نے اس کا لفظی ترجمہ کر کے کسی بادشاہ کے مدحی قصیدے میں داخل کر دیا۔

اے ہم جو کوئیں کراہے پھونک مار دیتے جوسی جو اُڑتی تھی اُڑ جاتی۔ پھر آگوندھا بجا بکا کھا لیا ۱۲

مگر بہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

نہ رفت کلمہ لایزبان او ہرگز

کم بخت کو نہ چوری کرتے شرم آئی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اس قدر بے جا اور نامناسب خوشامد کرتے ہم صرف جو کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجت مند اور بخت درجے کے حاجتمند اور اس قدر داد و دہش اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے **لَوْ كَانَ مِنْهُ أَحَدٌ ذَهَابًا كَيْسُرُ بْنُ أَنَا لَا يَمُرُّ عَلَيَّ ثَلَاثَ لَيَالٍ وَحَدِيدِي مِنْهُ شَيْءٌ** اور یہی کیفیت تھی تادم مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کیسں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ یا سیات دینا دے تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا۔ علالت میں خیال آیا تو پوچھا۔ حضرت عائشہ نے غدر کیا **شَغَلَنِي وَجَعُكَ** آپ نے منگو کر دنا یہ کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا **مَا ظَنُّكَ مِنْ نَبِيِّ اللَّهِ** **لَوْ لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهَذَا عَمْدٌ** میں نے ادباً کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہو کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور متعلقین کے لیے مغنوس۔ انھوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائحوں کی معاش کا بڑا ذریعہ ہو۔ نہ صرف اپنی نسل پر بلکہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لیے قطعاً حرام کر دیا یہاں تک کہ ایک بار آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد مجلس مستحقین کو تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے دیکھے تو تھے ہی ایک چھوڑا منہ میں ڈال لیا حضرت کی نظر پڑ گئی فرمایا **كَيْفَ لَيْتَنِي هَبْتِي لَكَ** لوگوں کے مال کا میل ہو۔ آل محمد پر حرام۔ اور آخر وہ چھوڑا ٹھکوا دیا۔ اور اس داد و دہش کا ضروری نتیجہ تھا کہ آپ نہ صرف اپنے نفس پر سختی جھیلے تھے۔ بلکہ تمام اہل عیال۔ یہاں تک کہ ایک بازار و اج مٹھرائے توسیع نفقات پر ضد کی تو آپ ناخوش ہو کر سب کچھ پور بیٹھنے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی کا تو بیان ہی سورہ احزاب میں **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ**

لے اگر میرے پاس کوہ احد کی قدر سونا ہوتا تو مجھ کو بڑی خوشی اس کی تھی کہ تین راتیں نہ گزرنے پائیں سب خرچ کر دوں ۱۲ میں آپ کی تیار داری میں مصروف رہی ۱۲ جمعہ دینار کی ۱۲ اور نبی کی نسبت خیال کیا جاے جو مباشرتوں کے لیے ہوئے خدا کے پاس جائے ۱۲ اور نبی اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت رکھو تو آؤ میں تم کو کچھ دے دلا کہ علی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم کو درد کار ہوا اللہ در رسول اور آخرت کا گھر تو جو تم میں نیکو کار ہیں ان کے لیے خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۱۲۔

قُلْ لَا دُؤَابَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا لَكُمْ أَمْ تَحْتَسِبُونَ أَنْ تُسْرَفُوا سِرًّا
جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَدَسُورَةَ الْوَالِدِ الْأَخْوَكَ فَإِنَّ اللَّهَ أَهْلُ الْخُصْمَاتِ مِنْكُمْ
أَجْرًا عَظِيمًا۔ اس طرح کی بے بیوں باتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ
وسلم نے شروع سے آخر تک حد درجے کی نفس کشی ساتھ زندگی بسر کی اور اس کے بہت شواہد
ہیں نہ ریا کاری تھی نہ ناداری تھی نہ خست نہ کفایت شعاری تھی بلکہ وہی کہ اپنے میں ایذا ہو تو مگر
دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ ابتدا سے عمر میں دادا اور دادا کے بعد چچا ان کے متکفل تھے پھر خدائے
اُن کو خیرِ حقیر کی مال سے غنی کر دیا تھا اور اس کے بعد تو بادشاہ تھے صاحب ملک و لشکر ملک
اموال غنیمت بیکسر فیہا کفیت مگر انتقال ہوا تو تیس صاع جو کے بدلے اپنے پہننے کی
ذرہ رہن تھی اپنے لیے تو اس درجے کی تنگی اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کا دروغ نہ تھا۔ یہاں تک
کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو آپ نے منادی کر دی کہ اَنَا اَوَّلُ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ مَنْ
تَوَفَّى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَتَرَكَ دِيْنًا فَعَلَى قَضَاءِ مَا دُونَ تَرَكَ مَا لَا فَهِيَ لَوْ شَاءَ ابِ اسی
نفس کشی کے متعلق چند باتیں صحابہ کی سنو۔

حضرت عمر کے بیٹے اپنے والد کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ
کے ہاتھ میں ایک درم دیکھا۔ پوچھا کہ کیسا درم ہے۔ جابر نے کہا بہت دنوں سے بال بچے گوشت
ترس گئے۔ آج ارادہ ہے کہ اس کا گوشت لے کر بچاؤں۔ یہ سن کر حضرت عمر بولے کیا تم لوگوں کا
یہ حال ہو گیا ہے کہ جس چیز پر جی لگایا گئے اور مول لے آئے۔ تم سے اپنے چچا زاد بھائی ادھر پڑوسی
کی خاطر جھوک کی سہارا نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات یاد سے اُتر گئی ہے۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبًا اَتَكْتُمُوهُ
فِي حَيَاتِكُمْ اَللّٰهُ يَا دَاوُدَ اَسْمَعْتُمْ لَعْنَةً مَّا لَكَ دَارِي مِنْ مَقُولِ هُوَ کہ حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت

۱۷ھ میں تھیں۔ اُس میں تھیں کہ ۱۷ھ یہ ملک عرب کا ایک پیمانہ ۱۲۷ھ مجھ سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی

خیر خواہ نہیں جو مسلمان قرضہ اُمرے اُس کا قرضہ میرے ذمے اور جو مال چھوڑے تو مال اُس کے وارثوں کا ہے۔

۱۷ھ تم دنیا میں منہ اُڑا چکے اور فائدہ اٹھا چکے ۱۷۔

میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چار سو دینار دے کر بھیجا اور کہا یہ دینار اُن کو دے کر ذرا ٹھہرے رہنا۔ دیکھ تو کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار بچھو بچا دیئے اور حکم کے مطابق ٹھہرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور نو ندری کو بلا کر کہا کہ سات وہاں اور پانچ وہاں دے کر آئے یہاں تک کہ اسی طرح کل چار سو کے چار سو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیکھا جا کر غرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چار سو کی ایک تھیلی اور بھر کر رکھی تھی۔ اسی طرح غلام کو معاذ بن جبل کے پاس بھیجا۔ وہاں بھی عبیدہ کا ماجرا پیش آیا اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے۔ اُن کی بی بی نے آکر کہا بھئی حاجت مند ہیں کچھ تو ہم کو بھی دو۔

اگر بچھینے ہو اور وں کی طرف بلکہ تم بھی	ایم خانہ برانداز چین کچھ تو ادھر بھی
---	--------------------------------------

اُس وقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کیئے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہاں یہ ہیں المؤمنون اِخْوَةُ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سعد بن عامر کے ساتھ پیش آیا سنا کہ اُن کے ہاں آگ تک نہیں سُک سکتی۔ اٹھتے دس ہزار بھیج دیئے۔ اُنھوں نے تیلیاں اور پٹلیاں باندھ باندھ کر بانٹنا شروع کیئے۔ بی بی نے کہا۔ یہ روپیہ جو غلیفہ نے ہمارے لیے بھیجا تو تم کس کس کو دیئے ڈالتے ہو۔ کہا اُن لوگوں کو جو اس کے ہم سے زیادہ حاجت مند اور حتی دار ہیں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اُن کی امارت یعنی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ عین منڈھوں کے بیچ میں اوپر تلے تین بیوند لگے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ رفہ کو دیکھا ممبر پر پھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں اور چار یا پانچ درم کی قیمت کا عدل بنا ہوا مڑا ہوا تھما باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمان تھے جن کا لقب تھا غنی اور جنھوں نے پینتیس ہزار درم کا ایک بیرو مہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ تجریم جوش اور دوسرے مواقع پر جو خرچ کیا اُس کا مذکور نہیں۔

۱۷ مسلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۸ اسے یہ ایک کوئیں کا نام ہے ۱۹۔

حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلافت پر مسلط ہوئے پیچھے مدت تک انھوں نے بیت المال سے ایک کوڑی نہ لی۔ آخر تنگ ہوئے تو اصحاب کو بلا کر کہا کہ میرا راقوت اس کام میں صرف ہو جانا بہترین بیت المال سے لوں تو کیا لوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صبح و شام دو وقت کھانے کی قدر چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند کیا اور اسی پر کاربند رہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ایک مشہور حکایت ہے کہ کھانے کر قلمہ اٹھاتے ہی تھے کہ ایک سکیں نے آواز دی۔ آپ نے سارا کھانا اُس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکا۔ اور اتفاق سے عین وقت پہنچا نکلا۔ پھر تیسری بار قیدی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَطُغْمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا اَلَمْ نَطْعَمْكُمْ لَوْ جَدَّ اللَّهُ لَا نُزِيلُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی سخاوت کی ایک مثال کامیں نے خاص نوٹس لیا۔ کہ قرض تو بہت بُری بلا ہے پھر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو شخص قرض دار مرنا اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھتے۔ اور قصود یہ تھا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی لوگوں نے پیغمبر صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی۔ آپ نے پوچھا اهل علی صاحبکم؟ دین قاتلوا؟ نعم قال هل ترکوا من وفاء قالوا لا قال فصلوا علی صاحبکم قال علی بن ابی طالب علی دینک یدرسول اللہ فقد لم فصلی علیک اس وقت میں ایک مرہو مسلمان نماز پیغمبر کی برکت سے محروم رہا جاتا تھا حضرت علیؓ سے اس کا حرامانہ دیکھا گیا۔ اور اُس کا سارا قرضہ اپنے اوپر اوٹ لیا۔ تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایندھن کیوں برداشت کرے لگے تھے۔ سیر کی کتابوں میں یہ بھی نظر سے گزرا ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے عزیز یہاں تک کہ اُن کے بھائی

سہ کھانے کے خود حاجت مند ہیں اور آپ نہیں کھاتے غریب اور یتیم کو کھلا دیتے ہیں کہ تم کو خدا کے لیے کھانا نہیں تم سے بدلہ یا شکر گزاری درکار نہیں ۱۲؎ پوچھا کہ اس شخص کی کچھ دینا ہو لوگوں نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ ادا سے قرض کے لیے بھی کچھ چھوڑا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم اُس کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے ذمے ہے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۳؎

عقیل ان سے ناخوش رہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے۔

ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آیا تھا کہ اُسامہ بن زید کو زیادہ ملا تو عبد اللہ بن عمرؓ نے باپ کا گلہ سا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اور اُسامہ برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ عجیب حالات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سولہ دینار ج میں صرف کیئے۔ اور بیٹے سے کہا کہ ہم نے بیت المال کا وہ پیسہ زیادہ اٹھا دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اور سولہ دینار کا خرچ اور اس پر افسوس۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہ باپ میں تو پیغمبر صاحب پکے فرماتے تھے کہ جس قدر ان کا رویہ میرے کام میں آیا ہے اور کسی کا نہیں آیا تھا لَّا أَحَدٌ عِنْدَنَا مِنْ يَدِ الْإِسْلَامِ وَكَانَ كَافِرًا مَّا خَلَا أَنَّى بَكَوْا فَإِنَّ لَهُ عِنْدَ كَائِدٍ أَيْكَافِعِهِ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا لَفَعْنِي مَالٌ أَحَدٍ قَطُّ مَا لَفَعْنِي مَالٌ أَنَّى بَكَوْا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک بار پیغمبر صاحبؐ کو روپے کی ضرورت تھی۔ یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے کیئے۔ کیونکہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بچت ہی نہ تھی خیر تو پیغمبر صاحبؐ نے صحابہؓ کو جمع کر کے دعا فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے تو اپنا آدھا مال لایا تھا کیا اور پیغمبر صاحبؐ سے کھے بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابو بکرؓ سے میں ضرور بازی سے جاؤں گا۔ دین گئے تو وہ بھی ضرور منکر شاید آدھا نہ دے سکیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ بھی اپنا چندہ کیئے ہوئے آچھونچے پیغمبر صاحبؐ نے مجھ سے بھی پوچھا تھا مَّا لَقِيتُكَ لَهْلُوكَ تو میں نے عرض کر دیا تھا مِثْلَكَ حضرت ابو بکرؓ سے بھی پوچھا۔ تو انھوں نے کہا اَبَيْتُ هَهُنَّ اللَّهُ وَدَسُوْلَهُ اس کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ہند اور تنکوں کی جگہ کانٹے اور تنکے لگائے پھرتے تھے اور اسی سے لوگ ان کو لے جس کسی کا ہم کچھ احسان تھا ہم سب کا بدلہ تار چمکے مگر ابو بکرؓ کا ہم پر ایسا احسان کہ ہر کس کا عرض قیامت میں ان کو خدا کی عیال سے ملے گا۔ اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا لفع نہیں دیا جیسا ابو بکرؓ کے مال نے ہاں تم نے اپنے ال عیال کے لئے کیا تباہی رکھا ۱۲؎ جتنا حاضر آیا ہوں اسی قدر اہل عیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں ۱۳؎ میں اللہ و رسول کے سوا اہل عیال کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ۱۴؎۔

ذوالخلال کہنے لگے تھے۔ اگر کسی کو چنڈے کی مقدار پر گھنٹہ ہو تو ان بزرگوں میں مقدور و والے خدا کے فضل سے اس میں بھی کسی سے پیٹ نہ تھے **الشَّاقِيقُونَ الشَّاقِيقُونَ** عبدالرحمن بن عوف غزوہ تبوک میں نہ جاسکے اس کے کفارے میں شہر ہزار دینار خدا کی راہ میں صرف کیے۔ ایک بار پانسو اونٹ اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیئے۔ یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس بشارت کی خوشی میں قافلے کا قافلہ جو شام سے ان کا مال تجارت لارہا تھا سب خیرات کر دیا۔ حکیم بن خزام نے سو غلام عرفہ کے دن آزاد کیئے۔ جن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا **عَقْدَاءُ اللَّهِ** ساٹھ ہزار کا معاویہ کے ہاتھ رہنے کا مکان بیچ کر سارا زین خیرات کیا کیا مال تو ابو طلحہ انصاری نے کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فی سائل آیا۔ حضرت نے پہلے ازواجِ طاہرات سے کہلا بھیجا کہ کچھ ہو تو دو سب سے جواب صاف ملا۔ آخر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا۔ کیوں بھائی تم میں سے کسی کو ہمت ہو کہ اس غریب کو ایک رات مہمان رکھے۔ ابو طلحہ بولے حضرت میرے ساتھ کر دیجئے۔ مہمان کو تو لے گئے۔ گھر چھوڑ کر معلوم ہوا کہ وہاں بھی صفایا ہوا کچھ ہو چکی تو اتنا کہ بچوں کا بوت پورا ہوا۔ اس کے سوا اور کچھ نہ کرتے بن بڑا کہ نبی سے کہا کہ بچوں کو تو کسی طرح ہلا چکے کہ میرے سے ملادو۔ کھانے کا وقت آئے تو کسی عیلے سے چلے نکل کر دینا۔ میں خالی ہونٹھ چلا تارہوں گا۔ مہمان کا پیٹ بھر جائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ اسی واقعے کو مفسرین نے آیت **وَلْيُؤْذِرُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانُوا بِهِمْ مُصَاحِمَةً** کا شان نزول بتایا ہو۔ اب تک میں نے شخصی مثالیں بیان کی ہیں یہی حال تھا گروہ کا گروہ سے اور قوم کا قوم سے۔ مثلاً جب مہاجرین مدینے میں آئے تو انصاری نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی ہمارے محض بے سر و سامان ہیں۔ آپ ہمارے اموال میں ان کا برابر کا حصہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا تھا ریاہی احسان بہت ہو کہ تم ہم سے کام نہیں لیتے۔

لے اگلے لوگ کاموں میں سب بہت لگے گئے تھے ۱۲ لے تبوک ایک شہر کا نام ہے ملک شام میں ۱۲ لے وہ درس صحابی جن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کی خوش خبری حکم خداوندی تھی ۱۲ لے خدا کی راہ میں آزاد کیے ہوئے ۱۲ لے اپنے تمیں حاجت ہی کوں نہ ہو۔ دوسرے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں ۱۲۔

اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو۔ پھر جب بنی نضیر کی غنیمت ہاتھ لگی تو پیغمبر صاحب کو انصار کی وہ بات یاد تھی۔ آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگا کر مہاجرین کو تجھائے اموال میں شریک کر دوں۔ یا غنیمت صرف مہاجرین کے لئے رہنے دوں کہ ان کو ضرورت ہو۔ تمام انصار نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ غنیمت صرف مہاجرین کو دیجئے ہم کو اس کی خواہش نہیں۔ اور اپنے مال میں مہاجرین کے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی راضی ہیں۔ پھر حنین کی لڑائی کے بعد جو فتح مکہ کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے ہوئی۔ جب ہوازن اور ثقیف کی ٹوٹ تقسیم ہونے لگی تو حضرت نے قریش کو خوب جی کھول کر دیا۔ بعض انصار کے منہ سے یہ بات نکلی۔ کہ ہنوز ہماری تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک رہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے۔ حضرت کو خیر بھونچی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے۔ سو تم کو معلوم ہے کہ میں مصلحت وقت سمجھ کر بعض اوقات نااہل کو بھی دیتا ہوں۔ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگوں کو مال ملے اور تم کو خدا اور خدا کا رسول انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے منہ سے ایسی بے جا بات نکلی تو سہی مگر ہم میں سے جو صاحب الرائے ہیں ان کو مطلق شکایت نہیں۔

اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے راضی ہیں ہم کو مال و دولت کچھ درکار نہیں۔ ہم اسی کو بڑی دولت سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر ہیں۔ ان چند باتوں سے جو میں نے بیان کیں ظاہر ہو گیا ہو گا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کس رنگ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کتے تھے ہم میں بھی خیر خواہ دین میں خیر خواہان قوم ہیں۔ اور یہ عمارت اور یہ کارخانہ جس میں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں۔ اس خیر خواہی کا ثبوت مرنے ہو۔ لیکن گفتگو اس میں ہو کہ کیا یہ خیر خواہی اور اس رنگ کی خیر خواہی مسلمانوں کی ضرورت کو کافی ہو۔ یا نہیں۔ میرا کہنا یہی ہے کہ ہرگز کافی نہیں۔ اب تو جان جو کھوں کا کچھ بھی کام نہیں۔ صرف ردیے کا خرچ۔ سوا سطح پر سسک کر خرچ کرنے سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکے گا۔ کرنا ہو تو پورا کام کرو۔ ادھورا کام ہوا نہ ہو اب برابر۔ عربی فارسی میں تو کچھ اثر رہا نہیں۔

۱۲ھ ہوازن اور ثقیف قبیلوں کے نام ہیں ۱۲۔

اب تو چلتا ہوا عمل انگریزی کا ہی۔ سوانگریزی شاعر کتاہو۔

آل دیٹ یوڈو۔ دو۔ و تھ یور مائٹ

تھکلز ڈن بائی ہاڈز آر ٹوڈن رائٹ

ذرا سوچئے اور سمجھئے کی بات ہو کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا۔ ہر زمانے کے مسلمان مکلف اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر تھے۔ اگر احکام اسی اُسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو سستے چھوٹے۔ مگر ہم نے تو کسی نیچر مسلمان کو بھی اچھ کتے نہیں سنا۔ باتیں وہی ہیں کسی میں سرسورق نہیں اور ہونا ممکن بھی نہیں۔ وہی خدا ہو۔ وہی قرآن ہو۔ وہی احکام ہیں۔ وہی ان عموم ہو۔ ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہو کہ ویسے مسلمان نہیں اُنھوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف۔ محتاج امداد۔ محتاج حمایت۔ اور جان و مال سے اس کی مدد کو بل پڑے۔ آپ فاتے کیے اور دوسروں کے پیٹ بھرے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر صلا یا۔ اور مہمان کو کھلایا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ سلطان وقت ہو کر پیوند لگاے۔ موٹا جھوٹا ہنستا کہ جو کوڑی بچے دوسرے مسلمانوں کے کام آئے ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں کسی نے آدھا اور کسی نے سارا مال ایک دم سے خدا کی راہ میں دے دیا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ بے سرو سامان بھائیوں کی مدد جو کی سو کی۔ اُن کو آدھا مال بانٹ دینے کے لیے اصرار کرتے رہے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور معصب بن عمیر کو پورا کفن تک نہ ملا۔ یہاں تک کہ چادر مٹوٹھ پڑھانک کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی۔ اور یہ اُن معصب کا مذکور ہو۔ جن کی نسبت پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ میں نے دو دوسو درہم کا حلقہ پہنے اپنی آنکھ سے اُن کو دیکھا ہو۔ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے کسی مسلمان کو اس بے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں حضرت ابو بکرؓ کی طرح تنکے اور کانٹے ٹنگا نا تو اُن ہی کا کام تھا۔ ہم میں سے کسی نے عینی کے مٹنوں پر

۱۷ جو کچھ کرنا ہی بھرتہ در کر۔ ادھو رے کام بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔

بھی کبھی فضاقت کی ہو؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کو اپنے نفس اور اہل و عیال اور عزیزوں پر ترجیح دی جس کا دوسرا نام ایثار ہو۔ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ قطعہ

خسرو سے خواستگاری شیریں بیگم کن کس مونہ سے اپنے آپ کو کتنا ہی عشق بازار	بازی اگر چہ پانہ سکا سر تو کھوسکا ایروسیا ہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا
--	--

شاعر نے تو کہا ہے۔ ع

”ایروسیا ہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا“

اور میں کہتا ہوں۔ ح

”ایروسیا ہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا“

پس یا تو اپنا استغناء دکھاؤ یا اسلام اور خیر خواہی اسلام کے دعویٰ سے ہاتھ اٹھاؤ۔ یا گذشتہ راصلوات خیر جو ہو گیا سو گیا۔ اب اس کی تلافی کرو۔ سید احمد خاں تو میرے کچھ کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا۔ مجھ کو چاروں اچار ان کا تذکرہ کرنا پڑتا ہو۔ اور ان کے بروان کی وجہ کرنا خود مجھ کو ناگوار ہوتا ہو۔ ان کو مجھ سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہو گا۔ مگر یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور نہ صرف میں دیکھتا ہوں۔ بلکہ سارا زمانہ دیکھ رہا ہو کہ مسلمانوں کے پیچھے اپنی جان کھپائے چلا جاتا ہو۔ کیوں کہ ممکن ہو کہ مسلمانوں پر کچھ دروں اور سید احمد خاں کا نام نہ لوں۔ بس ایک شخص کی دل سوئی تو اگلے لوگوں کی دل سوزی کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہو۔ باقی یوں کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں۔ سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں اور اپنے مفدور کے موافق بھی کرتے ہوں گے۔

ای ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھتے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
-----------------------------------	---------------------------------------

سید احمد خاں کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہو کہ اونچے درجے کے انگریزوں کی طرح ماند و بود کرتے ہیں۔ گورنروں کو حمان رکھتے ہیں۔ ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں۔ تو بہ تو بہ زبان آخر تو چمڑے کی ہو اس وقت کیا ہلکی ہو۔ ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ۔ ایک بدگمان آدمی کو یہ کھ دینا۔ اور نہ صرف کھ دینا بلکہ ان لوگوں کو

حقیقت الحال سے آگاہ نہیں۔ یقین کرنا کیا مشکل ہو کہ ان کی ساری خیر خواہی اسی میں منحصر ہو کہ لوگوں کی جبین ٹوٹے پھرتے ہیں۔ اور اس کا کرڈٹ آپ لیتے ہیں۔ حلوائی کی دکان پر دوا داجی کی فاتحہ لیکن جس کے دل میں ایسا واہمہ گزے اُس کو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ سید کو چارونا چار فیلبانوں کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہو۔ اور وہ بڑے بھانگ کے بدون نہ نہیں سکتی۔

یا بکن با پیسبانا دوستی

یا بکن خانہ ببالا سے پسیل

اگر یہ انگریزوں کی طرح ہائی لائف (اوپر شاندار زندگی) نہ رکھیں تو کوئی اعلیٰ درجے کا انگریز اعلیٰ درجے کا ٹیڈ ہندوستانی (جن بے چاروں نے۔ ع

فکر کہ کس بقدر ہمت اوست

انگریزی عملداری سے اتنا ہی فائدہ اٹھایا ہو کہ انگلش میٹس (اوسماع انگریزی) کا مونہ چڑانے لگے ہیں ایسے لوگوں میں سے کوئی ان کی طرف رخ کرے۔ رخ کرنا کیسا۔ اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیگڑھ سٹیشن میں ٹھہرنے کے بھی تور وادار نہ ہوں۔ اور ایسی موٹی اسمایاں دام میں نہائیں تو چندے کی بھاری بھاری رقیں کن سے ہاتھ لگیں۔ یہ جو ہم سر سید کی فوق البھرک زندگی کی۔ اگر اُس کو فوق البھرک کہنا درست ہو۔ مجھ کو حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خاں نے اپنی حبیب خاص کیا خرچ کیا۔ لیکن چوں کہ ان کا عدافینا میں نہیں ہوا ان کی قومی ہمدردی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے الصافی ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی چندے کی ضرورت ہوئی تو مقدرت والوں نے دینار و درہم کی تھیلیاں لا کر اٹ دیں۔ ایک بے مقدور صحابی تھے اُن کا دست رس یہیں تک تھا کہ چند ٹھکی کھجوریں جو اُن کو میسر آئیں، لا حاضر کیں۔ اس کی اُن لوگوں نے جودل سے نہیں بلکہ چندے کی مقدار سے دلی ہمدردی کی جانچ کرتے تھے۔ ہنسی اُڑاتی۔

اللہ میاں کو ان کی ہنسی ایسی بُری لگی کہ بڑے غصے کی ایک آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ
سَلَّ خیرات کرنے والے مسلمان جو اپنی محنت کی کمائی سے زیادہ کا مقدار نہیں جو لوگ ایسے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں ظن و تفسر کریں اللہ اُن کے ساتھ سخت کر تا ہو اور اُن کو دکھ کی مار ہو ۱۲

الْمُطَوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جَهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ وَهُمْ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ پس سیاح حضرات کی قومی ہم دردمی کا موازنہ کرنا چاہیے۔ اس سے کہ انھوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جس کے اس عمر میں سبھی سخت حاجت مند ہوا کرتے ہیں اور بھیجی ہیں قوم کے نذر کر دیا کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہو۔ پس ضرور بقدر دسترس اُس کے خرچ کرنے میں بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا ہو گا۔ انھوں نے دل سوز و فادار اور نمک حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند و چند خد متیں کیں۔ میں یہاں تک بھی ان کی بہت قدر نہیں کرتا جس چیز کی سب سے زیادہ وقعت میرے ذہن میں ہو یہ کہ قوم منت پذیر نہیں ہوئی (افسوس) اور یہ شخص اُسی خوش دلی اور اُسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہو۔

آج سرسید کی لیاقت کا ہندوستان میں ایسا سکڑٹھیا ہوا ہو کہ انگریزی سرکاریں گنجائش نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری ان کی جوتیوں سے لگی پڑی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے دھن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہو گا۔ یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک بے حقیقت چیز ہو۔ جو اہرات بھی ان کا مول نہیں ہو سکتے سرسید میں ہم اس بات کا ثبوت پاتے ہیں کہ جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہو وہ سچی ہمدردی ہو۔ مقدور ہو نہ سہی۔ ہم کو دینے والے درکار نہیں بلکہ درکار ہیں لینے والے۔ لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کر لیں گے۔ جن لوگوں نے علی گڑھ کالج میں چندہ دیا۔ اُن کا دینا ایک حسنہ ہو۔ اور سیاح حضرات کہیں دَا اِجْعِیْ اِلَی الْخَیْرِ ہوئے۔ کہیں دَا اِلَی الْخَیْرِ کہیں قَاعِدًا اِلَی الْخَیْرِ کہیں مَسَائِقُ اِلَی الْخَیْرِ پس ان کے یہ مزید حسنا تیں۔ اور سرسید مسلمانوں کے لیے خیر محض۔ اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش سے ہوئی تھی۔ پس جس کو خدا توفیق دے اور اُس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعیہ پیدا ہو لے نیک کاموں کی طرف بلانے والے ۱۲ بتانے والے نیک کام کے ۱۳ لے چلنے والے طرف نیر کے ۱۴ کھینچنے والے طرف نیر کے ۱۵۔

ہونا چاہیے کہ مُتَوَكِّلًا عَلَی اللہ اُٹھ کھڑا ہو اور بے سامانی کی طرف سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرے۔
ارادہ ہی کافی سامان ہو بشرطیکہ بکا ہو۔ کیا خوب کہا ہو۔

صَلِّمُ الْعَزَمَ فِي الْمُهَيَّمَاتِ جِدًّا قُلْ مَا خَابَ صَادِقُ الْعَزَمَاتِ

ایک بات میرے دل میں دیر سے کھٹک رہی ہو اور میں اُس کو نالتا چلا جاتا ہوں۔ مگر بتائی
اور اُس کو لگا رکھوں تو کس دن کے لیے۔ وہ یہ کہ قرآن میں جو جگہ جگہ جہاد کی مدح ہو۔ تاکید ہو۔
مجاہدین کے لیے بشارتیں ہیں ہوا عید ہیں اور اُس کو افضل الاعمال فرمایا ہو۔ کیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہو۔
جس میں خون نکل آتا ہو جس میں سر پھوٹے ہیں اور ہڈیاں ٹوٹی ہیں۔ اور نہایت آدمی مر رہی جاتا
ہو تو اس کے افضل الاعمال ہونے میں کیا شک ہو۔ مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہو گا۔

یعنی اس کی ضرورت واقع ہوگی ^{فِي وَقْتٍ دُونَ وَقْتٍ} لیکن الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزہ
کی طرح جہاد بھی حکم مستمر اور متجدد ہے۔ ^{وَمَا يَزِيدُ فِي رَحْمَةٍ وَلَا يَنْتَهِ} اس طرح کی بھی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک
غزوے سے واپس شریف لائے اور فرمایا کہ ^{لَا تَزِدُكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَنْتَهِ} الجہاد اکھضغیر الی الجہاد اکبر اور مسلم
ہو کہ جہاد اکبر سے مراد تزکیہ نفوس ہے۔ تو معلوم ہو کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی جھڑائی اور مار کھائی پر

نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جس میں جہد و مشقت ہو داخل جہاد ہو۔ ہم اپنے محاورے میں ہاتھ دھو کر ایک
کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑا دینا کہتے ہیں۔ پس اگر مثلاً ^{لَا تَزِدُكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَنْتَهِ} جُحَادٌ وَفِي سَبِيلِ اللہ بِانْفُسِهِمْ

کا ترجمہ کیا جائے کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ روضت ہو گا
بیشک ایک وہ وقت تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ منحصر اور متعین تھا لڑائی میں۔ لیکن اب مسلمانوں
کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ حاصل کریں۔ اور ہمارے زمانے
کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے میں جانتا ہوں کہ آج کل کے

۱۲ خدا پر بھروسہ کر کے ۱۲ مشکل باتوں کا عزم کرو تو پچھے طور پر کہو۔ میرے ارادے کا آدمی کسے ناکام رہتا ہے۔ ۱۲۔

۱۳ ایک وقت ہوگی اور ایک وقت نہ ہوگی ۱۳ ہمیشہ ۱۳ وقتاً فوقتاً اُس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ ۱۳ ہم
چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف متوجہ ہوئے ۱۳ اخلاق بد سے نفس کو پاک کرنا ۱۳۔

مولوی اس تفسیر کو سن کر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ نہ خوف سے اور نہ خوشامد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی عہداری کو خاص کر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان آئی سمجھتا ہوں مسلمانوں کو اپنی عہداری میں وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو اسپرس و کٹوریہ کے ظلِ حمایت میں ہے۔

ہو لوگ اسلام کے معتقد نہیں اکثر ناواقفیت سے اور بغضِ ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر عہدِ اور بد عہدی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹوں میں بھی ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔ خدا (مسلمانوں کا خدا) کیسے صاف لفظوں میں پکار رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ وَأَلْفَوْهُنَّ بِعَدِّ عَصَا إِذَا عَاهَدُوا ۚ أَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۚ لَا تَقْسِدُوا فِي الْأَعْدَىٰ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ نِيرًا تَلْكُمُوهُ ۚ أَعْلَامُ ۚ
 نہیں۔ اب دیکھو اُن کی تعمیل۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسبِ تقاضائے مصلحتِ وقت حدِ نبویہ کی صلح دیکر کی تھی۔ اس میں شرط یہ ٹھہری تھی کہ دورانِ صلح میں اگر کئے والوں میں کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اُس کو واپس کر دیں اور اگر پیغمبر صاحب کا آدمی بھاگ کر کئے والوں میں جائے تو نیزہ۔ صلح نامے پر دستخط ہو چکا ہے تھے کہ اتنے میں سہیل کا بیٹا ابو جندل جس کو باپ نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اگر تا پڑتا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا۔ اُس کو دیکھ کر صحابہ زہد کے تیور بدے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملال تو بتیرا ہی ہوا مگر صلح کر چکے تھے صاف کھ دیا کہ بھائی جا صبر کرو میں تو بد عہدی نہیں کروں گا۔

اسی طرح ابوبصیر کے سے بھاگ کر مدینے میں آئے جوں ہی پیغمبر صاحب نے اُن کو دیکھا۔ فرمایا وَبِئْسَ الْأَخْبَرُ مَسْجُورٌ حَرْبٍ اور بے نال اُن کو اُن دو آدمیوں کے حواسے کر دیا جو اُن کو پکڑنے

۱۷۱ ای ایمان والو عہد و پیمان کو پورا کرو۔ جب عہد کر لیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے۔ عہد کو پورا کرنا کیوں کہ اس کی پرستش ہونے والی ہے۔ ان کے بعد زمین میں فساد مٹ چھلا اور ۱۷۲ اس کا بڑا ہولناکی کی آگ بھڑکانے والا۔

آئے تھے۔ ایک بڑی ہی عمدہ حدیث ہو کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے سلاطین کو دعوت اسلام کے خط لکھے۔ ایک خط ہر قل روم کے نام بھی تھا۔ وہ جو اُس کو ملا تو اُس نے دریافت کیا کہ دیکھو مکے کے لوگ تجارت کے لیے اکثر آیا کرتے ہیں اگر ہوں تو اُن کو حاضر کرو چنانچہ سارے فاطمے کو ہر قل پاس لے گئے۔ اُن میں ابوسفیان بھی تھے۔ جو اُس وقت تک پیغمبر صاحب کے بڑے مخالف تھے۔ ہر قل نے اُن لوگوں سے پیغمبر صاحب کے جزو کل حالات پوچھے۔ اُن میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اُس شخص نے یعنی پیغمبر صاحب نے کبھی بدعہدی بھی کی ہو۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب کی مخالفت کی وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ جھوٹ کھدوں۔ مگر ساتھ والوں کے ڈر سے نہ کھسکا۔ جب ہر قل نے پوچھا کہ کبھی بدعہدی بھی کی ہو تو آخر میں اتنی بات کہی گئی کہ اب تک تو انہیں کی آگے کی خبر نہیں پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نباہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خط لکھیں آپ نے فرمایا اَوْفُوْا بِمَخْلَفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ يَغْنَى الْاِسْلَامَ لَا يَزِيْزُهُ اِلَّا شِدَّةُ مَعَاوِيَةَ نے اہل روم سے معاویہ صلح کی۔ جب معاویہ قریب الانقضاء ہوئی تو انہوں نے اس ارادے سے سرحد کی طرف کوچ کرنے شروع کر دیے کہ معاویہ گزرتے ہی حملہ کر دیں اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا آتا رہا ہوا اللہ اکبر اللہ اکبر و فداء لا عُدُوْا دُوكِحَاو عُرُوْبِن عَسَمَہ صحابی تھے۔ معاویہ نے حال پوچھا تو انھوں نے کہا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ دِيْنٌ قَوْمٍ عَمِلُوا فَلَا يَحِلُّ لَكَ عَمْدًا اَوْ لَا يَشُدُّ نَهَ حَتّٰى يَمُوتَ اَمَّا اَوْ يَنْبِذُ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ یہ سنتے ہی معاویہ اُٹے لوٹ پڑے۔

سہاجرین اولین نے جب نجاشی کے پاس جا کر پناہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک رطائی پیش آگئی مسلمان تو گھبرا گئے کہ یہاں بھی ہماری تقدیر سے کتنے نے بھیجانہ چھوڑا ح

بہرزمین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

سہ رمانہ جاہلیت کے عہد و بیان کو نبیا ہو کیوں اسلام کی وجہ سے اس کو اور قوت ہو گئی ہو ۱۷۲ ۱۷۳ الحدیث بتا رہا ہے اللہ بہت بڑا ہے عہد کا نباہنا چاہیے نہ بدعہدی ۱۷۳ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی کسی قوم کے ساتھ عہد و بیان رکھتا ہو تو اُس میں نا انصافی سے نہ تکی بخشی نہ کرے یا ان کے ساتھ معاملہ مساوات کرے ۱۷۴

دوسری دھمکی اَنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قُوَّامًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ اَمْنًا لَّکُمْ خُذُوا رُءُوسَکِی
عظمت اور شان اور قدرت کو جاننے پہچاننے والے کے دل پر دیسا ہی اثر کرے گی جیسا کہ دوسری
جگہ فرمایا ہُوَ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَیْکُمْ لَیَکُنْ لَّکُمْ اٰیٰتٍ ۚ خَٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ حَٰشِیَةِ اللّٰهِ۔ مگر
نہ ویسے دل میں نہ ویسا ایمان ہو۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

درباغ لاله روید و در شور بوم خوس

ایک دل نر راہ بن ادنی تابعی قاضی بصرہ کا تھا کہ نماز میں قِیَٰذَا اَنْقَضِیَ النَّارُ قُوِّدِ بِطِبْطَبِ اَقْبَارِ
بیچ مکملی اور بیچ کے ساتھ روح پر واز کر گئی اب قِیَٰذَا اَنْقَضِیَ النَّارُ قُوِّدِ کے منے کون سمجھتا ہو اور سمجھتا تو
اُس کا یقین کون کرتا سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ عرصہ گاہ محشر نہ ہو کوئی فوج کا پڑا ہو
پس ناقور سے اس کے اصلی منے مراد ہو نہیں سکتے۔ اللہ میاں بھی کہتے ہوں گے کہ عجب کٹھ جت بندل
سے معاملہ پڑا ہو۔ مکتوں نے قرآن کو ابن حجب کا کافر بنا دیا ہو کہ لفظ موخہ سے نکلا اور اعتراضات کی
بوجھاڑ ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطوط کو نابطلے خط کی بات ہو۔ یہ نشان ہو اس بات کا
کہ طبعیت دین کی باتوں کے قبول کرنے سے ابا کرتی ہو قَسَمٌ یُّرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَ یَذْبَحَ حَسَنًا
لِّلّٰهِ سَلَامٌ وَمَنْ یُّرِیْدْ اَنْ یُّضِلَّهُ یَجْعَلْ صَدْرَکَ ضِیْقًا حَرَجًا کَا ثَمًا یَصْعَدُ فِی السَّمَاءِ (پھر
نے کالج کے لڑکوں کی طرف نظر کی جو بال کے دونوں طرف اونچی گیلر مٹی پر جمع تھے اور خوب ہنسنے لگے
بے شک انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں ان میں سے
کسی قوت کا مہمل اور معطل رکھنا داخل رہبانیت ہو و کَذٰہْبًا نِّیْسَۃً فَا لَیْسَ لَکُمْ مِّنْکُمْ اَعْتَدَالٌ شَرَطُہِ
ضرور عقل بھی ایک قوت ہو اور بڑی بکار آمد قوت ہو۔ مگر اس کی رسائی کی بھی ایک حد ہو۔ اس کو اس کی

۱۷۳ اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو وہ خدا کے خوف سے جھک گیا ہوتا نہ پھٹ گیا ہوتا ۱۷۴ جب جہنم کا جائے

صور ۱۷۴ جس کو خدا ہدایت دینی چاہتا ہو اسلام کے لیے اُس کے سینے کو کھول دیتا ہو اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہو تو اُس کے

سینے کو تنگ کر کا ہو اگر دیتا ہو جیسے اُس کو کوئی آسمان میں بے چلا جا رہا ہو ۱۷۵ غلام گرد مشن ۱۷

حد سے باہر چلنا اگر پڑے ہی اور یہی وہ عیب ہے جس سے شکی طبیعت کا آدمی محفوظ نہیں رہ سکتا جتنا علم اس وقت دنیا میں از حد ماضیہ کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ پھر بھی قاصر و محدود ہے وہاں اُوْتَمِیْمٌ مِّنَ الْعِلْمِ اِلاَّ قَلِيْلًا تو جو شخص دین کی ہر ایک بات کو اپنی عقل کی گرفت میں لانے کی کوشش کرتا ہے وہ اس گھٹکے ٹٹ پونچھے پسناسی سے زیادہ آگست نہیں ہو سکتا جو اپنی کوکلی سے ساری قوا بزرگین کی دوائیں ہتیا کر دینے کا اذکار کرے۔

اگر عقل انسانی میں اتنی وسعت ہوتی کہ وہ تمام اسرار حرکت آبی پر احاطہ اور اُن باتوں میں جو بعد مرگ پیش آنے والی ہیں رائے زنی کر سکتی تو دین کا سارا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جاتا۔ اور وہی عقل لوگوں کی ہدایت کو کفایت کرتی۔ تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے نوجوان انگریزی خواں ساکنان ملار اعلیٰ (پھر ارنے کالج کے طلباء کی طرف پھر سر اٹھا کر دیکھا) پسند کرتے ہیں اس کا ایک پہلو بہت زربون ہے کہ جب ہم ہر ایک مسئلے کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں قصور فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اُسے جھٹلائیں بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذْبًا جھٹلایا جھٹلایا یا اُس کی تاویل کے درپڑ ہوں تو حقیقت میں ہم محض صادق پر ایمان نہیں لاتے۔ بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس۔ یہ بیان نمبر ہوتا ہے ایک بہت بڑی بحث کی طرف جس کے لئے وقت مساعد نہیں۔ بات یہ کہ میری مست کسی سے نہیں ملتی۔ نہ اولاد سکول (پڑانے خیالات) والوں کی طرح میں ڈارک ویلوز (کو تاہ نظر رکھتا ہوں)۔ نہ پیمبر یوں کی سی بلند پروازی جب سر سید نے مجھ کو لکھا کہ تجھ کو مسلمانوں پر پکڑ دینا ہو گا۔ تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اول اولہ چاہا تھا کہ غدر کروں۔ پھر میں نے سمجھا کہ سر سید تو نہیں مگر شاید کسی کو ایسا لگائے ہو کہ لاہور کی کانفرنس میں جو ذرا تعریف ہو گئی تھی تو شخی میں آگیا ہے۔ بلاتے ہیں تو بڑھے خربے کرتا ہے اس سو دن مظنہ کے دفع کرنے کو میں بے غدار موجود ہوا اگر آج کے پکڑنے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو وارے میں ورنہ کچھ تو اس مضمون پر کوئی حرف منھ سے نکالتے ہوئے پھر سونگے نہیں۔ یہ طرف خدا نے سر سید ہی کو دیا ہے۔ ع

کس بشعور یا نشعور میں گفتگو کے لئے کفر

پچھٹا لکچر

یو جلافتتاح مدرسہ طبیبہ دہلی منتقدہ (۳۲ جون ۱۸۸۹ء) سید پریا گیا

تمہید

اس جلسے کی وقت اسماعے گرامی صاحبان ذیل سے معلوم ہوگی کہ کس کس نے اسے
لوگ شریک تھے۔ جناب مسٹر آرکلا راک صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی جناب سر سید احمد
صاحب۔ جناب جلال الدولہ نواب محمد متا ز علی خاں صاحب بہادر متقل جنگ
رئیس جاناہ جناب صاحب عالم صرا سیلیمان شاہ صاحب بہادر گورگانی۔ نواب محمد اسحاق
خاں صاحب جنٹ مجسٹریٹ اٹا وہ۔ لالہ رام کشن داس صاحب رئیس آنریری
مجسٹریٹ۔ لالہ سر کشن داس صاحب ساہو گورو الہ رئیس آنریری مجسٹریٹ۔ جناب
ڈپٹی ہادی حسین خاں صاحب آنریری کسٹرس اسسٹنٹ کمشنر رئیس دہلی۔ جناب
مولوی شمس الدین خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر میرٹھ جناب مولوی محمد لطف الدین صاحب
رئیس علی گڑھ۔ نواب رضا علی خاں رئیس رامپور نواب احمد علی خاں صاحب تیس رامپور
میجر مشیر بھیا صاحب بہادر رئیس گوالیار۔ شاہنوازہ والا گور صاحب کسٹرس اسسٹنٹ
کمشنر بہادر۔ ملا اعلیٰ صاحب رئیس منڈالی ملک برہما۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنریبل ڈاکٹر سید احمد خاں کی سپیچ (تقریر) اگر سٹوڈنٹس (جامع) پہنچ کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اور یہ کچھ

کنے کی ضرورت باقی ہو۔ مگر حکیم عبدالمجید خاں صاحب اور چند دوسرے صاحب اصرار کر رہے ہیں کہ میں بھی کچھ کموں پس میں پہلے تھوڑی نظم پڑھوں گا اور پھر جو کچھ کہنا ہو کموں گا۔ اشعار

<p>بات سناتے ہیں تمہیں اک نئی جب ہوئی قوم اپنی نظر میں لیل چارہ کار اس کا کوئی کیا کرے اپنی بداندیش وہ خود ہو مگر سمجھے وہ نقصان کالات کو یاں بھی کم و بیش یہی حال ہو جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار علم ہمارا ہو بت جہل سے دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں جب ہو طبیعت کو روایت سے ساز ہم بھی کبھی باس و سامان تھے ہم کو بھی آرام کا احساس تھا ہم نے بھی کھایا بہت شہد و شیر اڑھتے تھے ہم بھی سر پہ تاج ملک بڑے سلطنتیں زیرِ کیں علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستِ گاہ لوگ تھے شاگردِ ہم استاد تھے سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی</p>	<p>قوم کے مٹنے کے ہیں پھٹن کئی اس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھ و لیل آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے عیب نماید ہندش در نظر آگ لگے ایسے خیالات کو عاقبتِ رشتہ اِعمال ہی اب ہیں وہی موجبِ صد گونہ عار اور بھی کچھ ہونا ہو نا اہل سے ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں اُس کے لیے ہم ہو دو خانہ ساز ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے پُسر و غنہ رکھتے تھے زرباس تھا ہم نے بھی پہنا ہو سوراخِ سر ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج خیر سے کتنی صدیاں تیرکیں ہم تھے مشاہیرِ فضیلتِ پناہ سارے زمانے کے ہنر یاد تھے باقی اسی اصل کی سب نقل تھی</p>
--	---

<p>سب کو تغیر ہو بغیر از خدا کوئی سویرے ہو کوئی دیر میں سب کو تنزل ہو بھی کو زوال ظلم بھی ظلم اہل قسارت کا ہو اپنے ہیں مصداق اللہ انحصام اپنوں کے طعنے بھر و سح انسان اخوت یوسف سے یہ کچھ کم نہیں گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں ان کی شرارت سے خدا کی پناہ پہلے سے ہم ہو گئے دو نے بڑے اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا کیجئے تو ہیں سلف صاف صاف اپنے میں پتے نہیں اہل فرنگ مان کو یہ بے غرضانہ صلاح کیسا کساد آگیا بازار میں ہاے وہ کیا ہو گئیں خود داریاں</p>	<p>پر نہیں رہتا کوئی کیساں سدا آگئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں ہم کو ذرا بھی نہیں سر کا ملال ریخ تو اپنوں کی شمت کا ہو غیر تو کرتے ہیں فقط بد کلام غیروں کی باتیں ہفوات اللسان بحائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں لڑنے کو گھوسے لعنی زور ہیں بتے ہیں کنے کے لئے خیر خواہ ان کے جو دیکھے ہیں نمونے بڑے ایسا بھی ہوتا ہو کوئی بے وفا ان کی ہر اک بات سے رکھیے خلاف یاں وطن و اہل وطن سے ہر تنگ اب بھی اگر عقل میں ہو کچھ صلاح دست بجز غیروں کے ہر کار میں اپنی ہر ایک چیز سے بیزاریاں</p>
---	--

میں آج صبح سے ہنر لا نہیں بلکہ جدا اس بات کی کوشش کر رہا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے تئیں
بتکلف ہشاش بشاش بناؤں کیوں کہ یہ جلسہ اسی قسم کا ہو کہ اس میں ہشاش بشاش ہو کر شر ہو کر
چاہیے۔ لیکن از بسکہ میں پولیس کی شکل طور کا آدمی نہیں ہوں جن کے دل کو بشرے سے کسی طرح کا علاقہ

۱۵ سخت جھگڑا تو یہ اشارہ ہر طرف اس آیت کے وَهُوَ الَّذِي أَنْخَصَمَ ۱۶ ۱۷ یہودہ باتیں ۱۸ ۱۹ بڑے کا رخ ۱۲

۲۰ مندا ۱۲ یعنی امور ملک داری ملک گیری سے مجھے کچھ تعلق نہیں ہو ۲۱

نہیں ہوتا۔ میں توقع نہیں کرتا کہ میرا دل تو ہشاش بشاش ہو نہیں میں نے اپنی صورت ہشاش
بشاش بنالی ہو۔ میرے دل کے ہشاش بشاش نہ ہونے کا سبب یہ ہو کہ میں نے ہندوستانیوں میں
اس قبیل کی بہت سی تحریکیں دیکھیں تو نہیں مگر سنی ہیں۔ اویکاش اُن میں سے فی صدی پانچ کو
انتانات ہوتا۔ جتنا آج کل کے عسرات الارض کو ہوتا ہو کہ برسات بھر کر دے اُچھلے رینگے چلے پھرے
جاڑے کے آتے آتے قہا ہو گئے ع

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

بھڑمانہ علوم و فنون ایجاد و صنعت اور آزادی کی ترقی کا ہی سوا اس ترقی کا ظہور علی وجہ الکمال تو یورپ
میں ہی ہو۔ ہم نے اپنے حوصلے اور ارادے سے نہیں بلکہ انگریزوں کے طفیل میں یا یوں کہو کہ اُن کی دیکھا
دیکھی اِلٰی یَوْمَ مَنَ اِهَذَا اتنی ترقی تو ضرور کی ہو کہ ہم میں سے کُل نہیں بلکہ بعض وَقَلِیْلٌ مَا هُمْ
زمانے کی رفتار اور اپنی در ماندگی کو کسی قدر سمجھنے لگے ہیں سو جنھوں نے سمجھا وہ کچھ کرتے بھی ہیں۔
لیکن چونکہ یہ خیال جن میں ہیں اُن میں بھی راسخ نہیں عَلٰی الْاَکْثَرِ اُن کے منصوبے تمام ہو سکتے
ہیں۔ اُن کی کوششیں رائیگاں اور اُن کی مساعی نامشکور۔ پس ترقی یا رقام کے لحاظ سے ہمارا
حال بتدی کا سا ہو اور بتدی بھی محنت بدشوق جیسا شوق ویسی محنت ویسا نتیجہ۔ میری نظر میں
ہندوستانیوں کے جوش و غروش کی باسی دال کے اُبال سے ذرا بھی زیادہ وقت نہیں ع
ای طبل بلند بانگ در آخر بیچ

اُس نئے ٹوٹی طرح جو پہلے پہل گچی میں جوتا جاے ہم اپنی ساری قوت فی اول الوہلہ صرف
کر دیتے ہیں اور منزل کی دوری پر مطلق نظر نہیں کرتے۔ انجام کیا ہوتا ہو۔ اور اس کے سواے ہونا
بھی کیا تھا۔ کہ اگر ہم کو مثلاً قطب صاحب تک جانا تھا تو ہم اجیری دروازے پڑے ہیں یا سپارنگ یا
بڑا دھاوا مارا تو جتنے تر۔ ای جزاک المددیر المدد زراہ دور آمدہ۔ اس طرح کے جامع چاہے وہ اپنے
تئیں مجلس پکاریں یا انجمن یا کمیٹی یا سوسائٹی یا ایسوسی ایشن یا کلب ع
بہرے رستے کہ خواہی جلوہ گر باش

غرض اس طرح کے مجامع میں اُن کی کچھ کیفیت بیان کروں۔ ایک شخص کے دل میں دفعۃً ایک خیال پیدا ہوا اور پیدا ہوا بھی تو کس طرح جیسے بجلی چمک جاتی ہو کلمۃً اَصْءَ اَھمَّ مَشَوْا فِیْہِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَیْکُمْ قَامُوا فَوْرًا اِس نے اپنے چند متعارفین سے کہا۔ کوئی پریزیڈنٹ بنا کوئی وائس پریزیڈنٹ کوئی سکریٹری۔ کوئی کیا کوئی کیا نوٹس چھپا لوگ جمع ہوئے اسپیس سٹائی گئیں چیر ہوئے۔ ایک نے کھڑے ہو کر پوچھ کر کیا دوسرا مؤید بنا وہ بھی کھڑا ہو کر رزلوشن پاس ہوئے چیر مین کو تھینکس دیئے گئے جلسہ ہمیشہ کے لئے برخاست ہوا

آنچہ آدم نے کند بوزرینہ ہم
اب آپ انصاف کیجئے کہ ہندوستانیوں کی انجمنوں کے حق میں جس شخص کے ایسے خیالات ہوں جس نے سیکرٹوں انجمنوں کو بھٹے اور بگڑتے دیکھا اور سنا ہو وہ کیوں اس جلسہ میں حاضر ہوتا اور خصوصاً ہشاش بشاش ہو کر لیکن بعض صورتیں اس عوم سے مستثنیٰ بھی ہیں جن کو انگریزی محاورے کے مطابق آنریبل اسپیکر (مستثنیات قابلِ عوت) کہنا چاہیے۔ اور امید کرتا ہوں اور نہ صرف امید بلکہ دعا بھی کہ یہ جلسہ بھی ان ہی مستثنیات میں ہو اور ان شاء اللہ ہو گا۔ جس غرض سے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں۔ میں اُس کو دل سے اس قدر پسند کرتا ہوں کہ بس کوئی دوسرا بھی اس کو پسند کرے گا تو اتنا ہی کرے گا۔ مگر جس طرح ہر بات کے دو پہلے ہوتے ہیں موافق و مخالف۔ اس مدرسہ طبیبہ کے بھی دو پہلو ہیں۔ اور چن چکے چندے دینے کی مشکل ہوتی ہے۔
زرے طلبی سخن درین است

یہاں مجھ کو اس کا ذرا بھی خدشہ نہیں حکیم عبدالحمید خاں صاحب جو اس کے بانی اور محرک اول ہیں میں ان کے اقتدار ان کی وجاہت اور ان کے رشد سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کو روپیئے کا لکھا کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں لوگ دوسرے کاموں کے لئے چندہ دینے میں نخل و مضائقہ

۱۷ بجے تو چلنے لگے اور جب کرا اندھیرا ہو گیا کھڑے کے کھڑے رہ گئے ۱۷ میر مجلس ۱۷ نائب میر مجلس ۱۷ یعنی کوئی تجویز پیش کی ۱۷ جو خاص جلسے میں صدر نشین ہو ۱۷ شکر یہ ادا کیا گیا ۱۷

کریں تو کریں۔ مگر اس مدرسے کے لئے جس کے ضروری اور مفید اور خیر محض ہونے میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔ بطیب خاطر دیں گے۔ دیں گے اور بہت کچھ دیں گے۔ اس مدرسے کے بارے میں بہت بڑی مشکل خود مدرسے کی بی بیوں اس اثر کو دیکھتا ہوں جو انگریزی تعلیم اور انگریزی عملداری لوگوں کے دلوں پر کر رہی ہے کوئی حالت کوئی شان کوئی وضع کوئی کیفیت کوئی چیز نہیں جس میں اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنٍ مُّلْكُوْہِمْ کائنات رول (جبری ضابطہ) بڑے زور کے ساتھ ظاہر نہ ہو۔ طب یونانی اس بلائے بے درمان کے مقابلے میں ابھی تک اتنی بھی سنبھلی تو بہت سنبھلی۔ مگر تندرہ اس کے بقا و ثبات کی اس کے سوائے امکا تا اور کوئی صورت نہیں کہ طب یونانی اور ڈاکٹری کو ملا کر خزانہ زمانہ کے موافق ایک معجون مرکب تیار کیا جائے۔ اگر اس معجون کا بنالینا ایسا کیا جو کبھی کبھل ہی میں تو اس کو کمیہ کے بنا لینے سے کچھ ہی کم مشکل سمجھتا ہوں۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب کی نسبت میرا ایسا خیال نہیں ہو کہ انھوں نے اس شکل پر نظر نہیں کی۔ کی اور بہت اچھی طرح کی۔ اور اسی مشکل کے علاج کی تمہید ہو جس کی برکت دینے کے لئے آپ جیسے بزرگان قوم جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ کل حضرات کی تشریف آوری حکیم عبد المجید خاں صاحب کی دل نہی اور قوت کا موجب ہوئی۔ مگر خاص کر انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کا شریک رسم افتتاح حد سے ہونا اس کی کامیابی کی غالب نیک اور اس کے ثبات و استحکام کی ضمانت ہے۔ نہ اس لئے کہ سر سید احمد خاں ہندوستان میں بحیثیت تفرز دنیا دی سربراہ رہے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ من وجہ حکیم عبد المجید خاں میں اور ان میں مماثلت ہو سر سید ڈاکٹر ہوں عبد المجید خاں حکیم۔ اور ڈاکٹر اور حکیم مراد فیک وگر۔ سر سید نے بھی عبد المجید خاں کی طرح ایک کالج کی مسلمانوں کے لئے ضرورت سمجھی۔ اور جن کے فائدے کے لئے کالج بنانا چاہا انھوں ہی نے مزاحمتیں کیں اڑھائے لگائے۔ چلتی ہوئی گاڑی میں روٹے اٹکائے۔ مگر وہ بے سید آدمی آزادے کا اتنا تو بچا ہوئے تو کسی بٹے کام کا طیارہ اٹھائے۔ کالج کو چلا ہی کر چھوڑا حکیم عبد المجید خاں کو ہمارے سر سید سے بہت کچھ سیکھنا اور ان کے کرنا ہو گا۔ انگریزی لباس نہیں میز چھری کا نظا نہیں۔ اور بھی چند باتیں نہیں بلکہ استقلال مزاج

اور وہ چیز جس کو ہم ٹھیٹھ ہندی میں دُہن سے تعبیر کرتے ہیں اور محنت اور حلم اور خلوص۔ اگر یہ مدرسہ توقع کے مطابق جم گیا اور اتفاق میں خدا نے بڑی برکت دی ہو آپ اتنے صاحبِ کثرۃ کمال اللہ جمانا چاہیں گے تو کیوں نہ جے گا۔ غرض اگر یہ مدرسہ توقع کے مطابق جم گیا تو ہماری چودھویں صدی کے معظمت الامور میں سے شمار کیا جائے گا۔

ساتواں کچر

اثبات اصول اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسے میں دیگیا

۲۵۔ فروری ۱۸۹۰ء کی شام کو ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں (جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت اور ختم رسالت کے اثبات پر عقلی دلائل سے دیا

تمہید

یہ لکچر ہمارا جبہ دھیان سنگھ کی کوٹھی میں شب کے وقت ہوا۔ جس سے وسیع زیادہ لاہور میں کوئی مکان نہیں۔ انجمن کے لوگوں نے پہلے سے کھ رکھا تھا کہ شہر میں آبہ اور عیسائیوں کی بڑی شورش ہو۔ ایسا لکچر دیا جائے کہ ان پر اثر پڑے چنانچہ انجمن نے

بالخصوص ان لوگوں کو بلایا اور حضار میں ان کا مجموعہ مسلمانوں سے کم نہ تھا اور اس
پکچر کا غل تمام شہر لاہور میں ہو رہا تھا۔ پکچر دو بجے شب کے قریب پکچر سے فارغ
ہو کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ رات کا وقت اور سب لوگ پکچر کے شوق میں سرشام
ہی سے آگئے تھے مگر لاہور والوں کو پکچر سننے میں بڑی ہی دلچسپی ہو۔ نہ کوئی اونگھا اور
نہ کوئی ملول ہوا۔ انجمن حمایت اسلام میں شاید اس سے زیادہ جوم اور کمی نہیں ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں
اگرچہ دہلی رہا ہے دہلی جو سینکڑوں برس تمام ہند کا دار السلطنت خلائق اور حاجات خلائق کا
مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضافات لاہور میں ہیں۔ مگر
دہلی واسے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی اُن کو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں
بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

جغرافیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی زبان
مختلف وضع مختلف۔ خیر تو غرض یہ کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو
میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدا نخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔
نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہو۔

مجھ کو اس موقع پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب
دربار دہلی اس قدر بے قدرت ہو گیا کہ ارباب کمال جو ابستان دامن دولت شاہی تھے
روٹیوں تک کو محتاج ہوئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے۔ میر تقی صاحب تنگ مزاج
سے آدمی تھے جلے تن۔ اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں اُن کی رسائی بھی
چاہیے دینی تھی۔ ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہنچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے
ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میر تقی صاحب

شاہ عالم کے سلام کو گئے تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا کچھ اخبار تازہ سنائیے۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو فکرِ دہن سے ہی فرصت نہیں۔ فکرِ سخن کیا کروں۔ بادشاہ نے اس بات کو تو ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی میں تو صحت خانہ (باخانہ) میں جا ہوں تو ایک غزل کھلاتا ہوں۔ میر صاحب کو مطلب کی بات ٹالے جانے سے جلے جھننے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اُٹھے۔ پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں۔ غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر بادلِ ناخو استہ گھنٹو چھوچھے۔ سرے میں فروکش ہوئے سنا کہ مشاعرہ ہو۔ طرح دریافت کی اور عاجلانہ غزل لکھ کر اپنی وضع قدیم سے شریکِ محفل ہوئے۔ نئی تراشِ خراش کے لکھنوتے لگے ان کو گھوڑے اور ناڑے۔ میر صاحب نے فی البدیہہ بچہ اشعار پڑھے ۷

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو دلی جو ایک شہر تھا رشکِ بہارِ فلد اُس کو فلک نے مار کے ویران کر دیا	ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے واں منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے ہم رہنے والے ہیں اُسی اُپرے ویاہ کے
--	--

تو میر تقی صاحب کو ہر چند دلی سے دل برداشتگی تھی۔ اور وہی دل برداشتگی اُن کو کھنولائی تھی مگر تاہم اُن کو اپنے وطن سے اُنس تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ مجھ کو بھی یہی اور ہونا چاہیے حب الوطنِ حینِ اکرامِ ایمان یہ ایک حدیث ہو میں اس پر کچھ بیمار کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ سلسلہ سخن منقطع ہو تو ہوا اس وقت مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہو۔ مگر اذہمکہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اُس سے دوسرا ہی مطلب نکالتا ہو۔ پست خیال ذنی التمت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہو کہ نہ گھر کی آدھی نہ باہر کی ساری۔ کون رحمتِ سفر اٹھائے۔

ویس چھوڑ کر پردیس جائے۔ دالِ دلیا جو کچھ خدانے دیا کھالیا بال بچوں میں پڑے ہے اللہ اللہ خیر صلا ح۔ ان سے اونچے اور پاکیزہ خیال کے وہ ہیں جو حسب الوطن سے مراد لیتے ہیں بل وطن کی

لے وطن کی محبت داخلِ ایمان ہو ۱۲۔

امداد و اعانت۔ ان کی حاجت برآرمی۔ ان کی خیر خواہی۔ ان کی ہم دردی۔ یہاں تک تو ہم
دنیا داروں کی پروا نہ ہو۔ اس سے آگے خاصانِ خدا ہیں وہ ہر ایک کی ایک بات میں سے ایسا مضمون
پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ اُن ہی کا حصہ ہو اسی حب الوطن کے بارے میں مولانا بہاؤ الدین علی
فرماتے ہیں ۵

گفت از ایوان بود حب الوطن	گنج عسل ما نظم مع بالطن
ایں وطن شہر لیست کا نر نام نیست	ایں وطن بصر و عراق و شام نیست
مدح دنیا کے کند خیر الانام	ز انکہ از دنیا است ایں او طاق تمام
از خطا کے می شود ایماں عطا	حُب دنیا ہست راس ہر خطا
رو غیرت کردہ خاکت بسر	تو دریں او طاق غریبی ای پسر

ان تینوں خیالوں میں بہ ترتیب لفظ و نشر جو ان و انسان و ملک کی سی نسبت ہو اور چونکہ حُب
الوطن مِن الْاِيْمَان سے ظاہر ہوتا ہو کہ ایمان ایک شے متجزی ہو اور حب الوطن اس کا ایک جزو ہی ہے ایمان
کو ایمان کی تکمیل کے لیے اپنا احتساب کر لینا چاہیے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہو۔ اور
کہاں تک اس فرض کو ادا کرتا ہو بہر کیف یہ تو ایک جملہ متعترضہ تھا۔ میں نے پچھ کو یوں شروع کیا تھا
کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہو مگر پنجاب میں ایک فضیلت
ایسی ہے وَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ جس کی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں۔ اور جب
میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہے وہ پنجاب سے
کتنی ہی دور کارہنے والا کیوں نہ ہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھے گا۔ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی
اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوا اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب
قبول اسلام میں بھی اور ہندوستانیوں سے اقدم ہوں گے وَ كُنْىٰ يٰۤهٰذَا اَسْمٰى اسے بھی بڑھ کر ایک بات
اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہو گیا ہو۔ اب بعد مدت کچھ آثار

۱۵ اور یہ فضلِ خدا جس کو چاہتا ہو دیتا ہو ۱۶ ۱۷ فکر کرنے کو بھگانی ۱۸

ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بے بیمار جس کی نفس شماری کی نوبت بھونچ چکی ہو عجب نہیں کہج جائے
تو اگر بچا اور ان شاء اللہ بچے گا۔ اور اگر اس کو کچھ بھی توانائی ہوئی اور ان شاء اللہ ہوگی تو اہل پنجاب
ایسا خیال کرتے ہیں کہ اس کا بچنا اور توانائی پانا تمھاری کوشش اور تدبیر سے ہو گا۔ ابھی تک
علی گڑھ ایجوکیشنل کانگریس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خاں
نے تم کو زندہ دل کہا سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دلی کا خطاب کیا کچھ کر دیا اور لوگوں نے
تمھارا کون سا ایسا کار نمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کر لیں اس کو تم ہی خوب سمجھ
سکتے ہو مگر تمھاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہو کہ مجھ کو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں
ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں۔ جس چیز
نے مجھ کو اس انجمن کا گرویدہ کیا یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جن کو سچی اسلامی
ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا یہ لوگ ٹیوشنل پوزیشن کے اعتبار سے ایسے
درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشدا اور تقرب حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوس کن ان کی
طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

کوششیں ہی قابل قدر ہیں اور غالباً شکوہ بھی وہی ہوتی ہیں اور خداے تعالیٰ برکت اور
نہایت بھی ان ہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں۔ جیسے تمام امام انبیا
علیہم السلام کی کوشش تبلیغ رسالت میں کہ سب کے سب وہی ایک بات بولتے تھے مَا أَسْأَلُكُمْ
عَلَيْكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى رِثَةِ الْعَالَمِينَ ترجمہ میں تم سے (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا
خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگار علم پر جو مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَوَلَّكُمْ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى
اللہ ترجمہ میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم کو مبارک رہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر
ہو اَمْ سَأَلْتُمُوهُم مِّنْ أَجْرٍ فَإِنْ جَاءَتْهُمْ بِهِمْ لَوْ لَمْ يَكُنِ الْآزِفِينَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو
وہ چندہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہو سب چندوں سے بہتر ہو اور خدا سارے روز میری بھونچانے والوں سے

بہتر ہو کہ اُنہیں جبراً اُٹھائے اور اُنہیں مُشَقُّوْنَ تَرْجِمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگے ہو کہ وہ بچی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اُس نے مسلمانوں کی ضرورت دینی کو ٹھیک سمجھا اور اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ دنیا اور دین دونوں چیزیں مگرانی اور مدد کی محتاج۔ یہ زمانہ رفاہ کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں فقط رفاہ اس کثرت سے زبان زد خلائق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تحیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے بتدی رٹ کے ڈل پاس نہیں کر چکے کہ رفاہ میں رائے زنی کرنے لگے ہیں۔ یعنی رائے کے فارمیشن سے پہلے ان کو رفاہ میں سوچنا ہے۔ غرض ملک کے اطراف و جوانب میں بہت سے رفاہ پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن کثرت رفاہ تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ہاتھ دھو کر صرف صلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور جن محدودے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے تو کچھ کرنے کے لیے نہیں۔ بلکہ صرف موٹھ سے کہہ دینے کے لیے ذَلَالَتٌ قَوْلُهُمْ بِأَقْوَامِهِمْ مِثْرُهَا انجمن حمایت اسلام لاہور میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکارے کتنی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے۔

میں اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کی رفاہ کا ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا فیصل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص رفاہ کا خواب دیکھتا ہے۔ اور ایسے بہت ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ وہ کچھ لوٹے گھر گھر کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے۔ بے شک تعلیم مفید ہے مگر ان دونوں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے۔ محال عقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ لکھ جائیں۔ گورنمنٹ اور شہری اور رفاہ جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سر پٹ دے رہے ہیں ان کی تو کیا اصل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر چاہیں تو سب لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ یورپ جس کی گرد کبھی عموم

نہ قائم کرنا تھا اصلاح ۱۵۰ یہ اُن کے مرنے کے لئے تھی یا جس میں ۱۰۰۔

تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پاسکیں گے۔ وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چرچا ہو پڑھے لکھوں کا شمار ۳۵ھ فی صدی سے متجاوز نہیں ہوا۔ اور اس میں تیس فی صدی ہی آئے۔ ایل ایل ڈی مت خیال کر لینا۔ حرف شناس بھی اس میں داخل ہیں۔ بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں۔ اچھا۔ فاروٹی سیک آف آرگرومنٹ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ جس کا ضروری نتیجہ ہونا کاغذی۔ ناامیدی۔ نارضا مندی۔ چوں کہ میں پارساں ہیں کے ایجوکیشنل کانگرس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ غرض میری قطعی رائے ہو کہ تعلیم اگر مفید ہوگی تو تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص چیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت کا تحمل فراغ تحصیل تک شہینڈ اور آخر کار کانٹینٹیشن ریس میں جولاں کر سکیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہو کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ تو جو شخص عام مسلمانوں کی رفاہ کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی اصلاح کے درپے ہو۔ کیا وہ اُن لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو نوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں۔

دوسری مکر وہ اور نہ صرف مکر وہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہو کہ تعلیم موجب حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہو۔ گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہو کہ اس کو چاروناچار نیوٹرلٹی اختیار کرنی پڑتی ہو۔ کیوں کہ اس کو اپنی تمام عایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہو۔ نہ یہ ہو سکتا ہو کہ وہ سب مذاہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہو سکتا ہو کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرفدار بن کر دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے۔ پس اس نے صول (اِذَا اُبْنِيْلِي الْمَرْءُ بِلِسَانِي فَقِيْنَا اَوْ هُوَ غَمَّا ترجمہ جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے) کے مطابق کل مذاہب سے قطع نظر کر لیا اور اس کو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن غلطی باضطرار ہو یا با اختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کرے ہے گی۔

۱۷۔ بغرض اس سبب لال ۱۲ سے قیام اثبات ۱۳ سے امتحان مقابلہ کی گھر ڈور ۱۲ سے بے تعلقی ۱۳۔

باوجودیکہ تعلیم ہنوز محض ابتدائی حالت میں ہے اس کے بڑے نتائج ابھی سے مترتب ہونے لگے نیوٹرل
تعلیم نے سروں میں بھردی آزادی خیالات میں مطلق العنانی۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھ کر توقع تحریر
میں شوخی۔ تقریر میں بے باکی۔ ان مجموعی حالات نے تحقیق عجیب طرح کا طوفان یتیمزی برپا کر دیا۔
گوکہ منٹ کو اس سے جو خطرہ ہو سکتا ہے اس کی وہی لوگ خوب سمجھتے ہوں گے جو کہ منٹ کے ٹرین کے
ڈرائیور ہیں۔

گداے گوشہ نشینی تو حافظا محروم شد

ہم کو تو اپنی سوسائٹی کی خیر نمانی ہے۔ سولہ ممبروں کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ پر نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گونگن کرتی ہیں تین چیزیں۔ مذہب۔ گورنمنٹ۔ رسم و رواج۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان تین گوزروں کی حکومت کا کیا حال ہے۔ مذہب جس کو سب میں شدید الحکومت ہونا چاہیے۔ سولہ جوانانِ تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تسخیر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں ٹوٹھ سے کھنڈے والے تو کم ہیں مگر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی زیادہ ہیں کہ مذہب ہمیشہ بریں نصیحت کہ انسان کے ابتدائی جاہلانہ خیالات کی یادگار ہے۔ اور بس چوں کہ انکار مذہب پر کوئی ضررِ عاقل مرتب نہیں ہو تا کہ ٹرسے جان نکل جاے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے۔ یا زمین نکلے۔

ہر ایک نا عاقبت اندیش آدمی جیسا کفر چاہے یک دے سکتا ہو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ بتائے
تخلیف و مصیبت نہیں۔ مگر ایک وقت آنے والا ہوا اور اگر رہے گا۔ اور اُس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔
إِذَا بَلَغَتِ النَّازِحَةُ وَفِيلٌ مِّنْ ذُرِّيَّتِهِ وَقُلْتُ إِنَّهُ الْفَرَارِيُّ وَلَقَدْ نَفَّيْتُ السَّقَى بِالسَّقَى إِلَى رَبِّكَ يَوْمَ عَذَابِ النَّاسِ
ترجمہ جس وقت جان پھرنے ہانس تک اور لوگ کیس کون ہی جھاڑنے والا اولیقین ہو گیا کہ کیا یہ وقت
جدا کی گا اور لپٹ گئی پٹی پر پٹی تیرے رب کی طرف ہے اُس دن کھینچے جانا تب ساری حقیقت
کھل جائے گی لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكُفُّوا عَنكُمْ حِطَاءً فَيَسْمِعُكَ الْيَوْمَ حَبِيدُ ترجمہ تو بے خبر
اُس دن سے۔ اب کھول دیئے ہم نے تجھ پرست تیرے اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیز ہو۔

۱۲ آزاد ۱۳ گاڑیوں کی قطار ۱۴ چلانے والے ۱۵ حکومت ۱۶۔

خیر میں اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا۔ کم بخت نیوٹرل تعلیم کے اثر پر یہ کی وجہ سے اٹھ گیا اور اٹھتا چلا جا رہا ہو۔ رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اس کی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہتیے کیوں کہ وہ حکومت کیا۔ جس میں سیاست نہیں۔ مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوئی کہ ہر کوئی جامع اور محافل میں اس کی تفضیح کی جاتی ہو۔ اور سماجی نیک دل گورنمنٹ باوجودیکہ جانتی اور سنتی ہو سب کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی۔ علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً برٹش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل تو یہی سگرمند دو۔ اور جو وہ گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل رہنے کی ہر وہی بیٹھوسائٹی سے اس کی اس قدر بے تعلقی کی ہو ابھی حال کا مذکور ہو کہ ہندوؤں نے ہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کے بیاہوں کو سرکار منع کرے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھہراے۔ سرکار نے ہامی نہ بہری۔ سوسائٹی کا تیسرا ضابطہ رسم و رواج ہو۔ لیکن جو آزاد خیال نئے تعلیم یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہ ہوں۔ رسم و رواج کے بچا سے کیوں ڈرنے لگے تھے۔ غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اٹھا کر سوسائٹی کو بے سرا کر دیا۔ اب انگلے سے ادب قاعدے ہیں۔ نہ پاس و لحاظ ہیں۔ نہ غیرتیں ہیں۔ نہ جمیتیں ہیں۔ نہ مروتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہو۔

اس سے زیادہ اور کوئی نو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق درست رکھے جاسکتے ہیں یعنی سوسائٹی کی بنیاد سنگی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا معتقد تو یہ ہو کہ دنیا میں نیکی اور بدی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ البتہ میں بھی جو تاہم کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بدرون مذہب کے نیکی ایسی ساقط الہ اعتبار ہو۔ جیسے بے جبرٹری کی دوستانہ مذہب نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خلوص نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بچہ نیکی نیکی نہیں۔ ایک ظاہر ہیں آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہو کہ دنیا میں جو امن قائم ہو۔ حاکموں کے قوانین کی وجہ سے ہو مگر یہ بات فی نفسہ غلط ہے بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں نہیں سکتے اور ان کا انسداد صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے۔ ہو کوئی قانون جس نے ارادہ جرم کو بدون صدور کسی فعل کے جرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا انڈکشن چھان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ پائو گے۔۔۔

اور عقل گواہی دیتی ہو کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہو تو اس کی تعمیل امکان سے خارج۔
 ہمیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہو۔ وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجہ تکمیل کو پہنچ نہیں
 سکتے جو فرماتا ہو **وَإِنْ تُبْدُوا كَافً فَاَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخَفُّوْا كَافً فَاَنْفُسِكُمْ بِالله** ترجمہ اور اگر تم ظاہر کرو گے اپنے
 جی کی بات یا چھپاؤ گے۔ حساب لے گا تم سے اللہ۔ اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی
 کانسٹیٹوشن یعنی اس کی بناوٹ میں داخل ہو۔ انسان ایک وجود ہو۔ جسم و روح سے مرکب۔ جسم
 کثیف ہو اور روح لطیف۔ اور چون کہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہو **قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ**
رَبِّیْ ترجمہ تو کھ روح ہی میرے رب کے حکم سے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہو بہر کیف
 انسان کی ساخت جسمانی سب کو معلوم ہو **خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ** **فِي اَمْرِ صُوْرَةٍ مَّشَآءٍ رَّکِبَکَ**
 ترجمہ تجھ کو بنایا۔ پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی
 ناقص الخلق بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے تمھاری گجرات کے شاہ دولہ کے جوہے۔ اور کبھی عوارض کی
 وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح روح انسان کی بھی
 ایک خاص ساخت ہو کہ اس میں کتنی قدر میں ولایت رکھی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کے نقصانات
 میں ایک نقصان لافذ بھی ہے۔ مگر غلطی نہیں کیوں کہ مذہب داخل فطرت ہو **فَطَرَهُ اللهُ الَّذِیْ نَفَخَ**
اِلَیْکُمُ الرُّوحَ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ **فَعَدَلَکَ** **فِي اَمْرِ صُوْرَةٍ مَّشَآءٍ رَّکِبَکَ** **فَعَدَلَکَ** **فِي اَمْرِ صُوْرَةٍ**
 بنائے کو۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہو۔ فوق سائر الحیوانات جس کو بصیر
 کہتے ہیں **نَبِلَ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ یَصْبِرْ** **وَکُوْنُ الْفَلٰحُ مَعَ اَدْرِکَ** ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوچے ہو۔
 اور پڑاؤ لے اپنے بنانے اس بصیرت کا نمونہ ہو۔ مگر ادنیٰ درجے کا۔ بصارت یعنی بینائی چشم سر۔ اگر
 انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی دیکھے تو دیکھنا اس کو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کرے گا۔ اسی طرح
 اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اعمال فکر اس کو مجبور کرے گا۔ اس بات کے یقین کرنے پر
 کہ اس عظیم الشان کارخانہ دنیا کا ضرور کوئی بنانے والا ہو۔ اور جو چیزیں مرنی اور سوس ہیں ان میں
 کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا۔ قدرت اگر کسی قدیوں ہی سے نام بھی تو پھر

انسان کو یہ کہ یہ مخلوقاتِ عالم میں تصرفات کرتا ہو۔ ہاں ہم انسان اپنی در ماندگی کا خود معترف ہو اور بدون اعتراف کے اس کو چارہ نہیں۔ دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا فقدان ہے۔ اور یہی ماہصل ہے ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكَوْكَبَ قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفَاقِينَ ترجمہ پھر جب اندھیرا کیا اُس پر رات نے۔ دیکھا ایک تارا۔ بولایا یہ جو رب میرا۔ پھر جب غائب ہوا۔ بولا مجھ کو خوش نہیں آتے چھپنے والے۔ فَلَئِمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ترجمہ پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولایا یہ جو رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہوا۔ بولا اگر راہ نہ دے مجھ کو رب میرا تو بے شک میں ہوں سبکے لوگوں میں فَلَئِمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا الْكَبَرُ فَلَئِمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرَأْتُ لَكُمْ إِلَهُاتِكُمْ كُفُّوا عَنْهُمْ زَيْجَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ رَبِّي فَمَا تَكْفُرُونَ ترجمہ میں نے اپنا مونہ کیا سب سے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں نیرار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ اِنِّي رَجَعْتُ إِلَهُي الَّذِي فُطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ترجمہ میں نے اپنا مونہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا۔

ایک غریب خدا پرست کا شکار کا کھیت موقع پاکرات کے وقت کچھ بیل چر گئے۔ کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر بیل کھیت میں نہ گھسیں۔ ادھر سے ہو کر گزرا اس کا کوئی جان پہچان لاندہب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ اور لنگا باتیں کرنے۔ باتوں باتوں میں اُس لاندہب نے کہا خدا ہوتا تھا ارکھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جاتا ہی خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیار خود تصرف نہیں۔ اور قوت تصرف اس نے اپنے آپ نہیں پیدا کر لی۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ترجمہ جس نے اپنے کو پہچانا تو جانو کہ اپنے پروردگار کو پہچانا جسی یہی بات ہو گو طرزا اسے مطاب دوسرا ہو۔ دوسروں سے استنبہا کی کیا ضرورت ہے۔

خدا سے تعالیٰ خود فرماتا ہے وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ترجمہ اور
زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوچ نہیں۔
دوسری جگہ فرمایا وَخُنُ أَصْرَبُ إِلَيْهِمْ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں
دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے منظوم کیا ہے

دوست نزدیک تر از من بہن ست	وین عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او	در کست از من و من مجورم

ایک رنجیہ گو کہتا ہے

دل کے آئینے میں ہو تصویرِ یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
-------------------------------	----------------------------

الغرض انسان جب تک انسان ہو خدا کے ہونے سے انکار کر نہیں سکتا یہ مذہب کا پہلا سٹیپ ہوا۔
اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہے۔ اُسی عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا
تمام صفات کمالیہ کا جامع۔ تمام عیوب اور نقصانات سے پاک اور منزہ۔ اور اسی لیے ایک اکیلا ہے۔
وحدہ لاشریک لہ۔ نہ اُس کو احوال و انصار کی حاجت نہ یار و مددگار کی ضرورت۔ سب کچھ جانتا ہے۔
أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ترجمہ بہلا وہ نہ جانے جس نے بنایا۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہے۔ دنیا کا کاخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے۔ یہ انتظام دلالت کرتا ہے
کہ وہ ایک۔ صرف ایک ارادے کا محکوم ہو عیارات کھد رہی ہو کہ ڈیزائن سے لیکر ایک انجینیر کے سوا
دوسرے کا اُس میں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنی کو كَانَ فِيهِمَا إِلَهًا أَلَا اللَّهُ لَفَسَدَتَا کے ترجمہ
(اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سواے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے) پھر انسان کی جبلت
یہ بھی ہو کہ اگر وہ طبیعت کا شریعت ہو تو محسن کا احسان ماننا اور اُس کا شکر گزار ہوتا۔ یہ ہو ماخذ
عبادت کا۔

عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اُس کو ہماری خدمت کی کچھ پروا ہے۔

۱۲۰۰ مرحلہ ۱۲ ابتدائی نقشہ جو بطور منصوبے کے بنایا جاتا ہے۔

بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبعیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض الہیانت ہے۔ دنیا میں انسان پر اس کے بنائے جنس کے بھی اسماوات ہوتے ہیں۔ لیکن اگر خیال کرو تو خدا کے اسماوات کا کچھ شمار نہیں۔ اللہ الذی خلق السموات والأرض وأنزل من السماء ماءً فأخرج به من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الأنهار یجری فی البحر یأمر بہ وسخر لکم الأنعام وسخر لکم الشمس والقمر ذابین ۞ وسخر لکم الیل والنهار ۞ وأنکم من کل ما سألتموه وإن تعدوا نعمت اللہ لا تحصوها ط ترجمہ السورہ ہوجس نے بنائے آسمان اور زمین اور نثار۔ آسمان سے پانی بھرا اس سے نکالی روزی تمہاری میوے اور کام ہیں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سوچ اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیاتم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو۔

اور یہی سبب ہے کہ خدا سے تعالیٰ ہماری سب سے بڑی شکرگزاری کا مستحق ہو جس کا دوسرا نام عبادت ہے تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرے درجے کی احسان نا شناسی ہے جس کو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں۔ یعنی کفر ان نعمت۔ ذری اس بات کو خیال کرتے جانا کہ کبھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چاہا جا رہا ہوں میں نے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ۔ ان کی شکلیں اور ان کے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہو گلاس میں نقص بھی ہو کیفیت چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے پیچھے نگاہ کام نہیں دیتی اور یوں کچھ اس کی رسائی کی ایک حد ہو علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات کی صراحت ہو۔ جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا۔ اگر دیکھنے والا خود متحرک ہو تو اس کا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اس ریل کے بیٹھنے والوں سے بوجھ دیکھو یا اس سے جس کو کبھی تیز رفتاری میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو شغاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظر آنا۔ قوس قزح کی رنگ آمیزی اور ان کے سوائے اور بہت سی باتیں

ہیں جن کا بیان کرنا بے عمل سا ہو غرض بنیائی نقصان و قوت سے بری نہیں۔ بعینہ ہی حال ہو عقل کا۔
 بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔

نہ ہر جگہ مرکب تو اس تاخستن کہ جاہا سپر باید انداختن

معلوم ہو کہ تنہا طبعی سوئی کا ایک سر شمال کی طرف رہتا ہو۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ اور یہی حال ہر کل اسباب و علل کا زمین چیلروں کو اپنی طرف کھینچتی ہو۔ بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہو۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ روح و جسم کا نہ کو میں شروع میں کر چکا ہوں۔ معلوم ہو کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جڑ جسم ہو۔ نہ اس میں اس طور حلول کیے ہو جیسے ظرف میں منظر و نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا ساقا تعلق ہے۔ پھر روح کیا ہو اور اس کو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہو کسی کو خبر نہیں۔ میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں جن کو ناخن عقل نہیں حل کر سکتا۔ سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسم حیرت ہو۔ مٹی ایک جامہ چیز ہو۔ اس کا نہایت پھر خواہت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ انسان کے فہم میں آیا ہو اور نہ کبھی آسکتا ہو۔ تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اس کی رسائی سے بالاتر فروع ہونا کچھ تعجب ہو مگر نہیں۔ بلکہ دین میں بدرجہ اولیٰ ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں مشاع عقل نہ ہو۔ کیوں کہ دین کا مدار ہو اس پر کہ انسان موت سے محروم نہیں ہوتا موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہو۔ اجزائے جسمانی متلاشی و متفرق ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَ مِمَّا خَلَقْتُمْ ذُرِّيَّتَهُنَّ اُنثٰى وَ مِمَّا خَلَقْتُمْ ذُرِّيَّتَهُنَّ اُنْثٰى وَ مِمَّا خَلَقْتُمْ ذُرِّيَّتَهُنَّ اُنْثٰى۔ ترجمہ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار۔ انگریزی سننے کا شوق ہو تو لائش ڈائش اینڈ ڈسٹ ڈسٹ۔ رہی روح و جسم جسم میں تھی اور اس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اس کی حقیقت ہم کو معلوم نہ تھی کہ مرگ تو یہی سہی اور بھی روپوش ہو گئی؟ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔ بااں ہم چند در چند قرآن ہیں جن سے یقین کیا جاسکتا ہو کہ روح کو فنا نہیں۔

اول جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بے خبر ٹھہرے تو ہم کو اُس بے فنا کا حکم لگانے کا کوئی حق نہیں
ثانیاً اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاؤمی تو ہوتی تھی۔ موت بڑی بڑی جسمانی
 جسمانی تکلیف سہی اور روح کا اس سے متاؤمی ہونا قرین قیاس ہو مگر موت کا اولی اثر جسم پر تھا اس کا
 تو منتشر کرنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی۔ روح جس پر موت کا اثر ثانوی ہو کیوں محدود ہوئے لگی تھی عجب نہیں
 موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہو اور بس کہ اس کو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا۔

ثالثاً دانش مند سے دانش مند اور احمق سے احمق۔ عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل۔
 مہذب و نامہذب۔ سولائزڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے
 بقائے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال دنیا میں کہاں سے
 آیا۔ اور کیوں کرتا ہے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اس کے
 قائل ہیں اور جن کو انکار ہو اگر سچے دل سے ہو بھی تو اس عقیدے کے لوگ اس قدر کم ہیں کہ اُس
 جم غفیر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ دین تو خیر ہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی
 خیال پر مبنی ہو۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انسداد صرف مذہب سے ہوتا ہو۔
 سو مذہب سے اُس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقائے روح یعنی لوگ اس وجہ سے مرتکب جرائم
 نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں کہ مرے پیچھے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ایک انگریزی کتاب میں بت
 سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے مرتے وقت خوفِ عاقبت سے اپنے جرموں کا
 اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ پس یا تو ساری دنیا کو بر غلط
 مانو۔ یا دوسروں کی طرح بقائے روح کے قائل ہو۔ ہو نہ ہو یہ عقیدہ داخلِ فطرت انسانی ہو کہ
 ملہم غیب نے ہر ایک کے دل میں ڈال دیا ہو کہ۔ کون ہو جس کو اولاد سے خیر جاری سے یا کسی
 دوسرے پیرائے سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضمر ہو
 وہی بقائے روح کا خیال۔ کیوں کہ اگر آدمی مرنے سے محدود محض ہو جاتا تو دنیا میں یادگار بننے سے

خدا جانے کے لئے دانت۔ اور اُس میں بھی یہ تفریق کہ پینے کے لئے ڈھریں اور کاٹنے کے لئے دانت توچے کو کچلیاں ۵

ابو بادومہ وغور شید و فلک درکار اند | تا تو نامے بخت آری و بخلخت نخوری

اور حیات ابدی عینی بڑی ضرورت میں جو ابد الابد کے لئے ہمارے سر پر لا دی جائے گی ہم کو اتنا بھی سہارا نہ لگائے کہ ایک ذرا جھکی تو دیکھ لینے دے۔ جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہم نے خدا کو جانا اور جان سکتے ہیں ایسی بے رحمی انسان کو ایسے دبدبے کی حالت میں چھوڑ دینا اُس کو ترسانا پریشانی رکھنا خدا کی شانِ رحیمی سے بالکل بعید ہے۔ **اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عَلُوًا كَبِيْرًا۔**

یوں خداے کریم و رحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پیڑوں کے ذریعے سے (صلوات المعلومہ) جہاں تک وہ اس ہستی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اس کو مرے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس حالت میں رہنا ہو۔ اور اس ابدی زندگی کے لئے اُس کو دنیا میں کیا تیاری کرنی چاہئے۔ ہم نے پیڑوں ہی کے کٹنے سے جانا کہ ہماری اس ہستی موجودہ کو آگے آنے والی ہستی میں بہت بڑا دخل ہو۔ یہ خواب ہو اور وہ اس کی تعبیر یہ جو سنے بولنے کا وقت ہو اور وہ کاٹنے اور کاہنے کا۔ **اَللّٰهُ نَسَا مَرْحَمَةً اَلَا حَسْبُكَ تَرْجَمَهُ دِنَا اَعْرَضَ كِي كَهْتِي** ہو میرے اس بیان سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک ہے اور کہاں چوکنج عقل جبریل کی ہم زبان ہو جاتی ہے ۵

اگر یک سر موئے بر تر پر م | فم و رخ تجلی بسوزد پر م

افراط و تفریط کے دو ٹوپلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ کتنا غلط ہو کہ مذہب نقل لینے خدا و رسول کا فرمودہ ہو اور نقل کو عقل سے کچھ سرکار نہیں اسی طرح یہ کتنا بھی غلط ہو کہ ہم کو نقل کی حاجت نہیں اور پرزور عقل ہم سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی جتنی قوتیں انسان کو عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں۔ جیسے مثلاً تیشہ نجار ممکن ہو کہ نجار بھی اس تیشے سے ہاتھ پاؤں زخمی کرے۔ لیکن اسی کا قصور ہو گا نہ تیشے کا۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بڑی اور جلی دونوں طرح

۵ خدا کی شان اس سے بہت بڑی ہے ۱۲۔

استعمال میں لاسکتا۔ ان کو محض رکھ سکتا۔ ان سے فوق الطاق کام لے سکتا۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو
 بری طرح استعمال کرے تو خود ہی ملزم ہو نہ قوت اور نہ جس قوت دی وہ پس ہر ایک قوت کے استعمال
 میں انسان کو اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خاص کر معاملات مذہبی میں عقل کو کام میں لاتے وقت
 مذہب کے اعتبار سے بھی اس کو عقل کا دیا جانا تو ضرور تھا۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے سکھت ہوا۔ دنیا اور
 دین دونوں میں عینی خوبیاں ہیں متفرع ہیں عقل پر اور عینی خرابیاں ہیں دو بھی متفرع ہیں اسی عقل پر یوں
 سمجھو کہ انسان فی حوزہ اتہ ایک کما ٹر ہوا اور تو اسے مختلف افواج ہیں۔ اُس کے ماتحت زیرِ زمان یہ فوجیں
 ایک طرح کی نہیں جیسے انگریزی فوج میں پورے۔ مدرسی یا ٹلنگے۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ سکے۔ بلوچ۔ اطراف
 کابل کے پٹھان۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی کٹڑی سے ہاتھ جاتے ہیں۔ نہیں نہیں۔
 شاید ایک پوربیہ یا مدرسی ہیک کی چٹری سے تو بلوچ اور افغان اُسران راٹھ سے غرض جو قوی تر ہو
 عیسائیوں کا نصیحتہ تمام قوے انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہو اور اس پر گورن کرنا
 بہت ہی احتیاط کا کام ہو۔ یہ جو اختلافِ مذاہب دیکھتے ہو یہ آگ بھی ان ہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی
 بجس میں چنگاری ڈال جالو دور کھڑی۔ میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال
 عقل کے بارے میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں۔ ان کو امور مذہبی میں غور و خوض
 کرنے کی نہ فرصت ہو نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات۔ اور طرہ یہ کہ طلب بھی نہیں۔ اور طلب ہو کہ کمال سے
 گھسے ہیں چہ چاہیں بزرگوں کی تاکید نہیں۔ یا دوستوں میں ترغیب نہیں۔ رہا اپنے دل کا تقاضا۔
 ایسی عمر نہیں۔ گیند بٹاکوٹ وغیرہ جہاں اور کھیل ہیں وہاں بارش بابا ہم باری ایک مذہب بھی سہی
 اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خراب فافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا زلت و خواری لوازم
 اسلام سے ہو۔ کیا عرب۔ کیا عجم۔ کیا روم کیا مصر۔ کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے
 بدھ و جین و سترال۔ ان خطاط بہاں سنو نکبت و اذ بان میں سے فرادی فرادی ایک ایک کیفیت
 و عمر آدمی کے عقیدے کے سترزل کر دینے کو کافی ہو نہ کہ مجموعہ۔ دنیا اور دین میں تقدوس یہ کی نسبت ہو
 لے لوسہ کی سلخ ۱۲ء مشکل سے فرمان بردار ہوئے والا ۱۳ء حکومت کرنا ۱۴ء۔

ہم لوگ ایسے کہاؤ نقد کو تو کھو بیٹھے نسیم کی جو ہم سے اُمید رکھے وہ سوا حقون کا ایک احمق۔ لیکن کیا کیا جائے دل نہیں مانتا چاروں چار کننا ہی پڑتا ہو۔ افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں۔ لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جانی چیز ہو۔ بُری طرح بھی گزر جاتی ہو اور اچلی طرح بھی گزر جاتی ہو۔ اور آخر گزر ہی جاتی ہو۔ بڑا خیال تو دین کا ہو۔

ہمہ غم ہا فسردہ تر از این است

غم دین خور کہ غم دین است

خدا نخواستہ نعمت جاتی ہے تو پھر کہیں کے نہ رہے خَسِرَ اللّٰهُ نِیَا وَالْآخِرَ لَا ذٰلِکَ هُوَ الْحَسْرَةُ اِنَّ الْمُبِیْنُ ط ترجمہ گنواؤ دنیا اور آخرت ہی ہو ٹا مایوس۔ اور اس کے جانے کو کون سے چھکڑے چاہئیں۔ دین کا تو ایسا نازک معاملہ ہو کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی زندہ جاتا ہو۔ وہ تو بڑے شکر کا مقام ہو کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہباً عیسائی ہی۔ مگر علّا اُس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اس کا مذہب صلح کل ہی۔ عیسیٰؑ، مدینؑ، خود موسیٰؑ، مدینؑ خود۔ پس اسلام کو جو کچھ خطرہ ہو نہ دیکھان بے بصر سے ہو جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہی وہ لوگ ہیں جو خائفین کی گیدڑ بھیکوں سے ڈر کر صراطِ مستقیم سے پھٹک جاتے ہیں۔ ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور ہیں اور عام فہم ہیں کہ ان پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا۔ مجھ کو اس بات کا فخر حاصل ہو کہ آباؤ اجدادِ مجھے موروثی مسلمان ہوں۔ اور اپنے نسب نامے میں انھیں سلطنتِ دہلی تک بلا فصل مشائخ اور غنی اور علماء کے نام پاتا ہوں میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہاں تک میرا حافظہ مشاہدت کرتا ہو میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے۔ بلکہ بڑے پکے دین دار۔ یہ رویداد چاہتی ہو کہ میرا اسلام تقلیدی ہو۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہو۔ مجھ کو اتفاق سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مدتوں مجھ کو مذہبی جہان بین میں غلط چپاں رکھا۔ یہاں تک کہ آخر کار اسلام کی حقانیت کا مل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسے پتھر کی گیدڑ محمدؐ اللہ علی ذٰلِکَ رَبَّنَا لَا تُؤْخِذْ فُلُوْٓنَا بِعَدُوِّہٖدَّیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ ذِکْرًا رَّحْمَۃً اِنَّکَ

اَنْتَ الْوَهَّابُ ترجمہ اس رب ہمارے دل نہ پھیر ہمارے جب ہم کو ہدایت دے چکا اور دے ہم کو اپنے ہاں مہربانی بے شک تو ہی بہت فیض والا۔

مجھ کو ٹھیک سنہ یاد نہیں مگر سنہ ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ کا مذکور ہو کہ ہمارے دہلی کالج اور نیٹیل کلاسز کی ریاضی کے استاد ماسٹر رام چندر صاحب صطبلغ لینے کے لیے آمادہ ہوئے۔ ماسٹر صاحب اُدیار کر کیا طے کیا سلوٹس سب کے ساتھ مذہبی چھٹے چھڑا کرنے لگے۔ مذہبی مناظرے کی وہ پہلی بھنگ تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جماعت اول میں تھا۔ اور فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ درمختار ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو بند کر دیتے تھے۔ مجھ کو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی۔ اور اکثر ان کے مکان پر بھی جاسے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھ کو گمراہ کر دیا ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہے اِنْ يَكُنْ لَّيْلٌ دُرِّيْ دُرِّيْ دُرِّيْ دُرِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْخٰصِّیْنَ ہ ترجمہ تو تو نگا تھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا ان میں جو بچے آئے مگر مجھ کو عربی کا تھا شوق بہت میں قرآن کی عبارت پر لٹو تھا اس تریاق نے مجھ کو اس نہر سے بچا یا۔ یہاں تک کہ کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لے کے نکل گیا۔ مگر کیسا ایمان ستر لڑل۔ مشکوک۔ ضعیف۔ مضحل پھر میں نے علم کلام کی کتابیں لیجھنی شروع کیں۔ موافق و مخالف دونوں ماسٹر نے مجھ کو عیسائی بنانا چاہا۔ اور علم کلام نے سرے سے لاندہب منظرے کا ایک اکثری اور مشہور قاعدہ ہو معارضہ بالمثل جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تھا رہی آنکھ میں ناخن نہ ہو اور دوسرے کہے تھا رہی ہیں ٹینٹ اس طریقے سے ممکن ہو کہ بعض صورتوں میں معترض بند ہو جائے۔ لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہو دونوں سے بظن ہو جاتا ہو کہ دونوں میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ معترض کی آنکھ میں ٹینٹ ہو یہ ہماری آنکھ کے ناخن کا عیب زائل نہیں ہو سکتا غایۃ مافی الباب ناخنہ اُخْفَ وَأَهْوَنُ ہو بقاء ٹینٹ کے۔ لیکن جس کی آنکھ صحیح و سالم ہو وہ دونوں کو عیب دار سمجھے گا۔ ناخنے والے کو کم ٹینٹ والے کو زیادہ۔ اس طرح پر اسے پادری جب کسی کو عیسائی کرتے ہیں تو اس پر بانی چمک دیتے ہیں باحوص میں غوطہ دلاتے ہیں اسی کو صطبلغ کہتے ہیں۔

لینے سب سے خیف تر اور سب سے آسان تر ہوا۔

برسوں میرے شکوک کا یہ حال رہا۔ ح

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بایں ہمہ جسے میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا۔ اُس کے استحسان میں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی کمی نہیں ہوئی اور اس نے مجھے وہ کام دیا جو مصداقِ دینی ہو ایک بڑے مرتعش کو۔ میں نے ہر طرف سے بایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آتھروں کی نظم و نشر دونوں طرح کے کلام پڑھتا ہوں۔ زمرانہ جاہلیت کے مخضرس کے۔ اسلام کے بعد کے اور خود اُس شخص کے جس کے مُنہ سے الفاظِ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مقالاتِ مجلداتِ احادیث میں مضبوط ہیں مواظظیں خطبات ہیں قصص و حکایات ہیں۔ مراسلات ہیں یہ بات کیا ہو کہ قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا۔ دوسرے آتھر اس طرز پر قادر نہ ہوں تو خیر۔ مگر ایک ہی قائل کیوں کرو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس درجے کے کہ زمین و آسمان کا تقابل کلام کرنے کی قدرت پاسکتا ہو۔ یہ تو عادتاً محال ہو تمہارے سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی۔ انشاء اللہ خاں۔ سوادین شاعروں کو لو ہر ایک کا طرز جدا گانہ ہو۔ اور جو سخن فہم میں مضمون اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان میں سے کس کا شعر ہو۔ میں شاعر نہیں ہوں۔ مگر اتنی اُکل مجھ کو بھی ہو کہ اگر کوئی شعر میرے رو پر و طرہا جاوے تو غالب ہو کہ اُس کے قائل کی تعین میں غلطی نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود ہوتے ہیں اور زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس۔ یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورت شعری کی وجہ سے لفظ کا دب کر نکلتا بھی جائز نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ خاں پھلک ہیں۔ بیان میں شوخی و ستودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں۔ بندش بھی اس کی مضبوط ہوتی ہو۔ متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں تمیز کرنا کیا مشکل ہو بیسہ ہمارے حسنِ سنجیدگی و ترجمہ ان میں ہو ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے۔ غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہو جب دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہو گرتا ہو مجھ کو خود ایسا اتفاق ہوا ہو کہ بہ ضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون دیا اپنے نام سے نہیں۔ مگر تاڑنے والے تاڑ گئے تو مجھ کو بڑی

لہ جس کے بدن میں رشتہ ہوا اللہ وہ لوگ جن کی کچھ زندگی جاہلیت اور کچھ اسلام میں ہوئی ہو ۱۳ مصنف ۱۲

حیرت بی پیش آنی کہ پنیر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیوں کر قدرت پائی آخر یہ عقیدہ میں نے اس طرح پر حل کیا پنیر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ رہا قرآن۔ ان کا کلام ضرور تھا کیوں کہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات خاص میں جب کہ وہ اپنے اختیام میں نہیں ہوتے تھے۔ وحی بھی ایک اسرار الہی تھی لیکن اس قدر معلوم ہے کہ کبھی جہل حال وحی انسان کی شکل میں مشکل ہو کر پسپا ہوتا تھا پھنچا جاتے تھے۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی مگر اکثر گھٹنے کی سی جھنکار سن ٹپتی تھی اور پنیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس طرح کی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے آپ کا رنگ فق اور جسم الیسا بوجھل ہو جاتا تھا کہ ایک بار آپ اپنی اونٹنی کے مضاربہ سوار تھے کہ وحی آئی اونٹنی مائے بوجھ کے بڑھ گئی۔ کر دکھاتے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے۔ اس سے شاید کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کو صرع کی بیماری تھی۔ اس تشخیص سے غرض یہ ہے کہ ان کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ سے دعویٰ نبوت کر بیٹھے مگر یہ کوئی نیا اعتراض نہیں۔ کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پنیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ چلا نہ ہو۔ جھوٹا مغتری کہ دینا تو غیر معمولی بات تھی کہتے تھے اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِشَرِّہٖ ترجمہ اس کو تو سکھاتا ہے آدمی۔ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ اَلْکِتٰبُہَا تَحٰی عَمٰی عَلَیْہِ یٰکَذٰبٌ اَصِیْلٌ ترجمہ نقلیں ہیں انگوں کی جن کو اُس نے لکھ لیا یہ سودہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام اَعِیْذُ الْاِنَادِکُوْا اِلٰہِیْنَہِ الشَّاعِرِیْنَ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے سے اَفْزٰی اَعْلٰی اللّٰہُ کَذٰبًا اَعْرَبُ جَنۃُ ترجمہ بنا لیا یہ اللہ چھوٹ یا اس کو سودا ہے۔

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پنیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر چٹا ہی نہ تھا اور چونکہ نری بے تک بونگی بے جوڑ ہوتے تھے پنیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے بونے چھپسے اعتراضات سے اور تقویت پہنچتی تھی پنیر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے یہاں تک اُن کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا لقب تھا ایک بار آپ نے نصیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا کہ ہمارا سناؤ تو اگر میں تم سے

کہوں کہ دشمن اس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگاے پڑے ہیں کہ موقع پا کر تم پر حملہ کریں تو تم میرے کہنے کو
 سچ مانو یا نہ مانو۔ سب بولے ضرور بھلا تم اور جھوٹ بھاؤ گے۔ تم آپ نے فرمایا اِنِّیْ ذٰلِکُمْ بَیِّنٌ
 بَیْنِیْ وَعَدَیْ شَدِیْدٌ ترجمہ میں تو ایک ڈرانے والا ہوں تم کو ایک بُری آفت کے آگے آنے سے۔
 اس پر ابولسب بولا اِنَّکَ اَلْجَلْدُ اَدْعُوْنَا تَرْجِمَہُ تَحْمِلُکَ کو خدا کی ماریا اسی لیے تو نے ہم کو بلایا۔ اسی
 کے جواب میں سورۃ التَّیْنِ کِذَّآ اِنِّیْ لَکَبٌ نَّازِلٌ ہوئی۔ اس بات کے لیے تاریخی شہادت موجود ہے کہ
 سفر اور حضر رنج اور ناشی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یاد گاری تھی اور ہر وقت
 غفلت آئی نصب العین ہوئی سے موٹی اور بھدی سے بھدی سمجھی تجویز کر نہیں سکتی کہ ایسا شخص جس نے
 راست گوئی کا سکھ بھرا کر میں کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں سچ بولے اور ایک بات میں جھوٹ بولے
 اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پر اور اُس کے ساتھ یہ بھی کتنا جائے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ
 کِذَّآ اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَرْ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلَ مِثْلَ مَا اُنْزِلَ لِلّٰہُ وَلَوْ تَوٰی اِذَا
 الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَّاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِکَۃُ بَاسِطُوْا اَیْدِیْہِمُ ۚ اَخْرِجُوْا الْفٰسِقُہُ الْیَوْمَ مَخْرٰجًا
 عَذَابُ الْہٰیوُنِ مِمَّا کُنْتُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرِ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ تُکَفِّرُوْنَ ۚ وَلَقَدْ
 جِئْتُمُوْنَا فَرٰدِیْ کَمَا اَخْلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرٰکُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَاَیُّ مَرٰکُمُہُ وَمَا نَوٰی مَعٰکُمْ
 شَفَاعَۃُ الَّذِیْنَ رَعٰیہُمْ اَھْمٌ فِیْکُمْ شَرُّ کُوْلٍ قَدَفٍ لَّقَدْ فَعَّلْنَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَہُمْ وَکُنْتُمْ تَظُنُّوْنَ ۚ
 ترجمہ اور اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہ مجھ کو وحی آئی اور اُس کو وحی کچھ نہ آئے۔
 اور جس کے میں اتار تا ہوں برابر اُس کے جو اللہ نے اتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی ہیوشتی
 میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ کالواہنی جان آج تم کو جزا لگی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے
 اللہ پر جھوٹ باتیں اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم
 بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ
 سفارش کرنے والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُن کا تم میں سا جھا پوٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے
 جو دعوے تم کرتے تھے۔

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالایق سے نالایق پُچھے سے پُچھا آدمی جس کو دو آنے پر جھوٹی گواہی دینے میں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اُس کو یہ باتیں یاد دلائی جائیں غلاب ہو کہ تھڑا ٹھٹھے پس یک نیک نہ اور است گوراست باز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا ہیودہ خیال کرنا پہلے درجے کی بے انصافی نہیں تو کیا ہو۔ پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہو تو کسی غرض کسی مطلب سے۔ سستی شیعوں کو کہنے دو جو ان کا جی چاہے۔ سچ تو یہ ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے جو شخص عرب جیسے سخت دلوں کو یہاں تک سخر کر لے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے بھائی جو رو سے خصم۔ باپ سے بیٹے۔ لوگوں سے آرام اور بخش اور وطن اور کینے اور غننے سب کچھ چھڑوا دیئے کیا اُس کو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کر لیتا۔ مگر یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا۔ بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب ان کی تاویل جانشینی سے کر لو تو تمھاری خوشی پیغمبر صاحب صلعم بلکہ تمام خاندان نبوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہو۔ پس بفرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعویٰ کیا ہوتا تو دنیاوی جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اس کا یہ حال کہ نہ خود متمتع ہوئے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو متمتع ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا جب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہو۔ یہ بہر حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جائے اور نہ اٹھائی جائے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ اِنَّمَا عَلَّمُوا کُتُبًا کا تیر تھا یا وہ بھی بُکا اور بُکا بھی اُکل چو۔ عرب میں جو فصیح و بلیغ تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد میلوں اور موسم حج اور بازاروں میں پڑھے اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ اور اسی غرض سے وہ لوگ تصدیق دے کہتے ہی تھے۔ اور ان کی کیا تخصیص ہو کسی زمانے میں کبھی فصیح و بلیغ ایسا نہیں گزرا جس نے شہرت کی نہ صرف تمنا بلکہ کس حاصل کرنی کی کوشش نہ کی ہو۔ تو غرض یہ کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے نہ کہ جو کہ مشابہہ میں سے ہوں اور نہ انہیں کہ جتنے مشابہہ ہوتے تھے کہ نہ ہوتا تھا انہیں یہ حکم تھا کہ پیغمبر صاحب

کی ہجوں کہتے اور لوگوں میں مشہور و منتشر کرتے۔ ان میں سے کسی کو کیا پڑی تھی کہ درپردہ پیغمبر صاحب کی مدد کرتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ شاہرہ میں کسی کی نسبت ایسا شبہ ہو نہیں سکتا تھا تو مترجمین غیر ملک لوں پر گمان کرتے تھے اَعَاذَ عَلَیْہِ قَوْمُ الْاُخْرَدُنْ ترجمہ ساتھ دیا ہو اُس کا اس میں اور لوگوں نے۔ اس کا کیا معقول جواب خدا تعالیٰ نے دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُحَدِّثُ لَیْلَہِ اَیُّہِ اَعِیْنِیْ وَہَذَا لِسَانُ عَرَبِیِّ مُبِیْنٌ ۵ ترجمہ جس پر تعریف کرتے ہیں اُن کی زبان ہوا و پری اور یہ زبان عربی ہو صاف جس کا مطلب ہو کہ غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا غور صحیح ہو کیوں کہ غیر ملک والا ایسا ہی عربی زبان کا ماہر کوئی ممکن نہیں کہ قرآن کی سی عبارت لکھ سکے۔ علاوہ ہیں تھوڑی دیر کے لیے فرض کر دو کہ پیغمبر صاحب قرآن کو کسی دوسرا ہی شخص سکھاتا سہی تو مترجم کا کام ہو اُس شخص کو نامزد کرے اور ہم کو سمجھائے کہ ایسے کلام فصیح و بلیغ کا گڑبٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا یعنی آپ پیغمبر کا دعویٰ کیوں نہ کیا اس سے بڑھ کر تعجب کی بات اور کیا ہو گی کہ ایسے زمانے میں جب نوٹدیاں باندیاں تک شہر کسی تھیں اور فصاحت و بلاغت کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک نازان تھے کہ ماسوا سے عرب کو غبی کہتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ادا سے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں۔ لوگ قوت بیان اس قدر متاثر ہوتے ہوں کہ شعر ارجب چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے لڑا ماریں غرض فصاحت بجائے خود ایک پادار قوت ہو ایسے وقت میں ایک شخص اُمی جس نے ساری عمر شعر کہنا کیسا شعر کو موزوں پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ ہلکا ہلکا کر محمدی کرے فَاتُوا سُوْرَۃً مِّنْ مِّثْلِہٖ ۝ وَاذْہُوْا شَہِدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ فَاِنْ کُمْ تَفْعَلُوْا فَاُولٰٓئِکَ لَفَعَلُوْا اِترجمہ تو اے کو ایک سورۃ اس قسم کی اور بلا و جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کہہ سکو گے فَاتُوا بِشَہَادٰتٍ مِّثْلِہٖ مُّقٰوِلٰتٍ وَاذْہُوْا اَمِنْ اَسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ترجمہ تم نے کو ایک دس سو تیس سی باندھ کر اور پکار و جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ لَیْسَ اَجْمَعَتْ اَلْاَنْسُ وَاَلْیَحٰی عَلٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا مِثْلَ ہٰذَا اَلْقُرْآنِ لَا یَاْتُوْنَ مِثْلَہٗ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ لِّبَعْضٍ ظَہِیْرًا ترجمہ اگر جمع ہو ویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاویں گے ایسا قرآن لے لینے لوگوں سے کہے کہ میرے کلام کے مقابلے میں کلام لاؤ ۱۲۔

اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک۔

فصحاے عرب اپنا اور اپنے عزیزوں کا قید ہوتا جلا وطن کیا جانا۔ مارا جانا گوار کریں اور کسی سے اتنا نہ ہو سکے کہ لگا بھرسی زبان ہلا کر متحدی سے بمقابلہ پیش آئے ع

ایک بہ شہادت طلبہ لوح و قلم را

بخدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی بھی آتی ہو جتنی کہ مجھ کو اگر چہ جتنی آتی چاہیے اُس کا عشر عشر بھی مجھ کو نہیں آتا۔ بہر کیف مجھ جیسا کہ مستند اداوی بھی اتنا جان لے سکتا ہو کہ قرآن کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی داخل ہیں لگائیں کھاتا فصاحت بلاغت کے اکثر مسائل بھی منضبط ہیں مگر زیادہ تر میں اس کو جہانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص آیت لے کر مجھ سے پوچھو کہ اس میں کیا فصاحت ہو تو میں بیان کر سکوں گا۔ اور آیت تو آیت ہیں لیکن جتنا کہ کوئی اُردو کے ایک شعر یا ایک مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعویٰ کرے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا ہوا اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت تو نہیں تو خیر ایسی بہت کم بھی نہیں۔ پس میرا کچا استدلالی عقیدہ ہو کہ قرآن کلام بشر تو نہیں اور دوسرے پیغمبر گنتی میں ہیں اُن کا بھی کلام نہیں جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر صاحب۔ اور ہم کو فیہ صادق نے جس کی صداقت اور راستی اور دیانت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود ہیں ہم سے کہا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا کہلا تا ہو۔ پس ہم نے یقین کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کون سی حالت منظرہ باقی رہ گئی کہ قرآن ضرور خدا کا کلام ہو۔ جتنے قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوتے گئے یعنی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابرائے ائمہ و ابرص و اور احماسے سوئی کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہو۔ ہم نے تو اُن کو بجا رول کو چپکا کر تے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں۔ ہم کو تحقیق کرنا پڑے گا کہ کس نے دیکھا اور کس نے روایت کی اور روایت کہاں تک قلیل تسلیم ہو۔ شہادت کا یہ حال ہو کہ لوگوں کی شہادت کی زمان اور مکان دونوں کے اعتبار سے ایک حد ہوتی ہو کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عدا رمی میں سچ بولنے والے

جو شخص کسی کام کی بُرائی بیان کرے خود اُس کا مُکَلَب ہو۔ اور خود یَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کا مصداق بنے۔ پیغمبر صاحبِ صلعم کو میرے اور اپنے اور قیاسِ ست کر کے دن بھر کو اس کرتے رہتے ہیں اور سولے کرانا کا تین کچے بلکہ کرانا کا تین میں سے بھی سولے کا تب دمت چپکے کو کسی کو چھاری بکواس کی پروا نہیں ہوتی۔ پیغمبر صاحبِ صلعم کا تو حال یہ تھا کہ ایک لفظ مونہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں لکھا گیا۔ اگر شعر ہوتا تو لوگ اس کو یاد کر لیتے۔ حضرت کے رجز احادیث میں موجود ہیں مثلاً اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ لیکن شعر کس ہی نہ ہو تو کیوں کر کوئی آپ شعر کہہ کر پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کرنے اور وعیدِ دَمْنِ کَذِبٍ عَلٰی مَنَعِلٍ اَفْلَيْتَ مَقْعَدًا مِّنَ الشَّارِ مَرَجِمَهُ جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہو وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھہراے گا مود بن جاے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ پیغمبر صاحبِ صلعم شعر کہہ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے۔ مگر بڑا سمجھ کر کہا نہیں ان دونوں میں شقِ صحیح یہی ہو کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قومی ہے۔ اصحاب نے تو استفادۃ اور محبت کی وجہ سے بھی ہر وقت پیغمبر کو گھیرے رہتے تھے۔ داب مجلسِ نبوی کے لحاظ سے ہر طرح کے مذکور رہا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بے ساختہ کوئی شعر بھی نکل جاتا کیوں کہ شعر تو ان لوگوں کا گویا حکمیہ کلام تھا۔ تو جنابِ پیغمبر صاحب اس طرح کے اشعار پسند فرماتے ۵

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّاحِلٌ اَللّٰهُ يَاطِلٌ ۱
وَكُلُّ نَفْسٍ لَّا مَحَالَةَ سَرَّ اِغْلٰ ۲

اس کو مکر پر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دُہراتے۔ لیکن از بس کہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزوں پڑھنے میں وزن فوت ہو جاتا مثلاً اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّاحِلٌ اَللّٰهُ يَاطِلٌ کی جگہ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ سَوِيٌّ اَللّٰهُ يَاطِلٌ باطل نکل جاتا تو حضرت ابو بکرؓ پر اس کا عجب اثر ہوتا تھا عرض کرتے یَا نَبِیُّ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور یہ بھی تو کہ جو شخص ایک مصرعہ تک ناموزوں نہ پڑھ سکے شاعری کیا جائے۔ اور بڑی حیرت کی ۱۵ اللہ کے سوا سب کچھ بے باطل ہیں ۱۶ اور ہر ایک نعمت البتہ زائل ہونے والی ہو ۱۷ سہ آپ پر میرے ماں باپ تڑپا ہوں میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسولِ خدا کے ہیں ۱۸۔

بات ہو کہ نہ شعر کہہ سکے نہ شعر نوروں ٹپھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے کلم ہو۔ اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل دفع کہہ نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جائے۔ اب ایک بات یہ ہو کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اُس کو کس طرح تسکین ہو کہ قرآن کلام خدا ہو۔ اس کا صرف ایک یہی جواب ہو کہ اُس کو چاہیے خود استدلال عربی پیدا کرے۔ یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے۔ جیسے ہم نہیں کہ فلاں حکیم کو مری چشم کا جگمی علاج کرتا ہو اور کوئی شخص اُس کو باور نہ کرتا ہو تو اُس سے کہا جائے گا کہ بھائی اندھا بن کر آؤ اور امتحان کر یا دوسرے اندر سے جن کو حکیم نے بنایا کیا ہو ان کا کمان اور نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا۔

اعترافات کفار میں سے اب ایک اعتراف اور درہ گیا۔ مجنون۔ اور جنہوں نے صریح کا عرض تجویز کیا۔ وہ بھی ایک قسم کا جنون ہی۔ اگرچہ طبع نہیں خدا اور خدا کے رسول سے ہرگز کلمہ مقدس ہو کہ جواب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب صلعم کو یہ جواب تعلیم کیا تھا اَللّٰہُ اَعْطٰکُمْ ذٰلِکُمْ وَ اَحَدٌ یَّوْنٰی یَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَشٰی وُفٰی اَدٰی ثُمَّ تَقْلُوْا مَا یَصَاحِبُکُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ مَّطْرِحِیْمٍ تو کہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں۔

واقعہ میں عجیب طرح کی از خود فحاشی تھی کہ اس حالت از خود فحاشی میں ایسا کلام سرزد ہوتا تھا متین مہذب معقول۔ مدلل۔ جامع فصیح و بلیغ۔ موثر۔ جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیئے۔

ایک حکایت مشہور ہو کہ ایک مزار نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ بے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ یہ کلام متقی سن کر بہت چھٹایا۔ اور آپ کو جواب سوچا تو یہ کہ فعل بے فعل تیرے سر پر کھو۔ مزار نے کہا کہ بھئی ٹمک سے ٹمک نہ ملی۔ تو جاٹ کیا کہتا ہو بلا سے بوجھ سے تو مرو گے۔ بجنسہ یہی حال تھا کفار کے اعترافات کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا دہی کے لئے جو جی میں آیا اُنیں بایں شائیں بک دیا اُس وقت کے لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے۔ یہودہ اعترافات سن کر ان کی عقیدتیں زیادہ تر اسخ ہوتی جاتی تھیں۔

اب ہمارے زمانے میں دہی پڑا لے دقیا لوسی اعترافات ہیں یا شاید کسی کا پیار یہ بدلا ہوا ہو مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب صلعم کے حالات اسلام کی حقیقت اور ہٹسٹری سے پوری پوری آگاہی نہیں ہو دے سے

بودا اعتراض سنا اور لوٹ کھڑے مثل یہ اگر پڑی ہو کہ نہ تو لوگوں کے مونہ بند کیے جاسکتے ہیں کہ اعتراض
 نہیں اور نہ اعتراضات کے سننے سے تحشر ممکن ہے۔ ہم کو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے
 ساتھ احتلاط رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیا اثر کرتی ہے۔ کم سے
 کم اتنا تو ضرور ہوتا ہو کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہو اور جس کا ہونا خصوصاً دین کے لئے ناگوہری
 اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں۔ دل ہر بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا
 ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کی ایک حکایت منقول ہو کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانیاں کیا تو
 سب پہلے حضرت ابو بکرؓ نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیوں کر
 باور کر لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اس واسطے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت
 ابو بکرؓ کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں
 ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لَوْ كَانِ الدِّينُ بِالْأَوَّي لَكَانَ اسْفَلُ السُّفْلِ اَوَّلِي بِالْمَسْحِ وَلَكِنْ مَرَأَيْتَ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ أَغْلَاهُ فَاَمْسَحُكَ ذَاكَ تَرْجِمُهُ اِذَا دِينَ رَأْسَ سَهِوَاتٍ
 موزے کے نیچے کی طرف مسح کرنا اولی تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو کہ آپ
 اوپر کی طرف مسح کرتے تھے پس اسی طرح میں کرتا ہوں۔

عبدالمدین عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال۔ عبداللہ نے اُس کے روبرو مذکور کیا کہ پیغمبر صاحب صلعم
 فرماتے تھے لَا مَنَعُوا نِسَاءَكُمْ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ تَرْجِمُهُ اپنی عورتوں کے حصوں کو مسجدوں
 سے نہ روکو یعنی ان کو مسجدوں میں آنے کے ثواب نہ روکو اس پر بلال بول اُطَّاعَ اللَّهُ لَكُنْمَعُهُمْ تَرْجِمُهُ
 خدا کی قسم ان کو روکیں گے ابھی بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبداللہ نے اُس کو بڑی موٹی سی
 گالی دے کر کہا کہ میں رسول نفل کرتا ہوں اور تو اُس کے خلاف کہتا ہو۔ جا میں نے تجھ کو فرزند ہی سے
 عاق کیا پھر ساری عمر اُس سے بات تک نہ کی۔

ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گزری کہ کوئی صحابی اگے وقتوں کی سُنَّی سُنَّی ایک حکایت پیغمبر صاحب
 صلعم کے روبرو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بلال بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے

کہا کہ بھلا کین پہل بھی بولے ہیں۔ یہ سُن کر پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ تجھ کو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ مگر میں خدا اور اُس کی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر رفیقِ خیر کو نِفس کے یہ تو بڑے اعلیٰ مدارج ہیں ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ مگر آدمی کو ایسا شکی بھی نہیں ہونا چاہیے کہ عقل کے بڑوں کو نظر نہ پڑے دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہے۔

دنیا خواہی و دین ہے طلبی	ایں نامر بست نہ پدر باید کرد
بہم خدا خواہی و بہم دنیا سے دول	ایں خیال است محال است مجہول

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین ضد یک دگر ہیں القِدَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا اور دین ضد یک دگر ہوں تو ہم کو ونس میں پیدا کرنا اور بچ کر لانا کہ دین دار بن کر رہو طلبِ محال ہوا۔ یا بصارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ترجمہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہر لوگ اپنا آپ بڑا کرتے ہیں۔

در میانِ تعمیر یا تختہ بندم کردہ	بازے گوئی کہ دامنِ تر کنِ مشیار باش
----------------------------------	-------------------------------------

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یک دگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دین داروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرنی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادمِ دین بنا کر رکھنا یعنی چاہیے کہ مقصود اصلی دین ہے اور دنیا اُس کی تابع جیسے سودے کے ساتھ روکن۔ مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہے۔ تن آسانی کے لیے غرور و شہمت کے لیے تو ایسا مال جی کا خجال ہو اور عاقبت کا وبال۔ اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہو اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے منتفع ہو اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچائے تو ایسا ہی مال کے حق میں مولانا سے روم فرماتے ہیں۔

مال را گر بھیردین باشی حمل	نعم مال صالح گفتش رسول
----------------------------	------------------------

غرض مدارِ کاریت پر ہو اور نیت کا فاعل غنا رہی نہ۔ مگر دنیا کے موجباتِ ترغیب اِس کو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دنیا اور مافیہا سب دین ہی اگر نیت درست ہو۔ تو جن لوگوں نے انسان کے

صفت پر نظر کی انھوں نے مشکل کو محال سمجھ کر حکم لگا دیا کہ دنیا اور دین ضد یکدیگر ہیں۔ دنیا کو چاہو مومن دشمن دین مٹھو اور مگر دنیا اگر دین کی دشمن ہو بھی تو ایسی دشمن کہ بدوین دنیا کی مدد کے نہ دین کی رونق ہو سکتی ہو نہ ترقی نہ وقعت ۵

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلا سے شانِ قادرِ مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود و محنت کہاں سے ہو	مصدر ہی جب نہیں ہو تو شش کیاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً بڑا کسا	میں اُس کے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ہندوستان میں اسلام کے سوا سب جتنے دین ہیں سب میں اگر کچھ لحاظ کے قابل ہو تو عیسائیت ہو کچھ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اسلام نے عیسائیوں کا اہل کتاب ہونا تسلیم کیا اور جو باتیں اُن میں قابل مدح تھیں اُن کی داد دی۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسَّيْسِيْنَ وَدُهَبَانَاؤُا أَهْمُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۚ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۚ وَمَا لَنَا لَا نُفَوِّضُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَضْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۚ فَاتَّخَذَهُمُ اللَّهُ إِيمَانًا قَوْلًا جَنَّتِ جَبْرُحِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَهْلُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۚ ترجمہ تو پائے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک کرنے والوں کو۔ اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ اُن میں عالم ہیں اور درویش ہیں۔ اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب زمین جو اترارِ رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں رسولِ خدا سے اس پر جو پہچانے بات حق کہتے ہیں اور رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لائیں اللہ پر اور جو چھو بچا ہم پاس حق۔ اور ہم کو تو قہر ہو کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بنتموں کے۔ پھر اُن کو بد لادیا اُن کے رب نے اُس کتنے پر باغ۔ نیچے اُن کے بہتی نہریں

رہا کریں اُن میں اور یہ جو بدلائیں گئے کرنے والوں کا۔

اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالایق حملوں سے بچایا۔ اب انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہو۔ احسان فراموش کہ ہاتھ دھو کر اسلام کے پیچھے پڑی ہو۔ انہی کی مٹی سنائی دوسرے لوگ بھی دھرا دیتے ہیں جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔

ہم کو عیسائیوں کے مقابلے میں چند در چند شکلیں واقع ہیں سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے پیغمبر معاصرت کو جو اُن کا جی چاہے کہیں ہم جناب مسیح علیہ السلام یا اُن کی والدہ یا انجیل کی مذمت کا کوئی کلمہ نہ کہنے سے نکالیں سیدھے جہنم میں چلے جائیں ہاں نکتوں کے ڈر سے اپنی ناک کٹے اور تصویر ٹی وی کے نیچے یہود بن جائے تب کہیں جا کر عیسائیوں سے برسر آئے۔ دوسری مشکل جو ہم کو عیسائیوں کے مقابلے میں اس وقت درپیش ہے یہ ہے کہ زمانہ اس وقت عیسائیوں کا مساعدا ہو۔ لیاقت۔ دولت حکومت یعنی دنیا بچھاؤ فیوڈر کا خزانہ ان لوگوں کو دے رکھی ہے۔

ہر کہ پانچ روز نوبت اوست

تِلْكَ الْأَيَّامُ مَذْكُورَاتُهَا بَيْنَ النَّاسِ ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک بڑی دلیل اُن کے فیور میں ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دنیا سے دین کو کہاں تک تائید چھوڑتی ہو النَّاسُ عَلَى دِينٍ مَلُوكُهُمْ ترجمہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ لوگ مٹنے سے نہیں کہتے اور کچھ نہیں سکتے۔ مگر انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جس کو اپنے سے برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہے۔ اس کی ساری اداؤں کو پسند کرنے لگتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب میں حکومت سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ لیکن بے چارے جو ایک مطلب حاصل ہو تو چاہنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہو وہ اگر نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اُس کو فائدہ پہنچا رہی ہو۔ اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فاصلہ خاص تک اُن لوگوں کو پانی کا حصول دینا پڑتا ہے جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہو پانی لینے لیں۔

لے تمام پہلوؤں سے ۱۲ صفحہ ۱۲

لیکن یہ ساری خارجی قوتیں ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مثلُ الذین
اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَشَلِّ الْعُنُكُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ
لَبَيْتُ الْعُنُكُوتِ ترجمہ کہادت اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو حمایتی بنایا مگر مسمیٰ کی
کہادت جیسی ہے کہ بنالیا اُس نے ایک گھر اور سب گھروں میں بوداسو مگر مسمیٰ کا گھر کسی مذہب کا پابند
ہو کر اسلام پر اعتراض کر ٹھیننا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جو شخص شیشے کا گھر رکھتا ہو اُس کو دوسرے
گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کا مناسب ہے۔ ح

کلون انداز پاداش سنگ ست

اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھوڑا چکنا چور ہو کر رہ جائے گا۔ مگر یوں کہو کہ جن پر ڈھیلے پھینکے جاتے
ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والوں کا گھر کالج کا ہے۔ یا جب گھر پر ڈھیلہ آتا ہے تو جواب دینے
کے لیے پتھر ہاتھ نہیں آتا۔ احمقوں کو تدبیر بھی سمجھتی ہے تو یہ کہ چلو بھائی گھر چھوڑ چھاڑو کلون اندازوں کے
محلے میں چل بسیں یہیں نہیں کھڑا ہوائی مقامی ہذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو جو اعتراض لوگ کرتے آئے
اور کرتے ہیں ان کے سب جواب دوں یہ کام نہ ایک دن کا ہے نہ ایک ہفتے کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک
برس کا۔ بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لیے ایک علم جدا گانہ مدون ہے علم کام۔ اور میں پہلے کہ چکا ہوں کہ میں
اس علم سے کسی قدر بعقیدہ ہوں کسی ایک مذہب کا نشان دو جس کو مباحثے اور مناظرے نے معدوم
کر دیا ہو اگر ساری عمر ڈھونڈا کرو ایسا مذہب نہیں پاؤ گے جب بت پرستی جیسی چیز کسی کے کئے معدوم
نہ ہو سکی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ لوگوں کو تبدیل مذہب کرنے ہوئے سن کر
میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنوں کسی شخص نے فرض کر و چند لوٹے پانی مثلاً
دریا کے راوی سے لے کر چناب میں ڈال دیا۔ اس سے نہ راوی پایاب ہو گیا اور نہ چناب میں کچھ
غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی نفسہ چیز ہی ایسی ہے کہ جس میں من سمجھوتی کو بہت بڑا دخل
ہے اور اختلاف رائے کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت سچے دل سے اچھا سمجھتا ہے۔ اور دوسرا
اُسی چیز کو اسی طرح نہایت سچے دل سے بُرا سمجھتی ہے اس مطلب کو کسی اچھی طرح ادا کیا ہے۔

یکے یہود و مسلمان منظرہ کردند یہود گفت بتو بیت سے خورم سو گند بطیرہ گفت مسلمان کہ گرفتار ملتین اگر از بیطریزین عسل مندم گردود	چنان کہ خندہ گرفت از فراغ ایشانم و گرد و رخ بود هیچ تو مسلمانم صحیح نیست خدا یا یہود میرا نم بخود گماں نبرد و بچکس کہ نادانم
--	---

میں اس اختلاف رائے کو بھی آیات الہیہ سے خیال کرتا ہوں جیسے ذمّنْ اَيَاكُمۡ اِخْتَلَفَتْ اَكۡسَبَتۡكُمۡ وَاَلَا اِنَّكُمۡ تَرۡجِمُوۡا تَحَارِيۡرَۙمِ رَبّٰنَا وَاِنۡ تَحٰۤاۡرَمُوۡا اَشۡيَاۡاَ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَجۡعَلُ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَاَلَا يَزَالُۙ اُولُوۡىٰۤىۡنَا مَخۡتَلِفِيۡنَ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ وَلَٰٓذٰلِكَ خَلَقۡنَاہُمۡ تَرۡجِمَةً اِذَا جَاۤءَتِہُمُ الدُّرُۡوۡغُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَٰكِنۡ اَلۡيَاسِيۡنَ بَنِيۡا وَاہٖمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ
رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہو مگر جن پر تیرا رب رحم کرے لَٰٓذٰلِكَ خَلَقۡنَاہُمۡ صَافٍ تَبَارَہٗا
کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہو اور منظور یہ ہو کہ لوگ اختلاف کریں اور نہ کو ان
لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراطِ مستقیم سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اس کی حد سے
متجاوز نہ ہونے دو اور اس کو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک اس کی رسائی ہو تو تم خدا کے
بندے ہو۔ یقین کر کے ماننا کہ جملہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ بے شک اسلام میں
لوگوں کی غلط فہمی یا فراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہو گئی ہیں اور کوئی
مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہوا نہیں۔ اور بہت سی باتیں ظاہر ہیں تو خلافِ عقل معلوم ہوتی ہیں۔
مگر فی الحقیقت ان میں مساع عقل نہیں۔ لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے عمدہ اور عقل اور سلیس
ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان سے لگا نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی
ہو جس کا ایک ہی جہاں کہیں اس ستون کو ڈگایا ہو پایا۔ پس سمجھو کہ تمام عمارت بے بنیاد
ہو علی شفا جرت ہاردا کاھا رہی فی نادۃ جحیم ترجمہ دھینے والی لٹائی کے کنارے پر پھرتی ہو
لے کر گر پڑا اور رخ کی آگ میں یہی ستون نظر کھڑا اٹھا تھا مشرک تو مشرک جن کو موند ہونے کا دعویٰ تھا

جیسے یہود و نصاریٰ۔ انھوں نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اسی سنوں کو حکم اور مضبوط اور استوار اور پائدار کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے۔ خدا اور بندے میں باپ بیٹے کا رشتہ بھان بھائی کا تماشہ ایک تین اور تین ایک جواز روئے اصول ہندسہ بدایتہ باطل وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزُّنَا ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا آبَاءَهُمْ وَرُءُسَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اور اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم بھی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا وہ پاک ہو ان کے شریک بنانے سے۔

جو کچھ خدا ازلی ابدی ہو اُس کا دین مقبول بھی ازلی ابدی ہونا چاہیے۔ اسلام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نئی چیز لے کر آیا۔ اور اگر ایسا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ ہی اُس کی تکذیب کرتا۔ ہم مسلمان جن ادیان کا منزل مبنی اللہ ہونا مانتے ہیں اُن میں فرق اگر ہو تو بزرگیاں اور فروع کا نہ کلیات اور اصول کا۔ میں نے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ اسلام کوئی نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے جابجا قرآن میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہُوَ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ تَرْجُمَہ سچا کہنے والا جو اُس کے آگے ہو لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول میں اختلاف کریں جیسا کہ کہتے ہیں تو اسلام ہرگز اُن کا مصدق نہیں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ پیغمبر خیر خدا نے بھیجے سب بالانلاف و بلا استثناء توحید کو تسلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ اُن کی امتوں کا قصور ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دین میں جو عقلی باتیں ہیں اُن میں سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے۔ جب تنلیث کہ وہ بھی شرک جو خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اتاری جائے تو اُس کے صاف یہ معنی ہوں گے کہ عقل کو دین میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیوں کہ ٹھہر سکتا ہے حقیقت میں ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ

معتقد ثلاث ہو کر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنے کی کیوں کر جرأت ہو تی ہو میں دیر سے چاہتا ہوں کہ لکچر کو تمام کروں۔ مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی علیٰ کئی بات یاد آجاتی ہو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل۔ کہتے ہیں بغیر کی آنے کی ضرورت دکھاؤ کیوں کہ جھوٹ بولنا بڑا ہی اور سچ بولنا اچھا ہیہ اور اس طرح اور اساطیر الاولیاء ابن ابی حنّٰیٰ جید ترجمہ پہلوں کی کہانیاں بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورتیں آگے کے لیے بند ہو گئیں کیوں کہ مسلمان اپنے بغیر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں۔ بلکہ ختم المرسلین بھی حاذق کہ مجاہدہ ہی یا ویسے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں مثلاً اُس وقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے وَلَا تَزَالُ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِثَيْنِ عَظِيمٍ لَّٰكِن تَوَكَّلْ نَحْنُ نُوْتِي مَثَلًا مَّا دُتِي رَسُولُ اللّٰهِ ترجمہ کیوں نہیں اُٹا لایا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کہ ہم نہ مائیں گے جب تک ہم کو نہ ملے عیسا کہ کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول۔ ان کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہوا اُھُم یَقْسِمُونَ دَحْمَہٗ رَبَّکَ اللّٰہُ اَعْلَمَ حَیثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ترجمہ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی مہر اللہ بہتر جانتا ہو۔ جہاں بھیجے اپنے پیغام۔

اس طرح کے خدشات کا پیداکرنا گو یا خدا کو خدائی سکھانا ہو۔ اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھول دیا جائے تو بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہو۔ دنیاوی امور میں خدا کو بہت سی صلاحیں بتائی جاسکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے طور پر واقع ہوئی ہو لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ترجمہ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز سے۔ بلکہ انسان پر کیا موقوف ہو لَحْسَنَ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ ترجمہ جو چیز بنائی اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اُس کا منہ بند کرے گا کہ اگر مکھی کی طرح ایک لاکھ آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہسی کم سے کم گدھی میں دو آنکھیں تو لگادی ہوتیں کہ گردن پھیر کر دیکھنے کی رحمت سے بچنا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے خطرے آگاہ کرنے کے لیے میں کھڑا ہوا ہوں ایسی باتوں سے دین کا استحفاظ اور اس کے ساتھ استہزا لازم آتا ہو

لے ٹھٹھا انا ناخفیت کرنا۔

اور ایسے خیالات کے منہ بکھر ہونے کا خوف ہی۔ پورا پورا علم تو خدا کو ہی لیکن جہاں تک ہماری عقل ناقص کام کرتی ہے اسلام دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خدا شناسی سے خدا پرستی کس نے سکھائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کس نے پاک اور صاف کیا۔ اسلام نے۔ انسان کو شرک اور بت پرستی کی مذلت سے کس نے نکالا۔ اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات تو خدا نے بنایا۔ مگر کس نے اس کو ایسا بڑا و سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لئے شایاں تھا۔ اسلام نے تم کو یہود اور عیسائیوں کی نبی مشکلات معلوم نہیں مثلاً اُن کے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام ناممکن التعمیل ہونے کی وجہ سے احکام کتابی ہیں۔ ان سختیوں سے انسان کو کس نے نجات دی۔ اسلام نے یا مَرْهُم بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَلُّهُمْ الظُّلُمَاتِ وَيُخْرِجُهُمُ مِنَ الظُّلُمَاتِ وَيَضَعُهُمْ رِضًا هُمْ وَالْأَعْلَالُ آتَتْهُمْ عَلَيْهِمْ تَرْجُمَةً بَنَاتِهِمْ أَوْ كُنِيكَ كَامٍ أَوْ مَنَعَتْهُمْ أُنْ كُوبَرُ سَے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر ناپاک اور اُمتار تاہو اُن سے بوجھ ان کے اُتو بھانسیاں جو اُن پر تھیں۔ انسان کو یہ آسان تدبیر کس نے بتائی۔ کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرے سکتا ہے۔ اسلام نے۔

۔ ہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کریں گے کہ اپنا گناہ آپ معاف کر لینا کیا معنی۔ سو بھائیوں فطرتوں کا ایر پھیر ہو خدا فرماتا ہے۔ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْطَعُوا رِجْلَيْ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ ای بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی بان پر نہ اُس توڑو اللہ کی مہر سے بے شک بخشتا ہے اللہ سب گناہ وہ جو ہو وہی ہو گناہ معاف کرنے والا یہاں ذرا تہم نظر کرو جملہ اسمیہ مصدر ہے اِنَّ الذُّنُوبَ مِیں الف لام استغراق کا اس پر جمیعاً کی تاکید اس پر دوسری تاکید اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الذُّنُوبَ لَا يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ ترجمہ وہ وہی ہو جو توبہ قبول کرتا ہو اور برائیوں کو معاف کرتا ہو اُوْهُنِی اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاَنْتِ قَرِيبٌ اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا اَنْ لَّيْسَ سَجْدَةٌ اِلَى الْاُيُومِ مِنْ اَبْنِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ترجمہ مجھ کو پکارو میں تم کو جواب دوں گا اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں دیک

چھوچست اہول پکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھ کو پکارتا ہی تو چاہئے کہ حکم نامیں میرا اور یقین لاؤں
مجھ پر شاید نیک راہ پر آویں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ترجمہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

ان سب آیتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ تو بہ کرو خدا قبول کرتا ہے اور تو بہ فعل ہی بندے کا
اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کس نے ایسے شرح و بسط
کے ساتھ بیان کیے کہ گویا دونوں کو بخشم سر دکھا دیا اسلام نے۔ ورنہ عیسائیوں میں تو بہشت کے واسطے
صرف ایک ہی لفظ تھا۔ خدا کی بادشاہت۔ اس لفظ کے معنی اب بھی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے دنیا
میں بھی خدا کی بادشاہت ہی ہاں بھی اعتراف کرنے والے نہیں چوکتے۔ بُرے لفظوں میں کہتے ہیں کہ
مسلمانوں کی بہشت سے خدا کی تقدس کو بٹا لگتا ہے کہتے مسلمان اس اعتراف کو عین کبر و عقیدت سے لگے
لیکن میں کہتا ہوں کہ نبی پر نیست بہشت میں دنیا کے سے مرنے ہوں گے۔ سو دنیا ہی کے پیدا
کرنے سے خدا کی تقدس میں کوئی سا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائے گا۔ یہ پھر وہی خدا کو
خدا کی تعلیم کرنے کی بات آئی۔ لیفے خدا نے تو الدننا سل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہے اور جس سے ہر شخص ننگ

کرتا ہے اگرچہ علی و ابی الحلال ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہو۔ قرآن عسی کتاب نصیح و بلع موعظ و حکم سے بھری
ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی تکفل و مؤردوں کو مستحق طبعیتوں کو گداز کرنے والی تسکین
بخشنے والی۔ امراض روحانی سے شفا دینے والی۔ اہل دنیا کو کس نے غیبت کی۔ اسلام نے معاشرت
اور تمدن کے عمدہ ضابطے کس نے ٹھہرائے اسلام نے مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعتراف کیا جاتا
ہو۔ اور بدون اس کے کارباری ہو نہیں سکتی تو بیٹول سپریشن کے نام سے اس کے لئے مقدمے لڑائے
جاتے ہیں۔ جب شفعہ اسلام سے پیدا ہوا۔ اب کوئی قوم نہیں جس نے اس کو اختیار نہ کر لیا ہو۔ بات یہ
ہو کہ حضرت موسیٰ کی شرع میں احکام ظاہر پر پڑا زور تھا حضرت عیسیٰ نے ظاہر سے قطع نظر کی باطن پر
توجہ کی یہ خاصہ شرع محمدی ہی کا ہو کہ اس نے ظاہر و باطن دونوں کی درستی کا طیرا اٹھایا اور موسیٰ اور
لے ایک علی طلاق ہو جو عدالت سے حاصل کی جاتی ہو جب مذہب نے عیسائیوں کی مدد نہ کی تو انھوں نے یہ طریقہ حاصل کیا

کہ عدالت ہی سے تفریق زن و شو کی دگری حاصل کر لے تین ۱۲۔

عیسوی شریعتوں کے نقصان کو پورا کیا اور جب ظاہر و باطن کے مجموعے پر انسان کی ہستی کا خاتمہ ہو۔ پس شرع محمدی آپ سے آپ آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے ہیں معنی ختم رسالت کے۔

تو ای بھائیو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ **إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكَ الَّذِينَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمُسْلِمُونَ** ترجمہ اللہ نے تمہیں لیا تمہارے واسطے دین کو پس تم نہ مرو۔ مگر مسلمان ہو کر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(اٹھواں لکچر)

مدرسہ طبیبہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۰ء میں

تمہید

یہ پہلی سالگرہ مدرسہ طبیبہ دہلی کی تھی اور ہندوستانیوں کے ابتدائی جوش مشورہ اس کی مناسبت سے جو م بھی تھا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس مدرسے کی طرف شروع سے التفات فرمایا جو اور حسب دستور میر مجلس تھے۔

میں بھی عجیب آدمی ہوں۔ جب مدرسہ طبیبہ کی تجویز درپیش تھی تو بڑے زور سے اس کا موید تھا۔ مدرسہ کھلا تو آئندہ کی کامیابی سے مایوس۔ اور آج جو مدرسے کی پہلی سالگرہ ہے۔ حکیم محمد عبد المجید خاں صاحب کی مبارکباد دینے کے لیے موجود۔ بلا سے لوگ مجھ کو زود و فرجہ زود لاغور میری رائے کو متزلزل سمجھیں مگر

مدرسے کو ایسے ایسے اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر دھوم دھڑکنے کے سینکڑوں غلوں سال گرہیں نصیب ح

ایں دعا ازمن و ازجملہ جہاں آئیں آباد

یہ تو نماز کی آئین نہیں کہ مقلدوں کو عندیہ ہو۔ سب کے سب پکار کے آئیں کہو۔ اگرچہ یہ مدرسہ بجا تھا الموجود
ہمارے درد کی دوا نہیں اور ابھی برسوں ہمارے درد کی دوا نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے پیشین گوئی بھی
ایسی ہی غلط ثابت ہو جیسی سالگرہ کی، مگر حکیم عبد المجید خاں صاحب نے جو رپورٹ پڑھ کر نمانی میں اُس کو
مدرسے کے حق میں فال نیک سمجھتا ہوں۔ ح

سارے کے نکوست از بہارش پیداست

الاپ یہ ہو تو راک آپ سے آپ اچھا ہو گا۔ ایک برس اور ایک بھی پہلا کیا بسا در کھتا ہو کوئی مجھ جیسا بیچارہ
ہمت ہمارا ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھاتا تو ابھی تک منصوبے ہی سوچا کرتا حکیم عبد المجید خاں صاحب نے تو
گویا تہمتی پر برسوں جبار دکھا دی۔ ایک ہی برس میں مدرسہ جاری بھی ہوا۔ ۵۷ء طالب علم بھی اطراف
جوانب سے سمیٹ لیے۔ جماعت بندی بھی کر دی۔ پڑھایا اور امتحان بھی دلویا اور خاصی کامیابی کے ساتھ
دلویا کہ ۷۴ء طلبہ نے امتحان دیا۔ ۲۱ کامیاب تھیں نے تمنے ہاسے انعام لیے میں ان طالب علموں کی
حالت پر حسد تو نہیں مگر رشک ضرور کرتا ہوں۔ شرح ملا اور شرح تہذیب پڑھتا ہوا دہلی کالج میں داخل ہوا
تھا۔ یہ حال کا سٹر لی سکول نہیں بلکہ ۱۸۵۷ء کے اندر سے پہلے کا کالج جس کا لوہا تمام ہندوستان کی
تعلیم کا ہیں مانتی تھیں (خدا اُس کو جنت نصیب کرے) تو برس محنت کرتے کرتے ہلاک ہو گیا۔ عمر مر کے
ساری عمر کی تحصیل میں ایک تمنہ نصیب ہوا وہ بھی کورس کی کتاب پر نہیں بلکہ جواب مضمون پر تمنہ غدر
میں لٹ گیا۔ اُس کا ملنا یاد ہو مضمون فراموش۔ شاید شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکا اللہ کو یاد ہو گا۔
اول تو اُن کا حافظہ ماشاء اللہ قوی ہو۔ دوسرے ہم جامعہ ہونے سے طالب علموں میں ایک طرح کا محاسدہ
قائم ہو جاتا تھا جو اور وہ محاسدہ محمودہ جو شوق کوشش اور مشقت کو ہلاک کرنا ہوتا تھا جو تھکتے ہوئے دیکھ کر
انھوں نے مجھ کو ضرور بری طرح گھورا ہو گا۔ اور اب بھی باوجودیکہ صاحب ڈپٹی کمنشنر بہادر موجود ہیں نئی طرح
گھور رہے ہیں۔ اُن دنوں اگر یہ مدرسہ کھلا ہوتا تو میں بھول کر بھی کالج کی طرف رخ نہ کرتا کہ کندن کا پتھر پڑا

مڑے سے تمہارے اسی مدرسے میں طب پڑھتا پہلے ہی برس وظیفہ اور انعام اور تمغہ لیتا۔ چار برس میں فارغ ہونے کے بعد کھانا تو لوگوں کی تندرستی اور زندگی پر کمرانی کرتا۔ جو مرناس کا الزام خدا پر اور جو بچتا میری شخص صائب کا معتقد میری توجہ کا ممنون۔ مجھ کو کالج کی تعلیم سے بہت بڑا فیض پہنچا اسی تعلیم کے طفیل میں نے بڑی سے بڑی نوکریاں کیں۔ تاہم میں کبھی افسوس کیا کرتا ہوں کہ میں نے طبابت کیوں نہ اختیار کی اگر حجم گئی ہوتی تو تین چار نسلوں کے والد بن رہتا۔ لگے وقتوں میں اور اگلے وقتوں سے جالبینوس کا زمانہ مرا وہیں بلکہ غدر سے پہلے تک اطباء یونانی احتساباً علاج کرتے تھے اب ڈاکٹروں کی دیکھا دیکھی لینے لگے ہیں الاماشار اللہ مگر ویسی بہکڑی نہیں جو پتے ہیں بھی عجیب مضائقے کے ساتھ باہر جان خواستگار اور اوپرے دل سے انکار۔ من چاہے منڈیا ہلاے وہ ادبھی دیکھنے کے لائق ہوتی ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں محتاج تعلیم جو بے مشق و تمرین آ نہیں سکتی خدا جانے مدرسہ طبیب کے کورس میں جو یا نہیں مگر ہونی چاہیے بہر کیف احوالہ الطب تم بے بڑا شریف فن اختیار کیا ہے ہم خرم و ہم ثواب لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ مدرسے کی سند حاصل کرنے سے تم طبیب بن بیٹھو گے۔ بڑی سند جو مقبولیت عند الناس۔ اور وہ پڑھی کھیری۔ جس کو چاہیے۔ استعداد غائر۔ استحضار طالب تفتیش تحقیق حسن اخلاق۔ تسخیر قلوب۔ بزم زمانہ کا پیشانی یعنی منافقت کا ہو۔ ظاہر میں یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں نے ہم کو بزرگ وریفہ زیر کیا۔ زوال سلطنت کی وجہ سے ہم لوگ فحش و محتاج ہو گئے لیکن خیال محض غلط ہے انگریز ہم سے بزرگ وریفہ خراج لیتے نہ ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ ان کی بنائی ہوئی چیزیں خواہی استعمال کریں مگر یوں کہو کہ انگریز بزرگ وریفہ مندی ہماری روزی چھینتے چلے جاتے ہیں اس کا پیشانی نے ہندوستانی بھی چیزوں کو نقصان پہنچایا اور شاید سب سے زیادہ طب کو۔ اگر اس مدرسے کی اغراض کامل طور پر پوری نہیں کی جائیں گی تو آئندہ عیسوی صدی کا پہلا ثلث یا غایت درجے نصف نہ گزرنے پائے گا کہ طب یونانی کی وہی گت ہوگی۔ جو اس کی آبادیدک کی ہوئی۔ نام معلوم می معدوم۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جن مصیبتوں سے ہم میں کے اور اسی شہر کے مسر سید احمد خاں نے علی گڑھ کالج کھڑا کیا اور کھڑا کیا کیا۔

بڑے میاں کے خیالات کے مطابق تو ابھی بالا خانے کا زینہ تک بھی درست نہیں بہر کیف اُن مصیبتوں کو سرسید ہی کا جی جانتا ہو گا ہم اُن مصیبتوں میں شریک نہیں ہوئے تو دیکھتے تو رہے ہیں اُن مصیبتوں کی وجہ سے میرادل دھکڑ پکڑاتا تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آج سائے ہندوستان میں حکیم عبدالحجید خاں صاحب کی طبابت کا طوطی بول رہا ہو۔ اور ضرورت بھی انھوں نے ایسی اختیار کی ہو کہ دنیا کی دوسری تمام ضرورتیں اسی پتھر سے ہیں۔ حکیم عبدالحجید خاں صاحب کے اشارہ کرنے کی دیر ہو۔ روپے کے انبار لگ جائیں تو تعجب نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں حکیم عبدالحجید خاں صاحب کو وہی سرسید کا سارنٹا روتے ہوئے کھلے منہ سے نڈی ہائے چندہ ہائے روپیہ۔ لیکن بڑا ماننے کی بات نہیں قرابہ ہی چندہ میں حکیم صاحب نے سرگرمی تو کی ع

مگر وہ بات کساں مولوی مدن کی سی

اس سے کہ سالانہ رپورٹ میں دھکڑا رو دیا۔ اکل الاخبار میں کبھی کبھار چند سطر لکھ مایں یا کسی تقریب سے کہیں جانے کا اتفاق ہوا اور نمنا مدرسے کا مذکور کر دیا۔ چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دو کار۔ ان بوسہ بہ پیام تدبیروں سے لقمہ چندہ ملا ہونے لگا۔ صاحب سرسید احمد خاں کی طرح گلے میں فقیروں کی سی جھولی لٹکاؤ کوڑی کوڑی دکان مانگو امیروں کی ڈیوڑھیوں پر دھرناد و تھڑپیں مٹے ہو کر ناچو گاؤ۔ سوانگ بھر دو لوگوں سے مکار طاع اور بہت سے بے فقط سنو اور خبر نہ ہو۔ اپنی ساری طاقت ساری فرصت ساری عافیت ساری دولت ساری عزت غرض ساری دنیا کو وقف مدرسہ کر دو تب بانی مدرسہ ہونے کا نام ہو۔ پھر حکیم عبدالحجید خاں صاحب کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہندو تو ان کے شریک ہوئے اور نہ ہوں۔ یہ ایک فیصل شدہ بات ہے۔ پس تمام کوشش محدود ہوگی مسلمانوں میں جو سن حیث القوم خود فاقہ مست ۵

چاہیے ہو نقد وافر طب کے فن کے واسطے	ہم قلندریاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے
ذری شہر کے قافیہ کو ملاحظہ فرمائیے گا۔ اصل میں تو شیخ ابراہیم ذوق کا مطلع ہے ۵	
چاہیے زراں بہت ان سیم تن کے واسطے	ہم قلندریاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

بندہ نے سر قریا ہوا قرار ہی مجرم ہوں مگر کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ غرض مسلمان مفلسوں سے روپیہ لینا ہو۔ پھول والوں کی پیر کے لیے نہیں۔ سلطان حج کی سرحدوں کے لیے نہیں۔ میلہ باغ بہاری کے لیے نہیں۔ کشتیوں کے اٹھارے کے لیے نہیں کہ ایسی ضرورتوں کے لیے ہماری قوم کے بے فکرے مسروٹ ناعاقبت اندیش فرض وام کر کے کچھ کچھ دے بھی گزرتے بلکہ عامہ خلائق کی جان اور تندرستی کی حفاظت کے لیے۔ مسلمانوں میں سرکفت تو بہتر سے نکلیں گے خاص کر گردہ غیر مقلدین میں مگر زریحفت کوئی ایسا ہی الدکا دلی ہو تو ہو۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست	زر می طلبی سخن دریں سست
-------------------------	-------------------------

مدرسے کے پرنسپل کس کو کچھ کہیے مدرسے کی ضرورت ہو اور کس قسم کا مدرسہ اس زمانے میں چل سکتا ہو طبیعوں کو دو اشخاص دوا ساز بنانا ہو۔ تشریح سکھانی ہو۔ وید کی ڈاکٹری طب یونانی کو ملا جلا کرنی طب بنا کر اُس کو رواج دینا ہو۔ یہ باتیں منجھ سے کھ دینی آسان ہیں کر دکھانا تو غیر میں کتا ہوں ایسا حوصلہ کرنا بھی حکیم عبد الحمید خاں صاحب ہی کا کام ہو۔ ابھی تک تھا را مدرسہ پیش پرین نیست کہ وہی پڑانے دھڑے پر چلتے ڈاکٹر طب یونانی کا سکول مٹی ایچ آف سکول ہو وہ تو صن اتفاق سے چند باتیں جمع ہو گئیں حکیم عبد الحمید خاں صاحب پہلے درس طب دیتے تھے شاگردوں کی حیثیت بدل دی تینوں بھائی بے خواہ کے نوکھ مدرسے میں نواب صاحب دو جاناہ باہم رسی سامان کا کافی متکفل مصارف ہوئے بعض بزرگان قوم نے خدائے کو جزا سے غیر دے۔ ماہوار وظیفے مقرر کر دیئے۔ اتنی باتیں جمع ہو جانے سے آج یہ چند صورتیں جلسہ سالانہ کی تقریب سے فراہم ہو گئیں درجہ جو ہم کرنا چاہتے ہیں درجہ ہم کو کرنا چاہیے اُس کا تو ابھی شائبہ بھی نہیں۔ خیر یہ تو ناامیدی کی سی باتیں ہیں مگر۔

بلبل مزہ دہ بار بار	خبر بد بیوم بازر گزار
---------------------	-----------------------

ہمت بڑھانے والی جرات دلائے والی روداد یہ ہو کہ یا ست نام پورنے جس کی فیاضی خیرات و مہربانیاں نے یعنی سلطان نظام الدین اولیٰ جن کا مرزا سوار شہر دہلی میں، وان کے مرزا پیر سال سترھویں جب کہ عرس ہوتا ہی اس وجہ سے شورش ہو چکا تھا۔ ۱۲۷۵ھ و متوالی ۱۲۷۵ھ چھوٹے پانے کا سکول یعنی اسکول پیر۔

معروف و مشہور ہے۔ پچھترہویں ماہانہ مقرر کر دیا ہے۔ اسی طرح خاندان بہادر حافظ عبدالکریم صاحب سی۔
 آئی۔ اے۔ رئیس میرٹھ نے تین سو روپیہ سالانہ اور ڈونیشن یعنی کمیت چندہ ایک ہزار وصول ہو چکا ہے۔
 یہ تو موجود ہے اور اسی کے قریب وہ ہی موجود ہے۔ مدرسے کی بڑی بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس کی ولادت پر
 گوئین و گوریائی ولادت باسعادت کے روز ہجرت اتنی تھوڑی فصل کے بعد واقع ہوئی ہے کہ نہ زمین برکت کا اس
 نہ کچھ بقیہ ہی ہے جسے ضلع کے حاکم اکبر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کی طرف اس قدر مہلت ہیں کہ
 دوسرے جلسہ میں سے کا ہوا اور دونوں جلسوں کو انھوں نے تشریف آوری سے شرف فرمایا ہے غالباً صاحب
 ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کو کاغذ اور مفید عامہ خلائق کچھ کر شریک ہوتے ہوں گے مگر میں ان بظاہر
 کہنے دیتا ہوں کہ ایسا کرنے سے نہ صرف مدرسے کو بے انتہا فائدہ پہنچا اور بچنے کی امید ہو بلکہ مسلمانوں کے
 دل ان کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور یہی وہ بڑا صلہ ہے جو ان جیسانیک دل حاکم حاصل کر سکتا
 ہے۔ اب میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جب تک مدرسے کی حالت میرے خیال کے مطابق
 اور نہ صرف میرے خیال کے بلکہ اس توقع کے مطابق جو پریسپکٹس میں دلائی گئی درست نہ ہو پھر سے
 خوب جی کھول کر بات نہیں کی جاتی مدرسے کو حد ضرورت تک بچھپانے کی آپ کو شمس کرو اور اور
 توجہ دلاؤ۔ پھر کچھ تو گھر کی کھیتی ہے۔ کتنے پچھترہویں کے بار باقی صحبت باقی۔

(نواں لکچر)

مدرسہ طیبہ دہلی کے دو سالانہ جلسے میں ۱۸۹۱ء کو دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اب کے سال ارادہ تھا کہ کوئی شگفتہ سا پچھروں گا لیکن ع خوں بدر اہمانہ ہاں بسیار۔

لے جس کے لئے بنایا۔

جوں ہی لکچر کا قصد کیا کہ یاد آگئی جنرل اعظم الدین خاں صاحب کی افسوسناک اور بے ہنگام موت۔
 میں نے رسم دنیا کے مطابق جنرل اعظم الدین خاں کی موت کو بے ہنگام موت کہا۔ ورنہ کوئی موت بے
 ہنگام لینے قبل الوقت یا بعد الوقت ہو ہی نہیں سکتی اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُ سَاعَةً وَلَا
 يَسْتَقْدِرُ مَوْتًا۔ وعدے سے دم زیادہ نہ کم۔ اور اگر کسی موت کو بے ہنگام کہا جاسکتا ہو تو طبی کثرت سے
 قبل الوقت کی موتیں وہ ہیں جو شاید طب یونانی نہیں بلکہ یونانی طبیبوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں اور
 جن کی تعداد کے گھٹانے بلکہ ہوسکے تو بالکل روک دینے کے لیے حکیم عبد الحمید خاں صاحب نے اس
 مدرسے کا ڈول ڈالا ہے۔ بے شکی بھی کیا بڑی چیز ہو۔ دو منٹ بات کرتے نہیں گزرتے کہ میں لیٹننٹ سے باہر
 ہو گیا۔ اور تسلسل سخن کے لیے پھر عادیہ کرنا پڑا کہ میں اس سال کوئی شگفتہ سال کچھ دینے کا ارادہ کیا۔ یاد آگئی
 جنرل اعظم الدین خاں کی موت نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ طبیبہ کے جلسہ سالانہ میں لکچر ڈول اس کے پڑے
 حامی اور مددگار اور سرپرست اور کیا اور کیا کے اندرون سال مرنے اور مارے جانے کا مذکور نہ کروں۔

اور مذکور کروں تو نہیں ہو سکتا کہ بیان میں شوخی اور شگفتگی کو نہ پا ہوں۔ میرے اور جنرل اعظم الدین خاں کے
 درمیان کبھی کوئی غرض مشترک نہیں رہی۔ میں نے اُن کو انسی جگہ دیکھا اور وہ دیکھنا ہوا لا اَوَّلَ دَاخِلٍ تَحْتَ
 اِلَیْنِی فِی عُمُرِی و عمرہ ایک بار تہا ہم میں اُن کی وفات پر اظہار افسوس کرنا ہوں۔ اولاً بلحاظ ہم دردمیسانی۔
 ثانیاً بابت اُمت اسلامی ثالثاً بقا ضاعے سرپرستی مدرسہ ہم لوگوں نے جنرل صاحب کو اپنی کمیٹی کا
 پیٹرن بنانا چاہا جس کو انھوں نے غالباً ہضم النفس منظور نہ کیا۔ ورنہ آج ہم کو دوسرے پیٹرن کی تلاش
 ہوتی۔ اور وہ کوئی ہوتا یہی فقیر کیوں کہ جب کچھ کرنا نہیں اور کرنے کا سلیقہ نہیں اور جو صلہ بھی نہیں جیسا
 پیٹرن ویسا ممبر ویسا سکرٹری ویسا اور ہی ٹھنک (سب کچھ) ویسا شگفتہ (کچھ نہیں) جو کچھ ریاست رمل پور
 سے ملتا ہو اور میں اپنے منہ سے کیوں کیوں کہ کیا ملتا ہو کیوں کہ شرفی عالم بالا معلوم ابھی مقدار بتا دوں
 تو کوئی چودھویں صدی کا سختی کچھ رہا بھی تو دیتے دیتے دست کش ہو جائے کہ اوہو ایک جگہ سے اس قدر
 ماہوار آمدنی ہوا اور چاہیے کیا۔ اس میں تو نہ صرف مدرسہ جل سکتا ہو بلکہ عبد الحمید خاں اور اُن کے خاندان کو
 ماہ ۱۷۔ ۱۸ اپنی زندگی میں اور اُن کی زندگی میں ۱۲ سے ۱۵ سرپرست ۱۶ کلفا جو کہ سرپرست ۱۲۔

مطلب کی ضرورت نہیں اس لیے کہ عبدالحمید خاں سکرٹری ہیں۔ سید ہادی حسین خاں صاحب کو
پنشن کی حاجت نہیں کیونکہ پریزیڈنٹ ہیں۔ بہر کیف ریاست رام پور سے جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو۔
اور سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو ٹھیک یا دیکھی نہیں کہ کس قدر ملتا ہو۔ یہ میری معلومات ہیں اور میں ممبر ہوں میں نہ
صرف مدروسہ طبیہ کی طرف سے غافل ہوں بلکہ شامیت اعمال سے علی گڑھ کالج کا بھی ٹرٹی ہوں اور
وہاں بھی میری ہی بلکہ اس سے بدرجہ کیفیت ہو جس کی پاداش میں سید احمد خاں صاحب میری طرف سے
کو سٹے تو بجا تھا اور انھوں نے کو ساہو تاتو اب تک میں کبھی کام کر گیا ہوتا مگر مر نہیں اس لیے کہ انھوں نے
کو سا نہیں اس لیے کہ کسی مسلمان کو کوستا گو وہ نجری نہ ہو ان کی شان سے نہایت بعید ہو۔ غرض ریاست
رام پور جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو مگر یہ کہ ۱۰۰۰ روپے کے ۱۰۰۰ روپے کے ۱۰۰۰ روپے کے ۱۰۰۰ روپے کے
ساتھ مرحوم جنرل کی مہربانی کی طرف منسوب اور ان کی وفات کا ماتم کرتے ہیں۔ اگر خدا کو مدر سے کاچلانا
منظور ہو تو ہماری تقدیر کا کوئی دوسرا جنرل عظیم الدین خاں بلکہ شاید مارشل عظیم الدین خاں پیدا
ہو جائے گا۔

غواہ الدین چمن از سر و لالہ خالی ماند	بچے ہی رود و دیگرے ہسی آید
لیکن ہمارے مدرسے کی امداد و اعانت کے اعتبار سے اَلْسَابِقُونَ الْاَوَّلُونَ میں تھے قطعہ	
اَلْكَوْ قَبْلَ مَبْكَاهَا بَكَيْتُ صَبَابَةً	لَسَعْدِي شَفِيتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنْدِيمِ
وَلَكِنْ بَكَتُ قَبْلِي فَعَجَبُوا لِي اَلْمُبَاخَا	بَكَاهَا فَقُلْتُ الْفَضْلُ لِلْمُتَقَلِّدِمْ
غرض اُن کی فضیلت اُن ہی کے ساتھ خاص تھی اور وہ ہماری شکرگزاری کا لائق شہر لے گئے جس کے	
۱۷ امانت دار ۱۲ جو آدمیوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا کا بے شکر گزار ہو گا ۱۲ یہ وہ مہم جو جنرل سے بھی	
بڑا ہوتا ہو ۱۲ شاعر فاختہ کو ایک عاشق قرار دے کر لکھتا ہے کہ جس طرح وہ عشق سرو میں روتی ہو۔ اگر میں اپنے مشوقہ سعدی کے	
عشق میں روتا تو میرے دل کو تسلی ہوتی لیکن اب مجھ کو ندامت ہے کہ وہ مجھ سے پہلے سے روتی ہو اور اُس کے رونے	
سے مجھ کو بھی تحریک رونے کی ہوتی ہو تو مجھ کو اُس کی فضیلت مانتی پڑتی ہو کہوں کہ وہ موجد ہو اور میں تقلد ۱۲۔	
شہ بڑا حصہ ۱۲۔	

وہ مستحق تھے۔ کیا مشکل ہو کہ اُن لوگوں سے بات کرنا جو اتنی انگریزی بھی نہیں جانتے جتنی کہ میں۔ اب تم کو لائنز شیر کے معنی سمجھانا پھروں۔ لائنز شیر کے معنی ہیں شیر کا شیر۔ یعنی حصہ بندی بچوں کے بڑھنے کی انگریزی کتابیں ریڈر کہلاتی ہیں اُن میں یہ مشہور حکایت چلی آتی ہو کہ ایک بار چار جانوروں کے شکار میں سا جھا کیا چار جانوروں میں دو تو مشہور شکاری ہیں۔ شیر اور بھیڑ یا لوٹری اگرچہ شکاری نہیں ہو لیکن چوں کہ شکار کی پس خوردہ خواہش جو جب نہیں اس نے بھی سا جھا کیا ہو۔ چوتھا جانور۔ ح۔ چوں بار ہے مرد عزیز است۔

ہرگز شکاری نہیں اور مجھ کو صاف طور پر اُس کا نام لینے میں تامل ہو۔ کیوں کہ حسن ظن بزرگان معلوم۔ اُس کا نام لیتے وقت جس سے آنکھیں چار ہوں گی ادھی بُرا مانے گا کہ مجھ پر آوازہ کسا لیکن حکایت کو تو پورا کرنا ہی۔ چوتھے شریک کا نام لینے بدون بُن نہیں پڑتی۔ تو میں اپنی آنکھیں ڈھانک کر کہتا ہوں کہ وہ چوتھا شریک تھا کہ تھا، شرط شریک یہ تھی کہ چاروں مل کر شکار کریں اور برابر بانٹ لیں۔ کسی جانور کو مارا اور بھیڑیے نے برابر کے چار حصے لگائے۔ سب شرکا نے شیر کو اختیار دیا کہ جو حصہ چاہے لے۔ شیر نے کہا کہ ایک حصہ تو میں اس دعویٰ سے لیتا ہوں کہ جنگل کا بادشاہ ہوں اور زیادہ نہیں تو جنگل کے حاصل سے ایک راج غزل چٹو کو ملنا چاہیے۔ دوسرا حصہ از رو سے عہد و پیمان شرکت میرا ہی۔ اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ تیسرا حصہ میں چھوڑ نہیں سکتا کیوں کہ اس میں دل اور جگر ہو جو خاص میری غذا ہو۔ رہا چوتھا حصہ تو حصہ ایک اوصاف و اہل تو یہ بڑی مشکل تقسیم ہے۔ سب زیادہ آسان بات یہ ہو کہ وہ بھی میں ہی لوں غرض شیر چاروں حصے چٹ کر گیا۔ اور تینوں سا جھی مونہہ بکتے کے نکلتے رہ گئے تو میں نے جو کا تھا کہ جنرل اعظم الدین خاں ہماری شکوہ گزاری کا لائنز شیر لے گئے۔ اشارہ تھا اسی حکایت کی طرف۔ خدا نے دنیا ایسی جگہ بنائی ہو کہ یہاں ملائم اور نامالائم سبھی طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ جو مذہبی بند نہیں ہوتا۔ بازار میں لڑکے ایک غزل گاتے پھر تے ہیں اُس کا مطلع تو یہ ہے ہسٹا ہو مگر اُس کا مطلب وہی ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں ہے۔

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے	جیسے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے
---	-------------------------------------

اور اسی قبیل سے ہی یہ جلسہ۔ پس اس جلسے کے ہونی کی خوشی ہو تو اسی قدر کہ افتتاح مدرسے بربیک
 برس اور گزر گیا۔ لوگوں کے تعلقات مدرسے کے ساتھ مختلف طور کے ہیں جس کا جیسا تعلق ویسے
 اُس کی خوشی۔ ایک تعلق تو تماشائیوں کا ہو کہ حکیم عبدالحمید خاں نے بلاوے کا رقعہ بھی بعض مفت
 کرمداشتن کے طور پر بعض حکیم صاحب کی مرمت سے اور بعض تفریح کی غرض سے آمو جوڑ ہوئے۔
 دیکھا کہ چند پہلے آدمی جمع ہیں۔ مکان کی آراستگی۔ مہمانوں کی آؤ بھگت۔ اور غفل کی ترتیب۔ سب
 باتیں ویسی ہی ہیں بلکہ اُس سے کہیں بہتر یہی خوشی کے جلسوں میں ہوا کرتی ہیں۔ سوائے اس کے
 کہ ایک بوڑھا کھڑا کچر دے رہا ہو۔ نہ ناچتا نہ اُس کو ناچتا نہ اُس کو گانا۔ ناچتا نہ اُس کو تانا
 آتا۔ مگر خدا نے اُس کو گویائی دی ہو جس کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا آپ یہ خیال
 کیجئے گا کہ میں اپنی مدح کرتا ہوں۔ زمان حال کی شائستگی کی رو سے ناچنا۔ گانا۔ جتاننا۔ داخل ہنر و
 آداب تمدن ہو۔ کہتے ہیں کہ رونا اور گانا کس کو نہیں آتا۔ یہاں گانے سے وہ گانا مراد ہو جو اصول
 کے ساتھ ہو۔ ورنہ یوں تنہائی میں کبھی ہنرے میں ہوتا ہوں تو میں بھی گنگنا لیا کرتا ہوں۔ غرض جلسے
 کی پوری خوشی تو اُن لوگوں کا حصہ ہو جو صرف تماخدا کھینے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اب رہی دھوری
 خوشی اُس میں کئی حصے دار ہیں۔ سب سے اول ہمارے سکریٹری صاحب حکیم عبدالحمید خاں فن طب
 کی غیر خواہی اور ذاتی شوق کے جوش میں اگر مدرسے کا بیڑا اٹھا بیٹھے۔ اب لکین وقتیں پیش آئے کہ
 عشق آساں نمود اول دے افتاد مشکلماء مدرسے کے خط سے پہلے حکیم صاحب مجھ کو معاف کریں
 کیوں کہ میں خط کو بڑے معنوں میں استعمال نہیں کرتا بلکہ میری مراد ہو عشق وَالْعُشْقُ نَجْمٌ مِنَ الْجُودِ
 وَالْجُودُ انْفِخَامُ عَبْدِ الْحَمِيدِ خَاں کیا مِنْ حَيْثُ الْفَنُّ اور کیا مِنْ حَيْثُ التَّعَرُّفُ مَرَجِعُ خَلَائِقِ تھے اور
 اب بھی ہیں۔ مگر ظاہر میں لوگوں کی نظر میں اُس میں ذرا سادہ پن آگیا ہو کہ چندے کے لیے کرنا۔
 میرٹھ۔ علی گڑھ پٹنہ تک کے دھاوے مارے تھے اور ابھی کیا معلوم یہ مدرسہ اُن کو کہاں کہاں کا
 آب ودانہ کھلاے گا۔ کس کس کی خوشامد کرائے گا۔ اور کس کس سے کیا کیا سناوے گا۔ میں نے اپنے

لے عشق بھی ایک قسم کا جنون ہو اور جنوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ شکم زدہ سی ۱۲۔

کانوں ایک شخص کو کہتے سنا کہ طبابت کی کچھ عزت تو فلاح مرعوم نے انری میٹر ٹی کر کے کھوئی تھی یہی اسی مدرسہ کھول کر عبد الحمید خاں نے ڈبوئی۔ اللہ الد آدمی آدمی ایک اور خیالات کا اس قدر اختلاف ۵

برخیائے صلح شان و جنگ شان	برخیائے نام شان و رنگ شان
---------------------------	---------------------------

ایک تو یہ ہیں کہ گرتی ہوئی دیوار کو تھوئی لگانے۔ ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بٹھانے۔ قوم سے اس کا ٹیوٹی ادا کرنے یعنی مدرسہ طبیبہ کے قائم کرنے کو وہیں طبابت خیال کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ سر جان اسٹریٹسٹ گورنر ممالک شمالی و مغربی نے علی گڑھ کالج میں لکچر دیا تھا۔ اُس لکچر میں ایک بات یہ بھی تھی۔ کہ دنیا میں فخر کے بہت سے ذریعے ہیں۔ ایک جنرل فتح نمایاں کرتا ہو اور وہ فتح اُس کے لئے ذریعہ فخر ہو۔ کوئی شخص کسی طرح کی کوئی ایجاد مفید کرتا ہو اور وہ ایجاد اُس کے لئے ذریعہ فخر ہو۔ لیکن کوئی فخر بانی کالج کے فخر کو نہیں بتاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبد الحمید خاں کو اپنی کوشش پر ناز کرنے کے لئے سر جان اسٹریٹسٹ کے اس مقولے سے بڑھ کر اور کسی سند کی بھی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی کس کس بات کو ردو گئے ان کے تنزل و افلاس کے جہاں اور اسباب ہیں اُن میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ صلی اور سچی اور حقیقی عزت کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک تمول ہی بڑی عزت! ہو گودہ تمول ہزار بے عزتیوں سے کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو اور گو اُس تمول کی غرض وغایت تن آسانی اور انفس پروری کیوں نہ ہو۔ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کو اپنا جنس کی نظر میں واقعی اور نفس الامری حیثیت سے بہت زیادہ کر کے دکھانا چاہتا ہو۔ تاکہ مزید از استحقاق اس کی عزت کی جائے۔ اس کے لئے وہ قرض لیتا ہو۔ جس سے بڑھ کر دنیا میں بے عزتی کی کوئی بات نہیں فصول اور الیغی مصارف اپنے اوپر لازم کرتا ہو۔ جن کو نفسی یعنی بے عزتی کی تمہید کہنی چاہیے محنت کو جس میں شرعاً اور عقلاً کوئی قباحت نہیں عابجھتا جب تک بلا ضرورت ایک خدمت گار اُس کے پیچھے نہ ہو چل نہیں سکتا۔ گویا وہ بھٹیائے کا ٹوٹا ہوا اور خدمت گار اُس کا ہانکنے والا۔ باوجودیکہ نگرا نہیں لولا نہیں۔ مگر خدا جانے کیوں پانوں سے کام لیتے ہوئے شرماتا ہو۔ شاید اس کے نزدیک چلنا اور نا چلنا ایک ہی چیز ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلیم عودنا اور دین دونوں کی اعلیٰ ترین عزتوں کے جامع تھے اپنی خانہ داری کے سب کام بے تکلف اپنے

ہا بھوں سے کرتے تھے۔ ہم اٹھ کر پانی پینے سے بھی گھینپتے ہیں اور اس کی وجہ کسی طرح کی معذوری و
 مجبوری نہیں بلکہ کبر و عنوت جس کی نسبت حدیث شریف میں وعید موجود ہے کہ جس کے دل میں بقدر
 ایک ذرہ رعوت ہوگی اُس کو جنت کی ہوا حرام ہو چھ کو اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ کسی دوست کی دکان پر
 بیٹھا ہوتا ہوں اور آم وغیرہ کوئی چیز بچنے آئی۔ اور میں نے بھی خریدی۔ اب اُس پوٹلی کو ہاتھ میں لٹکا کر
 ترغ اور کبر نفس کی وجہ سے گھر تک لاتا چھ پر بار ہوتا ہے اور میں لاسکتا۔ اور اگر آپ لوگ اپنے اپنے نفوس کا
 احتساب کیجئے گا تو میں یقین جانتا ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں میں اکیلا خر و ماغ نہیں ہوں۔ میں جب
 شروع شروع میں ترک خدمت کئے خانہ نشین ہوا تو مدتوں میرا یہ حال رہا کہ بازار میں پیادہ پانکتے سے میری
 طبیعت مضائقہ کرتی تھی۔ اگر بازار میں مجھ سے کھڑے ہو کر کوئی بات کرتا تو میں اس کو بڑی بدتمیزی خیال
 کرتا تھا۔ خدمتگار مجھ کو اس طرح لازم تھا جیسے آدمی کو ہمزاد۔ لیکن میں نے سوچا کہ جس شہر میں میں نے
 مسافرانہ طالب علمی کی۔ اُس وقت کے جاننے اور دیکھنے والے ہنوز موجود ہیں۔ صرف اتنی بات کہ میں نے
 اتفاق سے بڑی بڑی نوکریاں کیں یا چار پیسے پتے ہو گئے۔ میرا اس قدر اتنا دلیل کم ظرفی ہے چنانچہ
 میں نے اُس رعوت کو کم کیا بجا ہد۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھ کو سواری بھی دی ہے نوکر بھی دیے ہیں اور
 میں اکیلا پیادہ پا جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں بگل نفس میں ابھی اتنی خباثت باقی ہے کہ کوئی چیز سے
 چلتے ہوئے ٹرانا ہوں۔ عزت کی بحث تو بغیر خدا صلعم کے سامنے بھی پیش آچکی ہے۔ کعب بن اشرف
 اور ابی بن سلول وغیرہ چند منافق بڑے مال دار تھے جو متول کی وجہ سے مسلمانوں کے گردہ کو خیر
 سمجھتے۔ شاید جنگ اُحد کا مذکور ہو چھنی کوئی مولوی ہو اور میں غلطی کرتا ہوں تو صلح کر دینا کہ
 مسلمانوں اور ان منافقوں میں کچھ تھکار ہو پڑی اور مجھ کو اُس وقت ٹھیک یا نہیں کس نے سگداری
 یا کعب بن ابی ہاشم سے کسی نے کہا تھا۔ وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ عَنْ أَكْثَرِهَا الْكَافِرِينَ
 ذرا مدینے لوٹنے دو جو عزت والا ہو وہ دلیل کو یقین سے نکال دے تو سہی۔ اس منافق نے اپنے میں اعز
 کہا اور اقل سے جناب رسول خدا صلعم کی طرف اشارہ کیا تو خدا منافق کا جواب دیتا ہے وَ لِلَّهِ الْعِزَّةُ

پانی وہ بھی اس جلسے کی خوشی کرنے والوں میں سے ہیں لیکن احمق طالب العلمو! تم کو سمجھنا چاہیے کہ اگر تم مدرسے سے سند فراغ کر کے نکلتے ہو اور خدا کرے کہ کبھی جلد نکلو دیکھا تم ڈرے کہ میں تم کو بدعات بتاؤں؟ نہیں نہیں حاشا وکلا! نکلو اور کامیابی کے ساتھ نکلو! تاہم اس سے زیادہ سخت مرحلہ تم کو اوپر پیش آنے والا ہو۔ وہ کیا ان لوگوں کے دلوں میں اعتماد اور اعتبار پیدا کرنا جن کو تم کو یہاں سے نکلنے کی اپنی معلومات طبیہ کا تختہ مشق بناؤ گے۔ سو وہ اعتماد اور اعتبار اس سے تو نہیں پیدا ہو گا کہ تم اپنے نہیں سمجھو کہ ہم منزلِ علم طے کر چکے ہیں اور ہم کو صرف عمل کرنا باقی ہے۔ میں کہتا ہوں اور میری اس نصیحت کو یاد رکھنا یہ نصیحت کسی طبیب کی نہیں ہے۔ مگر ایک زمانہ دیدہ تجربہ کار کی ہو اور تم نے سنا ہو گا پیش طبیب مرثیہ تجربہ کار برو کہ تمہاری طالب علمی اُس وقت سے شروع ہو گی جب تم مستقل مطب لے کر بیٹھو گے۔ اُس وقت تک تم میں اور واقعی طبیب میں ایسا فرق رہے گا۔ جیسا کہ ایک شاطر اور جنرل میں شاطر کے پاس بادشاہ اور وزیر اور اسپ و قیل اور پیادے سب فرائض لشکر ہو۔ اور جنرل کے پاس سچ جج کے سپاہی۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ شاطر کی ہار جیت کو جنرل کی ہار جیت سے کیا مناسبت ہو۔ یوں سمجھو کہ اب تمہارے سامنے ایک کتابی بیمار ہو مفر و ض جس کا تم علاج کر رہے ہو اور مطب سے تم کو ایک واقعی بیمار سے کام پڑے گا۔ جس کی تکلیف تم سے دلچسپی نہیں جائے گی۔ بیمار اور بیمار دار تم کو کہیں لینے نہیں دیں گے۔ وہ وقت ہو گا اہلی غور کرنے اور طبیعت پر بوجھ دینے اور معلومات مدرسہ سے مدد لینے کا۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ جس زمانہ میں یونانی طب کی تدوین ہوئی تھی تب سے اب تک کیسے کیسے انقلاب واقع ہوئے ہیں آب و ہوائیں۔ لوگوں کی غذا میں طرز و عادات میں۔ دواؤں کی تاثیرات میں۔ نباتات میں۔ حیوانات میں۔ ہر چیز کے مزاج میں۔ انقلابات کے علاوہ ہزاروں نئی دوائیں قرابادین میں بڑھ گئی ہیں۔ تشریح کی تحقیقات نے بے مبالغہ مال کی کھال نکال کر رکھ دی اور کیا نے اس قدر ترقی کی کہ اُس کے فائدوں کے آگے کیسیاے متعارف بے قدر عرض ہو گئی ہو۔ وہ وہ آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے سے جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔ ارادے کے مطیع خیالات کے مستقاد۔ تم کو

طبابت کرنی پڑے گی ان اختلافات اور انقلابات کے لحاظ سے اور وہ کچھ آسان کام نہیں اگر تم سلیقے سے طبابت کرو گے اور تحقیقات اور تجربات کا سلسلہ جاری رکھو گے اور نتیجہ تحقیقات کو اپنے ساتھ قبر میں نہیں لیجاتا چاہو گے تو تم طب کو اس قابل کر دو گے کہ وہ کچھ دن سنبھلی رستہ اور واقع میں بھی مہول ہو۔ اس مدرسے کے قائم کرنے کا اور اگر تم ہی پُرانی لکیر پیٹنے رستہ تو سمجھا جاوے گا کہ نہ تو مدرسے کی تعلیم سے مستفید ہووے اور نہ تم نے مدرسے کا حق ادا کیا اور نہ ملے خدا نے اسے کارنگ و بیکو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ہو اور کیا ہوتا چلا جاتا ہو۔ تم نے وہ فن اختیار کیا ہے جو پہلے نہایت مشکل تھا اور اب تمہارے لیے اور زیادہ مشکل ہو گیا ہو طب حقیضہ غلیظہ سے اوج یقینہ کی طرف ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اب اپنے منہ میں اٹھو کہنے سے کام نہیں چلے گا اَللّٰہِ فُتْسُوْ بِیْدِہٖ نَہْ نہیں چلے گا ہمارے سارے دنیوی علوم و فنون اور حرفت اور صنعت انگریزی آفیش و تلاش کے مقابلے میں ح

ہم جو بچ ہیش آفتاب تموز

ہو گئے۔ کوئی کام باریک سے باریک اور موٹے سے موٹا اور نازک سے نازک اور جھڈے سے جھڈا اور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان اہل یورپ کا ایسی کام سے ملا کر دیکھو دونوں میں فرق پاؤ گے۔ رکاب دار اور جھٹاری کا کلاؤنٹ اور عطائی کا حکیم عبد الحمید خاں کے نسخے اور میرے نسخے کا رنگ خدا نحرے کہ میں اُن کی طرح کسی بندہ خدا کی جان پر ہاتھ ڈالوں، طب کا پڑھ لینا آسان ہے۔ لیکن طب انگریزی کے مقابلے میں سنبھالنا اُس کو رونق دینا لوگوں کے دلوں سے اس کے اعتبار کو گھٹنے نہ دینا واجب کر کے دکھاؤ گے تو حقیقت کھلے گی۔ میرادل جو لونی کی دیوار کی طرح بیٹھا چلا جاتا ہے اُس کا سبب یہی ہے کہ صرف تمھارے کرنے کا کام نہیں۔ تم کرنے پر آمادہ۔ اور قوم مدد دینے پر تیار ہو تب کہیں جا کر کوئی صورت نکلے تو نکلے۔ تو صاحبانِ مذہب تبیل ہو گانہ رادھا ناچے گی۔ میں نے اس جلسے کی پوری ادھوری خوشی کرنے والوں کو گواہ کیا تو میں اپنے تئیں کیوں خارج رکھوں۔ میں اس کی ضرورت کرتا ہوں اور اسی قدر خوش بھی ہوں کہ یہی طب لونی کی تعلیم جو محض بے قاعدہ اور بے سلسلے تھی اور اب بھی جا بجا ہے۔ اس مدرسے کے جاری ہونے سے باقاعدہ اور منظم طور پر ہونے لگی ہے جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوگا

کو کوئی شخص دعوائے طبابت نہ کر سکے گا صرف اس بنیاد پر کہ وہ طبیب زادہ ہو اس نے اپنے طور پر کتابیں پڑھی ہیں وہ کسی کے مطب میں نسخہ نویسی کرتا رہا ہو یا اس نے عطاری کی ہی اس کو فقہروں سے مجرب نئے پھونچے ہیں۔ یا کسی طبیب کی بیاض اس کے ہاتھ آگئی ہو۔ دس کو باقاعدہ اور منظم کر دینا یہ بھی طب یونانی کی تاریخ میں پہلی بات اور حکیم عبدالحمید خاں کی ایجاد ہو جس کے لئے وہ ہمارے اعلیٰ درجے کی مدح اور شکر گزاری اور ملکی امداد کے مستحق ہیں۔ حکیم صاحب نے جو پرانے فیشن کے سکول جاری کر دیے اور پرانے فیشن کے سکول کے سوائے میں اس کو کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتا، اس سے یہ خیال کرنا غلطی ہو کہ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے اگر کالج کے قدر چندہ جمع کرنے کا انتظار کرتے تو جس قدر چندہ اب فراہم ہوا ہو۔ اتنا بھی نہ ہوتا۔ پس یہ واقعی سکول خیالی کالج کے حق میں چڑیا کے ملا کا کام دے رہا ہو۔ لیکن میرے کانوں میں گونج رہے ہیں وہ لفظ جو عبدالحمید خاں نے مدرسے کے جاری کرتے وقت علی زوس الا شہاد من جمہور العباد کہے تھے کہ یہاں دوا سازی اور تشریح بھی سکھائی جائے گی اور یونانی اور انگریزی اور وید کی طبابتوں سے بقاعدہ غذا مضاف

متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

اختیار کی جائے گی۔ سو ابھی تک ان چیزوں کا کہیں تپ نہیں مجھ کو ایسا دکھائی دے رہا ہو کہ ہنوز دلی و در خیالی کالج کو واقعی کر دکھانے کے لئے عرص چاہئیں۔ ابھی تک دوا سازی کی جگہ زمانہ سازی ہو رہی ہو کیا کریں۔ زمانہ بالوفساد و توبازمانہ سازۂ مردہ دل تو دکھائی بھی دیتے ہیں لیکن تشریح کے لئے کوئی مردہ نظر نہیں آتا۔ خدا جانے کن وقتوں کی ہڈیوں کا ایک ڈھانچ رکھا ہو اگر سامنے لایا جائے تو سب سے پہلا شخص جس کی مارے ڈر کے گھٹتی بندھ جائے میں ہوں۔ غدر کے دلوں میں فضیل قلعہ پر توپیں چڑھائی گئیں تو شاہزادے جمع ہو کر حضور میں گئے اور عرض کیا کہ اگر توپیں چھوڑی جائیں گی تو خانہ زاد ہل کر مر جائیں گے۔ چنانچہ حضور نے ممانعت کر دی یہ اُن لوگوں کی بہادری تھی جنہوں نے انگریزوں کے مقابلے میں غم لغاوت بلند کیا تھا تو اگر ڈھانچ دیکھ کر میری گھٹتی بندھ جائے تو اس میں تعجب کیا ہو۔ لیکن اس سے مجھ کو ڈر لو کہ مت سمجھنا میں اس زمانے کے بہادروں میں نہیں تو بزدلوں میں بھی نہیں۔ بہادری کا سٹیڈنہی گھٹ گیا ہو تو

اُس کو میں کیا کروں۔ بہادری ایک صفت اکتسابی ہے۔ آدمی خطرات میں رہے اُس کو حملہ اور مدافعت کی ضرورت واقع ہو بہادر ہو سکتا ہے، ہم کیا خاک بہادر ہوں گے۔ امن میں پیدا ہوئے۔ امن میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور انشاء اللہ امن میں رہیں گے۔ ساری عمر بھی ہندوق نہیں چھوڑی تلوار نہیں چلائی حرہ کو ہتھیرا کو دے دے کہ ایک قلم۔ سو بھی نوکری تک کام دیتا تھا۔ اب تو ہفتوں اس کے ہاتھ میں لینے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ نبرد آزمائی کو پوچھتے تو یہی آپس کی تو تویں میں۔ اس بڑھ کر کسی کو دعویٰ ہو تو سامنے آئے اور اپنے کارنامے سنائے۔

تشریح تو جب ہوگی تب ہوگی عبد الحمید خاں اتنا تو کریں کہ ڈھانچ کو کھلو اگر باہر تو رکھ دیں تاکہ چھاپے مدرسوں اور طالب علموں کی وحشت دور ہو۔ عبد الحمید خاں صاحب! میں بہت سی باتیں ناامیدی کی کہی ہیں جو شاید آپ کی دل شکنی کا باعث ہوئی ہوں گی اگرچہ امید نہیں کہ آپ کے دل کے ایسے بوسے ہوں اور دل کے ایسے بوسے ہوتے تو مکمل کالج کے قایم کرنے کا خیال ہی نہیں آسکتا تھا۔ یہ خیال ہی آپ کے قومی ہونے کی دلیل ہے لیکن میں آپ کو اخیر میں ایک خوش خبری دینی چاہتا ہوں۔ چند سے کی نہیں بندے کے پاس ایسی خوش خبری کہاں۔ مگر ایک خوش خبری اور ہے۔ کہ اب سے اٹھ نو برس پہلے کا مذکورہ ہی منین اُن دنوں حیدر آباد میں تھا۔ اور انریبل جسٹس سید محمود بھی وہیں تھے۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد خاں کیا بیمار پڑے مگر علامہ ایسی تھی کہ اُن کے فرزند حقیقی سید محمود اور اُن کے فرزند ان معسنوی جن کو لوگ نیچری کہتے ہیں سخت پریشان ہوئے۔ سید محمود نے باپ پاس جانے کا قصد کیا۔ صلی حال دریافت کرنے کے لیے ڈاکٹر کو جو اُن کا علاج تھا خط لکھا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ گردوں کا عمل ضعیف ہو گیا ہے۔ مگر میں تم کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارا باپ مرنے والا نہیں۔ کیوں کہ اُس کی جان کالج میں مل گئی ہوئی ہے۔ جس میں ابھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ عبد الحمید خاں صاحب! آپ کو بھی اپنے کالج کی دُھن لسی ہی ہو۔ یہی سید احمد خاں کو اپنے کالج کی تھی اور ہے۔ اور بے ویسی دُھن کے کالج ہو تا ہوا تھا نہیں تو آپ کو اپنی عمر کا بڑھا لینا مبارک اور آپ کو اپنے مدرسے طبعیہ کی کون سی سالگرہ بھی مبارک۔ میں لکچر دینے سے کچھ ملول نہیں ہوتا نہ لکچر دینا میرے لیے کچھ ایسی بڑی رحمت کی بات ہے رحمت کی بات تو اس صورت میں کہ میں سوچوں

بناؤں لکھوں مٹاؤں اور میں آتا ہوں اور جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہو کھ گزرتا ہوں۔ اس کی پڑائیں کرتا کہ لوگ میرے لکچر کی طرف کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیوں کہ لکچر دنیا میرا پیشہ نہیں۔ لکچر سے مجھ کو کوئی کمائی مہتمو نہیں۔ قوتِ بیانیہ سے کما نام مقصود ہو تو غلط کموں۔ تفسیر لکھوں۔ یہی شہرت اس کی مجھ کو ضرورت نہیں اور خواہش بھی نہیں۔ یہ میری رائے ضرور ہے کہ مدرسہ طبیبہ کے لئے کوئی پروفیشنل لکچر اپنا چاہتے جو مدرسہ کی کارروائی اور طریقہ و درس اور امتحان میں نکتہ چینی کر سکے۔ میں صرف بخجی پڑھی باتیں بنانی جانتا ہوں وہ بھی عام طور کی۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ اور اب بھی کہتا ہوں کہ مجھ کو فنِ طب سے منس نہیں اور نہ ہی مجھے نہیں اور اس کی شاہد ہے۔ اس عمر میں میری تندرستی۔ اگر میں طب کی کسی طرح چھو بھی گیا ہوتا تو رنگی ہوتا۔ اگر خارج سے کوئی پروفیشنل لکچر اب ہم نہیں بھونچتا تو کیوں نہیں مدرسے کے تلمیذین یا متعلمین میں سے کسی کو لکچر دینے کے لئے طیار کیا جاتا۔ مجھ میں خیالات کی کمی ہے۔ اور اُس میں شاید گویائی کی۔ سو بھی بالفعل۔ وہ اپنی کمی کو تھوڑی مشق سے پورا کر سکے گا۔ میں بوڑھا طوطا کوئی نئی بات نہیں سیکھ سکتا۔ کبھی کبھی کچھ صلاحاتیں سوچتی ہیں تو میں پروفیشنل میں نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پیش کرتے ہوتے ڈرتا ہوں۔ مثلاً امتحان کا جو طریقہ تحریری و تقریری جاری ہے مجھ کو اُس پر اعتراض ہونے کا کوئی منصب نہیں جب مولوی لطف اللہ صاحب نے جنرل اعظم الدین خاں کی موجودگی میں امتحان لیا میں اُس جلسے میں حاضر تھا۔ لیکن میں نے دم نہ مارا تاہم دل میں کہتا تھا کہ محقق صاحب علم سہی محقق سہی۔ فرید العہد سہی و حید الدہر سہی لیکن مولویت کو طبابت سے کیا مانا سببت۔ سائنسی علم دیاؤ۔ میں نے دیکھا کہ جس طالب العلم نے کتاب کی عبارت بمرعات قواعد صرف و نحو درست پڑھی معنی ٹھیک کے۔ مطلب سمجھا دیا۔ محقق صاحب نے اُس کی تحسین کی یعنی وہ امتحان میں پاس ہوا کیا چونک ہوئی کہ اُس وقت دو چار سطریں میں بھی پڑھ کر سنا دیتا۔ سند طبابت مل جاتی۔ مگر وہ سند کنگو انا سے جانے کے سوا اور کس کام کی تھی۔ امتحان کی نسبت میں خیال کرتا ہوں کہ شاید یہ بہتر ہو گا کہ ہر ایک طالب العلم کو اُس کی صلاحات اور لیاقت کے مطابق ایک ہیام علاج کو دیا جائے اور اُس کے علاج کی نگرانی کی جائے۔ لیکن اگر اس طور پر امتحان

لینے کی راے قرار پائے اور خدا خواستہ میں بیمار ہوں تو جب تک دوسرا لکچر نہ تجویز کرو مجھ کو ان اناری نیم کیموں کے حوالے نہ کر بیٹھنا۔ اور ماں دوسرے لکچر کے تجویز کرنے میں اتنا ضرور خیال رکھنا کہ مولوی حشمت الہی سہی بلا کی آمد نہ رکھتا ہو کہ سنتے سنتے کان بھی بہرے ہو جائیں۔

(دسواں لکچر)

لکچر جو محمد بن ابوبکر کینشل کانفرنس کے چھٹے اجلاس

منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ دسمبر ۱۹۹۱ء میں بمقام علی گڑھ دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر کرنے کھڑے ہوئے ہی عربی کا یہ شعر پڑھا

اَيُّهَا اَهْلُ الشَّيْ لَا تَكْفُرُوْنِيْ	مَتْنِيْ اَمَّعُ الْعَمَاءُ نَعْرِفُوْنِيْ
--	--

اور سردی کی وجہ سے جو گلوبند لپیٹ رکھا تھا کھول کر کہنا شروع کیا کہ۔

اس سال کانفرنس کا کچھ اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ میں اس کو داہنی آنکھ سے دیکھتا ہوں تو منی ایچر آف محمد زرم یعنی نمونہ اسلام دکھائی دیتا ہے اور بائیں آنکھ سے دیکھتا ہوں تو منی ایچر آف ہندوازم یعنی نمونہ مذہب ہندو سوچہ پڑتا ہے۔ اور منی ایچر آف محمد زرم جو اس لیے کہ ممبروں کی اکثر کرسیاں خالی ہیں۔ جیسے مسلمانوں کی مسجدیں۔ اور دہنی ایچر آف ہندوازم جو اس واسطے کہ اتنے بندے نہیں جتنے خدا ہیں۔ یعنی اتنے سننے والے نہیں جتنے اسپیکرز گفتگو کرنے والے ہیں۔

انہ اصحاب غرہ مجھ کو اجنبی مت سمجھو ۱۲۰ سالہ جب میں عامہ آبادان کا توجھے پہچان لو گے ۱۲۔

میں پھر سے پہلے تبر کا اپنی نظم پڑھ لیا کرتا ہوں اگرچہ یہ نظم ننڈی چھپی اور نامر لوط سی ہوتی ہو اس سلسلے
 کہ میں کچھ شاعر تو ہوں نہیں مگر نظم سے طبیعت میں جولانی اور گویائی میں روانی آجاتی ہے۔ علاوہ بریں
 جس طرح محیٰ بنیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے منادی کہتے تھے کہ میرے بعد مجھ سے ایک بہت بڑا پیغمبر
 آنے والا ہے۔ اسی طرح نظم پڑھنے سے میں منادی کرتا ہوں کہ میرے بعد مولوی الطاف حسین حالی
 اپنی نظم پڑھیں گے اور میں اپنی سپدا بدیں ان کی نظم کی رونق کا باعث ہوتا ہوں۔ ع
 وَبِذَلِكَ هَاتَيْنِ الْاَشْيَاءُ

وہ نظم یہ ہے

جمع تعلیم کا گو یہ چھٹا اجلاس ہا منزل مقصود تک اپنی رسائی ہو چکی لالہ بجائی کوئی ڈپٹی ہوں کوئی صدور امتحانوں میں میں انگریزی کے قبتے کامیاب شفا اگر کوئی مسلمان ہو تو اس کا کیا حساب کیا چین کا حکم رکھے گا وہ میدانِ فراخ اگر کسی کو ہو مسلمانوں سے امیدِ فلاح جب تلک مذہب ہو ہر اک بات میں ان کے خیال جب تلک ان پرسلط ہو ملائے رسم و راہ جب تلک ہو حاکمانِ وقت سے ان کو گریز جب تلک اسلاف پر ہو ان کو اپنے فرائز جب تلک نفسی و دہائی ہو ہر اک کا شعار زید کو پروا سے دردِ محنتِ خالد نہیں	ہم مسلمان اور وہی نہکت ہی فلاں ہے یاں تو پہلے ہی قدم پر پاؤں میں یاس ہے اُن کو کیا جن کے مقدم میں لکھی چیرا ہے یا کوئی پرشاد ہے یا چنہ ہے یا داس ہے جوں ہمالہ میں کہیں اک ریزہ الماس ہے جس میں اک غنچہ ہو باقی گھاس کٹا گھاس ہے ہم چکارے کہتے ہیں ہم تو کوئی یاس ہے جب تلک اسلام یہ ہے جو کہ عند الناس ہے جب تلک ان پر ہو مہم اور وہ اس ہے گویا یہ ہندو ہیں انگریزی لگو کا ماس ہے جب تلک ان کے دماغوں میں بھرتاس ہے جب تلک ہر اک کو اپنی ہی غرض کا پاس ہے اور نہ خالد کو کسی کے رنج کا احساس ہے
---	---

جب تک یہ لوگ ہیں جنت القلم کے معتقد
جب تک یہ ہیں بزرگوں کی لکیروں کے فقیر
ختم ان پر ہو گئے تھے سب فضل و کمال
ان سے بڑھ کر کیا کوئی سمجھے گا کس کو عقل
جب تک لوگوں کی ہر غرض ایسے غفلت
نام کو ایک قوم میں جس سے کہ یہ مفہوم ہو
ایک معبود ایک پیغمبر اور ایک ہی قرآن
پر نگاہ غور سے دیکھو تو کل افسر اد میں
بھائیوں کا گوشت تھوڑا ہو گا کس کو بھوک ہو
جب تک القصد یہ حالت مسلمانوں کی ہو
کار سازی کو تری اسباب کی حاجت نہیں
ہم ہی ہیں اور ہی حالت دہی لہو نہار
وہ جو بیماری تھی اب بھی ہو نہ خفت نہیں
ہاں مگر بچ جائے تیرے فضل سے تو کیا عجب

یعنی جو ہونا ہو سب مکتوبی القلم اس ہو
ان کا فرمانا علی العینین فوق الراس ہو
ان کے آگے بولنا ہڈیاں ہو بکواس ہو
وہ جو کہ گزرتے وہی اصل و پہی پائیں ہو
یہ اگر پنجاب ہو تو دوسرا مدراس ہو
ایک گروہ صاحبِ قوت شدید الباس ہو
سورۃ الحمد سے تا سورۃ السناس ہو
وحشت و فقرت بجائے حب و استیلا ہو
خون کا لوگوں میں توڑا ہو کس کی پیاس ہو
بس خلا ہی سے ہو ان کی اس گرچہ اس ہو
وہ جو ہم سے دور ہو قدرتی تیرے پاس ہو
آتش دہی ہو دہی اکا پڑا نا کا کس ہو
یہ مریض جاں بلب ہمان چند القاس ہو
یہ دوا ایسے مریضوں کو سدا سے راس ہو

جو مسلمان قومی تعلیم میں انٹرٹینٹ لیتے ہیں جیسا لینے کا حق ہو اگرچہ اتنے کم ہیں کہ انگلیوں پر نہیں تو انگلیوں کے
پوروں پر گئے جاسکتے ہیں۔ آج کل ان میں اس بے مانند کامیابی کا بہت چرچا ہے جو سترید کو حیدر آباد
ٹرینٹ میں حاصل ہوئی قبل اس کے کہ آگے بڑھوں مین جتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ چند الفاظ جو میرے موصوفہ
سے نکلے نمونہ ہیں اس طرز گفتگو کا جسے میں نے ایسے آؤٹیش کو خطاب کرنے کے لئے جیسا میرے
سامنے اور گردا گرد موجود ہو اختیار کیا ہو۔ کیا مجھ کو اردو میں اداسے مطلب کیا نہیں آتا۔ یا خدا نخواستہ میں

لے اشارہ ہو جنت القلم جیسا اھو گا جن کی طرف جیسی ہو کچھ ہونے والا ہو اسے تلامذہ لکھ چکا ہو ۱۲ لے بسرہ چشم ۱۳ لے دل سپی
ظاہر کرتے ہیں ۱۴ لے حیدر آباد کے سفر مختصر ۱۵ لے حاضرین ۱۶۔

انگریزوں کی ولایت جا کر ایسا مسوت ہوا یا ہوں کچھ کو اپنی ملکی زبان بھول گئی یا کچھ کو انگریزیت نے چرایا ہو۔ حاشا ان میں سے کوئی بات نہیں بلکہ میں نے اس طرز کو عداوارادۃً اس وجہ سے اختیار کیا ہے کہ اؤٹنس میں انگریزی داں یا انگریزی وضع کے لوگ بکثرت ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے کانوں کو انگریزی الفاظ بچلے معلوم ہوتے ہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں کہیں یا نہ کہیں یہ طرز میرے لئے جدید نہیں بلکہ میں نے پہلے بھی اسی طرز میں لکھ دیتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنایا ہے کہ بعض لوگ اس طرز پر ہنستے ہیں ع بریں نقل و دانش بیاید گریست

جن صاحب کی روایت مجھ تک پہنچی ہو ان کا طرز زندگی تو اس طرح کا ہے کہ اگر وہ خود موجود نہ ہوں تو کسی طرح گھر اور گھر کے فوجیر سے ظاہر نہ ہو کہ اُس میں کوئی نیٹو بھلا آدمی رہتا ہو۔ میں نے جو اپنے لکچر پران کا اعتراض سنا تو بے اختیار کچھ کو کسی کا عربی شعر یاد آیا ہے

فَإِنِّي أَدْرِي عَيْنُكَ الْجَدِّحُ مَعْرُضًا
وَلَعَلَّيْ أَنْ أَجْصُرَتْ فِي عَيْنِي الْقَدْرُ

بات یہ ہے کہ میری زبان اردو ہی اور میں اردو ہی بولتا ہوں مگر اس میں یا تو عربی الفاظ ہوتے ہیں اس واسطے کہ میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ سب میری طرح کے مسلمان ہوں اور کم سے کم اتنی عربی جانیں جتنی مجھ کو آتی ہو۔ یا میرے بولنے میں انگریزی الفاظ ہوتے ہیں اس لئے کہ گو سرکار انگریزی کا نامک خوار نہیں کسی خصوصیت کا اسیدوار نہیں تقرب حکام کا خواستگار نہیں ہے

نہ برائستے سوارم نہ چوشتزیر بارم
نے خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم

مگر یہ کہ کیا کہ امپرس کوٹریہ کا رضامند خوشدل اور شکر گزار رعیت ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ سب مسلمان میری طرح کی رعیت ہوں اور کم سے کم اتنی انگریزی جانیں جتنی مجھ کو آتی ہو۔ یوں تو میری انگریزی لغت بڑی بچ کچھ بھی نہیں اور کچھ ہوتی تو کہاں سے ہوتی۔ جن دنوں طالب علمی کا اتفاق ہوا آج کل کا سازنا نہ تھا کہ درو دیار سے انگریزی کی تالکید زمین و آسمان سے انگریزی کا تقاضا ہو دنیائے جان کھانجی ہو کہ

لے اسباب خانداری ۱۲ء ہندوستانی ۱۲ء کچھ کو تیری آنکھ میں شیشہ آڑھا ہوا دکھائی دے رہا ہے ۱۲ء لکھ اور تو میری آنکھ میں نگر رہا ہوا دیکھ کر تعجب کرتا ہے ۱۲ء

میری طلب ہو تو انگریزی پڑھو دین انھیں دکھا رہا ہوں کہ مجھ کو سمجھانا چاہتے ہو تو انگریزی پڑھو۔ وہ تو ایسے وقت تھے کہ خود سید احمد خاں سے بھی پوچھا جاتا تو انگریزی پڑھنے کو کفر نہ بتاتے تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے کے قبو پے ضرور مہر کر دیتے کالج میں تو یوں انگریزی پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ کالج کے مقرر پورے ہونے میں پاس تھے کہ نوکری کی سوچھی اور سوچھی کیا حاجت نے مجبور کیا۔ بارے اس وقت تک نوکری میں انگریزی کی قید نہ تھی ورنہ آج یہاں لکچر دینے کے عوض کالج کی مسجد میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی کسی اور مسجد میں مجھ کو دعا کہتے ہوئے دیکھتے اور دیکھتے نہیں تو سنئے سنئے کے اندر کے بعد ایجوکیشنل لائن میں الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا کہ میں نے از خود انگریزی کا شوق کیا۔ ورنہ کی نوکری آج یہاں کل وہاں۔ ہر روز نیا دانہ نیا پانی ۵

اَلَيْسَ كَلِّ وَبَيْنَ دُشَائِكَ رَحِيلُ

اَلَا عَيْنِي عَيْنِي اِذَا كُنْتُ مِتُّ هَلْ

پندرہواں لکچر کرنے کا مقصد ورنہ میں سرکاری کام کی وجہ سے وقت پر اپنا اختیار نہیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی اس در کو اپنے پیچھے نہ لگاتا مگر میں کچھ نہ کچھ کیے ہی گیا۔ اور اب بھی کچھ نہ کچھ کیا ہی کرتا ہوں زیادہ نہیں ہو سکتا تو بالآخر تمام انگریزی اخبار پڑھتا ہوں۔ غرض میں نے انگریزی تو لوٹی بھوٹی کر لی۔ مگر اب اس کہ انگریزی میں کارروائی کرنے کا موقع نہ ملا میں اس کو اپنے پیر نہ کر سکا۔ انگریزی کے ان پیر نہ کرنے کا ایک طریقہ در تھا۔ انگلش لائف یا انگلش وائف سوائے اس کے بے فائدے مجھ کو پیدا نہیں کیا نہ مزاج شیخی باز نہ صورت اچھی نہیں اپنی انگریزی کو حیف کا لائفس مفت بیچ کما ورنہ اس سخت بیچ میں بی بی لے والوں کے ساتھ پالا لیتے کو موجود ہوں مگر بی بی اسے بھی مسلمان بی بی اسے کیوں کہ معلوم ہو کہ انہوں نے بیچیمسٹکس نہ لی ہو گی اور بندہ بھی ہارا ہو تو میں ہار رہا ہوں۔ انگریزی پڑھنے سے ایک گرتو معلوم ہوا کہ آدمی ایک زبان کو سیکھنے سے حاصل کرے تو دوسری زبان کے سیکھنے میں اس کو بڑی سہولت ہوتی ہو اور یہ خیال یہ کہ لنگوا اسٹٹ ہونا کچھ بات نہیں۔ مجھ کو انگریزی لگتا ہے کہ مصطلحات تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی کسی زبان میں اچھی طرح

لے مدت طالب علمی ۱۲ میری زندگی بھی کیا تہی جو یہ حال ہو ۱۲ سالہ کہ مقام اور کوچ میں جھوٹا رہتا ہوں ۱۲ سالہ اسناد کے نوکر رکھے کا ۱۲ سالہ ترقی دے سکے ۱۲ سالہ انگریزی زندگی یا انگریزی بیوی ۱۲ سالہ بطور تافہ و کفر نفس ۱۲ سالہ ریاضی ۱۲ سالہ زبان دان ۱۲

پڑھی تھی اب تو ایسا ذہول ہو گیا ہے کہ مولوی شبلی ایک صیغہ پوچھ بیٹھیں تو بغلیں جھانکنی پڑیں۔ مگر زمان طالب علی میں ایک ایک لغت اور ایک ایک محاورے کے لیے کئی کئی سندیں زبان کی نوک پر تھیں۔

آگ تھے ابدائے عشق میں ہم | ہو گئے حناک انتہا ہو بھ

تو گو مجھ کو انگلش گرامر کی ٹیکٹیکل پیپر تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی پر قیاس کر کے اپنے ذہن میں انگریزی کی گرامر بنا رکھی ہے اور وہ مجھ کو کام دیتی ہے بہر کیف انگریزی جانتا ہوں تو چارو ناچار اُس کے الفاظ زبان پر آہی جاتے ہیں۔ دہلی کے متاخرین شاعروں میں اسد اللہ خاں غالب سب میں سربراہ و ردہ تھے اپنا اپنا مذاق ہی تو ہے۔ میں ان ہی دو شاعروں کا مقتدر ہوں۔ مقتدین میں مرزا رفیع السودا اور متاخرین میں اسد اللہ خاں غالب کا۔ غالب کے مضامین انوکھے اور خیالات بلند ہوتے تھے۔ بندش مضبوط مگر شرفی کے ساتھ ان میں اگر عیب تھا تو یہ کہ شکل گوتھے۔ میں نے عیب کو اُس معنی میں استعمال کیا جیسا کہ علم بیان کی کتابوں میں ہے۔ شعر

اَوَّلَا عَيْبَ فِيهِمْ غَيْرَ اَنْ سَيُؤْنَمُ | هَيْهَ كُلُّوْا مِنْ قَرَا اَلَا الْكَتَابِ

جہاں غالب اپنی شکل گوئی کے عذر میں خود فرماتے ہیں قطع

شکل ہونے پر بس کلام میرا اے دل | سُن سُن کے اُسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش | گویم مشکل و گزنگویم مشکل

لیکن اس عیب پر بھی دو فارسی اور دو دونوں کے استاد مستند مانے جاتے ہیں۔ باستحقاق میں ان کی ایک خزل کے چند اشعار نمونے کے طور پر پڑھتا ہوں۔

شمارِ سہم مرغوب بتِ شکل پسند آیا | کہ اندازِ بیک کف بردنِ صدفِ پسند آیا
ہو اے سیرِ گلِ آئینہ بے مہرِ قاتل | تماشا ہے بچوں غلطی لیلِ پسند آیا
جراحتِ جھنجھہ الماسِ درخانِ آغِ جگر بیت | مبارکباد اسدِ غنوارِ جانِ دردمند آیا

ان سے طبیعت پر زور دے کہ ان اشعار کا مطلب ایک بار سمجھ لیا تھا اور اب بھی طبیعت پر زور دتی

نہ ان میں سہم۔ اس کے کوئی عیب نہیں کہ لشکرِ دل کے مارے سے ان کی تلواریں چمک لیں۔

سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت تو میں نے بے سمجھے ہی پڑھ دیئے ہیں۔ ان اشعار میں اگر آیا کی جگہ آمد ہو تو عبارت بتوالی اضافت پنج رقعے کی عبارت سے علی علی معلوم ہوگی۔ اگر یہ ایسے بڑے مستند استاد کی اُردو ہو تو میرا کلام صرف چند انگریزی الفاظ کے آجانے سے کیوں اُردو نہ ہو۔ اسد اللہ خاں غالب کے دیوانِ رنجیتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نظم میں ایک طرزِ جدید کا رواج دینا منظور تھا۔ مگر چوں کہ کورس آف ٹائٹم اس کے خلاف پرتھار دواج دینا تو درکنار آخر آفر میں خود غالب کو اسے چھوڑ دینا پڑا۔ اب ایک طرز ہمارے حالی صاحب نے اختیار کی ہے اُردو قبول ہوگئی اس واسطے کہ وہ زمانے کے رنگ کے مطابق تھی۔ اُس کی مقبولیت اس درجہ کی تو ہے نہیں کہ حالی کے اشعار ظفر کی غزلوں کی طرح ہر ایک گانے والے کے موند میں ہوں مگر پنجویں مسلمان تو شاید ہی کوئی ایسا ہوگا۔ جس کو مستندِ حالی کے دوچار بند یاد نہ ہوں۔ میں مسلمان ہوں مگر الحمد للہ نہ پھر میں نہیں تاہم آزادیِ رائے کی کچھ یوں ہی سی ہوا لگتی ہے۔

يَنْحَبِطُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ مَجْهُوْبِي بِنْدَنِيں تو شعر یاد ہیں۔ میں کسی طرز کی ایجاد کا دعویٰ نہیں کرتا مگر آج کون دن ہے؟ دو شنبہ اور دسمبر ۱۸۹۱ء کی ۲۸۔ تاریخ۔ یہ کون مقام ہے؟ علی گڑھ کا کالج کا اسٹریچنگ ہال۔ یہ کیسا مجمع ہے؟ ایچو کیو کینٹل کانفرنس۔ انگریزی الفاظ سُن کر جس کے جی میں آئے کان کھڑے کرے۔ میری آج اور اس جگہ کی پیشین گوئی کو لکھ رکھنا کہ ایک دن آنے والا ہے کہ جس طرح پاریسی نائیمنجہ بتازی بلکہ رنجیتہ نائیمنجہ بتازی کا لکھنا نہایت دشوار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ پیورا اُردو کا بے انگلش رائیمنٹ کے بولنا مستحضر ہو جائے گا۔ اور اگرچہ انگریزی کا اتنا رواج دیر طلب ہی مگر جیسی اُردو سے میں نے لکھ دینا شروع کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی جیسی ترقی بھی کرتے رہیں جیسی اب تک کی ہے تو خدا نے چاہا پچاس برس کے اندر اندر ہم میں کے ردوار لوگ ایسی اُردو سمجھنے لگیں گے اُردو میں جو ہندوستان کی زبان ہو۔ انگریزی الفاظ کو اجنبی سمجھنے کا کیا موقع اور محل ہے جو کہ قسطنطنیہ کا جو بیت اور طہران کے آختر کا یہ حال ہے کہ جو شخص انگلش یا فرنگ نہیں جانتا کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہی تھیلی کے پچھے بیٹے ہیں وہ ان اخباروں کا ایک اُڑھل نہیں سمجھ سکتا۔ یہ سلطنت کے ضروری اور قدرتی لوازم ہیں

اور اگر سارا جہان بھی متفق ہو کر ان کو روکنا چاہے تو رک نہیں سکتے ہوئے ہیں اور ہو کر ہیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو پہلے سے اس انجام کے لیے طیارہ ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے پارس ایٹلے نیشن اور اکثر ہندو۔ اور بر قسمت بد بخت بد عقل بد حال بد مال ہیں ہم مسلمان جنھوں نے شروع میں بد توں خد کی دگر بلی کو جاری نہ ہونے دیا اور مجبور ہوئے تو اب بھی اُس کی تعلیم میں حیلے حواسے بلکہ اڑنگے لگانے سے باز نہیں آتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی تعلیم کا رستہ پہلے سے دراصاف ہو چلا ہے وہ اگلی سی مزارتیں باقی نہیں کہ آدمی انگریزی اسکول میں داخل ہوا اور علماء دین اور فقہاء شریعہ میں نے مسلمانوں کی فہرست سے اُس کا نام خارج کیا۔ لیکن جبکہ ہم کو ایک منزل دور دراز طے کرنی ہو۔ اور صبح کے ٹھنڈے وقت میں ہم پڑے ایٹلے کیے ہیں اور سب کے بعد گھر سے نکلے ہیں تو کیا کیرے کی چال چلنے سے ہم اُن مسافروں کو جا پکڑیں گے جو کچھ رات رہے سے چل کھڑے ہوئے۔ یا سفر کے محدود وقت میں منزل مقصود پر جا پہنچیں گے۔ ایسی توقع کرنا اُس سے بھی زیادہ مکروہ غلطی ہے جو ہم نے آٹماں فرمیں کی تھی۔

جَمْدُ الشُّقْسِ وَلَقَوَادِفُهُ اَلَا دُرٌّ وَعَاقِبَةُ الْجَمْدِ مَنْ قَاسَى وَمَنْ صَبَرَ لَنْ يَسْلُخَ الْجَمْدَ حَتَّى تَلْعَقَ الصِّبَا	دَبَّتِ لِلْجَمْدِ وَالسَّاعُونَ قَدْ بَلَّغُوا فَكَابُوا الْجَمْدَ حَتَّى مَلَّ اَكْبَرُهُمْ اَلَا تَحْسِبُ الْجَمْدَ تَمَرًا اَنْتَ اَحْلَاهُ
---	---

اشعار عربی پڑھتا ہوں مگر بھی کو نطف نہیں آتا۔ سلطنت کیا گئی ساری چیزیں بے مزہ ہو گئیں یہاں تک کہ زبان عربی میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں کو انگریزی تعلیم کے فائدہ کے بتانے اور سمجھانے کی ضرورت باقی ہو۔ جن کو خدا نے سمجھ دی ہو وہ اس کو مان نہ لیں (اَللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ) لیکن اگر شواہد ہر کا نہیں اے قوم کی قوم! اے فتویٰ ۱۲ تو بزرگی حاصل کرنے کے لیے رہنما ہو اور جو کوشش کرے وہ اسے ہیں وہ جان تو رکھتے کہ رہے ہیں اور بزرگی حاصل کرنے کے لیے کربستہ ہیں، اے قوم! انھوں نے بزرگی کے لیے گاؤں دوری کی اور اکثر طوائف گئے اور جس نے مصیبت اٹھائی اور صبر کیا اُس نے بزرگی کو پایا، اے قوم! بزرگی تجھ نہیں ہو کہ توڑی اور کھالی ایسے کی تلخی کو مار کر تو بزرگی پاؤ، اے قوم! اُن کے دل اس کا یقین کر چکے ہیں۔ ۱۲۔

تو وہی سرسید کی حیدرآباد کے ٹرپٹ کی کامیابی جس سے پیش کچھ شروع کیا اس سے بڑھ کر کانڈرنگ
 پر وقت کیا ہو سکتا ہو۔ وہ کامیابی مقرر ہو اس پر کہ حضور پر نور نظام نے جی چاہتا ہو کہ دعائے خلد اللہ علیہ
 دوں اور زبان پر بھی یہی دعا پڑھی ہوئی ہو مگر خلود و تصرف خدا ہی کی ذات کو ہو۔ اور اس طرح کی دعا
 کی شرع میں منافعت بھی ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ خدا اُن کی عمر کو بہت دراز اور اُن کے ملک کو آباد اور منتظم
 اور اُن کی رعیت کو آسودہ اور اُن کے خزانے کو معمور اور اُن کے ملک داری کے نتائج کو ایسے عمدہ اور
 نمایاں کرے کہ حیدرآباد کی ہسٹری میں سونے کے حرفوں سے لکھے جائیں۔ غرض حضور پر نور نظام نے
 انگریزی تعلیم پائی اور حق قدرہ اُس کی قدر کی۔ اگرچہ شکر گزاری سے کسی پیرائے میں ہو ایسے احسان
 سترگ کا معاوضہ مشکل ہو۔ لیکن مَکَالِیْن دَکْ کَلَّہُ لَا یَنُورُ کَلَّہُ شکر گزاری کا ایک ہی پیرائہ میری
 سمجھ میں آتا ہو کہ اگر سارے ہندوستان میں نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ کہ اس کالج میں مسجد ہو اور مسجد ہو تو
 نماز بھی ضرور ہوتی ہوگی اور بخدا بھکوتین ہو کہ مسلمانوں کی سی نماز ہوتی ہوگی اگر جمعہ بھی ہوتا ہو تو نماز
 جمعہ کے ساتھ جو خطبہ پڑھا جاتا ہو اُس میں حضور نظام کے لئے وہی دعا کی جائے جو میں نے ابھی
 کی۔ جھکو جب پہلے پہل گورنمنٹ حیدرآباد کے عطیہ شاہانہ کی خبر معلوم ہوئی۔ کیوں کر کوں کہ خوش
 نہیں ہوا جس مسلمان نے جو اس کالج کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہو۔ اور اتنی ہی بات سے ہمارے ملک
 کے کئے مسلمان اُس کو بزدستی سمید احمد خاں کے جیلوں میں شکار کر لیتے ہیں۔ غرض جس مسلمان نے
 گورنمنٹ حیدرآباد کے عطیے کی خبر سنی ہوگی ضرور خوش ہوا ہو گا اور مجھ کو تو اس کے علاوہ ایک
 خصوصیت بھی ہو کہ اُس سرکار عالی کا وظیفہ خوار ہوں۔ لیکن میں اس خیال کو بھی مخفی نہیں رکھ
 سکتا کہ جس وقت میں نے ڈیپوٹیشن کی روانگی کی خبر سنی۔ مجھ کو افسوس ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ
 بیشک وہ سرکار اپنی سرپیشی اور فیاضی سے ڈیپوٹیشن کو محروم تو نہیں آئے دے گی۔ مگر حیدرآباد
 کے لوگ ہمارے نسبت کیا خیال کریں گے۔ ہم اُن کے مقابلے میں بے مقدور ضرور ہیں۔ لیکن ایسے

۱۷ ستمبر ۱۲۷۲ھ ثبوت قطعی ۱۲۷۳ھ تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۲۷۳ھ کو حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو اُس سے بالکل دست بردار ہو جانا بھی مناسب

نہیں ۱۲۷۳ھ جماعت وکلا ۱۲

گزرے بھی نہیں کہ سب کے دل سے آمادہ ہوں تو ایک قومی کالج کو بھی نہ چلا سکیں۔ مگر ہونے والی باتوں کو کون روک سکتا ہے۔ ڈیپوٹیشن گیا اور جیسا کہ خیال تھا الہ پھندا واپس آیا۔ گورنمنٹ نظام کی داد و دہش سے اور ہماری فقیحت اور رسوائی سے۔ لیکن بس غنیمت ہو کہ ڈیپوٹیشن نے بھیک بھی مانگی تو اپنی ہی قوم سے مانگی۔ میں جانتا ہوں اور اگرچہ کالج کا ڈولر انک پیٹ ٹرسٹی ہوں تو کیا اتنا بھی نہ جان لوں گا کہ کالج شروع سے دوسری قوموں کی امداد کا شرمندہ احسان ہے اور کالج کی شرمندہ احسان ہے۔ ہم سب مسلمان شرمندہ احسان ہیں کیوں کہ اگرچہ کالج کے دروازے کسی قوم پر بند نہیں مگر کہلاتا تو ہر مسلمانوں کا قومی کالج۔ ہم ہرگز نہ جھینپتے اگر ایسی مثالیں دکھا سکتے کہ ہم میں سے کسی نے ہندوؤں کے سنسکرت کالج یا عیسائیوں کے مشن کالج میں مدد دی ہو لیکن ہم کیا دوسری قوموں کی مدد کر سکیں گے۔ جب کہ اپنی ہی چھپرے چھوس نہیں ڈال سکتے خیر گزشتہ راصلوات۔ اسی مسلمانوں جو موجود ہو اور رہتے ہو اور اسی مسلمانوں جو عیسائی و مسیح نہیں ہوا اور واسطہ بالواسطہ ان تک پہنچنے اب بھی غیرت اور حمیت کو کام میں لاؤ۔ اور اس دن گوشت آنے دو کہ یہ گدا پیشہ اور بڑھاسید ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے غیروں کے آگے جا کر ہاتھ پھیلائے ۵

رفتن بہاے مردی ہمسایہ در بہشت

حقاکہ با عقوبت و نزع برابرست

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان خود یا کسی کے کئے سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریک دل میں پیدا ہوتی ہے اور جو کہ شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں یہاں تو سید احمد خاں بھی وجود شیطان کے ضرور قائل ہوں گے۔ غرض شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں خاص کر ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدار کو کم سمجھ کر لوگ دول ہمتی پر محمول کریں اس سے ہتھ پڑے کہ چھٹی سادھ جھاؤ۔ اگر ایسا سو سو سے کسی کے دل میں آیا ہو اور میں خیال کرتا ہوں ضرور آیا ہو گا تو لا حول پڑھ کر اس کو دفع کرو۔ جو چیز خدا کی راہ میں دیجاتی ہے وہ شاید کسی شیخی باز دنیا دار کی نظر میں حقیر ہو بھی لیکن اگر خدا کے یہاں مقبول ہو جائے تو ایک دن پچھتم سر ویکھ لو گے کہ وہی دنیا و مافیہا سے

زیادہ قدر و قیمت کی ہر محسبوت نہ ہینا وھو عند اللہ عظیمہ ہاں اگر کالج میں دینا خدا کی بات نہیں
ہو تو دوسری بات ہو اور یہ سید احمد خاں کا منصب ہے کہ اس خیال کی تردید کریں یا کسی دوسرے
بابت آدمی کا جو کفر کی بیچا سے نہ ڈرنا ہو۔ میں تو دھتھابوں کیوں کہ جینا تو اب گردن کا ہو میرا مزاج بھی
ان ہی لوگوں میں ہو اگر میرے جنازے کی نماز پڑھیں تو میں کہہ کر کا ہوا۔ رہا حشر وہ تو بھائی میں
تم سے صاف کہوں کہ بُرے ہیں تو اور بھیلے ہیں تو میری تمنا تو یہی ہے کہ ان ہی مولویوں کے زمرے
میں ہو اللھم اٰحییٰ مِسْکِنًا وَاَمِیْتُ مِسْکِنًا وَاَحْشَنُ فِیْ ذِمَّتِکَ الْمَسْکِیْنِ حضرت یوسف
علیہ السلام کا قصہ یاد ہو کیا تو اُن کی ابتدا تھی کہ باپ تو دوسروں دیوانے تھے مگر بے مات بھائی مارے
حسد کے چین نہیں لینے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ شکار کے بہانے سے لے جا کر اندھے کوئے میں ڈھکیل
دیا۔ اور اپنی پنداریں اُن کا قصہ ہی چُکا دیا لیکن اللہ غالب علی اُمّیہ وَلَکِنْ اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ
خدا کو جو منظور تھا سو ہوا۔ کیوں عین وقت پر کوئے کے نزدیک قافلہ اُن کو ٹھہرے کیوں قافلہ کا کوئی
آدمی اُسی کو لے میں ڈول لٹکائے کیوں حضرت یوسف علیہ السلام ڈول میں بٹھیا اور آسمان پر ہوا
کیوں بھائی جو اُن کی ناک میں اُس پاس لگے تھے اُن کو اپنا غلام ظاہر کر کے قافلے والوں کے ہاتھ
نیچیں کیوں قافلے والوں سے عزیز مہر مہول ہے۔ یہ سب تمہید اس کی تھی کہ آخر کار یوسف عزیز مہر
ہوں۔ دنیاوی لذتوں کا حال یہ ہے کہ اُن سے منتفع ہونے کا بھی ایک اندازہ ہو۔

جستے ہیں یاں مرنے روش نشہ شراب	ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
ہر روز میری دن دہی رات وہی صبح وہی شام میری جاگتا وہی سوتا وہی کھاتا وہی پینا وہی مرنا	وہی جینا ہے

زندگی ہو یا کوئی طوفان ہو	اہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
سہ تم اُس کو آسان سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہو ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰	یہ سب تمہید اس کی تھی کہ آخر کار یوسف عزیز مہر ہوں۔ دنیاوی لذتوں کا حال یہ ہے کہ اُن سے منتفع ہونے کا بھی ایک اندازہ ہو۔

چنانچہ بڑی عمر کو پہنچ کر حضرت یوسفؑ کی بھی یہی حالت ہوئی اور آپ نے دعا کی رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَكَلَّمْتَنِي مِنْ نَادِيٍّ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَقَوَّيْتُ مُسْلِمًا وَالْحَقُّ بِالضَّالِّحِينَ غلامی سے عزیز تر ہے کہ نصب تک کی گمنی کے بعد ایک یہ آرزو باقی رہ گئی تھی قَوَّيْتُ مُسْلِمًا وَالْحَقُّ بِالضَّالِّحِينَ یہ بات مجھ کو اپنے وَاحِشْتَنِي فِي زُرْمَةِ الْمَسَاكِينِ کہنے پر یاد آگئی یہ تذکرے دوسرے قسم کے ہیں۔ آؤ مجھ تمھاری کافقر نس کی سی باتیں کریں۔

ہاں تو مجھ کو گورنمنٹ نظام کے عطیے کی نسبت ایک ریمارک اور کرنا ہو۔ وہ یہ کہ عطیہ عطیہ سن کر خوش تو بہت ہو رہے ہو وہ عطیہ فی عہد اذاتہ بے شک و شبہ بہت بڑی قدر کی چیز ہو لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ چھکڑا دیکھ کر تمھارے پاؤں پھول جائیں۔ قوم اور قوم بھی مسلمان اور پھر ان کی تعلیم اور تعلیم بھی انگریزی جانتے اور سمجھنے والے کے نزدیک ایسی بے شکائی باتیں ہیں کہ اسے سیر سیر سے اور تو کوئی ایسا خواہاں پریشان نہ کہیں سکتا ہے۔

چھاست در سر این سید غلام اندیش

پہا مست در سر این تپہ مال اندیش

اگر آج سرسید اپنا سارا منصوبہ بظاہر کر دیں تو نوائیں ننٹا لے سہل جوا چھوڑ بھاگیں اور ہر چند سرسید نے بہتیری ہری ہری گھاس دکھائی۔ اسی خیال سے میں شروع سے کندھا نہیں دیا۔ جانتا تھا کہ پچھے پر ہاتھ دھرنے دیا اور انھوں نے نعل چڑھے۔ پس میں نے تو اپنا یہ شیوہ رکھا کہ سرسید کو آتے دیکھا اور چھٹک کے وہ چور باہر کھیت جس کام کا بیڑا سرسید نے اٹھایا ہو وہ اتنا بڑا عظیم الشان کام ہو کہ گنج قارون بھی اس کے سر انجام کو کافی نہیں ہو سکتا۔ سخت افسوس ہو گا اگر عطیہ حیدر آباد لوگوں اُن کے فرض اسلام۔ فرض قومی بلکہ فرض انسانیت سے فارغ اور بے فکر کر دے۔ مسلمان بڑش گورنمنٹ سے اپنی کاہلی اور نادانی کے الام کے خواستگار ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کے ساتھ اسکا رٹھ میں یا لیا تھ کے سٹیڈ رٹھ میں یا گورنمنٹ سروس میں کچھ رعایت کی جاوے۔ کیوں۔

۱۱ ای پروردگار! تو نے مجھے ملک دیا اور مجھ کو بالوں کا مطلب سمجھا رکھا یا ایسی بات کہنے کے آسان روز میں تو دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہی میں سلطان مردوں اور مجھ کو نیکو کاروں میں داخل کر ۱۲ ۱۳ یعنی ایک واسے اور دینی ہو ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰

اس واسطے کہ اُن کی قوم دوسری اقوام معاصر کے مقابلے میں سہٹی اور پچھٹی ہو گورنمنٹ سے کیا جواب ملا۔ فیریلے ایڈیٹور فورسے شک یہ نہ صرف منصفانہ جواب تھا بلکہ نہایت مناسب اور دانشمند اگر کہیں گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت کر گزرتی تو یقین جانو کہ جس جگہ آج مسلمانوں کو دیکھتے ہو اس سے بھی ضرور مقدم پیچھے ہٹے ہوتے ہیں کبھی مسلمانوں کی خستہ حالی دیکھ کر خوش بھی ہوتا ہوں اور اس کو اُن کی فلاح آئندہ کے حق میں فال نیک سمجھتا ہوں۔ ایک مدت ہوئی کہ میں حمید آباد کی گورنمنٹ سے علی حدہ ہوں منگوا ہا ہم اتنا وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گورنٹ حیدر آباد نے جو امداد کی اس سے اُن کا مقصود مسلمانوں کو صرف نمونہ دکھادینا تھا کہ ہم نے ایک اخوت اسلامی کا پاس کر کے اتنا کچھ کیا۔ تم کو بھی اخوت اسلامی ہم وطنی اور دوسرے چند در چند تعلقات کے لحاظ سے جتنا جس کا مقدر ہو کرنا چاہیے۔ دو قسم کے مسلمان ہیں ایک بامقدور جو اپنے بچوں کی تعلیم کا خرچ اٹھا سکتے ہیں میں ایسے لوگوں کی طرف سخت بدگمان ہوں۔ یہ سمجھ رہو کہ ہر ایک کٹیلے میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں اسی طرح سب بامقدور مسلمان ایک طرح کے نہیں۔ تاہم اکثر اس خیال کے ہیں کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اور عربی اور انگریزی سے کیا بحث وہ سہرے سے کسی طرح کی تعلیم کو اپنے لیے ضروری نہیں سمجھتے اُن کی بنداریں دنیاوی تعلیم حاش پیداکرنے کے واسطے ہو جس کی اُن کو حاجت نہیں اور دینی مسجد کا ملا بننے کی غرض سے جو اُن کے لیے موجب عار ہو۔ امی کاش خدا اُن کے دل میں ڈالے کہ اُن کی اولاد بدو ن تعلیم کے اپنی پوزیشن اور سٹیکٹ اور متوکل کسی چیز کو بھی زیادہ دن تک نہیں سنبھال سکے گی۔ بہر کیف میرے نزدیک ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح در طلب ہو۔ اور یہ تو ایڈیٹور فیریلے کی کوششیں آرکٹسٹرڈ اسے ہی مصرف کے ہیں کہ ان کو دم بھانسا دے کہ جو کچھ ان سے وصول ہو غریب کی تعلیم میں صرف کر دیا جائے **يَوْمَئِذٍ مِّنْ اَعْنِيَا هُمْ وَيَوْمَئِذٍ عَلٰى قُصْرٍ اَهِمُّ** یہ بات کہ ان سے ایضاً نقوش کس طرح لگائے جائیں اس کی تدبیر ان بڑے میاں سے پوچھی جائے

۱۱ صاف صاف معاملہ اور کچھ درجہ ذلت نہیں ۱۲ حالت ۱۳ تحت ۱۴ جہاں تک تعلیم کو تعلق ہے ۱۵

مال داروں سے کرنا داروں پر بابت دیا جائے ۱۶

جنہوں نے لائبریری کی تھیمیں میں سوانگ بھرے۔ گلے میں جھولی لٹکا کر بھیک مانگی۔ یہی مغز سے کوئی بات اُتاریں تو ہماری قوم کے ایسے بچیں۔ دوسری قسم کے مسلمان جن کی تعلیم پر زور دیا جاسکتا ہے اور زور دینا مناسب ہے وہ لوگ ہیں جو پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھائے جانے کے قابل ہیں لیکن مصارفِ تعلیم کے تحمل نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ہمارے رفاور ایسے ہی لوگوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں بھی مگر میں آپ صاحبِ سوسائٹی معافی مانگ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے لیے لوگوں کے انتخاب میں کسی قدر بے احتیاطی ہوتی ہے اور ابتدائی جوش میں بے احتیاطی کا ہونا کچھ عیب کی بات نہیں میں اس پالیسی کا نہایت سختی کے ساتھ مخالف ہوں کہ لوگوں کو دوسرے پیشوں سے ہٹا کر پھسلا کر تعلیم کے ڈربے میں ٹھونسنا جائے۔ تھوڑے پورے تعلیم یافتہ بہت زیادہ مفید ہوں گے اپنے حق میں۔ قوم کے حق میں۔ ملک کے حق میں گورنمنٹ کے حق میں۔ نسبت بہت اچھے جنگ آف آل بریٹنڈائیڈ ماسٹر آف نُن کے جس بے احتیاطی کا میں شاک ہوں وہ اتنی امداد کے دینے میں نہیں ہوتی جتنی امداد کے لینے میں۔ لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے تعلیمی فنڈ کی کسی غریب اور غیر متیقن حالت میں ہیں۔ ہم اسکا آرشیپ دے سکتے ہیں وہ بھی بڑی مشکل سے نہ خواہ ہم طالب علموں کے تعلیم کے ضروری مصارف کا تکفل کر سکتے ہیں۔ وہ بھی بدقت نہ اُن کے کہنے کے خرچ کا ہم لوگوں میں یہ عام غلط فہمی ہے کہ اسکا آرشیپ کو تنخواہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ گویا تعلیم پانا خدمت ہے۔ اور اسکا آرشیپ اُس کا معاوضہ۔ مجھ کو مرحوم دہلی کالج میں اپنا وظیفہ پانا یاد ہے جو جس دن سے وظیفہ شروع ہوا میں نے اور نہ صرف میں نے بلکہ ہمارے خاندان نے اس کو مسلسل ملازمت کا آغاز بھار عربی جماعتوں میں تو کچھ ایسے بڑے بھاری وظیفے تھے نہیں مگر انگریزی کلاسوں میں بعض اسکا آرشیپ ایسے محاصل کے تھے کہ شروع میں اتنے کی نوکری بھی نہیں ملتی۔ ہم لوگوں میں طالب علمی کا ایک طریق یہ تھا۔ اور اب بھی ہو مگر کم۔ اس واسطے کہ اُن علوم ہی کا رواج کم ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں جہاں پڑھنے پڑھانے کا چرچا ہوتا تھا۔ باہر کے لوگ طالب علمی کے لیے بکثرت آجھرتے تھے یہ لوگ اکثر مسجدوں میں رہتے۔ اور صدقات پر گزارا کرتے کسی کو عمار کا موجب ہو تو ہو مگر میں اس کو نفرا

بیان کرتا ہوں کہ میری طالب علمی کا ابتدائی حصہ اسی طرح پر بس رہا ہے۔ ان طالب علموں کا حال یہ تھا کہ بہتیروں کو دوقت کی روٹی کا بھی سہارا نہ تھا۔ چھاپے خانوں کی تو قراطاب حال میں ہوئی ہو کتاب شکل سے مانگی ملتی تھی دس دس بیس بیس اور اس سے بھی زیادہ ایک سبق میں شریک ہوتے۔ سب کے سب سامع اور ان میں سب سے زیادہ خوش نصیب قاری۔ اور میں نے ایسے ہی بے سروسامان لوگوں کو علم سے بہرہ مند ہوتے دیکھا ہے۔ اگرچہ میں بے سامانی میں بعض سے بڑھ کر اور اکثر کی برابر تھا مگر افسوس ہے کہ علم کے اعتبار سے سب سے گھٹا رہا۔ غرض طالب علمی کا ایک رنگ تو وہ تھا اور ایک رنگ کا بچوں اور اسکولوں کے طالب علموں کا ہے کہ ان کو دوقتہ کے کھانے کے علاوہ کہ وہ بھی انگریزی ہو تو ہڑپ اور ہندوستانی طور کا ہو تو تھو تھو درخ شکم بھرنے کے لیے چاہیے بلیک فاسٹ اور ٹین اور ٹی اور گز اور فرڈس اور وٹاٹ ناٹ۔ ہماری ٹیبل اور ٹیبل۔ طالب علمی میں ستر عورت اور دفع حرور کے لیے موٹا مچھوٹا کپڑا لیسر آگیا تو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اب کچھ نہ ہو تو شرت پینٹکون اور اور کوٹ سینڈ کرچٹ سٹائلنگز۔ گلوٹر فٹر۔ اور بچہ مصیبت یہ کہ کھانے کے کپڑے اور ہوا خوری کے اور کالج اور زکے اور۔ سونے کے اور کھانسنے کے اور جھینکنے کے اور۔ ایک پاکٹ میں بزاز ایک پاکٹ میں درزی۔ تو یہی یاد دوسروں کی کمائی پر اور یہ شرت غمرے۔ کیا فرق ہو ان طالب علموں میں اور ان یورپین سوجروں میں جو گرمی بھر خانوں میں پڑے اینڈیں۔ سو بچہ اور اس قدر آرام طلبی۔ اور طالب علم اور اس درجہ بناؤ سنگارام وہ انگریزی ہی طلبہ کی ہوتی ہے۔

یہ ہنس کے سے پتیرے جو سکھائے جاتے ہیں۔ ہیں تو خوشنما لیکن یہ لوگ کالج کا سا بچہ اور ہماری اپنے گھروں میں کہاں پائیں گے۔ میں تو اُس وقت جانتوں کہ لوگوں نے حقیقت میں انگریزی تعلیم کی قدر کی جب ایشیا ایک سکالرز کی طرح فقر و فاقے کے ساتھ ان کو پڑھتے دیکھوں اس سے کہ

۱۷ تاشتہ ۱۲ سہ پہر کا ناشتہ ۱۲ بجے چائے ۱۲ بجے اندر سے ۱۲ بجے میوہ ۱۲ بجے اور کیا کیا ۱۲ بجے مشرقی ۱۲

۱۲ بجے چٹ ۱۲ بجے پاجامہ ۱۲ بجے بڑا کوٹ ۱۲ بجے رد مال ۱۲ بجے منورے ۱۲ بجے داستانہ ۱۲ بجے رومی ٹوپی ۱۲

۱۲ بجے کالج میں پڑھنے کے گھنٹے ۱۲ بجے انگریزی سپاہی ۱۲ بجے مشرقی طالب علم ۱۲۔

اگلی سی حشت باقی نہیں خیال نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں نے انگریزی تعلیم کی ضرورت کو پورے طور پر تسلیم کر لیا۔ سید احمد خاں کو چھوڑ کر کہ ان کا تہذیب ہی دوسرا ہی جن لوگوں نے خوب دل کھول کر انگریزی تعلیم میں مدد دی ہو اگر انھوں نے کارِ ثواب سمجھ کر مدد دی ہو تو میرے نزدیک انھوں نے اس کو اتنا ہی کارِ ثواب سمجھا ہو کہ خیراتِ شرعیہ میں ضائع کرنے سے بہتر ہو نہ یہ کہ بھوکے کو کھلانے ننگے کو پہنانے ع

پہل و مسجد و چاہ و مہال سراسے

بنوانے کی برابر ہو اور جس دن خدا لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دے گا کہ انگریزی تعلیم میں مدد دینا واقعی کارِ ثواب ہو تو مسلمانوں کو نہ سید احمد خاں درکار ہوں گے نہ کانفرنس نہ لکچرار نہ تم نہ میں۔ اس سے کس کو انکار ہو کہ خیرات کے مروجہ طریقے داخلِ خیرات نہیں ہیں تو صرف اتنی بات لوگوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہوں کہ تعلیم میں مدد دینا خیرات کے مروجہ طریقوں سے بہتر اور ارفع و اعلیٰ ہے اور اولیٰ بالقبول عند اللہ ہے مروجہ خیرات ازالہ مرض ہے اور تعلیم میں مدد دینا ازالہ سبب۔ اور اس کو پہلی جاکر دیکھو جو وہاں صاحب سے تصدیق کر لیا کہ علاج کے ان دو طریقوں میں سے کس کو ترجیح ہو۔ انگریزی میٹس اور کچھ زیادہ پریشانش اور میڈیسن کیور کچھ اس بات نے بھی تعلیم کے سچ کو دھیلایا اور اس کی رفتار کو دھیم کر رکھا ہو کہ لوگوں نے تعلیم کو سمجھا ہو سرسوں لی اور ہتیلی پر چالی جو فائدے اہل یورپ نے ایک صدی کی تفصیل کا ہش سے حاصل کیے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ دنوں کی توجہ سے وہ بھی اچھوڑی اور بادل ناخواستہ ہم کو حاصل ہو جائیں شعر

جی عبادت سے چڑانا اور خیرت کی طلب	کام چوراس کام پر کس نعمت سے جرت کی طلب
-----------------------------------	--

درختوں کی رسیدگی کے اوقات مختلف ہیں کوئی ایک ہی برس میں پھل سے آتا ہو کوئی دو برس کوئی چار برس کوئی بارہ برس لیکن وہ درخت جو سب سے زیادہ دیر میں پھل لاتا ہو شجرۃ العلم ہو مگر پھل بھی ایسا مزیدار ہوتا ہے کہ جس سے انسان کی چاشنی میں جنت کے حلوں کی کچھ بروائیں ہیں۔

لہٰذا لوگوں کو ناخوش تر، غمناک تر، نزدیک مقبول تر ۱۲ سالہ مرض کو ابتدائی حالت میں روکنا علاج سے بہتر ہو ۱۲۔

پولٹیکل اکائی کے اصول کے مطابق عاجل منقصیت ہمیشہ چھوٹے اور ذلیل کھانوں میں ہوا کرتی
ہیں اور علم کا تو یہی کہ ٹائم اور وقت تو یقیناً اور شاید بہتھی ان سب کو سیکرٹیفائس کر دے تب کہیں جا کر
علم حاصل ہو تو ہوا و جب علم حاصل ہو گیا تو اُس کے فائدے ایسے ہی یقینی ہیں جیسے دنیا کے دوسرے
تحتاج مثلاً کشت سے پتھر کا زمین پر گرنا یا لکڑی کی ناک کا پانی پتیر نا اور اگر نتائج اسباب سے مختلف
کیا کریں یعنی اسباب موجود ہوں اور نتیجے کبھی مترتب ہوں اور کبھی نہ ہوں تو دنیا اور اسباب کیوں ہیں
اور نظام عالم سارا درہم برہم اور مختل ہو جائے۔ اور یہ جو بعض تعلیم یافتہ لوگوں کو نتیجے معاش میں حیران
سرگردان پڑے پھرتے دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تعلیم بے سود ہے تو وہ ان ہی کی غلطی اور انہوں نے معاش
کے لیے علم پڑھا اور پھر ایک طریقہ حاصل یعنی نوکری کی لکیر کے تھیر کر اپنے اپنے گھر کے کاناں اور با مقولہ ترکہ
پانی کو اکٹھا ہونے دو پھر وہ اپنا رسوا آپ کر لے گا۔ دنیا کے اعتبار سے یہ امری نہایت یورپ کی
حالت میں جو تفاوت ہو وہ آج کل البتہ کھاتے ہو سب کو سو جھڑتا ہو کہ ان کو ترقی ہو اور ہم کو
تنزل۔ وہ مالدار ہم مفلس۔ وہ حاکم ہم محکوم۔ وہ لائق ہم نالائق۔ وہ ہنرمند ہم بے ہنر۔ وہ اقبال مند
ہم بد بخت۔ غور کر کے دیکھا کس نے ہر خود کو رمنٹ نے جس کو یقین جانو ماں باب کی طرح ہماری پرخت
منظور ہو۔ اور ہم میں سے اُس نے جس کو خدا نے درمند دل اور آخر میں بھیجے تو وہی ہر ہم میں اور
اہل یورپ میں صرف ایک ہی وجہ فارق ہے تعلیم کہ وہ عالم ہیں اور ہم جاہل۔ چنانچہ جس رستے
سے اہل یورپ معراج الکمال کو پہنچے تھے اُسی دھڑے کو لگا دیا صاف دل سے متوکل علی اللہ
آنکھیں بند کیے چلے جاؤ منزل مقصود کو بھونچو گے اور ضرور بھونچو گے اور اگر یہ صلاح سمجھیں نہیں آتی
تو تم خود کوئی تدبیر سوچو چشم مارو شن دل ماشاء غرض تو تم ہماری اصلاح حالت سے ہی سیکھنا چاہنا
اس میں ہند کریں یا نہ کریں تو میرا دمہ۔ اور اگر انگریزی تعلیم دینا یا دین میں مضرت ہو تو کو دن اور کندہ
ناتراش رہ کر ہمت کچھ دیکھ چکے ہو۔ کچھ کسرا تھی ہو تو اور دیکھ لو ثمن کان یظن ان لن یحصی اللہ فی الدنیا

۱۷۰۰ ع۔ سیاست مرن ۱۲۰۰ ع۔ وقت اور دولت ۱۲۰۰ ع۔ تن درستی ۱۲۰۰ ع۔ سندھ ۱۲۰۰ ع۔ ظاہر ۱۲۰۰ ع۔ میں کوہ لبنان ہو کر دیا
اور آخر میں خدا اس کی مدد نہیں کرے گا تو چاہیے کہ آسمان میں ایک سی ٹکڑے سے پھر پھانسی کے کورہے اور دیکھ کر اُس کی
تربیم سے اُس کی شکایت رفع ہوئی۔

وَالْأَخْزَرِ لَا يَلْبِثُ دَسِيبًا إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ يَقْطَعُ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِبُ كَيْدُ مَا يَعْظُمُ تَحَاكُّ الْعُرَى
میں ایک مناسب من وجہ بندے کے ہمنام ہو گزرے ہیں نظیر الکبر ابادی۔ من وجہ میں نے اس کے
کہا کہ نظیر اُن کا تخلص تھا اور میرا نام ہو۔ اُن کا تخلص ظ سے تھا۔ اور میرا نام د سے ہو۔ ایک صلاح وہ بھی
تاکہ کہ میں نہیں معلوم مہتری ہو یا واقعی دیکھو شاید وہی مفید ہو۔ اُن کی تو یہ صلاح ہو۔

کڑے منہ کو بچا اور دیکھ تک قدرت کے ہیں

تعلیم جس کی ضرورت ہو اور چھٹینا مفید ہوگی اور جس کے ہوتے ناکامیابی ہو ہی نہیں سکتی وہ سفیر ملک
آئندہ انگلش نہیں ہو بلکہ وہ شوبز اسٹار، اینڈ ٹیکنالوجی لیکن ذرا انصاف سے دل میں سوچو کہ ہم لوگوں نے
سو کچھ اور عجیب کیا ہو اور بڑبڑانا یہ ہو کہ ہمارے ہم کو راتھس پائلٹ کی سی دولت

نوں ہیں مائی

عمل این وانگش لب نغمه پرواز	که مسکین این ندارد آن ندارد
-----------------------------	-----------------------------

را دے بڑے بہتیں قاصر۔ کام بنے تو کیوں کر بنے۔ قومی تعلیم منہ سے کھ دینے کو تو دو نقطہ ہیں مگر ہندوستان میں قوم عبارت ہی کچھ کر ڈا دیسوں سے اور تعلیم سے مقصود ہی اس چیز کا سکھانا جس سے ان کے کان آشنا نہیں اور کان آشنا نہ ہونے کے علاوہ طلب صحیح پر دیر طلب۔ اور لوگ کارہ اور تفریب سب باتیں پیش نظر ہوں تو یاس و ناامیدی کا کوئی محل نہیں۔ بڑے کام اسی طرح تدریج کے ساتھ ہوتے ہیں اور اسی طرح تدریج کے ساتھ ہوں گے۔ جتنا گڑبڑ الایہی متنی مٹھاس بھی ہے۔ لوگ کامیابی کی مثالوں سے توقع نظر کر لیتے ہیں اور نا کامیابی کے شواہد نصب العین رکھتے ہیں جس سے ان کے دل شروع سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور یہی شکستہ دلی آخر کار ان کی نا کامیابی کا سبب ہوتی ہے۔

فہمیس جو کہ مسلمانوں میں نام و نمود کے رسل و مہمڈ لوگ کم ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہمیں جانتا ہے کہ کوئی
 بڑا شوق و ہنگامہ ڈھونڈ کر ایسے متحدہ مسلمانوں سے خالی نہیں تو جو شخص پڑھتا ہے وہ اس اعلان کے

۱۲۴۰ کمال استوار علی ۳۵ لونی چھوٹی پیل پیٹنہ وراثت کا ایک مشہور

دہلی دربار سے تھما ہوا نسخہ جس میں نے اپنی کوشش سے اپنی حالت کو بہتر کرنا ہوا۔ ۱۶ صوفیہ ۱۲ کے ضمیمہ ۱۲۔

ساتھ پٹھے ہو کہ ان ناموروں میں سے ایک میں بھی ہوں گا اگر اُس کا اذعان پچھا تو اس کا میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس فہرست کے فہرست ڈویژن نہ ہو گا تو سسٹنڈ میں ضرور ضرور ہو گا۔ اور میں کیا یقین دلاؤں گا خدا یقین دلاتا ہو اِنی کَلا اُضِیْعَ عَلَی حَاطِلِ مِثْلُکُمْ اذعان رکھو گے تو محنت بھی کرو گے۔ اور محنت کرو گے تو کامیاب بھی ہو گے خدا کی قسم ہو گے۔ ایک تو میں قدر واجب سے زیادہ لیاقت کی قیمت لگانے سے منع کرتا ہوں اور ایک اہل یورپ کے ساتھ ہمسری کے خیال سے کہ ان دونوں انجام ہو نا امیدی اور نا امیدی کا بیدلی۔ اور بیدلی کا حرمان۔ اس کو خدا کی طرف سے فیصل شدہ سمجھ لو کہ ہم کتنا ہی دوڑیں اہل یورپ کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔ ہم میں اُن میں اُن دو کا شکاروں کی سی نسبت ہو کہ ایک نے ابھی زمین میں ہل چلا نا شروع کیا ہو اور ایک کاٹ گاہ کر خٹکھٹوں میں بھر رہا ہو شَتَّانَ یَبْنُہُمَا لَکُمَا دُنْیَا کَارُؤِشِیْنِ اسی طرح پر چلا آیا ہو کہ ایک قوم کی مفلسی اور تباہی حد غایت کو پہنچو چکی ہو۔ خدا اُن کے دلوں میں ارادے پیدا کرتا۔ اور وہ قوم دولت کے کمانے پر کمر بستہ ہوتی۔ جب وہ دولت پر پورا قبضہ پالیتی ہو۔ تو عیش اور آرام طلبی میں پُرکافل اور کابل ہو جاتی اور ترقی کے عوض رجعت و تفری کرنے لگتی اور جب کھا کر پیچھے غمگینی پر آگرتی ہو کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹیشن میں ہم کس جگہ ہیں۔ اور اہل یورپ کس جگہ۔ موجودہ حالت تو یہ ہو کہ اہل یورپ فل سپیڈ سے ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اور ہم نہیں معلوم کر کرہ نشین ہو چکے یا ابھی اور گرنا قدر میں ہو۔ یا سید احمد خاں اور ان ہی جیسے درمندان قوم کے سہارا لگانے سے اگر کوئی ہوں کچھ بھرنے سے ہیں مفلسی اور محکومی بھی کیا ہی چیز ہو۔ انسان میں جو عیب واقعی ہیں اُن سے بظاہر ہو جائے نہ کہ کا تو مرضی بقہ نہیں جو عیب نہیں ہیں وہ بھی ناجائز اور ناروا اُٹھے اور تھوپے جاتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہو کہ اس وقت تک انگریزی تعلیم کا حاصل نوکری ہو اور اس میں بھی پوری کامیابی نہیں۔ اور یہی نہیں کہ نہیں بلکہ کبھی ہو گی بھی نہیں۔ کیوں کہ دُعا سے زیادہ شاک بھرتا چلا جاتا ہو اب سوائے اس کے کہ ہمارے نئے تعلیم یافتہ نوکری کے علاوہ معاش کے

۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء دوسرا درجہ ۱۲ میں کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا ۱۸۵۷ء دونوں میں برفرتی ۱۲ ۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء درجہ ۱۲

۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء طلبہ ۱۷ جولائی ۱۸۵۷ء

دوسرے دروازے کھٹکھٹائیں اور کوئی تدبیر نہیں۔ اور کیا ایسی ہوئی بات ان طالب علموں کو نہ
 سمجھتی ہوگی۔ ضرور سمجھتی ہوگی مگر سب سے بڑی مشکل اُن کڑی ہو کا پیشینگی۔ لوگ کہتے ہیں
 کہ یہ تو سکار فر خلعہ ڈل اور ٹھس اور کاہل ہوتے ہیں ان کے دماغ ہی خور کے لاین نہیں ہائے گئے
 ایجاد اور اختراع سے ان کو مناسبت ہی نہیں بعض کی رائے ہو کہ ان کی تربیت ان کو نکھا کر دیتی
 ہو۔ بعض یہاں تک بھی کہ گزرتے ہیں کہ ان کا مذہب ہی مانع کرتی ہو میں اُن میں سے کسی بات
 کو تسلیم نہیں کرتا سب زبردستی کے الزام ہیں۔ مگر کا پیشینگی کی لاعلاج مشکل ہو۔ اہل یورپ
 کے ساتھ مقابلہ کرنا ہاتھیوں کے ساتھ گئے کھانا ہو۔ اور کچھ آسان کام نہیں۔ ایجاد و اختراع
 اہل یورپ کی گٹھی میں داخل ہو اور وہ اس فن کے منتہی ہیں اور ہم بالکل بندھی اور تو مشق۔
 مار گرتے ہیں اہل یورپ کے آگے سے پیڑ کر نہیں سکتے۔ اور چونکہ کوئی ذائقہ نہیں دکھائی دیتا تو
 اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن آخر کار ہوں گے اور نہ ہوں گے تو کیا کر کے کھا بیٹھیں گے۔ میں
 تعلیم کے متعلق اتنا کچھ کہ چکا ہوں اور ابھی کچھ اور بھی کہوں گا۔ اس سے ہرگز یہ غرض نہیں کہ میں
 آپ صاحبوں پر اپنا صاحب الرائے ہونا ظاہر کروں۔ بات یہ ہو کہ میں تو اپنی معاملات میں
 خود بھی کم کرتا ہوں بلکہ نہیں کرتا۔ لیکن سید احمد خاں کے اصرار سے اکثر اہوا ہوں تو اپنے خیالات
 ظاہر کیے ہوئے بدوں رہ نہیں سکتا۔ سرے سے ابھی تمہارے اس کانفرنس کے اصول
 ہی ٹھیک نہیں بیٹھے ہیں تو پارساں حاضر نہیں ہوا مگر یہ بات خیال میں ہو اور خیال میں ہو تو ضرور
 کانفرنس کی تحریرات میں نظر سے گزری ہوگی کہ فرامین شاہان سلف کے جس کہنے کی تجویز پیش
 ہو کر منظور ہوئی۔ میں اُس وقت ہوتا تو کہتا ہوں کچھ زبان باری دیتی۔ مگر اب تو مجھ کو اتنا ہی کہنا
 منظور ہو کہ کانفرنس کے دائرے کو وسیع کر کے لوگوں کی توجہ کو منقسم کرنا ہمارے ہی حالات کے مناسب
 نہیں۔ بیشک شاہان سلف کے فرمان جو کہیں نظر پڑ جاتے ہیں تو اُن کے دیکھنے سے آنکھیں
 ٹھنڈی اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ سبحان اُن کے خط اور تعالیٰ اُن کی عبادت۔ پھر

کسی میں سرفرازی خدمت ہو۔ اور کسی میں عطاے جاگیر اور کسی میں نوازش خطاب اور کسی میں تقریب منصب۔ اور ظاہر ہو کہ یہ سب مضامین دل کے خوش کرنے والے ہیں مگر یہ فیض عجیبی روتی صورتوں کو کبھی یہ بھی خیال آجاتا ہی۔

وہ وقت رہے کہ وہ زمانے کہ جھگے

لیکن بہر کیف یہ تحقیقاتیں ہیں پیٹ بھرے کی باتیں ہم کو تو اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی امر میں رکھنی چاہیے کہ جہاں تک سکے لوگ انگریزی پڑھیں انگریزی پڑھنے سے خواہی نہ خواہی انگریزوں کا ساندان پیدا ہوگا۔ اور اس طرح کی تحقیقات میں ضرور منہ ملے گا کہ آدمی اہل میں بندرتھے اور مہر و رزمانہ ذمہ دار ہو کر بیباک کدائی کے رہ گئے تھیں گوارہ نیز ابھی تک یہ عقدہ حل نہیں کر سکے کہ دم کیا ہو گئی۔ مگر جب ہمارے انگریزی خواں اس تحقیقات کے درپے ہوں گے تو ان کو خیر کے پھندے سے بھی بچنے کا کچھ مدد ملے گی اس کا تو مجھ کو عقیدہ ہو کہ بڑے میاں (سید احمد خاں) کو بڑی دور کی سوچ تھی اور جو کچھ کرتے ہیں آج نہیں توکل اور کل نہیں تو پر سوں ایک نہ ایک دن مسلمانوں کے حق میں ملے گی فالہ نہ تہ تب ہو گا پر ہو گا مگر کیا کروں میں کچھ ایسا ڈل ہوں کہ مجھ سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ شعر

جاننا ہوں ثواب طاعت و زہد | پر طبیعت ادھر نہیں آتی

لیکن خدا کا فضل ہو کہ اتنے سیکے خیر خواہاں اسلام جمع ہیں۔ جو اس سر دی میں دور دور سے اسی لیے تشریف لائے ہیں کہ اپنی نصیب قوم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ افسوس ہو کہ اس عظیم غفر کی سعی شکوہ نہ ہو۔ مگر یوں کہو کہ ابھی تک سچ کا اسلوب ٹھیک نہیں ٹھیک۔ ایک بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ لکھنؤ اور پٹنہ پٹنہ اور آگرہ جی ان سب کو تو رکھا جائے بالائے طاق۔ اور کانفرنس کا نا تو ہو ویدیز اینڈ نوڈر کانفرنس کے اجلاس کی ترتیب اس طور پر ہو کہ پانوش اور ضلع ایک دوسرے سے متیز ہو سکے ہر ضلع کے رئیس و رئیس ایک تحریری فہرست داخل کریں کہ آئندہ سال کے لیے کون کام

۱۰ حالات زمانہ سابق کے تحقیق کرنے والے ۱۱ سر دی ٹوپی ۱۲ سست ۱۳ لکھنؤ دینا ۱۴ بیچ دینا ۱۵ نصائح و بلائت ۱۶ شعراء ۱۷ فعل چاہیے نہ قول ۱۸ وکلا ۱۹

وہ اپنے واسطے تجویز کرتے ہیں اور کون کون اس کام کا پیرا اٹھاتا ہے پھر دوسرے برس جب کانفرنس جمع ہو تو پچھلے برس کی کارروائی کا نتیجہ دکھائیں کہ کیا کچھ گئے تھے اور کیا کر کے لائے۔ اسی کی رپورٹ ہو اسی کی کیفیت اسی میں غور ہو اسی پر بحث۔ اسی طرح ہر کانفرنس میں کارروائی ہوتی ہے۔ تب تو کچھ کام چلے گا ورنہ گستاخی معاف اس کا گزنی آف کانفرنس سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ کچھ ہونے کی امید۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ ہیل برٹش انڈیا لکچر انڈیا سے باہر دور دراز ملکوں میں شہرت ہو کہ ہم اتنے مسلمان ہر برس مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اور حقیقت یہ کہ سید احمد خاں کی ذاتی کوششوں کے نتائج سے قطع نظر کروٹونل آرگنائزنگ ٹونل شاید کوئی ایسا ہی قس القلوبنا احسان منہ الحق دشمن اسلام مسلمان ہوگا جو سید احمد خاں کا منہ چاہتا ہو مگر سید احمد خاں مسلمانوں کے فلاح میں مجھ کو تھوڑا سا کلام بھی ہے، مسلمانوں کے خیر خواہ ہونے سے امارٹل تو نہیں ہو گئے۔ ہم نے ان کے جیتے جی کون سے قلعے فتح کر لیے کہ ان کے مرنے سے اس کھیل کے جھنڈ ہو جانے کا خوف نہ کیا جاوے۔ جیسا حال کانفرنس کا ہے۔ اس سے بدتر بہت بدتر نہایت بدتر علی گڑھ کالج کا تھا۔ جس وقت سید احمد خاں کالج کا چندہ شروع کیا ہے سید احمد خاں کے بوزم فریڈرلینی حواریں کا تو حال معلوم نہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس نے سنائی یہی کما ع

دماغ یہودہ پخت و خیال باطل ست

اب وہی کالج ہے کہ ماشاء اللہ اس کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے۔ کالج پر قیاس کیے میں کہتا ہوں کہ اس کانفرنس میں بھی کچھ بھید ہے اور یہ بھی کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ لائے گا پر لائے گا اور تعلیم کی دنیا میں ایک پورٹو گا سگر کون کھ سکتا ہے کہ اُس وقت تک سید احمد خاں کا ہاتھ بھی اُس کے سر پر ہو گا یا نہیں۔ کالج تو ایک پتی پتی رُسوئی تھی سید محمود جٹ سکرٹری بن کر پروسنے میں باوا کا ہاتھ جوڑے کو اکھڑے ہوئے۔ کانفرنس میں رُسوئی کے بچے اور پروسنے اور جینے کا کیا مذکور ہے۔

لے کانفرنس کی سہمی ۱۲ تمام ہندوستان ۱۲ لے کچھ نہیں یا کچھ نہیں کے قریب ۱۲ لے غیر فانی ۱۲ لے طاقت ۱۲

ابھی چوکے کی گوبری تک بھی نہیں دی گئی۔ پس سید احمد خاں کو مدد کی بڑی ضرورت تو کانفرنس میں ہو۔ کانفرنس تو ایسی چیز ہو کہ اگر اس کی کارروائی ٹھیک طور پر ہو تو کالج و کمار یونیورسٹیوں کو بلکہ گورنمنٹ کے ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کو ڈکٹیشن کرے مگر لوگوں نے ابھی کانفرنس کی ماہیت کو نہیں سمجھا حقیقتہً الحال تو نہیں ہو مگر کہنے میں اسی طرح آتا ہو کہ خداے تعالیٰ آدمی کو پیدا کر کے فارغ ہو جاتا ہو۔ یعنی اُس پروردگار نے آدمی کو اس طور کا بنایا کہ اُس میں چند قوتیں ودیعت رکھ دیں اور اُس کو پورا اختیار دیا کہ ان قوتوں کو کام میں لاکر ترقی کرے۔ اس وقت تک کسی پرنکشت نہیں ہوا کہ آدمی کسی حد تک ترقی کر سکتا ہو۔ قطعہ

از ملائک سرشتہ ذر جیواں
ورود سوسے آں شود بہ انزال

آدمی زادہ طرفہ معجز نیست
گر کف میل این شود کم آیین

بہر کیف ترقی و ترقی دنیا کے اعتبار سے ہو یا دین کے۔ انسان کی اپنی ہی کوشش یا غفلت کا نتیجہ ہو۔ اور یہ بات مسلمات بلکہ یقینیات سے ہو کہ جن قوتوں کے ذریعے سے انسان ترقی کر سکتا ہو ان کو فطرۃً تعلیم و تربیت کہہ سکتی ہو۔ پس خدا میں وہ نسبت ہو گی جیسے ایک مصور نے خاکہ بنا دیا اور دوسرے نے اُس میں خال و خط پیدا کیا۔ لوگ پلک نکالی۔ رنگ و روغن بھرا۔ لباس پہنایا۔ آئینہ چو کھٹا لگا گیا۔ تو جو لوگ اپنے اپنا سے جنس کو تعلیم دینا چاہتے ہیں گویا ان اغراض کی تکمیل کرتے ہیں جن کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہو کانفرنس کو اُس کی ٹرڈ لائن میں دیکھنے کا یہ طریقہ ہو جو میں نے عرض کیا۔ اب نو ماہ کہ اتنے بڑے کام کے سر انجام کے لئے کیا اہتمام کیا گیا ہو اور کیا اہتمام کرنا چاہئے گئی برس سے اس کا بھی غل مچ رہا ہو کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن کو عام تعلیم کے پروگرام میں شامل کرنا ضرور ہو اور ٹیکنیکل ایجوکیشن عام تعلیم کے پروگرام میں شامل ہوئی تو خواہی خواہی کانفرنس کے پروگرام میں بھی اس کو لینا ہو گا لیکن میں بوجہ چند در چند اس کا سخت مخالف ہوں میں تو سرے سے کانفرنس کی ضرورت کی توسیع ہی کو پسند

۱۵ سرشتہ تعلیم کا محکمہ ۱۶ راہ تاملے ۱۷ ترقی ۱۸

۱۹ حالت اصلی ۲۰ تعلیم علی ۲۱

انہیں کرتا طلب الکلی قوت الکلی دوسرے ٹیکنیکل ایجوکیشن ہو کیا چیز عمل بالید جس کو فلسفہ اور
 اخلاق کی کتابوں میں حکمت عملی سے تعبیر کیا ہو سوا ظاہریات ہو کہ بدون علم کے عمل ہو نہیں سکتا یہ جو لوگ
 مثلاً کلیں ایجاد کرتے ہیں اولاً ان کے اصول کے مطابق جو ان کو پہلے سے معلوم ہیں ایک منصوبہ سوچتے
 ہیں۔ پھر اُس کو بنا کر چلا کر دیکھتے ہیں اور جو کورس سرہ جاتی ہو غور کر کے اُس کی اصلاح اور تکمیل کرتے ہیں
 تب کہیں جا کر کام بنتا ہو۔ یہاں سرے سے علم ہی ندارد ہی ع

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گیا یاں سے

منصوبہ سوچیں کیا خاک اور عمل میں لائیں کیا اپنا سر۔ بدون علم کے ٹیکنیکل لائن میں صرف نقلی
 ہو سکتی ہو۔ اور اس سے کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں۔ ورنہ ہر ایک کل میں جتنے لو ہاڑ بھی قلی ضرور کام
 کرتے ہیں سب انجینیر ہو جا یا کریں اور ایسا نہ ہو ا ہی نہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہو بدون سائنس کے ٹیکنیکل
 انسٹرکشن کچھ کام نہیں آسکتی۔ اور سائنس ہی وہ چیز ہو جس سے ہماری قوم کے کیا جو ان کیا بڑے
 کوسوں بھاگتے ہیں ہم مسلمانوں کی دنیوی مشکلات دیکھ کر بعض وقت بڑا ہی ترس آتا ہو کہ یا آئی یہ کیا
 اور کیا ہو گئے اور پھر بھی کبھی کچھ نہیں گئے۔ زمانے کا رنگ ان کی نادانی اور بے سامانی یہ سب خیالات
 ہجوم کرتے ہیں تو اندر سے جی مٹیچا چلا جاتا ہو اور ہر چند دفع کہ وہ چار طرف سے یہی آواز آتی ہو ع

ایسے ڈوبے کہیں اُچھلتے ہیں

یہ نہیں کہ ان کی درستی کی تدبیریں نہیں ہیں اور ٹیکنیکل بھی ہیں مگر جو کہ ان ہی کے کرتے کی ہیں
 قریب قریب انپائبل کے ہیں جن کے سمجھائے دنیا نہ سمجھا لی جاے۔ اُن کو دین و مذہب کی
 ذمہ داریاں یاد دلا نا وہی شل ہو کر مرنے کو مارے شاہ مدار شعہ

مفلس کہ اُس غریب کی دنیا نہیں درست	مشکل کہ اُس کے ہاتھ سے ہو کار دین درست
------------------------------------	--

لیکن اس سے کہ ہم ذمہ داری کا خیال نہ کریں وہ ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے ہم کو بھگتنے
 ہوں گے تجھیں یا نہ تجھیں۔ سوچیں یا نہ سوچیں۔ اس کا رخانہ دنیا میں یہ نہیں کہ ہم کو اختیار نہیں ہو مگر گویا

لے کل کے دیو ہونے کا نتیجہ کہ کل فوت ہو ۱۲ تعلیم حرفت و صنعت ۱۲ علی ۱۲ ۱۲ نامکن ۱۲۔

کہ نہیں ہو تو جو باتیں ہمارے اختیار سے خارج ہیں۔ انتظامِ الٰہی کے مطابق اپنے وقت پر ہو کر رہیں گی ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ مثلاً یہ تو بے شک ہمارے اختیار میں ہو کہ موت کا خیال دل میں نہ آنے دیں اور نہیں آنے دیتے اور آنے دیتے تو دنیا کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا۔ مگر ہمارے خیال نہ کرنے سے موت تو سرے نہیں ملتی۔ وہ ایسے دبے پاؤں چلی آ رہی ہو کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ اُس کے کتنے پاس آ پھونچی ہو۔ اور کس وقت کس جگہ کس حالت میں اُس کا ٹیٹو ادا ہائے گی وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ هِيَ دُنْيَا اَو دِينَ کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے اللہ جلّ شانہ فرماتا ہوتا ہے اَعْرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَلَيْنَ اَنْ يَحْمِلَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا اِن ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ خدا کی طرف سے فرمان یَعْرِضْ لَكَ اللّٰهُ مَا لَقَدْنَا مِنْ دُٰنِكَ وَمَا نَاْخِرٌ وَاَيُّكُمْ نَعْمَتُهُ عَلَيْكَ وَيَخَذُّ بِكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا وَيَنْصُرُكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَظِيْمًا بل چکا تھا سگر ساری عمر وہ غافلانہ ہنسی جس کو مقدمہ کہتے ہیں اور جس کی شان میں تُمِيْتُ الْقُلُوْبُ آیا ہو ہنسے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ہمہ وقت سوچ میں رہتے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اِن ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے صحابہ کرام کے یہ مقولے بروایت صحیحہ ہم تک پہنچے ہیں کہ ایک کہتے تھے کہ امی کاش میں پتھر ہوتا۔ دوسرے آرزو کرتے تھے کہ گھاس ہو تا جانوروں نے چرا اور لیہ اور گنی اور گوبر کر کے نکال پھینکا۔ اِن ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کی اعتبار سے کسی نے انسان کے حق میں کہا ہو مُسْلِكِيْنَ اَبْنِ دَمٍ اَيُّ مُسْلِكِيْنَ دُمِجَ بِغَيْرِ مُسْلِكِيْنَ اِن ہی دین و دنیا کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے

ایکسی شخص کو نہیں کہ کہاں مرے گا ۱۲۔ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور ہماروں پر پیش کیا انھوں نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اُس کو اٹھایا وہ بڑبھگا اور نادان ہو ۱۳۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلے کچھ گناہ معاف کرے اور تمہارا پیغمبر نبی کریم اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو غالب فتح مند بنائے ۱۴۔ دل کو ماری دیتا ہو ۱۵۔ اسی طرح آدمی پڑ مسکین جس کو یہ چھری حلال کیا گیا ہو ۱۶۔

شاعر کتا ہو

پیمانہ ہو کے آتا کسی بادہ کش کے کام

آدم ہنایے کیوں میری ٹٹی خراب کی

ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے لوگوں نے جوگ اور سنیاس اور رہبانیت کے طریقے اختیار کیئے اگرچہ اس طریقے کو اسلام نے جائز نہیں رکھا اور بجا جائز نہیں رکھا لیکن اس سے اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا و دین کی ذمہ داریوں کو اچھی طرح جانچا اور تو لا ان میں بہترے ایسے بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنے میں اس جوڑی کے ہلانے کے کی فطرت نہ پا کر اس ریاضت سے جان چرائی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رہبانیت کے طریقے میں مشقت زیادہ ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میں نے آزمایا نہیں اور خدا نہ کرے کہ کوئی بھلا آدمی آزمائے مگر کتنا ہو کتا ہوں نہ دراز ہے باروں میں پڑھا ہے کہ شراب کا نہ پینا چاہیے مشکل نہیں جتنا کہ پینا اور اس میں اعتدال کا لحاظ رکھنا۔ غور سے دیکھا جائے تو رہبانیت بڑے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس میں قانون قدرت کی صریح مخالفت ہو اور وہ کسی طرح چل نہیں سکتی قطعہ

ایم ذوق کرے گا کوئی دنیا کیا ترک

دُنیا ہو بُری بلا ارے کیسا ترک

مکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا

جب تک نہ کرے آپ سے دنیا ترک

اور شاید باحتمال ضعیف کسی گرا خزان راہب کا کچھ کمال کر چلی بھی تو لازم آتا ہے کہ الباطل حکمت آئی کیا غیب فرمایا ہو دل و نسا لَجَعَلْنَا مَمَلِكَةً فِي الْاَرْضِ يَحْيِيُونَ پس یہ شرط عبودیت نہیں اور ہونی چاہیے بھی نہیں کہ ہم کو بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں تھوڑا بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں فرشتے۔ بلکہ جیسا آدمی بنایا ہو اسی آدمیت کی شان میں رہنا ہی عبودیت ہے۔ اگرچہ اسلام نے رہبانیت کے مٹانے میں کمی نہیں کی اور ربانی اسلام نے با واز بلند پکار دیا کہ لَا دَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِمْلَاكِم۔ مگر انسان کچھ اس طرح کا مخلوق ضعیف اور ضعیف لقیں اور متزلزل ہے کہ وہ درجہ توسط و اعتدال پر قائم رہے نہیں سکتا۔

نہ اور اگرچہ تھوڑے آدمی ہیں جو دہشتہ بنادیتے جو دہشتہ بنادیتے ہیں پناہ دیتے ہیں انہی کو اسلام میں گناہ سنیاس نہیں

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

بسکہ دشوار ہی ہر کام کا آسان ہونا

اب عموماً دو قسم کے مسلمان پائے جاتے ہیں یا رہبانیت لیئے ہوئے جو زاہد اور تارک الدنیا ہو تو کیا سکتے ہیں مگر دنیا اور دنیا ناچا ہے ہیں اور یہ ہمارے زمانے کے علماء اور مشائخ اور اُن کے شاگرد اور مرید ہیں اُن کی تعلیم کا حاصل ہی دنیا سے گریز دنیا سے نفرت یعنی وہی رہبانیت۔ دوسرے وہ ہیں اور یہ پہلے گروہ سے شمار میں بہت زیادہ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ پیغمبر صاحب سے فرماتا ہے فَاعْرِضْ عَنْهُمْ قَوْلِي عَنْ ذِكْرِ نَاوَلَكُمُ الْيَوْمَ الْأَحْيَا وَالْأَمْوَالَ ذَلِكُمْ فِيمَا لَكُمْ بِأَسْمَاءِ الَّذِينَ هُمْ مِنَ الْعَالَمِ جُوهَايَ ذَكَرَ سَ رُوگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُس کو اور کچھ درکار نہ ہو ایسے لوگوں کو منجھمت لگاؤ اِن کے علم کی رسائی نہیں تاکہ ہو میرا خیال یہ ہے کہ مذہب انسان کے کانسیٹیوٹن میں داخل ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تاہم میں بڑے زور سے آپ صاحبوں کو مذہب کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس لیئے کہ تعلیم کسی ہی مکمل کیوں نہ ہو مائٹرنک کے بدون کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور مائٹرنک دون مذہب کے درست نہیں ہو سکتے۔ بیشک سوسائٹی کو مائٹرنک کے فارغین میں غل غلطی ہو لیکن جو مائٹرنک صرف سوسائٹی کے اِنفلوئنس پر مبنی ہوں راسخ نہیں ہو سکتے گمشدہ اَلْعَبَاوَاتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَبَاوَاتِ اگر دین و مذہب سے الگ رہ کر لوگوں کو تعلیم دی جائے تو میرے نزدیک اس کی ایسی مثال ہوگی کہ چُلبُلبے اور شریر لڑکے کو راجز رکھا جا تو کھیلنے کے لیئے بچہ ادیا جائے وہ ضرور اپنا ہاتھ کاٹ کر رہے گا۔ اگرچہ تعلیم کا انورج تھوڑا ہو مگر اب بھی ایسی مثالیں بہت ہیں کہ کالج یا اسکول سے نکل کر لوگ اَفْرَلَا فِی میں تعلیم سے راحت کی جگہ طرح طرح کی ایذائیں پاتے ہیں اور اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ مائٹرنک کی خبر گیری نہیں کی گئی۔ بیشک مذہب میں ایسی بھی بہت سی باتیں ہیں جن کو تمدن سے کچھ علاقہ نہیں۔ لیکن واقع میں مذہب اور خاص کر مذہب اسلام ایسا جامع دستور العمل ہے کہ کسی حالت کا آدمی ہو مرد اور عورت عالم درجہ جلیل تو ہو یا غفلت مند تن درست اور بیمار تقیم اور مسافر حاکم اور محکوم لاولد اور صاحب لاولد

۱۷ ساختہ ۱۷۱۲ اخلاق ۱۲۵۵ جماد ۱۲۵۵ دہاؤ ۱۲۵۵ اس کی مثال کٹڑی کی سی ہے جس نے ایک گھونٹا یا دو گھونٹ

میں سب سے زیادہ بودا گھر کٹڑی کا ہے ۱۲۵۵ اور ۱۲۵۵ ۱۲۵۵ زندگی بالعدہ ۱۲۵۵۔

نہ ملتا۔ نہیں نہیں نماز رومے کے علاوہ ایک اور ضروری مطلب ان کے پیش ہندا خطا تھا جس کے لئے وہ سخت سخت مشتعل اٹھاتے جس کے لئے وہ جان تک کے خرچ کر دینے میں مضائقہ نہ کرتے اور جس کے لئے مجبوری وہ نماز کو بھی قضا کر دیتے وہ کیا مطلب تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ یا ملک گیری یا اعلا کلمۃ اللہ یا طلب دنیا جن نظروں سے چاہو تعبیر کر لو۔ مگر طلب دنیا اس مذموم پیر اسے یہ نہیں جو ہم اختیار کر رکھا ہو عاقبت کو تباہ دین کو برباد کر کے غرض اعلا کلمۃ اللہ کی وہ ایک شان تھی۔ جس کی بناء ضرورت اور دُاس کا موقع و محل۔ مگر کلمۃ اللہ ویسا ہی محتاج اعلا ہے بلکہ مع شیئی نامیہ جیسا پہلے تھا۔ ہاں اُس شان سابق کو بدل دینا ہو گا۔ اس واسطے کہ خدانے اپنی شان بدل دی۔ اَللّٰهُ یَوْمَ یُھُوۡیُ الشَّانِ ہم کو اعلا کلمۃ اللہ کے لئے جو شان اختیار کرنی ہو گی یہ کہ صمیم قلب سے امپرس و کموری لاکھ کی وفادار رہنا یا رخص کر۔ دنیوی عزت اور دولت کے پیچھے نہ ہونا نہ ہونا پڑیں۔ اور کامپنیشن میں کسی کچھ نہ رہیں اور یہ بدولت اس کے ہونا نہیں کہ جو چھڑ سکتے ہیں جی لگا کر چڑھیں۔ کیا انگریزی زبان اور انگریزی سائنس۔ اور ہر خود نہیں ٹہرے دوسروں کو خرچ دیں اور چڑھوائیں۔ اسلام کے سبھی راز و گولڈن ہیں خاص کر اَللّٰھُمَّ اَلۡحَمۡکَ بِالۡاٰیٰتِ کے وہی نظروں میں دنیا اور دین اور شریعت اور طریقت اور ظاہر و باطن سب کا خلاصہ موجود ہے جناب پیغمبر خدا صلعم کے خصائص میں سے جو اجماع الکلم بھی ہیں و جو اجماع الکلم کی فہمیت ہے حدیث سے پہرے اور اس کے متواتر ہونے پر بھی اجماع ہو۔ مگر اس کے معنی کیا ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال کے حسن و قبح کا مدینت ہو اس میں اس زمانے کے مولیوں کے لئے بڑی بکار آمد ہدایت ہو۔ یہ لوگ ظاہر پر بڑا زور دیتے ہیں جس سے عوام ہی کو مقصود بالذات سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ حدیث اَللّٰھُمَّ اَلۡحَمۡکَ بِالۡاٰیٰتِ پکار رہی ہو کہ نیت پر زور دینا چاہیے۔ ایک دعوے اپنے مستمعین کو مثلاً ہدایت کرتا ہو کہ یا ہمارے بھائی سے اونچا رکھو مگر اس کی ہم نہیں سمجھتا کہ عرب کے لوگ شیخی کے لئے اترانے کے طور پر انداز کو لگاتے تھے پس اس مخالفت سے حقیقت میں مقصود یہ تھا کہ لوگ شیخی نہ ماریں اترائیں نہیں اونچا پا جائے تو بجائے

لے ہر روز اس کی ایک نئی شان ہو ۱۲۷۵ ہجری کی گھوڑ دور ۱۲۷۵ عہدہ اصول ۱۲۷۵ ہجری اعمال نیت پر ہو ۱۲۷۵۔

خود اگر کوئی شخص گھنٹا پہن کر بھی اترائے تو عند الشارح ویسا ہی بغوض ہو جیسے مُسْبِلُ الْاِزَار۔ تو جس واسطے صرف نیچا پا جامہ پہنتے سے منع کیا اور لم نہ بتائی اُس نے نہ درخت کی توختر نہ لی تپوں کے کاٹنے کے پیچھے پڑ گیا اسی طرح اس زمانے میں کفر جھٹول اور سنگھڑول۔ اور مولیوں اور گاہروں سے زیادہ مستاہو اگر تَمَّا الْاَعْمَالُ بِالْاَلْبَانِ کا خیال رہے تو مولیوں کو ناحق کے درد سے بڑی نجات ملے۔ شعر

براستہ مانہ میخانہ گر سر سے بینی | مرز بیایے کہ معلوم نیست نیت او

ہمارے انگریزی خواں ایک خاص شکل میں مبتلا ہیں کہ لوگ انگریزی کی طرف سے بدگمان تو ہیں ہی بڑی طرح ان نوجوان لڑکوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسان کی زندگی کو مختصر ہو مگر اُس کے بھی حصے ہیں بچپن ہی جوانی ہو بڑھاپا ہو کسی کی ساری زندگی ایک طرح پر نہیں گزرتی۔ ہر ایک وقت اور ہر ایک رنگ شعر

یہ عمر اور عشق بت آزرده جائے شرم | حضرت یہ باتیں بھتی ہیں عند شباب میں

ایک لڑکا توج کھیل کے پیچھے دیوانہ ہو۔ ایک وقت آنے والا ہو کہ وہ خود کھیل کود سے نفرت اور اپنے بیہودہ خیالات پر اپنے تئیں ملاست کرے گا جس طرح بچپن کی باتیں جوانی میں حقیر اور ذلیل معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جوانی کی حرکتیں بڑھاپے میں مکروہ ہو جاتی ہیں اور کیا عجب ہو کہ مرے پیچھے تمام زندگی بے صرفہ و لا حاصل دکھائی دے۔ شعر

واسے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا | خواب تھا ہو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

تو میرے کہنے کی غرض یہ ہو کہ مذہبی خیالات اور تمکین و وقار کے واسطے بھی عمر کا ایک وقت ہی کم سے کم یہ جو مجھ پر نذر رہا ہو۔ بلکہ میں تو تھوڑے دنوں اور بھی جوانانہ مزاج رکھنا چاہتا ہوں۔ ح

بیرے کہ دم ز عشق ز ندیس غنیت مست

واقع میں مذہبی خیالات اور تمکین و وقار کا وقت مناسب وہ ہو جو ہمارے سرسید کا ہو۔ غایت درجے کی بے رحمی اور بے انصافی ہو کہ ہمارے نوجوان انگریزی خوانوں سے اس طرز زندگی کی توقع بھی

لے نیچے ازار پہننے والا۔

جاوے جو ازالِ العمر کے لئے شایاں ہو وہ کچھ دیر کے بعد ازلِ العمر کیلئے کچھ دیر کے بعد ازلِ العمر کے لئے شایاں ہو

اَسْتَبْرَافَ عَجَبًا هُمَا اَبَدُ مَن يَخُ

اَسْتَبْرَافَ عَجَبًا هُمَا اَبَدُ مَن يَخُ

میں مانتا ہوں کہ ان لوگوں سے بقائے عمر کچھ بے تمیز یاں سرزد ہوتی ہوں گی اور اس عمر میں سبھی سے ہوا کرتی ہیں شاید کسی کو شانِ دار طور پر رہنے کا شوق ہو اور وہ ہر چیز کا کٹھن پسند کر لے اور اُس کے بزرگ اُس کو نفی و سبھ کر بڑبڑاتے ہوں۔ یا شاید کوئی کھلنڈرا ہو یا کوئی نماز میں حاضر ہونے سے الگستاہ ہو یا شاید بے وضو بھی ہو یا شاید کوئی بک صاحب کے خوف سے قرآن پڑھتا ہو اور غلطے لگتا ہو یہ باتیں بیشک نازیبا ہیں مگر میرے لئے شاید اور سرسید کے لئے یقیناً۔ لیکن کوئی سرسید سے پوچھے کہ کیا آپ نے اس عمر میں ایسی باتیں نہیں کیں۔ فرور کیں۔ اور ان سے بہت زیادہ کیں۔ لیکن اسی قسم کی باتوں سے انگریزی بدنام ہو اور کہا جاتا ہو کہ انگریزی لوگوں کو کرٹان یا لاندہ باندیتی ہو مگر ان ہی کے ہم عمر جوڑے نہیں پڑھتے یا پڑھتے ہیں مگر انگریزی نہیں پڑھتے۔ ہم نے تو کسی کو اشراق و تہجد پڑھتے یا پاسِ الفاس کتے نہ دیکھا نہ سنا۔ اگر شاہِ و نادر کوئی انگریزی خواں حدِ عمر سے زیادہ بگڑا ہو تو یہ اُس کی اپنی طبیعت کا کھوٹ ہو جو انگریزی نہ پڑھنے کی صورت میں کسی دوسری قبیح ترین شکل سے ظاہر ہوتا شعر

اگر رنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

اگر رنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

اس شخص نے اگر کالج میں رھ کر کوٹ سینٹون پہنچا تو تھارے نزدیک داخل بدو ضعی ہو تو تھارے ہاں رھ کر کنگی دار یا جامہ پہنتا اور چھپلا بنتا۔ اس نے اگر کالج میں رھ کر کرٹ کھیلنا سیکھا تو تھارے ہاں رھ کر گویا کھیلتا پینگ اڑاتا یا بیس رٹاتا۔ اگر کالج میں رھ کر اس کے مزاج میں یہ آزادی سمائی کہ جب کسی بات میں اشتباہ ہوا گو وہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو بے تامل لوگوں پر ظاہر کر دے یا تو تھارے ہاں رھ کر وہ لفاق سیکھتا اور اپنے تئیں معصوم اور ولی مادرِ ظاہر کرتا۔ مگر شہمہ جو تھارے نزدیک اہل الزام کی چیز ہے اس کا دل میں نہ آنے دینا تو اس کے اختیار میں نہ تھا۔ ماوشما کس شمار میں ہیں اللہ تعالیٰ پیغمبرِ صاحبِ فرما ہو

لے اور تم میں سے کوئی کوئی ذلیل ترین عمر کی طرف ٹوٹا یا جاتا ہو تاکہ جان بوجھ کر کچھ نہ جانے لے وہ عجیب چیزیں ہیں جن میں اتنی

بھی گرمی نہیں جتنی برف میں۔ بوڑھا جو بڑ کا بنتا چاہے اور بڑ کا جو بڑ کا بنتا چاہے ۱۷ سہ قیدی ۱۷۔

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يُهْرُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ غَرْضًا هُمْ
 بے اصل ہو کہ انگریزی تعلیم لاند ہی سکھاتی ہو اگر واقع میں انگریزی تعلیم لاند ہی سکھاتی ہو جس کا دوسرا نام اسلام ہی
 یَقْصُصُهُمْ عَنْهُمْ وَأَصْحَابُ الْأَعْلَالِ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ هُمْ تَوَالِيسَا اسلام رکھتے ہیں یَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ یَقْتُلُونَ
 ہو تو ہم غازی ہیں اور یَقْتُلُونَ ہو تو ہم شہید لیکن جن کا اسلام صرف یَقْتُلُونَ ہو اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں
 وہ دن گئے کہ خلیل خان فاختہ مارا کرتے تھے۔ اب تو ہندوستان میں بلکہ مجھے تو ایسا سامان نظر نہ آتا ہو کہ
 مکے مدینے کی تو کمی نہیں جتنی شاید روئے زمین پر بدون انگریزی تعلیم کے اسلام رہ نہیں سکتا۔
 رہنے سے مراد عزت اور آبرو کے ساتھ رہنا ہو ورنہ محتاج اور ذلیل و خوار ہو کر رہنا ہو ضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ
 الْمُسَكَّنَةُ وَبِأَنَّهُ يَغْضَبُ مِنَ اللَّهِ تَوَالِيسَا اُس دن کے لیے سب مسلمانوں کو موت دے میں اگر بدعت
 ہوں تو مجھ کو عقیدہ بدکا وبال بھگتنے دو۔ مگر مجھ تو سہی تم کو بدعتیہ کرنے میں مجھ کو ذکر رکعت کا ثواب ملے گا
 بخدا صرف اخوت اسلامی اور ہم دردی قومی کے خیال سے جو سید احمد خاں کے منہ دیکھے سے تھوڑی
 دیر کے لیے دل میں آجاتا ہو۔ ایک صلاح کی بات بتاتا ہوں اور میرے نزدیک اس میں کسی طرح کی قباحت
 نہیں اور فرض کیا کہ جو بھی تَوَالِيسَا ذَاتُ نَبِيٍّ الْمُحْطَوَاتِ انگریزی تعلیم کے لیے روپیہ خرچ کرو اور یہ
 سمجھو کہ مسلمانوں کی دنیوی حالت درست کرتے ہیں تاکہ خدا کا بول بالا اور اسلام کی عزت ہو میں قرآن
 اور حدیث کی سند سے کہتا ہوں کہ مراطی فی سبیل اللہ کا سا اجر ملے گا کیوں کہ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ
 لیکن ایمان ٹھکانے ہو تو نیت بھی درست ہو یہاں نفس ایمان ہی میں کلام ہو اگرچہ کسی دوسرے کے
 ایمان پر اطلاع نہیں ہو سکتی مگر اپنے اوپر قیاس کر کے یا لوگوں کے اعمال ظاہری سے پتہ
 چل سکتا ہو۔

۱۷۰۰ھ میں جو تمہارے اچر کتاب اُنماری ہو اگر تم کو اُس میں کچھ شک ہو تو جو کتابیں تم سے پہلے اُنماری ہیں اُن کے پڑھنے
 والوں سے پوچھو ۱۷۰۰ھ اُن کے بوجھ اور تہذیب جو اُن پر تھیں ہلکی کر تا ہو ۱۷۰۰ھ لوگوں کو مارتے ہیں اور آپ بھی مارے
 جاتے ہیں ۱۷۰۰ھ ذلت اور محتاجی اُن پر لازم کر دی گئی ہو اور اللہ کے غصے کے مستوجب ہوئے ۱۷۰۰ھ ضرورتیں ممنوعات کو مباح
 کر دیتی ہیں ۱۷۰۰ھ اعمال کی بھلائی بڑی نیت پر موقوف ہو۔

وَمَهْمَاتِكُنَّ عِنْدَ امْرَأَةٍ مِنْ خَلْقِهِ

تو میں اپنے اوپر قیاس کر کے کھسکتا ہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اس واسطے کہ مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے مسلمانوں کا سامان رکھا گیا لیکن اس کا ش اس قدر مسلمان ہونے کے لئے کفایت کرتا خدا نے اپنے کلام پاک میں کہی جگہ مسلمان کی شناخت بتائی ہو ان میں سے ایک مختصر سی آیت پڑھتا ہوں۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ اَوْ جَاهِلًا وَّ اِيْمَانًا لِّهٖ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ لِيْكَ هُمْ الصّٰدِقُوْنَ اِس آیت جس میں وہی باتیں ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کرنا۔ اُوں تھوڑی دیر کے لئے دیکھیں کہ ہم ان دونوں شرطوں کو کہاں تک پورا کرتے ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ کے نہ لفظ مشکل ہیں اور نہ کچھ معنی دقیق میں ملتے ہیں لہذا اور رسول پر ایمان لانا یعنی خدا کا صحیح صفات یقین کرنا اور رسول کو سمجھنا کہ واقع میں اُن کو خدا نے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا رکھا تھا لیکن یقین ہی کی تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہو۔ بے شک ہم کو لوگ کے جیلانے کا یقین ہم کو اس کا یقین ہو جس کو تیرا نہیں آتا وہ دوباؤ پانی میں ڈوب جائے گا ہم کو اس کا یقین ہو مثلاً دلی جرم قطعاً جب کی لاٹ ہو اُس کی چوٹی سے آدمی پختے فرش پر گرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ باتیں ہمارے مومنین سے اقرار کرنے کی محتاج نہیں۔ ہمارا برتاؤ ہمارا عمل درآمد ہمارے یقین کا ثبوت ہی کہتے ہیں جو قصد آگ میں جا کر جان دیتے کتنے پانی میں ڈوب کر مرتے کتنے اوپر سے گر کر ہلاک ہوتے اب اس یقین کا مقابلہ کرو اُس صرف زبانی یقین کے ساتھ کہ خدا ہو اور اُس سے ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی خیال مخفی نہیں یَعْلَمُ خَائِضَاتِ الْعَمِيْنِ وَمَا تَخْفِي الصُّدُوْرُ نیکو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہو۔ اُس کی رضا مندی فوز و فلاح ہو اور اُس کی نارضا مندی ابدی عذاب و ہلاکت ذرا انصاف سے کہو کہ دونوں یقینوں میں کچھ بھی مناسبت ہو۔ شیطان نے ایک نافرمانی کی تھی

۱۵ اور جو کئی اپنی ناشائستہ عادت کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہو وہ اپنے پندار میں لوگوں سے چھپاتا ہو مگر لوگ سے بخوبی جان چاہے۔

سہ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر اگر کسی نے شک نہ کیا اور مال اور جان اللہ کے رستے میں پیش

ابلا آباد تک راندہ گیا۔ ہم ہیں کہ صبح سے اگلی صبح تک ناغرا میوں ہی میں گزرتی ہو اور ایمان ہو کہ

ہوں و نمود حضرت بی بی تمیز

اس میں کسی طرح کا ضعف یا غفل نہیں آتا بہت ہی ٹھیک فرمایا ہو دُکُو یُوْخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا
کَسَبُوا اَمَّا تَرَكَ عَلٰی ظَنُّهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلٰکِنْ یُّخَوِّضُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاِذَا اَجَلُهُمْ
فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ یَعْبَادُہٗ بِصِیْرَۃٍ پھر جس آیت کا میں ذکر کر رہا ہوں یعنی اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ اُس میں
ایک غضب کی قید شے کہ یُوْخِذُ اُنْکِ لگی ہو یعنی اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی طرح کا شک
نہ کیا اس نے تو اب بھی رہی سہی اُس توڑ دی یہی مضمون دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں بھی آیا
ہُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْہَمُوْا یہ استقامت کا مرحلہ بڑا مشکل مرحلہ ہو لیکن عیسیٰ
خداست مشکل ہو ویسا ہی بڑا بھاری صلہ بھی ہو تَنْزُوْلٌ عَلَیْکُمْ السَّلٰوٰۃُ اَلَا تَحٰۤیَۃٌ وَّ لَا تَحْزٰنٌ وَّ لَا
اَبْسَۃٌ وَّ لَا یَحْزٰنٌ اَلَّذِیْ کُنْتُمْ تُعٰدُوْنَ اَنْتُمْ اَوَّلِیَۃٌ کُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ وَاَنْتُمْ فِیْہَا مٰمًا
کُنْتُمْ فِیْہَا اَنْفُسُکُمْ وَاَنْتُمْ فِیْہَا مٰمًا تَدْعُوْنَ نُوْکًا مِنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ مجھے بڑا خوف ہے کہ تم نے میرا کُودا
ہم لوگوں کے حق میں جو اَنْلَاۤمِیْنُکُمْ و یُوْزِرُکُمْتے ہیں بڑا کڑا تازیانہ ہو کیوں کہ ہم ہی لوگ مذہب میں
عقل کو بہت دخل دیتے ہیں جس کا دوسرا نام ہوا رتیاب۔ اللہ میاں کے پسند ہو دین العجا کر نہ
دین فلاسفہ

اگر باستدلال کا ردین بدے	مفسر رازی راز دار دیں بدے
پاسے استدلالیاں چوبیس بود	پاسے چوبیس سخت بے تکلیس بود

لے لوگ جو بڑی کیا کرتے ہیں اگر اُس پر پُرکڑے کر دے زمین پر کسی جاندار کو جیتا نہ چھوڑے لیکن ایک وقت مقرر تک اُن کو
دھیل دیتا ہو جب وہ وقت آجاسے گا تو خدا ہی اپنے بندوں کے حال کا دانا اور دینا ہو گا اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ درو
مت اور دل کو اُداس مت رکھو اور جس جنت کا تم سے وعدہ تھا تم کو مبارک ہم دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے کارساز
ہیں اور جنت میں تم کو سب کچھ ملے گا جو تمہارا دل چاہے اور ملے گا جو مانگو گے خدا سے بخشنہ و مہربان کی طرف تمہاری نصیحت
ہو ۱۱۷۷ء روشن خیال ۱۲۷۷ھ مئی ۱۲ء

یہ روایت میں نے حدیث صحیح میں دیکھی ہے کہ کوئی صحابی جن کا نام مجھے اس وقت فراموش ہو گیا
 ہی غالباً اہل کتاب سے سُنی ہوئی اگلے وقتوں کی کوئی حکایت جناب رسول خدا صلعم کی مجلس میں بیان کی ہے
 تھے اُس میں کھیلہ دمنہ کی کمائیوں کی طرح کچھ گفتگو کا لٹاؤ بھڑپے کی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے گائے
 اور بھڑپے کے بولنے پر تعجب سا کیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں تو اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ
 اور عمرؓ بھی حالانکہ یہ دونوں بزرگ اُس وقت حاضر نہ تھے ایک ایمان تو وہ تھے اور ایک ایمان
 اس زمانے کے ہیں کہ بات میں شبہ لفظ لفظ میں شک۔ اور طرہ یہ کہ جو لوگ عربی عبارت کے
 پڑھنے پر قادر نہیں کلام الہی کی تفسیر بالاسے کرنے پر دلیر تاویل القول بِمَا لَا مَعْنٰی بہِ الْقَائِلِ پر جری
 آپ سب صاحبوں نے سنا ہو گا کہ پنجاب میں ایک صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا وہ بزرگ
 ابھی چند روز ہوئے دلی میں بھی تشریف لائے تھے۔ خیر وہ جو کچھ کہتے تھے سوکتے تھے اُن کی تکذیب
 مخالفت میں جو پچے نکلتے تھے اُن میں بھی جواب ترکی بہ ترکی چکرتا ہوتا تھا مگر اس تمہید سے کہ مجھ کو خدا
 کی طرف سے الامام ہوا ہے اور حضرت مرثم رات غریب خانے پر تشریف لائی تھیں کبرت کلمۃ حق پر
 مِنْ اَوْاٰہِمُمْ اَنْ یُعْمِدُوْنَ اِلَّا کَذٰبًا یہیں نتیجے فتح باب تاویل کے۔ میں تو ایسا غالی اور متعصب مسلمان
 نہیں ہوں مگر یہ یہودگی اور خدا اور انبیاء کے ساتھ تسخر و استہزاء کھکھکھ کو بھی تو حرارت آجاتی ہے یا بیش بابا
 ہم بازی۔ یہ سائے فساد اس کے ہیں کہ خدا کی قدرت کو سمجھا لیتے اور اپنی معلومات کو اگر استخوان لوگوں کے
 نزدیک خدا کو دنیا سے وہی تعلق ہے جو ایک گھڑی ساز کو گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اُس نے گھڑی کے کیل
 پُرزے بنائے۔ اِن کو ترکیب دے کر گھڑی کو لوک دیا اب گھڑی ہے۔ کہ جب تک اُس کی کوک ہے آپ
 سے آپ پڑی چل رہی ہے۔ لیکن دنیا میں جتنے لوگ خدا کو مانتے ہیں وہ اس کو بھی مانتے ہیں کہ وہ مسلسلہ
 اسباب کا پابند نہیں ورنہ کوئی خدا کو سمجھ کر بھی یاد نہ کرے۔ دن رات میں کوئی ایک لمحہ نہیں جس میں
 سینکڑوں ہزاروں لاکھوں۔ کروڑوں۔ پدموں۔ مہاسنکھوں بلکہ بے شمار دل خدا کی طرف التجا

ملے بات کہ اُس پہلو پر لے جانا جس سے کہنے والا خود راضی نہیں ۱۲۷۱ھ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بڑی بھاری بات ہے اور

صرف جھوٹ بولتے ہیں ۱۲۷۱ھ محدود ۱۲۷۱ھ جامع ۱۲۔

نہ لجاتے ہوں۔ بے شمار کائناتوں کو وہاں سے دایہ و بائیں کی اراضی و لا طائر یطیر بوجنا حیہ الا اُمم
 امثالکم اور لوہے کے من شیئ الا یتسحق بکلیہ و لکن لا تقصون تسبیحہم اور لوہے کے ایک لمحہ و دریا کا
 الا ہو۔ تو کیا یہ سارا عالم اس خیال سے خدائی طرف رجوع کرتا کہ وہ اسباب کا گورکھ و حسد اظہر کر کے
 اپنے ہاتھ کٹوا چکا ہو۔ ایسا کیا ان کے ناصر صریح غلط ہو سکتا تھا کہ ہذا اھتات عظیم بلکہ ہر فرد اسی زمان
 کے ساتھ دعا کرتا ہو کہ خدا اُس کی سنتا اور اسباب سے قطع نظر اُس کی کار براری کر سکتا ہو۔ اشعار

اچترا باہر دے راز سے دگر	ہر گدا را بر درت ناز سے دگر
تو ہی دیتا ہو مریضوں کو شفا	تو ہی کل عالم کا ہو حاجت روا
تو اُمید جان پر افسوس ہو	تو ہی تسکین دل کا ہو بس ہو
جس قدر محتاج آب و نان ہیں	سب تری سرکار کے ہمان ہیں
تو ہی برساتا ہو پانی ابر سے	نہر سے عشا کسی کے چہرے سے
تو ہی دیتا ہو درختوں کو نمو	تو ہی دیتا ہو گلوں کو رنگ بو
تو ہی کرتا ہو شجر کو بارور	تو اُگاتا ہو تو ہی برگ و ثمر
آسمان پر ہو کہ ہو زیر زمیں	ایک ذرہ تجھ سے مستغنی نہیں
پھونچتا ہو تو ہی سب کی داد کو	تو ہی سنتا ہو ہر ایک فریاد کو
بادشاہ محمود یا بندہ ایاز	سب ترے محتاج ہیں اے بے نیاز
تیرے آگے علت و اسباب کیا	تیرے یاں کیا ب کیا نایاب کیا
ہر گھڑی تیری نئی اک شان ہو	بس ہی دین اور ہی ایمان ہو

جب کل عالم کا یہ حال ہو تو کیوں نہ ایسے خیال کو انسان کے کانسٹیٹوشن میں داخل سمجھا جائے

۱۱۔ جتنی جان دار چیزیں زمین پر چلتی ہیں اور جتنے جانور پر سے اڑتے ہیں وہ بھی تمھاری طرح کی مخلوقات ہیں ۱۲۔
 ۱۳۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے پروردگار کی پاکی اور تعریف بیان نہ کرتی ہو مگر تم ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ۱۴۔

۱۵۔ تیرے پروردگار کے لشکروں کو وہی جانے ۱۶۔ سبحان المدینہ تو پرے درجے کا بہتان ہو ۱۷۔

اس سے بڑھ کر سلف کینسٹیٹڈ (دربخود غلط) کون ہوگا جو ذریعی عقل کے برتے پر مکتوت السموات
والارض کے زائیں دخل دوجیسے گولہ کے اندر کا بجنگافضاے دہر پر معرض ہو۔ یا برساتی پینکا زمانے
کے حدوث و قدم میں اسے زنی کو بے جو شخص اپنی پیدائش کے بھید کو دریافت نہیں کر سکا
جس نے نہیں سمجھا کہ درختان ثمر دار کیوں کر زرمادہ دونوں کام دیتے ہیں جو نہیں تباہ سکتا کہ ابتدائیں
مرغی بے انڈے کے پیدا ہوئی یا انڈے مرغی کے اُس کو بے مشارکت پدر عیسیٰ کے پیدا ہونے میں
چوں و چرا کرنے کا کیا حق ہو۔ یہ تمام کارخانہ کیا دنیا کیا موجودات کیا واقعات طلسم حیرت ہو اس میں ہر چیز
عجیب ہو اور کچھ عجیب نہیں جملہ مذاہب کی بنیاد ہو خدائی ہستی جس پر ایک نظریات نے ایسی بھیتی کی کہ
بس چھا گئی اندھوں کا ماتھی۔ یہ اشارہ ہوا ایک حکایت کی طرف کہ کسی بچوں میں ماتھی آیا سدا گول
اُس کے دیکھنے کو نکل پڑا۔ اندھوں نے سنا اُن کو بھی شوق ہوا۔ مگر مشکل یہ آکر پڑی کہ آنکھیں نہیں گئے
اور کسکی سوڈ ٹوٹی کسی نے دم کسی نے کان کسی نے پاؤں کسی نے پیٹ اور پھر گئے اُس کے بیان
میں اختلاف کرنے۔ وہ سب سچے تھے اپنی اپنی پندار کے مطابق مگر سب جھوٹے واقع کے اعتبار سے
غرض خدا عجیب اور باوجودیکہ ہم ظاہری اور باطنی حواس کے ذریعے سے کی ہی ہماری کائنات ہو۔

اس کو سمجھ نہیں سکتے اُس کا ماننا عجیب اور پھر خدا جیسے اُعجب العجائب کو مان کر کسی بات پر تعجب
کرنا سب سے زیادہ عجیب ہو۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہو اور میں اس پر کچھ کتب تحریر میں آؤں گے جو دیکھتے ہو
کہ ملول ہو چلے ہیں اور مجھ کو وہ آیت اِنَّمَا الْإِنْسَانُ لِرَبِّهِ الْكَافِرُ پوری کرنی ہو ہاں تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے
ثابت کر دیا ہو کہ مومن ہونے کی پہلی شرط اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَكُمْ رُتَابُكُمْ اِذَا جُمِعْتُمْ لَوَاقِعُكُمْ اب۔ اب
یہی دوسری شرط وَجَّهْ وُجُوْكَمُ الْاَقْصٰى لِدِيْنِ الْاِقْلَامِ لَدُنَّ الرَّحْمٰنِ فَذٰلِكَ مَوَاقِعُكُمْ اِذَا جُمِعْتُمْ لَوَاقِعُكُمْ اب۔ اب
یعنی کفار سے اپنے دین کی حفاظت اور حمایت کے لیے لڑنا یہ کتابی لڑائی نہیں ہے

من ترا کا فر بخوانم تو مرا تر بخوان	من ترا ملعون دانم تو مرا ناری نہیں
بلکہ وہ لڑائی جس میں گیند کی جگہ سر اور بے کے عوض تلوار ہوتی ہو۔ اگر جہاد سے اس قسم کی لڑائی مراد ہوتی تو سب سے چھوٹے والد بزرگوار کو ایسی بدتمیزی کا اتفاق ہوا اور نہ جہاد کو اور کمر بستہ کو	

خدا کے فضل سے ہوا بھی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہونے کا بھی نہیں لیکن آیت میں کچھ لڑائی کی تخصیص نہیں مطلق جاہدو۔ ہو جس کا مادہ جہاد اور اس کے معنی ہیں کوشش۔ بے شک نہ مادہ نزول قرآن میں بلکہ اس کے بعد اور دوسرے دوسرے ملکوں میں اب بھی جہاد فی سبیل اللہ کی شق متعین ہی لڑائی ہو لیکن بحث اس میں ہو کہ ہماری حالت کے مناسب جہاد کا کون سا پیلہ ہے۔ میں نے اسی مجمع میں اسی جگہ تیورس سال بھی کہا تھا اور مولوی لوگ کچھ پی سے گئے۔ کیوں کہ اپنی نسبت کفر کا کوئی فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس زمانہ کا جہاد یہی ہو کہ تعلیم میں جس سے جو کرتے بن پڑے کرے اور جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ کہ مومن اور صادق کے دوہرے دوہرے خطاب شاہنشاہ دو جہاں کی سرکار سے لے۔

وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ لیکن کون ہو جو سچے دل سے مومن کو خان پر صادق کو بہادر پر ترجیح دے۔ اور خان اور بہادر بھی سرکار انگریزی کا نہیں کہ خیر اس میں ذیوی وقعت تو ہو بلکہ ایک پٹی ٹریوٹیٹری سٹیٹ کا جس کے خزانے میں ان آٹھٹی ٹائیٹل کے سوا کچھ بھی نہیں داخل دَعْوَى أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

گیارہواں لکچر

جوانجمن حمایت اسلام لاہور کے ساتویں سالانہ جلسے پر ۱۹۵۲ء میں مقام لاہور دیا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جس لوگوں نے منطق کے ابتدائی رسالے دیکھے ہوں گے شکل اول کی یہ مولیٰ بلکہ موروثی و قیاسی مثال ضرورت کی نظر سے گزری ہوگی الْعَالَمُ مُتَغَيِّرٌ وَكُلُّ مَتَغَيِّرٍ مُتَحَادٍ وَالْعَالَمُ حَادِثٌ لہذا رشک کرنے والوں کو چاہیے کہ اس میں رشک کریں ۱۳ جلسہ چھوٹی چھوٹی خراج گزار ریاستیں ۱۷ جلسہ خالی خطاب ۱۲۔

دعالم متغیر ہو اور ہر متغیر حادثہ ہی پس عالم بھی حادثہ ہی، منطقی تو اس میں اس اعتبار سے نظر کرتے ہیں کہ شکل اول کے انتاج کے لیے ایجاب مغربی اور کلیت کبریٰ شرطی و مجب کو اس سے کچھ بحث نہیں ہے

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہی یا قدیم

میں تو صرف عالم کے تغیرات پر کچھ کنا جانتا ہوں اور تغیرات میں بھی صرف وہ تغیرات جو علمداری کے بدلنے کی وجہ سے بڑش اٹھیں یا بدلتے ہوئے ہیں پچھلی علمداریوں کو عموماً نظر حقارت سے دیکھنا پسند ہے۔ اور بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے۔ ان میں ایسے زمانے بھی ہو گزرے ہیں جن کے حالات ہنوز صحیفات تاریخ پر آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور افراد ہر رنگ آب زر سے لکھنے کے لائق رہیں گے پچھلی علمداریوں کی نسبت اسے قائم کرنے میں ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ اُس زمانے کے حالات کو موجودہ زمانے سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح کی غلطی کا پردہ اُن لوگوں کی آنکھوں پر بھی پڑا ہے جو اسلام کو اُس عورت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جس کی وہ انصافاً مستحق ہے۔ مثلاً کہتے ہیں اسلام کیا جس نے ایک مرد کو ایک دم سے چار بیویوں کی اجازت دی۔ اسلام کیا جس نے غلامی کو جائز رکھا۔ یا مثلاً کہ مسیحیوں کا (عیسائیت) کی اسلام نے اعانت کی۔ رعایت کی حمایت کی۔ ایسی کچھ جہتیں ہیں جو مسیحیوں کے عقائد اسلام کو کچھ جہتیں کا جانی دشمن ٹھہراتے ہیں۔ لیکن اسلام نے ایک مرد کو چار بیویاں کرنے کی اجازت دی لیکن کیسے وقت میں جب کہ عرب اس تعلق زنا شوائب بالکل و حشانیہ حالت میں تھا کہ مرد کے لئے بیویوں کی کوئی حد نہ تھی اس سے زیادہ دانش مندی ایسے امور میں کیا ہو سکتی تھی کہ اسلام نے اس مطلق العنانی کو پہلے چار کا اور پھر عدل کی قید لگا کر آخر کار لیک لگا پابند کیا۔ یا تحریر رقبہ کو مذہبی عبادت قرار دے کر اِنَّمَا مَنَاجِدُ وَاَمَّا فِدَاءٌ۔

(اس کے بعد احسان رکھ کر یاتا وان کے کمر چھوڑ دو) غلاموں کو آزادی کا مشرودہ سنایا۔ یا ایک طرف عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور ان کے مقابلے میں یہود بے بہودان کی الوہیت اور رسالت کو کجا جائزہ طور پر ان کی ولادت کے بھی قائل نہ تھے۔ اسلام نے ان کے روح النہ ہونے کی سدا کی اور ان کے حق میں وہ شرف تسلیم کیا جو ہمتاے ترقی بشری یعنی مغربی۔ مگر اوہ بھی حق

مسٹر شاہ دین کے حصے کا ہوا اور جوں کہ وہ ہر سڑ بھی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ پر داخلہ کے جائزہ مانہ نہ لگا بیٹھیں تو میں اپنے اصلی مطلب تغیرات عالم کی طرف عود کرتا ہوں۔

مقتضائے انصاف یہ ہے کہ ہندوستان کے اُن وقتوں کو دوسرے ملکوں کی اُن ہی وقتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ اگر سو اڑ بسواڑ اور مثلاً بٹل مقابلہ کیا جائے گا تو ہمارے یہاں کی پھلی عملداریاں کچھ ایسی زیادہ بھونڈی اور قابل نفرت نہیں دکھائی دیں گی۔

تغیرات پر نظر کرنے کے لئے ہم کو پھلی عملداریوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی بھی چنداں ضرورت

نہیں۔ اسی عیسوی اُنیسویں صدی کے نصف اخیر پر غور کرو۔ باوجودیکہ عملداری نہیں بدلی لاس کو چاہو عملداری کا بدلنا سمجھ لو کہ پہلے کمپنی کا انتظام تھا۔ اب شاہی انتظام ہے ہمارے دیکھتے دیکھتے اس

کثرت سے تغیرات واقع ہوئے ہیں کہ ان تغیرات کی تطبیق تو کہاں ملتی تھی۔ نری کثرت تغیرات کی نظیر بھی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ سب سے اول ۱۸۵۷ء میں مجھے پنجاب آنے کا اتفاق ہوا اس تقریب سے کہ مسٹر چرڈٹمیل جو آخر کار سر رچرڈ ٹمیل اور بمبئی کے گورنر ہو گئے تھے۔ اُن دنوں ضلع گجرات شاہ

دولہ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ہندوستان کے بعض اضلاع اگرہ۔ ستھرا وغیرہ میں سرشہ تعلیم جاری ہو چکا تھا مسٹر ٹمیل نے اسی کی مختصر نقل اپنے ضلع میں کرنی چاہی اور یوں تعلیم کے آفتاب کی پہلی کرن پنجاب

میں ضلع گجرات پر چمکی نہیں معلوم گجرات کے لوگوں نے اس تقدم کا کچھ پاس کیا اور تعلیم کے اعتبار سے وہ

ضلع پنجاب کے دوسرے اضلاع سے پیش پیش ہو یا نہیں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ نہیں ہو گا۔ کیوں کہ

سیٹ آف گورنمنٹ (صدر مقام) نہیں ہے۔ مسٹر ٹمیل نے دہلی کالج سے جس کا اُن دنوں تعلیم کی دنیا

میں ڈیکانج رہا تھا چھ مولوی طلب کیے۔ بلائے تو تھے چھ مولوی۔ آئے پانچ مولوی اور ایک کٹھ ملا

یعنی میں۔ جب اُس حالت میں کہ میں تازہ ولایت تھا ابھی کالج سے اٹھا ہوا چلا آتا تھا اور جو کچھ پڑھا تھا

سب مستحضر تھا۔ میں کٹھ ملا تھا اب سوائے حرف شناس کے میں اپنے نہیں کیا خیال کر سکتا ہوں۔

لِکِلَا یَعْلَمُ بَعْدَ عَلَیْهِ شَيْئًا (جاننے بو جھنے کے بعد کچھ بھی نہ جانے) میں اُس وقت کا لکھا پڑھا بے شک

بہت کچھ بھول گیا ہوں مگر پنجاب کے سفر کو نہیں بھولا اور وہ بھولنے کی چیز بھی نہ تھی عملداری کو بدلے
 ہوئے کچھ ایسی زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ بھری برسات تھی ندی نالے اور نالے دریا ہو رہے تھے۔
 اور دریا سمندر میں نہایت روڈ (شاہ راہ) جاری تھی مگر چوں کہ پل نہیں بننے پائے تھے گویا کہ بند تھی اور
 ان سب پر غور و خوض کیا تھا تجربہ کاری ناداری اور بے سامانی غرض وہ جو کتابوں میں سفر کی ہدایتیں پڑھی
 تھیں ان کی تصدیق ہو گئی اور تیس دن میں مشکل دئی سے گجرات پہنچا۔ یہی نہیں کہ مجھ کو اُس سفر کی
 صرف سو بتیں یاد ہیں۔ نہیں۔ چوں کہ منزل بمنزل کا سفر تھا۔ میں نے آتے جاتے راہ کے سارے
 شہروں کو بھی دیکھا تھا۔ اور سب کی نہیں تو اکثر کی وہ اگلی حالتیں میری نظر میں ہیں۔ ان میں سے ایک
 تھا راولا پور بھی ہو۔ ہر چند وہ دیکھنا اجمالی دیکھنا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کے ان ممبروں کے مقابلے میں تو میں
 اُس کو تفصیلی ہی سمجھتا ہوں جن کو کسی مرض کی شکایت کی وجہ سے ڈاکٹر نے موسم سرما کے چند ہفتوں کے
 لئے سفر بھری کی راہ دی اور وہ ہندوستان کو دھڑپکے چند ہفتوں میں آئے بھی اور گئے بھی اور
 ولایت پہنچ کر لگے ہندوستان کے پیچیدہ معاملات میں راہ زنی کرنے جیسے بڑے بوجھ بوجھ کا
 ۱۸۵۵ء کا دیکھا دیکھا میں نے لاہور کو اب یہ چوتھا برس ہو سر سید احمد خاں صاحب کے ایجوکیشنل
 کانفرنس کی تقریب سے دیکھایوں اگر کوئی مجھ کو لاہور کے سوا میں لاٹھی کی حالت میں چھوڑ دیتا تو میں
 ہرگز نہ پہچانتا کہ دنیا میں کہاں ہوں کیا صرف لاہور میں اور لاہور کے بھی صرف مکانات میں یہ عظیم واقعہ
 ہوا ہو۔ نہیں بلکہ انگریزی گورنمنٹ کے حسن انتظام سے کل ہندوستان کی ہر بات میں حیثیت بدلی
 ہوئی ہو۔ میں انگریزی عملداری میں ہندوستان کو ایسا خیال کرتا ہوں جیسے ایک بھجوا ایک ہندوستانی بھجوا
 دایہ کی گود میں نہیں جسے بچے کو روٹا دیکھ کر بے تمیزی کے ساتھ دودھ پلا دینے کے سوا بچے کے
 ضائع کر دینے کے بہت اور اُس کے پالنے کا کوئی قاعدہ معلوم نہیں بلکہ وہ ایک نیرک اور ہوشیار تجربہ کار
 ہنرمند دایہ کی کنارِ عاطفت میں سمجور گڑ کے ایڈٹیشنٹی سراج الدین کے رسالہ تعلیم کے مہول
 کے مطابق پرورش پاتا ہو۔ اور آٹا فانا اُس کے جملہ اعضا اور قوی اپنی اپنی جگہ متناسب ترقی کر رہے
 ہیں ہندوستان کے حالات ماضیہ اور موجودہ پر تفصیلی نظر ڈالی جائے اور ہر چیز بدلی ہوئی نظر آتی ہو لاٹھی

کہ یہ اگر بدلے بھی تو اسی قدر کہ بد سے بدتر ہو گئے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت اگر ان کی سابقہ حالت کے مقابلے میں ردی ہوتی تو کہتے کہ زوالِ سلطنت کی وجہ ہو اور اس کی شکایت کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن جس رفایت کی شکایت ہو وہ یہ ہو کہ جیسی رعایا یہ ویسی رعایا دوسری قومیں جو حقوق ان کے - وہی دوسروں کے - پھر کیا وجہ ہو کہ یہ ان کے مقابلے میں پیٹے ہیں تول میں عزت میں - تقربِ حکام میں - غرض ہر طرح کی دنیاوی رفاہ و خوش حالی میں -

مجھ کو اپنے عقوانِ شباب کی بات اب تک یاد ہے کہ از بسکہ عموماً اُس وقت تک مسلمان ہی صدر الصدور ہوتے تھے ہماری طرف تو صدر الصدور کہتے ہیں - پنجاب میں نہیں جانتا انہیں کیا کہتے ہیں مگر خراجِ خدائے شاہ صاحبِ جلسہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کا کیا عہدہ ہے؟ سب حج - تو ہاں صدر الصدور ایسے تھے جیسے تمہارے ہاں سب حج - مگر مجھ کو تو کچھ صدر الصدور ہی کا لفظ پسند ہے - کیوں کہ لوگ نے اور سننے میں بھلا معلوم ہوتا ہے اور سب حج ہو بھی نہیں سکتے غرض میں اُس زمانے میں ایسا خیال کرتا تھا کہ صدر الصدور کے لئے مسلمان ہونا شرط ہی میں نے اول ادل منشی کا نجی سہارے کا صدر الصدور ہونا مستلزمِ تعجب کیا کہ ہندو اور صدر الصدور میں کیا جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی مجھ کو دیکھنا ہے کہ جیسے ہندو کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کر رہا ہوں ویسا ہی مسلمان کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کروں گا - میں جانتا ہوں کہ وہ دن آگیا اور نہیں آیا تو اور دس بیس برس بعد سہی -

یوں تو رعیت اور غلام دونوں میں ایک صفت مشترکہ ضرور ہے یعنی پرانی تابعداری مگر رعیت رعیت میں فرق ہے انگریزی رعایا ہونے کو آزادی کا مترادف سمجھتا ہوں لیکن فرض کرو رعیت ہونا مشقت کی بات ہے - تو یہ جو مسلمانوں کی گردن پر اب کما بیش سوسو سو برس سے رکھا گیا ہے جب کہ یہی اور اس سے بھی زیادہ بھاری جو اکھینچتے کھینچتے دوسری اقوام معاصر کی لشتیں کی لشتیں فنا ہو گئیں تو اس رو سے کس کو زیادہ خستہ حال اور مضمحل و ناتواں ہونا چاہیے اس کا جواب ہے دوسری قوموں کو - مگر قضیہ منعکس ہے - انگریزی عملداری میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی خستہ حال قوم نہیں -

جب قوم کا نام آیا تو قوم عبارت ہو چھ کر مسلمانوں سے جو ٹپش اٹھیا پس بود و باش رکھتے ہیں۔
 بے شک ہم میں بھی کوئی کوئی بڑے بڑے مالدار ہیں۔ کوئی کوئی بڑی سے بڑی خدمت رکھتے ہیں۔ کوئی
 کوئی صاحب خطاب ہیں لیکن قوم میں یہ کوئی کوئی نہیں کتنے؟ فی صدی بتاؤ تو آسانی سے سب کی
 سمجھ میں آئے۔ سو میں ایک نہیں۔ آدھا نہیں۔ تہائی نہیں۔ چوتھائی نہیں۔ ایک پانچواں نہیں۔ غرض تم
 اسی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی کسر بولتے جاؤ اور میں برابر نہیں کرتا رہوں۔ یہاں تک کہ تم کسوار عشائرت
 پر اتر پڑو اور میں ان میں بھی ایک بڑا لیا کنکھو اچلتا ہوا دیکھ کر کہوں کہ شاید۔

قوم کا پھیلاؤ اور عوام خستہ حالی دیکھ کر کبھی جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ کہاں کے محدودے چند
 مستثنیات کیلئے کے بنانے میں غفلت انداز ہو رہے ہیں یہ بھی نہ رہیں تو اچھا۔ تاکہ کھسکیں کہ مسلمان
 سب کچھ تھے اور اب کچھ نہیں۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تو ہم ہی کو کوسنے لگ گیا میں بانی بی بی کر
 نہیں کوستا کہ تمہیں ڈر ہو بلکہ گرم چاے پی کر لکچر صاحب (گلا تر کرنے کے لئے بار بار چلے پیتے جاتے تھے)
 مسلمانوں کی سلطنت جا کر اگر کوئی ظالم اور وحشی گورنمنٹ ان پر مسلط ہوتی اور ان کے مٹانے
 کے درپڑ رہتی اور مسلمان اس نوبت کو پھونچ گئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ خدا ہی کو ان کا نیست و نابود کرنا
 منظور ہوا اور اس صورت میں نہ کوئی کسی کو سمجھاتا اور نہ کوئی کسی کو لانا دیتا۔ مگر بڑا جھینڈنا تو اسی کا ہو کہ
 انگریزی گورنمنٹ اس قدر مہربان اور اپنی رعایا کی اس قدر پرداخت اُس کو منظور کہ نہ صرف روئے
 زمین کی موجود گورنمنٹوں میں بلکہ تاریخوں میں اس کی نظیر نہیں اور اس پر مسلمان تباہ اور خستہ حال
 انگریزی عملداری میں مسلمانوں کی ایسی مثال ہو کہ ایک دریا سے متواجٹ رہا ہو اور مردم و مرغ
 و مور سب اپنے اپنے حوصلے کے موافق اُس سے سیراب ہوتے چلے جاتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ موسم
 تابستان میں دریا کی ریتی پر پیا سے پڑے تڑپ رہے ہیں۔

تہی دستان قسمت راچہ سودا ز رہبر کامل	کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را
غرض یہ ایک واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان انگریزی عملداری کی برکتوں سے	

۱۵ حکومت انگریزی ۱۲۵۷ گری ۱۲۔

کل سے نہیں تو اکثر سے محروم ہیں۔ اور چوں کہ دنیا عالم اسباب ہی۔ اس حرمان کا کچھ نہ کچھ سبب ہونا چاہیئے۔ وہ سبب انگریزی عملداری کے اصول تو نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اصول عملداری عام ہیں سب پر یکساں موثر۔ اور اسباب عام ہوتے ہیں۔ تو ان کے نتائج بھی عام ہوتے ہیں ^{۱۵} وَاِذْ لَکِیْسٌ فَلَکِیْسٌ اور چوں کہ نتائج عام نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ عملداری ان کا سبب نہیں، پس ہونہ ہو۔ ہم آپ ہی اپنی تباہی کے موجب ہیں۔

عام ہیں اُس کے تو الطاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا تو کیا سلطنت کے زائل ہونے سے مسلمانوں کی عقل بھی زائل ہو گئی۔ کہ اپنے پاؤں میں لگے آپ کھٹاڑی مارنے میں اس کا جواب دوں گا۔ ہاں بے شک۔ ضرور۔ کیوں کہ دوسرا جواب بن نہیں پڑتا۔ ہر چند یہ جواب سن کر لوگ مجھ کو سٹری اور پاگل بنائیں گے اور کہیں گے کہ منکرِ بداعت عقل ہی۔ مگر میں اپنی اس جگہ سے ٹلنے والا نہیں جب تک مسلمانوں پر ان ہی کی بد عقلی ثابت نہ کر دوں عقل جس کو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلب ہو گئی۔ اس سے مراد ہی عقلِ معاش عقلِ مصلحت اندیش عقلِ مزاج شناس زمانہ عقلِ سلیم میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ ان تغیرات کا مجملہ تذکرہ کیا۔ جو انگریزی عملداری کی وجہ سے ہندوستان میں واقع ہوئے ہیں اور واقع ہوتے چلے جاتے ہیں اور واقع ہوتے چلے جائیں گے۔ پس مسلمانوں کی تمام بد عقلی محصور ہی اس ایک بات میں کہ انھوں نے اپنے نیک زمانے کے ساتھ نہیں بدلا اور بدلتا چاہتے بھی نہیں۔ پس ان کو درپردہ ضد ہی اور مخالفتِ عملداری سے۔ زمانے سے۔ یا سیدھی طرح ہی کیوں نہ کہا جائے خدا سے۔ اور اس یہودہ ضد اور مخالفت کا نتیجہ ضروری نتیجہ اب تک جو ہوا دیکھا اور جو آئندہ ہونے والا ہی۔ اور ضرور ہونے والا ہی جو جیتا ہے گا دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا۔

دنیا جو دارالاسباب ہی اس کے یہی معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک واقعے کا ایک سبب ہوتا ہی۔ بلکہ وہ سبب پھر بجائے خود ایک واقعہ سمجھا جاتا ہی۔ اور کوئی اور واقعہ اس کا سبب ہوتا ہی۔ اسی طرح

دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہو آفت کا سبب ہے اور تباہی کا سبب جیم۔ جیم کا وال و ہلہ
جہرا (یعنی علیٰ ہذا القیاس) مسلمانوں کی خستہ حالی کا سبب ہو زمانے کے ساتھ ساتھ ان کا نہ بدلنا۔
اب دیکھنا چاہیے کہ نہ بدلتے کا سبب کیا ہے؟ واقع میں تو نہ بدلتے کا سبب ہو کوتاہ اندیشی مگر عذر
بدتر از گناہ کے طور پر چھڑا رکھا جاتا ہے مذہب پر شیعہ تانک ہذا اجتہاد عظیم (سبحان اللہ یہ تو
بڑے ہی بہتان کی بات ہے۔

میرے نزدیک مذہب اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی۔ سب سے عمدہ۔ سب سے
قوی دلیل یہی ہے کہ وہ کسی دنیاوی ترقی۔ دنیاوی بہبود۔ دنیاوی فلاح کا مانع ہوتا کیسا جابج
اور مزاحم بھٹی نہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کا۔ جو اعلیٰ درجے کی دنیا ہے۔ کیا قرون اولیٰ کے مسلمان
جن میں خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب بھی تھے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
أجمعین اور جو دین کے اعتبار سے ہم عارِ اسلام
بدنام کنندہ نکلے چند

مسلمانوں سے ہزاروں لاکھوں کروڑوں درجے بہتر تھے۔ وہ دین کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور ہم
سے بہتر اس پر عمل کرتے تھے کیا ان بزرگوں نے دنیا کی سلطنت کے لئے زحمات نہیں اٹھائیں
جائیں نہیں دیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کو صوم و صلوة پر مقدم نہیں رکھا۔ تم کہو گے کہ ان کو سلطنت
دنیا مقصود بالذات نہیں تھی۔ بالکل غلط۔ سوائے تمھارے کوئی اس کو تسلیم نہیں کرے گا اور
تمھاری بھی زبان تسلیم کرے گی نہ دل۔ ہاں یوں کہو تو ایک بات ہے کہ ان کو سلطنت سے شغی۔
تن آسانی اور مردم آزاری۔ وانشاء اللہ باتیں منظور نہ تھیں تو تم سے کون منکر کہتا ہے کہ دنیا کو ان
رذیلوں کے لئے حاصل کرو۔ ع

خود راز علمائے نیکو ہمدہ بری دار

دین ہی کیا چیز۔ شارع علیہ السلام نے جو قاعدے ٹھہرا دیے ہیں ان کے مطابق دنیا کو برتنا
اسی کا نام دین ہے کیوں ہی یا نہیں۔ اگر دین کوئی اور چیز ہو تو ابراہیمؑ نے خدا بول اٹھو کہ اس بڑھاپے

میں تم ہی سے ایک بات حاصل ہو اور میں سمجھوں کہ اس کڑکے کے جاڑے میں دلی سے لاہور آیا تھا تو غیر ایک نکتہ ہی معلوم ہوا اسی جب دنیا کو شایع علیہ السلام کے قواعد کے مطابق بستے کا نام دین ٹھہرا تو دنیا اور دین میں وہ نسبت ہو گئی جو بیہوشی اور صورت میں جوہر اور عرض میں اصل اور فرع میں ہوتی ہے یعنی دنیا کے بدون دین متحقق ہو نہیں سکتا

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل و جود و محقق کہاں سے ہو	مصدر ہی حب نہیں ہے تو مشتق کہاں سے ہو
مفلس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست	مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست

امیری ہو یا غریبی۔ حاکمی ہو یا محکومی عزت ہو یا ذلت دنیا سے کسی حالت میں نجات نہیں۔ امیر و غریب حاکم و محکوم عزت و ذلیل سبھی دنیا میں ہیں مگر شانیں مختلف کُنْ قَسْمًا اَيْنَهُمْ مَحِيضَتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سُلٰكًا بِمَا هُمْ فِيْهَا مِنْ اَعْمٰلٍ معاشر ان میں بانٹ دی ہو اور درجے کے اعتبار سے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہو تاکہ ایک سے دوسرا کام لے۔

اور جس طرح لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں ان کے دنیاوی برتاؤ کے قاعدے یعنی احکام شرعی بھی مختلف ہیں امیر کو جود و بذل ایثار و ہم دردی کا حکم دیا جاتا ہے تو غریب کو صبر و قناعت تسلیم و رضا کا لا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اَلَا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مقدور سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا) لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اَلَا مَا اَتَاهَا (اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس قدر جس کی اُس کو طاقت دی ہو) لیکن خدا نے مسلمانوں کے خدا نے خدا کے رسول نے ہر کب کہا اس سے۔ یہ سب جھوٹ۔ انقرابے جا غلط کہ دنیا کے اعتبار سے ذلیل و محتاج اور مستحق و خوار رہو۔ اس سے کہ ایسی حالتوں کے لیے شرع میں احکام پائے جاتے ہیں یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ خدا ہم کو ان مکروہ اور قابل افسوس حالتوں میں رہنے کا حکم دیتا ہے مطلب کی کتابوں میں امراض کے علاج لکھے ہوتے ہیں تو کیا ان کتابوں سے یہ غرض سمجھی جاتی ہے کہ مریض رہو۔ اسی طرح دین بھی طب روحانی ہے اس میں کبر و نخوت۔ عجب و غرور و حرص و ہوا وغیرہ۔

امراض کا علاج نفس کشی سے بنایا گیا ہو تو اس سے کیوں مفہوم ہو گا کہ خدا ہم کو مصیبت مند اور غریب رکھنا چاہتا ہو۔ خدا نخواستہ اگر خدا ایسا حکم دے تو لازم آئے ابطال مصالح خلق عالم۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (امی پروردگار تو نے اس جہان کو لغو باطل تو نہیں پیدا کیا) خدا نے دنیا میں بے شمار طرح کی نعمتیں پیدا کیں وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان پر احاطہ نہ کر سکو گے) اور ہم کو ان نعمتوں سے متمتع ہونے کی قابلیت بھی عطا فرمائی۔ کیا ترسانے اور ڈھکانے کے لیے کہ بچیں اور للچائیں اور ان سے مطلق فائدہ اٹھائیں؟ یہ تو بندوں کے ساتھ ایک طرح کی چھیڑ خانی ٹھہری تعالیٰ اللہ عَنْ ذَلِكَ عَلَوْا لَکِبْرًا (اس سے خدا کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے) سنو بھائیو! خدا تو یہ چاہتا ہو کہ جس حال میں چاہو رہو۔ جس طرح چاہو زندگی بسر کرو۔ مگر ایک بات کا خیال رکھو کہ کَوْنُوا عِبَادَ اللَّهِ (یعنی بندگی کی شان لیے رہو۔ پس پھر تم دین دار ہو۔ سچے مسلمان ہو۔ اور ان اشارات اللہ تعالیٰ عبتی ہو۔ قرآن کو دیکھو۔ جگہ جگہ سے یہی بات مترشح ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ کرتے تھے تو کہتے تھے اِسْتَعِظُوا ذُرِّيَّتُمْ اِنَّهٗ كَانَ عَقْلًا یُّوَسِّلُ لِّلسَّمَاءِ عَلَیْکُمْ مِدَادًا وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنَیْنٍ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنَّاتٍ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْهَارًا حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دین دار ہونے کے صلے میں جس انعام کا بلج دکھاتے تھے وہ یہی دنیاوی نعمتیں تھیں۔ پانی کا برسنا۔ تم اس کی قدر کیا جاؤ گے۔ اس نعمت کی قدر کرتے ہوں گے حَقٌّ قَدْ رَکِبَ پَرِیْطَنَسِی مَدْرَاسٍ اَوْرِیْبِیْیَی کے اُن اضلاع کے باشندے جنہیں ان دنوں پنیے کو پانی میسر نہیں۔ جانوروں کو چارہ نصیب نہیں۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام جس انعام کا طمع دلاتے تھے وہ یہی ہو پانی کا برسنا۔ مال و عیال کی کثرت۔ باغات اور نہریں وَذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیْوةِ الدُّنْیَا۔ ہم سے جو وعدہ ہو وہ بھی اسی قبیل سے ہوا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِکُمْ وَعَلَوْا الصَّلٰحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ لَمَّا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ وَیُؤْتِیْہُمْ مِمَّا یَشَآؤُنَ الَّذِیْ اَرْتَفَعُوْا لَہُمْ اَنْۢبِیَآءٌ لَّہُمْ مِنْۢ بَعْدِہٖ

۱۷ یعنی دنیا کے پیدا کرنے میں جو مصلحتیں مضمر ہیں وہ باطل ہو جائیں ۱۸ اپنے پروردگار سے معافی مانگو۔ بے شک وہ سب سے زیادہ معافی دینے والا ہو۔ تم یہ پانی برسانے کا زور کا اور مال سے اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور باغ اور نہریں تم کو دے گا ۱۹ قدر کرنے کا حق ہو ۱۲۔

کی چیز ہے۔ خدا کو اس سچے ابدی ازلی خدا کو جو دین تمام روئے زمین پر الٰہی یوم القیامہ جاری رکھنا منظور تھا اور جو اس کے علم میں انسان کی اصلاح معاش اور فلاح معاد کے لیے کافی تھا اپنے سچے پیغمبر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں لکھوا کر لوگوں کے حوالے کر دیا کہ اس پر عمل کیے جاؤ۔ لیکن درامبر و سکون کے ساتھ میری بھی سنو کہ دین کی تبدیل سے میں کیا مراد رکھتا ہوں پھر جو تمھاری سمجھ میں آئے۔ میری نسبت کہنا۔

کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کو پانی کا استعمال ضرر کر رہا ہو۔ وہ غسل اور وضو کے عوض لگا تیم کرنے۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص سفر کو نکلا نماز فرض ادھی رہ گئی اور روزہ ندارد۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص مفلس تھا تو انگریز ہو گیا صاحبِ نصاب اور اس کو زکوٰۃ کا دینا لازم آیا۔ پھر مفلس ہو گیا زکوٰۃ ساقط۔ اب مجھ کو یہ بتاؤ کہ بیماری اور سفر مفلسی اور تو انگریزی کے چھوٹے چھوٹے تغیرات کی وجہ سے احکام دین بدلتے رہتے ہیں تو اتنے بڑے تغیر عظیم یعنی عملداری کی وجہ سے دین کا کون سا حکم بدلایا دوسرے لفظوں میں سہی اتنے بڑے تغیر عظیم عملداری کی وجہ سے مسلمانوں کے برتاؤ میں کیا فرق آیا۔

ہم لوگ پہلے سے ہندوؤں میں رہتے تھے۔ مگر ان پر حکم راں تھے۔ اب بھی ہندوؤں میں رہتے ہیں اور برابر کی رعایا ہیں۔ ہندوؤں کے علاوہ کہ ان کا ہمارا مدلوں سے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ ایک اور گروہ عملداری کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ وہ عیسائیوں کا با اقتدار گروہ ہو جس کا شمار لوہا فو ما بڑھتا جاتا ہو۔ اور بڑھتا جائے گا۔ اور یہ بڑھنا ضروری نتیجہ ان کی ہم مذہبی کا ہو ساتھ حکام وقت کے۔ آؤ تھوڑی دیر کے لیے اس بات کو بھی دیکھیں کہ یہ اسلام جس پر ہم کو فخر و ناز ہو اور واقع میں فخر و ناز کی چیز ہو بھی۔ اگرچہ افسوس ہو کہ وہ ہم جیسے نااہلوں کے پالے پڑ کر ان لوگوں کی نظریں جو اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں حقیر دکھائی دیتا ہو۔ اس بارے میں ہمیں کیا سکھانا ہو۔ اور جس شخص کی جوتوں کے صدقے ہم کو یہ فخر حاصل ہوا ہو۔ یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا تغیرات زمانے کے ساتھ

کیا برتاؤ تھا۔

جس نے پیغمبر صاحب کی زندگی کے تاریخی حالات پڑھے ہیں۔ وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہو کہ آپ کی عمر کے تین حصے تھے جو ایک دوسرے سے صاف جدا اور ممتاز معلوم ہوتے ہیں وہ دو تہائی عمر تک سوچ اور فکر سے اپنے تئیں اُس بڑے مشکل بڑے غور طلب بڑے مہتمم بالشان کام عالم کی رفاہی کے لئے تیار کرتے رہے جس کے انجام دینے کے لئے خدا نے اُن کو منتخب کیا تھا ۵

حکمت محض ست اگر لطف جہاں آفریں | خاص کند بندہ مصلحت عام را

عمر کے ثلاث اخیر یعنی زمانہ نبوت کے دو ٹکڑے ہیں۔ ہجرت کے پہلے اور ہجرت کے بعد۔ ان دو ٹکڑوں کے حالات کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ایسے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گویا دو مختلف اشخاص کی دو مختلف زندگیاں ہیں ہجرت سے پہلے کہا جائے تو اس سے ہفتے عشرے مہینے بلکہ برس دو برس بھی مراد نہیں۔ اکھٹے گیارہ برس بلا فصل اس امتداد مدت اور اُن جسمانی و روحانی تکلیفات مالا یطاق پر نظر کی جائے۔ جو آپ اعلیٰ درجے کے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے تو اندر سے خود بخود دل گواہی دینے لگتا ہو کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا جو ان صفتوں میں آپ کی ہمت بندھا رہا۔ وہ کیا خیال تھا؟ اس بات کا اذعان کہ میں سچا پیغمبر ہوں اور مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہو اور جو وعدہ مجھ سے کیا جاتا ہو وہ یقیناً ختماً جزاً پورا ہوگا کہ ^{۱۱}لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَعْبُدُوا إِلَهَكُمْ مَجْمُوعٌ لِّكُلِّ مِلَّةٍ مِّنْ دُونِي سُبْحَانَ الَّذِي فِي يَدَيْهِ الْمَصِيرَاتُ اگر خدا کی طرف سے شرح صدر نہ ہو تنگ دلی کے ساتھ کوئی انسان گیارہ برس ایسی سختیاں نہیں اٹھا سکتا۔

پیغمبر صاحب خدا نخواستہ عوام الناس میں سے کچھ گھرے پڑے آدمی تو تھے نہیں۔ وہ اُس خاندان کے آدمی تھے جو خرافات و تعزیر کے اعتبار سے تمام عرب پر فضیلت رکھتا تھا۔ اُن کی تعظیم و توقیر و الیان ملک یا رُوسائے اقوام کی سی تعظیم و توقیر نہ تھی جو اکثر صورتوں میں ظاہری اور جبری ہوتی ہو۔ بلکہ مذہبی پیرایہ لئے ہوئے ارادت مندانہ تہ دل سے جس کے نمونے ہر ایک قوم

۱۱ جس کی برداشت نہ ہو سکے ۱۲ جمع صوبت بمعنی تکلیف ۱۳ کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا ۱۴۔

میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ دولت حسب نسب حکومت وغیرہ بہت سے ذریعے عزت کے ہیں مگر کوئی عزت اُس عزت کو نہیں پاتی جو انسان مذہب کے ذریعے سے پیدا کر سکتا ہو۔ بے شک مذہبی عزت سب عزتوں سے بڑھ کر ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کو ایک طرح کی عبادت سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کی آڑ میں خدا کی عزت کرتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں عرب کے لوگ شرک اور بت پرستی کے بڑے عقائد رکھتے تھے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے خانہ خدا کے آگے سارا عرب بلا اختلاف سر جھکاتا تھا۔ حج ارکان معلومہ کے ساتھ بے شک اسلام سے شروع ہوا مگر اسلام سے پہلے بھی لوگ ہر برس خانہ کعبہ کی زیارت کو عبادت کے طور پر آتے۔ بڑا بھاری ازدحام رہتا اور عرب کے میلوں میں وہی موسم حج کا میلہ اول نمبر تھا۔ اور انیس کہ خانہ کعبہ کی کل خدمات قریش سے متعلق تھیں۔ لوگ یہاں تک اُن کا ادب ملحوظ رکھتے۔ کہ ذی الحج۔ محرم۔ صفر۔ اور ربیع۔ امن عام کے چار مہینے چھوڑ کر باقی آٹھ مہینوں میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جان مال سلامت لے جائے۔ مگر قریش سے کوئی شخص کسی وقت معترض نہیں ہوتا تھا۔ ان میں کا کوئی شخص کہیں جانگھٹتا تو لوگ سعادت سمجھ کر اُس کی مہمان داری کرتے۔ اور قریش سے اہل عرب کے دینے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کا معبد ان کے قبضے میں تھا جہاں ان کو جانا ضرور تھا۔ اور موسم حج میں تمام عرب گویا قریش کا مستانس اور مہمان ہوتا تھا۔ غرض پیغمبر صاحب اُس قوم کے ایک فرد تھے۔ جس کا ادب مذہبی تمام عرب میں مسلم تھا۔ اور قریش میں بھی بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں بھی عبد المطلب اور بنی عبد المطلب میں سے خود آں حضرت کہ اپنی جبلی راستی اور نیکو کاری کی وجہ سے عقوان شباب میں محمد امین پکارے جاتے تھے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ اس وقت بھی لوگ اپنے جھگڑے آپ کے پاس فیصلہ کولاتے اور اگر کوئی سچیدہ معاملہ پیش آتا اور بحث کی ضرورت ہوتی تو لوگ آپ کو آگے کرتے۔ ابتدا ہی سے آپ کی طینت ایسی تھی کہ لوگ آپ کو راست بازی اور نیکی کا نمونہ سمجھتے اور آپ کی دیانت اور امانت پر بھروسہ کر کے آپ کے پاس امانتیں رکھ جاتے میں اس کی بھی ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے میرے بیان

ابھی طرح صداقت ظاہر ہوگی۔

ابھی آپ نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا کہ خانہ کعبہ کو انہر فوٹانے کی ضرورت واقع ہوئی۔ خانہ کعبہ بن تو گیا مگر اس امر میں اختلاف ہوا کہ ایسا کون ہو جو اُس مقدس پتھر گناہوں کے مقناطیس حجر اسود کو دیوار کعبہ میں اپنے ہاتھ سے نصب کرنے کی بزرگی حاصل کئے۔ عرب میں اختلاف کے یہ معنی نہ تھے جو ہمارے یہاں ہیں تو توئیں میں۔ یا کوئی ایسا ہی بے باک اور آبرو باختہ ہو تو ہاتھ پائی۔ بلکہ عرب میں اختلاف اور اختلاف بھی ایسی تفصیلت کے باسے میں کہ کوئی دنیاوی شرف اُس کو نہیں پاسکتا۔ اس اختلاف کے یہ معنی تھے کہ کشتوں کے پشتے لگ جائیں بارے وہ شرف اُسی کو ملا جو اُس کا اہل تھا اور جس کے ہاتھ سے چند روز بعد دین حق کی بنیاد رکھی جانے کو تھی۔ یعنی لوگوں نے اتفاق کر کے محمد امین کے ہاتھ سے وہ پتھر اُس کے محل پر نصب کرایا۔

جو شخص تمام عرب میں عزت و آبرو۔ وقار و ادب۔ تعظیم و تکریم کا مرکز ہو۔ یکایک خدا نے اُس کو اپنا ایک خاص کام سونپا کہ وہ اُس کی الوہیت کو دنیا میں قائم کرے۔ اس کام کا بیڑا اٹھانا بھڑوں کے چھتے کا چھیر دینا تھا ایک دم سے ساری ہودی لپٹ پڑے اور حبان کے لاگو ہو گئے۔ جو مدارات پیئیر کے ساتھ ہوئی اُس کا ایک ادنی نمونہ یہ ہو کہ ان نابکاروں نے بے حرمتی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ منہ پر تھوکا۔ گلا گھونٹا۔ گالیاں دیں جس طرح اب کینوں میں حقہ پانی بند کر دیتے ہیں اسی طرح برادری سے نکال دیا۔ حصہ بخرہ۔ لین دین۔ کھانا پینا۔ بول چال سب موقوف۔ شادی بیاہ رشتہ ناٹھ سب الگ پھر اسی پر اکٹفا نہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدے میں گئے۔ اونٹ کا اوچھلا کر گردن پر ڈال دیا۔ جس سستے سے سویرے تڑکے نماز کو جاتے تھے۔ اس میں کانٹے بچھا دیئے کہ چھبیں۔ خانہ خدا میں آنے کی منہا ہی بیٹھنے کی بندی پھر سب فسادات صرف ایک اتنی بات پر کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے تھے وَمَا نَعْبُدُ إِلَّا أَنْ يُوْثِقَ اللَّهُ الْعَرْشَ الْحَمِيدَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ دین میں عیب بھی کڑا تو یہ کہ خدا نے غالب قابل حمد پر ایمان لائے جو آسمان اور زمین کا مالک ہو۔

ایک بار آپ کو بیٹھے بیٹھے ابتدا سے بعثت کی مصیبتوں کا خیال آگیا اور آپ نے غالباً بعض صحابہ

کی تسکین کے لیے اُس سفر کا تذکرہ کیا جو آپ کو ہجرتِ مدینہ سے پہلے طائف کی طرف کرنا پڑا تھا۔ جب آپ کو اہل مکہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور ان کی ایندائیں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوتی تھیں تو آپ نے مقتضائے *الْفَرِيقُ يَنْشَبُ بِالْحَشِيئَةِ* (دو ہوتا ہوا تنگے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے) اطراف و اکناف پر نظر دوڑائی اور آپ نے خدا جانے کیوں رئیس طائف کی طرف سے توقع کی کہ عجب نہیں میں جا کھڑا ہوں تو وہ مجھ کو دھکے نہ دے۔ اور میں اُس کی پناہ میں چند روز بسر کر سکوں۔ اس خیال سے آپ محض بے سرو سامان اور باسرو سامان جانا چاہتے تو جانے بھی کون دیتا غرض جیسے بیٹھے تھے اُٹھ کھڑے ہوئے یا جو دیکھ مستان کی حمایت اور مہمان داری عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خداے واحد کی طرف بلانے والے مجرم کو اُس کیان؟ اس نا لائق رئیس طائف نے پناہ دینا تو درکنار آمدن کر چنڈاوارہ نوجوان لڑکوں کو سنا کر دیا ان باطل نے مہمان پر بے دریغ پتھر برسائے پیغمبر صاحب کابدن مبارک زخموں سے چور۔ اور دل ناامیدی سے شکستہ سواد کے ایک باغ میں جا بیٹھے۔ رنج و مسرت کے کیسے کیسے خیالات آپ کے دل میں آتے ہوں گے جس پر وہ مصیبت گزری ہو وہی جانے۔ کہتے ہوں گے کہ اب کیا منھ لے کر نکلتے واپس جاؤں۔ مکے میں میرا ٹھکانا ہوتا تو میں طائف کا ارادہ ہی کیوں کرتا۔ کیا آپ کے اعوان و انصار نہ تھے؟ تھے مگر مذہبی بیچ ایسا آکر پڑا تھا کہ جو زیادہ قریب تھا وہی سب سے بڑھ کر دشمن تھا۔

موم سمجھے تھے ترے دل کو سو پتھر نکلا

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستم گر نکلا

آپ اس رو و رعایت کو بھی اس قدر ترس گئے تھے کہ پکارے کہتے تھے لَا اسْخَلَكُمُ عَلِيَّةٌ اَجْوَا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ بھائیوں میں تم سے اس بات کے صلے میں کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتا۔ مجھ کو پاسِ قربت کا معاوضہ بھی پس کرنا ہو۔

باوجودیکہ کوئی اتفاق مساعد نہ تھا آپ اس اعلیٰ درجے کے صبر و استقلال کے ساتھ جو پیغمبر کے سوا کسی فرد بشر سے ہو نہیں سکتا عمومِ مزاحمت میں اپنی رسالت کی تبلیغ اور خداے واحد کی ستادِ وحی کرتے ہی رہے۔ یہ وصفِ خداے حقانیت ہی میں دیا ہے کہ زمین قابل نہ ہو نہ ہو۔ آب و ہوا

سازگار نہ ہو۔ نہ ہو۔ کہیں بھی حقانیت کے بیج کو ڈال دو۔ وہ بچے گا پر بچے گا۔ آخر کتے کتے جن دلوں میں قبولِ حق کی استعداد تھی گرویدہ ہونے لگے۔ کچھ بوڑھے ایک آدمہ نوجوان۔ کچھ عورتیں۔ کچھ غلام۔ کچھ اطفال۔ کچھ مفالیش۔ اسلام جس طرح پر تدریج پھیلا۔ اُس کا پھیلنا ہی اُس کی صداقت کی بڑی دلیل ہو۔ وہ بالکل طبعی طور پر پھیلا۔ اس کے جھنڈے کے تلے سب سے پہلے وہ لوگ آئے جن کو دین حق کے اختیار کرنے سے ثروت۔ حکومت۔ شہرت۔ نام و نمود۔ اس قسم کے دنیاوی تعلقات بالغ نہ تھے۔ اس نے سچی اور مستحکم رفارم کی طرح پیہر صاحب کے گھر میں نمود پکڑا۔ اور اَلْاَقْرَبُ فَاَلْاَقْرَبُ کے قاعدے کے مطابق پھیلتے پھیلتے آخر کار مَسَارِقِ الْاَدْوٰی وَمَقَادِیْہَا کو جاد بایا۔

اسلام کی رفارم نیشنل کانگریس کی سی رفارم نہ تھی کہ مقرر ض کتے پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ نیشنل کانگریس کا کئی برس بڑا شور و غل رہا۔ اور اب بھی ہو مگر مدھم اور وزیر و اس کو مدھم ہو کر آخر کار بت دھونا چاہیے۔ اور وہ بند ہوتا نظر آ رہا ہو۔ مسٹر ہیوم کو جو اس کے بانی مبنی ہیں۔ گو برا سے نام روک لیا گیا ہو۔ مگر وہ دست برداری کر چکے ہیں۔ پنڈت ابودھیانا تھ۔ پیار سے مرہی گئے۔ اور یہی دو اس میں کارندے تھے۔ غرض نیشنل کانگریس کے مخالف جہاں اس پر اور بہت سے اعتراضات وارد کرتے تھے۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ لا جواب اعتراض یہ تھا کہ اگر کانگریس والوں کو حقیقت میں سچے دل سے رفارم کی دھن ہو تو پہلے اپنے گھر والوں کی رفارم کریں۔ اس کے بعد گورنمنٹ کو رفارم کی صلاحیں بتائیں۔ فزیشن ہیل ڈائی سلف۔ ای طبیب پہلے تو اپنے تئیں تو اچھا کرے۔ پھر بیمار کے اچھا کرنے کا قصد کیجیو۔

ہندو اپنے بچوں کو بہت ہی چھوٹی سی عمر میں بیاہ دیتے ہیں جس سے بیوہ عورتوں کا شمار بڑھتا جاتا اور نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بیوہ عورت کو دوسرا بیاہ نہیں کرنے دیتے جس سے ان کو ساری عمر مصیبت مند زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ جبراً بیوہ کا سر منڈوا کر اس کو بد صورت بنا دیتے ہیں کیسی ہی ضرورت سے کوئی سفر بھری کرے۔ برادری سے خارج۔ کھانے پینے میں حد سے زیادہ

پھوت مانتے ہیں۔ بت پرستی جو تمام بد اخلاقیوں کی بڑی بڑی اصرار کے ساتھ اس پر چھائے ہیں۔
غرض کانگرس کے مخالفین نے اس قسم کے اعتراضات کی ایک بڑی لمبی فہرست بنا کر پیش کر دی۔
اور کہا کہ تمہارے گھر میں بیوی بچے بھرے کباب۔ پہلے ان کو صاف کرو تیجھے گورمنٹ کی رفارم کا نام لو۔
بے شک اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

سوال محمد لکھنوی کی رفارم نیشنل کانگرس کی سی رفارم نہیں تھی۔ کہ کسی کو یہ کہنے کا
موقع ملے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ۔ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام کی اُس وقت تک
پوری پوری قدر نہیں کی جب تک ایک مولوی اور مولون کو اپنے کانوں بٹے نہیں سن لیا۔ نہیں
معلوم کس بات میاں بی بی میں تکرار ہو پڑی۔ اور گوشت ترکاری کے سوا وہ بات ہی کیا ہوگی۔
مولوی صاحب بی بی سے اُس ادب کے خواستگار تھے جس کو وہ از روئے مولویت اپنا حق سمجھتے
تھے۔ مولون بگڑی ہوئی آپے سے باہر کھ رہی تھی۔ موسے تیری مولویت کو لگاؤں جھلسا۔ چلا ہو بھی
سے مولویت جتانے میں تیرے رگ وریشے سے واقف ہوں۔ اب کے وعظاکہ۔ قنات کے اندر
سے تیرا سار پر وہ فاش کروں تو سہی۔ آدمی کتنا ہی ضابط کیوں نہ ہو۔ اس کی اصلی حالات گھر والوں
سے مخفی نہیں رہ سکتی اَہْلُ الْبَيْتِ اُدْ دُنِیْ بِمَا فِی الْبَيْتِ (گھر والے گھر کے حال سے خوب واقف
ہوتے ہیں) اس پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی بڑا سچا ہے جس کو اس کے گھر والے سچا بنائیں۔
پیغمبر صاحب کی اس وقت کی حالت۔ اہل عرب کا طرز تمدن جس میں زنا شوائی کے تعلق کی کچھ وقعت
ہی نہ تھی۔ اور پھر مذہبی معاملہ۔ یہ سب باتیں پیش نظر ہوں۔ تو خدیجۃ الکبریٰ کا ایمان بالانسان سب پر
تفوق رکھتا ہے۔ خدیجۃ الکبریٰ بڑی مال دار بی بی تھیں۔ اور پیغمبر صاحب کی دنیاوی وجاہت متفرع
تھی ان ہی کے تمول پر کہ انھوں نے پیغمبر صاحب کو اپنا معتمد بنا کر تجارت کے لیے شام کی طرف روانہ
کیا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ کا میکا دین دار میکا تھا۔ اور ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کتبِ عہد
عقین و جدید یعنی توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے خدیجۃ الکبریٰ عمر میں پیغمبر صاحب سے چند برس

بڑی بھی تھیں ایسی عورت کا اپنے تئیں پیغمبر صاحب کی زوجیت میں دینا اور ان کے مذہبی خیالات کی نگرانی رکھنا اور آخر کار ان کی نبوت کو تسلیم کرنا کیا کم وقعت رکھتا ہے مجھے تعجب ہے کہ مسلمان پیغمبر صاحب کی صداقت بتانے کو نصاریٰ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں۔ کون گین؟ کیسا ڈیون پورٹ متحرک؟ قرآن سبیل کیا چیز؟ لیوان میں سے کسی ایک کی شہادت بھی حدیجۃ الکبریٰ کی شہادت کے مقابلے میں کچھ وزن رکھتی ہو۔ ہرگز نہیں۔ میں صاحب تصنیف ہوں۔ اگرچہ میں اسے قابل فخر نہیں سمجھتا۔ میری کتابوں کے ساتھ سرو ولیم میور کی رائے لکھی ہوئی ہے مجھے اُس سے کچھ خوشی نہیں۔ اگر کوئی ادنیٰ زبان وال مسلمان بھی میری کتابوں کو پسند کرے تو میں اس سے زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ کیا لورپول کے مسلمانوں کی شہادت بھی حدیجۃ الکبریٰ اور صحابہ کبار کی شہادت گئی گزری ہوئی ایسے استشہاد تو کچھ مسٹر شاہ دین بیرٹسٹراٹ لاہی کو بھاتے ہوں گے۔ میری نظر میں تو اُن کی وہ قدر و قیمت ہرگز نہیں جو حدیجۃ الکبریٰ کی شہادت کی ہو اور جو درحقیقت بڑی قدر و قیمت کے قابل ہو۔

غرض اس طور پر بھی رفتار کے مطابق مسلمانوں کا گروہ چکے چکے دو دو چار چار کر کے روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ قاعدہ ہے کہ ابتدا میں بڑا جوش ہوتا ہے جس نے حال میں نماز شروع کی ہے۔ وہ فرائض سے بڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہے جس نے پڑھنے کا نیا شوق کیا ہے۔ دن بھر سبق پڑھتا رہتا ہے۔ اسی طرح اُس زمانے میں بھی بعض ایسے جلد باز اور زود فریب زود لاغرمزاج کے لوگ داخل اسلام ہوئے تھے کہ خروج کے لیے بے قرار تھے۔ مگر پیغمبر صاحب ان کو روکتے کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے چکے چکے اللہ اللہ کیا کرو۔ اتنا ہی بس ہے۔ پیغمبر صاحب کے سکے رہتے رہتے اسلام نے ترقی تو کی۔ مگر وہی ترقی مغلوں کے جو جہاں تھا اپنی جگہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جس میں پیغمبر صاحب کے چچ بیٹی داماد بھی تھے۔ اپنا دیس چھوڑ جیسے کو ہجرت کر گیا مخالفین اس ترقی کو بھی نہ دیکھ سکے انھوں نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ جب ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے تو اُن کا نصف عارضی ہے

اگر ماند شے ماند شے دیگر نے ماند

جب سب طرح سے ہائے تو آخر اللہ واولئک چاہا کہ پیغمبر ہی کا کام تمام کریں وَاذْمُكْرِبِكُمُ اللَّوْنُ
 اَكْفَرُوا الْبَيْتُوكَ اَوْ يَكْفُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَكْرِیْنَ اور وہ
 وقت یاد کرو جب کافر تھا سب ساتھ مل کر ناجا پتے تھے کہ تم کو قید میں ڈالیں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کر دیں لوگ
 بھی مکر کرتے تھے اور خدا اپنی تدبیر میں لگا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہی یہ منصوبے ہی کرتے
 رہے۔ اور پیغمبر صاحب ایک دن اور دورات پاس کے پاس غار ثور میں چھپے رہ کر اپنے انصار میں بیٹھے
 جا داخل ہوئے۔ ہجرت میں ایک چھوڑ دو دو پہلے بھی ہو چکی تھیں مگر یہی وہ بڑی ہجرت ہو جس سے مسلمانوں کا
 سہ چلا۔ اور واقع میں وہ واقعہ اسی یادگار کے قابل تھا اب اسلام میں دراجان سی اچلی۔ اور وہ یا تو
 ٹھٹھہر ابوابے حس و حرکت پڑا تھا یا اب لگا کلبلائے اور پھر توفیقہ رفتہ اُس نے وہ جولانیان کیں کہ تمام
 روئے زمین کو ہلا مالا۔

اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں نے بزورِ شمشیر اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہمیشہ
 سلطنتیں بزورِ شمشیر قائم ہوئی ہیں کیا اوروں کی سلطنتیں سلطنتیں تھیں اور ان کو بزورِ شمشیر درکار تھا۔
 اور ان کی سلطنت بھیک کا ٹکڑا تھا کہ کہیں سے مانگ کر آئے یا کنکر پتھر تھے کہ پہاڑوں سے جا کر
 اُٹھا لاتے۔ سدا سے سلطنت کا یہی قاعدہ رہا ہے اور سدا کو یہی رہے گا جس کی لاٹھی۔ اُس کی پھینس مسلمانوں
 کی سلطنت بھی اس مستثنیٰ نہیں مگر ہاں یہ کہنا کہ اسلام بزورِ شمشیر بھیا گیا واقعات تاریخی کو جھٹلانا ہے۔
 اسلام کو مسلمانوں کی سلطنت سے بے شک بڑی مدد پہنچی لیکن کون سا مذہب سلطنت کی مدد سے
 نہیں بڑھا ہم کو تاریخ سے استشہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر چند
 برٹش گورنمنٹ مذہبی نیوٹرلٹی کا دعویٰ کرتی ہے۔ اور وہ نیوٹرل ہی بھی۔ مگر جو نفقہ امداد عیسائیت کو صرف
 اتنی بات سے بھینچ رہی ہے کہ وہ حکام وقت اور وہ قوم با اقبال کا مذہب ہی ہر منصف آدمی اپنے دل میں اُس کا
 اندازہ کر سکتا ہے۔ آج دیکھتے عیسائیت کو اگر ابتدائیں مردم کے بادشاہ کنستائن نے متصبا نہ اس کی امداد
 نہ کی ہوتی۔ آج دیکھتے عیسائیت کو اگر اہل یورپ اس کے معقد نہ ہوتے۔ یا ہوتے اور برسرِ ترقی نہ ہوتے

آج دیکھتے پنجاب میں سکھوں کے مذہب کو اگر ان کی سلطنت نہ ہوتی یہ سب کسے کی باتیں ہیں کہ دنیا اور دین دو سوکنیں ہیں۔ اگر دنیا دین کی سوکن ہو تو ایسی کن ہو کہ بے اس کی مدد کے دین بی بی کے سر کو بھی اوڑھتی بھی نصیب نہیں ہوتی اور ساری عمر دین بی بی کو دنیا بی بی کا اتارن ہی پہنتے گزری۔ تو محفل میں منہ دکھانے قابل بھی ہوئیں۔

کسی ایک مذہب کا نشان دو جس نے کسی زمانے میں کسی ملک میں بدون دنیا کی مشارکت کے ترقی پائی ہو۔ تو اسلام بچا رہے نے ایسا کیا قصور کیا ہو کہ اس کو بے وجہ نکو قرار دیا جائے۔ لیکن سمجھے رہو کہ تمکُن اور ترقی دو چیزیں ہیں جیسے درخت کی دو حالتیں۔ ایک جڑ پکڑنا اور ایک پھیلنا۔ پھولنا۔ کززع اخروج شطالوہ فاذرہا فاستغلظا فاستوی علی سوقہ یجعب الزراع (جیسے روئید گی کہ پہلے اس کی کوئل نکلتی ہے پھر اس کو تائید پھونچی تو پیپ کر موٹی ہوئی اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار لگے دیکھ کر تعجب کرنے، سو اگر سچ پوچھتے ہو تو اسلام نے جڑ تو اسی وقت بکھری تھی جب مسلمانوں کو نہ زور کا بل تھانہ زرا کا یہ اعتراض۔ ناحق کا اعتراض کہ اسلام نہ زور شمشیر پھیلا یا گیا۔ اگر تامل کیا جائے تو خود اسی اعتراض میں اس کا جواب بھی موجود ہے۔ تم کہتے ہو نہ زور شمشیر اسلام پھیلا یا گیا۔ بہت خوب۔ تلوار نے تو لوگوں کو مسلمان کیا۔ لیکن تلوار کو کس نے مسلمان کیا۔ یعنی تلوار فی نفسہا کوئی چیز نہیں۔ نہ زور شمشیر اسلام کے پھیلانے کے یہ معنی ہوئے کہ تلوار چلانے والے اسلام کے حامی ہوئے۔ مگر میں پوچھتا ہوں تلوار چلانے والوں کو اسلام کی حمایت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ تم اس کا کیا جواب دے سکتے ہو۔ مجھ سے سنو۔ آمادہ کیا اس کو ایک تلوار نے جو گوشت و پوست پر نہیں۔ رگ و پیر پر نہیں۔ مغز و استخوان پر نہیں۔ بلکہ سویا سے قلب پر کاٹ کرتی ہے۔ یعنی وہ نفس انسانی جس میں خدا تعالیٰ نے قبول حق کی استعداد کو ودیعت رکھا ہے۔ یہ تلوار شروع سے اسلام کی حامی ہوئی۔ اور مجھ کو اس کے کہنے میں ذرا بھی باک نہیں اب بھی ہو اور ہمیشہ رہے گی۔

اسلام کو اگر صرف تلوار نے پھیلا یا ہوتا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے مدیں ہوئیں تلوار کے چھوٹنے سے سلطنت گئی۔ حکومت گئی۔ عزت گئی۔ خوش حالی گئی۔ فارغ البالی گئی۔ اسلام کی رونق گئی

شان گئی۔ مگر اسلام کا ایک بار دل میں اترنا شرط ہی۔ پھر جائے جان رہے ایمان۔

جناب پیغمبر صاحب نے اپنے عہد کے تمام ملک و سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط جاری کیے تھے۔ ان میں سے ایک خط ہرقل روم کے نام کا بھی تھا۔ اُس نے خط پا کر حکم دیا کہ دیکھو عرب کے لوگ اس شہر میں تجارت کے لیے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اگر ہوں تو اُن کو حاضر کرو چنانچہ جتنے عرب نظر پڑے۔ سب کو ہرقل کے حضور میں لے گئے اُن میں سے رئیس قلویش البوسفیان بھی تھے جو اُس وقت تک اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے ہرقل نے پیغمبر صاحب کی نسبت ان لوگوں سے بہت سے سوالات کیے۔ اہل عرب نے البوسفیان کو جواب کے لیے اپنا پیشوا بنایا۔ البوسفیان کا بیان ہو کہ اُس وقت تک میرے دل میں پیغمبر صاحب کی طرف سے کبیدگی تو تھی ہی۔ بار بار میرے دل میں آتا تھا کہ پیغمبر صاحب کی نسبت خلاف واقع کچھ کا کچھ کہ دوں مگر ساتھیوں کے ٹیسے اور اپنی ذاتی وقعت کے لحاظ سے جھوٹ تو نہ کہہ سکے۔ تاہم ایک آدھ بات چبا ہی گیا۔ ہرقل کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جو لوگ جدید مذہب میں آجاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی مرتد بھی ہوا ہی۔ البوسفیان نے کہا نہیں تو ہرقل نے البوسفیان کے ہر جواب سے پیغمبر صاحب کی صداقت استنباط کی چنانچہ اس عدم ارتداد کے بارے میں کہا ”حق کا قاعدہ ہی جب ذہن نشین ہو جاتا ہی۔ پھر جی سے نہیں نکلتا۔“

یہ حدیث جس میں سے میں نے ایک ذریعہ ہی بات بیان کی۔ بڑے غرے کی حدیث ہی ہرقل کے سوالات اور البوسفیان کے جواب۔ اور پھر ہرقل کا استنباط قابل دیدہ ہی۔ مگر حدیث اتنی بڑی ہو کہ سالم کو بیان کرنا چاہوں تو بہت سا وقت دہی سے لے اور میں سمجھتا ہوں کہ ششی الدین ابھی گھس گھس کر رہے ہیں اور کہتے ہوں گے کہ کہیں یہ ختم کرے تو جندے کی کارروائی شروع ہو دو جواب دیا گیا کہ آپ جو چاہیں فرماتے چلے جائیں، لہذا میں نے اس کی اسی ایک بات پر اقتصار کیا کہ اگر اسلام کو صرف تلوار نے پھیلا دیا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے مدیں ہوئیں۔ کتنے مسلمان مرتد ہوئے مسلمانوں کی مردم شماری کے سامنے اس کا جواب سکوت یا انکار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہی

۱۔ یعنی مسلمان ہو کر پھر اسلام سے پلٹ جانا ۲۔ سے نتیجہ نکالنا ۱۲۔

پس اسلام کو نہ زور نے پھیلایا نہ زرنے۔ بلکہ اس کی صداقت نے۔ اس کی حقانیت نے اس
 سہولت نے۔ اس کے عام فہم اور ٹھیک انسانی طبیعت کے ساتھ اس کے موافق اور مطابق
 نے فطرۃ اللہ الٰہی فطرۃ الناس علیہا لا تبدل یلٰ مخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الٰہ
 لا یعلمون (خدا کی بناوٹ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہو۔ اللہ کی خلقت کو کون بدے۔ یہو
 دین ہی لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے) کیا اسلام کی حالت ایک دم سے بدل گئی تھی۔ ایسا
 نہیں اور ہوا بھی نہیں۔ یوں کہنے کو تو ہجرت سے اسلام کا دوسرا زمانہ یعنی اس کے غلبے کا آغاز
 جاتا ہو۔ مگر واقع میں اسلام کا پورا تسلط عرب میں فتح مکہ سے ہوا اور قرآن پاک سے بھی اسی
 تصدیق ہوتی ہو اذاجاء نصر اللہ والفتح ورائت الناس یدخلون فی دین اللہ افوا
 (جب خدا کی مدد آ پھونچی اور فتح لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں جوق جوق چلے آتے ہر
 اس سے پہلے صلح حدیبیہ تک تو یہ حال تھا کہ پیغمبر صاحب نے خانہ خدا کی زیارت کے ارادے۔
 جانا چاہا۔ کفار نے روکا۔ کیا خدا کی شان ہو۔ خدا کا گھر اور جو شخص صاحب خانہ کا سب سے
 معتقد اسی کو اس کے گھر جانے کی مناہی۔ آخر کار صلح ٹھہری صلح نامہ لکھے جانے کو ہوا۔ تو
 علی کرم اللہ وجہہ نے جو اس کے کاتب تھے لکھا ہذا ماصالح علیہ محمد رسول اللہ
 معاہدہ ہو جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی، دوسرا فریق بولا۔ رسول اللہ کیسا؟ اگر ہم تم کو
 سمجھتے تو خانہ خدا سے روکتے ہی کیوں؟ اس پر اصحاب بہت ہی برا فروختہ ہوئے اور سب
 سونت لیں اور قریب تھا کہ صلح بھٹک جاتے۔ مگر اللہ کے ضبط وہی اکمل کشف لک صہ
 (اسی پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فراع نہیں کیا (یعنی کیا) آپ نے فرمایا اچھا رسول اللہ کے
 اُدھر وہ ضبط دیکھنے کے قابل تھا۔ اور ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ند ہی حمیت
 جناب رسول اللہ کے ساتھ ارادت اور محبت۔ عرض کیا واللہ میں تو اپنے ہاتھ سے نہ
 چنانچہ آپ نے خود اپنے دہن مبارک کے ثعاب سے اس لفظ کو مٹا دیا تاہم تو مٹا دیا مگر
 اس میں لب جان بخش جان ڈال دی۔ اور اس کو اور تازہ کر دیا۔ نہ جانوا ورنہ جانتے

اس کا تو کچھ علاج نہیں کیسے معجزے اور کہاں کی کرامت۔ خود پنجمیہ صاحب کی لیفٹ ان کی نبوت کا کافی ثبوت ہے۔ آخر کار جب مکہ فتح ہوا اور پنجمیہ صاحب انواج ظفر امواج کے ساتھ اس میں داخل ہوئے وہ داخل ہونا بھی عجیب طرح کا داخل ہونا تھا۔ کوئی نرم دل سے نرم دل۔ رحیم سے رحیم۔ اور علیم سے علیم دنیا کا بادشاہ ہوتا۔ اور اس کے ساتھ مکے والوں نے وہ سلوک یا اس کا عشرِ شیر بھی کیا ہوتا جو پنجمیہ صاحب کے ساتھ کیا تھا تو سب کو بے امتیاز تہ تیغ بے دریغ کرتا۔ گدھوں کا ہل بھرتا۔ تمام شہر کو ڈھاتا۔ اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا اَہْرَیۡہٗٓ اَفْسَدُوْہَا وَجَعَلُوْا عِزَّہٗٓ اَہْلَہَا اِذْلَہٗٓ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ (جب بادشاہ کسی قصبے میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے اُجاڑ دیتے ہیں اُس کے معززین کو ذلیل بنا دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں)۔

یہ نبی ہی کی شان تھی کہ آپ نے مکے میں قدم رکھتے ہی چاروں طرف منادی کرادی۔ مَنْ دَخَلَ الْکُعبَۃَ فَهُوَ اَمِنٌ جو کعبے میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے، وَمَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِی سُفْیَانَ فَهُوَ اَمِنٌ۔ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا اُسے امن ہے، وَمَنْ دَخَلَ دَارَ فُلَانٍ فَهُوَ اَمِنٌ (اور جو فلاں شخص کے گھر میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے) یعنی قدرت پاک پر سب کو امن دے دیا۔ کسی سے انتقام نہیں لیا اس صورت میں آپ پر یہ تہمت کہ اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلا یا۔ نہ دھری جائے نہ اُٹھائی جائے۔

میں نے پنجمیہ صاحب کے چند حالات اس غرض سے بیان کیئے تا معلوم ہو کہ زمانِ مغلوبیت اور ہجومِ مخالفت میں اسلام کس رنگ سے رہا۔ اور اُس وقت کے مسلمانوں کا کیسا برتاؤ تھا۔ یارو شکر کرو کہ نہ ویسی مغلوبیت ہے نہ اُس طرح کی مخالفت۔ ورنہ ہم تو اپنے پندار میں مسلمان رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ پنجمیہ صاحب کی ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات اس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ گویا دو مختلف شخصوں کی دو مختلف زندگیاں ہیں۔ اس اختلاف سے میری مراد اس قسم کے اختلافات ہیں کہ مفلس تھے بلا سبائغہ اس درجے کے کہ نہ پیٹ کو روٹی اور نہ تن کو کپڑا۔ کیا اصحابِ صفہ کا حال معلوم نہیں مارے بھوک کے نماز میں کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ ہمہ وقت پیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے کہ بھوک کی ایذا کم محسوس ہو اور لوگ ایک ایک پنجمیہ صاحب

دو دو تین تین۔ لباس کی یہ بری حالت کہ لے دے کر ایک بوسیدہ کپلی وہ بھی اس قدر مختصر کہ بعد سے میں جاتے وقت ہاتھ سے پچڑے میں تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ سارے دن رات میں کھانے کو بلا کیا؟ ایک کھجور کہاں تک آدمی ایک کھجور کے سہارے بٹھلا رکھ سکتا ہے۔ جہاد کو چلے ہیں نہ سواری نہ ہتیار۔ پیروں میں جیتھڑے بندھے ہوئے اور اس مشقت پر کھانے کو درختوں کے پتے غرض مفلسی یہی کہ ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ایسی حالت ہم میں سے کسی پر گزری نہیں۔ ایک وقت وہ تھے۔ اور پھر خدا نے اپنا فضل کیا تو بھڑکے سے محاصل آیا۔ پیغمبر صاحب صبح سے ہانٹنے کو بیٹھے اور پس اور جھولیاں بھر بھر کر لوگوں کو دینا شروع کیا۔ جوار۔ باجر انہیں۔ سونا چاندی۔ تو بانٹتے بانٹتے شام ہو گئی۔ ایک حضرت عباسؓ کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے انبار کثیر دیکھ کر اپنے لئے اتنا سمیٹا کہ اکیلے اٹھانہ سکے۔ پیغمبر صاحب سے کہا کہ اٹھو ادو۔ آپ نے انکار کیا۔ ناچار کئی بار اس میں سے تھوڑا تھوڑا کم کر کے آخر جتنا لے جا سکے لے گئے۔

جیسے ہم ان مسلمانوں کی ابتدائی مفلسی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کا تحمل مابعد بھی قیاس میں نہیں آتا۔ آخر آخر مدینے میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ حیرت کے روپے لئے پھرتے تھے اور کوئی لینے والا نظر نہیں آتا تھا۔

غرض ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد اسلام کی حالت میں جو اختلاف واقع ہوا ایک تو فقر و غمی کا تھا۔ دوسرا خوف و امن کا۔ تیسرا دولت اور عزت کا۔ چوتھا محکومیت اور حکومت کا۔ اسی طرح اختلافات اور بھی تجویز کر لئے جاسکتے ہیں۔ مگر جس کو اصل نیکی کہتے ہیں وہ جو اسلام کا اصل اصول ہو اس میں عسکر و سیاست و صلح و جنگ کسی حالت میں کبھی رتی برابر فرق نہیں آیا۔ دشمنوں سے لڑتے تھے تو کیوں کر۔ اگرچہ مشہور ہے کہ الْحَرْبُ خُذْ عَہَّ اور جبے دیکھو لڑائی کے موقع پر جھوٹ۔ فریب کرو و قاسے نہیں چوکتا۔ پر جناب پیغمبر صاحب نے نہ کبھی دغا کی۔ نہ کبھی جھوٹ بولے۔ نہ کبھی عہد توڑا۔ نہ کبھی ماحول کسی کے سر ہوئے۔ نہ ظلم کیا۔ نہ بیجا سختی کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان ایسے پیغمبر کی امت۔

ایسے اسلام کے معتقد پھر ان میں یہ خشونت یہ سختی کہاں سے آگئی۔ ہونہ ہو یہ اُسی خبیث سلطنت کا اثر ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک عضو فرمایا کرتے تھے گندگی تو خدا نے دور کی۔ اُس کی عنونت باقی چلی جاتی ہو۔

عیسائیوں میں تو باوجودیکہ ہم پر حکم رانی کر رہے ہیں عام شکایت ہے کہ مسلمانوں میں ظالم ریش۔ (تحمل) بالکل نہیں یعنی دوسرے مذہب والوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہندو بھی ہم سے مطمئن نہیں۔ اور جب کبھی ہنگامے اور خانہ جنگیاں واقع ہوتی ہیں مسلمانوں کی اگر زیادتی نہیں ہوتی تو مسلمان کچھ اٹھا بھی نہیں رکھتے۔ غرض دوسری قوموں کا یہ عام خیال ہے اور بے وجہ۔ بے سبب نہیں کہ مسلمانوں کا اگر سر کچلا ہوا نہ ہو تو یہ نچلے بیٹھنے والے نہیں۔ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے منہ میاں مٹھو بیٹھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ذرا گورنمنٹ سے پوچھو وہ کیا خیال کرتی ہے۔ وہ فوج اور پولیس اور فوجداری کے انتظام میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر کر لیتی ہے۔ اگر مسلمان زیادہ ہوتے ہیں تو اُس کو یہ قہر بانی انتظام قوت اور سختی کے ساتھ کرنے پڑتے ہیں اور نہ کرے تو کام بھی نہ چلے۔ فوجداری اور جیل خانوں کی بیلوں پڑھو تو معلوم ہو کہ مسلمان کس قدر جلد لاٹھی پوسٹنگ پر پڑنے والے لوگ ہیں۔ شروع شروع میں مجھ کو کبھی ایسا خیال آیا کرتا تھا کہ اب دوسری قوم ہندوستان پر سلطہ ہے اور تعلیم بھی عام ہوتی جاتی ہے۔ عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمانوں میں التیام ہو جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں پہلے سے بہت زیادہ چھوٹ بہت زیادہ بدگمانی بہت زیادہ نفرت۔ بے شک تالی ایک ہاتھ سے نہیں بختی۔ دونوں قصور وار ہیں اور دونوں کو قصور وار ہونا چاہیے۔ مگر مجھ کو ہندوؤں سے کہنے کا کوئی منصب نہیں۔ کوئی حق نہیں اور کہوں تو وہ پیر بھی کیوں کرنے لگے۔ پس میں تو اسی مسلمانوں کو سمجھتا ہوں۔ اور تم ہی کو سمجھتا ہوں کہ اگر اسے خدا وقت کو دیکھو۔ وقت کے تقاضے کو دیکھو۔ اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارو۔

اگر خدا نے انسان کو ایسا بنایا ہے۔ اور بے شک ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ اپنا جس جس کی مدد کا

محتاج ہو تو اپنا لئے جنس کا انحصار اپنے ہی کنبے اور اپنے ہی خاندان۔ اپنی ہی قوم۔ اپنے ہی ہم مذہبوں میں نہیں ہی ملے گا۔

بنی آدم اعضا سے یک دیگر گاند	کہ در آفرینش نزدیک جو ہر گاند
جو عضو سے بدر آورد روزگار	دگر عضو ہارا نہ ماند قرار
تو کر محنت دیگران سے غمی	نشانید کہ نامست نہست آدمی

اور یہ تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہو۔ کہ جب ضد اور مخالفت درمیان میں آئی تو امداد و استمداد کا سلسلہ منقطع ہوا اور احمق کاش دو مخالفت اسی پر پس کریں کہ ایک دوسرے کو مدد نہ دیں۔ نہیں ایک دوسرے کو مدد دینے کے عوض نقصان بھگتانے کے درپڑ رہتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو زوال سلطنت کی وجہ سے جو اضطراری نقصان پہنچ گیا ہو وہ کیا کم ہے۔ اور اسی سے ہم کب بچ سکتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ ناحق کی عداوتیں مول لے کر اپنی خرابی کے درپڑ ہو جائیں اور بڑے بڑے بھاری نقصانات پلے باندھیں۔ اکثر لوگ یہ کہہ کر اپنے سر کا چھڑا اتارنا چاہیں گے کہ ایسی حرکات ناشائستہ صرف ان چند مسلمانوں سے سرزد ہوتی ہیں جو عوام کا لالہ عام ہیں۔ لیکن کیوں دائی سے بٹ جھباٹا جا رہے ہو مجھ سے زیادہ مسلمانوں کے جہان طبع کے کوئی کو کیا جان سکتا ہو مسلمانوں کے مزاج کی افتاد کچھ ایسی بُری بُری ہو کہ جن میں بگاڑ کا مادہ نہیں ان میں بناؤ کا بھی نہیں اور وقت کا تقاضا یہ ہو کہ ع زمانہ بالوں سازد تو بازمانہ بسازد۔

وَلِلّٰهِ كُلُّ نُوَابٍ فَكُنْ فِيْ نِيَابِهِمْ	کَلْبَسَ يَوْمًا اَجْدًا وَاَخْلَقَا
فَكُنْ اَكْسَى الْكَيْسَى اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ	وَ اِنْ كُنْتَ فِي الْاَحْمَقِيْ فَكُنْ اَنْتَ اَحْمَقًا

جہاد کا لفظ کچھ ایسی گھڑی کا لہجہ کا لہجہ میں پھونکا گیا ہو کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمی مزاج کے

۱۰ عام لوگ مثل جہاد پالوں کے ہوتے ہیں ۱۱ زمانے کے بڑے پڑے ہیں ان میں تو بھی رہ ۱۲ اس کا سال باس کھ ایک دن

ایک دن پڑا ۱۳ پس اگر دانشمندی میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو پڑا بوجہ بوجہ بن ۱۴ اور اگر احمقوں میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو

ٹھنڈے اور کچے نہیں تو قلم سے بیٹھے جہاد کر رہے ہیں۔ یعنی اور ادیان کا رد۔ اور کیا میں نے تنبیہ اور استعارہٗ مناظرہ مذہبی کو جہاد سے تعبیر کیا۔ نہیں لوگ ان کو اسی منظرے کی وجہ سے مجاہد فی سبیل اللہ کہتے اور لکھتے ہیں۔

میں نے یہ بڑا خطرناک مضمون اختیار کیا ہے۔ اور میں اچھی طرح سمجھا ہوا ہوں کہ اُسی وقت سے میری تکفیر کی تجویزیں سوچی جا رہی ہوں گی۔ لیکن مجھ کو اسی قدر بس کرتا ہے کہ میں اپنے پندار میں مسلمانوں کی بہتری کی صلاح ان کو دیتا ہوں۔

لوگوں میں باہمی بگاڑ کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں اور میں جانتا ہوں ان میں سے ایسا قومی سبب جو تسلسلہ لگاتار نہیں رکھتا نہیں رکھتا دین کا اختلاف ہے۔ یہ میل جول چھوڑائے۔ یہ آپس میں شادی بیاہ نہ ہونے دے۔ یہ ایک جگہ مل کر بسنے نہ دے اور حد سے بڑھ جائے تو ایک کو دوسرے کی جان کا دشمن بنا دے۔ بے شک انسان کی نالایق خواہشوں نے بھی دنیا میں بہت خونریزی کرائی ہے۔ مگر مذہب سے زیادہ شفاک ہے اور یہ ایک واقعہ تاریخی جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کتنے نفوس قدسی ہیں (اپنے دیکھنے میں تو آیا نہیں) جو دین کے اختلاف کو اُسی کے دائرے میں محدود رکھیں اور معاملات دنیا میں اُس کو متجاوز نہ ہونے دیں۔ وہ تو بیہوش و کلا اور مختار ہی ہیں۔ کہ دو مخالف فریقوں کے ریسپرینٹسٹون کر ایسی بُری طرح لڑتے ہیں کہ بھٹیاریاں کیا لڑتی ہوں گی اس وقت تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ ان میں آپس میں صاحب سلامت بھی نہ ہوتی ہوگی۔ مگر ان کی لڑائی اسی کمرے کے اندر تک ہے جس میں تمام فسادات کی جڑ وہ حاکم بٹھا ہے۔ پھر جوں ہی کمرے سے باہر نکلے وہ ایک دوسرے کے ویسے ہی دوست ہیں جیسے کہ ہوتے چاہئیں۔ مگر مذہبی لڑائی کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ ابدی نفرت اور عداوت قائم کر دیتی ہے۔ نہ صرف دو مخالفوں میں۔ بلکہ ان کی نسلوں میں تو بھائیو اگر تم کو غیروں میں رہنا ہے اور ضرور رہنا ہے اور اگر تم کو غیروں میں سے کچھ فائدہ پہنچو نچے تمکن ہیں اور ضرور ممکن ہیں۔ اور تم ان فائدوں کے محتاج ہو اور ضرور محتاج ہو تو لڑائی کی بات کچھ بھول کر بھی مذکور نہ کرو۔ خاص کر مذہبی لڑائی

یہ آگ سلگائے سے بھڑک اٹھے گی اور بھڑک اٹھے گی۔ تو تم بچا رہے غریب جھونپڑوں کے رہنے والے
ٹھہرے۔ تمہیں کو پہلے جلائے گی بھی۔

تمہارے دل میں جو خدشے گزر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں اور میں تم کو موقع نہیں دینا چاہتا کہ
میرے گئے پیچھے وہ خدشے مذکور ہوں۔ اور میری طرف سے کوئی اتنا نہ ہو کہ تمہاری تسلی کر دے۔ تمہارا
خدشہ بچا ہو اور تم کھ سکتے ہو کہ

کرتے جوں کو نہیں ہم تو سخن میں سبقت	پر وہ کچھ ہم سے سنے گا ہو کہ گاہم کو
-------------------------------------	--------------------------------------

تم کھ سکتے ہو کہ اول تو ہماری طرف سے ابتدا ہوئی نہیں اور خبر ہوئی تو تمہارے کہنے سے آئندہ احتیاط
کریں گے لیکن لوگ جو بیٹھے جھائے حملے کریں وہ چھوڑیں تو کیا اس کے جواب سے بھی گئے گزے ہوئے۔ کیا تم
یہ چاہتے ہو کہ لوگ کھلم کھلا ہمارے سپے اور پاک مذہب کی توہین کریں اور ہم بیٹھے سنیں۔ بزرگان دین کو
بڑا کہیں اور ہم کو بڑا نہ لگے۔ تو کیا تمہاری یہ مرضی ہو کہ تمہاری طرح کافر ہو جائیں۔ گرم مت ہو گرم مت ہو۔
کوئی مشکل نہیں جس کے حل کرنے کی تدبیر نہ ہو۔ ہم کو نہ بتائی ہو۔ ہمارے سامنے پیغمبر صاحب کا نمونہ موجود ہو لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (رسول خدا میں تم کو پیروی کرنے کے لیے اچھا نمونہ موجود تھا)
مشرک لوگ رو در رو پیغمبر صاحب تو پیغمبر صاحب خدا کی توہین کرتے تھے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ
قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا (اور جب ان سے کہا جاتا ہو کہ رحمن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے
ہیں کہ رحمن کیا چیز ہو۔ کیا تمہارا یہ مطلب کہ جس کے آگے سر جھکانے کو تم کو اُسی کے آگے سر جھکا دیں)۔
علاوہ میں شرک سے بڑھ کر بھی کہ فی اور طریقہ خدائی تو یہ کیا (وَرَأَى النَّاسَ لِنَظْمِهِ عِظَامَهُ) تحقیق شرک بڑی
بے انصافی کی بات ہو دیا یہ کہنا کہ خدا کے جو روپے ہیں۔ اسی میں خدا کی کون سی شان بڑھی جاتی ہو۔
قرآن کے مطالب پر نظر ہو تو کا ہے کو کسی کے بتانے سمجھانے کی ضرورت پڑے۔ عین وقت پر آپ سے
آپ یا دعا کیا کرے۔

بھلا پیغمبر صاحب کی ذاتی توہین کو تو رہتے دیدہ خدا کی توہین تو خود خدا کو اور پیغمبر صاحب کو اور نہ
صرف پیغمبر صاحب بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو کس قدر شائستگی اور آبرو کی سبوتاہی اور تہمتیں لگانے کے ساتھ

جو اس کی اہانت کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو جس کسی مذہب کو حقانیت کا بڑا المبا چوڑا دعویٰ ہو۔ وہ اپنی کوئی دنیاوی خصوصیت خدا کے ساتھ دکھائے۔ رزق تمول۔ توالد تناسل۔ تن درستی۔ کوئی ایک چیز بتاؤ جو کسی ایک مذہب والوں کے ساتھ خاص ہو۔ قرآن کی وہی ایک آیت یا کرم و اذ قال ابڑ اھیم رب اجعل هذا ابلداً اماناً و اذمق اھلہ من الشرک من امن منہم و ابڑ اللہ و الیوم الآخر قال و من کفر فامتعہ قلیلاً ثم اصطرک الی عذاب النار و ابڑ المصیر ابراہیم علیہ السلام نے بتقاضائے بشریت خدا کی رحمتوں کو دنیا میں اپنے گروہ کے ساتھ خاص کرنا چاہا۔ اور من امن منہم کی قید لگائی۔ خدا نے کہا یوں نہیں بلکہ و من کفر فامتعہ قلیلاً جو کفر کرے گا اس کو بھی دنیا کے چند روزہ فائدے یکساں بھونچیں گے اور کفر و ایمان کا فرق آخرت میں ظاہر ہوگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون سے اقتباس کیا ہے۔

اگر با پدر جنگ جوید کسے	پدر بے گماں خشم گیر و بسے
اگر خویش را قہی نباشد ز خویش	چو بیگا نگاش بر اندر پیش
اگر بندہ چاہد نیاید بکار	عزیزش ندارد و خداوند کار
و اگر ترک خدمت کند شکری	شود شاہ شکر کش از بے بری
ولیکن خداوند بالا و پست	بھصیاں در رزق بکس نہ بست

ہم کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف حکم دیا ہے اور جملہ مذاہب کا مال کار بھی یہی ہے تخلقوا یا اخلاق اللہ۔ اللہ کی سی عادتیں اختیار کرو۔ ہم کب مخلوق باخلاق اللہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ درگزر کے اور ہم در پی انتقام رہیں وہ سازگار ہی رکھے۔ اور ہم ٹریں۔ وہ برداشت کرے اور ہم ناک پر کھنٹی کھنٹی بیٹھنے دیں۔ رہے پیغمبر صاحب ان کو جا بجا اور بار بار یہی حکم ہوتا تھا۔ فاصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین (صبر کرو۔ خدا احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا) فاصبر لان وعد اللہ حق (صبر کرو کیونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے) فاصبر و ما صبرک الا باللہ (صبر کرو۔ اور نہیں ہے صبر تمھارا اگر اللہ کی توفیق سے) فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل (صبر کرو جس طرح صبر کیا ہست والوں نے) یا تو یوں کہو کہ یہ

احکام پیغمبر صاحب کے ساتھ خاص تھے مگر سوائے تمھارے سلف کے لیکر خلف تک کوئی امام - کوئی مفسر اس کا قائل نہیں - یا کہ وہ احکام عام ہیں - اور ہم بھی ان کے مخاطب ہیں مگر ہم ان کی تعمیل نہیں کرتے - تو سب سے زیادہ مذہبی غیظ و غضب تم کو پہلے اپنے اوپر کرنا چاہیے - نہ کہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت مذہب کو تم نے سمجھا کیا ہے؟ مذہب نام ہر من سمجھوتی کا - کلُّهُ جُزْبٌ مِّمَّا لَدَيْهِمْ فِرْحُونٌ

یاں وہی ہی جو اعتبار کیا

یہ تو ہم کا کارحنا نہ ہی

جس عقیدت سے ایک مسلمان آب و مرعہ نوش کرتا ہے - اسی ارادے سے ایک ہندو گنگا جلی پیتا ہے یعنی دونوں کی مذہبی تسلی میں کچھ فرق نہیں - اور کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ جان بوجھ کر سمجھ کر حق بات کو نہیں مانتے - یہ بات میری سمجھ میں تو آتی نہیں کہ آدمی خدا کو جانے - اُس کی قدرت کو جانے - اُس کے احسانات کو جانے اور یہ بھی جانے کہ وہ کیا چاہتا ہے - اور پھر اس سے مخالفت کرے - خدا اور خدا کی قدر میں تو بجائے خود - مجھ کو اتنی ہی طاقت ہونے دو کہ اس کتاب کو کہوں کھل اور یہ کھل جائے اور کہوں کہ بند ہو اور یہ بند ہو جائے اور اس میں کسی قسم کی نظر بندی اور چالاک کی کا دخل نہ ہو تو اتنی ہی طاقت پر اگر سارے ہندوستان کو اپنی طرہ نہ کر لوں تو پھر میرا کچھ سننے کو نہ آتا - مگر یوں کہو کہ جہاں انسان کی دوسری حالتوں کا اختلاف منجانب الہی ہو وَمِنْ آيَاتِهِ اخْتِلَافُ السِّنِّ وَالْوِلْدَانِ (اُس کی نشانیوں میں سے ہے تمھاری بولیوں کا اختلاف اور تمھارے رنگوں کا اختلاف) اسی طرح اختلاف مذہب بھی من جانب الہی ہو وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مِنْ رَحْمَةِ رَبِّكَ وَلَئِنْ لَمْ يَخْلَقْهُمْ لَضَعْلَمَ (اگر خدا چاہتا سارے آدمیوں کا ایک ہی مذہب ہی گروہ بنادیتا اور لوگ ہمیشہ اس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر تمھارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے) اگر ذلک کا مشا را الیہ مُخْتَلِفِينَ ہر دو تھیں مُخْتَلِفِينَ ہی ہو تو یہ اختلاف قیامت تک ملنے والا نہیں خدا نے انسان کی ایسی بناوٹ رکھی ہو تو والد کی خلقت کون بدے ج

گر تو نے پسندی تغیر کن قضا را

فرض کرو کہ ہم ایک مذہبی راے رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آدمی اس سے اتفاق نہیں کرتا۔
 اور معلوم ہو کہ ناحق کی ضد سے اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اختلاف قابلِ رحم ہو نہ مستوجبِ ملامت
 چاہیے کہ جب ہم کو جوشِ ہم دردی بے چین کرے۔ ہم اُس کے حق میں دعا کریں۔ رفق و لینت سے
 اُس کو سمجھائیں مدد کریں کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔ یا فرض کرو کہ وہ ناحق کی ضد کرتا ہو تو وہ اور زیادہ
 قابلِ رحم ہو۔ اگر راہِ راست پر آجاتا تو اپنا ہی فائدہ کرتا نہ یہ کہ ہم کو بخشواتا۔ نہیں مانتا اپنا سر کھائے
 پڑے جوٹھے میں۔ ہم کو اس کے ساتھ عداوت پیدا کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں۔

جو لوگ مذہبی مناظرات کرتے ہیں۔ دشمنِ عقل اتنا نہیں سمجھتے کہ ان مناظرات سے دوسری
 قوموں کے ساتھ مخالفت اور عداوت پیدا یا تازہ یا راسخ ہوتی ہو۔ اور مسلمانوں میں اب اتنا دم
 نہیں رہا کہ اس مخالفت کی مقاومت کر سکیں بعض کو یہ خیال بھی ہوتا ہو گا کہ مناظرہ بھی دین کی
 حمایت کا ایک پیرایہ ہو اور عجب نہیں کہ وہ اس کے اجر کے بھی متوقع ہوں۔ میں سرے سے اسی
 بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ تقضائے دین داری ہی لوگوں کو مناظرات کا باعث ہوتا ہو اور وہ احتساباً
 اور خالصتہً لوجہ اللہ اس کام کو کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے کے مافی الضمیر پر لگی حاصل کرنا مشکل ہو مگر
 مناظرے ہی میں تو دین داری کا انحصار نہیں۔ دین داری اور بھی بہت سے کام چاہتی ہو۔ دین داری
 چاہتی ہو۔ مثلاً یہ کہ آدمی یہ جان کر کہ میں دینِ حق پر ہوں۔ پھر ہمہ وقت خدا سے ڈرتا ہے کہ دیکھے انجام
 کیا ہوتا ہو اگر خطرِ عاقبت پیش نظر ہو اور یہ ایسا خطر ہو کہ ہر فرخِ بشر کے پیش نظر ہونا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں
 اسی ایک خیال میں اس قدر کافی مصروفیت ہو کہ آدمی کو اپنی ہی نفس کی پرداخت سے فرصت مل نہیں
 سکتی۔ دوسروں کے دین و مذہب کی وہ کیا خبر رکھے۔ غمِ نداری بربخیر۔

آدمی کو دنیا میں آپ ہی اپنا بچ ہونے دو۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہو کہ اس کا گناہ اور
 اس کی برارت۔ اس کی نیکی اور اس کی بدی ایسا بچہ جو بزرگے کا جس کو اُس کے دل کے بھید۔
 اس کی آنکھوں کی چوہیاں در اور معلوم ہیں یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (آنکھوں

کی چوریاں اور بیٹوں کے راز جانتا ہے۔

کیا وہ بڑی خوفناک حدیث نہیں سنتی کہ قیامت کے دن ایک شخص نیکوں کا انبار اپنے ساتھ لے ہوگا اور حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ یہ حکم سن کر اُس کو بخت حیرت ہوگی اور عرض کرے گا کہ اے

پروردگار کیا میں نے تیرے حکم کے مطابق نمازیں نہیں پڑھیں۔ روزے نہیں رکھے۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ حج

نہیں کیا۔ یہ نہیں کیا۔ وہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آخر کار رکھے گا کہ میں نے تیری راہ میں جان نہیں

دی۔ غرض وہ اپنی نیکیاں اور کارگزاریاں ایک ایک کئے گنوائے گا اور بارگاہ رب العزت نیا ارشاد ہوگا کہ بھک

یہ سب کام تو نے کئے مگر یہ سب کام تو نے دکھانے کے لئے کیئے تھے۔ اور تو دنیا میں ان کا صلہ پا چکا ہے۔ تو نے چاہا

لوگ تجھ کو سخی کہیں۔ اور لوگوں نے کہا۔ تو نے چاہا تو بہادر مشہور ہوا اور تو بہادر مشہور ہوا۔ پھر رابع

کیا چاہتا ہے تو نے کوئی کام ہماری رضامندی اور خوشنودی کے لئے نہیں کیا اور نہ تو اس کا مستحق ہو سکتا ہے

یہ سمعہ اور ریا جس نے اس پر نصیب شخص کے سارے اعمال حسنہ ضبط کر دیئے۔ مذہبی مناظر آ

میں بڑی آسانی اور جلدی کے ساتھ دخل کر سکتی ہے مناظرے کو اظہار حق کی حد سے متجاوز نہ کرنے دینا بڑا

مشکل کام ہے۔ بحث میں سخن پروری اور ضد دہی جاتی ہے۔ کون شاعر ہو جو داؤ نہیں چاہتا۔ اسی طرح

کون سا مناظرہ جو اپنے فریق سے مدح و تحسین کی امید نہیں رکھتا ہے۔ اور اسی کا نام ہو ریا۔ انسان کو

خدا نے ایسا مخلوق جو غرض پیدا کیا ہے کہ جب تک جلیب متفعت یا دفع منفرت محرک نہ ہو وہ کوئی

چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ اگر خدا کے نام ایک پیسہ دیتا ہے تو اس امید سے کہ اُس کی

عاقبت میں اس ایک پیسے کے بدلے دس روپے پندرہ آنے ملیں گے مَثَلُ الَّذِي يَتَّقُونَ

أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ سِجِّيلًا فِي كُلِّ سَنَةٍ مِمَّا تَرَ حَبَّةً وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ

يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں اُن کی مثال اُس دانے

کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے دو چند سے چند

کر دیتا ہے تو ہم کیوں نہ سمجھیں کہ بحث مذہبی میں بھی اس کی کوئی ذاتی غرض ضرور ہے اور وہ غرض ناموری

اور اظہارِ لیاقت ہی کیوں نہ ہو۔ میں پہلے کھچکا ہوں مذہب من سمجھوتی کا نام ہے اور یہ مناظرے کا نہیں بلکہ نفسِ مذہب کا تصور ہے کہ اس کا مباحثہ کبھی ختم۔ اس کا جھگڑا کبھی فیصل نہیں ہوتا۔ اسی کاغشِ مذہبِ اقلیدس کا کوئی دعویٰ ہوتا۔ یا حساب کا سوال یا جبر و مقابلے کی مساوات۔ مذہب کی بنیاد پر عقیدے پر اور عقیدہ موقوف ہے قبولِ طبیعت پر اور طبائع اس بائے میں اس قدر مختلف واقع ہوئے ہیں کہ جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

یہ ظاہر بات ہے کہ ہم پیغمبرِ صاحب سے بہتر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ اول تو خود ان کا عقیدہ ہے قدرِ راسخ تھا کہ ہم کو اس کا پاسنگ بھی نصیب نہیں۔ دوسرے خدا نے ان کی بات میں اثر دیا تھا اور جو بات خلوص سے کہی جاتی ہے موثر ہوتی ہے ہمارے بات میں اثر کیا خاک ہو سکتے کچھ ہیں۔ اور کرتے کچھ ہیں۔ کہتے سب کچھ ہیں اور کرتے کچھ بھی نہیں۔ ع

ای طبل بلند بانگ در باطن ہیج

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو آپ نہیں کرتے) مگر باوجودیکہ پیغمبرِ صاحب عقیدہ راسخ۔ ان کی بات میں بھی اثر تھا۔ اور ان کا اہتمام بھی بلا کا اہتمام تھا۔ پھر بھی جن کی طبیعتوں میں قبولِ حق کی استعداد نہ تھی ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور پیغمبرِ صاحب اس سے کچھ شکستہ خاطر سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھا دیا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) اگر تم کو مناظرے کی کامیابی کا یقین ہو۔ تو کسی ایک صرف ایک مذہبی فرقے کا نام لو جو مغلوبِ مناظرہ ہو کر معدوم ہو گیا ہو سوچو پھو تو لوگوں کو حق کی طلب اور تلاش ہی نہیں کہ مناظرے سے فائدہ اٹھائیں۔ بحث و مناظرے کا نام آیا اور ان کو خدا واسطے کی کاوش ہوئی۔ بلکہ میری رائے پوچھتے ہو

تو جس کو اپنے مذہب پر زیادہ حملے کرانے منظور ہوں۔ وہ اس طرح کی چھیر کرے۔ اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ تم کرنی چاہو دین کے حق میں دوستی اور وہ ہو جائے اُٹی دشمنی

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ ذَٰلِكُمْ زَيْنًا لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

عَلَّمَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن کو بُرا نہ کہو ورنہ وہ لوگ بیجا مانیں ناحق خدا کو بُرا کہنے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر ایک گروہ کی نظر میں اُن کے عمل کو بہتر بنا دیا ہے۔ پھر اُس کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سو جو کچھ وہ کرے یعنی اُس کی کیفیت وہ اُن پر ظاہر کر دے گا) ہندوستانیوں کو جیسے انگریزی عملداری میں آزادی نصیب ہوئی تھی پہلے سے ہوتی تو بہتری کچھ بہتری کر لیتے۔ مگر یہ اس کو لے گئے مذہب میں۔ اور مذہب میں بھی گھسے تو ایسی بھونڈی طرح کہ جس سے آپس میں نفاق پڑے۔ پیرایہ تو بڑا اختیار کیا ہے۔ مگر ح

عدو شود سببِ خیرِ گر خدا خواهد

ایک دوسرے کی ضد سی۔ انتقام کی غرض سے سی شہرت اور ناموری کے لئے سی کسی وجہ سے سی لوگ جو مذہب کی طرف سوجھ ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام کو غیب سے درپردہ تائید چھو نچ رہی ہے۔ اور اس کے اصول بھی ایسے ہی صاف سلیس اور عام فہم کہ کسی کو حق کی تلاش کا نام تو زبان سے لینے دو۔ پھر دنیا میں کہیں اسلام کے سوا اس کا ٹھکانا بھی ہے۔

اسلام کا لب لباب دو مختصر سے جملے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ سو میں دیکھتا ہوں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تو لوگ معتقد ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور کیوں کہ معتقد نہ ہوں۔ جو عقل ان کو یہ سمجھا رہی ہے کہ خدا ہی وہی یہ بھی سمجھا رہی ہے کہ وہ ایک بھی ہے۔ جن مذہبوں میں شائبہ شرک تھا اب وہ اس کی تاویل کرتے جاتے ہیں اور تاویل نہیں کر سکتے تو جھینپ کر دل ہی دل میں لیشیان ہو کر بات کٹھال جاتے ہیں۔ یا اس پہلو پر نہیں آتے۔ غرض مذاہب کا عام رجحان توحید کی طرف پایا جاتا ہے یہ اسلام کی فتح اور کامیابی نہیں تو اور کیا ہے؟ توحید اور اسلام مراد یک دگر ہیں۔ یعنی لفظ دو اور معنی ایک بے شک اسلام ایک مذہب ہے۔ دوسرے مذاہب سے جدا اور ممتاز۔ لیکن اصل الاصول توحید ہے۔ اور باقی شرائع و آداب و امر و نہی سب فروع۔ توحید کو ٹھہری (نفس قانون) اور باقی تمام مذاہب پراسیڈیو یعنی ضابطہ کار روانی۔ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوتِ اسلام میں سارا زور اسی ایک توحید پر

دیتے تھے اور فرماتے تھے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا آيَةً بِآيَاتِ اللَّهِ (ای اہل کتاب آؤ) ایسی بات کی طرف جو تم میں اور ہم میں یکساں ہو کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو نہ پوجیں اور نہ کسی کو اس کا شریک قرار دیں اور نہ ہم میں سے کوئی خدا کے سوائے کسی کو اپنا مالک قرار دے، بے شک ابھی لوگوں کی توحید میں خامی ہے۔ نقصان ہے۔ کمزورتی ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کی توحید کو کیا کہا جائے۔ اور کس مُنہ سے کہا جائے جب خود ہم مسلمانوں کی توحید بھی خامی نقصان اور کمزورتی خالی نہیں۔ ذرا توحید کا پیچ کسا جاتا ہے تو اپنے ہی بھائی و بانی و ہابی کھ کر ہر ویٹنی شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس عالم اسباب میں اسباب سے قطع نظر کرنا ہی بھی ذرا ٹیڑھی کھیر اپنی چھا چھ کو کون کھٹا کھاتا ہے جن عقائد اور جن افعال کی وجہ سے ہم دوسرے لوگوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں وہی عقائد اور وہی افعال ہمارے یا ہم میں سے اکثروں کے بھی ہیں۔ فرق اگر ہی تو اسی قدر کہ اوروں نے اپنے بزرگوں کے حق میں افراط کی ہو ہم نے اپنے بزرگوں کی شان میں۔ لیکن سلسلہ سخن کشاں کشاں مجھ کو اسی گڑھے میں لے جانا چاہتا ہے جس میں گرنے سے میں تم کو ڈراتا تھا۔ پس اس تذکرے کو چھوڑو اور اصل مطلب کو لو۔

ہاں تو میرا خیال یہ ہے کہ مذاہب کا عام ہر جان توحید کی طرف پایا جاتا ہے اور میں اس کو اسلام کی فتح نمایاں خیال کرتا ہوں۔ اور اگر مسلمان لینٹ و استمالٹ اختیار کریں۔ اور لوگوں کو سختی اور دشمنی سے نفرت و وحشت نہ دلائیں۔ تو میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ کیوں اسلام مذہب عام پسند نہ ہو۔ اور کیوں سب لوگ مسلمان نہ ہوں۔ آخر ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ایسی باتیں جن سے تزلزل توحید ظاہر ہوتا ہے۔ سرزد ہوتی ہوئیں دیکھتے ہیں۔ اور ان کی تاویلات کو کوئی نفسہما نحیف اور ضعیف ہوں پذیرا رکھتے ہیں۔ اور ان سے مفارقت اور متارکت نہیں کرتے تو ایسی کون سی بڑی قباحت لازم آجائے گی۔ اگر غیر قوموں کے ساتھ ہم دل داری سے پیش آئیں اور مذہبی اجنبیت کو کم کریں۔ کچھ مولفۃ القلوب کی بھی خبر ہو کہ وہ کون لوگ تھے۔ وہ تھے دوڑے تزلزل العقیدہ مُذَبِّبِیْنَ ذَلِکَ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (نہ ادھر نہ اُدھر یہ بلا کہہ کر اگر پیغمبر صاحب ان کو حکمتِ علی سے بلائے
 بلائے نہ رہیں تو وہ کلمہ کھلا فریقِ مخالف میں جا ملیں قیامِ رحمتِ مینِ اللہ لیت لہم وَلَوْ كُنْتَ فَطْرًا
 خَلِيقَ الْقَلْبِ لَا تَقْضُوا مِنْ حَقِّكَ: (یہی خدا کی ایک رحمت ہو کہ تم اُن کے لئے نرم ہو گئے اور
 اگر تم بدخوا اور سخت دل ہوتے تو تمہارے پاس سے کبھی کے شک گئے ہوتے) لیکن پیغمبر صاحب نے کبھی
 ان کی نسبت بدگمانی ظاہر نہیں کی اور نہ ان پر شبہ کیا۔ اور اُن کے ساتھ بالکل دوستانہ برتاؤ رکھا۔
 فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (ان کو معاف کرو اور خدا سے ان کے گناہوں
 کی معافی چاہو اور معاملات میں ان سے مشورہ لو) نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ وہ ایسے سچے اور پختہ مسلمان
 ہوئے جیسے اُور۔ انہوں نے ایسے ایسے کار نمایاں کئے جیسے دوسروں نے۔

مسلمان ادنیٰ ادنیٰ بات میں پیغمبر صاحب کی نقل و تقلید کرتے ہیں یہاں تک کہ وضعِ شکل و
 صورت بھی ایسی ہی بنانا چاہتے ہیں اور یہ بڑی عمدہ بات ہو۔ مگر افسوس ہو کہ پیغمبر صاحب کا سببِ سببِ باطن
 بنانے میں مطلق اہتمام نہیں جو سرتاپا حلم۔ سرتاپا رحمت۔ سرتاپا سہولت تھی ان کو سینکڑوں مولفہ القلوب
 گھیرے رہتے تھے۔ اُمت نے استمال اور تالیفِ قلوب کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ اور میری آج کی
 بات کو میں تو چاہتا ہوں دل پر مگر دل پر تو تم کیا کھو گے کسی کتاب کے پچھے پر یادداشت کے طور پر
 لکھ رکھنا کہ جب تک مسلمان برداشت اور درگزر اور سازگاری کا شیوہ اختیار نہ کریں گے نہ ان کو
 دنیا میں فلاح ہوگی اور نہ کچھ دین ہی کو فائدہ پہونچا سکیں گے۔

جس طرح فطرت نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے قبول کرنے کا رجحان طبیعتوں میں پیدا کیا ہی اسی طرح
 وہی فطرتِ مُحَمَّدٌ ﷺ کے قبول کرنے کی طرف بھی طبیعتوں کو راغب کرے پر کرے۔
 بشرطیکہ پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں دکھایا جائے سریٹ لینے اور نہ کسٹ ڈالنے کی
 جگہ ہو پیغمبر صاحب کی ایسی بھونڈی تصویر دوسری قوموں کے پیش نظر ہو کہ معاذ اللہ وہ ایک شخص
 ہیں۔ ترش رو۔ بد خو۔ جنگ جو۔ ظالم۔ سفاک۔ کینہ توز۔ حکومت پسند۔ ان کے دامن ہاتھ میں سیف

مسلول ہو یا دیا اسلامی کا بنڈل یا ڈنٹاٹ۔ (جھک سے اڑ جانے والی چیز) اور بائیں میں مارشل لا۔
 (قانون جنگ) جب کہ واقع میں از رو سے حق الامر وہ ایک شخص تھے ہنس مکھ خوش خلق بردبار۔
 منکسر متواضع نرم مزاج۔ نیک دل۔ اِنَّكَ لَعَلَّیْ خُلِقْتَ عَظِیْمًا اِنْ کے ہاتھ میں گلدستہ یاد ستنبو یا آب
 حیات اور دوسرے میں فوز و فلاح دارین کا فرمان یعنی قرآن مسلمان کہیں یا نہ کہیں۔ مانیں یا نہ مانیں۔
 مگر میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں
 دکھانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی پیغمبر صاحب کو ٹھہرایا بیچا اور آپ بنے ہوئے اور لوگوں کو چاہتے ہیں کہ
 گرویدہ اسلام ہوں۔ ع

اس خیال ست و محال ست و جنوں

اب یہ زمانہ کامپٹیشن (مقابلہ) کا ہے جہاں اور سب باتوں میں کامپٹیشن چلتا ہے مثلاً کوئی شخص
 نوکری کا طلبگار ہے۔ تو کامپٹیشن کی جھڑپ میں سے نکلے بدون اس کو نوکری نہیں ملے گی۔ کوئی شخص تجارت
 کرنا چاہتا ہے کامپٹیشن کی کشمکش کے بغیر اس کو بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ اسی طرح مذاہب میں بھی کامپٹیشن
 قائم ہے۔ ہر مذہب واسے چاہتے ہیں کہ ہم کو پہلا کی نظر میں قبولیت ہو جتنے مذہب ہیں گویا اتنے
 ایک خاص چیز کے دکان دار ہیں۔ ہر دکان دار اس کوشش میں لگا ہے کہ سب سے زیادہ اس کی
 دکان چلے۔ لوگ کثرت سے اس کا مال لیں۔ جو تدبیر ایک دکان دار کو اپنی دکان جانے کے لیے کرنی
 پڑتی ہے۔ وہی تدبیر اس کو کرنی پڑے گی۔ جو چاہتا ہے کہ اس کا مذہب زیادہ تر مقبول عام ہو اور وہ تدبیر
 ہو۔ ملنساری۔ راستی خوش معاملگی۔ آسانی۔ ہزار تدبیروں کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں اچھا دین دار
 بنا کر لوگوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھائیں۔ سو افسوس ہو کہ ہم نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔

جہاں تک دین داری کو تمدن میں دخل ہے ہم کو بنا چاری ماننا پڑتا ہے کہ مسلمان اگر سوسائٹی کے
 بہت بڑے ممبر ہیں تو بیچھے بھی نہیں۔ حالانکہ ہم کو اس کی کثرت ہونے کا فخر حاصل ہے۔ مگر کردار سے نہیں بلکہ
 گفتار سے جو مکارم اخلاق کے متمم اور مکمل تھے۔ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ اَتَمُّہَا وَاکْمَلُہَا اِنْ پر خدا کی

۱۱ بے شک تم بڑے ہی خلیق ہو ۱۲ اتمہ غلہ خلاق ۱۳ دونوں جہاں کی کامیابی۔ و بہودی ۱۴۔

رحمت پوری اور کامل تر۔

اسلام کی بے وقعتی کے جہاں اور اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی شکستہ حالی بھی ہو۔ مسلمانوں کی دنیاوی حالت درست ہو تو بہت سی باتیں جو لوگوں کی نظر میں موردِ اعتراض ہیں۔ وہی موردِ تحسین ہو جائیں لیکن خرابی یہ آکر پڑی ہو کہ اس شکستہ حالی پر مسلمانوں کو زہدِ تعلیم کیا جاتا ہو جس کا ضروری نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان اپنی شکستہ حالی پر صبر کر کے بیٹھ رہے ہیں۔ اور اس کی درستی کی مطلق فکر نہیں کرتے۔ یا کرنا چاہتے ہیں مثلاً من بھر تو یہ کہتے ہیں چھٹانک۔ وہ بھی بادلِ ناخواستہ کہ ایسا کرنا اور نہ کرنا برابر۔ اگر ایک چھپر مثلاً سودی کی مجموعی پوری طاقت سے اٹھائے جانے کا ہی اگر دو چار آدمی اس کو انگلیوں کے سہارے سے اٹھانا چاہیں تو بھلا وہ چھپر اپنی جگہ سے کب کھسکا۔

میں اس شکایت کی سندیں پیش کرتا ہوں انجمن حمایت اسلام لاہور کی حالت کہ اس نے اٹھائے تو ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھالیا جو قوم کے کرنے کا ہو۔ اور قوم کے کرنے کا بھی اس صورت میں ہی کہ قوم کشادہ دلی سے اس کی معین و مددگار ہو۔ لیکن قوم اور کشادہ دلی کا کیا ذکر ہو۔ صرف معدودے چند اس کو اتفاقی طور پر وہ بھی ہچکچاتے ہچکچاتے بنا ہے چلے جاتے ہیں۔ پس انجمن کی گزران بالکل توکل کی سی گزران ہو جس کو شاعرِ فانی سے بڑھ کر سمجھتا ہو۔

زیادہ ہو گا تو کل سے بھی کہیں روزہ	کہ اس میں آئی تو روزی ہو اور نہیں روزہ
------------------------------------	--

ہمارے ہندوستان کا قواعد یہی ہو کہ جتنے چندے کے کام ہیں براے چندے۔ اول تو جو کچھ ہو رہا ہو وہ قومی ضرورت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اور خیر تھوڑا بہت ہو کچھ ہی۔ اسی کاش اسی کو استحکام ہو۔ پائیداری ہو۔ یوں سسک سسک کر دینے سے روپے کا روپیہ خرچ ہوتا اور پیاس تو بہلاؤ اس سے کیا بچتی ہو۔ سب مل کر ایک دم سے زور لگاؤ کہ یہ ناوجود توں سے دل دل میں پھنسی پڑی ہو۔ تیرنے لگے۔ پس و پیش اور حیف و پس میں وقت گزرا چلا جاتا ہو ایسا نہ ہو کہ پھر یہ مرض مزمن ہو کر علانِ پذیر باقی نہ رہے۔

لے دیر پا۔ ملک ۱۲۔

انجمن حمایت اسلام لاہور نے تو ایسا پیرایہ اختیار کیا ہے کہ اس پر کوئی متعصب سے متعصب
مسلمان بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس کو معمولی طور کی انجمن نہ سمجھنا یہ حجت آتی ہے جو مسلمانوں پر تمام
ہوئی۔ اس وقت تک جو کارروائی انجمن نے کی ہے اس کی رپورٹ ہم انجمن کے دل سوز اور سرگرم
سکرٹری سے کل سن چکے ہیں۔ وہ ایک اعتبار سے کریڈٹ بیل ہے۔ لیکن پھر بھی آدمی کے کام کتنے ہی اہتمام
اور کتنی ہی احتیاط سے کئے جائیں ہمیشہ صلاح طلب باقی رہتے ہیں۔ اسی میں ان انجمن معاف کیجئے گا اگر
میں آپ کی کارروائی میں کوئی نقص نکالوں میں آپ صاحبوں کو پورا یقین دلاتا ہوں جو کچھ میں کہنا
چاہتا ہوں۔ اعتراض مخالفانہ نہیں ہو بلکہ صلاح دوستانہ۔

آپ لوگوں میں کوئی سرسید احمد خاں صاحب یا ان کے اعوان و انصار کے وقار
اور انفلوئنس کا آدمی نہیں ہو مگر آپ ایم مطلب ادبی ہو جو سرسید احمد خاں صاحب کا ہی البتہ
قرعین میں اتنا فرق ضرور ہے کہ آپ کی کارروائی مسلمانوں کے وقتی خیالات سے بالکل ملتی ہوئی ہے جس کو
سرسید کے گروہ کے وقار اور انفلوئنس کا پورا جواب ہونا چاہیے اگرچہ آپ کے اور سرسید کے گروہوں
میں کامپٹیشن قائم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور بڑے شکر کا مقام ہے کامپٹیشن ہی بھی نہیں خدا کے
فضل سے ہندوستان اتنا وسیع ملک ہے کہ دونوں گروہ بلکہ ایسے ایسے کئی گروہ اس میں جو لائیاں
کر سکتے ہیں۔ لیکن دونوں گروہوں کے نتائج کارروائی کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو آپ سرسید احمد خاں
صاحب کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے۔ یہ کیوں؟ آپ کہیں گے وہی وقار کی کمی اور وائٹ آف انفلوئنس
میں اس کو تسلیم کرنا ہوں کہ آپ حیدر آباد پٹیالہ بھوپال کپورتھلہ بنارس ایسی ایسی سرکاروں اور
دوسری موٹی موٹی چڑیوں کو اپنے دام میں نہیں لاسکتے لیکن میں ایک سب سے زیادہ موٹی اور سب سے زیادہ
بھولی اور سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ دام میں آجانے والی چڑیا بتانا ہوں۔ کہ اگر اس کو پھنسا لو اور
یقین جانو کہ اس کا پھنسا کچھ بھی مشکل نہیں۔ صرف تینے کی اوجھل پہاڑ ہو۔ تو بس یہ سمجھنا کہ ہمارے
دولت کو پھنسا لیا۔ بتا دوں کہ وہ کون چڑیا ہے۔ بتا ہی دوں۔ خاص خاص لوگوں نے تم کو بٹے بٹے

چندے دیے اور دیتے ہیں لیکن بندے کی رائے پر عمل کرو گے تو بات کی بات میں ایسے ایسے
 کتنے چندے جمع کر لو گے۔ وہ چڑیا۔ وہ سونے کی بھی نہیں بلکہ جواہرات کی چڑیا تمھاری ہی قوم ہو
 ان تلوں کو زمانے کی گردش نے پہل کر بھر بھری کھلی کر دیا ہو۔ مگر اب بھی اس کلی میں اتنا تیل ہو کہ سب
 نکال کر کھجاکیا جائے تو تیل کی ایک ندی بنے لگے۔ لیکن افسوس ہو کہ تم میں کوئی سلیقہ مندی نہیں
 پیاسا کوئیں کے پاس جاتا ہو کوئیں کو پیاسے کے پاس آتا ہوا نہیں سنا۔ لیکن وہ پیاسے
 تم ہو کہ کنواں تمھارے پاس آئے تو تمھاری پیاس بجھے۔ یہ سالانہ جلسے اور ماہواری رسالوں اور
 اشتہاروں کے کاغذی گھوڑے اگر پیاسے کا کوئیں کو اپنی طرف گھسیٹنا نہیں ہو۔ تو کیا ہو۔ ناچنے
 نکلنے تو گھونگٹ کیا۔ آخر تو تم نے قوم کے لئے گداگری اختیار کی تو جب تک تمھاری جھولی ایک
 لکھ پتی ماروڑی کی توند کی طرح خوب تن نہ جائے۔ بس نہ کرو یا اس کام ہی کو چھوڑ بیٹھو کہ یہ تمھارے
 بس کا نہیں گدایاں قوم کا ایک گروہ کھڑا کرو کہ وہ لوگ جدھر کو جس کا منہ اٹھے ملک میں منتشر
 ہو جائیں۔ ابرام سے لیں۔ الحاف سے لیں۔ اصرار لیں۔ وحید گامشتی سے لیں۔ ہاتھ پائی کر کے لیں۔ ہیکڑی
 سے لیں۔ لگ کر لیں۔ پٹ کر لیں۔ چپٹ کر لیں۔ سر ہو کر لیں۔ خوشامد سے لیں۔ منٹ سے لیں۔ بجا جتے لیں۔
 سماج سے لیں۔ دھڑا دے کر لیں۔ لڑا کر لیں۔ جھگڑا کر لیں۔ بگڑا کر لیں۔ ہاتھ جوڑ کر لیں۔ پاؤں پکڑ کر لیں۔ مگر
 لیں پر لیں۔ کوئی غریب سے غریب۔ مفلس سے مفلس۔ نادار سے نادار۔ کنگال سے کنگال نہیں
 جو نہ دے۔ اور نہ دے تو اس کا دین دار میں ہے

عاشق کہ شد کہ یار بجالش نظر نہ کرد	او خواجہ درویش دست و گرنہ طیبست
------------------------------------	---------------------------------

مانگنے والے کو ایک طرز خاص یا ایک مقام خاص یا ایک شخص خاص یا ایک مقدار خاص کی پابندی کیا
 ہر چہ آید در پیش نگرار و درویش ہے

دفا کیسی کہاں کا عشق جب سر چھوڑنا ٹھہرا	تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستان کہن ہو
---	---

سید احمد خاں صاحب بڑے آدمی ہیں بڑی بڑی اسامیوں کو ان کے حصے میں پہنچے وہ
 تم غریب لوگ ہو غریب سے۔ صرف غریب سے مانگو۔ اور پھر دیکھو کس کا پلہ بھاری رہتا ہو

چراغستانی از ہر یک جو ہے سیم | کہ گرد آید ترا سر روز گنجے

لیں میں ایک دو ٹوک بات امسال کے جاتا ہوں کر نا تو یہ کرنا۔ ورنہ خیر خواہیے قوم اور ہمدردی قوم کا لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ زبانی خیر خواہ اور ہمدرد تو بہتیرے نکل پڑے ہیں۔ اور انہی میں تم لوگ زبردستی مجھ کو بھی دوسرے تیسے برس تھوڑی دیر کے لئے بلا لیتے ہو۔ ورنہ فی الحقیقت خیر خواہ قوم اور ہمدرد قوم وہ ہی جو اپنے پاس سے لے۔ اُدھار لے کر دے۔ دوسرے سے مانگ کر دے۔ غرض دے۔ کیا دے۔ ہا بیض منقوش (روپیہ) کہ قوموں کو یہی بگاڑے اور یہی بنائے۔ یہی ڈبولے یہی ترائے۔

میں نے بڑی خوشی سے وہ تجویز سُنی ہے۔ جو کل کے جلسے میں پیش ہوئی۔ اور دو بزرگوں نے سوچی ہے۔ یعنی پنجاب میں اس ٹھن کے زیر اہتمام ایک کالج بنانا چاہیے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہو کہ کالج کھولنے کے لئے بڑے فنڈ چاہیں اور انجمن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا اعتراض کرنے والوں کو کیا معلوم نہیں کہ خدا کی وہ شان ہے کہ لطفے سے آدمی پیدا کرتا ہو۔ تنھے سے بیج سے وہ شاندار درخت جس کے سائے میں ٹیٹھیں آرام پاتی ہیں گو انجمن کے پاس اس وقت کافی روپیہ نہیں۔ لیکن اگر استقلال اور محنت سے کام کیا جائے گا تو بتدریج کافی رقم کا جمع کر لینا کچھ بات نہیں۔ پھر یہ کون کہتا ہے کہ ایک دم سے کالج کھول دیا جائے۔ نہیں اس وقت۔ ایف۔ اے کی جماعت جاری کرو پھر فنڈ مہیا ہونے پر بی۔ اے۔ پھر ایم۔ اے۔ اور پھر خدا کرے ایل ایل ڈی۔ کالج قائم کرنے میں یہ احتمال بھی کیا جاتا ہے کہ علی گڑھ کالج کو نقصان پہونچے گا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے وہی ایک کالج کافی ہے۔ میں علی گڑھ کالج کو ایسا ضعیف اور محتاج نہیں سمجھتا۔ جیسا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا اہتمام بڑے زبردست ہاتھ میں ہے اور وہ اس کے سنبھالنے کو بس کرتا ہے اور یہی بات کہ وہ سارے ہندوستان کے لئے کافی ہے۔ ماننے کے لائق نہیں تعلیم کے بارے میں گورنمنٹ کی امداد و زبردست مضمحل ہوتی جاتی ہے اور وہ لوگوں کو بتا رہی ہے کہ تعلیم کا بوجھ تم آپ اٹھاؤ اس کا ارادہ ہے کہ آخر کار تعلیم کی امداد سے اپنا ہاتھ اٹھائے۔ اگر وہ دن آ گیا اور

ضرور آنے والا ہو تو ہندوستان میں ایک علی گڑھ کالج کیا۔ دو چار کالج بھی کیا کافی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔
 خیر تو اب میں پھر اس طرف آتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس انگریزی حکومت میں کیوں کر بسر کرنا چاہیے؟
 مسلمانوں کے پاس قرآن ایسا جامع دستور العمل موجود ہے کہ لاَ دُطْبُ وَلَا يَالِيسُ اِلَّا فِي كِتَابِ مُبِينٍ
 (ترجمہ خشک سب طرح کی باتیں کتاب میں صاف صاف مذکور ہیں) کہ اس کے ہوتے کسی کے بتانے
 سمجھانے کی ضرورت نہیں اور واقع میں وہ دین کیا جس میں انسان کی ہر حالت کے مناسب ہدایت نہ ہو
 مگر یہ کیا کہ مسلمان اپنی حالت کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں۔ جیسے ایک مریض کہ اُس کی طبیعت
 تو یہ محتاج تنقیہ اور وہ طب کی کتاب میں تقویت کا نسخہ دیکھ کر استحال کرے۔ بے شک ایسا علاج غلط
 ضرور اُس کو نقصان کرے گا۔ اسی طرح مسلمان ہیں تو حقیقت میں مغلوب۔ دوسروں کے محکوم
 دوسروں کے مقابلے میں خستہ حال مگر جواب دہتے ہیں اُن قوتوں جب اسلام کی سلطنت تھی۔ اسلام کی حکومت تھی۔
 اسلام مالدار تھا۔ اسلام باوقار با اختیار تھا۔ جہاں تک میں نے خیال کیا ہے ہم لوگوں سے زیادہ چسپاں
 زیادہ مناسب۔ اور ہم لوگوں کے حق میں زیادہ مفید ہجرت سے پہلے کے احکام ہیں جیسے لَكُمْ دِينُكُمْ
 وَلِي دِينِ (تمہیں تمہارا دین مبارک مجھے میرا دین) لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّينِ (دین میں کچھ زبردستی نہیں۔
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسُكُمْ لَا يُمْسِكُوْكُمْ مِنْ ضَلٰلٍ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) (اے لوگو جو ایمان لائے ہو
 اپنی خسر لو اگر تم راہ راست پر ہو تو جو گمراہ ہو وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا) اور اگر جستجو کی جائے تو میرا خیال یہ ہے
 کہ ادھے سے زیادہ قرآن کے مطالب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت سے متعلق ہیں جیسی ہم
 ہندوستان کے مسلمانوں کی ہیں۔ کیوں کہ سوائے معدودے چند پیغمبروں کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ
 کل اہل حق مخالفوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں ہی پاتے۔ اور اُنہیں ہی اُٹھاتے رہے۔
 مناظرات مذہبی کی ایک وجہ غریب بھی کثرت سے زبان زد ہے۔ کہ ہمارے نوجوان لڑکے دوسروں
 کے اعتراضات سن سن اور پڑھ پڑھ کر بد عقیدت ہوئے جاتے ہیں۔ اول تو میں اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ
 نوجوان لڑکے مذہب کی طرف سچے دل سے متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ سچے دل سے مذہب کی طرف
 متوجہ ہونے کی اُن کی عمر نہیں۔ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکالمے وارہ۔

اور فرض کرو کہ نوجوان لڑکے سچے دل سے مذہب کی طرف متوجہ ہیں اور مناظروں بھی انہی کے عقائد کی حفاظت کے لئے اپنی دماغی قوت اور فرصت صرف کرتے ہیں تو اس کا پیرایہ دوسرا یہ ہے۔ زیادہ بحث کرو گے تو میں سمجھوں گا۔ تم میرے ساتھ ہرانی جتنائی بات کرنی چاہتے ہو اور میں اس پہلو پر آنے والا نہیں۔ میں تو اپنی سی کھ گزرا۔ اگرچہ مسلمانوں سے بہت تھوڑی امید ہو کہ میری نصیحت پر عمل کریں۔ جب کہ سُنی۔ شیعہ۔ وہابی۔ بدعتی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ ایک خدا کے بندے ایک پیغمبر کی امت۔ ایک قرآن کے ماننے والے۔ آپس میں لڑتے مارتے ہیں۔ ان سے دوسری قوموں کے ساتھ سازگاری اور صلح کاری کی کیا امید ہو سکتی ہے؟

شہیدم کہ مردانِ راہِ خدا	دلِ دشمنانِ ہم نکر دندنگ
ترا کہ میسر شود ایں مقام	کہ بادِ وستانت خلافِ ست و جنگ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بارہواں لکچر

جو حکیم محمود خاں صاحب کی وفاتِ حسرت آیت پرٹون ہال دہلی کے

ماہی جلسے میں ۱۸۹۲ء میں دیا تھا

تمہید

حکیم محمود خاں صاحب شہر دہلی کے بڑے نامی متاخرین میں تھے۔ دہلی میں اور بھی طبیب ہیں مگر ان کے ہوتے کسی کو فروغ نہ تھا۔ یہ واقعہ تحقیقی ہے کہ ان کے

جتازے کے ساتھ اور سیوم کی فاتحہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ کتر دیکھنے میں آیا ہو۔ اس میں ان کے فرزند حکیم عبد المجید خاں کی وجاہت کو کچھ دخل ہو مگر مرحوم کی طبابت کے بارے میں عام لوگوں کو بڑی عقیدت مندی تھی۔ کلکتے سے مولوی لطف الرحمن بیرٹر ٹریننگ لائے آئے۔ اور اس مجمع کے اجتماع کے باعث ہوئے جس میں یہ لکچر دیا گیا۔ عائد شہر کے علاوہ خود صاحب ڈپٹی کسٹرنیر مجلس تھے اور بولنے والوں میں مولوی لطف الرحمن صاحب بیرٹر محمد اکرم الدہ خاں صاحب بابو گردھاری لعل صاحب اور آخر میں مولوی محمد زید احمد خاں صاحب۔ عام حاضرین کا مقولہ یہ تھا کہ اگر مولوی محمد زید احمد خاں صاحب نے یہ لکچر نہ دیا ہوتا تو مجلس تعزیت پھیل رہتی لکچر یہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وقت کو دچاہے وہ کوئی دن ہو یا کوئی تاریخ یا کوئی مہینا یا کوئی سال انھیں یا سعد سمجھنا ہم مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کو عقل قبول کرتی ہے۔ لیکن جب دنیا میں ملائم و ناملائم اتفاقات پیش آتے ہیں تو متقاضائے ضعف بشریت ایسے خیالات خواہی خواہی دل میں آہی جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا اور سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا کہ ۱۸۹۲ء کے انجام تک کیا ہو۔ مگر اس کا آغاز تو ایسی آفتوں سے ہوا ہو کہ خدا ہی خبر کرے۔ روس کہ وہاں کے باشندے بھی آخر میں تو اپنے ہی ابنائے جنس قطعہ

کہ در آفرینش زیگ گوہر راند	بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
دگر عضو ہمارا نہ اند قرار	چو عضوے بدر آورد روزگار

غرض روس اور اتنی دور روس بھی کیوں جاؤ۔ بنگالہ مدراس اور بمبئی کے بعض ضلع۔ ان سب مقامات کی خشک سالی سن سن کو طبیعتیں تو اُداس تھیں ہی کہ دفعتہً ملکہ و کوٹریہ کے بڑے پوتے وارث تخت و تاج پرنس و کٹر کی مرگ مفاجات کی خبر آئی۔ جیسے آسمان سے بجلی گر پڑی جوانی اور جوانی کا

بھی غفوان ع ایں ماتم سخت ست کہ گویند جوان مُرد۔

اور پھر سلسلہ بسلسلہ سلطنت کی امید واری اور سلطنت بھی انگلستان اور ہندوستان کی سلطنت یعنی دنیا کی بہشت بریں۔ اور سب سے بڑھ کر چین ارمان کے دنوں میں کہ تاریخ ٹھہر کر بیاہ کی۔ طیاریاں ہو رہی تھیں ایسے مرنے سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہو خود مرنے والے کے حق میں۔ بڑھی بیوہ غم زدہ یک سر و ہزار سودا ملک کے حق میں۔ مائیوں کی رائڈ پرسس میری آفت ملک کے حق میں۔ ہمارے شہزادے ولی عہد کے حق میں۔ ولی عہد بیگم کے حق میں۔ تمام خاندان شاہی کے حق میں۔ اور بلا امتیاز قوم و ملت تمام ملک کے حق میں ابھی اس صدمے سے ہم لوگ بچنے نہیں پائے تھے کہ حکیم محمود خاں صاحب نے انتقال فرمایا۔ وہ بھی مفاجات۔ گویا آسمان سے پہاڑ ٹوٹ پڑا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حکیم محمود خاں صاحب سے پہلے بھی مشہور طبیب ہو گئے ہیں۔ مگر ان جیسی شہرت کہ چہار دانگ ہندوستان میں ان کی خدات کا غلغلہ تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ تفتیش میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں کہ انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کا جھگڑا ایسے زور سے چل رہا ہے کہ ہمارے علوم و فنون کا ٹھہرنا مشکل بلکہ محال ہو گیا ہو طب یونانی کے اعتبار کو پیلا کی نظر میں جائے رکھنا ان ہی مرحوم کا کام تھا۔ ان ہی مرحوم کا حصہ اور ان ہی مرحوم کا حق ان کی شہرت کَبْرِیْ مَوْتُ الْکُبْرٰی کے طور کی شہرت نہ تھی بلکہ مبنی تھی ہزاروں مختلف الاعمار مختلف الاوطان مختلف الحالات آدمیوں کے ذاتی تجربے اور اجماع پر جن کو حکیم صاحب نے زیرِ دستی بادِ طبابت شکنجہ عذاب سے بچایا۔ پنجہ ہلاکت سے چھڑایا۔ اور موت کے حلق سے اُگلوا یا چون دنیا کے تمام کاروبار متفرع ہیں زندگی اور زندگی پر جس کا محافظ باسباب ظاہر طبیب ہے۔ اس لیے میں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات کو قومی بلکہ ملکی مصیبت خیال کرتا ہوں وہ مصیبت ہم دلی والوں پر سب سے زیادہ شاق ہے اس واسطے کہ دلی یہ بد نصیب دلی یہ بد قسمت دلی یہ بد بخت دلی سینکڑوں برس دار السلطنت ہونے کی وجہ سے دولت اور حکومت اور عزت اور لیاقت کا مرکز رہ کر اب ایک ضلع رہ گیا ہے۔ من مضافات

۱۵ بڑے مرتے گئے تو ان کی جگہ چھوٹے ہوتے گئے ۱۲۔

لاہور ٹیچر مَن لَشَاءُ وَ تَذِلُ مَن لَشَاءُ جاگیر اور منصب اور معافی کا تو کیا مذکور ہے۔ ہماری اسی چار دیواری میں سلطنتوں کے اخیر فیصلے ہوتے تھے۔ اب ہم ہیں کہ ذری ذری سے مقدمے کے لئے لاہور گھسٹنا پڑتا ہے۔ نہ ہمارے یہاں کسی قسم کا کالج ہو نہ کسی صیغے کے اعلیٰ افسر کا ہیڈ کوارٹر اس سے بڑھ کر محرومی اور خفت اور سبکی اور بے عزتی اور کیا ہوگی۔ عالمِ مشائخ۔ صنایع ہر فن کے استاد ہر ہنر کے کامل۔ درجنوں کوڑیوں یا اب بے دے کر ایک حکیم محمود خاں صاحب کا دم رہ گیا تھا۔ صد افسوس ہزار افسوس یہ نعمت بھی سلب ہو گئی۔ یہ فخر بھی چھین گیا۔ یہ چراغ بھی گل ہو گیا۔ خود طبیب بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اصل میں طبیعت مدبر بدن ہو۔ اور طبیب کا کام ہر طبیعت کی تقویت۔ لیکن اگر طبیب لوگوں کے دلوں میں ایسا اعتبار پیدا کر لے کہ اسی کی ذاتِ خاص سے طبائع کی تقویت ہو اور اُس کی طرف رجوع کرنے کو لوگ شفا کی ضمانت اور تن درستی کی کفالت سمجھتے ہوں جیسا کہ حکیم محمود خاں صاحب کی نسبت لوگوں کا عقیدہ تھا۔ تو اب دوسرے کی نسبت ایسی عقیدت پیدا ہونے کو عمریں چاہئیں۔ یہ بات طبیبوں میں کم دیکھی ہو کہ وہ جس فن کا عمل دوسروں پر کرتے ہیں اپنے اوپر اُس کا عمل کر کے لوگوں کو اس فن کا گرویدہ کر لیں مگر ہمارے حکیم محمود خاں صاحب طب یونانی کے صداقت کا خود ثبوت مجسم تھے۔ اگرچہ وہ ارذلِ العمر کو نہیں پھونچے اور عمر کی اس حد کو پھونچ کر جینے کا مزہ بھی نہیں بگاڑ انھوں نے عمرِ طبیعی سے اکثر اَعْمَارُ اُمَمٍ بَيْنَ سِتِّينَ وَ سَبْعِينَ پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جب تک زندہ رہے اعلیٰ درجے کی تن درستی کا عمدہ نمونہ تھے انھوں نے اپنی حرارتِ غریزی کی جو مدارِ حیات ہو اس قدر احتیاط کی تھی کہ اس عمر پر سخت سخت جاڑے کے دنوں میں بھی کسی نے ان کو کسی وقت گرم کپڑے پہنے نہیں دیکھا ہو گا وہ اپنی وضع کے ایسے پگے تھے کہ ایسے مستقل مزاج لوگوں کا پیدا کرنا میں جانتا ہوں خدا نے بند کر دیا ہے۔ کیا مِنْ حَيْثُ الْفَنِّ کیا مِنْ حَيْثُ الْعَمَلِ کیا مِنْ حَيْثُ الْقَوْلِ کیا مِنْ حَيْثُ الْحَيَاةِ

۱۵ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے ۱۶ یہ اشارہ جو طرف اس حدیث کے کہ میری امت

کی اکثر عمریں ٹاٹھ اور شر برس کے بیچ میں ہیں ۱۷۔

کیا میں حیث الوجاہت کیا میں حیث التقریب طرح پر حکیم صاحب مکرم و محترم تھے مگر وہ اپنے نیاز مندوں سے اور مساکین بے توکل سے ایسے بے تکلفانہ طور پر ملتے تھے جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انہوں نے اپنی حالت کی برتری کبھی نظر ہی نہیں کی اور یہی ہی خلاصہ تہذیب اور شائستگی اور اخلاق اور حسن معاشرت کا غرض ایسے اور اس سے بہا ج بڑھ کر تھے وہ بزرگ قوم جن کی رسم تعزیت عام طور پر ادا کرنے کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات سے جو نقصان عظیم قوم اور ملک کو بھونچا ہو اگرچہ فی حد ذاتہ ناممکن التلافی ہو مگر ۵

نخواہد ایں حین از سر ولالہ خالی ماند

یکے ہی رود و دیگرے ہسی آید

بڑے شکر کا مقام ہو کہ ہم اُن کے فرزند اکبر حکیم عبد الحمید خاں صاحب میں اُن کے نعم البدل ہونے کی توقع رکھتے ہیں اُنہوں نے باپ کی زندگی میں اپنی طبابت کا سکہ بٹھالیا ہو بلکہ ایک بات میں اُن پر بھی سبقت دے گئے ہیں کہ اُن کو زمانے کی ضرورتوں پر نظر ہو اور مدرسہ طبیہ جس کے یہ بانی ہیں اس کا شاہد۔ پس میری اور ہم سب کی دلی آرزو اور تمنا ہو کہ خدا حکیم محمود خاں صاحب کی مغفرت کرے۔ اُن کے پس ماندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حکیم عبد الحمید خاں صاحب کی زندگی باپ کی زندگی سے زیادہ کامیاب زیادہ نامور اور زیادہ مستند ہو۔

تیرھواں کچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۵ جون ۱۸۹۲ء کو دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آواز دی کہ اتنا بھی بیگانہ خونہ ہو
ایسا نہ ہو کہ آج کے جلسے میں تو نہ ہو

ہاتھ نے آج مجھ کو جگا کر علی الصباح
طبیہ مدرسے میں ہو ایک ازحام خلق

لوگوں کو رحمتِ طلب و جستجو نہ ہو	اٹھ چل خدا کے واسطے اور دیرت لگا
قسمت کا چاک تا بقیامت رفو نہ ہو	میں نے کہا کہ خیر۔ مگر اس سے فائدہ
اوریاں سبو بھی قطرہ ہو گرتا گلونہ ہو	تو چاہتا ہی سیر مجھے درِ جام سے
یہ مغزِ تخمِ خسرو نہ تو خیم کدو نہ ہو	ضبطِ معظمت کو درکار ہی دماغ
زر ہو۔ بلا سے رنگ ہو گل میں بونہ ہو	دولت مدار رونقِ باغِ جہان ہی
اس طرح کے مریض کو صحت کبھونہ ہو	دنیا میں مفلسی مرضِ لاعلاج ہی
احساسِ شادمانی کا تَقَطُّوٰ نہ ہو	مجھ کو دیا گیا ہی وہ مایوس دل جسے
کیوں کر یقین ہو کہ یہ چرچا فرو نہ ہو	دیکھے ہیں کتنے کھیل بگڑتے ہوئے بچشم
اب آرزو یہ ہی کہ کوئی آرزو نہ ہو	جو آرزو ہی اس کا نتیجہ ہو انفصال

اس قسم کے جلسے جیسا کہ یہ ہو اگر سال گزشتہ کی کارروائی کا نتیجہ کامیابی ہو تو خوشی کے جلسے ہیں اس صورت میں سکریٹری جو رپورٹ سناتا تھا اُس کا انداز ہی دوسرا ہوتا تھا وہ آپ ہی آپ ہنسنے دیتا ہو۔ خوب کڑا کے کی آواز سے ایک ایک جملہ پورا کرتا تھا۔ اور داد کے لئے ہر چہاں طرف دیکھتا جاتا ہو۔ اور اُس کی رپورٹ کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ گویا ایک فتح مند جنرل کا کارنامہ ہی جیسے لارڈ رابرٹس کا وہ مشہور دھاوا جو انھوں نے کابل سے قندھار پر کیا تھا۔ اور اگر پچھلا برس منڈے کا گزرا ہونے چنہ دینے والے دام میں نہیں آئے۔ اور پُرانوں سے وصول نہیں ہوا۔ یا بقدر توقع وصول نہیں ہوا۔ مدرسوں کی تنخواہیں چڑھ گئیں اور طالبِ علموں کے وظیفے۔ اور جن کے راتب مقرر ہیں اُن کو گوشت کے عوض ملنے لگی دال وہ بھی اُبالی جن میں ترے کا نام نہیں اور پتلی بانی۔ تو ایسی حالت میں جلسہ سالانہ محرم کی سی مجلس ہو گی چوں کہ عبد المجید خاں صاحب رپورٹ سنا چکے ہیں۔ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ وہ شریکِ محفل خوشی ہی یا داخلِ مجلسِ عزاء میری طبیعت ایک خاص طور کی واقع ہوئی ہو کہ مجھ کو موافق کم اور مخالف احتمالات بہت سوچھا

۱۰ اشارہ ہے طرف اس آیت کے جس میں ارشاد ہو لَا تَقْطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو

کرتے ہیں۔ یہ بیچارہ مدرسہ طبیہ تو کاندھی اور کپور شندی میں تو علی گڑھ کالج کی طرف سے بھی پورے طور پر مطمئن نہیں ہوں جس کی بنیاد کو سر سید احمد خاں نے اپنے ہندو میں اس قدر استحکم کر دیا ہے اور کرتے جاتے ہیں کہ فرانسیس ڈیفنس ورس کی بھی اُس کی مضبوطی کے آگے کچھ حقیقت نہیں۔ پس میں تو یہی کہوں گا کہ عبد المجید خاں اپنا مرتبہ پڑھ چکے اب میں کچھ تحت لفظ پڑھنے کے لیے کھڑا ہوں۔ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت بچپن کا ہے۔ کیوں کہ جسم و صورت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پھونچی ہے کہ بچے بہت کثرت سے ضائع ہوتے ہیں۔ کچھ یہیں ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی جہاں سنیٹیفیکٹ طور پر اطفال کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کا بتانا عبد المجید خاں کا کام ہے۔ اور اُن لوگوں کا جو مدرسہ طبیہ میں پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن میں کہوں کہ کوئی طبیب سے نابلدہ ہوں اور خدائے کونابلد ہی رکھے۔ کیوں کہ میں عمر طبعی کے قریب قریب آگاہ ہوں چلتے چلاتے کیوں اپنے ایمان کو ڈالوں ڈول کروں۔ غرض میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ سن طفولیت میں روح و جسم کا تعلق ہوتا ہے جدید العہد۔ اعضا غلبہ رطوبت کی وجہ سے جس کا ہونا نمو کے لیے ضروری نازک عمارت بدن تھوڑے سے جھکولے کی بھی مقاومت نہیں کر سکتی۔ بعینہ یہی حال ہے اس طرح کے قومی کاموں کا جیسا کہ مدرسہ طبیہ ہے۔ مدرسہ طبیہ کی عمر اب تین برس کی ہے۔ اگر یہ آدمی کا بچہ ہوتا تو آج کو دوڑا دوڑا پھرتا اور بلبل ہزار داستان کی طرح چمکتا۔ لیکن باوجودیکہ عبد المجید خاں کی سرپرستی میں اس نے پرورش پائی ہے میں اس کو ویسا چونچال اور توانا اور خوش حال نہیں پاتا جیسا کہ اس کو ہونا چاہیے تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس بیچارے معصوم کو پیٹ بھر کر دودھ نہیں ملتا۔ یعنی کافی فٹ نہیں۔ اور اگر ابھی سے اس کی انتڑیاں سوکھ گئیں تو سچے لو کہ ساری عمر کے لیے ٹھٹھ کر رہ گیا۔ اس مدرسے کو تو اس طرح کا بنانا منظور تھا کہ ویسا بن گیا ہوتا تو ہندو اور مسلمان سب کی جنٹ پر اپڑتی ہوتا۔ کیوں کہ پیش نہادِ خاطر یہ تھا کہ وید کی اور یونانی اور ڈاکٹری کے اجزائے شلشہ کو ملا کر ایک معجون طبابت تیار کیا جائے۔ یہ خیال مجالس میں مجامع میں بار بار باعلان ظاہر کیا گیا۔ اور اخباروں میں اشتہاروں میں رسالوں میں

۱۵ وہ قلعہ سرحدیں وغیرہ جو سرحد افغانستان پر حفاظت ہندوستان کے لیے بنائے گئے ہیں ۱۲۵۲ھ علی ۱۲۵۳ھ مال مشترک ۱۲۔

سلطنت کا کوئی استمراری ٹھیکہ نہ تھا

ہر کہ رائج روزِ نوبتِ اوست

اب بھیک مانگنے کی باری ہو اور اس کے آثار دکھائی دے رہے ہیں سلطنتیں نکل گئیں اور نکلتی جا رہی ہیں۔ اور جو باقی ہیں یو مافیا مافیت ہوتی چلی جاتی ہیں۔ طب یونانی جس کے سنبھالنے کا اس مدرسے نے بڑا اٹھایا ہے۔ جو محتاج الیہ عام مگر پھر بھی اس کو مسلمانوں کے ساتھ ایک طور کی خصوصیت ضرور ہو۔ چاہے اس طب کا ماخذ اصلی یونان ہو لیکن ہندوستان میں اس طب نے مسلمانوں کی وجہ سے رواج پایا۔ یہ فن ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ ہر زمانے میں اور ہر جگہ مسلمان ہی اس فن کے بڑے سے بڑے ماہر ہوتے چلے آئے۔ الی یو مافیا مافیت پس اگرچہ باشندگان ہند عموماً صد ہا سال سے طب یونانی کے محنون ہیں۔ لیکن دوسروں پر طب کا استحقاق ہے۔ تو مسلمانوں پر دعویٰ خیرات۔ مبرات کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہو۔ میں جانتا ہوں کہ کسی دوسرے مذہب میں ہوگی میں یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مذاہب میں اس کا حکم نہیں ہے۔ مگر نہ اس شہود کے ساتھ کہ قرآن میں جہاں اَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ بھی ضرور ہے پھر میں اس کا بھی قائل نہیں کہ مسلمان اپنا اسے نیشن احکام مذہبی کی بجا آوری میں کامل اور بے پرواہ ہیں۔ ابھی رمضان کو گزرے کے دن ہوئے۔ بلا کی گرمی اور پہاڑوں اور اس پر ردا رت ہوا اور شاید طبیعوں اور ڈاکٹروں کا اجماع کہ فاقہ محل خطر ہے۔ مگر اتنے بڑے شہر دہلی میں دس مسلمان بھی ایسے نہیں نکلیں گے جنہوں نے تکلیف سے جان بچا کر یا وبا سے ڈر کر روزہ نہ رکھا ہو۔ اور جنہوں نے نہیں رکھا وہ ایسے باہمت بزرگ تھے جو بروجوز کے رمضان میں بھی روزہ نہیں رکھ سکتے۔ بہر کیف میں مسلمانوں کو اپنا نیشن ایسا گروہ خیال کرتا ہوں جو بجا آوری احکام مذہبی میں کسی دوسرے گروہ سے پیٹے نہیں۔ یہ خرچ کر دینے میں بھی ایسے دھنی ہیں کہ اگر مولویوں نے سب سے نہیں بلکہ ان مولویوں نے جن کو دل آزاری کے لئے وہابی کہا جاتا ہے۔ رد کوک نہ کی ہوتی تو مسلمان شادی غمی یا اور دوسری تقریبات میں بہت سے فضول اور لالین مصروف اپنے اوپر لازم کیے بہتے

۱۷ آج کے دن تک ۱۷ قائم رکھنا اور ذکرۃ ۱۲ عیشیت قوی ۱۲ کھڑا کے کا جاڑا ۱۲۔

بجلا پھر مسلمان باوجودیکہ مطیع مذہب اور خرچ کرنے پر دلیر بھی ہیں مدرسہ طبیہ جیسے نیک کام میں
 جی کھول کر کیوں نہیں شریک ہوئے۔ اس کی دودھیں خیال میں آتی ہیں۔ اول تو لوگ ایسے کاموں
 کو صرف خیرات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ بیمار کو دیکھ کر بے شک ترس کھائیں گے۔ اور دوا بلکہ غذا بہم پہنچانے
 میں بھی اُس کی مدد کو آمادہ ہوں گے۔ لیکر ہی خیال دور از کار اُن کے ذہن میں بھی نہیں گزرتا کہ کارِ ثواب
 سمجھ کر اپنی گرہ کے دام خرچ کریں لوگوں کو طب پڑھوائیں اس توقع سے کہ نئے طبیب تیار ہوں
 اور آخر کار مریضوں کا علاج کریں۔ دوسرا سبب اینڈومی لاسٹ ڈونٹ دی لیسٹ ہو عموماً مسلمانوں
 کی بے قدری۔ یہ تو خاص ایک معزز لوگوں کا مجمع ہو اور جتنے مسلمان اس جگہ موجود ہیں ماشاء اللہ سب مقدر
 ہیں لیکن میں عام مسلمانوں کی قوم کا تذکرہ کر رہا ہوں سو قوم تو بہت بڑی چیز ہو۔ ایک دلی شہر میں ایسے
 مسلمان کتنے ہوں گے شاید شکل سے محلے پیچھے ایک یا دو ہائے شہر میں صرف پنجابوں کی ایک قوم بدلت
 تجارت خوش حال ہو اور یہ لوگ غیر بھی ہیں۔ مگر اُن کے مذاق ہمارے ڈھب کے نہیں۔ پس مدرسے کی
 طرف سے ہوئے نہ ہوئے برابر تو غرض یہ ہو کہ مدرسہ طبیہ کو جہاں تک آسرا اور سہارا مسلمانوں کا ہو۔
 مسلمانوں کا حال یہ ہو شہر

خداوندانِ نعمت را کرم نیست

کرم ماں را بدست اندر درم نیست

پس مدرسہ طبیہ کی تقدیر حقیقت میں فیصل شدہ ہی۔ یوں بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑے اور خدا پھر بھار
 ہُن بر سادے تو کئی نہیں جاتی ورنہ باسباب ظاہر تو سکول کی حالت افسوس کے قابل ہو۔ اور یہ سالانہ
 جلسے اور اژدحام اور اجتماع اور رپورٹ اور لکچر سب چیزیں بے مناسبت معلوم ہوتی ہیں۔ اگر فنڈ
 جمع کرنے کی ایک عمدہ تدبیر فیصل اور پریکٹیکل میری سمجھ میں نہ آئی ہوتی تو میں اس جلسے میں شریک
 ہونے اور لکچر دینے پر ہرگز جرأت نہ کرتا۔ امی حکیم عبد المجید خاں صاحب آپ اپنے مدرسہ طبیہ کے
 قائم کرنے اور اُس کو ترقی دینے کے لئے وہی یا ویسی ہی تدبیریں عمل میں لارہے ہیں جو ہر ایک فونڈر
 آف سکول یا فونڈ آف کالج عمل میں لاتا ہو۔ لیکن میں آپ سے معافی مانگ کر کہتا چاہتا ہوں کہ آپ کی

لے ترتیب میں آخری مگر درجے میں کم نہیں ۱۲۷ ممکن التعمیل اور سہل التعمیل ۱۲۷ بانی مدرسہ ۱۲۷

وہی مثل ہی۔ ڈھنڈورا شہر میں لڑکا نعل میں۔ امی جناب آپ کے فنڈ آپ ہی کی جیب میں آپ ہی کی ٹمھی میں اور آپ ہی کے اختیار میں ہیں۔ دوسرے فنڈ بھیک مانگنے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور گڑ گڑانے کے سوائے اور کچھ نہیں رکھتے۔ اگر آپ نے یہ سمجھا ہے کہ آپ بھی ان میں سے ایک ہیں تو آپ نے اپنی قدر نہیں پہچانی۔

نرخ بالا کن کہ از رانی ہنوز

آپ خدا کے فضل سے مشہور و نامی طیب ہیں اور خدا نے ہزاروں دلوں کو آپ کے لیے مسخر کر رکھا ہے۔ تاجحدیکہ لوگ آپ کو اپنی تندرستی کا نگہبان اور اپنی جان کا محافظ باور کرتے ہیں آپ کو بہت سی عام اور کثیر الوقوع بیماریوں کے ایسے مجرب اور بھروسے کے نسخے ضرور معلوم ہوں گے جو خطا نہیں کرتے۔ آپ کی بڑی دولت یہی نسخے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو چاہنا چاہیے اور آپ ضرور چاہیں گے تو آپ یہ ایک مدرسہ طیبہ ایسے ایسے کئی بے منت غیرے قائم و جاری کر سکتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرنی ہوگی کہ اپنے نسخے کسی کو بتائیے نہیں۔ مگر ان کے فوائد کو مشہر کیجئے۔ مشہر کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ اکمل الاخبار میں اشتہار دے کر فراغ ہو بیٹھیں۔ بلکہ اس کثرت سے اشتہار دینا ہوگا کہ بھلا زیادہ نہیں تو چہار دانگ ہندوستان میں کشمیر سے لے کر مدراس بلکہ سلون تک اور پشاور سے لے کر برہما تک کوئی بستی جس پر شہر کا اطلاق ہو سکتا ہو ایسی باقی نہ رہے جہاں آپ کا اشتہار نہ پھونچا ہو۔ امی جناب اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہر چیز سینٹیفک ہوتی چلی جاتی ہے۔ اشتہار کا دینا بھی بجائے خود ایک سائنس ہے۔ اور ہر شخص اس سے عمدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اشتہار حقیقت میں خریداروں کے ہنسنانے کا جال ہے۔ اور اس طریقے پر جال ڈالنا کہ خالی نہ آئے خاص سلیقہ چاہتا ہے لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں مراسم و عادات مختلف ہیں۔

ان کے مذاہب مختلف مذاق مختلف مشاغل مختلف ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور نہ صرف متوجہ کرنا بلکہ ان کو شوق و رغبت دلانا ایک طرز خاص سے نہیں ہو سکتا۔ بے شک تحریر ہی ایک آلہ ہے جس کے ذریعے سے ہم کسی بات کو مشہر کر سکتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ اخباروں میں اشتہار کا دینا ہے مگر متعدد اخباروں میں متعدد خطوں کی زبانوں میں۔ دوسرا طریقہ مناظر عام میں اشتہاروں کا چسپان

کرنا ہی۔ مناظر عام میں سب سے عمدہ ریل کے سٹیشن میں جن کی دیواریں مارے اشتہاروں کے پٹی اڑتی ہیں۔ پھر نفس اشتہار کا پیرایہ غور طلب ہو۔ اکثر اشتہار میں کوئی عمدہ تصویر شامل ہوتی ہے کہ خواہی نخواہی اُس پر نظر پڑے کیجی مضمون اشتہار ایسا دلچسپ ہوتا ہے کہ وہ توجہ دلاتا ہے۔ صرف توجہ دلانے کی غرض سے تھا کہ ڈاکٹر سیکو اکوٹم نے دہلی میں دیکھا ہوگا۔ ایک عجیب صنعت کی گاڑی میں عجیب المخلقت اونٹ جوتے ہوئے سڑکوں پر اور گلیوں میں گل بجاتے پھرتے۔ لوگ تسخر کرتے تھے۔ مگر ڈاکٹر سیکو اسی تسخر میں لاکھوں روپے کماتے ہیں۔ اپنے وطن میں جا بیٹھے۔ غرض ادھر تو آپ اشتہار دینا شروع کیجئے اور ادھر کارخانہ دوا سازی میں اگر ہو اور نہ ہو تو اس کو اب قائم کیا جائے دوائیں تیار کریں اور پھر دیکھئے کہ کتنی فوائشیں آگرتی ہیں۔ میں کامل یقین کرتا ہوں اور آپ بھی کامل یقین کریں اور غالباً تمام حاضرین مل یقین کریں گے کہ آپ خاک کی بجلی بھی دیں گے تو لوگ اسیر ہو کر ہزار جان اُسی کے خواہاں ہوں گے۔ دوا فروشی کا فائدہ آپ مدرسے کو دیجئے اور ایک لکھا فقیر کا بتایا ہوا بھی کام میں لا کر دیجئے۔ خدائے چاہا تو وہ فائدہ جو دوا فروشی پر تہرب ہو گا مدرسے کے لئے کافی اور کافی سے بہت زیادہ ہوگا۔ ہاتھ لگا کر گری دوا کی طرح سرایج تاثیر نہیں پہنچا دیر طلب لیکن اس کی کامیابی یقین ہے۔ اور چندہ بھی آپ کو کون نقد پر کھارہا ہے۔ اور چندے کا نتیجہ مشکوک بلکہ مبہوم۔ بلکہ معدوم ای جناب یہ میرا خیالی ڈھکوسلا نہیں ہے۔ میں اس کے اتنے شواہد پیش کر سکتا ہوں کہ پھر کسی کو گنجائش انکار نہ ہو۔ آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے ہو رڈس کونین۔ اینوز فروٹ سالٹ۔ گریمالٹ سرپ۔ فیلوز سرپ۔ بیچمس پلٹر۔ کاکلس پلٹر۔ ہالوز پلٹر۔ ہالوز آونٹمنٹ۔ کیلپرس اکسٹراکٹ آف والٹ۔ کالس برون کلور وڈین۔ یلرس فاسفو وڈین۔ اور اس طرح سے بہت سے انگریزی دواؤں کے نام سنے اور نہ صرف سنے بلکہ ان کو استعمال کیا ہوگا۔ مگر ان دواؤں سے جو مالی منفعین اہل یورپ نے حاصل کی ہیں۔ شاید بہت کم لوگ اس کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ اندازے کے متعلق مجھ کو اپنے بچپنے کی باتیں یاد آتی ہیں کہ ہمارے دہلی کالج میں بڑے مولوی صاحب یعنی عربی کے مدرس اول کو جن کی شاگردی پر مجھے ناز ہے سو روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ اور اس پر وہ اکثر عسرت کی شکایت کیا کرتے تھے اور ہم طالب علموں کے وظیفے چار روپیہ سے لے کر

بارہ روپیہ تک تھے۔ تو ہم لڑکے لڑکے آپس میں کہاتے تھے کہ کیوں مولوی صاحب خلافت واقع اپنی تنگ دستی ظاہر کرتے ہیں۔ کیا ہم لوگ ان کی تجواہ بٹوانا چاہتے ہیں کہ دفع دخل مقدر کے طور پر اس تمہید کی ضرورت ہو۔ اُس وقت ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سو روپیہ ماہوار کی آمدنی رکھ کر بھی تنگ دست رہ سکتا ہو۔ پھر ہم ان کے تفصیلی مصارف پر نظر ڈالتے۔ مثلاً کھانا ایک دنل روپے تجویز کرتا۔ تو دوسرا بڑی فیاضی کے ساتھ کہتا کہ دنل نہیں میں بلکہ پچیس اسی طرح ہر بات اور ہر رقم پر بحث ہوتی۔ اُسی یا اُس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ جو گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کی بحث پر ہوتی ہو۔ بہر کیف مصارف کا مجموعہ پچاس ساٹھ سے متجاوز نہ ہوتا۔ غرض اس خصوص میں مولوی صاحب کی طرف سے ہم سب کو بدگمانی رہی۔ آخر وہ دن آیا۔ اور انا تھا کہ میں کانپور میں ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور بھتہ ملا کر پہلی تنخواہ سوا سو سے بھی زیادہ مجھ کو ملی اور اتفاق سے اُس وقت وہ ناکافی بھی تھی۔ مجھ کو فوراً مولوی صاحب یاد آئے اور اُن کی عسرت کی تصدیق ہوئی۔ اور اب تو یہ حال ہو کہ بڑے سے بڑا عہدہ دار بھی جھوٹوں شکایت کرے بچوں باور کر لیتا ہوں۔ اسی قبیل کی دوسری بات یہ ہے کہ جب مجھ کو اول اول مدارج اعداد سکھائے گئے تو وہ یہی معمولی سلسلہ تھا۔ اکتن۔ دہن۔ ستھن۔ ستھن۔ دہ ستھن۔ لکھن۔ دہ لکھن۔ کڑوڑن۔ دہ کڑوڑن۔ اربن۔ دہ اربن۔ کھربن۔ دہ کھربن۔ نیلین۔ دہ نیلین۔ پدتن۔ دہ پدتن۔ سنکھن۔ دہ سنکھن۔ مہاسنکھ۔ اس لیے بچپن میں تعلیم کی تاکید کرتے ہیں کہ اُس وقت کا سیکھا ہوا کائنات نقش فی الحجر ہو جاتا ہو۔ اس سلسلے کے الفاظ جیسے بے گھڑت ہیں ظاہر۔ مگر چوں کہ بچپن کے یاد کئے ہوئے ہیں ابھی تک نہیں بھولے اگرچہ مدارج بے ترتیب یا متروک ہو گئے ہوں تو شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ سے صحیح کر لینا خیر تو غرض یہ ہے کہ مدتوں مجھ کو اس سلسلے پر اعتراض رہا۔ کہ دنیا کا کام لاکھوں کڑوڑوں سے چلتا اور چل سکتا ہو۔ یہ شیطان کی سی انتہائی بے فائدہ کیا بنا کھڑی کی ہے۔ بارے جب دائرہ معلومات وسیع ہوا۔ تو سمجھ میں آیا کہ یہ فیہو لیس فکر زہن ہوں تو اہل یورپ کی تجارت اور اسٹرائٹی کے مفاد پر کیوں کر سمجھائے جائیں۔

لے ٹینڈر آمدنی درجہ آئندہ موازنہ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

یہاں سیر ایک عزیز دوست حافظ عبد المجید صاحب کسی جگہ موجود ہوں گے انھوں نے مسٹر بیچم کی گویا کے طریق میں انجن کا کام دیا ہے۔ وہ مجھے بتے بیان کرتے تھے اور ان کا بیان معتبر اور واجب التسلیم ہے کہ مسٹر بیچم نے سن ۱۸۹۰ء میں سولہ لاکھ سو سٹھ ہزار روپیہ گولیوں کے اشتہار میں صرف کیا جو شخص ایک سال کے عرصے میں اس قدر انبار دولت صرف کرے۔ ہم لوگوں سے اُس کے مفاد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جنھوں نے لاکھوں روپیے خواب میں بھی نہیں دیکھے۔ مسٹر ہالوے نے اپنی بیم کی یادگار میں رائل کالج بنایا۔ جس کی صرف عمارت میں ایک کڑوڑ سے زیادہ صرف ہوا۔ اُس کا ایک آرٹ گیلری جس میں تصویریں ہیں پندرہ لاکھ کی لاگت کا ہے۔ کالج کے سامنے شفا خانہ ہے جس میں چار سو اسی کمرے ہیں اور تین سو مریضوں کے رہنے کا ٹھکانا۔ اس کی تعمیر پر مسٹر ہالوے نے کالج کے علاوہ آدھا کروڑ اور خرچ کیا۔ یہ سب خرچ کہاں سے آیا صرف مرہم اور گولیوں سے۔ لیکن کیا مرہم اور گولیوں سے جو کچھ کیا کالج و شفا خانے پر لگائیے نہیں۔ بلکہ نٹ پرائیٹ کی ایک چھوٹی سی کسر کیا یہ رقمیں علم ہیئت کے ہندسوں سے کم حیرت خیز ہیں۔ میں نے انگلستان کے چند تاجروں کا مذکور کیا۔ اگر امریکہ کے تاجروں کا حال بیان کرتا اور صاحب ڈپٹی کمشنر پریسیڈنٹ نہ ہوتے تو جو صاحب پریسیڈنٹ ہوتے کبھی کا مجھ کو بیٹھ جانے کا حکم دے چکے ہوتے۔ یہ لوگ جن کامیں نے ذکر کیا اور ان جیسے سینکڑوں پرنس مرچنٹ اس قدر مال دار ہیں کہ روئے زمین کے بڑے مالدار، خاندان شاہی کے پرنس ان کے تمول پر رشک کرتے ہیں۔ تعجب سخت تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ افسوس سخت افسوس اور نہ صرف تعجب و افسوس بلکہ شرم اور نہایت شرم کی بات ہے کہ اہل یورپ اور اہل امریکہ یہاں سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہمارے ملک اجنبی میں اپنی دواؤں کا سکہ بٹھالیں اور ہمارے طبیعوں کی یہ معاش ہو کہ جس طرح کوئی عملہ رشوت لیتا یا چور چوری کرتا ہے عطاروں سے چپکے چپکے چھارم وصول کریں۔ بڑی بد نصیبی یہ ہے کہ ایجاد و اختراع کا تو کیا مذکور ہی نہ ہونے موجود ہیں۔ ان کی بھی نقل کرتے بن نہیں پڑتی۔ اور اس پر پڑنا یہ ہے کہ انگریز ہندوستان کی دولت گھسیٹے لئے چلے جاتے ہیں۔ سچ ہو گھسیٹے تو لئے جاتے ہیں۔ لیکن سلطنت کے زور سے ایک پیسہ اور ہر مندی کے دعوے سے ایک روپیہ

ایسا کوئی قانون نہیں کوئی حکم نہیں کہ ہم خواہی نخواہی انگریزی دوائیں استعمال کریں۔ مگر اُن کے استعمال پر ہم کو مجبور کر رہی ہیں دوائیوں کی منفعتیں اور ہماری ضرورتیں۔ کیا ہمارے ہاں اس قسم کی دوائیں نہیں؟ ہیں۔ مگر ہم کو بلاد دور دست کا تو کیا مذکور ہو اپنے ہی وطن اپنے ہی ملک اور اپنے ہی متعارفین میں اُن کے رائج کرنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ تجارت کی کامیابی کے دو بہت بڑے اصول ہیں۔ ارزانی قیمت اور اشتہار سو ہمارے ہاں دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں۔ ایک شخص جو مال کو سوائے پُر سال میں چار بار اُلٹ پھیر کر سکتا ہو۔ وہ عقل کا دشمن اُس کے دونے کے انتظار میں چار سال تک روکے رکھنا پسند کرے گا۔ اور سوائے پُر بیچنا کبھی جائز نہ رکھے گا۔ رہا اشتہار وہ تو ہمارے ملک میں عموماً نقصان عاجل سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح راجس کے چاقو کے آگے ہاتھ رس کی بھونڈی۔ بھنڈی پھری کا نام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کی تجارت کے مقابلے میں یہاں کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تاہم یہاں بھی جو لوگ ارزانی قیمت اور اشتہار کے اصول پر چلتے ہیں وہ اپنے اقران میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ ولایت میں ٹیٹ بٹ اخبار کے چھ لاکھ پرچے نکلتے ہیں۔ یہاں اُردو ناگری بنگالی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تلنگی۔ کنڑی۔ سارے ہندوستانی اخباروں کا مجموعہ بھی پچاس ہزار نہ ہو گا مگر بنگال میں بنگا باشی۔ مدراس میں ہندو گجرات میں راست گفتار۔ اُردو میں پیسہ اخبار اور اخبار عام لاہور کا کیو لیشن زیادہ ہے۔ اس لیے کہ ان کی قیمت سستی ہے۔ اسی طرح اشتہار کے میں ملکی نظائر پیش کر سکتا ہوں۔ مگر کہاں تک بد نصیب ہندوستان کا رونا روئے جاؤں۔

غرض فہم جمع کرنے کے لیے ایک صلاح کی بات سمجھ میں آئی تھی۔ حُب تو مجھے تقاضے سے نہیں کیوں کہیں کہ لو لگا کر شہیدوں میں نہیں ملنا چاہتا۔ بلکہ حکیم عبد الحمید خاں کی خاطر سے میں نے وہ صلاح کی بات بیان کر دی۔ یہی نہیں کہ میں نے پچر کی بھرتی کے لیے ایک بات بنادی نہیں۔ میں نے اس کو وقتاً فوقتاً سوچا اور اس کے مالہ اور ماحلیہ پر نظر کی۔ اور کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ اس تدبیر کو کیوں اختیار کیا جائے اور اختیار کیا جاؤ کیوں نہ چلے۔ ہاں جن لوگوں میں صد کا مادہ ہو اور نہیں دیکھ سکتے کہ عبد الحمید خاں

کوئی نام و نمود کا کام ہو۔ یا خدا نے جن کی مت ماردی ہو اور وہ رفاہ قومی کے ہر ایک کام میں اڑنے لگانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور تعریف کریں گے کہ حرص اور حُبِ جاہ بھی کیا بُری بُلاہی عبد المجید خاں جیسے شخص سے بھیک بھی منگوائی اور آخر کار دوا فروشی کرائی۔ مگر یہ لوگ کیا اب نہیں کہتے اور کیا نہیں کہتے عبد المجید خاں صاحب اگر آپ ایسی بیودہ باتوں کی پروا کریں گے تو مدرسہ طبیبہ کا خیال چھوڑ دیجئے متضاد باتیں ایک سر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ میں تو آپ کے مدرسے کے لئے دوا فروشی کی صلاح دیتا ہوں اگر آپ اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوا فروشی کریں تو عرفا کی توہین کتنا نہیں مگر شرعاً اور عقلاً آپ ویسے ہی معزز و محترم ہوں گے۔ جیسے کوئی شریف آدمی دنیا میں۔ معزز اور محترم ہوا ہی یا ہو سکتا ہی یا آئندہ ہو گا۔ ہمارے ملک پر یہ ایک عذاب الہی ہو کہ پیشوں اور کاموں کے تعزز میں امتیاز کیا جاتا ہو اور تا وقتیکہ یہ امتیاز بالکل ملیا میٹ نہ ہو جائے گا۔ ملک اور قوم کی فلاح کی توقع رکھنی فضول ہو۔ ہم اگر اپنی دنیاوی حالت بہتر کرنی چاہتے ہیں تو ہم کو چار ناچار یورپ کی تقلید کرنی پڑے گی۔ وہاں کا حال یہ ہے کہ سٹر گلیڈ سٹون کا نام اس وقت روئے زمین پر ہوس ہو لڈ ورڈ ہے۔ یہ شخص جس نے سینکڑوں ستر اور لارڈ بنا دیئے آپ وہی سیدھا سادھا ستر ہے

سینے میں قلم کو لے قطرے کا قطرہ رہا | بل بے سمائی تیری اُت رے سمندر کے چور

تین بار انگلستان کا وزیر اعظم چکا ہے اور عجیب نہیں نیو ایکشن میں جو غریب ہونے والا ہے پھر زیب کرسی وزارت ہو۔ یہ عجیب شخص ایک اناج بھرتی کرنے والے کا بیٹا ہے اور خود اس کے بیٹے کی دکان کلکتے میں موجود ہے اور شاید اس کا بھتیجا یا قریب کوئی رشتہ دار۔ برہما میں ڈپٹی کمشنر تھا یا ہے۔ لارڈ سڈلی جام یعنی مرثیانے والا ہے۔ چمبرس کے قفل مشہور ہیں ستر کا خطاب رکھتا ہے۔ ایک موچی سرولیم پلشر ہے۔ ہٹلی پامر کے بسکٹ چائے کے ساتھ کھائے ہوں تو اس فرم کا ستر پامر پارلیمنٹ کا ممبر ہے۔ ستر ڈبلیو ایچ آتھ چند مہینے ہوئے ایک کروڑ پندرہ لاکھ کا ستر مایہ چھوڑ کر مرے ہیں۔ ایک کتاب فروش تھے۔ خدا نے برکت دی ہوتے ہوئے ہوس آف کانٹس کے لیڈر اور

سٹریٹری کے فرسٹ لارڈ ہو گئے۔ اور مرتے دم تک تجارت سے دست کش نہ ہوئے۔ اُن کی میم کو
ملکہ نے پیئرس کا خطاب دیا۔ مسٹر ہالوچی جن کا میں مذکور کرچکا ہوں اُن کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ
اُن کے کالج کو خود کوئینز وکٹوریہ نے کھولا۔ نیشنل گیلری میں اُن کی تصویر تیسرے نمبر پر لگی ہوئی موجود ہے
مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ جو ہندوستان میں بھی گشت لگا گئے ہیں اور جنہوں نے انتظام آب کاری پر بڑا
غل مچارکھا ہے ایک ٹین والا ہے۔

غرض یورپ کا اصول تو یہ ہے کہ اصلی عزت دولت اور لیاقت کی ہے اور یہ بھی یوں ہی اور
ہونا چاہیے بھی یوں ہی۔ کچھ ضرور نہیں کہ جو اسے میں نے پیش کی ہے بھی اس کو رد یا قبول کیا جائے
مگر اتنا اصرار ضرور کروں گا کہ اس سے قطع نظر نہ کیا جائے۔ حکیم عبدالمجید خاں صاحب این الیسا
خیال کرتا ہوں کہ آپ اپنے مہربان کی رائیٹی دینا چاہیں گے تو کوئی اسٹریٹریٹنگ میں اس کا بڑا بھاری
معاوضہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اور آپ کے چندے کی فہرست میں وہ ایک بڑی رقم ہوگی۔
میں نے نہایت تعجب سے سنا ہے کہ آپ نے مدرسے کے سرمائے کو جائداد اراضی میں مشغول
کیا ہے۔ بے شک جائداد اراضی سے بھی کچھ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میں اس بات کو سعی و تلاش
سمجھتا ہوں جس کو زیادہ کمائی کرنے کا سلیقہ نہیں وہ ہمارے درجے اس تدبیر کو اختیار کرتا ہے۔ میں
بہت زیادہ خوش ہوتا اور آپ بہت فائدہ حاصل کرتے۔ اگر یہ سرمایہ اُس طرح پر صرف ہوتا جو میں نے
بیان کیا۔ میں مدرسہ طلبہ کے مدرسوں کو تو نہیں طالب العلوم کو بھی دو چار صدائیں بتاتا۔ مگر گرمی
اور صاحب ڈپٹی کمشنر کی پریزیڈنسی اور وقت کی تنگی اجازت نہیں دیتی۔ اگر ہر غم اف طبابت جیتا رہا تو
اگلے سالانہ جلسے کے لئے لگائے رکھتا ہوں۔ کیوں کہ اس مدرسے میں پھر دنیا اب مجھ کو لازم سا ہو گیا۔

۱۵ خزانے کا وزیر اعظم ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء جو حوصلہ مند ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء بر خلاف ۱۲۔



چودھواں لکچر

جو
ایجوکیشنل کانفرنس ساتویں سالانہ جلسے پر مقام دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء کو دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تو بول اٹھو کہ ہوا سلام کے سٹے میں کیا باقی
نہ اب وہ ملک گیری ہو نہ وہ حرب و غر با باقی
نہ خور حمت اٹھانے کی نہ زور دست و پیا باقی
کہ تاریخی کتابوں میں ہو جس کا تذکرہ باقی
جنھیں روئے زمیں پر دیکھتے ہو جا بجا باقی
مسافر جاچکا لیکن ہو اُس کا نقش پیا باقی
کہ جس میں دل ربائی کی نہیں کوئی ادبا باقی
خمیدہ ہوتے ہوتے رہ گئی پشتِ دو با باقی
نہ وہ رنگِ خاقانم نہ چشمِ سرہ سا باقی
نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا باقی
کہ لوگوں میں نہیں ہو اب تو پاسِ اقر با باقی
نہیں گویا کہیں کوئی کسی کا آشنا باقی
نہ قانونِ ادب نافذ نہ آئینِ حیا باقی
بروئے شیوہ دَع ماکدِ رَحْمۃ مادِ سد باقی

مسلمانو! اگر تم میں ہو کچھ فکرِ رسا باقی
شجاعت تھی تو وہ ہم سے گئی گزری ہوئی بال
نہ ہمت ہو نہ جرأت ہو نہ ہستی ہو نہ چالاکی
خدا جانے وہ کیسی سلطنت تھی کیا تھی کیوں بکھی
یہ ٹوٹی پھوٹی گنتی کی ریاستہائے اسلامی
مگر اُس سطوتِ کبریٰ کی چندیں یاد گار ہیں
عروسِ دہر زالِ زشتِ منظر ہو گئی ایسی
وہ بوٹا سا قدِ رعنا کہ عالم جس پہ مفتوں تھا
تغیر آیا گیا نقش و نگارِ حسن میں یکسر
ملا دی خاک میں پیری نے سب رونقِ جوانی کی
کہاں کی قوم کیسی خیر خواہی کس کی ہمدردی
کچھ ایسی اجنبیتِ ابنِ دنوں میں آکے پھیلی ہو
بچھا رکھا ہو آزادی نے وہ سکے کہ لوگوں میں
ہی طرزوں میں ہو طرزِ پسندیدہ جو رہ جائے

یہ معیارِ لیاقت ہو خدا شرمائے ہم سب کو
 کہ دارالعلم دہلی میں فضیلت اس کو کہتے ہیں
 مسلمان ہیں مگر صرف از برائے نام کہنے کو
 وگرنہ دین داری پس حقیقت اُس کی اتنی ہو
 یہ سارے کھیل ہیں دنیا میں دولت کے تمول کے
 ہماری قوم کو افلاس نے اس طرح گھیرا ہو
 کسی کے کام آئیں یا کسی کو نفع پہنچائیں
 تو کیوں اکثر مسلمانوں کی حالت یوں ردی ہوتی
 مسلمانوں کو ایسا تنگ پکڑا ہوا زمانے نے
 اسی کو ہم بڑی دولت بڑی حشمت سمجھتے ہیں
 لیئے جاتے ہیں ہم سب کو گسیٹے فقر نکبت میں
 پڑھاتے ہیں سبق تحصیل حاصل زہد کا جیاں
 لڑے مرتے ہیں ادنیٰ بات پر انجام جو کچھ ہو
 زمین و آسمان کو اپنا دشمن کر لیا لڑ کر
 غرض دنیا و دین کے سب فضائل متزعزع ہو کر
 وہ بیمارِ تریبِ مرگ ہو سلام و اوایلا
 مسیحائے کون سرسید پکارے سب میں کتا ہوں
 بھلا ہر یا ہر ایہ جانے اور اس کا خدا جانے
 عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا
 یہی اک قسردِ اٹکل ہے کہ جس کو دیکھ کر جاتا
 جزاک المدخیر قوم کی اصلاحِ حالت میں

قطعہ

قطعہ

قطعہ

کہیں ہو بھی اگر علم و ہنر تھوڑا ذرا باقی
 کہ میری طرح کے چند اور ہیں حوت آشنا باقی
 کہ جیسے ذات کا ہو مستیاز و تفرقہ باقی
 کہ ہم جیسے گنہ گاروں کا ہو پردہ ڈھکا باقی
 مرا بہتر ہو وہ جس کے نہیں پلے ٹھکا باقی
 کہ فی صد ایک کچھ خوش ہو تو محتاج و گد باقی
 جو ہوتے آج کو ایسے نفوسِ اولیا باقی
 کہ گھر میں سر پہ بی بی کے نہیں ثابت دلیا باقی
 نہ مر رہنے کی گنجائش نہ جینے کی جگہ باقی
 کہ مسجد میں ابھی ہو بوریا ٹوٹا بھٹا باقی
 اب ایسے رہ گئے ہیں مولوی اور پیشوا باقی
 ہزاروں سے نہیں ہو ایک میں لیر و غنا باقی
 مزاجوں میں نہیں برداشت کا مطلق پتہ باقی
 ہر ایک کے ساتھ ہو کوئی نہ کوئی خرخشہ باقی
 رہا ہو اک تعصب نامناسب ناروا باقی
 مسیح کو نہیں ہو جس کی امید شفا باقی
 صدوسی سال اس کو اور رکھو ایو خدا باقی
 مگر ہو کوئی اس کی شان کا اس کے سوا باقی
 قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی
 ہماری ناؤ کا بارے ہو اب تک نا خدا باقی
 دقیقہ ایک بھی توڑے نہیں رکھا اٹھا باقی

خدا نے تجھ کو بچھونچا یا ہو ان اعلیٰ مراتب پر
 طریق مختصر پر گرنے الف تاب یکجا ہوں
 مگر معلوم ہو تجھ کو مسرت کچھ نہیں اس کی
 محال عقل ہو تجھ کو ہو اس دنیا سے فانی میں
 نہ ہو بے دل اور اپنی ہی کیے جا صرف ہمت سے
 اگر انعام کی تجھ کو توقع ہو تو باور رکھ
 تجھے روئے گی سر پر ہاتھ رکھ کر قوم بد قسمت
 نہ ہو دیں کار گر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا
 تصور میں پکڑ کر اپنے نانا جان کا دامن
 تباہی چھا رہی ہو تیرے پیغمبر کی اُمت پر
 مسلمانوں کو ہمت قرن اول کی عطا فرما
 ذرا ٹھہراے طبیعت کس بلا کی تیری آمد ہو
 یہ جو کچھ سن چکے ہو اب تلک تمہید مطلب تھی

فردوں ترجن سے اب کوئی نہیں ہو مرتبہ باقی
 تو مشکل ہو کہ اسجد میں رہے عرف ہجا باقی
 کہ تو ہو در دست قوم اور تیسرا گلہ باقی
 سوا سے قوم کوئی آرزو یا التجا باقی
 کہ سب کے سر پہ اب تو ہی ہو اک بوڑھا بڑا باقی
 خدا کے پاس ہو تیری جستا تیرا صلہ باقی
 اور اس کو دیکھ لے گا جو کوئی جیتا رہا باقی
 ابھی سب سے بڑی بھاری ہو تدبیر دعا باقی
 خدا سے عرض کر یا قاضی الحاجات یا باقی
 بجز تیرے کرم کے اب نہیں کچھ آسرا باقی
 وقار و عزت اسلام تار و زریز باقی
 کوئی حد بھی ہو اس باقی کی آخر تاکجا باقی
 ابھی ہو شر میں کینے کو اصل مدعا باقی

اگر اس سالتوں نوبت میں بھی ایجوکیشنل کانفرنس کے مفہوم اور اس کی غرض و غایت کے بیان
 کرنے کی ضرورت تھی تو میں خیال کرتا ہوں اس ضرورت کو جلسہ تمہیدی جو آج سے چند مہینے پہلے ہوا
 کے میونسپل ہال میں منعقد ہوا پورے طور پر رفع کر چکا ہو۔ اس کانفرنس نے پچھلے سات برسوں
 کی کوشش میں مسلمانوں کی تعلیم پر جیسا کچھ اثر کیا ہو سرسید احمد خاں سے بہتر کوئی دوسرا
 اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ میں اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا کوئی سالانہ اجلاس
 ابھی تک نافذ نہیں ہونے پایا۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کانفرنس کی قدر کرنے لگے ہیں۔ گو قدر
 کرنے والے تنویر بلکہ ہزار بلکہ لاکھ میں ایک دو ہی کیوں نہ ہوں ہم کو ابتدائی ضعف کی وجہ سے ناسید نہیں

ہونا چاہیے گریٹ تھنکر ہیو سماں گبننگز دہڑے سے بڑے کام بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہو کرتے ہیں خدا جس کی بے انتہا قدرت کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ اگر چاہے اور برکت بھی دے تو کیا عجب نہیں ہو کہ کانفرنس جو آج سرسید احمد خاں کا خیالی ڈھکوسلا دکھائی دیتا ہو۔ اسی کی بدولت مسلمانوں کی ٹٹی گھسٹی مرجھائی ہوئی کھیتی از سر نو تازہ و شاداب ہو کر لہلہانے لگے ع

شاید کہ ہمیں بقیہ برآرد پر وبال

او کاش وہ دن ہماری زندگی میں ہو۔ اجلاس کی جگہ کا ہر سال بدستے رہنا بھی یقیناً مفید ہو۔ اور اگر دلی والوں میں سے کسی نے جرات نہ کی تو ان شاء اللہ قیامت کے دن سرسید احمد خاں کے مقابلے میں دلی کی طرف سے میٹ جج ہوں گا کہ انھوں نے مسلمانوں کا کالج علی گڑھ میں کھکھ دلی کے گلے پر چھری بھیری تھی۔ سو پھیری تھی۔ مرے پر سو درے اتنے برس کانفرنس کے یہاں لانے میں دیر کر کے دلی کا یہ دوسرا حق تلف کیا۔

کانفرنس کے یئے شہروں کے انتخاب میں جن باتوں پر نظر کی جاتی ہو۔ میں جانتا ہوں ان باتوں کی جنرل پروفنشنسی میں دلی کسی شہر سے ہٹی نہیں۔ بلکہ میں کہتا چاہتا ہوں۔ بیٹا نہیں اس کی عظمت ان گئے گوتے ہوئے وقوتوں میں بھی ایسی اعلیٰ درجے کی ہو کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس کو لگا نہیں کھاتا۔

دل و دلی میں گرچہ دونوں خراب	یہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں
------------------------------	-------------------------------------

ہر چند لکھنؤ نے زبان اردو میں بہتری خراش و تراش کی مگر جو فرق آمد و آمد میں ہو جو تلف و ات بے ساختہ ہیں اور تکلف میں ہو وہی دلی اور لکھنؤ کی اردو میں ہو۔ ع

وَلَا تَكُنْ فِي الْعَيْنَيْنِ كَالْكُلِّ

دلی کے بدون ہندوستان کی تاریخ ایسی اندھی ہو جیسے بے شکل کے اقلیدس۔ اگر ہمارے شمس العلماء

۱۷ وکیل ۱۲۷۵ء حالت مجموعی ۱۲۷۵ء سرمد لگانے سے آنکھ قدرتی سرملگیں آنکھ جیسی خوب صورت

نہیں ہوتی ۱۲۔

خان بہادر مولوی ذکا اللہ نے اس عمر میں کہ خود اُن کی وہ شکل و صورت نہیں رہی کوئی بے شکل کی تقلید سے ایجاد کی ہو تو خبر نہیں۔ مگر میں نے جس زمانے میں شوق و رغبت سے نہیں بلکہ سکاڑھپ کے لالچ سے تقلید سے کچھ بھی تھی میرا وہی حال تھا کہ ایک آنکھ شکل پر ہو تو دوسری عبارت پر۔ اگر قدامت اور واقعاتِ عظیمہ کی یادگار قدر و قیمت کی تیر ہو تو دلی کا ایک ایک روڑا چکیگو کی نمائش گاہ میں بھیجنے کے قابل ہو جو صاحب دلی کی سیر کی غرض سے تشریف لائے ہیں اور ایسے بیک کرشمہ دو کار بہت ہوں گے دو چار ہی دن کی مٹ گشت میں دیکھ لیں گے کہ چھ چھ ساٹ ساٹ کوس کے چکڑیں کتنی ایسی عمارتیں ہیں جو انجینئرنگ سکول اور بناوٹ کی عمدگی کے اعتبار سے روئے زمین کی تو ہیں کہتا نہیں مگر ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ مجھ کو ہندوستان کے اکثر نامی شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو جس قریب سے شاہ جہاں آباد لہا بلکہ لہا لیا گیا ہو کسی دوسرے شہر کو نصیب نہیں۔ الغرض گزشتہ سے قطع نظر کر کے حالت موجودہ کے لحاظ سے بھی دلی کے مفاخر کی فہرست دوسرے شہروں کی فہرستوں سے بالشت دو بالشت نکلتی ہوئی رہے گی۔ اور یہی مفاخر ہیں جو کشاں کشاں کا نفرنس کو پیاسا پیر لائے۔ مگر لائے

کفر توڑا خدا کر کے

لائے اُس بت کو انتخاب کر کے

لیکن میری نظر ان مفاخر پر نہیں ہو۔ یہ مفاخر بعض محدود ہو کر اُن کا افسانہ باقی رہ گیا ہو بعض علی شرف الزوال ہیں۔ اور جو علی شرف الزوال نہیں بھی ہیں اُن کو بھی کا نفرنس کے مقاصد سے کچھ ایسا تعلق نہیں۔ میں جس بات کو دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ دلی کو دوسرے بلاد ہند پر ایک دینی فضیلت ہو۔ یہ امام ہو اور دوسرے شہر مقتدی۔ یہ مجتہد ہو اور دوسرے شہر متقلد۔ یہ اصل ہو اور دوسرے شہر نقل۔ یہ اسلام کا تہ ہو اور دوسرے شہر فروع۔ میں اس کو ہرگز مباخذہ نہیں سمجھتا کہ اسلام کے اعتبار سے جو نسبت سنی مدینہ کو عرب سے ہو وہی نسبت دلی کو ہندوستان سے ہو۔ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے کئی پیرائے خیال میں آتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہوں گے جنہوں نے اس ملک کو فتح کیا اور یہاں رہ پڑے

۱۰ معاری سلیقہ ۱۲ لکھنا اکل ہونے کے قریب ۱۱۔

افسوس اُن پر اور اُن کی نسلوں پر۔ اور کچھ ایسے بھی ضرور ہوں گے بلکہ عجب نہیں ایسے اکثر ہوں۔ جنہوں نے طوعاً یا کرہاً مذہب اسلام اختیار کیا۔ لیکن چاہے پہلے کے مسلمان رہے ہوں یا بعد کو مسلمان ہوئے ہوں۔ ہندوؤں کے اختلاط کی وجہ سے اُن دنوں کا اسلام خالص اسلام ہو نہیں سکتا تھا۔ اور افسوس ہے کہ اب تک بھی خالص نہیں اور شاید ہو گا بھی نہیں۔ افتاد تو بگڑی ہوئی پڑی تھی اور اسلام کے پینے کی کوئی توقع نہ تھی مگر سچا خدا اپنے سچے پیغمبر کی زبان سے ﷺ مَیْمَتٌ نُّورٌ ہے۔ اور وَلَکُم مِّنْ لَّهْمٍ دِیْنُہُمُ الَّذِی اُرْتَضٰی لَہُم کی منادی کر چکا تھا اور اُس کی ڈگری جاری ہونی ضرور تھی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ باسے کفرستان ہند میں یعنی ہماری اس دلی میں وہ خاندانِ ذی شان پیدا ہوا ہے

اس خانہ تمام آفتاب است

جو شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسحاق صاحب پر ختم ہو گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ فَاِنَّہٗ لَیَکْرِہُ رَاجِعُونَ ان لوگوں نے اور بعض ان کے معاصرین نے بھی قرآن اور حدیث کے ترجمے کیے۔ تفسیریں اور شرحیں لکھیں۔ دینیات کی کتابیں تصنیف کیں۔ درس دیئے و عطا کئے۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں پر نظر کر کے وہ یا ویسے کام کیئے جو اپنے وقت میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے کیئے تھے رَضَوُا اللّٰہَ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْنَ غرض لی کہ نبی عظیمؐ نبی فضیلت نبی برتری دینی شرافت اُن بزرگوں کی قائم کی ہوئی ہے۔ خدا اُن کو جزا سے خیر دے۔ یہ چھوڑا یا تعلق یا التمش یا کسی غوری یا شاہ جہان کی عمارتیں نہ ہوں جو یوں مافیوماً بلکہ سافہ فساداً بلکہ اَنَا فَاَنَا فرسودہ و مُنَدَس ہو تی چلی جا رہی ہیں اور ایک دن معدوم ہو کر رہیں گی کَانَ لَکُمْ تَغٰی بِالْاَمْسِ بلکہ یہ وہ باقیاتِ صالحات ہیں جن کا قیام ذاتِ خدا کے ساتھ وابستہ ہو۔ وَیَقْبٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ

۱۱۔ اپنے نو بہادری کو بڑا کر کے ہے گا ۱۲۔ اور جو دینِ خدا نے اپنی مرضی سے مسلمانوں کو بتایا ہے اُس کو ضرور مستحکم کرے گا۔ ۱۳۔

۱۴۔ اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ۱۵۔ ہم اللہ کے بس میں ہیں (جو چاہے سو کرے) اور ہم کو اُس کے پاس لوٹ کر جانا ہے ۱۶۔

۱۷۔ گویا کل اُن کا کہیں نشان بھی نہ تھا ۱۸۔ اور پروردگار کی ذات ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہے گی جو عزت والا اور بزرگ و نامور ہے

افسوس تو ہم کو مسلمان بادشاہوں کے مرنے کا بھی بہتیرا ہی کچھ ہو اور نہ کیوں ہو۔ وہ ایک نیچرل بات ہو اضطرابی۔ اس کا چھپا نا لفاق بزدلانہ ہو اور ہم سے اس کی توقع رکھنا طلب محال بے شک ان شخصی حکومتوں میں سے اکثر قابلِ شرم و نفرت بھی تھیں۔ مگر ہم ان کی اصلاح کی آرزو کرتے نہ ان کے زوال کی۔ ان کی درستی چاہتے نہ ان کی تباہی۔ لیکن ہماری قوم کو ان بادشاہوں کے مرنے سے اتنا بلکہ اس کا عشرِ عشر بھی نقصان نہیں پھونچا۔ جتنا ان بزرگانِ دین کے ناپید ہو جانے سے اگر مسلمان بادشاہ مر گئے اور ان کے مرنے سے آخر کار اسلامی سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے کہ اس عملداری میں ہم کو امن اور آزادی بشرطیکہ ہم اسے مستفید ہونا چاہیں اس قدر ہے کہ ہم کو اپنی سلطنت میں بھی میں کبھی نصیب نہیں ہوئی ہم کو اگر ہندوستان سے اسلامی سلطنت جاتے رہنے کا خیال آتا ہو اور اکثر آتا ہو تو صرف اس وجہ سے کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کی برکات سے متنع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ ورنہ ہم تو اسلامی سلطنت کو جیسی اکثر ہو گزری ہیں یا جیسی ضعیف و ناتسلط ہم جا بجا اب بھی ہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے۔ در دہم کم تر ہے۔ لیکن علمائے دین کے اٹھ جانے سے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پھونچا اور پھونچ رہا ہو اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی وَهَكَذَا اَيُّ هَبِ الزَّيْمَانِ وَيَقْنِي الْعِلْمُ فِيهِ وَيَدْرَسُ الْاَكْثَرُ مدتوں تک میں یہ خیال کرتا رہا کہ جب قرآن میں خدا فرماتا ہو لَا سَرْطَبٌ وَلَا يَالِسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ اور الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي تو اب ہم کو دین کے لئے کسی خلیفہ یا امام یا مجتہد یا مجدد یا آج کل کے معاویے کے مطابق رفاہ مصر کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور میرے اس خیال کی تائید ہوتی تھی واقعہ قرطاس سے۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ اُس حضرت صلعم نے جاں کنی کی حالت میں فرمایا اَيْتُونِي بِقُرْطَاسٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَفْضِلُوْا بَعْدِي (کاغذ لے آؤ تو میں وصیت لکھوا دوں تاکہ تم میرے بعد تم گم راہی میں نہ پڑو) عمر رضی اللہ عنہ مصلحتِ وقت سمجھ کر لوگوں کو روکا کہ عین انزباقِ روح کے وقت پتیر صاحب کو

۱۵ اسی طرح زمانہ گزرتا اور علم فنا ہوتا اور اس کے نشان ناپید ہوتے چلے جاتے ہیں ۱۲؎ تو دھشک سب کچھ قرآن میں کھلا ہوا موجود

ہو ۱۲؎ آج ہم نے تمہارے دین کو کامل اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ۱۲۔

و میت کی تکلیف دینی نامناسب ہو حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ۔ لیکن اب جو ان تغیرات کو دیکھا جو
انگریزی عمل داری کی وجہ سے واقع ہو رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کا حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ
اُسی وقت کے لیے کافی تھا کیوں کہ پیغمبر صاحب کی دفات کے سوائے مسلمانوں کی حالت میں کوئی انقلاب
بین واقع نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی جدید یا مزید ہدایت کی ضرورت ہوتی۔ لیکن ہم پیغمبر صاحب کے
زمانے سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ہماری حالت اس قدر بدلی ہوئی ہو کہ ہم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں
کے مقابلے میں گویا بالکل دوسری قسم کی مخلوق ہیں۔ اُن وقتوں کے مسلمان بجائے خود بادشاہ تھے۔
حاکم وقت رعایا تو رعایا پاس پڑوس کے بادشاہ ان کے نام سے تھراتے تھے مَسْلُوقِي فِي قُلُوبِ
الَّذِينَ كَفَرُوا الرَّعْبُ يَاهُمْ ہیں نصاریٰ کے محکوم نصاریٰ کی رعیت ہر بات میں نصاریٰ کے دستِ نگر
نصاریٰ کے محتاج اُن کو یا اَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ اَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ اور لَا يَتَّخِذُ
الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي
شَيْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُوا پُر عمل کرنا آسان تھا۔ اُن کو یہود اور نصاریٰ اور دوسرے مذہب
دالوں کی پرواہی کیا تھی۔ کہ ان کے ساتھ دوستی کرتے اور سازگاری رکھتے۔ مگر ہمارا کیا حال ہے یہود تو
کسی گنتی میں نہیں صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ نصاریٰ کے ساتھ
دوستی کرنا سازگاری رکھنا عزت اور حکومت اور دولت کو تو رکھو بالائے طاق شرط زندگی ہے۔ رہے ہندو
ان میں اور ہم میں سینکڑوں برس ایسا میل جول چلا آتا ہے کہ اب ہم اور وہ بھوارہ کرنا بھی چاہیں اور فریقین کے
احمق چاہتے بھی ہیں تو ہو نہیں سکتا نہ تھوک بٹ نہ کھیت بٹ۔ دوسرا بڑا فرق ہم میں اور آغا ز اسلام کے

۱۔ ہم کو اللہ کی کتابیں کرتی ہے ۱۲۔ ہم تھا لادیدہ کافروں کے دل میں بٹھاویں ۱۳۔ ایمان لویہود اور نصاریٰ کو یا رت وادہ ایک دوسرے کیا
ہیں اور تم میں سے جو کوئی اُن سے یاری کرے گا تو وہ اُن ہی میں گنا جائے گا بے شک اللہ قوم ظالم کو ہدایت نہیں کرتا ۱۴۔
۱۵۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو یا ر نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کو اس سے کچھ سروکار نہیں مگر یہ
کہ کافروں سے اپنا بچاؤ کر دے ۱۶۔ دلت اور محتاجی ان کو لازم کر دی گئی اور خدا کے غضب میں آگئے ۱۷۔

مسلمانوں میں یہ ہو کہ وہ پیغمبر صاحب کے ہم عصر تھے۔ اُن میں سے اکثروں نے پیغمبر صاحب اُن کے ساتھ رہے اور نہیں دیکھا اور نہیں سنا تھا ہے تو دیکھنے والوں کو دیکھا اور ساتھ رہنے والوں کے ساتھ ہے غرض وہ اسلام سے پورے پورے واقف تھے جب کبھی کوئی نئی بات پیش آتی اور قرآن و حدیث میں سند نہ ملتی اپنے اجتہاد سے ایک رائے قائم کر لیتے اور اُسی واقفیت کا نتیجہ تھا کہ اُن سے غلطی بھی کم ہو جس کو ایسا ملکہ ہو اصطلاح شرع میں اُس کو محدث کہتے ہیں۔ اور میں اس لفظ کا ترجمہ کیا کرتا ہوں کہ شناس خدا۔ جیسے مثلاً عمر رضی اللہ عنہ کہ اُسارے بدر اور فربہ عجب اور حرمت خمر اور مواقع میں جس طرف کو اُن کا ذہن منتقل ہوا آخر کار اُسی کے مطابق وحی بھی نازل ہوئی۔ تا سے اس طرح کی مثالیں دوسرے صحابہ کی بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ نبیؐ اِیہ وَاَقْدَ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَۃً فِی قَرَارٍ مُّسْکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَۃَ عَلَقَۃً ثُمَّ خَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُخَلَّطًا مِّنْ عِطَامٍ فَكَسَوْنَاهُ الْعِطَامَ ثُمَّ اَنشَرْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ الَّذِیْ اَنۡخَلَقَ الْاِنۡسَانَ نَزَلَ ہُوۡیَ تُوۡاۤیۡں حضرت نے ایک کاتب کو بلا کر لکھوانا چاہا خَلْقًا اٰخَرَ تک بتا اُس کے منہ سے بے ساختہ فَتَبَارَكَ الَّذِیْ اَحۡسَنَ الْاِنۡخَلَقِیۡنَ نکل گیا اور وہ جزو یہ بھی ایک طرح کی محدثیت ہو۔ صحابہ کے مدارج بھی دینی معلومات کے اعتبار سے متفاوت تھے تفاوت اُن کے آپس ہی میں تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ نہ ہماری یاد نہ اُن کی بھول۔ نہ ہمارا اجتہاد تقلید۔ نہ ہمارا یقین نہ اُن کا شک۔ کیوں کہ وہ دیکھنے والے تھے اور ہم سننے والے ہیں۔

شہیدہ کو بودمانند دیدہ

ہمارا ایمان یا اسلام جو کچھ جو پس اسی قدر ہے کہ ہم نے اس کو عظام دنیوی کی طرح باپ دادوں سے

۱۵ جنگ بدر میں جو کافر کچلائے تھے پیغمبر صاحب نے اُن کو تاروان لے کر چھڑ دیا اور عمرؓ کے نزدیک وہ واجب القتل

۱۶ عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ۱۷ ہم نے آدمی کو مٹی کے اُنس پیدا کیا۔ پھر اُس کو نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں رکھا۔ پھر

نوٹھرا دیا۔ پھر تو تھڑے کی بندھی ہوئی پھر لڑکی کی بیاں۔ پھر بڑیوں پر گوشت مڑھا پھر اُس کو دوسری مخلوق بنا کر رکھا۔ پھر

سب پیدا کرنے والوں سے جبر ۱۷ ۵۴ مال ۱۲۔

پایا ہی۔ بہتروں نے تمتاع کس پیرس کی طرح اس کی پروانہ کی۔ بعض نے پروا کی تو دیکھا کہ بزرگوں کے پستے کے کپڑے کچھ اُن ہی کے بدن پر ٹھیک تھے۔ اُنھوں نے بے مصرف سمجھ کر ڈال رکھے۔ اور کچھ ایسے سادات بھی تھے جنھوں نے کتوپ بھری رفو کیا کاٹا چھانٹا پیوند لگایا اور تبر کا پہن پھرے۔ ان باتوں کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔ زندگی کی کوئی حالت کوئی شان نہیں جس میں زمانے کے انقلاب کی وجہ سے اُن فورٹین اور غیر متوقع معاملات بکثرت پیش نہ آتے ہوں۔ اور اُن کی نظائر زمان سلف میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ مال اور فوجداری اور دیوانی کے کل آئین اور تمام ضوابط اور نگین دستور بدل گئے اَلَا مَلَأْنَا اللّٰہُ رِیْل اور سیمٹ اور تار برقی اور ہزار ہا قسم کی کلیں اور پوسٹ کارڈ اور ویلیو پیل اور سنی آرڈر اور سٹامپ اور میلہ ورنسی اور پامیسری نوٹ اور ساز و سامان معیشت کے قریب قریب کل چیزیں نکل کھڑی ہوئیں جن کا گلے و قنوں میں کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ سائنس نے یہی حضرت ہمارے زمانے کے شیطان میں تمام مذاہب میں ایک قدر مچا رکھا ہے۔ یہ اب حال کا مذکور ہو کہ دو طالب العلم مقلد و غیر مقلد جھگڑ پڑے۔ مقلد نے کہا اگر ائمہ کا اجتہاد نہ ہوتا تو دنیا کے کام بند ہو گئے ہوتے کیوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن کے احکام قرآن اور حدیث میں نہیں نکلتے۔ غیر مقلد نے کہا کہ جزئی سے جزئی مسئلہ بھی نہیں جس کو ہم قرآن اور حدیث سے استنباط نہ کر سکیں۔ اور ہم کو کسی کے اجتہاد کی حاجت نہیں۔ مقلد نے ایک فرضی استفتاء لکھ کر غیر مقلد کے حوالے کیا کہ اس کا جواب قرآن و حدیث سے دیا جائے۔ زید نے خالد سے مثلاً سودرم کے بدلے کوئی چیز مول لی۔ اب بائع و مشتری کیفیت ثمن میں مختلف ہیں۔ ایک کتا ہو غمر قندی دوسرا بخاری توہن صورت میں کیا کرنا ہو گا؟ اَوَ تَجِزُّوْا تَوْجِزُوْا کیا پیارا لفظ ہے۔ کیوں کہ اس میں اس کی صراحت نہیں کہ اجر جواب دنیا میں ملے گا یا عقبی میں۔ غیر مقلد نے حدیث اِذَا اُخْتَلَفَ الْبَیْعَانِ فَلَا مَقْلُ الْبَیْاعِ پیش کی اس پر فریق رسالہ بازی شروع ہوئی۔ اور مذہبی اختلافات کا قاعدہ ہے کہ ایک دفعہ چھڑ جائے پھر اُن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے اس اختلاف کو میرے سامنے نقل کیا۔ اور نقل کیا بھی تو اس نے جو پہلے نہیں دکھائی دیے ۱۲۵ تا ۱۲۶ کو اہرے گا ۱۲۔ ۱۳ جب بائع و مشتری میں اختلاف ہو تو جواب اس کے

تمہید سے کہ جن دو طالب العلموں سے یہ محاضرت شروع ہوئی ہو، تم کو حکم کر دانتے ہیں۔ یہ سن کر مجھ کو بے اختیار ہنسی آئی۔ اور ہنسی کے ساتھ غصہ بھی مہنسی تو اس وجہ آئی کہ مجھ میں مولویوں کی سی کوئی بھی بات نہیں تو مولوی کی بھینتی بے تکی ہوئی۔ اور غصہ اس سبب سے کہ میں نے اپنے جی میں کہا بھلا یہ تو کھٹے پٹھے کی بات ہے۔ میں چاہوں تو انہیں بائیں شائیں کچھ ہانک بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر کل کو کسی نے میری نسبت از خود خیال کر لیا کہ یہ بڑا کلاؤنت ہے اور مجھ سے فرمایش کی کہ یہ صبح کا وقت ہے۔ بھلا ایک بھیرویں تو گا کر سناؤ تو میں کیا کروں گا۔ میں اُس شخص کو جو میرے روبرو یہ قصہ لایا تھا مناسب وقت کچھ کہہ کر طال دیا۔ یوں تو میں بھی غیر مقلدوں کے سے عقائد رکھتا ہوں۔ مگر اس مسئلہ خاص میں مقلدوں کے ساتھ ہوں بلکہ ان سے بھی دو چار قدم آگے بڑھا ہوا۔ کیوں کہ میرے نزدیک نہ صرف قرآن و حدیث بلکہ قرآن و حدیث اور اجتہاد ائمہ بھی اس زمانے کی دنیاوی ضرورتوں کو ناکافی ہیں۔ ناکافی کا لفظ جو میں استعمال کیا شاید اچھا نہ ہو مگر میری مراد یہ ہے کہ معاملات میں ہزار ہا جزئیات ایسی پیش آتی ہیں جن کے لئے اجتہاد جدید کی ضرورت ہے۔ جس وقت دراہم سمرقندی و بخاری کا مسئلہ میں نے سنا۔ تھوڑی دیر بعد انگریزی اخبار میں اتفاق سے خلافت ورزی کا بی رائٹ کا ایک مقدمہ نظر پڑا فوراً خیال میں آیا کہ دراہم سمرقندی و بخاری کی جگہ یہ صورت ہوتی تو غیر مقلد کو فہم نہ آتا۔ ایسی ہی باتوں نے میرے خیالات کو بدلا ہے اور اب میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مجدد یا مجتہد کی سخت ضرورت ہے۔ اور بدو ان ایسے شخص کے ہمارا کام چل نہیں سکتا۔ اور میں جو دلی کے متقدمین علما کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی اسی سبب سے کہ مجھ کو ان لوگوں میں اس بات کا پتہ ملتا ہے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کتاب حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اُن کو اس کتاب کے لکھنے پر ضروری خیال باعث ہوا ہو گا کہ اب خدائے تعالیٰ دین العجاز و الکتاب کی قبول کرنے والی طبیعتیں پیدا نہیں کرتا۔ لوگ ہر ایک بات کو میزان عقل میں تولنا چاہتے ہیں۔ یا جیسا مشہور ہے کہ مولوی شاہ عبدالعزیز نے دلی کی شاہی تنخواہوں کو دیکھ کر اُن میں دروالتی لکھنویں اور سرکار انگریزی کے پرائسری نوٹوں میں کچھ بھی فرق نہیں، جائز ٹھہرا دیا تھا۔ کچھ شک نہیں

۱۵ سنائے میں آگیا ۱۲ بڑھی خورتوں اور کتب کے لڑکوں کا دین ۱۲۔

کہ انھوں نے دیکھا عوم بولے اور سمجھے کہ ان آمدنیوں کو بڑا قرار دے کر اتنے سارے مسلمانوں کو مصداق
 فَادُّوا بِحُكْمِ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بنانا اور خدا اور اُس کے بندوں میں ڈاڑھ کلیئر کرنا آسان ہی یا بڑا
 کے پیچ کو ڈاڑھ صیلا کرنا چنانچہ انھوں نے اُنہوں کیلئے تین کو اختیار کیا جو اُن کا کام تھا۔

تو برائے وصل کردن آمدی | ذرا سے فصل کردن آمدی

وہ اگلے علما زندہ ہوتے یا اُن کے جانشین اُن کے سے دل و دماغ رکھتے ہوتے تو اسلام میں جس کو
 اپنے سہ ماہی سہ ماہی سمجھتے ہونے پر ناز تھا اور ناز واجب تھا۔ ایسی سختی ہرگز داخل نہ ہونے پانی کہ واقع
 میں اس کا سینھا لٹا دیتے ہوئے انکارے کو ہاتھ میں لئے رہنا ہو رہا ہی۔ میں بھی اخبار میں پور پور
 کے نو مسلموں کے حالات اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی تجویزیں پڑھا کرتا ہوں مگر بے دلی اور
 استکراہ کے ساتھ۔ پور پور اور امریکہ کے نام سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہی اور
 جوش کی بات بھی ہی۔ مجھ کو جو بے دلی ہو وہ اس سے ہی کہ ہم مالک دور و دراز میں تو اسلام کے پھیلاؤ
 کی تدبیریں کرنی چاہتے ہیں اور گھر کی خبر نہیں کہ یہاں چھینکتے ناک کاٹی جاتی اور لوگوں کو مرتد اور
 کافر بنانے کے لئے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ایک طرف پیغمبر صاحب فرماتے ہیں اَنَا اَبَا اَهِی
 بِکُمْ اَلَا اَہْمُ یعنی قیامت کے دن میں فخر کروں گا کہ میری اُمت میں اس کثرت سے لوگ ہیں کہ دوسرے

کسی نبی کی اُمت میں نہیں اور ساری عمر آپ نے اور سلف صالح نے اسی کوشش میں صرف کر دی
 کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کا گروہ بڑھے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جَاوِزُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ
 وقتوں کے علما ہیں کہ لوگ پکار پکار کر کلمہ پڑھ رہے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں۔ مسلمانوں کا سا ظاہر
 رکھتے ہیں۔ مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور مولوی ہیں کہ ذرا سی خفیف اور مختلف فیہ بات کا
 الزام لگا کر زبردستی اُن کو دھکے دیئے چلے جاتے ہیں یورپ کے لوگ جب اُن ہی دنوں اسلام نہ
 لائے۔ جب اسلام ماننے کی چیز تھا تو اب ایسی حالت میں کہ ہم موروٹی مسلمانوں کو اس میں رہنا

۱۵ طیارہ ہوا اور رسول کے ساتھ لڑنے کو ۱۲ جنگ کا اشتہار دینا ۱۲ مہذب آسان سلیس ۱۲ مہذب

کے دین میں جوق جوق چلے آ رہے ہیں ۱۲۔

دشوار ہو رہا ہو کون اسلام قبول کیے لیٹا ہو اور لاکھوں کروڑوں میں دو چار دس بیس اس خیال کے ہوئے بھی تو اس سے اشاعت نہیں ہوئی جاتی۔

بھلا جن کے تشبہ سے اور تشبہ بھی فی العقائد نہیں کہ وہ نہ کبھی تھانہ اب ہونہ ہو سکتا ہو بلکہ تشبہ فی اللباس تشبہ فی الاکل تشبہ فی الزکوٰۃ تشبہ فی المشی تشبہ فی القیام تشبہ فی القنود تشبہ فی اتی شی سے ہم کافر ہوں۔ اُن کا من تشبہ بقوم فہو متہم کے ہوتے مسلمان ہونا ہند کے مسلمان کیوں تسلیم کرنے لگے تھے اور کریں تو سید احمد خاں خوشی کے ڈھول بجائیں کہ یہ جیتے اور مسلمان ہارے۔

اُن لوگوں نے یقین ہو عقائد کے سواے اپنی حالت ظاہری بالکل نہیں بدلی ہوگی یا بہت کم بدلی ہوگی۔ امید نہیں کہ مسلمان سمیں گھٹ کر پردے میں بیٹھی ہوں یا آئندہ بچیں۔ امید نہیں کہ ان لوگوں نے طرز عمل تبدیل کیا ہو یا آئندہ کریں۔ امید نہیں کہ یہ تو مسلمائے اصول معاشرت عمل میں لائے ہوں یا آئندہ عمل میں لائیں۔ میں تو اپنی ذات سے ان کے حالات کی تفتیش کے درپے رہتا نہیں۔ مگر یہ آواز بھی کسی طرف سے میرے کان میں پڑی کہ دن کے دس بجے بھی ایک نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو۔ اور ہار سو نیم پر قرآن گایا جاتا ہو۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا ہم اس میں شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کا سا اسلام بلکہ میں تو کیوں گام طور کا اسلام یورپ اور امریکا میں کوئی قبول کر نہیں سکتا اور منہ سے قبول کر بھی لے تو اُس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہ خدا اُن کو ہجرت کی توفیق دے۔ اور حضرت سلطان روم کی عمل داری میں جالیں اور اُن کے ہم حالت عرب کے ابتدائی مسلمانوں نے آخر ہی کیا تھا۔ اور جب اُن لوگوں نے اسلام اختیار کیا تو ہم جیسے تشدد مسلمان نہ سہی ان کو پورا پورا مسلمان بننا تو ضرور ہو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ** اور یورپ میں گھر بیٹھے تو پورا مسلمان بننا معلوم۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ

۱۵ کھانا ۱۶ سواری ۱۷ رفتار ۱۸ کھ بھلاست ۱۹ نشست ۲۰ کوئی سی چیز میں مشابہت ۲۱ انگریزی باجا ۱۲

۱۳ ایمان دالو اسلام میں پورے پورے آجاؤ اور شیطان کے قدموں پر پت چلو وہ تھا رکھلا دشمن ہو ۱۴ کیوں نہیں ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ گھر سے نکلتے تاکہ دین کو سمجھیں اور اپنی قوم پاس واپس جا کر ان کو ڈرائیں شاید وہ بچیں ۱۵۔

يَحْذَرُونَ بے شک جہاں تک ہو سکے ہم لوگوں کو بھی اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے
ہم وطن اُن سے کہیں زیادہ محتاج مدد ہیں۔ کیا یہ اتلافِ قی نہیں ہوگا کہ ہم یورپول اور امریکا کے
تو مسلموں کو جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام چندے بھیجیں اور اپنے ہم وطن بھائیوں کو برباد اور تباہ ہونے
دیں۔ وہ اگر سلام لائے تو اپنی عاقبت درست کی۔ یہاں کے مسلمانوں سے بڑھ کر وہ ہماری ہم دردی
کے کس طرح حق دار بن بیٹھے یٰمُنُوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَا تَمْنُوْا عَلٰی اِسْلَامِکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ
عَلَیْکُمْ اَنْ هٰذَا اَکْمَرُ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اُن لوگوں کو چندہ دیا بھی جائے تو اس شرط
سے کہ ہم میں آکر رہیں اور اپنی قومی شناختگی اور تربیت کے نمونے دکھا کر ہماری اصلاح کریں۔ اور
مسلمان مشنریوں کا کام دیں۔ کیا اسلام لاتے ہی اُن لوگوں میں سے بھی یٰمُنُوْنَ سَمِیْعٌ کَاسِمٌ نَّکَلٌ گيا۔
یا اسلام لانے کا عاجل صلہ ہو کہ کلمہ بھرا اور سوال شروع کیا۔ لیکن اگر بالفرض والتقدیر امریکا یا یورپول کے
تو مسلم ہمارے ان اصلاح میں آنکلیں تو علی گڑھ کے سوائے اِنجینئرنگ، میڈیکل، الی الجینس۔ اور تو کہیں
اُن کا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا چاہو گے تو وہ جہاد کی دلیل جس کے ماننے کے
سوائے کوئی چارہ ہی نہ تھا وہ تو اب پیش رفت جانے کی نہیں۔ اب رہیں دلائل عقلی تو تم نے خود عقل کو
دین میں معطل کر رکھا ہو۔ بلکہ دین کی تخصیص بھی کیوں کروں دنیا میں بھی عقل کو معطل کر رکھا ہو۔ بھائیو
یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے بلکہ بڑے جنوں کا اُتارنا ہے۔ آج ترقی کی ٹرین میں
یورپ اور امریکا دونوں کا ٹور ٹورسٹ ہیں۔ اگر اسلام متعارف کو یورپ اور امریکا میں بھانا چاہتے
ہو تو از براے خدا اسلام کو مست رسو کر دو۔ اپنا گھٹنہ کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرتا۔ اور اگر اسلام متعارف
کے سوائے دوسری قسم کا اسلام ہے اور اشارے اور کنائے میں کننا کیا ضرور ہے سید احمد خاں
کا سا اسلام ہے تو اہل یورپ اور اہل امریکا ایسا نیشن اس کو مانیں گے تو کیا مگر ہاں اس قدر

۱۵ ہم پر اسلام لانے کا احسان جتنا ہے ہم اُن سے کہو اپنے اسلام کا بچہ احسان مت رکھو بلکہ خدا تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو
ایمان کی ہدایت دی بشرطے کہ تم اپنے بیان میں سچے ہو ۱۶ انسان ہر دردی ۱۷ صفت ۱۸ کدہم جنس ناچنس

پرواز ۱۲ ۱۵ سب سے آگے ۱۶ من حیث القوم ۱۷۔

وحشت جو اسلام متعارف سے کرتے شاید نہ کریں۔ مذہب کے اعتبار سے یورپ اور امریکا ہم سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہاں کے ملکی دماغوں میں یہ خلل ہی۔ کہ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے۔ کیسا مذہب اور کہاں کا اسلام۔ یہ سمجھے رہتا۔ کہ میں ملک اور قوم سے بحث کر رہا ہوں نہ افراد خاص سے۔ بے شک ان میں خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو خدا کا ادب کرتے اُس سے محبت رکھتے۔ اور محبت کے ساتھ ڈرتے بھی۔ اور شاید ان میں سے بعض کو عیسائیت سے تسلی نہ ہوتی ہو اور نجات کے لئے اُن کو دوسرے مذہب کی تلاش ہو۔ لیکن کوئی سا مذہب بھی ہو اُس میں خلاف قیاس تو نہیں برتر از قیاس باتیں ضرور ہوں گی۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ تو جو شخص عقل کے بدون ٹھوڑا ٹوڑا نہیں چاہتا وہ کیوں کسی دین و مذہب کا معتقد ہونے لگا۔ ہر ایک چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ زمانہ افراط عقل کا ہے تو کل مذہب شکی ہو رہے ہیں۔ ازاں جملہ اسلام بھی تعلیم تو ناقص نکو بن رہی ہے میں کہتا ہوں اسلام شکی ہو رہا ہے تقاضے وقت اور انگریزی عملداری سے۔ یہ کسی کہنے اور نا احسان مند آدمی کا کام ہے کہ بٹش گورنمنٹ پر مذہبی پارٹیٹیلی یا مذہبی انٹرفیرنس کا الزام دے لیکن نیوٹرلیٹی ہی سے کوئی مذہب شکی ہونے لگے تو یہ مذہب کا قصور ہے نہ بٹش گورنمنٹ کا۔ مثلاً گورنمنٹ کی نیوٹرلیٹی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اپنی تمام رعایا کو کسی قوم کسی مذہب کے ہوں صداقت کے ایک درجے میں سمجھے۔ اور ان ہی اصول پر تمام معاملات تصفیہ پارہے ہیں۔ لیکن فرض کرو ایک مذہب ایسا ہے جو دوسرے مذہب والوں کو صرف اُن کے مذہبی معتقدات کی وجہ سے عموماً جھوٹا سمجھتا ہے تو ایسا مذہب گورنمنٹ کی نیوٹرلیٹی سے کیوں کر کیسٹائل ہو سکتا ہے۔ یا مثلاً گورنمنٹ اور اُس کی اکثر رعایا مسلمان نہیں ہے وہ بے محابا سودیتی اور دیتی اور دلتی ہے۔ سرکاری محاصل میں آبکاری اور بہت سی دوسری رقمیں شامل ہیں جو از روئے شرع اسلام ناجائز ہیں۔ سرکار رجم اور قطعید کی جگہ جو مانے کرتی اور ان یک جانی رقموں سے ملازم خواہ پاتے پس یک قلم

۱۲ طرف داری ۱۲۵۰ دا خلث ۱۲۵۰ نا طرف داری ۱۲۵۰ متفق سازگار ۱۲۔

۱۲ سنگسار کرنا ۱۲۵۰ ہاتھ کاٹنا ۱۲۔

اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاِهْنَامُ رَجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَا فِي الْاَخْرِادِ الْمَيْسِرِ وَيُصِلُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنتَهُوْنَ۔ هَلْ اَنْتُمْ مُّنتَهُوْنَ سُنْ كَرَسِبُ بِكَارُطْھِ اِنْتِهِنَا اِنْتِهِنَا
ایک وہ تھے کہ ایک بار ہل اُنکو مُنتہوُن سُنْ کر اِنْتِهِنَا اِنْتِهِنَا پکار اُٹھے اور خدا رحم کرے ایک ہم
ہیں کہ تیرہ سو برس سے شہر شہر قصبے قصبے گاؤں گاؤں ہل اُنکو مُنتہوُن کی آواز پُری گونج رہی ہے اور بچے
اِنْتِهِنَا کے جواب دیا جاتا ہے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہم نے سنا اگر ہم نے نہیں)۔ خیر نص حرمت خرمن کرہ تیروں
نے گولیں لٹھا دیں منگے توڑ ڈالے مشکوں کے دہانے کھول دیئے اور بعض کو لالچ آیا کہ
شراب جیسی قیمتی چیز مفت کیوں ضائع ہو۔ سرکہ بنانا چاہا۔ اُن حضرت ہ تک خبر چھوچی۔ سُنْ کر بہت
ناخوش ہوئے اور سختی کے ساتھ حکم دیا کہ جس کے پاس شراب ہو تلف کر دے جو تم کرنا چاہتے ہو ایسی ہی
حرکت یہودیہ بہود نے بھی کی تھی حُرِّمَتْ عَلَیْھِمُ الشُّخُوْمُ فَاَجْمَلُوْھا فَاَبَاھُوْھا وَاسْتَصْبَحُوْا جَمَآ۔
لیکن ہم مسلمانوں کا حال کیا ہے۔ کتاب اللہ کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور کاش بالائے طاق رکھتے نہیں۔
بَیِّنٰتُہٗ وَاٰیٰتُہٗ وَاٰیٰتُہٗ وَاٰیٰتُہٗ ہر ہم اپنے اعمال کو قرآن سے ملا کر دیکھیں اور دیکھیں بھی تو انصاف کے ساتھ
تو پائیں گے کہ ہم میں نہ وہ اگلے مسلمانوں کی سی ہم دردی ہے اور نہ وہ اسلامی اخوت دیکھائی چارہ ہے نہ وہ
اسلامی غیرت ہے نہ وہ اسلامی خود داری ہے نہ وہ دل ہیں نہ وہ دلوں کی نیکی ہے نہ وہ دماغ ہیں نہ وہ خیالات ہیں
بذلِ اموال کا کیا ذکر ہے وہ لوگ خدا کی راہ میں بدلِ نفوس بھی دریغ نہیں کرتے تھے وہاں جان بازیاں
تھیں یہاں نرمی بازی اور نرمی بھی نہیں بازیچہ اور بازیچہ بھی بازیچہ اطفال۔ ایک حدیث ایسی ہے کہ
اُن حضرت نے فرمایا ہر تم بچلی امتوں کی تمام ادائیں پوری کر کے رہو گے شَبْرُ الشَّیْءِ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ
بچلی امتوں سے مراد ہیں یہی یہود و نصاریٰ۔ سو یہود کا حال تو ناگفتہ بہ ہے۔ الفاظ و عبارت کی تو میں کتا
نہیں اُنھوں نے کلا تورات کو منسوخ کر دیا تھا جو تحریف کا بدتر سے بدتر پیرا ہے۔ یہ ہے نصاریٰ ان کے

۱۲ ہم باز آئے ہماری تو یہ ۱۲ اُن پرچہ بیاں حرام کی گئیں تو اُن کو بگاڑ کر بیچا اور چراغ جلانے ۱۲ پس پشت ڈال دیا ۱۲۔

۱۲ بالشت بالشت پھر اور ہاتھ ہاتھ پھر ۱۲۔

یہاں بھی کتاب میں کچھ ہو اور کرتے کچھ ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا وہی شیوہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہو اور زمانہ اس حدیث کی پیشین گوئی کی تصدیق کر رہا ہو۔ یوں احکام شرع کی بجا آوری میں کوتاہی کس سے نہیں ہوتی قطعاً

بندہ ہماں بہ کہ تفسیر خویش	عذر بدر گاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار تر خداوندیش	کس نتواند کہ بجب آورد

نمازیں قضا ہوتی رہتی ہیں۔ منجھ جیسے کم ہمتے بندہ شکم روزوں سے جان چراتے ہیں۔ اس خیال سے کہ تمام عمر میں ایک حج فرض ہو۔ جاڑوں میں حج ہونے لگے قرطبہ کی طرف سے اطمینان ہو تب دیکھا جائے گا۔ ابھی مرے تھوڑے ہی جاتے ہیں۔ غالب ہو کہ دنیا ہی سے ہجرت کریں تو کریں حج تو ہوتا ہوتا معلوم ہوتا نہیں۔ اوامر شرعی میں سب سے زیادہ بغوض ہو زکوٰۃ۔ سوا ول تو مسلمان بہت ہی کم صاحب نصاب ہیں جو میں معلوم ہو کہ زکوٰۃ نہیں دیتے اَلَا مَا شَاءَ اللہ۔ اور دیتے بھی ہیں تو پوری نہیں اور زکوٰۃ کے طور پر نہیں۔ پس کیا فرق کیا جاسکتا ہے ہم مسلمانوں میں اور یہود و نصاریٰ میں۔ انھوں نے کتاب اللہ کو صرف تلاوت کے لئے رکھا تھا نہ عمل کے لئے ہم بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ عمل و خیر صلاح۔ قرآن میں ایک آیت ہُوَ الَّذِي يُبَيِّنُ لِلَّذِينَ آمَنُوا مَنَاسِكَهُمُ لِيذْكُرُوا اللہَ وَمَا نَزَّلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ اور اس آیت کے متعلق ایک اثر بھی ہے۔ صحابی صاحب اثر کہتے ہیں کہ ابھی ہم کو مسلمان ہوئے پورے چار برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ خدا کے نزدیک ہم قابلِ ملامت ٹھہرے۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو واسطے ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں پر نکتہ احق بِالْمَلَامَةِ وَأُولَى بِهَا وَآخِرَىٰ بِهَا اگرچہ مسلمان کیا دنیا اور کیا دین دونوں کے اعتبار سے تنزل کے افضل السالکین درجے میں بچھونچ گئے ہیں۔ مگر ان تنزل اتنا قابلِ افسوس نہیں جتنا ان کا تنزل سے

لے کیا مسلمانوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا اور ان سچے احکام کے لئے جو ان پر نازل ہوئے ہیں ان کے دل عاجزی کریں اور ان لوگوں جیسے نہ ہوں جن کو پہلے دی گئی کتاب بارودہ اکتا اٹھے اور ان کے دل سخت پڑ گئے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ۱۲ ہم ملا سکتے

بے خبر ہونا۔ ان کو تنزل کا شعور ہو تو شعور کے ساتھ تنبیہ بھی ضرور ہو اور تنبیہ ہو تو لاجرم اُچکنے کی تہدیل سمجھنے کی تدبیر کریں پر کریں کتنے ہی قوم اور قوم کی وسعت پر نظر کر سکتے ہیں۔ پھر کتنے ہیں جو قوم کی تباہی دیکھ کر متاؤدی ہوں۔ پھر کتنے ہیں جو متاؤدی ہوں اور کچھ کرنا چاہیں۔ اگرچہ ان سوالات کا جواب ہوتے ہوتے آخر کار صفر ہوگا یا صفر سے تجاوز ہو کر کوئی مقدار منفی لیکن طیب اگر ہو بھی کیا کرے گا جب بیمار اپنے نہیں بیمار ہی نہ سمجھتا اور اُلٹا علاج سے گریز رکھتا ہو۔ یہاں کچھ نہ ہو اور ہونے کی توقع بھی نہ ہو وہاں کچھ ہو رہا ہو بس غنیمت ہو لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے رفاہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض اُن میں کے ہیں بھی اُس چیز سے جس کی رفاہ کی سخت ضرورت ہو اور اُسی کے رفاہ پر مسلمانوں کی تمام تر مہم و قلاع موقوف و منحصر ہو اس کی طرف کسی قدر بے توجہی کی جاتی ہو یا جتنا اہتمام اُس کے بارے میں ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ وہ کیا چیز ہو۔ مسلمانوں کے مذہبی خیالات۔ وہ خیالات ہماری اسی دلی میں پیدا ہوتے اور اسی دلی میں نشو و نما پاتے اور اسی دلی میں زور پکڑتے اور ان کی درستی بھی ہوگی تو اسی دلی میں گی اور اسی دلی سے ہوگی شیعہ کی تو کئی تائید کہ یہ تفرقہ خاندان نبوت کے ساتھ پیدا ہوا۔ لیکن وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد دوالین ووالین وغیرہ وغیرہ کہاں سے نکلے۔ اسی دلی سے۔ اور کوئی جانتا ہو کہ ابھی یہاں سے کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوں گے اور مسلمانوں میں کیسے کیسے فتنے برپا کریں گے۔ سید احمد خاں اور اُن کے اعوان و انصار بخونی سمجھے رہیں کہ جب تک دلی کی اصلاح نہ ہوگی نہ ان کا علی گڑھ کالج کچھ کر سکے گا نہ کانفرنس نہ انسٹیٹیوٹ نہ لکچر نہ تفسیر نہ آرٹیکل نہ اخبار نہ رسالے۔ جس طرح تھر ہاٹرس سے سردی گرمی کا اندازہ کیا جاتا ہو۔ جس طرح منی مارکٹ سے اسن کا جس طرح نبض سے مرض کا۔ جس طرح میٹروپولیٹن اور ویشن سے برسات کا۔ میں دلی کے مسلمانوں سے عام مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کرتا رہتا ہوں۔ سید احمد خاں نے تعلیم سے اپنا نمونہ دکھانے سے باہر جو کچھ کیا ہو اُس کو یہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی کا یعنی سید احمد خاں کے وطن کا تو حال یہ ہو کہ ابھی دو یا تین مہینے کا مذکور ہو رہیں کے میونسپل ہال میں اسی کانفرنس کا تمہیدی جلسہ ہو رہا تھا

۱۰ یہ لفظ ضالین کے در طرح پر پڑھنے کی طرف اشارہ ہو ۱۱ ۱۲ نقدی کا بھانڈو ۱۳ ستارے جو ٹوٹتے ہیں اُن کا

اور باہر باہر مولویوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور من کثر سواد قوم مہو منہ مسر کی منادی ہو رہی تھی۔ کانفرنس تو تھیسٹر کی کمپنیوں کی طرح ایک دن دو دن حدین دن اپنا کھیل کر کے رخصت ہو گا اور پھر جو اس کی روٹی دھنکی جائے گی دیکھئے کہاں کہاں پھیل اڑ کر جائیں۔ اسی جناب سید عجباً تزد دھبیاں مغرور نہ ہو جیسے گا اگر آپ کو کچھ کرنا ہو اور بے شک کرنا ہو تو دلی میں کانفرنس کی ایک پرمٹنٹ بریج مستقل شاخ قائم کیجئے کہ وہ ہر روز نہیں تو ہر ہفتے اور ہر ہفتے نہیں تو ہر مہینے اور ہر مہینے نہیں تو ہر تیسرے مہینے بس اس سے زیادہ نہیں اجلاس کیا کرے تب کچھ اثر ہو تو ہو وہ بھی شاید اور کہیں مدتوں میں جا کر اس بریج کا صرف یہ کام ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کرے تو اصلاح کس قسم کی۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو مذہبی ٹارلین سکھائے ٹارلین اسلام کی ابجد ہو اسی سے اسلام شروع ہوا جب ٹارلین حد سے گزر گیا بحجوری اپنے تحفظ کے لئے لوگوں سے لڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ ٹارلین میں کمی آتی گئی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو وہ سبق ایسا بھولا کہ اب ہر چند یاد دلایا جاتا ہو۔ نہیں آتا۔ یہ کیا دوسروں کے ساتھ ٹارلین سے پیش آئیں گے۔ جب کہ آپس ہی میں سازگاری اور صلح کاری قائم نہیں رکھ سکتے اور اس کے بدون ان کو فلاح ہوئی ہو اور نہ ہوگی۔ مذہبی خیالات کے متعلق دوسری بات جس کی میں صلاح دیتا ہوں یہ ہے۔ کہ دائرہ مذہب اب بھی بہت وسیع ہو گیا ہے اور یو مافو وسیع ہوتا چلا جاتا ہے اگر اس کو سکیر نہ سکوتو خیر اتنا تو کرو کہ یہ زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ دائرہ مذہب کے ٹکڑے اور پھیلنے سے سیری مراد یہ ہے کہ مسلمان ہر ایک بات کو مذہب میں نہ لے گھسیں اور جی الامکان آزادی راے کو قائم رکھیں۔ آزادی راے کے قائم رکھنے کو نہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں بلکہ خدا جس نے دین اسلام کو پسند کیا اور فرمایا سَٰرِضِیْتُ لَکُمْ اَلْاِسْلَامَ دِیْنًا اور اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْنُ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ اُسی کی مرضی ہے کہ ہم آزادی راے کو ضائع نہ ہونے دیں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَلَا کَسَآءٌ لَّوْ اَعْنُ اَشْیَاەءٌ اِنْ تَبَدَّلَ لَکُمْ

۱۲ جو اپنی شرکت سے کسی قوم کے گروہ کو زیادہ کرے تو وہ ان ہی میں لگنا جائے گا ۱۲ سید علیہ طو تو محبت زیادہ جو ۱۲۔
 ۱۲ برداشت۔ درگز ۱۲ ہم تمہارے دین اسلام سے رضا مند ہیں ۱۲ اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ تو تم اسلام ہی کے دین میں مرنا ۱۲ ایمان والو بہت باتیں نہیں پوچھا کرتے اگر تم کو بنادی جائیں تو بری گئیں اور جبکہ قرآن نازل ہو رہا ہے بوجھو گے تو بتایا بھی جائے گا اللہ تمہاری یہ خطا معاف کی اور اللہ معاف کرنے والا بردبار ہے ۱۲ تم سے پہلے بھی لوگوں نے باتیں پوچھیں پھر گئے نافرمانی کے

تَسُوْكُمْ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنْزَلُ الْقُرْاٰنُ تُبَدِّلُكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قَدْ
 سَاَلَاقَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْحَبُوْا اِيَّهَا كَاْفِرِيْنَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰهَ الْاِنْسِیِّیْنَ وَ الْاِنْعَامِ
 وَه قصہ جو سورہ بقرہ میں ہے کہ خدا نے ذبح بقرہ کا حکم دیا۔ میں اُس وقت ہوتا تو صلاح دیتا مگر موسیٰ کی
 نہ سنی جو اُن کو لاٹھی کے زور سے سنا تے تھے تو میری کیا سنتے بہر کیف میں تو صلاح دیتا کہ ہندوؤں
 کو تو خبر نہ ہو چکے سے کالی گوری موٹی دہلی بھیا بڑھی سستی مہنگی جیسی ملے ایک گائے کہیں سے پکڑ کر
 حلال کر دو۔ وہ لگے موسیٰ سے جتیں کرنے اَدْعُ لَنَا ذَبَابَكَ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَنَا مَا هٰی۔ اَدْعُ لَنَا ذَبَابَكَ یٰۤاَيُّهَا
 لَنَا مَا لَوْ هَا جوں جوں چھانتے گئے کر کر رہتا گیا۔ یعنی قیدیں بڑھتی گئیں۔ آخر کار گائے تو ذبح کی مگر
 بڑی ہی مشکلوں سے قَدْ اَصْحَبُوْا مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ میں ایسی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں جو صرف
 رئیس زبیل کی وجہ سے داخل مذہب ہو گئی ہیں۔ اور اگر میری رائے غلطی پر ہو تو خدا معاف کرے
 اور مجھ کو سیدھا رستہ دکھائے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ غلو ابتداء کے اسلام میں بہت ہو ا کیوں کہ اُن لوگوں کے
 مذہبی دلوں اور جوش و خروش بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی
 محبت اور عقیدت تھی کہ اُن کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات اور سکناات اور نشست و برخاست
 اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور
 پرروی اور نقل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت نہ ہوتی
 تو کیوں کر ممکن تھا کہ اس قدر جلد و رجحان اسلام بویا بھی جاتا جڑ بھی پکڑ لیتا اور پھیل بھی لے آتا۔ یعنی
 اسلامی سلطنت بھی قائم ہو جاتی اور سلطنت بھی قائم ہو جاتی تو ایسی زبردست کہ اس نے تمام رعب
 مسکوں کو اپنی مٹھی میں لیا وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبَضَتْہُ فِیْہِیْنَ اس محل پر چند مثالیں بیان کروں گا۔
 جن سے مستمعین صحابہ کی محبت اور عقیدت کا کچھ اندازہ کر سکیں۔ قریش کو تو پیغمبر صاحب کے ساتھ شروع
 ہی سے جانی دشمنی تھی اور انھوں نے پیغمبر صاحب کے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں کی جو بتا دہیں

۱۱ھ ہماری طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے گا کہ اسے صراہ کیا ہے ۱۲ھ ہماری طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے
 گا کہ کیسی رنگ کی ہے ۱۲ھ گائے حلال تو کی مگر اُن سے توقع نہ تھی ۱۲ھ جو شش مذہبی ۱۲۔

کہ صلح حدیبیہ کا مذکور ہوا فتح مکہ کا۔ اور جو بات میں بیان کرنے والا ہوں وہ ابوسفیان کا مقولہ ہے یا کسی اور شخص کا جو قریش کی طرف سے ایلچی بن کر آیا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ تاریخی کہ قریش اپنے اعوان و انصار سمیت لڑنے کے لئے طیار تھے شخص قریش کی طرف سے لشکر اسلام میں آیا اور اس نے واپس جا کر قریش کو سمجھایا کہ احمق کس سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ میں فارس اور روم دونوں سلطنتوں کے حال سے واقف ہوں۔ محمد صلعم کے ساتھیوں کی سی جاں نثاری میں نے کسی بادشاہ کی فوج میں نہیں دیکھی۔ جہاں محمد صلعم کا پسینہ گرے ان میں کا ایک ایک منہ نفس اپنا خون گرانے کو فوج عظیم سمجھتا ہے۔ صحابہ کی عقیدت کی یہ کیفیت تھی کہ پیغمبر صاحب صلعم کے وضو کے پانی کی آب حیات سے قطرات عرق کی جو اہرات سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ خونِ حجامت۔ تراشِ ناخن۔ بال۔ کپڑے۔ یعنی ہر چیز جس کو پیغمبر صاحب کے ساتھ کسی طرح کی نسبت یا ادنیٰ ملاہست تھی ان کو جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ ان لوگوں کی اس درجے کی ارادت دیکھ کر پیغمبر صاحب کو ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ میری تعظیم میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور اسی خیال سے کئی مواقع آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھنا میرے مرے پیچھے کہیں میری قبر کو نہ پوجنے لگنا۔

غرض جس نے پیغمبر صاحب کی لائف پڑھی ہو وہ ضرور میری اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت تھی کہ ان کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور پیروی اور نقل کرتے تھے۔ لیکن اگر پیغمبر صاحب کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اوضاع اور اطوار دین ہوں تو لازم آئے بشریت سے پیغمبر صاحب کی تشریف آلاں کہ آپ پکارے فرماتے تھے اور چوں کہ خدا کہلواتا تھا دوسری بات فرما نہیں سکتے تھے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ بِتَوْحٰیہِہٖ اَنْ ہُوَ اور حدیث میں ہوتی مع اللہ وَقَدْ اَلٰہِیْسُ عِزِّیْ فِیْہِ مَمْلٰکٌ مَّعْرُوْبٌ وَلَا یَنْبِیْ مُرْسَلٌ اور اسی حدیث سے بدائی علی حد کی ۱۲ آیتوں سے کہہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی آتی ہے ۱۲۔

مضمون کو سدی نے اقتباس کیا ہو اور کہتے ہیں۔ گاتے ہجفہ وزینب پر داختے دوستے باملا لگ
مقرب در نساختے پیہی سدی حضرت یعقوب کے بارے میں کہتے ہیں قطعہ

یکے پسید زان گم کردہ فرزند	کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمهرش بے پیراہن شنیدی	چرا در چاہ کنعانش ندیدی
یگفت احوال برق جہان ست	دے پیدا و دیگر دم نہان ست
گئے بطایع اعلیٰ نشینیم	گئے بر پشت پائے خود نہ بینیم

غرض حقیقت نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر پر نبی البشریٰ والکونیتہ تو جو کام
وہ بشری حیثیت سے کرے یا جو بات وہ بشری حیثیت سے کہے وہ خلاف دین تو نہیں ہونے
کی۔ مگر جو دین بھی نہیں۔ مثلاً یہ کہ جب اس حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ یہ لوگ کھجوروں
کے نہ موادہ درختوں کا گاہ بھالائے ہیں۔ آپ نے بقاضاے بشریت خیال کیا کہ یہ لوگ شرک
بت پستی اور بے دینی کی وجہ سے بھٹلائے اوہام تو ہیں یہی کہیں درختوں میں نہ موادہ کی تفریق اور گاہ بھ
کا ملانا اسی قبیل سے نہ ہو آپ نے گاہ بھالانے کی ممانعت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درخت بارور نہ ہوئے
لوگوں نے عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا اَلَا اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاَمْرِ دُنْيَاكُمْ اس سے معلوم ہوا کہ گاہ بھ
ملا نا دنیاوی بات تھی اور اس کے بارے میں آپ کا ارشاد واجب التعمیل نہ تھا۔ اس میں پیغمبر
صاحب کی کچھ بھی کسر شان نہیں۔ وہ لوگوں کو خدا سے واحد کا گرویدہ کرنے آئے تھے نہ باطنی سکھ
اسی طرح آپ کو شعر کہنا کیسا موزوں طور پر پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ تو کیا اس سے نبوت میں کسی طرح کا
وہن آگیا۔ حاشا۔ یا مثلاً یہ کہ پیغمبر صاحب کو علم غیب نہ تھا اَلَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا
اَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ ہو اس زمانے کے مشائخ میں کوئی جو اپنے مریدوں
کے روبرو اپنی بے اختیاری اور درماندی کا اس طرح پر صاف صاف اقرار کرے؟ وہ دعویٰ

۱۵ دنیا کی باتیں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو ۱۶ علم فصاحت ۱۷ میں تم سے بہتر نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں
اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں ۱۲۔

نہ بھی کریں گے تو بخوبیوں اور مثالوں کی سی مشتبہ بات کہیں گے تاکہ حاجت مند ہتھ سے نہ اٹھنے پائے
پیغمبر صاحب کی صداقت کی یہی تو بڑی دلیل ہو کہ انھوں نے فوق البشریت کسی بات کا دعویٰ ہی
نہیں کیا۔ اس کی تصدیق میں ایک بڑی عمدہ آیت پڑھتا ہوں **وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تُنْزِلَ لَنَا
مِنَ السَّمَاءِ كَذَآءُ مِمَّا تَدْعُوْنَ اَوْ تَكُوْنُ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحْلٍ مَّعْنَبٍ فَنُخْرِجُكَ اِلَيْهَا فَتَهْبِئُ اَوْ تَسْقِطُ
السَّمَاءُ كَمَا زُخُمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا اَوْ تَاْتِي بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ
اَوْ تَرْفِیْ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرُؤُ وَاَكْسِ بِلَاكِی تَحْدِیْ ہر کہ**
کیسے ہی ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہو کر مائٹھے۔ مگر اس سب کا جواب کیا تھا۔ **قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ هَلْ
كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُ سُوْٓرًا** تو مطلب یہ ہو کہ جس طرح لوازم بشریت موجب مقتضات پیغمبر نہیں ہیں اسی
طرح جزو شریعت بھی نہیں ہیں پیر مومنہ کے لوگ آئے اور جناب رسالت مآب سے درخواست کی کہ اصحاب
میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ ہماری قوم کو چل کر احکام دین سکھائیں۔ آپ نے ان کے کہنے
کو باور کر لیا۔ ان نابکاروں نے صحابیوں کو راہ میں مار ڈالا۔ کوئی مسلمان کھڑا نہ رہا کہ پیغمبر صاحب
بجائیت پیغمبری دھوکے میں آگئے۔ یا مثلاً چند دیہاتوں نے مدینے میں آکر ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں
آب و ہوا سے مدینہ نے ان سے کی ناسازگاری۔ آپ نے حکم دیا کہ تم فلاں جگہ ٹھہرو اور صدقے کی
اونٹنیاں دودھ پینے کو عنایت فرمائیں۔ وہ اونٹنیاں لے چلتے ہوئے اس طرح کی میں سینکڑوں نہیں
ہزاروں مثالیں پیش کر سکتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہو کہ بہت سی باتیں ہیں نرمی دنیاوی اور وہ
شروع سے داخل دین سمجھی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ کتب احادیث میں ان کے لکھے جانے کی مثال
کے لئے طب نبوی کو لوہے کے شک ایسا ہوا ہو کہ بعض اوقات پیغمبر صاحب نے کسی مرض کے لئے

۱۵ اور کہتے ہیں ہم تم پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ تم زمین سے ایک خیمہ جاری کرو یا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو
اور تم اُس میں نہریں بہا دو یا جیسا کہ کرتے تھے ہم پر آسمان کے ٹکڑے برس یا ہمارے موابھے میں خدا اور ملائکہ کو لا جاؤ
کرو یا تمہارے یہاں سونے چاندی کا عمل ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے مندر کو ماننے والے نہیں مگر یہ کہ ہم پر کتاب
اُترے اور ہم اُس کو اپڑھیں ۱۲ تم جواب دو سبحان اللہ کیا میں آدمی اور خدا کا رسول ہونے کے علاوہ کچھ چیزوں ۱۱

کوئی دوا یا تدبیر بتادی۔ میں اس کو ایک دنیاوی بات کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں پوچھو حکیم
عبدالحمید تھاں صاحب کہ یہ قانون شیخ پر علاج کہتے ہیں یا طب نبوی پر تو کیوں طب نبوی دنیاوی بات ہوا اور سن
عمل کرنا غیر ضروری اور دوسری باتیں اس سے کیسے اخف و آہون دنیاوی نہ ہوں۔ اگر صرف کتب
حدیث میں ہونا دینی ہونے کی شناخت ہو تو طب نبوی اور دوسری بہت سی باتیں یکساں ہیں اسی طرح
مثلاً یہ جو مشہور ہے کہ سر کے سارے بال رکھنے سنت ہیں۔ بے شک معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب کے سارے
سر پر بال تھے مگر اس کو نبوی سنت کہنا تو ٹھیک ہے مگر دینی سنت کہنے سے لازم آجائے گا اس کا
اتباع۔ اور پھر ایک بال ہوں تو مضائقہ نہیں۔ اس طرح کی سینکڑوں باتیں نکلیں گی۔ جتنی باتیں دینی
قیود جتنی قیود دینی سختی۔ جتنی سختی و تنابج۔ اگرچہ شروع شروع کے مسلمان عموماً ہر چھوٹی سے چھوٹی بات
میں پیغمبر صاحب کی پیروی اور نقل کرنی چاہتے تھے اور میں اُن کے اس خیال کو ایک طور پر برطی
عزت اور استعسان کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ پھر بھی اس بارے میں اُن کے مدارج کو متفاوت پاتا ہوں
میں اکثر تعجب کیا کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹے عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر۔ باپ کی وہ شدت کہ درخت بیعت
رضوان کو جس کا ذکر قرآن میں ہے لَقَدْ سَأَى اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَبَايَعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔
اکھڑا پھینکا۔ بیٹے کی یہ احتیاط کہ پیغمبر صاحب کی کوئی ادارہ نہ جائے۔ میں جانتا ہوں اگر اس کا پتہ مل سکتا
کہ پیغمبر صاحب ایک سکند میں کتنے سانس لیتے تھے یا کڑوا لکھ چھپکاتے تھے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کو بھی
دین سمجھ کر کرتے اور التزام کے ساتھ کرتے۔ وہ ایسی ذری ذری سی باتوں کا خیال رکھتے تھے کہ اگر
اُس راہ سے سفر کرنے کا اتفاق ہوا جدھر سے پیغمبر صاحب کا گزر ہوا تھا تو ابد اگر وہیں اُترتے جہاں
پیغمبر صاحب اُترے۔ وہیں سوتے جہاں حضرت سوتے۔ اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس جگہ حضرت
نے نماز پڑھی مثلاً راستے کے داہنے ہاتھ ٹیلے کے پاس نشیب میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے معاصران کی ان باتوں
کو جس نظر سے دیکھتے تھے وہ ایک اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل یعنی مقام محصب میں ٹھہرنے
کو ابن عمر سنت پیغمبر سمجھتے تھے اس واسطے کہ واقع میں پیغمبر صاحب مکے سے لوٹتے وقت وہاں ٹھہرے
لے اللہ مسلمانوں سے خوش ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے چھارے ہاتھ پر بیٹ کر رہے تھے ۱۲۔

تھے لیکن ابن عباس کہتے ہیں لَيْسَ التَّحْصِيبُ بِشَيْءٍ اِنَّمَا هُوَ مَنَزِلٌ نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَعَا شَرَفَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَا بَهِی ہُوَ اِنَّمَا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَا بَہِی كَانَ اَتَمُّهُ لِحُكْمٍ وَجِهٍ اِنْ بَابِیُّوْنَ مِیْرَاوُ كَیَا مُوَنَّهُ ہُوَ كَمَا اِكْتَلِیْہِ اُوْر دُوسرے كی تَصْوِیْب كُرُوں لَیْكِنْ یُوں حَس كَا حِی چاہے جتنا چاہے اپنے اوپر تشدد كرے۔ گفنگو اس میں ہُوَ كَمَا وہ تشدد داخل دین بھی ہیا نہیں۔ رہبانیت كیا چیز تھی وہ بھی اِیك طَرَح كَا تشدد تھا اَبَدُ عُوْہَا مَا كَتَبْنَا هَا عَلَیْہُمْ اَلَا بِتَّغَاَسٍ ضَوَانُ اللّٰهِ اَنْ جَسْرُ صِلَعْم نے اِیك بُوڑھی عورت كو دیکھا سواری كو تل اور آپ پا پیادہ حج كے یے گھسٹتی ہوئی چلی جا رہی ہُو۔ فرمایا نیک بخت كیوں لا حاصل زحمت اُٹھاتی ہُو۔ سواریوں نہیں ہولیتی۔ اِیك اُوْر صاحب تھے اُنھوں نے ناك چھوڑا كرا اِیك ڈوری پر دنی تھی اور جس طَرَح مداری رِیچے كو لے چلتا ہُو اُن كو كوئی آدمی اس خاص اُوْر سے حج كرانے یے جا رہا تھا پیغمبر صاحب نے دیکھ كریہ سوانگ موقوف كرایا خود پیغمبر صاحب كی صاحب دِی زینب نے مسجد نبوی كی چھت میں ڈوری لٹكائی۔ رات كو ذكر اُكھی كریں اور بال ڈوری سے باندھے تھیں كہ نیند آئے تو جھٹكے سے اُكھ كھل جائے پیغمبر صاحب دیکھ كر ناخوش ہوئے اور ڈوری كھلو آدمی اِیك صحابی كھینتی كرتے تھے۔ شام كو تھكے ماندے گھر آئے سویرے سے جماعت كے ساتھ نماز عشا پڑھ كر سو رہتے۔

معاذ ابن جبل تھے امام اِیك دن خدا جانے اُن كے بھی میں كیا آئی كہ نماز عشا میں سورہ بقرہ شروع كر دی۔ كاشت كار بیچارہ بہت سٹ پٹایا۔ اور سوائے اس كے اُوْر كچھ نہ بن پڑا كہ نیت تو اِیك نماز پڑھ كر گھر كا رست لیا۔ آلِ حضرت كو اس كی خبر لگی تو آپ پر بہت ناخوش ہوئے اور تین بار فرمایا اِقْتَانْ اَنْتَ یَا مَعَاذُ اِیك شخص نے تلاوت قرآن كے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا مہینے میں اِیك۔ اُس نے عرض كیا میں زیادہ پڑھ سكتا ہوں۔ فرمایا ڈو۔ اُس نے عرض كیا میں زیادہ پڑھ سكتا ہوں فرمایا تین۔ اُس نے پھر عرض كیا میں زیادہ پڑھ سكتا ہوں۔ فرمایا ہفتے میں اِیك اس سے زیادہ نہیں۔ یہ رمضان كی تراویح جو

۱۔ محصب میں ٹھیس نا كچھ چیز نہیں وہ اِیك اُترنے كی جگہ تھی كہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اُتر پڑے ۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محصب میں صرف اس غرض سے ٹھہرے كہ كے سے روانہ ہونے كی وہاں سے آسانی تھی ۱۳۔ اُنھوں نے رہبانیت كو آپ اِیجا دكیا ہم نے اُس پر فرض نہیں كی مگر اُنھوں نے اس كو اِیجا دكیا اللہ كہ ناخوش كئے كے یے ۱۴۔ معاذ كیا تو كوئی مصیبت میں لگا لگا ہُو

حضرت عمرؓ کے وقت سے شروع ہوئی ہی صحابہ نے اس حضرت کی زندگی میں بہتر سے ہی زور مارا ہے
 اس حضرت صلعم اس کو طرح ہی دیتے رہے صوم الدہر کی ممانعت آپ صاحبوں نے سنی ہی ہوگی۔ بڑے متشدد
 کو بھی آپ نے صوم داؤد یعنی ایک دن بیچ کی شکل اجازت دی پیغمبر صاحب نے صحابہ میں مواخات
 کرا دی تھی۔ ان میں سے ایک صحابی اپنے برادرِ خواندہ کے یہاں مہمان گئے صاحبِ خانہ کی بی بی کو دکھا
 کہ شوہر دار عورتوں کی سی ان میں کوئی بات نہیں۔ پوچھا تو ان بی بی نے کہا تمہارے بھائی کو تو عبادت
 آئی سے فرصت نہیں۔ بناؤ سنگار کس کے لئے رات کو دونوں بھائی ایک مکان میں سوئے صاحب
 خانہ جب جب نماز کے لئے اٹھنے کا قصد کرتے۔ مہمان کہتے ابھی نہیں۔ آخر جب تہجد کا وقت آیا۔ دونوں
 نے نماز پڑھی۔ اور مہمان نے صاحبِ خانہ سے کہا کہ تم پتھارے نفس کا حق ہو۔ تمہاری بی بی کا حق ہو مہمان
 حق ہو۔ اور ایک خدا کا بھی حق ہو۔ تو ہر ایک حق دار کو اس کا حق چھو نچاؤ۔ اس حضرت نے سنا اور مہمان
 کی تصویب فرمائی۔ اور خود اس حضرت کا تو حال یہ تھا کہ نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے سے کسی عورت کے بچے
 کے رونے کی آواز آئی اور آپ نے جلدی جلدی نماز تمام کی۔ ان باتوں سے اور ایسی اور بہت سی
 باتوں سے ثابت ہو کہ دین میں تشدد کرنا شارع اسلام کو ناپسند تھا۔ مگر لوگوں نے جوش میں آکر
 از خود اپنے شوق سے کیا۔ اگلوں کا کرنا پھلوں کے لئے پسند ہوتا گیا۔ خیر ایک سنت پیغمبر تھی سو تھی۔
 اس پر مستزاد ہوئی سنت صحابہ جس کو اصطلاح میں اشرکتے ہیں وَهَلُمَّ جَوَاهِرُ اسْتَادِ کی سنت شاگردوں
 کے اور ہر پیر کی سنت مریدوں کے لئے غرض ہر کہ آمد براں مزید کر دے کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ اس
 لہم کو سمجھتا اور اسلام کو تشددات سے پاک کرتا۔ شدہ شدہ اب مسلمانوں کو دین نے ایسا اپنے شکستے
 میں کسا ہے کہ بچاروں سے کچھ کرتے نہیں بن پڑتا۔ کافر نس بڑا ہی ثواب لے اگر مسلمانوں کو ان
 تشددات سے جو نہ داخل دین ہیں اور نہ شارع کی رائے تھی کہ داخل دین ہوں بچالے۔ بھلا اور کچھ
 نہ ہو سرِ دست اتنا تو ہو کہ دین اور زیادہ پاؤں نہ پھیلائے پائے۔ اگر مسلمانوں کا دین درست ہو جائے
 تو ان کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن مذہبی خیالات کے درست ہوئے بغیر تو سید احمد خاں
 دوسرا جہم بھی ہیں مسلمان دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے۔

مذہب ہی کیا چیز۔ انسان کی نیچر کو گھڑی سمجھو تو مذہب اس کا ریگولیٹر ہو۔ اس گھڑی کی سپرنگ کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ بے ریگولیٹر کی روک کے ہمیشہ تیز چلنا چاہتی ہو اِنَّ النَّفْسَ لَا مَادَّةٌ بِالسُّوءِ الْاَمَادَةِ حَوْدٌ لِّهَا۔ یہ ہو ماخذ تشدید و تشدد کا جس سے کوئی مذہب خالی نہیں اور خالی ہونا چاہیئے بھی نہیں۔ لوگ ریگولیٹر سے کام لینے میں غلطی کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ریگولیٹر کے ذریعے سے سپرنگ کی رفتار کو دھیمہ کریں۔ چاہتے ہیں کہ سپرنگ کے زور کو معدوم کر کے گھڑی کو بے کار بنائیں اسلام کی ٹری عہدگی یہی ہو کہ اس نے اس عام غلطی کی اصلاح کرنی چاہی۔ بے شک اصلاح ہوئی اور بہت کچھ ہوئی لِيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ لیکن وہ تشدد جو شروع دنیا سے مذہب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا تھا دلوں سے کم ہو اس گڑھا نہیں۔ حامل دین اسلام دو گروہ ہیں۔ علما اور مشائخ۔ میں بیان میں اب تک علما کی طرف متوجہ تھا۔ حال اُن کے تشدید و تشدد کا الزام علما پر ایک چھٹانک تو مشائخ پر ایک من نہیں بلکہ ایک ٹن۔ اگر تشدد نہیں تو طریقہ کوئی چیز نہیں۔ دیکھو ان کے مجاہدات ریاضات ترک حیوانات اربعینات اور کیا اور کیا لوگ اس کو کہتے ہیں نفس کشی اور میں کتاہوں کشی سب تہذیبیں ہیں الباطال فطرت اور نقص قانون قدرت کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ کامیابی سے مراد ہو اُس مذہب والوں کا اطمینان کہ ہم امتحان میں پاس ہوئے جو مرتاہو متشکی۔ کُنْ مِّنْ دُونِ الْغُلَامِ بَانِیْ نِہم سلف۔ اور جب تک جیتا ہو اپنے تصور کا معترف اور نجات سے مایوس۔ بات یہ ہو کہ مذہب کا کوہ گراں دیکھ کر لوگوں نے جو اچھوڑ دیا ہو۔ جس قدر بوجھ اٹھا سکتے اور خدا کو اُسی قدر اُن سے اُٹھوانا منظور ہو لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَآ وُسْعَهَا اُس کو بھی کنہا نہیں دیتے۔ جاتے ہیں کہ قسائی کے گھراول جانا آخر جانائیوں لا حاصل زحمت اُٹھائی۔

مذہب کی یہ حالت بڑی ہائیکل اور ڈش ایوانگ ہو۔ اور میں اس کو ہو پ فل اور چیرنگ بنانا چاہتا
 ۱۵ ایک پرزہ ہو جو کمانی کے کھلنے اور کھٹنے کو تیر یا ست کر تا ہو ۱۲ ۱۳ کمانی ۱۴ انسان کا نفس بدی کی خواہشیں بہت کیا
 کرتا ہے مگر یہ کہ خدا اپنی ہر رکھ ۱۵ لوگوں سے اُن کے بوجھ بلکہ کرتا اور اُن پر جو قیہیں ہیں اُن کو توڑنا ۱۶ اتاری مجھڑ
 ۱۷ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت ۱۸ خوفناک ۱۹ مایوسانہ ۲۰ امید دلانے والا ۲۱ خوش کن ۲۲

ہوں۔ اور یہی اصل مطلب ہے جس کو کانفرنس پر مونسٹ فورٹیل پر پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ بات کا پہلو بدلوں ایک دخل بمقدار کے دفع کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ باوجودیکہ تشدد اعلیٰ درجے کا تشدد صلب عیسائیت میں داخل ہے اس پر بھی عیسائی دنیاوی ترقی کے معراج الکمال پر پھونچ گئے ہیں۔ اور مسلمان ہر چندان کے اہل مذہب میں تشدد نہیں سمجھتی نہیں اور جو تشدد اور سختی دیکھتے ہو وہ خالص اس میں گھسٹ پڑی ہے۔ اس پر بھی ان کی دنیاوی حالت اتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائی صرف نام کے عیسائی ہیں۔ ان میں جو تعلیم یافتہ صاحب الرائے ہیں اکثر دہریے یا ان کے چھوٹے بھائی نیچری ہیں اور جو مذہب کا ادب کرتے ہیں انہوں نے ایک انٹیسٹرکٹ ریمین بنالیا ہے اور اس کی دنیاوی باتوں میں تشدد نہیں کرنے دیتے۔ نہ تو تھر پید ا ہو نہ مذہبی غلامی سے ان کو آزاد کرے اور نہ دنیاوی ترقی کے رستے میں یہ لوگ ایک قدم سرکس۔ ہمارے یہاں بھی خدا نے تو تھر تو پیدا کر دیا ہے۔ قوم کو بھی اس کی رائے پر عمل کرنے کی توفیق خدا دے تو بس سب کام سُدھ ہیں۔ پانی نے جگہ کر لی ہو اور قطرہ قطرہ جمع ہو رہا ہے انشاء اللہ ایک نہ ایک دن تمام مزارحتوں کو ایسا بہا کرے جائے گا کہ کہیں تہ بھی تو نہیں لگے گا۔ جھینگر دیکھا ہے؟ دیکھا تو ہو گا مگر شاید خیال نہ کیا ہو۔ اس کی دو بڑی بڑی موچیں سی ہوتی ہیں۔ ان کو انگریزی میں فیلز کہتے ہیں۔ یہ فیلز جھینگر کو وہ کام دیتی ہیں جو ہم میں اندھوں کو ہاتھ ایسے ہی دو فیلز خدا نے اہل یورپ کو بھی دیئے ہیں۔ بھلا اس پہلی کو بوجھو تو کہان کے دو فیلز کیا ہیں۔ طبیعت پر زور دو۔ ہمارے تو میں بتاؤں۔ اہل یورپ کے فیلز ہیں مشنریز اور مرچنٹس ہی دو گروہ پہلے دوستانہ یا دوستانہ بستمی رسد غیر ملکوں میں جاتے اور وہاں کے حالات کی ٹول کرتے اور آخر کار یورپ کے جھینگر کو چاٹنے کے لئے لا جھاتے۔ بس انہی ہی بات سے سمجھ لو کہ مشنری گاسپل کی منادی سناتے آتے ہیں۔ یا کانگریگ کی۔ اور سوداگر مال بیچتے جاتے یا ملک خریدتے۔

۱۵ نہایت زور سے ۱۲۵۱۲ یعنی کانفرنس کو زبردستی اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۱۲۵۱۲ خلاصہ مذہب ۱۲۵۱۲ مداخلت

۱۵۱۵ انگریزوں میں بڑا نامی رفاہی ہو کر رہا ہے ۱۲۵۱۲ پوری ۱۲۵۱۲ سوداگر ۱۲۵۱۲ انجیل ۱۲۵۱۲ فتوحات ۱۲۵۱۲۔

اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے لوگ ایسا سمجھے ہوں گے کہ میں دینیات کی تعلیم کا مخالف ہوں اگر فی الواقع ایسا سمجھا گیا ہو تو میرے بیان کا قصور ہی میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیا اور دین میں جتنی علیحدہ گی شارع کو رکھنی منظور ہو باقی رہے۔ اتنی بات ملحوظ رکھ کر دینیات میں جو چاہو پڑھو اور جتنا چاہو پڑھو۔ بلکہ میں تو دینیات کی تعلیم کو ضرورت سے کم بہت کم سمجھتا ہوں۔ مثلاً بلاد اسلام کا جغرافیہ اور مسلمانوں کی تاریخ۔ میں ان دونوں کو ضروریات دین میں سے خیال کرتا ہوں۔ اور ہمارے ہاں دونوں سلسلہ درس سے خارج نتیجہ یہ ہے کہ حدیث پڑھنے بیٹھو جگہ جگہ مقامات کے پہاڑوں کے نام آتے ہیں بے اختیارجی چاہتا ہے کہ ان کی لو کیٹی (موقع) معلوم ہو نہ کسی نے کبھی نقشہ بنایا اور نہ دیکھنے میں آیا۔ بہت تفتیش کی تو اتنا پتہ لگا وہ بھی کسی کا۔ بَلَدٌ فِي الشَّامِ جَبَلٌ مَخْلَى مَسَافَةٍ عَشْرَ لِيَالٍ مِنْ مَكَّةَ۔ اِسْمُ مَا يَرَوْنَ كَانَ يَنْوُفُلَانِ يَنْزُوْنَ بِهٖ رَہی تاریخ باوجودیکہ مسلمان ضبط تاریخ میں کسی قوم سے بیٹے نہیں رہے اور چوں کہ ان کا زمانہ متاخر ہے ان کی تاریخ بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہے لیکن از بس کہ عموماً تاریخ داخل درس نہیں پڑھے لکھے یعنی مولوی تک اسلام کی تاریخ سے گویا کنا واقف محض ہیں اور عوام تو اپنے پیغمبر کے حالات سے بھی اچھی طرح آگاہ نہیں حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہے۔ مگر مسلسل اور جامع نہیں اور وہ تاریخ کی حیثیت سے مدون بھی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کو گد گد آنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان کو ان کے بزرگوں کے حالات سے آشنا کیا جائے۔ اور یہ سمجھیں کہ ان کے بڑے کیا تھے اور انھوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کئے تھے۔ پھر کہاں تک ان کو غیرت نہ آئے گی اور کب تک عرقِ حمیت پڑی سو یا کرے گی۔ مگر یہ اس سے نہیں ہونے کا کہ موٹی موٹی ضخیم کتابیں جو اٹھائی نہ اٹھیں بنا کر مسلمانوں کے سہارا بنیں۔ کسی کو ان کے خریدنے کا مقدور ہو اور اس کو افکار دنیا سے فرصت بھی ملی اور تاریخ دانی کا مذاق بھی ہو تو اس نے کبھی کبھی مشغلے کے طور پر سرسری نظر سے دیکھ لیں۔ نہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ کو کورس میں لینا ہو گا۔ دینیات کا ہونا علوم دنیاوی کا۔ انگریزی تعلیم میں تاریخ بڑی اہم

۱۷ ملک شام میں ایک شہر ہے ۱۷۵۰ سے دس دن کے رستے پر ایک پہاڑ ہے ۱۷۵۰ ایک تالاب کا نام ہے جو فلان قبیلے کے لوگوں کا تھا اور وہ اس کے پاس آکر رہا کرتے تھے ۱۷۔

چیز بھی گئی ہو اور بلاشبہ وہ بڑی اہم چیز بھی۔ لیکن سرکاری تعلیم میں جو تارخیں ہیں وہ ان ہی کے مطلب اور ان ہی کے ڈھب کی ہیں۔ ہم کو اپنی وقتی ضرورتوں کے مطابق کتابیں بنوانی ہوں گی۔
مطیریل (مسائل) موجود ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کے فنڈ دس روپے (اگرچہ ہوں)۔ اس سے کسی بہتر مصرف میں انویسٹ (مشغول) کیا جاسکتے ہیں۔ بات یہاں تک پھونچی ہو۔ اس بنا پر کہ میں کانفرنس کو مسلمانوں کے مذہبی خیالات کے اصلاح کی صلاح دیتا ہوں۔ اگرچہ اسلام میں بہت سی باتیں جن کو دین سے کچھ علاقہ نہیں داخل دین ہو گئی ہیں۔ مگر تاہم ہندوستان کے دوسرے ادیان کے مقابلے میں بہت کچھ آزادی اسلام میں باقی ہے۔ اور اگر اصلی آزادی جو اسلام میں ہو حاصل نہ کی جاسکے اور بلاشبہ اس کا حاصل کرنا ہی مشکل تو جس قدر باقی رہی ہو اسی کی احتیاط کی جائے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی ہی آزادی کی بنیاد پر مسلمان بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور یہی آزادی جس کے لئے میں اتنی دیر سے غل مجاہد ہوں اس آپس کی پھوٹ کو بھی روکے گی۔ یا کم سے کم اس کو کم کئے گی جس کی وجہ سے اسلام ضعیف ہوتا چلا رہا ہو۔ میں نے تو اس خیال کو ایسا پکایا ہو کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی تو میں تاثر عنکبوت کی برابر بھی حقیقت نہیں سمجھتا اِنَّ اَوْھَنَ الْبُیُوتِ لَبِیْتُ الْعَنْکَبُوتِ۔ وہ سُنی شیعہ کا بڑا اختلاف جس نے شروع سے مسلمانوں کو دو بڑی پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اصل دین کے اعتبار سے میں اُس کو بھی فضول ولا یعنی خیال کرتا ہوں اور اگر مسلمان میری آج کی باتوں کو سہ نکلے اگرچہ بد اقبالی کی وجہ سے جو ان کے سر پر سوار ہو سہتے ہوئے نظر نہیں آتے لیکن اگر سہ نکلے تو ایک دن بشرط زندگی سُنی شیعہ کے اختلاف پر ایک خاص لکچر دوں گا۔ اور شاید اسی کانفرنس میں۔ اب مجھ کو تعلیم دینیات کے متعلق کانفرنس کو ایک صرف ایک صلاح اور دینی ہے۔ وہ یہ کہ مولوی لوگ تعلیم دینیات کے گویا ٹھیکہ دار ہیں۔ لیکن جو مولوی تعلیم دینیات کے ٹھیکہ دار ہیں وہ توکل پیشہ بھی ضرور ہیں۔ یہاں تک کہ مولوی توکل پیشہ نہیں عالم دین نہیں سمجھا جاتا یعنی عالم دین ہونے کے لئے توکل

۱۷ گھروں میں سب سے بڑا گھر مگر ٹی کا گھر ۱۲۔

پیشگی لازم ہو۔ اب ہم اسی ایک بات کو دیکھتے ہیں کہ آیا دین میں اس کی بھی کچھ اصل ہو یا نہیں۔

قرآن اتنا پتہ تو چلتا ہی و لکنکم میکم امانۃ ید عون الخیر و یا مردن بالمعروف و نہیہ عن المنکر اس سے علماء کے گروہ بانگاہ کے ہونے کی ضرورت تو ثابت۔ اب رہی توکل پیشگی تو اگر مولوی اپنی آمدنی سے (جو اکثر نہیں بلکہ کل صدقات کی قسم میں سے ہو گو اس کو زبردستی ہدیہ قرار دیا جائے)۔ رضامند ہوں وہ ضرور رضامند ہیں مجکو ان سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لینے والے جانیں اور دینے والے۔ مگر مولویوں کی توکل پیشگی سے جو ایک بڑی قباحت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے انسداد کے لئے جہاں تک مجھ سے ہو سکے ضرور اصرار کروں گا۔ وہ قباحت یہ ہو کہ مولوی لوگ دنیات کی تعلیم ڈیر کٹی جیسی کرتے ہیں سو کرتے ہیں۔ ایک ان ڈیر کٹ تعلیم ان کے اپنے نمونوں کی ہی جو وہ اپنے تلامذہ اور معتقدین اور پیبلک کو دکھاتے ہیں۔ مولوی نہ بھی کہیں تاہم ان کے نمونے لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ دین داری یا کمال دین داری کے لئے زہد و توکل شرط ہو۔ اور یوں مسلمانوں کو دنیا کی طرف سے نفرت اور بے دلی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور دنیا کا حال یہ ہے کہ طلبہ صحیح پر بھی اس کا حصول دشوار تو نفرت اور بے دلی کے ساتھ اس کو محال ہونا چاہیئے اور وہ محال ہی بھی۔ آخر مولویوں کی معاش لوگوں کی امداد پر ہو تو کیوں اس امداد کو قاعدے کے پیرائے میں لاکر مولویوں کو دوسرے مدرسوں کی طرح تنخواہ دار ملازم نہ بنایا جائے۔ مولوی بھی عارضہ صدقات سے بچ جائیں گے اور زہد و توکل ہی باقی نہ رہے گا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

میں دو پیغمبروں کو دیکھتا ہوں۔ ایک نے رہبانہ زندگی کی گو وہ زندگی بہت ہی مختصر تھی۔ نہ بیاہ کیا نہ گھر بنایا۔ نہ کوئی پیشہ لے کر بیٹھے۔ نہ دنیا سے کسی طرح کا تعلق رکھا۔ اور اپنی قوم و امت کو تعلیم بھی کی تو ایسی ہی کہ کل کے لئے ذخیرہ مت کرو۔ دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی صحیح قلب سے ایسی محبت رکھو جیسی اپنے اکلوتے فرزند سے۔ اگر تھارے ایک کلے پر کوئی طمانچہ مارے دوسرا

۱۲ تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیئے جو بھلائی کی طرف بلائیں نیکی کرنے کو کہیں بدی سے منع کریں ۱۲ صاف طور

بھی اُس کے آگے کر دو کہ بھلا بابا اور مار۔ ان کی تلقین کا لب لباب تھا۔ جوگ۔ سنیاس۔ زہد۔ تک دنیا
 ختم۔ درویشی۔ اُن کی اُمت کو دیکھتا ہوں سلطنت کرتے ہوئے۔ اور سلطنت بھی ایسی سہل نہ کہ اگر کوئی نظر
 بھر کر دیکھے تو اُس کی آنکھیں نکالیں۔ اور کتنوں کی نکال لی ہیں اور اب نکال لینے کو تیار ہیں۔ دولت مندی
 کا یہ حال ہے کہ مٹی سونا ہو اور سونا مٹی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کو دیکھتا ہوں تو اُن کے اُصول ہی دوسرے
 ہیں وہ دنیا کو دنیا کی جگہ سمجھتے اور جس قدر کی وہ لایق ہو اس کی قدر کرتے اور فرماتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
 هَذَا بَاطِلًا اَوْ رُكُوًا اَوْ اَشْرَؤًا وَلَا تَسْرِفُوْا اَوْ مِنْ حَرَمٍ زَيْنَتِ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهِمُ الطَّيِّبَاتِ
 مِنَ الزَّوْجِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَوْرُثْنِ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ
 مِنَ النِّسَاءِ وَ النِّبْنِ وَ الْقَنَاطِرِ الْمُقَطَّرَةِ مِنْ الدَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ وَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَ الْاَنْعَامِ وَ الْغُرُثِ
 ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ اللّٰهُ عِنْدَ كَسْنِ الْمَالِ اَوْ دَخْلِ الْبَيْتِ اَوْ الْخَيْرِ لِكُرْبُوْهَا وَ زَيْنَتُهَا
 وَ عَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَيَسْخَرَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِمَّا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 غرض ان کی تعلیم و ہدایت کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیا دار خدا پرست ہو۔ ایسے ہی وہ آپ تھے اور اپنی اُمت کو بھی
 وہ ایسا ہی بنانا چاہتے تھے اور جیسا بنانا چاہتے تھے بنا گئے تھے۔ اب اُن کی اُمت ہر خستہ حال۔
 خراب تباہ مفلس۔ محتاج دوسری قوموں کی محکوم۔ مغلوب۔ بے وقعت۔ ذلیل۔ غوار۔ یعنی مسلمانوں
 نے عیسائیوں کی شان اختیار کر لی ہو اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی ۵

۱۵ ای پروردگار تو نے اس دنیا کو کھاتو نہیں بنایا ۱۲ ھ کھاؤ اور پیو اور نفوس کو نہ کرو ۱۲ ھ اللہ کی بنائی ہوئی زینت کی
 چیزیں جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیں۔ اور پاک روزی ان کا حرام کرنے والا کون۔ ان لوگوں سے کہو
 کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ چیزیں خاص کر اُن ہی کو ملیں گی ۱۲ ھ لوگوں کو فریفتہ کر دیا گیا
 خواہشوں کا عورتوں سے اور بیٹوں سے اور سونے چاندی کے ڈھیروں سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے اور چار پالیوں سے
 اور کھیتی سے۔ ہر جیسے جی کے فائدے ہیں اور اچھا انجام خدا کے پاس ہے ۱۲ ھ اور گھوڑے اور خیر اور گدھے تاکہ ان پر ساری
 کرو اور زینت کی چیزیں ۱۲ ھ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو
 ملک کا مالک بنائے گا جیسے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں ۱۲۔

حسن زبصرہ بلال از جیش صہیبانے روم ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ لو ابھی ست

اس سے بڑھ کر لو ابھی یہ ہے کہ نذیر احمد مسلمان ہو کر اسے بیتر پیشتر آف ہنر ہائینس دی نظام۔ اور لارڈ لینڈون کر سچن ہو کر وائیسرے۔ اُن کو پیشتر آف نظام نہیں تو کم سے کم مولوی لینڈون ہونا چاہیے اور چکرو وائیسرے نہیں تو کم سے کم لارڈ نذیر احمد۔ لارڈ نذیر احمد کے نام سے تم کو بڑی ہنسی آئی اور بے شک ہنسی کی بات بھی ہو مگر گہما گہما ہی بھائی بندوں تے سلطنتیں کی ہیں۔ ملک گیریاں کی ہیں۔ ملک داریاں کی ہیں۔

آگ تھے ابتداے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہی یہ

پندرہواں لکچر فطرت اللہ

یہ لکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے اٹھویں سالانہ جلسے میں توحید پرستہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۳ء کو دیا گیا۔ یہ وہ مشہور لکچر ہے جس کی بنا پر لاہور کے مشہور مقدمات لائیبیل (توہین مذہب) وغیرہ عدالت میں ظاہر ہوئے اور جس طور پر اس قضیہ نامرضیہ خاتمہ ہوا وہ محرم علی صاحب چشتی اڈیٹر اخبار رفیق ہند کے معافی نامہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

معافی نامہ

میں محرم علی چشتی نہایت عاجزانہ طور پر سچے دل سے مولوی نذیر احمد صاحب سے معافی کا طلبی ہوں۔ مجھے نہایت ہی رنج ہی کہ میں نے اپنی تحریرات میں اُن کی نسبت متعدد سخت الفاظ اور بلا موقع اور ناملائم اور بیجا فحشے اور گالیاں لکھیں جن کی وجہ سے اُن کو رنج اور تکلیف ہوئی۔

۱۵ سرکار نظام کا ایک وظیفہ حوالہ ۱۲۵۲ اس لکچر کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ ناظرین سے میری عاجزانہ التماس ہے کہ براہ مہربانی اس لکچر کو غور سے پڑھیں اور ٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں کہ ایس میں کیا پس گھول کر ملا یا گیا تھا جو اس قدر شور و شغب مچا یا گیا ۱۲۔

ان سب کی تلافی کا جو کچھ مجھ سے ممکن ہو میں سچے دل سے اور نہایت انگسار سے بذریعہ اس تحریر کے کرتا ہوں اور یقین واثق دلاتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی بیجا تحریر ان کی نسبت شائع نہ کروں گا۔ اور نیز صفحہ اول رفیق ہند میں اس تحریر کو چھاپنے کے علاوہ اخبارات پنجاب میں جن کی تفصیل ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء کے رفیق ہند میں ہو اور جنہوں نے مولوی صاحب کے برخلاف لکھا ہو ایک ایک بار معافی کو مستہر ہونے کے لئے بھیج دوں گا۔ نیز یہ اقرار ہو کہ میری طرف سے جس قدر استغاثے مولوی صاحب پر دائر ہوئے ہیں ان سب میں باز دعویٰ داخل کر دوں گا۔ میں نہایت افسوس ان بیجا دلائل اور لاطائل الفاظ کی نسبت کرتا ہوں جو میں نے اپنی تحریرات میں استعمال کیے۔ مولوی صاحب نے مقدمہ کا خرچہ معاف کر دیا ہو۔

راقم محرم علی حاشی ۱۹۔ جون ۱۸۹۳ء مقام لاہور

دستخط انگریزی

رام ناتھ مجسٹریٹ درجہ اول لاہور

نَحْمَدُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى رِسُولِهِمُ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَظَرَّ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ بِأَعْيُنِهِمْ لَا تَسْبِيحُ لَكَ إِلَهٌ إِلَّا أَنْتَ اللَّهُ ذَاكَ الدِّينُ الْقَبِيحُ وَلَكِنَّ الْكَثْرَةَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

اب سے غالباً سینتیس برس پہلے کا مذکور ہو کہ ایسٹ انڈین ریلوے کا وہ حصہ حوالہ آبا و افرج پور کے درمیان واقع ہو کھولا گیا۔ میں ان دنوں ملدس الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھ کو دورے کی ضرورت سے اکثر ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چوں کہ ریل نئی چیز تھی۔ انتظام میں بھی بہت سے نقص تھے۔ اور لوگ ریل کے ضبط اوقات اور اس کی قوت رفتار سے بھی اچھی طرح آگاہ نہ تھے ایکسپڈینس۔ (حادثات) اکثر واقع ہوتے رہتے تھے اُس وقت کی دو باتیں ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ ایک ہنسی کی اور ایک افسوس کی ہنسی کی بات تو یہ کہ اتفاق سے خبر نہیں کہاں کے۔ مگر وضع سے معلوم ہوتا تھا لکھنؤ کی طرف کے دو صاحب ایک سٹیشن پر گھنٹوں پہلے سے ریل کے منتظر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی ہوئی

لے اللہ کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنایا اللہ کی خلقت کو کون بدے یہ ہو ٹھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ۱۲۔

اور ریل کے کسی ملازم نے آواز دی کہ کچم کے جانے والو ٹکٹ لینے چلو۔ ان دونوں نے بھی ٹکٹ لئے اور پھر فراغت سے اپنی جگہ جا کر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ریل آسمود ہوئی۔ اور لوگ گاڑیوں پر سوار ہونے کے لئے دوڑے یہ دونوں بھی ٹکٹ کی گز کی چال سے چلے۔ اول تو جس تکلف سے انھوں نے اسباب اٹھایا ہو قابل دید تھا۔ دونوں ہاتھ اور بستر۔ اسباب کی گٹھری۔ پاندان۔ حقہ اور اُس کے اجزائے ثلاثہ نیچے چلم ٹکیوں کی تھیلی۔ ایک کف دست کے برابر ٹوپی جو سر پر اوڑھے تھے یا اُنھی کے محاورے میں کیون نہ کوں سر پر دیئے تھے۔ وہ اور شاید ناشتہ بھی۔ اتنی چیزیں سنبھالنے کو اب مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو کیوں کر سنبھالا۔ مگر گٹھری کو تو میں دیکھتا تھا۔ الگ سے چٹکی میں پکڑے تھے اور کمر بل کھا کھا جاتی تھی۔

اللہ اللہ کیا اختلاف اوضاع ہو ایک تو وہ ٹوپی تھی کہ میں نے اُس کو کف دست کے برابر تیلیا اور ایک تمھارے صافے ہیں کہ باقی سارا لباس ایک طرف اور ایک سر بند ایک طرف۔ پھر مختلف بندش کی بگڑیاں ہیں اپنے ہاتھ کی باندھی ہوئی۔ دستار بندوں سے بندھوائی ہوئی۔ ایک منی ایجر آف دی پراڈز آف ایچیٹ آن دی سمالسٹ سکیل یعنی ننھا متا اہرام مصر کا نمونہ پارسیوں کی پگڑیاں اگر کہیں نظر پڑی ہو اور ایک منصب داری بگڑی ہمارے حیدر آباد کی ہو۔ ہلکی۔ سبک۔ بگڑی کی بگڑی اور ٹوپی کی ٹوپی۔ عمامے ہیں پھیٹے ہیں۔ ہمارے ہاں کے نیچریوں کی وضع مختصر لال ٹھنڈے دار ترکی ٹوپی ہو۔ نیچری تو یہاں بہت ہوں گے۔ مگر لال ٹوپیاں کم دکھائی دیتی ہیں اور خدا جانے کتنی قسم کی ٹوپیاں ہیں۔ جتنے سروتنی پوششیں اور دی لاسٹ وولٹ دی لیسٹ سب سے اچھے گوتے میں کم نہیں، ایک بنگالہ ہو کہ اُس کو ٹوپی یا بگڑی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ غرض ہمارا ہندوستان بھی عجیب مختلف الشوؤں خطہ ہو۔ ہر ایک کی وضع نرالی۔ ہر ایک کی طرح جداگانہ۔ اور جتنا اختلاف ظاہر کا ہو اُس سے کہیں زیادہ مذہب کا معتقدات کا۔ تم کو تعجب ہوتا ہو گا کہ وہ بقدر کف دست ٹوپی سر پر کیسے سنبھالتی ہوگی۔ اگر اوڑھنے کا ارادہ ہو تو تدبیر میں بتا دوں وہ ٹوپی آلہ بینیوں سے بالوں میں اٹکالی جاتی ہو۔ لیکن اب پرانی باتیں چھوٹی چلی جاتی ہیں۔ الایہ ایک عجیب سیر دیکھنے میں آئی

ہو کہ جو صوبے بعد کو انگریزی عہداری میں آئے وہ جلد جلد انگریزی اثر سے متاثر ہوتے گئے۔
خیر تو وہ ریل کے دو مسافر اپنا سارا بھیر لائے ہوئے سوار ہونے کی غرض سے چلے پلٹ فارم
جانے کو اکیلے اکیلے ایک گلیارے میں سے گزرنا ہوتا تھا۔ گلیارے کے سرے پر دونوں ٹھٹھکے اب
یہ اُس سے کہتا ہو کہ اے قبلہ آپ اور وہ اُس سے اصرار کرتا ہو۔ اے قبلہ آپ۔

یہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ حکم آیا قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ اے ایسا ہی بیت المقدس کی طرف کو پھیر لو اور تم لوگ کہیں بھی ہو اگر مسجد حرام کی
طرف اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ اور حکم کے ساتھ سب کے سب کعبہ شریف کو مڑ گئے۔ یہاں تک کہ
ایک شخص نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تحویل قبلہ کے بعد پہلی نماز پڑھی اور نماز
پڑھ کر گھر جا رہے تھے راہ میں ایک مقام پر بیت المقدس کی طرف کو نماز جماعت ہو رہی تھی انہوں
نے نمازیوں سے کہا تم کہہ کر نماز پڑھ رہے ہو۔ قبلہ تو بدل گیا اور میں آں حضرت صلعم کے پیچھے ابھی
کعبہ کی طرف نماز پڑھے چلا آتا ہوں وہ لوگ رکوع میں تھے سنتے ہی کعبہ کو پھر گئے۔

غرض ہمارے ان لکھنوی دوستوں کا قبلہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ ایک حکم میں اس کی
تحویل ہو جاتی۔ بلکہ وہ قبلہ تھا تکلف اور ظاہر داری کا۔ وہ قبلہ تھا دکھاوے کا۔ تپاک کا۔ وہ قبلہ
تھا وقتی ضرورت پر نظر نہ کرنے کا۔ وہ نام کو قبلہ تھا اور حقیقت میں قطب ازجا بنبد تیبہ
کہ ریل نکل گئی اور یہ دونوں افسوس کرتے رہ گئے۔

دوسری حکایت یہ ہو کہ ایک مقام پر ریل کی سڑک دوڑ تک اونچا ٹیلہ کاٹ کر چلی تھی دونوں
طرف ٹیلی کی سلامی دیواریں۔ بیچ میں سڑک۔ میں نے کہا تھا نہ کہ یہ اُن دنوں کا مذکور ہو کہ ریل نئی
نئی جاری ہوئی نہیں معلوم سیلوں کا ایک گٹے کا گڈ کیوں کر سڑک میں اُتر آیا۔ ڈرائیور نے دیکھ کر
دور سے ڈرائیوٹی آوازیں نکالنی شروع کیں۔ پانی اُڑایا۔ غل مچایا۔ بیل کیا بھیس۔ یہاں تک کہ ریل
اُن دونوں دیواروں کے بیچ میں آ داخل ہوئی۔ دو سیلوں نے عجیب تماشا کیا۔ ایک تو بیچ سڑک
میں گردن جھکا کاں کھڑے کر بھینکارے مارتا ہوا ریل سے ٹکر لینے کو تیار ہوا۔ اُس نے ریل کو شاید

بھینس سمجھا ہوگا۔ اور دوسرا دم دبا کر نہیں بلکہ اٹھا کر ریل کے آگے ہولیا۔ اور باقی حیران و مبہوت ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کدھر جائیں کہ ہرنہ جائیں چکی بجاتے ہیں ریل نے اُس کا جوڑنا چاہتا تھا اور اُس کا جو ریل کے آگے آگے بھاگتا تھا مگر ریل کی تیزی کو کیا پاتا اور اُن کا جو حیران و مبہوت تھے مگر کچھ کرتے نہ تھے غرض سب ہی کا تو قیمہ کر دیا۔ وہ ہاریل سین (منظر خوفناک) بچھے بھی تک بھولا نہیں اور بھولے گا بھی نہیں۔

ان دونوں حکایتوں سے سوچنے اور سمجھنے والے کے لئے بہت بڑی نصیحت نکلتی ہے۔ ریل کو سمجھو کہ وہ زمانہ کا نمونہ ہے۔ اور سیلوں کا گلہ ہم لوگ ہیں۔ اگر ہم زمانہ کی قوت رفتار سے واقف نہ ہوں تو۔ اور اُس کا مقابلہ کرنا چاہیں تو۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ نہ چل سکیں تو اور کچھ نہ کریں تو زمانے کی ریل ہم میں سے کسی کو سپر کرنے والی (چھوڑنے والی) نہیں۔ یہ وہ چکی ہے کہ خدا کسی کو اس کے پاٹوں میں ڈالے ہی نہیں پاٹوں میں آیا اور چاہے اٹھا ہو یا گھن سب کو پیس کر رکھ دیتی ہے۔ یہ وہ درانتی ہے کہ گیسوں یا سرسوں یا اسی جو کچھ اُس کے منہ پر چڑھ گیا بے کاٹے نہیں چھوڑتی۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ زمانہ کی رفتار کو پہچانو۔ اُس کی قوت کو سمجھو۔ اور پھر یہ دیکھو کہ تم کن میں ہو۔ اُن لکھنؤ والوں کی ٹکے گڑ کی چال چل کر ریل پر سوار ہو لو گے یا زمانے کی ریل کا مقابلہ کرو گے یا بھاگ کر اُس کی زد سے بچ جاؤ گے۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر کانٹوں روٹھ پڑا پی روئی، ٹھونس کر زمانے کی ریل کی آمد سے بے خبر ہو رہو گے۔ گم گم کھڑے دیکھا کرو گے اور ریل اوپر اوپر چلی جائے گی۔ ریل کے پھینچنے میں اب کچھ دیر نہ سمجھنا۔ وہ آئی یہ آئی۔ بھاگو بھاگو بچو۔

اَنَا السَّيْرُ الْعَرَبِيَّانُ فَالْحَيَاةُ الْخَيَالِيَّةُ

یہ عربی سمجھئے؟ حدیث شریف ہے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اہل مکہ میں منادی کرانی کہ مجھ کو تم لوگوں سے کچھ ضروری بات کہنی ہے فلاں وقت فلاں مقام پر جمع ہو جاؤ تو جو کچھ مجھ کو کہنا ہے تم کو اُس سے آگاہ کروں۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ بھلا اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن کی فوج تم کو لوٹنے مارنے کے ارادے سے اس پہاڑ کی اڑ میں آکر چھپی پڑی ہے تو تم میری بات کا یقین کرو گے یا نہ کرو گے سب بولے کہ ضرور یقین کریں گے۔ کیوں کہ تم اپنی قوم کے بدخواہ نہیں جھوٹ بولنا تھا انشیوہ

نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہاری خرابیاں حد سے گزر گئی ہیں اور نزولِ عذاب کا وقت آگیا۔ اور
اور میں نے مارے جلدی کے کپڑے بھی نہیں پہنے اور جیسا بیٹھا تھا تم کو ڈرانے کے لیے بھاگا ہوا
آیا ہوں۔

یہی مضمون قرآن میں بھی ہے مگر دوسرے الفاظ میں فَإِنِّي نَذِيرٌ لِّلْكَافِرِينَ يَدْعُوا إِلَىٰ عَذَابٍ شَدِيدٍ
بڑے لوگوں کی بڑی باتیں مگر میں نے جو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقولہ سے تشبیہ کیا تو صرف اتنی
بات پر کہ میرا نام نذیر ہے اور چاہے یوں سمجھو کہ مجھی کو سوچھی۔ یا کسی دوسرے کے بھانے سے سوچی
مگر میں تمہارے اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں وَلَا أُبَالِي کہ دوسرے کے بھانے سے نہیں
بلکہ اُس کی دیکھا دیکھی سوچھی۔ کہ مسلمان دنیاوی تعزیر دنیاوی تمول کے اعتبار سے تباہ اور برباد ہونے چلے جاتے
ہیں۔ اصل میں غل مچانے والا۔ سوتوں کو جگانے والا اور ہی اور میں تو اُس کی ہاں میں ہاں ملانے
والا ہوں۔ وہ بھی اُس کی سی دل سوزی سے نہیں۔ اُس کی سی اینگزائٹی سے دیے قرار دی نہیں
میں تو سمجھا تھا کہ مسلمانوں کا بد قسمت گروہ اُبھرتا چلا ہے۔ اور جب سرسید احمد نے اہل
پنجاب کو زندہ دل کا خطاب دیا تو میں نے ایسا خیال کیا کہ ایسا دور اندیش۔ ایسا تجربہ کار
جس نے مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح کو اپنا اوڑھنا بچھو نہ بنا رکھا ہے اور شبانہ روز اسی دھن میں
غلطاں پیچاں ہے۔ ایک خطہ کے مسلمانوں کی نسبت ایسی عمدہ رائے ظاہر کرے تو یہاں کے مسلمان
ضرور ایسے ہی ہوں گے۔ لیکن سوائے اس ایک انجمن حمایت اسلام کے پنجاب کے مسلمانوں میں اور
کوئی فلاح قومی کا کام کیا ہو تو بول اٹھو۔ کیا اتنے بڑے پنجاب کو پنجاب کے اتنے سارے مسلمانوں
کو بس اس ایک انجمن کی اور ایسی انجمن کی حاجت تھی جس کی گزراں محض توکل پر ہی **شعر**

زیادہ ہو گا توکل سے بھی کہیں روزہ کہ اس میں آئی تو روزی ہو اور میں روزہ

یاد تو کیوں نہ ہو گا مگر ایک مہینے سے بھی کم میں رمضان شریف تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ
گزشتہ سالوں کی سہ سہتی اب کے رمضان میں نہیں ہوگی۔ مگر آخر روزہ روزہ ہے۔ اُس وقت انجمن
کی حالت کی تم کو قدر ہوگی اور پھر بھی جیسی قدر ہوئی چاہیے نہیں ہوگی کیوں کہ تمہارے یہاں

برس دن بعد رمضان آئے گا اور انجمن میں بارہ مہینے امیر خانی رمضان رہتا ہے۔

امیر خانی رمضان کا قصہ یہ ہو کہ امیر خان پنڈار ایک لوٹیر آدمی تھا اور اُس نے اپنی قسم کے سپاہی جمع کر لئے تھے۔ ان لوگوں کو کبھی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ اتفاق سے نقالوں کا ایک طائفہ اس کے لشکر میں ٹھہر گیا اور لوگوں کو اپنا تماشا دکھانا چاہا۔ لوگوں نے غدر کیا کہ ہم کو دل نہ لگھاس کی مشکل پڑی رہتی ہے۔ تم کو انعام و اکرام کہاں سے دیں گے۔ سرگروہ طائفہ نے کہا کہ ہمارا تماشا کرو تو ایسی نقل کریں گے کہ شاید تمہاری تنخواہیں بھی تقسیم ہو جائیں۔ چنانچہ ایک شخص بہت بزرگ صورت جیسے ہماری انجمن کے نقیب الاولیاء (خان نجم الدین صاحب) موجود ہوئے۔ طائفے میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں انھوں نے جواب دیا کہ رمضان شریف اتفاق سے وہ مہینہ شاید ربیع الاول کا تھا تو دوسرے نے حیران ہو کر پوچھا کہ رمضان شریف کے اس مہینے میں آنے کا کون سا موقع ہو انھوں نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں میری تعیناتی امیر خاں کے لشکر میں ہے۔ صرف ایک مہینے کی نصبت ملتی ہو اسی میں سارے جہاں میں پھرتا ہوں اور پھر اپنے ٹھکانے آگتا ہوں۔ سنا ہے کہ یہ حکایت امیر خاں کے کان تک پہنچی اور اُس نے تنخواہ کے تقسیم کیے جانے کا حکم دیا۔

کیا ہمہ وقت کوئی آدمی تھامے آگے بھولی پھیلائے کھڑا رہے۔ یا ہر ماہواری رسالہ میں تھارے پاس عرضیاں بھیجی جایا کریں۔ یا ہر سالانہ جلسے میں تم کو یاد دلایا جائے کہ ایک انجمن ہے اور اُس نے قوم کی اُمید پر رفاہ قومی کے بہت سے کام اٹھا رکھے ہیں۔ اُس نے ہول پراونس (گل صوبے) کے یتیموں کو اپنی حفاظت میں لیا ہے اور یتیم آدمی کے بچے ہیں لاوارث بے کس اُن کو تمہاری طرح دو وقت بھوک لگتی ہے۔ جاڑوں میں سردی اُن کو رہنے کا مکان۔ ستر عورت کے لئے کپڑا درکار ہے۔ غرض وہ بھی آدمیوں کی سی ضرورتیں رکھتے ہیں اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی اُن کی ضرورتوں پر نظر کرنے والا نہیں۔ یا نیچے تم۔ اگر خدا تمہارے دل میں رحم ڈالے

یہ انجمن کے بڑے سرگرم ممبر ہیں۔ لکیر کے وقت جلسے میں لوگوں کو یہی بات ترتیب بٹھا رہے تھے۔

اور یتیموں کا ترس کھاؤ۔ یا انجمن بیوہ عورتوں کی پرداخت کرتی ہے۔ یا انجمن نے اسکول جاری کیا اور اب وہ اُس کو کالج کرنے پر مجبور ہوئی۔ اور ان سب باتوں کو چاہیے خرچ۔ انجمن کی کیا بنانی نہیں جانتی۔ اُس کو دستِ غیب کا عمل نہیں تا اُس نے کہیں سے دبا کر اترنا نہیں پایا۔ انجمن کے ممبر چور نہیں۔ ڈاکو نہیں کہ کسی کا مال جا کر مار لائیں۔ اُس کا سرمایہ وہی جو تم ہاتھ اٹھا کر دے دو تم میں سے کون انجمن کی سی بے اُس بے سہارے زندگی پسند کرے گا۔ کون ایسی زندگی کرتا ہے۔ کون ایسی زندگی کر سکتا ہے۔ تم کو شروع میں سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ انجمن کہاں تک پاؤں پھیلائے گی۔ اور پبلک کی نظر میں غیر قوموں کی نظر میں۔ خدا و رسول کی نظر میں اُس کے جاری ہونے سے تم کہاں تک ذمہ دار ٹھہرو گے۔ اگر یہ انجمن سسک سسک کر جی جیسی کہ اب تک جی اور اب جی رہی ہو تو سمجھو کہ میرے منہ میں خاک یہ اک دن مرے گی اور ضرور مرے گی۔ لیکن خدا نخواستہ مری تو کیا نہیں مرے گی مسلمانوں کی عزت کو ساتھ لے کر مرے گی مسلمانوں کی غیرت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ مسلمانوں کی حمیت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ میں انجمن کے اتنے ثبات کو بھی اپنے زمانے کا اسلامی معجزہ سمجھتا ہوں۔

سر سید پر چھبوں نے ہندوستان میں اس طرح کی بنیادیں (کفن کھسوٹی) کو رواج دیا جیسی چارہ بدگمانیاں کرلو۔ میں سر سید احمد کا بھٹ نہیں۔ وہ اگر پیر ہوں تو اُن کا مرید نہیں۔ اُستاد ہوں تو اُن کا شاگرد نہیں۔ مرثیہ خواں ہوں تو اُن کا بسور یا نہیں۔ امیر ہوں اور مجھ کو معلوم ہو کہ نہیں ہیں۔ لیکن اگر امیر ہوں تو اُن کا دست نگر نہ کبھی تھکا نہ اب ہوں۔ اور نہ ان شاء اللہ مدت العمر ہوں گا۔ مگر جو کیا آدمی ہوں۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے کی۔ قومی حالت اور قومی ضرورتوں کی شناخت کی عقل رکھتا ہوں۔ تمہارے اس لاہور میں اور لاہور کیا چیز ہو علی گڑھ میں اور علی گڑھ کے شہر میں بھی نہیں۔ نیچر گڑھ میں یعنی محمدن کالج میں خود سر سید اور اُن کے حواریں کے رودر رو میں نے اس بات کے کہنے میں مطلق باک نہیں کیا۔ اور کیوں کرتا کہ میں اُن کے سب نہیں بعض معتقدات کو غلط سمجھتا ہوں۔ لیکن جیسا مجھ کو اُن کی غلطیوں کا یقین ہے۔ اس بات کا بھی یقین ہے کہ وہ شخص منافق نہیں۔ بزدل نہیں۔

مکار نہیں اور قومی خیر خواہی سے ایسا سرشار ہو کہ اُس کا بس چلے تو اپنی تو پہلے ہی سے اُتار رکھی ہو۔
دوسروں کی بگڑی بھی اُتار کر مسلمانوں کے حوالے کر دے وہ جو کہتے ہیں حُبُّكَ الشَّيْءُ يَعْنِي وَيُصِمُّ
(آدمی کو ایک چیز کی محبت اندھا بہر کر دیتی ہے) سید احمد خاں کو مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح
کی دُھن میں آگاہی کچھ نہیں سو جھٹتا۔ افراط تو ہر ایک چیز میں مذموم ہے۔ پس میرے نزدیک سید احمد
خاں میں عیب ہی تو یہ ہے۔ میری برائے سید احمد کی نسبت اگر صحیح ہو تو میں کسی سے اُس کی تائید
نہیں چاہتا اور اگر غلط ہو تو اصلاح کے لیے اس کو کسی کے روبرو پیش نہیں کرتا میں نے سید احمد خاں
کے ساتھ کسی امر میں مخالفت کی ہو تو سب سے زیادہ مجھی کو اس کا افسوس ہے۔ اگر مجھ سے اُس میں کسی طرح
کی بے تہذیبی سرزد ہوئی ہو۔ اُن کو خدانے شرف دیا ہو باعتبار اُس کے شرف یا ہو باعتبار سب کے شرف دیا ہو باعتبار تعزیر
دنیاوی کے۔ بہت بڑا شرف دیا ہو باعتبار خیر خواہی قومی کے اور حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ لَمْ
يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَا كَبِيرًا وَلَا فُلَانًا مِمَّا دُجُوْا جُجُوْا پرمہربانی نہ رکھے اور بڑے کا ادب نہ کرے
وہ ہم میں کانہیں) حدیث میں صغیر و کبیر دونوں لفظ مطلق واقع ہوئے ہیں۔ صغیر سے نہ صرف بچیا
چھوٹا بھائی مراد ہو اور کبیر سے نہ صرف باپ یا رشتہ کا کوئی بزرگ اور نہ اس میں مذہب و عقائد
کی قید ہو بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں کچھ وفود یعنی ایلمچی آئے اور وہ اُس وقت تک مسلمان
نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے سرگروہ کو آتا ہوا دیکھ کر اصحاب سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ قُمْمُوا اِلٰی
سَيِّدِكُمْ اپنے سردار کو استقبال کر کے (و غرض مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَا فُلَانًا مِمَّا دُجُوْا رُوْلُ
(قاعدہ زرین) ہو کہ اگر مسلمان اس پر پورا پورا عمل کریں تو ان کی سوسائٹی سے بہتر شایستہ و مہذب
اور متفق و یک دل دنیا میں کوئی سوسائٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر مسلمان اپنے پنہیر کی بات نہ مانیں اور
لوگوں کو زبانِ قلم سے ایذا نہیں دیں اور اپنے بڑوں کا ادب ملحوظ نہ رکھیں اور یوں مسلمانوں میں رنجشیں اور
عداوتیں پھیلیں اور وہ سنار کی سی کھٹ کھٹ کرتا ہی رہے اور یہ ایک لوہار کی سی جڑ دیں اور یہ سارا
نزولہ آخر کار اسلام پر گریے تو انہیں اسلام اور بانی اسلام کا کیا قصور ہے۔

مسلمان رسول کی کیا مانیں گے جب وہ خدا کی نہیں مانتے۔ میں اس کی تائید میں قرآن کی چند

چند آیتیں پڑھتا ہوں یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان ینکونوا خیرا منهم ولا
 نساء من نساء عسی ان ینکن خیرا منہن ولا تلہزوہم و انفسکم ولا تمناہوا بالالقاء
 بنس الا سمر الفسوق بعد الايمان۔ ومن لم ینتب فاولئک هم الظالمون یا ایہا
 الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب
 بعضکم بعضا یحب احداکم ان یناکل لحم اخیه میتا فکرمھم ولا تاتقوا اللہ ان اللہ
 اتوا ب حجیمہ ای ایمان والو کوئی گروہ دوسرے گروہ کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی
 اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں
 جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور اپنوں کو چھیڑ دست اور نہ برے
 لقبوں سے یاد کرو ایمان لائے پیچھے نافرمانی بڑی بدنامی کی بات ہے اور جو توبہ نہیں کرے گا تو وہی لوگ
 ظالم ٹھہریں گے۔ ای ایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچتے رہو کیوں کہ بہت سی بدگمانیاں داخل گناہیں
 اور لوگوں کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم میں سے
 کوئی اس بات کو پسند کرے گا۔ کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے اس سے تو تم کو ضرور گھن آتی
 ہوگی اور دور والد سے بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اور خیر سید احمد خاں سے یہاں بحث بھی کیا ہے۔ وہ اس انجمن کے سکرٹری نہیں۔ میر
 نہیں۔ پیٹرن (مری سرپرست) نہیں۔ بلکہ من و جسم یہ چاہتے ہوں تو تعجب نہیں کہ انجمن کے فنڈز
 جو کچھ ہوں بے جا کر علی گڑھ کالج میں ٹھونس دوں کہ نہ ہزار ادھورے اور نہ ایک پورا۔ مگر جن کی
 طبیعتیں منش زن واقع ہوئی ہیں وہ ہر ایک کی گاڑی میں کسی کی بھی ہو بے رورہ اٹکائے نہیں رہتے

دود شو نندار بد ماسے رسند

باد شو نندار پھر اسے رسند

ان کی مثال خیر کی سی ہے کہ گدھوں کو لادنے لگے تو کہا میں گھوڑا ہوں گھوڑوں پر زین کسے کی نوبت آئی
 تو لگا بیچوں بیچوں کرنے ان انکر اکھوات کصوت الحیوہ (سب سے بڑی آواز گدھے کی ہے)
 ای ظالم کہیں تو لڑ اور لڑے گا نہیں تو یہ قومی بوجھ کیوں کر اٹھے گا۔ یہ لوگ کیسا ہی نیک کام ہو ہمیشہ

بڑے موٹوز (اغراض) پر ڈھال لے جاتے ہیں۔ شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

اور کوئی جتنی ہوئی بھیجتی نہیں سو جتنی تو مذہب کا حیلہ نکال کھڑا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تعدیہ امراض میں اختلاف کر رہے ہیں۔ لیکن جس میں اختلاف ہو وہ تعدیہ امراض جسمانی ہی۔ روحی امراض کے متعدی ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ ایک گندہ دل سارے کیونٹی جماعت کے دلوں بگاڑ دینے کو کافی ہو۔ جیسے ایک دیاسلمانی ایک شہر کے جلادینے کو بس کرتی ہو۔ اگر سیریل ڈرائی (پیمزین خشک) اور ہوا موافق ہو فکونڈو علی حذر (خبردار ہو)۔

اے بسا ابلیس! دم روئے ہست
اپس بہر دستے نباید داد دوست

میں اپنے زعم میں بہت ہی آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ نہ کسی کالج کا بانی ہوں۔ نہ کسی انجمن کا سکریٹری نہ کسی اخبار کا ایڈیٹر۔ لوگوں کی مدح و ذم سے مستغنی تحسین و تنقیق سے بے نیاز۔ میں نے نہ ساری عمر لکھ نہیں دیئے۔ خدمت سے علی حدہ ہو کر خانہ نشین ہوا۔ نہیں معلوم لوگوں نے کیوں کر سمجھ لیا کہ میں ہوا کا نرخ پچانتا ہوں جو کچھ آپ سمجھتا ہوں دوسروں کو سمجھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ سمجھنا چاہیں اور سمجھ کے پیچھے لاکھی لئے نہ پھر رہے ہوں۔ دس دفعہ بلایا ایک دفعہ آکھڑا ہوا تو کیوں کر ہو سکتا ہو کہ دل میں ہو کچھ اور کہوں کچھ۔

راست ہی گویم ویزدان نہ پسند و جز است
حرف ناز است سرودن ردش ہر است

مجھ سے اختلاف ہو تو نیچے جو جی چاہے کہو اور جو جی چاہے سمجھو۔ مگر رائے خدایہ نہ کرنا کہ جیسے سید احمد شاہ کے ساتھ مجھ کو سمیٹ لیا۔ میرے ساتھ اس بیجاری انہن کو سان لو۔

مجھ کو تو نیچری کہلانا عارت تھا۔ مگر نیچریت کے اب وہ معنی نہیں رہے۔ جن کی وجہ سے میں نیچریت کو عار سمجھا کرتا تھا اب نیچریت یہ ہے کہ سید احمد شاہ کو علی گڑھ کالج کا بانی کو نیچری علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گرنٹ کا ایڈیٹر کو۔ نیچری۔ سر کو۔ نیچری۔ ڈاکٹر کو۔ نیچری۔ آدمی کو۔ نیچری۔ تو ایسی نیچریت کا قبول کرنا اس سے زیادہ موجب عار نہیں ہونا چاہیے جیسے دو اہر دو کا چار کرنا۔ میرا نیچریت کو تسلیم کرنا اسی

قبیل سے ہو جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۷

فَلَيْشُهُذِ الثَّقَلَانِ اِنِّي سَرَّافُضٍ

اِنْ كَانَ فِيْضًا حُبُّ اِلِيْ مُحَمَّدٍ

اگر آل محمد کے ساتھ دوستی رکھنا رفض ہو تو دونوں جہان اس پر گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں۔ میں جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہوں تو میرا صرف ایک ہی خیال ایسا ہی جس کو کوئی معاند نیچرلوں سے ملنا ہوا کہہ سکتا ہو۔ یہ میری رائے ضرور ہو کہ تاویل کرنے سے کسی حکم کی ایسی بے حرمتی نہیں ہوتی جیسے اصرار اور اعلان اور تعیم کے ساتھ اس کی تعمیل نہ کرنے سے بات کو صبر و سکون کے ساتھ سنو ہی نہیں تو اس کا کیا علاج ہو۔ مگر سنو گے۔ اور زمانہ۔ ہماری دعا تو یہ ہے کہ تم ہی کو سنائے در نہ تمہاری پہلی نسل نہیں تو دوسری اور دوسری نہیں تو قسم کھانے کی بات ہو کہ تیسری ضرور سننے گی کیا چھوٹی چھوٹی باتوں کی فکر میں پڑے ہو انگریزی ایجوکیشن و تعلیم کو روکو۔ اگر تم سے روکی جائے اور اب تو یہ ایسی جڑ پکڑ گئی ہو کہ بعض انگریز بھی جن کی یہ بلالائی ہوئی ہو عرصہ میں ہمہ آوردہ تست۔

اس کو روکنا چاہتے ہیں اور نہیں رکتی۔ جن لوگوں نے ایجوکیشن کی قدر و قیمت کو جاننا پہچانا وہ ایسے اس کے گردیدہ ہیں کہ اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہونا چاہے تو مارے اچھٹیشن کے یہاں سے ولایت تک گورنمنٹ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ لیکن اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہو بھی جائے تو وہ لوگ چاہے بھوکے مرے ننگے پھریں۔ بھیک مانگیں۔ مگر ایجوکیشن کا بال بیکانہ ہونے دیں۔ بنگالی تو بنگالی ہمارے ہمارے نارٹھ ویسٹرن پرنسز ممالک مغربی و شمالی میں گورنمنٹ نے دو کالج بند کر دیئے لوگوں نے چندہ کر کے دونوں کو سنبھالا قائم رکھا۔ تو جو لوگ اسلام کو معرض خطر میں سمجھتے ہیں ان کو چاہیے کہ ایجوکیشن کو روکیں۔ اگر ان سے روکی جائے اور یہ نہ رکی اور نہیں رکے گی تو جن باتوں کا سننا ناگوار ہو وہ اور ان سے بڑھ بڑھ کر تم آپ کو گے یہ اپنے آنکھوں دیکھے واقعات ہیں کہ جن باتوں کی اب کوئی مطلق پروا نہیں کرتا۔ اب سے چالیس برس پہلے ایک ایک بات کفر و زندقہ سمجھی جاتی تھی۔ میں ایسے باپکا

بیٹا ہوں کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے ہر چند چاہا کہ میں انگریزی پڑھوں والد مرحوم نے جو ایک غریب آدمی تھے مگر اپنے وقت کے بڑے دین دار صاف کھ دیا کہ مجھے اس کام جانا منظور۔ اس کا بھیک مانگنا قبول مگر انگریزی پڑھنا گوارا نہیں۔ میں ایسے مولوی کا شاگرد ہوں جنہوں نے لاٹ صاحب سے باسکراہ ہر چہ تمام تر اور مجبوری ہاتھ ملا کر اُس ہاتھ کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر صوڑا لایا تھا۔ انگریزی صابون سے نہیں جنہوں نے پانی پینے کا مٹکا جو جماعت میں رکھا رہتا تھا تڑوا لایا تھا۔ اس واسطے کہ اُس میں سے ایک شامت زدہ انگریزی خواں مسلمان پانی پی گیا تھا۔ تم کیا دین داری برتو گے۔

دین داریاں یہ تھیں جو ہم نے دیکھیں ہیں اور اب ان کے دیکھنے کو انھیں ترستی ہیں۔ اور ایک دین داری یہ ہے جو ہم اور تم سب دیکھ رہے ہیں۔ ان نین کا یہی بسکھ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔ اور ایک دین داری اب پچاس برس بعد ہوگی اگر امام مہدی نہ آگئے۔ تم ایک سرسید کو لیے پھرتے ہو۔ کچھ خبر بھی ہو۔ زمانہ کتنے سرسید پیدا کر چکا اور کرتا چلا جا رہا ہے جن میں کے سرسید ہیں۔ ان کا تو یہ مقولہ ہے۔

اِذَا مَا تَمِنَّا سَيِّدٌ قَامَ سَيِّدٌ
قَوْلٌ لِّمَا قَالَ الْكَرَامُ قَوْلٌ

جب ہم میں سے ایک سرور اُمر جاتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا سرور اُمر آتا ہے اور وہ بھی بہرگوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور انھیں کے سے کام،

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ پر جہاں اور اعتراض ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جو کچھ تمہاری کتاب میں لکھا ہے اس پر تو عمل کرو قَاتُوا بِالْتَّوْرَةِ قَاتِلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلِيُكَلِّمُ اَهْلُ الْاِيْمَانِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ (توریت سے آؤ اگر تم سچے ہو تو اُسے پڑھ کر دیکھو۔ اور جن پر انجیل اتری ہو ان کو چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں اتارا ہے اُس کے مطابق تو حکم دیں، یا ان وقتوں کی تپیں رہنے دو۔ احکام عشرہ میں کے یہ احکام کہ کل کے لیے ذخیرہ مت کرو۔ یا تمہارے داہنے گلے پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا اُس کے سامنے کر دو یہ ہم نہیں کہتے کہ خدا نے یہ ناممکن التعمیل احکام بھیجے تھے شاید اُس زمانہ میں ایسے متوکل ایسے بے نفس لوگ رہے ہوں گے۔ مگر اب ہمارے وقتوں میں کسی ایک یہودی کوئی ایک نصرانی یا کوئی ایک آدمی ان حکموں کی تعمیل کرتا یا کر سکتا ہے۔ تو خود ان کی

لا قانون، اُن کو گنڈ من کر رہا ہو مجرم قرار دے رہا ہو اب تم اپنی جگہ آپ احتساب کر لیتا کہ مسلمان کسی ایسے الزام کے مورد ہیں یا نہیں۔ کیوں کہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔

باخداوند غیب داں نہ رود

زورت از پیش می رود باما

کوئی نہیں کہتا اور کسی کو کہنا چاہیے بھی نہیں کہ مذہب سے قطع نظر کرو۔ مذہب قطع نظر کرنے کی چیز نہیں ہے آدمی کی اور خصوصاً ہم مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی فلاح موقوف ہے مذہب پر۔ ہم اُس گروہ کے لوگ ہیں جن کو مذہب نے کھڑا کیا۔ مذہب نے ہم کو ترقی دی۔ مذہب نے ہماری حالت درست کی۔ مفلس تھے مذہب کی بدولت امیر ہو گئے۔ خاکِ مذلت پر پڑے تھے۔ مذہب کی بدولت اوجِ عزت پر پہنچ گئے۔ محکوم تھے مذہب کی بدولت حاکم بنے۔ رعیت تھے مذہب کی بدولت بادشاہ بنے۔ شاہنشاہ بنے۔ غرض کچھ نہ تھے مذہب کی بدولت سب کچھ ہو گئے۔ کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہے کہ اب وہی ہم ہیں اصل ابتدائی حالت سے بھی کم تر۔ فردِ حال میں اتنا انقلاب ایسا رد و بدل۔ اس قدر اختلاف۔ یہ کیوں؟ یہ وہی مذہب کا میسز یوز یعنی مذہبی غلط فہمی۔ مذہب کو برمی طرح سے عمل میں لانا۔ یہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی جگہ اس کا فیصلہ کرے۔ کہ ہم مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری میں اسلام کو دنیاوی عزت۔ دنیاوی متمول کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو کچھ بحث نہیں۔ تکرار نہیں ادا الی تمہیں چھوڑا نہیں۔ چلو اپنا اپنا بوریا بدھنا باندھ باندھ کر ان ظالموں کی عملداری سے نکل بھاگیں لیکن کتنے آدمی ہیں جو ایسا ارادہ کریں یا چلنے والوں کے ساتھ چل کھڑے ہوں۔ جس سے کو گے وہی کانوں پر ہاتھ دھرے گا کہ نابا با ہم ایسا امن۔ ایسی آسائش۔ ایسی آزادی کہاں پائیں گے۔ رہا مذہب وہ ہمارے دل کے ساتھ ہے جہاں ہم وہیں مذہب ہے۔

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں

میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

یہاں ہم کو کاہنہ کی روک ٹوک ہے۔ نماز پڑھنی چاہیں روزہ رکھنا چاہیں۔ کوئی مانع نہیں۔ زکوٰۃ دینی چاہیں یعنی انہیں حمایت اسلام کی مدد کرنی چاہیں۔ کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ حج کو جانا چاہیں کوئی

مراحم نہیں ہاں روک سمجھو ٹوک سمجھو تو صرف اتنی کہ دوسرے مذہب والوں کے حقوق میں دست انداز نہ ہوں۔ لیکن کچھ ایسے بھی نکلیں گے جن کے حق میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سات سو برس پہلے کھہ مرے ہیں ۵

ترک دنیا بمر دم آموزند

خویش تن سیم چونکہ اندوزند

اور شاعر عربی کتاہو ۵

يَكُونُ أَنْ يَشْرَبَ مِنْ فِضَّةٍ
وَذِكْرُهُ النَّارُ وَأَهْوَاهَا

مجھے کو اپنے پیر صاحب اور اُن کی پرہیزگاری پر تعجب آتا ہو اور وہ جو دوزخ اور اُس کی ہولناک باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے بھی تعجب آتا ہو چاندی کے باسن سے تو پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں اور اگر دست رس ہو تو چاندی چڑا کر ڈب میں رکھ لیتے ہیں حافظ شیراز فرماتے ہیں ۵

فقیہ مدرسہ دہلی مست بود و فتوی داد

کہ مہرام دے بہ زمال و قاف مست

یہ ہیں جو مسلمانوں کو ابھرنے نہیں دیتے عام مسلمانوں میں اتنی لیاقت نہیں کہ انجام کار کو سوچیں بیچارے ہکائے بھسلائے میں آجاتے ہیں۔ اور یوں مسلمانوں کی مٹی خراب ہو رہی ہو۔ لیکن یہ رقتار یَقْدِمُ رَجُلًا وَيُؤَخِّرُ أُخْرَى (ایک پاؤں آگے رکھیں اور ایک پیچھے) اس بعد مسافت نظر کرتے کچھ بھی نہیں جو ہم کو طے کرنی ہو۔ کب تک اس مذہب میں رہو گے بات کو یکسو کر چلو یا تو کچھ مت کرو کہ اوپر والوں کو صبر آجائے اور کرتے ہو تو جی کھول کر کرو یا مرغے لڑانے منظور ہیں اور اسی میں کچھ مزہ ملت ہو تو ویسی کہو میں تو اس مرتبہ تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں میری نسبت اگر مذہبی گمانی ہو اور میرے عقائد بُرے ہیں تو مجھ کو اُن کا وبال بھگتے دو۔ میں تم میں کسی شفاعت کا خواستہ کار نہیں ۵

حقاکہ باعقوبت دوزخ برابرست

رفتن بہ پائے مردیے ہمسایہ در بہشت

یہ میری کبھی خواہش نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہوگی بھی نہیں کہ لوگوں کو مذہبی عقائد میں اپنا ہم خیال بنائوں اور اقل الجماعت کا بھی لیڈر بن جاؤں۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے اور لوگوں سے

اُن کے افعال و معتقدات کا حساب لیا جائے گا و لا تُؤْرَدُ اَنْزَرَةُ وُزْزَا خُرَى (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا لیکن اُٹھواتے ہیں تو کھتا ہوں۔ پوچھتے ہیں تو بتاتا ہوں۔ سوال کرتے ہیں تو جواب دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اسلام لازماً انسانیت ہے قَطْرَةُ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) (السد کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنا دیا الہ کی خلقت کو کون بدے بھی ہو ٹھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں) کھانے سے پینے سے پہننے سے کسی وضع میں رہنے سے کسی زبان کے سیکھنے سے کسی علم کے پڑھنے سے اب ہوا سے۔ دنیاوی حکومتوں کے رد و بدل سے اس میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر انسان ایک خدا کا قائل نہیں تو وہ اوج انسانیت سے ساقط ہو کر حقیض حیوانیت پر آگراہو۔ اور اگر ایک خدا کا قائل ہو۔ اور بتدہ بشر ہو کوئی امر یا مشروع بھی اُس سے سرزد ہو جاتا ہو تو وہ ڈسپلن (قواعد) کو توڑتا ہو اور اُس کی پاداش میں شاید اُس کی دلیل بولی جائے یا اُس کا رینک (درجہ) توڑ دیا جائے یا اُس کا ریشن (مراتب) گھٹا دیا جائے یا اُس کا بھستہ موقوف یا اور کوئی سزا دی جائے مگر فوج سے اُس کا نام نہیں کٹے گا۔ اُس کو گولی نہیں ماری جائے گی اُس کو پھانسی نہیں لگے گی۔ ویٹس آل (پس ہو چکا) اسلام کی جزیلیٹی (عمومیت) کہ قیامت تک اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ اور مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہو گئی اور ہم نے تم کو کل دنیا کے سارے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجا ہے) غرض کیا بلحاظ زمان اور کیا باعتبار مکان اسلام کی جزیلیٹی (تعمیم) پڑی پکار رہی ہو کہ اس کو کیا ہونا چاہیے اور لوگوں نے اس کو کیا بنا رکھا ہو۔ مگر وہ اپنی اصلیت پر آئے گا ضرور آئے گا۔ اور یہی ایجوکیشن اس کو اس کی اصلیت لائے گی۔ لیکن یہ جنریشنز کے کام ہیں۔ ایجوکیشن اور مذہب یعنی مذہب متعارف میں کسروا نکسار ہو نیکی و بدی چاہئیں۔ اُس وقت تک پیشین گوئی کے جرم میں جس جس کی قسمت میں گالیاں کھانی لکھی ہیں گالیاں کھائے اور جس جس کی تقدیر میں لعنتیں بدی ہیں لعنتیں سُنے پھر جو ہونا ہی وہ ہو گا۔

نویسنده رانیت فردا سید

نوشته بماند سیاہ بر سفید

ایسا پکٹیکیل (مکمل تعمیل) ایسا سہل سہل (ایسا ریزینبل) (معتقول) مذہب جیسا کہ حقیقت میں اسلام ہے۔ کوئی شخص جس کو خدا نے کائنات سنسن (معمولی عقل) دیا ہو اس کو ریجکٹ (نامنطور) نہیں کر سکتا۔ وہ صرف تنکے کے اوچھل پہاڑ ہے۔ ذرا ازبرائے خدا اس نکتے تو سمجھو کہ فطرت انسانی اسی طرح سے واقع ہوئی ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ تمام بنی آدم اصل خلقت کی رو سے مسلمان ہیں یہ وہی بات ہے کہ کسی نے پوچھا ناک کدھر ہوتی ہو ایک نے سامنے سے ناک پر انگلی رکھ کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے دوسرے نے گڈی کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے۔ ناک تو جہان ہے وہیں ہے۔ صرف بتانے کے طریقے مختلف ہیں قرآن سے تو اس کی سند سن ہی چکے ہو وہی قَطْرَةُ اللَّهِ النَّارِ قَطْرَةُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ۔ اب لو حدیث۔ ایک بار اُس رحمت اور شفقت کے جوش میں جو پیغمبروں کا خاصہ ہے۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے اپنے خادم بلالؓ کو حکم دیا کہ اے بلالؓ جا دینے کی گلی کو چے میں می می طرف سے پکار پھر مَن قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (جو ایک خدا کا قائل ہو وہ جنتی ہے) بلالؓ چلے۔ راہ میں ملے عمرؓ پوچھا بلالؓ کہ دھر اُنھوں نے بیان کیا تو عمرؓ اُن کو اُن حضرتؓ کی خدمت میں لوٹا لائے۔ اور عرض کیا اے جناب کہیں ایسا نہ ہو۔ یہ حکم عام سن کر لوگ نیک کاموں کے کرنے سے باز ہیں۔ وہ حکم ایک مصلحت سے اُس وقت مشہور نہ ہوا مگر لکھا ہوا موجود ہے۔ اور پڑھے لکھے اس سے واقف ہیں۔ اگر اسلام کو اس کے اصلی پیرائے میں پیش کیا گیا ہوتا تو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اسلام کو لیا ہوتا۔ مگر دنیا کی بد نصیبی سے وہ پیش کیا گیا غارت گری اور خوں ریزی کے پیرائے میں پیش کیا گیا عذاب اور مصیبت کے پیرائے میں اور پیش کرنے والے کون۔ دنیا کے بادشاہ۔ جاہ و ثروت کے فریفتہ ملک گیری کے حریص۔ پس لوگ اسلام کی ڈراؤنی صورت سے لگے بھاگنے اور افسوس ہے کہ اب بھی مسلمانوں کی طرف سے استمال اور تالیفِ قلوب کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ وہ پشت ہالشت کے موروثی مسلمانوں کو اسلام سے نکال دینے کی فکر میں لگے ہیں مسلمانوں کو کافر ٹھہرنا متر بہ نادرینا یہ تو اُن کی ایک معمولی بات ہے جن طبیبوں کے پاس مرجعہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ موسمی امراض کے

کسی ایک نسخے کی بہت سی نقلیں کر رکھتے ہیں۔ نہ نبض دیکھیں نہ حال پوچھیں مریض آیا اور انھوں نے مسند کے تلے سے نسخہ نکال جو اے کیا۔ اُدھر ایک عطار لگا ہوا ہے وہ حکیم صاحب کے دستور سے واقف ہو اُس نے پہلے ہی سے پڑیاں باندھ رکھی ہیں اتنا دیکھ لیا کہ نسخہ حکیم صاحب کا ہے۔ دواؤں کے نام اور اوزان پڑھے اُس کی بلاؤنڈے سے کہا فلاں خانے میں جو پڑا رکھا ہے ان کو لا کر دے دے۔

لائیے حضرت ساڑھے چار پیسے۔ قریب قریب یہی حال ہے۔ اس زمانے کے کفر کے فتوؤں کا لیکن امی آریو۔ امی برہمو۔ امی ہندو بھائیو۔ امی عیسائیو۔ امی اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ماننے والو۔ امی مذہب کی تلاش رکھنے والو۔ ان لوگوں کی بات پرست جاؤ۔ اگر تم آدمی ہو اور ضرور آدمی ہو اگر تم عقل بھی رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو تو تم خدا کو مانتے ہو گے اور اُس کو ایک بھی جانتے ہو گے اب تم ساری دنیا کو چھان مارو دیکھو تو اتنی ہی بات پر کوئی بھی تم پر ہاتھ دھرتا کوئی بھی تم کو نجات ابدی دلا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ ہاں ایک شخص ہے محمد عربی اسلام کا پیغمبر منکسر متواضع۔ سیدھا سادہ۔ بے تصنع۔ بے تکلف۔ بے طمع وہ ظہینان کرتا ہے کہ چلو۔ میں تم بخشنا دیتا ہوں۔ بے شک لوگوں نے اس کی بُرائیاں تم سے کی ہوں گی اور اب بھی کرتے ہوں گے لیکن اگر کوئی تم سے کہہ دے کہ تو اتھارے کان لے گیا۔ تو کیا سننے کے ساتھ کوسے کے پیچھے دوڑے دوڑے پھر دگے۔ کیوں نہیں پاس کے پاس ٹٹول لیتے کہ سر میں کان بھی ہیں یا نہیں۔ اس کی بات کو تو جانچو کہ کتنا کیسے پتے کی ہے۔

ابدی نجات اور ایسی سستی۔ اور اگر نجات کی قدر ہی نہیں اور دوسرے میں مرنا منظور ہو تو پڑو چوٹھے میں ہم تو اپنا اُلاہنا اُتار چکے۔

مذہب کا گڈ لویٹس (یعنی اچھا استعمال) یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس کی اصلاح کریں ہم کو آپ پنا ج بننے کا کوئی استحقاق نہیں لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَعْنٰی اَتَقٰی (اپنے منہ آپ نیکو کار مت بنو خدا ہی کو خبر ہے کہ اُسکے نزدیک کون نیکو کار ٹھہرتا ہے) میں خیال کرتا ہوں کہ انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کا ایسا شغل ہے کہ اگر وہ اس ڈیوٹی کو اچھی طرح ادا کرے تو اُس کو دوسروں کے حالات کی تجسس کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ میری باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہو گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں

اُس پر عمل کرتا ہوں لیکن اگر عمل کرتا ہوتا تو تم سب پر عمل مقتنا طبعی کر دیا ہوتا۔ اثر جو نہیں ہوتا اسی سے نہیں ہوتا کہ کما سب کچھ جاتا ہو اور کیا کچھ بھی نہیں جاتا۔

ہر ایک کے ناصح برائے دیگران | ناصح خود یا قسم کم درجہاں

کتنے کو تو چھوٹے چھوٹے دو جلوں میں سارے اسلام کا خلاصہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خدا ایک محمد برحق لیکن منہ سے ایک اور برحق کہنے کی سند نہیں۔ کہ دار سے۔ گفتار سے۔ رفتار سے ثابت کرو کہ تم نے خدا کو ایک اور محمد کو برحق سمجھا ایک تہ حید ہی کی ایسی ٹیڑھی کھیر ہے کہ تمہیں کی اتنی اسی امتحان میں قیل ہو گئیں۔ باوجود کی عقلی شہادت موجود ہے اور جو عقل ہم کو بتاتی ہے کہ خدا ہے۔ وہی یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ ایک ہے۔ مگر آدمی کچھ ایسا ڈھلکھل لقیں مخلوق ہے کہ وقت پر بہک ہی جاتا ہے اسلام سے پہلے خدا ہی کی اتاری ہوئی شریعتیں تھیں۔ ان شریعتوں میں اوامر تھے۔ نواہی تھے آداب تھے مواظبت تھے۔ حکم تھے۔ سب ہی کچھ تھا۔ یہی باتیں تھوڑی رد و بدل سے اسلام میں بھی ہیں۔ پھر کیا ضرورت داعی ہوئی کہ ایک نیا مذہب جاری کیا جائے کہ وہ جو رو کو ختم سے۔ باپ کو بیٹے سے۔ دوست کو دوست سے مالک کو جائیداد سے۔ گھر سے۔ وطن سے۔ آدمی کو آدمی سے جدا کر دے اور ایک جدید قانون ہو اور وہ فیصلہ کرے فِرَیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفِرَیْقٌ فِی النَّارِ ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں ہاں ضرور تھی اُسی توحید کی خامی۔ اُسی توحید کا تزلزل۔ پس بڑی بات سب سے بڑی بات۔ ہتم بالشان بات جو اسلام میں ہے وہ توحید ہے۔ پاک صاف۔ خالص۔ بے آمیزش۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ ساری عمر اسی کی رخصت بندیلوں میں لگے رہے۔ اپنی تنظیم تک جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کی سیانہ ہو لوگ مبالغہ کر لگیں۔ اور میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو یود نے حضرت عمرؓ پر اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا کو علیہما السلام کے ساتھ کیا۔ بدر کی لڑائی فتح ہوئی تو انصار کی لڑکیاں میتا رسالت میں اگر شادیانے گانے لگیں۔ آپ خاموش پڑے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا ہم میں رسول ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ جھٹ اٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا کہ نہیں نہیں وہی اپنا پہلا گیت گائے جاؤ۔ اپنی

قبر کے بارے میں تو آپؐ بار بار فرمایا کہ دیکھنا جسے بعد میری قبر کو نہ پوجے لگنا تصویر کے کھینچنے تصویر کے رکھنے کے باب میں جیسے جیسے وعید ہیں وہ سب تدبیریں تھیں سد باب بُت پرستی کی ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر انسان اور کیا کر سکتا ہو۔ کہ پانچوں وقت نمازیں ہر مسلمان کے مُنہ سے کھولیا جاتا ہو کہ شَہِدَاۃً لِّلْمَلِئِکَہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسْہَدَاۃً اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اس نبی موصیٰ علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی اُمت کو دیکھو۔ ہم کو دوسرے ملکوں کی توخیر نہیں مگر غالب ہے کہ یہی حال ہوگا جو یہاں کا ہے کہ بزرگانِ دین کی تعظیم کو حدِ عبادت تک پہنچا دیا ہے۔ جب تک تمھ سے نہ کہیں معلوم نہیں ہوتا کس سے حاجت طلب کر رہے ہیں اور کس کی شفاعت چاہتے ہیں اور اگر خیرِ اُخْرٰوْنِیْ فِیْ شَرِّ الَّذِیْنَ یَلُوْنُکُمْ اَلَّذِیْنَ یَلُوْنُکُمْ دَہْرًا لَّوْگ میرے زمانہ کے پھر جو اُن کے بعد پھر جو اُن کے بعد کے سلسلے کی رعایت کی جائے اور رعایت ہونی چاہیے کیوں کہ وہ فرمودہ رسولؐ ہے۔ تو ان بزرگوں کی نوبت بھی نہ آئے لیکن مسلمانانِ درگور مسلمان فی در کتاب۔

معدودے چند مسلمان ہیں جو توحید کا پاس کرتے ہیں سو اُن کو وہابی وہابی کہہ کر اس فکر میں لگے ہیں کہ اُن کو باغی سرکار ٹھہرا کر بن پڑے تو جلا وطن کر دیجئے۔ سورہ مائدہ کا اخیر کوع میرے اس مطلب سے بہت ہی چسپاں ہو فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاٰمِیْ اٰہِلِیْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ یُحِیْیْ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتُہٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ اِنَّکَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَہُمْ اِلٰہًا مَّا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ اِنْ اَعْبُدُوْا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْہُمْ شَہِیْدًا اَدُمْتُ فِیْہُمْ قُلُمًا تَوْفِیْتَنِیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہُمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ اِنْ تُعَذِّبْہُمْ یَا اَھْلَ عِبَادِکَ وَاِنْ تُغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ قَالَ اللّٰہُ ہٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِیْقِیْنَ صِدْقُہُمْ لَہُمْ جَنَّتٌ جَزِیْیٌ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اَبَدًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَوَضَّوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (ادیب الدین پوچھے گا کہ او مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود قرار دو تو حضرت عیسیٰؑ بارگاہِ رب العزت میں عرض کریں گے

کہ اسی خداوند تو عاریتاً سے بری ہو بھلا یہ کہیں مجھ سے ہو سکتا تھا کہ جو بات مجھ کو سزاوار نہیں مجھ سے کالوں اگر میں نے کسی ہوگی تو اسی خدا ضرور تجھ کو اُس کا علم ہوا ہو گا۔ کیوں کہ تو میرے دل کی بات جانتا ہی۔ اور تجھ کو تیرے اسرار قدرت کی کچھ خبر نہیں میرے دل کی بات کیا تجھ کو غیب کی ساری باتیں معلوم ہیں۔ مجھ کو جو تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی جوں کالوں میں نے اُن لوگوں کو کھنسا یا تھا اس کے سوا ایک حرف نہیں کہ اللہ کی پرستش کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہی اور جب تک میں اُن کے ساتھ موجود رہا میں اُن کے حالات دیکھتا رہا جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلالیا۔ تو تو اُن کانگراں حال تھا۔ اور تو بھی چیزوں کو دیکھتا رہتا ہو۔ اگر تو اُن کو سزا دینی چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں اور اگر معاف کر دے تو تو اختیار رکھتا ہو اور مصلحت شناس ہو۔ اس پر اللہ جل شانہ فرمائے گا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ سچوں کو اُن کا سچ کام آئے گا ان کے لئے بلوغ ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُن میں رہیں گے اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہ ہی پڑی کامیابی۔

انبیاء کے بھی مدارج ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہُوَ تِلْكَ الرُّسُلُ فَطَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيْتَ وَآيَدْنَا مِنْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ دِیہ ہمارے رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر مدارج کے اعتبار سے بزرگی دی اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے معجزے دیے اور روح القدس سے «ودی»

جب تک قرآن یا حدیث میں صراحت نہ ہو ہم کسی پیغمبر کے درجے کی تعیین نہیں کر سکتے اس آیت میں جو میں نے ابھی پڑھی عیسیٰ علیہ السلام کا بالتخصیص مذکور ہو اور ایک جگہ فرماتے ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ يَقُولُوا إِلَهُاتٌ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا يُلَاقِيهِمْ فِي دِينِهِمُ النَّبِيُّ وَالْكِتَابَ فَمِمْهُمْ مُّهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ثُمَّ قَفَّيْنَا

عَلَىٰ أَثَرِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ (اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور اُن کی نسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا تو اُن میں سے بعضے راہ یاب ہیں اور اکثر ان میں سے بدکار ہیں۔ پھر انہیں کے قدم بقدم ہم نے اپنے دوسرے رسولوں کو چلایا اور انہیں کے قدم بقدم عیسیٰ کو چلایا اور ہم نے اُن کو انجیل بھی دی) ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بھی بڑے درجے کے پیغمبر ہیں اور صاحب کتاب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ ایک بات اُن میں خاص ہے کہ دوسرے انبیاء کو معجزے دیئے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ کو بھی دیئے گئے تھے مگر وہ خود بھی ایک معجزہ تھے۔ کیوں کہ بے باپ کے پیدا ہونے تھے۔ بہر کیف وہ ایسے کچھ تھے کہ لاکھوں آدمیوں نے غلطی کی۔ بے جا کیا بُرا کیا۔ مگر اُن کو خدا مانتا۔ اچھا خدا مانا تو کیا کیا۔ وہ کیا جو خدا کے ساتھ کرتے ہیں۔ اُن سے دعائیں مانگیں۔ اُن سے حاجتیں طلب کیں اُن کو خدا کی طرح متصرف با اختیار سمجھا۔ اُن کی وہ تعظیم کی جو خدا کی کی جاتی ہو۔ اسی کا نام ہے شرک اور یہی وہ بلا ہے جس کی خدا کو چڑھتی ہے۔ وہ فرماتا ہے إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (بڑی ہی ظلم کی بات ہے۔ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَنْهُ شَيْءٌ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) (اللہ کے ہاں سے اُس کی تو مغفرت نہیں جو شرک کرتا ہے لیکن شرک سے کم جو گناہ ہوں وہ جس کو چاہے معاف کر دے) اور واقع میں شرک تو کھلی کھلی بغاوت ہے۔ جب ایک شخص خدا کو خدا ہی نہیں مانتا۔ پھر اُس سے اُمید مغفرت کیسی جو تیرا خدا ہو اُس کے پاس جا اور اُسی سے مغفرت مانگ۔ خیر تو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو اور اُن کی والدہ کو شریکِ خدا کی گردانا۔ آدمی سے سب جملہ ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہو سکتا تو یہ کہ وہ اپنے تئیں خدا سمجھے اور فرعون کا اَنَّا رَبُّكَ الْكَافِرُ اُعلیٰ سنا ہو تو وہ اُس کی یہودہ شخی تھی۔ اور خوش حالی اور حکومت کے غرہ میں اگر حضرت موسیٰ کی ضد سے اُس نے نالایق بات منہ سے بک دی۔ عجز و بے کسی کا وقت آیا تو اُس کی ساری قلعی کھل گئی۔ حَتَّىٰ إِذَا دَرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَتَىٰ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ يَهُوَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (جب لگاؤ بنے تو بول اُٹھا کہ میں ایمان لایا اس بات پر کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ان سے منکلا

اور فرعون پر کیا موقوف ہو تمام آدمیوں کا یہی حال ہو کہ مصیبت کے وقت اُن کو خدا یاد آتا ہو اور
خوش حالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ انسان کی اس عادت کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پر بیان
فرمایا ہو تَحْيٰ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكَ وَجَرَّجْنٰ مِمَّكَ بَرِجًا طَیِّبَةً وَفَرَجْنٰهَا جَاءَ تَهَارٌ مِّنْ عَاصِفٍ وَ
جَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَكَانُوا آتُمْرًا ضَاطِعًا فَمَدَّ يَدُوَّهُمْ لِيُخْلَصُوْا وَلَهُ الَّذِيْنَ لَكِنَّ اَنْجَيْنَا
هٰذَا لِنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ فَلَمَّا ابْتَحَاھُمْ اِذَا هُمْ يَبْغَوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
اِنَّمَا بَعَثْنٰكُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ ۗ اَلَّذِيْنَ اَتٰنَا مَرْجَعَكُمْ فَنَبْتَلٰكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ دِيَارِکِ
کہ جب کشتی میں سوار ہوئے ہیں اور بادِ موافق اُس کو بے چلتی ہو اور مرضی کے موافق ہوا پارِ خوش ہوتے
ہیں تو ہوا کا جھونکا ناؤ کو اگلتا ہو اور ہر طرف سے موجیں آنے لگتی ہیں اور لوگوں کو خیال ہوتا ہو کہ اب تو
ہم گھر گئے تو بڑے خلوص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگتے ہیں کہ اگر ہم کو اس بلا سے نجات دے تو ہم تیرے
شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے جب اُن کو خدا نجات دیتا ہو تو ناحق خشکی میں جا کر بغاوت کرنے لگتے ہیں۔
لوگو یہ بغاوت تمہارے ہی حق میں مفسر ہو دنیا کے جیتے جی کے فائدے ہیں۔ پھر تم کو ہماری طرف
لوٹ کر آنا ہو اُس وقت ہم تم کو بتادیں گے کہ تم نے کیسے عمل کیے) منہ بھر بھر کر فرعون پر لعنت کرنے کو
تو سب ہی ہو جاتے ہیں اور مجھے ایک دن خیال آیا کہ فرعون کی طرح اَلْیَسَّ لِيْ مُلْكٌ مِّصْرَ وَهٰذَا
اَلَاھُ لَا یُجِیْیْ مِنْ تَحْتِیْ دیکھا میں ملک مصر کا الٰہ نہیں ہوں اور یہ نہیں میرے مخلوق کے تلے پڑی ہو رہی
ہیں ہوا دیکھ آدمی اَنَادُ بَکُمْ اَلَاھُ لٰی نہ کہے تو جانیں۔ وہ غنی جو مادہ فرعونیت ہو ہمارے ہاں کے
ناموں اور خطابوں میں پڑی جھلک رہی ہو تو غرض یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کی شان سے نہایت بعد
تھا کہ دعویٰ خدائی کریں اور اپنی پرستش کرانا چاہیں۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّوْتِیَہُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحِکْمَ
وَالنَّبُوۡةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّیِّنَ بِمَا کُنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ وَلَا یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا السَّلٰکَۃَ وَالشَّیْطٰنَ
اَرْبَابًا اَبَاؤُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ دیکھی بشر کا کام نہیں کہ خدا اُس کو کتاب اور
حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ

وہ تو یہ کہے گا کہ خدا پرست بنو کیوں کہ تم کتاب الہی پڑھتے پڑھاتے رہے ہو اور تم کو ایسا حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بناؤ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم تو اسلام سے آئے اور وہ تم کو کفر کا حکم دے) لیکن حضرت عیسیٰ کے متقدین نے ان کی پرستش کی اور ان کو اور ان کی والدہ کو خدائی کے درجہ میں لیا۔ لیکن یہ ایسا ان کو سپر ہیمنشل (خلاف قیاس) خیال ہے کہ واقع میں سخت تعجب ہوتا ہے۔ لوگوں نے کیوں اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی دل میں آنے دیا۔ مگر پھر کچھ بھی تعجب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰ تو پھر بھی بڑے رتبے کے پیغمبر تھے۔ بے باپ کے پیدا ہونے تھے معجزے کی طاقت سے مردوں کو جلاتے۔ اندھوں کو بینا۔ کوڑھیوں کو چٹکا کرتے تھے۔ ان کی نسبت ایسا شبہ نہ کر لیا گیا ہو کہ یہی خدا ہیں یا یہ بھی خدا ہیں تو انسان کے ضعف سے کچھ بھی بعید نہیں۔ لیکن ہم مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ ہم میں کا ایک جم غفیر قریب قریب اسی طرح کی مدارات ہر ایک شخص کے ساتھ کرتا ہے جس کو وہ بزرگ سمجھ لے تو ہم کس منہ سے اعتراض کر سکتے ہیں۔ یہود پر نصاریٰ پر مشرکین پر۔

باقی رہی تاویل کہ ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں نہ پرستش ہم ان سے شفاعت چاہتے ہیں نہ حاجت سویہ تاویل تو نئی نہیں بلکہ مشرکین سے لی گئی ہے اور خدا کی جناب سے نامنظور ہو چکی ہے۔ وہ بھی یہ کہتے تھے **هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ** (یہ ہیں ہمارے سفارشی الہ کی سرکار میں۔) **مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ** (ہم تو ان کی پرستش اسی لیے کرتے ہیں کہ الہ کی سرکار میں ہماری رسائی کی تقریب کریں) کیا انصاف ہے کہ وہ خدا کی نظر میں ایسی ہی شفاعت اور ایسی ہی تقریب کے ہوتے مشرک ٹھہریں اور ہم موحّد کے موحّد توحید نہ ہوئی بی بی تمیز کا وضو ہوا کہ وہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہیں۔ پس ہم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کے ساتھ ایک ادعائی خصوصیت پیدا کر رکھی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے **نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ** (ہم الہ کے فرزند ہیں اور اس کے دوست) **لَنْ نَمْسَكَ السِّلَاحَ إِلَّا أَيْدِيَنَا مَعَهُ وَدِدَّةٍ** (سوائے چند روز کے ہم کو آتش و فرخ چھوگی بھی تو نہیں) ان سے پوچھا جاتا ہے **أَتُخَذُ نَعْرُودُ اللَّهِ عَمَلًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ عَمَلَكُمْ أَمْ تَقُولُونَ**

عَلَىٰ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ خدا اپنے عہد کے خلاف نہیں کر سکتا یا بے جانے بوجھے خدا پر بہتان بندی کرتے ہو، اگر ہم سے پوچھا جائے تو کیا جواب؟
 نوٹ: اصل مطلب کی طرف دو باتیں متیقن تھیں ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی اور اپنی والدہ کی پرستش نہیں کرانی چاہی دوسری یہ کہ خدا کو بھی علم تھا کہ اُنھوں نے نہیں کرانی چاہی یا اس ہمہ چوں کہ خدا کو شرک سے حد درجہ کی ناراضی ہو خدا نے نہ تو حضرت عیسیٰ کے تقرب کا پاس کیا اور نہ اُن کی برائے نظر فرمائی۔ اور ہمارے محاورے کے مطابق اُن سے نہ صرف کیفیت دریافت کی بلکہ جواب طلب کیا: **أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ** (کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا سمجھو) حضرت عیسیٰ کو اپنی برائے معلوم تھی اور یہ بھی جانتے تھے کہ خدا کو بھی میری برائے معلوم ہے۔ چاہیے تھا کہ ہیکڑی اور بے باکی سے جواب دہی کرتے مگر وہی ۵

بہ تہدید برکش دیج حکم	بمانند کرو بیاں مٹم و بچم
سوال سن کر تھکرا اٹھے اور جواب دہی کا وہ پیرایہ اختیار کیا کہ اقراری مجرم بھی نہیں کرتا ۵	
گناہ اگر چہ بنو اختیار ماحافظ	تو در طریق ادب کوش گو گناؤں میں ست
چھوٹے ہی تو یہ عرض کیا سُبْحٰنَكَ ای پروردگار تیری شان اس سے کہ کوئی تیرا شریک خدائی ہو ارفع و اعلیٰ ہو۔ ای عیسیٰ تم پر خدا کی رحمت اپنی صفائی ظاہر کرتے ہیں مگر کس خوبی سے۔ تعلیم شرک کا الزام تھا پہلے ہی شرک کی جڑ کاٹ دی۔ اس کے بعد عرض کیا مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ (بھلا میں اور ایسی بات کہتا جو مجھ کو کہنی سزاوار نہ تھی) میں تو تیری طرف سے رسول بن کر گیا تھا اگر خدائی کا دعویٰ کرتا تو اپنے نہیں آپ ہی جھٹلاتا۔ اور مجھ کو وہ خدائی چھپتی ہی کب تھی۔ دوسرے لوگوں میں اور مجھ میں رسالت کے سوا سے امتیاز ہی کیا تھا کہ میں خدا بننا چاہتا یا ساری حاجتیں اور ضرورتیں جو دوسروں کو پیش آتی ہیں مجھ کو بھی پیش آتی تھیں بل اختیار ہی اور در ماندگی عیسیٰ دوسروں میں ویسی تھی میں حضرت عیسیٰ چاہتے تو صرف سُبْحٰنَكَ کھ کر چپ کر جاتے۔ یا خَيْرَ مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ پر پس کرتے کیوں کہ اتنا کہنے سے وہ اپنی صفائی کر چکے تھے۔ مگر انبیاء تو تقرب کے بھوکے	

ہوتے ہیں ان کو خدا سے بات کرنے کا موقع ملے تو ایک منٹ کی جگہ ایک گھنٹہ لگا دیں۔

جس وقت حضرت موسیٰ کو خلعت پیغمبری عطا ہو رہا تھا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا وَمَا تِلْكَ بِمَعِينِكَ يَا مُوسَىٰ (موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا ہے عَصَا)۔ یہی کالفاظ بھی زیادہ ہی تھا مگر عَصَا سے ہی عَصَا کہنے میں کچھ دیر لگتی ہی ہے پھر موسیٰ تو ہی عَصَا پر بھی کب بس کرنے والے تھے۔ عرض کرتے ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا وَاَهْشَأْ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي فَوَلَّىٰ فِيْهَا مَا دَبُّ اُخْرٰى (میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور درختوں کے پتے جھاڑ کر کبریوں کو کھلاتا ہوں۔ اور اس سے میرے اور بھی مطلب نکلتے ہیں۔

یہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوا۔ بلکہ اُن کو تو اپنی صفائی بھی کرنی تھی۔ جہاں تک زبان نے یاری دی کتے ہی چلے گئے۔ کہ میں نے ایسی نالایق بات منہ سے نکالی ہوگی تو تجھ کو ضرور خیر ہوئی ہوگی۔ کیوں کہ تو تو میرے دل تک کا حال جانتا ہے۔ اور میں تیرے دل کی بات کیا جانوں کہ تو مجھ سے تبلیغ رسالت کے سوائے اور کیا چاہتا تھا۔ اور تجھ سے تو غیب کی بھی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ کیا چپ کر سکتے ہیں اُن کو اپنی برادرت کا جوش آرہا ہو اور کہے چلے جاتے ہیں کہ مجھ کو تو جو حکم ملا تھا میں نے بے کم و کاست دہی کا دہی اُن کو سنا دیا تھا کہ اللہ کی پیش کردہ جو میرا تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اور جب تک اُن کا میرا ساتھ رہا۔ اُن کی خبر رکھتا رہا کہ کہیں تو جبر سے بھٹک نہ جائیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا تو اے خدا تو آپ اُن کا نگاہی حال تھا تجھ کو خبر ہوگی کہ اُنھوں نے میرے بعد کیا کیا۔ ہائے ہائے نبوت کی شان نہیں جباتی۔ اُمت کی وجہ سے مفت جواب ہی میں پکڑے گئے اپنا تصور نہیں۔ لگاؤ نہیں مگر اُس کے حال پر جو شفقت تھی اُس میں کمی نہیں آئی۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ شکر کریں۔ ان کو جواب دہی میں کچھ اُمیں اور یہ اُن کی سفارش کریں کہ اے خدا اگر تو ان کو سزا دینی چاہے تو تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں جو چاہے سو کر اور اگر تو ان سے درگزر فرمائے تو کوئی تیرا تجھ پکڑنے والا نہیں کہ تو کیوں ان کو معاف کیے دیتا ہے۔

اسی طرح میں ایک دن سورہ یوسف پڑھ رہا تھا جب اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت یوسف قید ہو چکے ہیں اور اُن کے ساتھ کے دو قیدیوں نے خواب دیکھے ہیں اور اُن سے تعبیر لو چھی ہی تو آپ نے فرمایا لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُزْقَانِہُ إِلَّا نَبَاكُمَا بِتَاوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا ۖ إِنَّمَا عَلَىٰ رَبِّي آتِي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَٰلِكَ مِنَ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ يَا صَاحِبِي السَّجْنِ ذَا بَابٍ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرًا ۖ إِنَّ اللَّهَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۖ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ يَا صَاحِبِي السَّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَحَضْرَتِ يَوْسُفَ بے گناہ قید ہو گئے تھے اول تو قید ہی بے حرمتی کی چیز ہی اور پھر ایک جھوٹی تہمت ضرور مستعمل ہوں گے کہ کب وہ وقت آئے کہ میں عذاب سے چھوٹوں۔ بارے خدا کا کرنا۔

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ شَيْئًا هَيَّأَ سُبُلَہُ ۚ دُجِبَ إِلَہُ کَیْسِ حَیْرَہُ ارَادَہُ کَرْتَاہِی تُوَاسَ کَہِ اسباب مہیا کر دیتا ہی کیوں بادشاہی رکاب دار اور بٹلر (ساتھی) یوسف کے ساتھ قید میں جائیں اور کیوں اُن کو خواب دکھائی دیں۔ اور کیوں حضرت یوسف سے تعبیر لو چھنے کی ضرورت واقع ہو اور یوں یہ واقعہ قید خانے سے حضرت یوسف کے خلاص پانے کا سبب ہو جائے۔ اُنھوں نے خواب بیان کیے تو حضرت یوسف نے کہا گھبرائو نہیں کھانے کے وقت سے پہلے پہلے میں تم کو تعبیر بتا دوں گا۔ خدا نے مجھ کو اس کا سلیقہ دیا ہی کیوں کہ میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں جو خدا کو نہیں مانتے۔ اور آخر کے منکر ہیں۔ میں اپنے آپائی دین یعنی ابراہیم اور اسحق اور یعقوب کے دین پر ہوں۔ ہم لوگ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ اللہ کا احسان ہی ہم پر اور لوگوں پر ولیکن اکثر لوگوں کا دستور ہے کہ احسان نہیں مانتے، ای باران مجھ میں بھلا سمجھو تو سہی کہ کئی خدا کا ہونا بہتر یا ایک زبردست خدا کا جو سب پر حکم رانی کرے۔ خدا کے سواے تم میں کو پوجتے ہو میں اُن کا نام

نام ہو۔ خدا کے پاس سے تو اُس کی کوئی سند آئی نہیں اور خدا کے سوا دوسرے کو حکم دینے کا اختیار نہیں اُس نے تو یہی فرمایا ہے کہ میری ہی پرستش کرو۔ سچا دین یہی ہے مگر بہتروں کو معلوم نہیں۔ ایسا بارانِ محبتیں تم میں کا ایک آگے چل کر خوابوں کی تعبیر کا بیان ہو تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت یوسف سے پوچھی تو کئی خواب کی تعبیر وہ دوسرا دکھڑے بیٹھے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دکھڑا رسالت کا دکھڑا تھا جو ہمہ وقت حضرت یوسف ؑ کے نصب العین تھا۔ ان کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم لے آجید میں دُونِ مَلٰئِکَہِ الْاِیْلَہِ غَا مِّنَ اللّٰہِ وِیَسٰلَا لَاسْمَ۔ (مجھے اس کے سوا کہیں پناہ ہی نہیں کہ خدا کا پیغام بھنپا دوں اور حق رسالت ادا کر دوں) میں لیں سے ادھر ادھر ہو جاتا ہوں اور اس کی وجہ یہی میری کم مشقی ہے مہارتی۔

جب حضرت عیسیٰ اپنا اظہار دے چکے تو اللہ جل شانہ احکم الحاکمین نے یہ حکم ان خیر صا اور فرمایا کہ آج وہ دن ہو جو سچ بولتا ہے سچ اُس کے کام آئے اور وہ سچ سے فائدہ اٹھائے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری اُمت آپ بہکی۔ تم نے کسی کو نہیں بہکایا۔ تم ہمارے بندے تھے اور بندگی کی شان سے رہے اور اب بھی ہمارے مقبول بندہ ہو۔ یہ باغ جن میں نہریں دوڑ رہی ہیں۔ تم ہی جیسوں کے لئے ہیں یہ نہیں کہ دیکھا بھالا اور رخصت۔ بلکہ تم ہی ان باغوں کے مالک ہو اطمینان کے ساتھ ان میں رہو سہو

چشم مار و شن و دلِ ماشاد

اس کوع کے پڑھنے سے ذہن میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ سے باز پرس کی گئی تو ایسا نہ ہو کہ میں ان بزرگوں سے بھی خدا پرچہ بٹھیکے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ ہماری قبریں شان دار بناؤ۔ اُن قیمتی غلاف اُڑھاؤ پتھے چڑھاؤ۔ روشنی کرو میلے جماؤ۔ دھولک بجاؤ بیچ کر او اور ہماری لہری تنظیم کرو کہ اس میں اور عبادت میں تمیز کرنی مشکل ہو۔ شفاعت کے لئے ہمارے آگے گڑا گڑاؤ۔ اور حاجت کے لئے خدا کے آگے نہیں۔ یہ بزرگ تو حضرت عیسیٰ کی طرح عذر و معذرت کر کے چھوٹ ہی جائیں گے مگر دیکھئے امت پر کیا بنتی ہے۔

یہ ہر وہ اسلام جس کو لوگ منوانا اور یورپ اور امریکہ میں بے جانا چاہتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص جس کے سر پر باغ اور دماغ میں عقل اور عقل میں سلامت ہو ایسے اسلام کو مان سکتا یا ایسے اسلام میں رہ سکتا ہو اور پھر اس زمانے میں۔ وہی تمہارے قادیانی صاحب کی مثل ہوئی۔ مجھ کو تو ان بزرگ کی خدمت میں نیاز نہیں۔ مگر میں نے ان کا وہی تشریف لانا سنا اور یہ بھی سنا۔ خدا جلے غلطیا صحیح کہ اپنے تئیں مسیح موعود کہتے ہیں میں نے تو سن کر یہ کہا تھا کہ آج کو سچ مچ کے مسیح اترائیں تو یہ ایسا طیر صفا اور بڑا وقت ہو کہ ان کو بھی اپنا منوانا مشکل ہو۔ ان بے چاروں کو کون پوچھے گا۔ آخر وہی ہوا کہ اب تو ان کا غل دبا سا گیا۔ لیکن میں مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ یہ نہج پر کا غل آسانی سے دینے والا نہیں۔ اس واسطے کہ یہ شورش کسی ایک شخص خاص کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ اس کا شش بھ شورش سید احمد خاں کی ذات خاص سے پیدا ہوئی ہوئی کی ایک دن ان ہی کے ساتھ مٹی میں دب جاتی۔ ع

ایسا آرزو کہ خاک شدہ

نہیں نہیں۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو زمانہ کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو انگریزی عہداری کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو انگلش ایجوکیشن کی یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو لوگوں کے مخصوص واضطرار کی۔ سید احمد خاں کو اگر اس سے تعلق ہو تو اسی قدر کہ ان کو خدا نے گدہ کی سی آنکھ دی کہ جو بلا آنے والی تھی اور آگئی انھوں نے اُس کو پہلے سے دیکھ لیا۔ پہلے سے ہوتے تو دیکھ کر چپ کر رہے ہوتے ع
خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے

لگے غل بچانے۔ یہ شورش تو تب دے کہ خدا انگریزی عہداری کو غارت کرے اور وہی اگلے وقتوں کی سی گھس گھس پھر ہونے لگے۔ نہ ریل ہو۔ نہ تار ہو۔ نہ ڈاک ہو۔ نہ منی آرڈر ہو۔ نہ ویلپی بل پارسل ہو۔ نہ دیاسالائی ہو۔ نہ چاقو ہو۔ نہ سوئی ہو۔ نہ انگریزی کپڑے ہوں۔ نہ اسن ہو۔ نہ آسایش ہو۔ نہ آزادی ہو۔ نہ حقوق کی حفاظت ہو۔ نہ فریاد کی شنوائی ہو۔ نہ بندوبست ہو۔ نہ انتظام ہو۔ اگر یہ منظور ہو تو میں قرآن کے نفلوں میں کتا ہوں نَعَا لَوَ اَنْدَجْ اَبْنَانَا وَ اَبْنَانُكُمْ وَ نِسَانَا وَ نِسَانُكُمْ وَ اَنْفُسَانَا وَ اَنْفُسُكُمْ وَ نَبَلْ اَنْفُسَانَا وَ نَبَلْ اَنْفُسُكُمْ

لَحْنَةُ اللَّهِ دَاوُدَ اہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی گھر کی بیبیوں کو بلائیں اور تم بھی گھر کی بیبیوں کو بلاؤ اور ہم بھی ہوں اور تم بھی ہو پھر خدا کے آگے گڑ گڑائیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں، نصاریٰ نجران میں سے چند لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں مباحثہ مذہبی کے لیے آئے اور جناب رسول خدا صلعم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تہ دل سے اپنے عقائد کے قائل نہیں ہیں اس پر اپنے ان سے مباہلہ یعنی قسما قسمی کو کہا۔ اور آنحضرت نے اپنے ساتھ حضرت علیؓ جناب تبولؓ اور دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ حسینؓ کو لیا اور فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي (ای پروردگار یہ ہیں میرے گھروالے، لیکن نصاریٰ کھل بھاگے اور قسم کھانے پر رضامند نہ ہوئے۔

قرآن میں تو ہر علیؓ الْكَافِرِ بَيْنَہُمْ کو کنا چاہیے عَلٰی اَهْلِیْ یٰوَرِّیٰ اَعْلٰی الْاَکْثَرِ تُو میں بھی تمہارے ساتھ قسما قسمی کرنے پر راضی ہوں۔ کوئی ایک تو تم میں سے آئیں کہو۔ مگر یہ سمجھے رہنا کہ دن رات میں کوئی نہ کوئی گھڑی قبولیت کی بھی ہوتی ہو ایسا نہ ہو کہ آئیں کہنے کے ساتھ لاہور میں سکھ آکر اپنا عمل دخل کر لیں۔ اور حمایت اسلام کے ممبر جو ہوں کے بلوں میں گھستے پھریں۔ غرض یہ نیچریت کی شورش تو تب دبے کہ انگریزی عملداری اٹھ جائے۔ یا تب دبے کہ مسلمانوں کو کچھ کرنا نہ پڑے اور ان کی دنیاوی حالت آپ سے آپ درست ہو جائے۔ مگر یہ توشیح چلی کے سے منصوبے ہیں نہ انگریزی عملداری کے اٹھنے کی کوئی صورت ہو اور نہ اٹھے گی۔ اور مسلمانوں کو اپنی دنیاوی حالت کے مزاج کو اصلاح بلانے کے لیے آج کے آج اور کل کے کل چار و ناچار انگریزی تعلیم کا مسہل لینا پڑے گا۔ علی گڑھ کا لچ کا مسہل لیں تو اور حمایت اسلام کا مسہل لیں تو۔ وہ جلیپ یا کسٹریل کا جلاب ہو۔ اور یہ تمہارا ویسی المٹاس۔ اب جس کو جو بچے بہتر ہو کہ یہ المٹاس کا جلاب تیار ہو۔ آنکھیں میچ کر پی بھی جاؤ۔ شاباش شاباش۔ وہ پی لیا وہ پی لیا۔ اب ذرا طبیعت کو میری باتوں میں مشغول کرو کہ جلاب ابھی طرح اتر جائے لیکن جن کی ٹوکان سے جلاب بندھ کر آیا ہو یعنی انجمن حمایت اسلام کے سکریٹری منشی شمس الدین صاحب دست جلاب کے دام بھی مانگ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں لکچروں کی اصلی شیرخشت اور نظموں کی ترجمین قیمتی درائیں ہیں تو بھائی مانگیں سو دو۔ بلا سے روپیہ ہاتھ کا میل ہو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے تو بہتر کہا لو گے۔

سوطھواں لکچر

جوا جلاس مشتم محمد ن ایجوکیشنل کانفرنس

منتقدہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں بمقام علی گڑھ دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہ ہو چکنے پر آیا ماہ دسمبر
بندھا ہی تشرل ترقی کا چکر
کہ ہی بھ بھی اک رسم دنیا مقرر
سنجھل جاتے ہیں لوگ کھا کھا کے ٹھوکر
ہلالوں کو بنتے ہوئے بدر انور
بزرور طبیعت درخت تنادر
کہ اسلام کو ہو بحالی مکر
اگر ہو تو جانو ہوئے موم پھر
تو جانو لگا بننے اُٹا سمت در
زمان وزمین بید کی طرح تھر تھر
دم نعرہ ذکر اللہ اکبر
جدھر آنکھ اٹھائی مالک مسخر

پھر آخر ہو اسال خورشید خاور
لگا روز آہستہ آہستہ بڑھنے
مسلمانوں پر صادق آئے تو جانیں
اچھل آئے ڈوبے ہوئے کتنے بڑے
ہم ان اپنی آنکھوں سے دیکھا کیے ہیں
ہوئے ہیں بہت دائرے حقیقت
ولیکن بظاہر توقع نہیں ہو
اگر ہو تو سمجھو کہ جی اٹھے مردے
تو سمجھو ہوا خرق عبادت محقق
گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے
بت و برہمن کی زبان پر تھا جاری
جدھر رنج کیا سلطنت زیر فرمان

یہ حاکم ہر اک شخص ان کی رعیت
 زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے
 یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی
 طبیعت میں ہر ایک کے غم گساری
 خدائے عجب نے دل دیئے تھے کہ جن میں
 اگر صبح کو لڑیئے بھائی بھائی
 کبھی رونق افزائے بزم مسرت
 لڑائی میں ایک ایک دس دس پہ بھاری
 لگلیں دشمنوں کے تئیں ہو کے چھڑے
 بھگایا ہی اعدا کو یوں غازیوں نے
 خدا اور رسول خدا اُن کے حامی
 ہلا ڈالی بنیاد ایوان کسری
 پر اس سے کہ داد کو تخرم ہوا تھا
 بڑوں نے لپیٹے ہوں شال در دو شاہ
 ہے ہوں گے اگلے خزانوں کے مالک
 ہمیں مر گئے جب کہ فاقوں کے مارے
 خدائی بدل جائے والد بالمد
 مگر کیا کیا جائے آخر تو دل ہی
 پگھلتا ہی دیکھے سے درد مصیبت
 خصوصاً وہ دل جس کو سینے میں اپنے

یہ آفت تمام آدمی ان کے نوکر
 یہی سب میں فائق ہی سب میں
 نہ مدد قابل نہ ثانی نہ ہم سر
 مزاجوں میں سب کے شرافت کا جوہر
 کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمحل
 تو پھر شام تک ہو گئے شیر و شکر
 کبھی مرد میدان و سالار لشکر
 شہیدان بدر و شجاعانِ خیبر
 اگر پھینک دیں بے کے مٹھی میں کنکر
 اڑا کر ہوا جیسے لے جائے پھر
 کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر
 رگزدی پکڑ گردن ملک قیصر
 بھلا بھوکے پوتوں کو سیری ہو کیوں کر
 میسر نہیں اُن کی تسلوں کو دھو تر
 ہمیں ایک پیسا ہی کبریت احسب
 بزرگوں کے کٹ کٹ کے نکلے فرغ
 اگر ہم سنور جائیں اتنے بگڑ کر
 سر لیج التاثر نہ لو مانہ پتھر
 اذیت سے ہوتا ہی بے چین و مضطرب
 بے بیٹھے ہیں یہ بزرگ مسر

لگایا تھا اک باغِ ثنائی نے ان کے
 بکثرت ریاحین و گلہائے رنگین
 درختوں پہ پھل اور پھلوں پہ پرندے
 ہوئے ہیں مگر چھپے سنتے سنتے
 ہر اک قطعہ بھولوں کے تختے کے تختے
 تعالیٰ المد فواروں کی سر بلندی
 فواکہ اگر کھائے رزق طیب
 سُننے ہوں گراوصافِ جنت کے تم نے
 نظر لگ گئی بھولتے پھلتے اُس کو
 اب اُس کی یہ نوبت ہوئی ہو درین
 نہ سبزہ نہ سایہ نہ اک قطرہ پانی
 جہاں لغزِ خواں جھنڈ تھے طائروں کے
 الہی وہ کیا ہونگئیں سب بہاریں
 جہاں وہ گئیں یہ تمنا بھی جائے
 خزاں ہو تو جائے شکایت نہیں ہی
 مگر یہ تباہی اور اتنی تباہی
 نہ ہو حقِ ماتم ادا اس الم کا
 مگر صرف رونا ہی رائیوں کا شیوہ
 یہ مردوں میں ای و امی اور ہائے کیسی
 بہ تھیم ہمت کمر چست پاندھو

کئی سو برس تک رہا تازہ و تر
 با فراطِ شمشاد سر و سرور
 زمین پر دھڑے دیتی ہیں ٹہنیاں سر
 شب و روز صبح و مسا گوش گل کرٹے
 ہر اک حوضِ پانی کی چادر کی چادر
 کہ قطرے بنے انجمِ چرخِ جنبر
 شگوفے اگر سونگئے مشک و عنبر
 اُسی کا نمونہ تھا روئے زمیں پر
 حوادث کی پیہم چلی بادِ صرصر
 کعبِ دست میدان ہی جیسے کلر
 نہ لطفِ تفریح نہ لطفِ تیجِ منظر
 پڑھے ہیں وہاں منتشرِ مشتاک پر
 مزین ہیں جن کے بیانوں سے دفتر
 کہ ہم بھی انھیں دیکھتے اک نظر بھر
 کہ ہر باغ کے واسطے ہی مفت در
 اور ایسی تباہی ہی اک امرِ آخر
 اگر روئے تاقیہ مست برابر
 کہ اُن کو مناجاتِ حالی ہو از بر
 کہ بیٹھو منغص اور اٹھو مکر
 ذرا دل کو مضبوط رکھو برادر

الحمد للہ علیٰ ما لا یحصى ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

خدا کے لئے کوئی صورت نکالو
مسلمان فاقوں سے مرتے نہ پائیں
اگر تم میں ہر مرد می اور مرد ست
جو تم کو حیثیت ذرا چھو گئی ہو
سہارا لگاؤ علی قدر طاقت
جو سر کو تو منڈل پہنچو ہی پھینچو
بہت سوچکے کھوچکے اب تو جیتو
کوئی حد بھی ہو بدگسائی کی آخر
سنا بھی کرو گوش دل سے نصیحت
جو دنیا و دین میں ہو ایسا مخالف
تو تم کس طرف کے ہوئے منہ سے پھوٹو
کوئی بات ہو اُس میں دیں کے اڑ گئے
یہ دنیا میں رہنے کے لچن تھیں ہیں
مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہی
ضوابط یہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے
یہ طامات و دعویٰ ہیں ہو کے کی سی
پڑے کیا ہو سیکند مذہب کے پیچھے
دے گر کے دنیوی فائدے کی
سیادت کا دعویٰ اور امت کا دشمن
اُسی باغ کو جڑ سے کاٹے اُجاڑے
جو کیئے کوئی بات ایسی تو کیئے

بتاؤ کوئی ایسی تدبیر مل کر
کہ اب ان کی حالت ہو بدتر نکھتر
اگر کچھ ہو پاس خدا او ہمیشہ
اگر تم پہ چلتا ہو غیرت کا منتر
اسی طرح اٹھتے ہیں لوگوں کے چھپر
بیشیر طیکہ ان کو کرو اپنا رہبہ
کہاں تک کرو گے ستم اپنے اوپر
ارے ظالموں! خیر خواہوں سے بدتر
کہ سوئے مظنہ ہو ممنوع مُتکر
کہ یہ جائے دکھن تو وہ جائے اُتر
کشاکش میں دونوں کی مجبور مضطر
کوئی کام ہو اُس میں مذہب کی پیچر
اٹھاؤ چلو تہ کرو اپنا بستر
دکھائے کوئی کر کے برزخِ عیبر
نہ بد سے نہ بدلیں الیٰ یومِ محشر
اگر زہد ہی بھی تو زہدِ مزور
سنو جی یہ کافر سہی بلکہ الکفر
تو کیا ضد سے کر لو گے تقصاں سراسر
ہمیں تو نہ آیا نہ آئے گا باور
کہ جو باغ ہو اس کی میراثِ مادر
کہ دائر ہو امکانِ عقلی کے اندر

نہ ایسی کہ سن کر جسے گڑبے بھٹ پڑھا ہو گا قرآن میں روزِ آخر میں خدا کو بھی سمجھے ہو کیا اپنے دل میں ویا اُس کے ہاں بھی کوئی کونسل ہو اُسے رائے لینے کی تم سے ضرورت پڑی کیا پرائی تم اپنی نبیؐ و ہر ایکے راہبر کا رے ساختہ	نکل جائے کستوں کا دب کر چومر کریں یہ تو تم کیوں بھرو اُس کا کفر کہ حج ہو سشن حج تم اُس کے اسیر تم اُس کو نسل کے اراکین و ممبر خدا ہو کے محتاج تعلیم دیگر فُکُلٌ دَهِينٌ وَّكُلٌّ مِّنْ سَرُوهٖ میل آن اندر ولس انداختند
--	---

اب ہم اسرار الہی کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔

اگر ایک سرِ نمونے برتر پر م

فسر و غ تجلی بسوز و پر م

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَوُودٌ الْوُتْدُ رَهْنٌ قَيْدُ هُنُونٍ یہ لکڑا ہو قرآن مجید کی ایک آیت کا جو سورہ ن میں واقع ہو وود دَا
کا مادہ ہو وود اور اسی سے ہو مود ووداد مثلثہ جس کے معنی ہیں دوستی محبت رغبت خواہش
میلانِ خاطر و امثالہا تَدُ هِنْ اَوْرِيْدُ هُنُونٌ دونوں باب اِدْهَانٌ سے ہیں اور اُس کا مادہ ہر
دُهْنٌ جس کے معنی تیل کے ہیں اور چوں کہ تیل کا خاصہ ہو چکنا ہٹ۔ اِدْهَانٌ اور مداہنت کے
معنی ہیں نرمی ملاہنت و وود اَوْرِيْدُ هُنُونٌ کی ضمیریں راجع ہیں کفارِ قریش کی طرف اور
تَدُ هِنْ خطاب ہو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو وود و الْوُتْدُ هِنْ قَيْدُ هُنُونٌ
کے معنی ہوئے کہ وہ پیغمبر کفارِ قریش چاہتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ نرمی اختیار کرو تو وہ بھی تمہارے ساتھ نرمی اختیار کریں قرآن میں
اس کی صراحت نہیں ہو کہ کفارِ قریش پیغمبر صاحب سے کس طرح کی نرمی چاہتے تھے۔ اور نہ اُس نرمی کا

لے کُلٌّ دَهِينٌ اشارہ ہو کُلٌّ اَمْرٌ بِمَا كَسَبَ دَهِينٌ کی طرف اور کُلٌّ مِّنْ سَرُوهٖ سے مراد ہر
کُلٌّ مِّنْ سَرُوهٖ لِمَا خُلِقَ لَہٗ - ۱۲۔

مذکورہ جس کے کرنے پر کفار قریش آمادہ تھے۔ اس کا پتہ چلتا ہی احادیث سے سیر سے۔ اس بارے میں بڑی لمبی حدیثیں نظر سے گزری ہیں۔ اور توضیح مطلب کے لئے ان کے منانے کو بھی جی چاہتا ہو۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ کتنے مسلمان عربی سمجھ سکتے ہیں اور جو سمجھ سکتے ہیں۔ ان میں کتنے ہیں جو عربی سن کر خوش ہوتے ہیں۔ یہ جو میں کھڑا ہوں حاضرین پر نظر کر کے کھڑا ہوں جو تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں میں منتخب اور سربراہان ہیں۔ درجہ عام مسلمانوں کے شمار کی رو سے بلکہ خواندہ مسلمانوں کی شمار کے رو سے بھی مجھ کو کنا چاہیے کہ ایک مسلمان بھی عربی داں نہیں کیوں کہ کوئی چھوٹی سی کسر ہوئی بھی تو وہ کس گنتی میں جنہوں نے برٹش انڈیا کے زمانہ جاہلیت میں یعنی ۱۸۵۷ء کے غدر سے پہلے یہ نادانی کی۔ اور انگریزی عملداری کے لحاظ سے طالب دنیا کے حق میں عربی کے حاصل کرنے کو نادانی کے سواے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ غرض جنہوں نے ۱۸۵۷ء سے پہلے عربی حاصل کی تھی اور ان میں ایک کم سواد سا کٹھ ملا میں بھی ہوں۔ یہ خیال ہے کہ ایسے سب لوگ افسوس کرتے ہیں کہ کیوں ہم نے عربی جیسی بے کار چیز کے پیچھے اپنا وقت ضائع کیا۔ اور غدر کے ادھر چلوں ہی سا چر چا عربی کا دیکھتے ہو۔ ان میں مدرسے کے پڑھے ہوؤں کو تو میں کچھ عربی داں سمجھتا و مجھتا نہیں۔ اور وہ بیچارے عربی داں ہو بھی کیسے سکتے ہیں۔ کسی بڑی ہمت کی عربی کو سکند لیکو عج کے طور پر اختیار کر لیا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی عربی جانتے ہیں اور کیسی عربی جان سکتے ہیں۔ فرسٹ اور سکند کیسی میاں ساری عمر عربی مدی اولی لکھیج رہی اور آئی تو اتنی ہی آئی کہ یوں تنہائی میں شاید صفحے کے صفحے اپنے دل میں گھڑتا چلا جاؤں مگر اچانک کسی عرب سے بات چیت کرنے کا اتفاق ہوتا ہی تو پہلے ہی جملے میں سٹی بھول جاتی ہو۔ دوسری خط قلم بدوا شستہ نہیں لکھ سکتا۔ سبب کیا؟ بے ہمارتی۔ اور عدم مراولت۔ یہ ہیں زمانے کے خلاف کوشش کرنے کے نتیجے۔ عربی تو سوائے کتابوں اور پڑانے کھنڈروں اور قبروں کے کتبوں کے اور کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور نہ سوائے نماز کی اس کی کہیں آواز سن پڑتی ہو مگر ہاں انگریزی ہے کہ ریل پر سوار ہو گاڑی گاڑی اور اسٹیشن کے دروازے دروازے پر انگریزی دیا سلائی کے کیس پر

انگریزی۔ سوت کی چپک پرائیگری جی ہاں پرائیگری۔ مقرر اس پرائیگری۔ کپڑے کے تھانوں پر گری
 کہ نہ دیکھو تو دیکھو اور نہ سنو تو سنو۔ عربی ہماری ملکی زبان نہیں۔ دنیاوی کوئی حاجت اس پر بند نہیں
 پھر مہارت اور مزاولت ہو تو کیوں کر ہو۔ شکر ہے کہ سنسکرت اور لٹین جیسی تو نہیں کہ روئے زمین
 سے ناپید ہو گئی ہو۔ مگر اپنے حساب سے تو عربی بھی ڈو لینگوئج (زبانِ مردہ) ہی ہے اگر دین اسلام کا
 سہارا نہ ہو تا تو الحمد اور الحمد کے اختلافات کبھی کے کل کھڑے ہوئے ہوتے۔ اتنا غنیمت ہے کہ کتابِ السعدی
 نیز۔ کتاب الرسول یعنی حدیث عربی ہے۔ نماز عربی ہے۔ اور ان شاء اللہ جنت میں بھی ہم حم جن کو عربی
 آتی ہو وہ اور جن کو نہیں آتی وہ سب عربی ہی بولیں گے۔ ورنہ ہندوستان میں اور انگریزی عملداری
 میں عربی ایسی ہی بے جوڑ ہے جیسے امریکا اور یورپ میں اشاعتِ اسلام مجھ میں ایک یہ بڑا
 سخت عیب ہے کہ تسلسلِ سخن قائم نہیں رکھ سکتا۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ مباحثت کے متعلق جی چاہتا ہے
 کوئی حدیث پڑھ کر سناؤں۔ مگر پہلے ہی جی بٹھا ہوا ہے۔ بادلِ ناتواستہ کچھ پڑھا بھی تو پڑھنے والے
 کا پڑھنا بے لطف اور سننے والوں کا سننا بدمزہ۔ مگر مباحثت کا مطلب تو بیان کرنا ضرور ہے۔
 ایک مختصر سی حدیث اس بار سے میں یہ ہے اِنَّ نَاسًا مِنْ قُرَیْشٍ اجْتَمَعُوا فِيْهِمْ اَبُو جَهْلٌ بَنُ هَشَامٍ
 وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ الْمَطْلِبِ وَالْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَعْنُوثٍ فِيْ نَفَرٍ مِنْ مَشِيْحَةِ قُرَیْشٍ
 فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لِنُطْلِقُوا بِنَا اِلَى اَبِيْ طَالِبٍ فَلْيَكَلِّمْهُ فِيْهِ فَلْيَنْصِفْنَا مِنْهُ فَلْيَكَلِّفْ عَنْ شَيْءٍ
 اِلَهِتِنَا وَنَدْعُهُ وَالْاِهَۃَ الَّذِيْ يَعْبُدُوْنَ اَفَا تَاْتَاكَ اَنْ يُّمُوْتَ هَذَا الشَّيْءُ فَيَكُوْنُ مِنْ اِلَهِۥ شَيْءٌ
 فَتُعِزِّرُنَا بِهٖ الْحَرَبُ يَقُوْلُوْنَ تَرَكُوْهُ حَتّٰى اِذَا مَاتَ عَنْهُ تَنَآوَلُوْهُ فَبَعَثُوْا رَجُلًا مِنْهُمْ سُوَيْبًا
 الْمَطْلِبُ فَاَسْتَاذَنَ لَهُمْ عَلٰى اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ هُوَ لَا مَشِيْحَةَ قَوْمِكَ وَسَرَّاهُمْ يَسْتَاذِنُوْنَ
 عَلَيْكَ قَالَ اَدْخِلُوْهُمْ فَلَمَّ اَدْخَلُوْا عَلَيْهِمْ قَالُوْا اَبَا طَالِبٍ اَنْتَ كَبِيْرُنَا وَسَيِّدُنَا فَانْصِفْنَا
 مِنْ اَبْنِ اَخِيْكَ قَسْرًا فَلْيَكَلِّفْ عَنْ شَيْءٍ اِلَهِتِنَا وَنَدْعُهُ وَالْاِهَۃَ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ اَبُو طَالِبٍ
 فَلَمَّ اَدْخَلَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ يَا اَبْنِ اَخِيْ هُوَ لَا مَشِيْحَةَ
 قَوْمِكَ وَسَرَّاهُمْ وَقَدْ سَاَلُوْكَ اَنْ تَكَلِّفَ عَنْ شَيْءٍ اِلَهِۥہُمْ وَیَدْعُوْكَ دَاۤءِلَہَا قَالَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَاعِزًّا فَلَا أَدْعُوهُمْ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَهُمْ قَالَ عَلَى تِلْكَ تَعْلِيمُهُمْ
 قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَدْعُوهُمْ أَنْ يَتَكَلَّمُوا بِكَلِمَةٍ تُدِينُ لَهُمْ بِهَا
 الْعَرَبُ وَيُمْلِكُونَ بِهَا النِّجْمَ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ مَا هِيَ وَأَيْتِكَ كُنْتُمْ بِهَا دَعَا
 أَمْثَلَهَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَقُولُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَرُّوا وَقَالُوا سَلْنَا غَيْرَهَا
 قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ حِثُّنَا بِالشَّمْسِ حَتَّى تَضَعُوَهَا فِي يَدَيَّ مَا سَأَلْتُمْ
 غَيْرَهَا فَقَالُوا مِنْ عِنْدِكَ غَضَبَانَا وَقَالُوا وَاللَّهِ لَنَشْتَمَنَّكَ وَالْهَكَ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا
 وَالْإِطْلَاقَ الْمَلَأَ مِنْهُمْ أَنْ أَمْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى الْإِيْتِكُمْ إِنَّ هَذَا الشَّيْءُ يُرَادُ اسْ حَدِيثُ كَا
 حاصل مطلب یہ ہے کہ رؤسائے قریش نے جمع ہو کر مصیحت کی کہ چلو ابوطالب پاس چلیں اور ان سے چل کر
 درخواست کریں کہ تمہارے بھتیجے صاحب ہمارے جو دوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس کا انصاف آپ کے
 ہاتھ ہی ایسا ہو کہ یہ گالیاں دینے سے باز رہیں۔ اور ہم بھی اُن سے اور اُن کے خدا سے متعزز نہ ہوں۔
 چنانچہ سب لوگ ابوطالب پاس گئے اور اپنا بد عا ظا ہر کیا انھوں نے پیغمبر صاحب کو بلا کر کہا بھتیجے یہ
 لوگ تمہاری قوم کے سردار ہیں اور تم سے اتنی بات چاہتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو بُرا نہ کہو تو یہ بھی
 تم سے اور تمہارے خدا سے دست بردار رہیں پیغمبر صاحب نے کہا تو کیا چچا جان آپ کی یہ مرضی ہے
 کہ میں ان کے فائدے کی بات بھی ان سے نہ کہوں۔ ابوطالب بولے آخر وہ کیا بات ہے پیغمبر صاحب
 نے فرمایا میں ان سے ایسے دو انچھر کھلانے چاہتا ہوں جن کی برکت سے کیا عرب کیا عجم سب ان کے
 مطیع ہو جائیں سن کر ابو جہل بول اٹھا وہ کون سے دو انچھر ہیں۔ اگر ان میں ایسی برکت ہے تو وہ نہیں
 بیس کئے کو ہم طیار ہیں۔ آپ نے فرمایا بس وہ انچھر ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، یہ کہنا تھا کہ سب کے سب
 بکھرے اور لگے کہنے یہ نہیں اس کے سوا کوئی اور بات کہئے آپ نے فرمایا تم روٹھو یا بگڑو بیس
 میں تو یہی ایک بات چاہتا ہوں۔ اور اگر آسمان سے آفتاب کو اٹھا کر میری ٹھکی میں کھو دو تو بھی میں
 دوسری بات کہنے والا نہیں۔ اس پر سب کے سب خفا ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے بخدا ہم
 تم کو گالیاں دیں اور تمہارے خدا کو گالیاں دیں تو سہی۔ اس حدیث کے متعلق عجیب ایک ذرا سی بات

جملہ معترضہ کے طور پر کہنی ہو کفار قریش کو گالیوں کی شکایت تھی تو کیا واقع میں پیغمبر صاحب اُن کے
موجودوں کو گالیاں دیا کرتے تھے حاشا و کلا پیغمبر صاحب کی لائف نہایت شرح و بسط کے ساتھ
لکھی ہوئی موجود ہو اور پیغمبر صاحب کا کوئی قول کوئی فعل اس سے چھوٹے نہیں پایا حتیٰ کہ پرے
تک کی باتیں لوگوں نے قلم بند کر دی ہیں اور اس کی تردید ہوئی ہو کہ پیغمبر صاحب کی لائف کو لوگ
دین دارانہ زندگی کا نمونہ بنانا چاہتے تھے تاکہ اُس کی تقلید کر سکیں۔ اور ایسی کاوش کے ساتھ
واقعات کی تفتیش کی گئی ہو کہ از آدم تا اس دم کسی شخص کے ایسے تفصیلی حالات معلوم نہیں پیغمبر
صاحب کی لائف کو بالاستیعاب پڑھو اور بار بار پڑھو اور موافقت اور مخالفت دونوں سے قطع نظر
کر کے پڑھو تو ضرور تمہارا دل اندر سے گواہی دے گا کہ اس طرح کی بے دلغ بے لوث پاکیزہ اور
مقدس زندگی پیغمبر کے سوا کسی بشر سے ہو نہیں سکتی۔ میں نے جو پیغمبروں کی طرف سے اپنے
دل کو مطمئن کیا ہے تو اُن کی لائف ہی سے کیا ہے مثلاً حضرت یوسف ہی کو۔۔۔ عام مسلمانوں کا
یہ خیال ہو کہ ان کی پیغمبری کا ثبوت تھا اُن کا حسن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ پد بیضا داری	انچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری
--------------------------------	------------------------------------

بے شک میرے نزدیک کوئی پیغمبر کہ یہ المنظر مبعوث نہیں ہوا اور چاہیے بھی تھا کہ نہ ہوتا کہ لوگ نہ تو
اُس سے وحشت و نفرت کریں اور نہ اُس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ مگر حسن صورت کو کسی پیغمبر کا
معجزہ قرار دینا ہم تو ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں۔ لوگوں کو گرویدہ حسن یوسف ہونے کا اختیار ہے
میں تو حضرت یوسف کی تین اداؤں کا فریقہ ہوں۔ ایک تو اُن کا امرأۃ العزیز سے کہنا اِنَّکَ رَکِبْتَ
اَحْسَنَ مَثْوًی۔ کہ عزیز میرا آقا ہے اور میرے ذمے اُس کے حقوق پرورش ہیں مجھ سے ایسی نہ کہ
حرامی نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف کی طبیعت میں اعلیٰ درجہ کی احسان شناسی
اور مروت کی صفت ایسی راسخ تھی کہ کوئی ترغیب اُن کو متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ہی یوسفؑ کی
پیغمبری کی ایک شناخت۔ یا اُن کا ایک معجزہ۔ دوسرے حضرت یوسف کا بھائیوں سے کہنا۔
لَا تَارِبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِ۔ مجھ کو تم سے کچھ شکایت نہیں۔

میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ خدا بھی تمہارا قصور معاف کرے۔ یہ ہر غفور بعد القدرت۔ یہ ہر صلہ رحم۔ یہ ہر پاس اخوت تیسرے یوسفؑ کی آخری تمنا توفیٰ مسلماً والحقنی بالصالحین یوسفؑ نے سلیمانؑ کی طرح نہیں کہا تھب لیٰ ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی اور اگر یوسفؑ نے ایسا کہا ہوتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیوں کہ وہ غلامی اور قید کی مصیبتیں میں جھیل کر سلطنت پر پہنچے تھے۔ اور ان کو سلطنت زیادہ عزیز ہونی چاہیے تھی۔ لیکن خدا کا بندہ فرماں بردار رہ کر دنیا سے اٹھ جانے اور اللہ کے نیکو کار بندوں میں جانشاں ہونے کو وہ سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جس سے کمال عبودیت ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت باتیں ہیں جن کو میں حضرت خاتم النبیینؐ کی لائف میں لکھوں۔ از انجاء علم وانکسار عجز و تواضع چشم پوشی و در گزر تہذیب و شائستگی۔ نرمی۔ ولینت۔ پیغمبر صاحب کو بہت کثرت سے غیظ و غضب کے مواقع پیش آتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی پرغاش کی وجہ سے لوگ اُن کو طح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے کبھی کبھی بشرے پر غصہ کے آثار کا مترتب ہونا تو کتابوں سے ثابت ہے۔ مگر کسی دشمن نے جھوٹوں بھی بدزبانی اور سخت کلامی اور درشتی کا الزام نہیں دیا اُن کی ہدایت تھی۔ اذ قع بالقی ہی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کا تہ ولی حمیم و ما یلقھا الا الذین صابروا و ما یلقھا الا ذو حظ عظیم لا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدا بغیر علیہ حضرت کے خادم انسؓ نہ گواہی دیتے ہیں کہ میں نے یس برس حضرت کی خدمت کی۔ اس اثنا میں خدمت کے متعلق میرے کسی فعل پر اُن حضرتؐ نے اعتراض نہیں فرمایا یعنی میں نے کوئی کام کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ اور کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں کیا۔ اور حالانکہ حضرت انسؓ اُن دنوں لڑکے تھے نو عمر

۱۵ موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں ۱۶ بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ نہ چاہیے کسی کو میرے پیچھے ۱۷۔

۱۸ جواب میں تو کہ اُس سے بہتر پھر دیکھے تو جس میں تجھ میں دشمنی ہے جیسے دوست ہوتا ہے والا اور یہ بات ملتی ہے انھیں کو جو سہا رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُس کو جس کی بڑی قسم ہے ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳

اُس حضرت کسی کام کو بھیجتے۔ اور یہ جیسے لڑکوں کا قاعدہ چھیل میں لگ جاتے۔ ایک یہودی کا آپ پر قرض آتا تھا۔ اُس نے ایسی سختی سے تقاضا کیا کہ صحابہ کو ناگوار ہوا تو آپ نے فرمایا اِنَّكَ لَصَاحِبُ الْحَقِّ مَقَالًا ایک یہودی نے اکر السلام علیکم کہنے کے عوض دبی زبان سے السَّامُ عَلَیْكَ کہا اور سام کے معنی ہیں موت تو اُس نے دعا کے بدلے بدو عادی حضرت تو عَلَیْكَ کلمہ کو خاموش رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنہوں نے کہا عَلَیْكَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ جناب رسول خدا ناخوش ہوئے اور زجر فرمایا۔

61144

مال غنیمت میں سے ایک چادر گم ہو گئی۔ کسی بلفس نے کہا پیغمبر صاحب نے لی ہوگی۔ تو آپ کیا فرماتے ہیں خدا مجھ کو رسالت کے لئے امین سمجھے اور میں ایسی ادنی چیز پر نظر کروں وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغْلُلَ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ بِمَا غُلَّ یَوْمَ الْقِیَمَةِ قصہ افک سے بڑھ کر بھی کوئی بات ہوگی اور مسطح نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان ہی کا دیا کھاتے تھے۔ اس نالایق بات کو شہرت دی تھی۔ ابو بکر اُن کی اعانت سے دست کش ہو بیٹھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا یَأْتِلْ اَوْ لَوْ الْفَضْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقَرْبٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْمُهَاجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْیَتٰمٰی وَاصْلَحُوا لَا تَحْبُبُوْنَ اَنْ یَّعْبُدَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ مجھ کو تو پیغمبر صاحب کی نبوت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صدیقیت پر ایمان لانے کے لئے بس یہی ایک آیت بس کرتی ہو۔

غرض پیغمبر صاحب کی بربداری اور تہذیب تو اس درجہ کی تھی کہ اپنی زبان سے برا کہنا کیسا وہ اس کو بھی جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کے دشمن سے دشمن کو بھی کوئی ان کی طرف سے سخت بات کہے۔ پس ہونہ ہو وہ سب دشمن جس کی شکایت کفار قریش ابو طالب پاس لے کر لے صاحب حق جو کچھ کہے اُن پر یا ہوا ۱۲؎ اور یہی سے خیانت نہیں ہو سکتی اور جو کوئی خیانت کرے گا قیامت کے دن اُسی چیز کو لاف کرے گا ۱۲؎ اور قسم نہ کھا دیں بڑائی واسے تم میں اور کشائش واسے اس پر کہ دیویں ناطے والوں اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑتے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہتے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہر مہربان ۱۲؎

گئے تھے وہ اس قسم کی باتیں تھیں **يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلُ فَاثِمَةَ عَوَالِهَ** **إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ**
مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ اللَّهُ ذُبَابًا شَيْئًا لَا يَسْتَفِيدُوا مِنْهُ
ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ**
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حُصْبَ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ لَوْ كَانَ هُوَ اللَّهُ الْهَادِمُ مَا دَرَسُوا هَدًى
لَوْ كُنْ فِيهَا خَلِدُونَ لَهُمْ فِيهَا زُفَيْرٌ وَهُمْ فِيهَا لَا يُسْمَعُونَ۔ ضرور یہی باتیں تھیں جن کا بتنا کرنا بے
 کے لیے ایڈووکیٹ کو کلر ٹور کیسلیٹ (اپنے بیان شکایت کو رنگ مبالغہ دینے کے لیے) سبب شتم
 سے تعبیر کیا۔ پس مد اہنت جو پیغمبر صاحب سے چاہی جاتی تھی یہ تھی کہ بتوں کو عاجز و مجبور و جہاد کنے سے
 فی زعم مقتدیہم ان کی توہین ہوتی ہو۔ پیغمبر صاحب اس سے باز آئیں۔ یا بعبارت دیگر خدا سے واحد
 کی منادی جس کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے بتدکریں۔ یا بہ تغیر الفاظ منصب رسالت چھوڑ
 بیٹھیں۔ یا دوسرے پیرایہ میں اُس وقت کے ادیان باطلہ میں سے کسی دین میں رہیں۔ پس یہ
 مد اہنت کا ہے کو تھی۔ کفار قریش پیغمبر صاحب سے اقبال دعویٰ داخل کر کے اپنے حق میں گری
 چاہتے تھے مع خرچہ۔ اچھا تو اس مد اہنت کے بارے میں خدا نے پیغمبر صاحب کو کیا حکم دیا۔ درخواست
 مد اہنت کو دو مانعوں کے بیچ میں رکھا۔ پہلے فرمایا **فَلَا تُطِيعُ الْمُكْذِبِينَ** اور پھر **وَالْوَثْدَهُنَّ**
فَقَدْ هُنَّ سے درخواست مد اہنت کا بیان کر کے ارشاد کیا **وَلَا تُطِيعُ كُلَّ حَلَّافٍ يَهْدِي هُمَا**
مَشْجَاعٍ **بِغَيْرِ مَعْتَدٍ** **أَتَيْمٌ غُلِيْلٌ** **بَعْدَ ذَلِكَ رَأَيْمٌ** **قُرْآنِ** **يُنْجَا** **كَافِرُونَ** کی جو ہندست ہی مگر وہ
 غلے ہیں تو یہ گریپ ہی میں چاہوں تو اس مضمون کو اتنی وسعت دے سکتا ہوں کہ تمام وقت جو میرے لیے
 ۱۵ ای لوگو ایک کما دت کی ہو کسی کان رکھو جن کو تم کو پوجتے ہو اللہ کے سوا ہرگز نہ بنا سکیں ایک کبھی اگرچہ سارے جمع ہوں اور اگر
 کچھ عین سے ان سے کھی نہ لے سکیں وہ اُس سے بے لور اڑی جاہنے والا اور جس کو چاہتا ہو اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی اُس کی قدر
 ہو بے شک اللہ زور آور ہو زبردست ہو ۱۲؎ تم جو کچھ پوجتے ہو اللہ کے سوا جھوٹا ہو دوزخ میں تم کو اُس پر بھیجا ہو اگر ہوتے
 یہ لوگ شکار نہ بننے اور سارے اس میں پڑے رہیں گے ان کو وہاں چلانا ہو اور وہ اس میں بات نہیں سنتے ۱۳؎ اور کما زمان
 کسی قسم کھانے والے بے قدر کا طبع دینا اور چٹنی کرنا پھرنا بھلے کام سے روکنا حد سے بڑھنا بڑا گنہگار ۱۲۔

مقرر ہو اس ایک آیت۔ اور آیت بھی نہیں جزو آیت میں تمام ہو جائے جب میں جانتا ہوں کہ لوگوں کو سوائے خاموش بیٹھے سنتے رہنے کے اور کچھ چارہ نہیں تو رطب و یابس جو کچھ مونہ میں آئے کتنا چلا جائوں مگر یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے اب تک کہا اُس کو اس مجمع سے اس تقریب سے اس ہال سے مناسبت کیا؟ ہاں تو مناسبت یہ ہو کہ میں کئی کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے بزرگ سرسید نے ماہنت کی پالسی اختیار کی ہو اور اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سرسید اگر مذہب کی کرید نہ کرتے تو وہ لوگوں میں زیادہ مقبول ہوتے اور علی گڑھ کا کالج بھی کالونیوٹی ہو گیا ہوتا۔ مجھ کو اس رائے سے اتفاق نہیں میرا خیال یہ ہے کہ اگر مذہب کی کرید نہ ہوتی تو سرسید کو کوئی پوچھتا بھی تو نہیں کہ کدھر رہتے ہیں۔ اور یونیورسٹی ہونا تو درکنار علی گڑھ کا لچ حقیقہ لوور سکول ہی میں پڑا سڑتا۔ سرسید کے مقبول و مردود ہونے کی تو میں جانتا نہیں مگر یہ جو کچھ ہوا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے اور بہت کچھ ہونے کی امید ہے۔ یہ سب متفرع ہے اس پر کہ سرسید نے مسلمانوں کے اصلی مرض کو دریافت کیا۔ اس کے اسباب تحقیق کیے اور آخر کار ازالہ سبب کے قاعدے کے مطابق علاج شروع کیا۔ علاج تو ٹھیک ہے۔ اور بیمار کی حالت میں افادہ بھی ہے۔ مگر خدا جانے کیا کچھ کر بیمار کو بد پرہیزی کی اجازت دے دی ہو اور مجبور طاعوت ہو کہ کہیں خدا نخواستہ مرض عود نہ کر آئے اگر نکس ہو تو پھر جالینوس بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں تو بیمار سنھلنے والا نہیں تشبیہ و استعارہ کو الگ رکھ کر صاف صاف کیوں نہ کہوں مسلمانوں کو بیماری کیا تھی؟ افلاس اور ذلت اور غلامی اور محکومی یہ سب اس کے لوازم۔ پھر مسلمانوں میں اکثر ایسے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم بیمار ہیں روگی ماں باپ کی روگی نسل۔ انھوں نے سمجھا ہماری خلقت ہی ایسی ہے اور جب بیماری مژن ہو جاتی ہے تو اس کی انڈا کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ یا مدہم پڑ جاتا ہے۔ بعض نے اپنے تئیں بیمار سمجھا تو ان سے تشخیص سبب میں غلطی ہوئی۔ تقدیر الہی پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ اُنْیَاسُ اِحْدَی الرَّاحَتَیْنِ۔ مسلمانوں میں یہ تقدیر کا سلسلہ ایک اعتبار سے عمدہ بھی ہے تو حد سے زیادہ عمدہ اور ایک اعتبار سے بُرا بھی ہے۔ تو حد سے زیادہ بُرا اور حد سے زیادہ عمدہ ہی اس اعتبار سے کہ مرتے کو سکرات تک کی تکلیف

نہیں ہونے دیتا اور بُرا اور حد سے زیادہ بُرا ہی اس اعتبار سے کہ انسان کو ابھرنے نہیں دیتا غرض جنہوں نے تقدیر الہی پر حوالہ کیا وہ تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر مٹھ گئے کہ خدا ہی کو منظور نہیں تو ہمارے کئے کیا ہوتا ہے اَلَّذِیْ یَسْجُدُ الْمَوْمِنِ وَجْہًا اُنْکَاخِیْہِ چنڈ روز کی بات ہے۔ ان شاء اللہ عاقبت میں جھوٹوں کے بدلے زمرہ ویا قوت کے محلوں میں چل کر رہیں گے۔ یہاں آٹھ آنے مہینے کی ماما کو کر رکھنے کا مقصد وہ نہیں نہ سہی وہاں عوروں سے خدمت لیں گے۔ رہی ظاہری عزت۔ دودن کی کو تو الی پھر وہی کھر پا اور جالی۔ اصلی عزت ایمان کی جیسا کہ اللہ خود قرآن میں فرماتا ہے۔

لِلّٰہِ الْحِجَابُ وَلِیُّسُوْلَہِ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝

الہی بحق بنی فاطمہ

کہہ بقول ایمان کنم خاتمہ

جن کے ایسے خیالات تھے اُن کا مرض بڑھتے بڑھتے اُس میں ایسی ردات آگئی کہ متعدی ہو گیا جو اُن کو چھو گیا وہ بھی انہیں کی طرح لٹخ لٹخ کرنے لگا۔ سامری نے حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں نبی اسرائیل کو گو گو سالہ پستی کی ترغیب دی تھی حضرت موسیٰ نے واپس آ کر دیکھا تو بڑے ناخوش ہوئے اور سامری کو بدو عادی۔ اُس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ احیانا کسی سے اُس کی بھینٹ ہو جاتی تو دونوں کو بخار چڑھ آتا۔ پس وہ لامساس لامساس (بچنا بچنا) کہتا ہوا اکیلا جنگلوں میں مارا مارا پڑا پھرتا۔ کوئی ہی جو ایسی ہی بدو عا اُن لوگوں کو دے جو آپ کا ہل ہیں اور دوسروں کو ہکا کر اپنے بڑے نمونے دکھ کر کاہل بناتے ہیں نہ صرف ہم محدودے چند مسلمانوں میں بلکہ شاید نارٹھ و سٹرن پراونسز بلکہ شاید انڈیا کی ہول محظن کیونٹی میں سرسید ہی ایک ایسے مسلمان ہیں جنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا یہ مرض افلاس زوال پذیر ہے۔ اور جہالت سے پیدا ہوا ہے اور اگر ان کو علوم مفیدہ سکھا پڑھا کر ان کی جہالت دور کر دی جائے تو یہ خاصے پہلے چنگے جٹلمیں ہو سکتے ہیں۔ ماں دار مرقہ الحال۔ دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہے اس قاعدے کے مطابق مسلمانوں کے افلاس کا سبب تھا۔ (دور تھا کیا معنی؟) ان کی جہالت۔ پھر ان کی جہالت کا سبب تھا (اور تھا۔

نہ دنیا مومن کو قید خانہ اور کافر کو بہشت ہے ۱۶۷۵ء اصلی عزت تو اللہ اور رسول اور مسلمانوں ہی کی ہے ۱۲۔

کیا معنی ہے؟ ہی ان کا تعصب مذہبی۔ اس کو بہت تھوڑے آدمیوں نے سمجھا ہے کہ مذہب کے صحیح و غلط ہونے کا معیار شناخت کیا ہے؟ اب میں کہتا ہوں ولا ابالی۔ ایٹڈ ونٹ فی کٹر پکشن (اور میں مخالفت سے نہیں ڈرتا کہ اس کا معیار شناخت ہو دنیاوی رفاه۔ دنیاوی فلاح۔ دنیاوی بہبود اور اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کلام خدا سے ^۱ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ إِنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ اس آیت میں کوئی لغت غریب نہیں تصقید نہیں۔ اس کے سیدھے اور متبادر معنی یہ ہیں کہ ہمارے نیک بندے بادشاہ یا حاکم وقت ہوتے ہیں۔ مشکل یہ اگر پڑی کہ لوگوں نے صلاح کو منحصر سمجھ رکھا تھا غار و روزہ میں اور اب بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے اور دیکھا تو ایسی صلاح اور وراثت الارض کو اپنے زمانے میں مانعت الجمع پایا تو ضرور ہوا کہ دونوں میں سے ایک کی تاویل کریں۔ پس صالحوں کو کمال اصلاحیت سے۔ اس تدبیر سے وہ اشکال دفع تو کیا ہوتا مگر من سمجھوتی سی ہو گئی اشکال دفع نہ ہوا اس واسطے کہ ^۲ إِنَّ فِي هَذِهِ لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ تاویل کو جنہے نہیں دیتا۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص انگریزوں کی طرح ملک داری کسے۔ اور خلق اللہ کو اس الیش متپجائے گو وہ معتقد اسلام نہ بھی ہوتا ہم اس سے صلح اور عابد کے خطاب کو کیوں دریغ کیا جائے آخر عدل کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ ایک ساعت کا عدل ایک برس کی عبادت سے بہتر ہو۔ اسی طرح کی وقت ایک اور آیت کی تفسیر میں بھی واقع ہوا ^۳ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قُمْ وَرَافِعُكَ إِلَى وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاجْعَلْ لِلَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ یہاں مسلمان اپنے تئیں اور صرف اپنے تئیں ^۴ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ کا مصداق سمجھتے ہیں تو چاروناچار ان کو فوقیت کے معنی ^۵ الْغَلْبَةُ بِالْإِسْتِدْلَالِ کہنے پڑتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے در سے اس تاویل کو مان بھی لیا جائے تو دل کو تسلی نہیں ہوتی۔ ایک تاویل مجھو سو بھی ہو مناسب مقام مقام سے میری مراد سابق

۱۵ اور ہم نے لکھ دیا زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے ۱۲۵۷ اس میں مطلب پہنچے ایک لوگ بندگی والے ۱۲۵۷ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ دنیا میں تمہارے رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے اور پاک کریں گے کافروں اور رکھیں گے تیرے تابعوں کو اور پندرہویں قیامت کے دن تک ۱۲۵۷۔

سباق عبارت نہیں بلکہ یہ مقام جہاں میں کھڑے ہوں کیوں کہ اس قسم کی تاویلیں ہمیں بہت سوچنا پڑتی ہیں وہ تاویل یہ ہے کہ یہود نے مذہبی غلامی کو حدِ غایت تک پہنچا دیا تھا یہی مذہبی غلامی ہے جس کو قرآن میں اُصْحٰ اور اُعْلَال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ يَصْنَعُوْهُمْ اَصْرًا وَّالْاَخْلَالُ اللّٰهُ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اَنْ كِي مذہبی قیود اور رسوم اس قدر سخت ہیں کہ اگر ان کی پوری پوری تعمیل کی جائے تو حقیقت میں زندگی وبال ہو۔ ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی بڑی بڑی مذہبی سختیاں چھلینی پڑتی ہیں اگر کریں تو۔ مگر یہود کے مقابلے میں وہ ایسے ہی دنیا کے مزے اڑاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے مقابلے میں ہم ذٰلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ تَوْبَتَهُ مَنْ يَشَاءُ سَنَآءً اَوْ رِسْنَآءً فِيْهِمْ اَسْ اے کہتا ہوں کہ اول تو یہود اس ملک میں بہت ہی کم ہیں اور کثرت سے ہوتے بھی تاہم ان کو خاص کر ہم مسلمانوں سے سخت مذہبی عداوت ہو لکھتے اَشَدَّ النَّاسِ عِلَاوَةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُودُ وَالَّذِيْنَ اٰشْرَكُوْا اور ہم مسلمان تو کچھ ایسے گھرے مزاج کے ہیں کہ نصاریٰ جن کی نسبت اسی آیت میں ارشاد ہو۔ وَلَيَجِدَنَّ اَقْرَبَ بِهِم مُّؤَدَّةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّا نَضَاۤءِيْ اَوْ رِيْہ لوگ کثرت سے بھی ہیں۔ اور حاکم وقت بھی ہیں۔ کم پیش سو برس ان کو ہم حکومت کرتے ہوئے ہو گئے ان ہی سے ہم نے کونسا ربط طرہ پایا ہے سید احمد خاں پر یہ ساری بھر مار ہو کیوں رہی ہو اسی لئے نہ کہ انگریزوں سے ربط رکھتے اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ ربط پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔

غرض سناہو آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ یہودیوں کے یہاں ایک ذبیحے میں ایسی ایسی نازک اور باریک احتیاطیں کرتی پڑتی ہیں کہ ایسا ویسا ریائی ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس مذہبی غلامی کا نتیجہ کیا تھا۔ اور اس کے سوا کئے نتیجہ اور ہوتا بھی کیا کہ یہود کی دنیاوی حالت یوں مافیوفا اور سائنہ فسادہ اور آنا فانا منسرل ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت کھو کر ضریبت علیہم اللہ اور

۱۱۔ اور اتار تا ہر اُن سے بوجھ اُن کے اور مشقتیں جو اُن پر تھیں ۱۲۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو جسے چاہے دے ۱۳۔ تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود اور شرک کرنے والوں کو ۱۴۔ اور تو پاوے گا سب سے زیادہ محبت میں مسلمانوں کی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں ۱۵۔ ماری گئی ہو اُن پر ذلت جہاں دیکھیے سوائے وصیتِ اویز اللہ کے اور دستِ اویز لوگوں کے۔ اور کمالائے غصہ اللہ کا اور ماری گئی اُن پر محتاجی ۱۲۔

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخْلُقُكُمْ وَالَّذِي يَتَبَارَكُ فِي كُلِّ يَوْمٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَصَلِّ عَلَىٰ اٰلِهِ وَسَلَّمَ
 کی باتیں آگے اور جہاں حضرت مذہب نے دنیا میں اس طرح پر دخل دیا وہاں دنیا کی ایسی ہی مٹی پلید
 ہوئی ہے ہم مسلمانوں ہی کی دنیا کو کہ معراج الکمال ترقی پر پہنچ کر اسفل السافلین تنزل میں آگرے اور
 ابھی ٹھہرے نہیں گرتے چلے جاتے ہیں لیکن دنیا کو خدا نے کسی مصلحت سے بنایا ہو ^{۱۲} رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
 هٰذَا اَبَاطِلًا اور اس کو منظور ہو بلکہ اس کا حکم ہو اور حکم بھی ہو کہ لا تَفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ
 اِصْلَاحِهَا کہ یہ کارخانہ ایک وقت خاص تک اسی طرح چلتا رہے اور اس کو چلائے کون چلا تین ہم
 اور تم جن کو اللہ میاں نے روئے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہے وہ سند خلافت ہی پڑھ کر نہ
 سنادوں ^{۱۳} وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کا کتنا بڑا
 عظیم الشان کارخانہ ہے اور اس کے سنبھالنے کو بڑی محنت اور مستعدی اور ہوشیاری درکار ہے تو جب
 جب خلیفہ جی خود ہی خبر نہیں کارخانہ میں نظمیں پھیلاتی چاہے مشکل یہ آکر پڑی ہو کہ خلیفہ جی کو مکتب
 کی خبر گیری کے علاوہ گھر کا سودا سلف بھی لانا ہے اور خلیفہ جی ہیں بھی بھدے پھٹس ان سے محنت
 ہو نہیں سکتی۔ مکتب کو دیکھتے ہیں تو سودا سلف رہا جاتا ہے اور سودے کو جاتے ہیں تو مکتب میں
 لوٹدے اور ہم بچاتے ہیں۔ اور میاں جی ہیں کہ خلیفہ جی کی ایک نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں جھک مارو
 مکتب کی بھی خبر کھو اور گھر کا سودا سلف بھی کر دیتے دن یہود خلیفہ رہے سودے سلف کے پیچھے
 مکتب کا ناس مار دیا۔ تو اُس حکیم برحق نے پہلے حضرت عیسیٰ کو مبعوث کیا۔ اور غرض اُن کی بعثت سے
 کیا تھی۔ یہود کو مذہبی غلامی سے آزاد کرنا۔ بعض اُس آزادی سے مستفید ہوئے اور اکثر نہیں۔
 جیسے ایک چانور قفس میں پیدا ہو۔ اور ساری عمر قفس میں رہے اور اُس کو اگر رہا کر دیا جائے تو وہ
 آزادی سے متاؤدی ہوتا ہے اور اُس سے اڑا نہیں جاتا۔

پروں کا باندھنا صیاد کی اک بدگمانی ہے | قفس میں آکے کھولی آنکھ ہم پر وار کیا جانیں

۱۵ اور ب نے ان کو بے کار پیدا نہیں کیا ۱۲ اور زمین میں سنوے تیجے خرابی نہ ڈالو ۱۳ اور جب کہا تیرے

رب نے فرشتوں کو مجھ کو بنانا زمین میں ایک نائب ۱۶۔

جن دنوں میں پریس آف ویلز صاحب تشریف لائے تھے تو انھوں نے کچھ قیدی بھی آزاد کیے تھے کوئی سیکھ تھا مگر قید۔ وہ جو چھوٹ کر گیا تو دیکھا گاؤں کے جان بچان والوں میں کوئی باقی نہیں۔ اور ساز و سامان زندگی کا بہم پہنچانا اس کو ایک کھڑک معلوم ہوا تو اس نے واپس آکر حاکم ضلع کو عرضی دی کہ اس سے تو مجھ کو قید خانہ ہی میں زیادہ آسائش تھی۔ یہی حالت یہودی کی ہوئی کہ ان کو مذہبی غلامی سے نکلنا ایک مصیبت معلوم ہوتا تھا حضرت عیسیٰ بہت تھوڑے دن دنیا میں رہے اور شرع سے ان کے مشن پر کچھ ایسی اس سے پڑ گئی تھی کہ وہ دنیا ہی نہیں۔ اسی مشن کی تکمیل کے لیے پھر پیغمبر صاحب آخر الزمان بھیجے گئے۔ وہ کیا مشن تھا؟ ایک دفعہ اس کی پھر صراحت کر لو۔

مذہبی غلامی سے جس نے یہود کو دنیا کے کام کا نہ رکھا تھا آزادی

اس تمبیہ کے بعد اس آیت کو لو جس کے معنی میں بحث کی جا رہی ہے۔ **وَاذْكُاَلِ اللّٰهُ يَاعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَقِّئُكَ وَدَاعِلُكَ اِلٰی وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَاجْعَلِ الَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْكَ قَوْمًا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ** اب معنی ایسے سلیس ہیں جیسے بسنا کا خالصا سائنہ اللہ ساری بن اور ایسے صاف ہیں جیسے آئینہ میں کتا ہوں جن لوگوں نے یہود یا نہ مذہبی غلامی سے جو مانع اصلاح معاش تھی آزادی حاصل کی کسی دین و مذہب کے ہوں وہ سب الَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْكَ میں داخل ہیں۔ اور جب یہ لوگ الَّذِیْنَ اَتَّبَعُوْكَ ہوئے تو جو ان کے ضد ہیں اور دین کو مانع اصلاح معاش جانتے ہیں سمجھ لو کہ وہ خود کون ٹھیرے؟ اب دیکھو اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ آیت میں کیسا بیٹھا ہے جیسے تھیوے میں نیگینہ غرض میں نے دنیاوی یہود کو دین حق کی شناخت ٹھہرا رکھا ہے اگر دین و دنیا میں یکساںی حد فاصل قرار دی جاسکتی کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کے علاقے میں مداخلت نہ کر سکتا تو شاید اختلافات سے بہت کچھ نجات ملتی۔ مثلاً موت ایک سرحد ہوتی اس سے پہلے پہلے دنیا۔ اور اس کے بعد دین۔ لیکن دنیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ دین اس کا سرپرست ہو مسلمانوں نے دین و دنیا کے باہمی

تعلق کے سمجھنے میں غلطی کی۔ اسی سے وہ اس نوبت کو بچنے۔ اور جب تک وہ غلطی میں مبتلا ہیں وہ اپنی دنیاوی حالت درست کر نہیں سکتے۔ منطقی اصطلاح کے مطابق تو لوگوں نے دنیا اور دین میں تباہی کی نسبت قرار دے رکھی ہے اور واقع میں یہ عموم و خصوص میں وجہیں کو چاہیئے۔ ایک مادہ اجتماع کا اور دو مادے افتراق کے موجود ہیں یعنی بعضے کام صرف دین کے ہیں مثلاً جیسے نماز اور بعضے کام صرف دنیا کے جیسے **أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ** اور بعضے مشترک جیسے **حَتَّى الْقِسْمَةِ يَضَعُ فِي فَمِهِ مَرَاتِلَهُ كَمَا كَرِهَ اللَّهُ** ابھی عبادت مالی سمجھا گیا۔ اور رقمہ کا تذکرہ تو توشیح کے طور پر فرما دیا ہے۔ ورنہ مقصود ہی کسب معاش۔ تو کرمی سے ہو یا کاستکاری سے یا حرفت سے یا کسی اور پیشے سے۔ بس یہ مادہ اجتماع عمل غلطی ہے کہ اس کو خالص دنیاوی سمجھ کر مادہ افتراق بنالیتے ہیں۔ اور جب افتراق ہی افتراق ہو تو آپ سے آپ تباہی ہوا۔ پھر دین و دنیا کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہے تو دین و دنیا میں ایک طرح کی جڑی (محاسنت) ضرور ہے اور جڑی نہ ہوئی تو ایک چھوڑ دو مادے افتراق کے کہاں سے آتے مگر یہ جڑی دنیا کے طرف سے زیادہ ہے یعنی دنیا نہیں اجازت دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ مگر دین کا ہرگز یہ حال نہیں۔ وہ دنیا کے اکثر کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہے تو بشرطیکہ علی وجہ المشروع ہوں لوگوں کو دین کی اس فیاضی اور کشادہ دلی اور وسعت پر نظر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا اجازت نہیں دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ اسی طرح دین بھی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کا کوئی کام کیا جائے یہی وہ غلطی تھی جو ہو دئے کی۔ اور جس نے اُن کی دنیا کو تباہ کرایا۔ اور یہی غلطی ہم مسلمان کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنا دنیا کو بحسابے تباہ کر چکے ہیں ہم **مَّا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدَنِي** کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ہم کو سوائے نماز و رے کے دنیا کا کوئی کام کرنا نہیں چاہیئے ہم دنیا میں پیدا کیئے گئے ہیں۔ مگر دنیا کے کام کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ صرف عبادت کرنے کے لئے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہوتا تو رہبانیت کو کیوں منع کیا جاتا۔ نکاح کی نسبت کیوں فرماتے **سُنَّتِي وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي** سفری نماز کی قصر کا کیوں حکم دیتے۔ بلکہ سرے سے سفر ہی کی منہا ہی کر دیتے۔ پار سال کے لئے اپنے دنیا کے کام تم ہی خوب جانتے ہو ۱۲۵۵ ہم نے ان سالوں اور جنوں کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہو ۱۳۵۵ میری

دئی داسے لکھر کی وہ حدیث یاد کرو کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے مہمان رہے۔ مہمان نے صاحب خانہ کی بی بی کو دیکھا سیل کھلی معلوم ہوا کہ صاحب خانہ خانہ داری کی طرف متوجہ نہیں۔ رات ہوتی تو صاحب خانہ نے عادت کے مطابق ساری رات کی نماز کی طیاریاں کیں۔ اور مہمان کو بھی ساتھ کھڑا رکھنا چاہا۔ مہمان نے کہا یہ کہاں کی عبادت نکالی ہو۔ تم پر ایک خدا ہی کا توحی نہیں۔ اُس کے حق کے علاوہ بی بی کا حق ہو میرا حق ہو کہ تمہارا مہمان ہوں۔ پھر تمہارے اپنے نفس کا بھی حق ہو کہ اتنی زحمت اٹھاؤ گے تو دنیا کے کام کے نہ رہو گے اور یہ نہیں کہ یہ اس مہمان صحابی کی ذاتی رائے تھی اور بس نہیں پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک یہ حکایت پہنچی اور آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کے معنی ہوتے جو تم سمجھے ہو تو ملک گیریاں۔ انتظام سلطنت شام و روم تک کے دھاوے۔ تجارتیں اور اُن کی سی خانہ داریاں کہ ایک ایک کی درجنوں بیبیاں اور کوڑیوں بیٹے بیٹیاں یہ سب کام کیسے ہوتے تھے۔ دن رات تو اُن کے بھی چوبیس ہی گھنٹے کے تھے۔ بات یہ ہو کہ ان کے پاس دنیا کے کام ہم سے بہت زیادہ تھے اور وہ اُن کو انجام دیتے تھے عبادت سمجھ کر یہ ہیں معنی اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کے سو تم بھی ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔ تم نے تو خدا سے ہر فی جتانی کر رکھی ہو۔ وہی مکتب کے خلیفہ والی بات کہ مکتب کی نگرانی اور گھر کا سودا سلف و دودو کام تو مجھے نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ کہ مسلمان اُس زمانے کے مسلمان دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے اور اندازہ کرنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور یہاں سے زمانے کے رفاہر کا کام ہو کہ اس غلطی کی اصلاح۔ علی گڑھ کالج ہوا یا کانفرنس ہو یا یہ تو ان قسم فروعات ہیں۔ بڑا کام جو سید احمد خاں نے شروع کیا تھا یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کی دینی غلط فہمیوں پر ان کو متنبہ کرتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں تو اب اُنھوں نے اس کو سکندری کام بنا لیا ہو۔ اگر اُنھوں نے یہ سمجھا ہو کہ کالج قائم کر دینے سے ان کے مشن کا کام پورا ہوا تو میں تو یوٹو ڈفرنس ٹو ہنر اسپیرس ٹو ہنر ایچ اینڈ ٹو ہنر پلانٹس اُن کے تجربہ کار و عمر و نش مندی کے ادب کے ساتھ بڑے زور سے اُن کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح نہ ہوئی۔ اور افسوس ہو کہ نہیں ہوئی اور اب اس کی چھٹی چھٹی بھی نہیں ہوتی تو جو عمارت سید احمد خاں نے کھڑی

کی ہوتی میرے منہ میں خاک۔ اُس کی بنیاد بالکل پادری ہو رہی۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر کوئی اس کو نہیں سمجھ سکتا اور ہم میں سے کوئی کچھ سمجھتا تو اُن ہی کے سمجھانے سے کہ مسلمانوں میں غلط فہمیوں نے تعلیم سے محروم رکھا۔ اُنھوں نے اس کے لئے کمیٹیاں کیں جو اب مضمون لکھوائے۔ انعام دیتے۔ اور باطمینان ایک راستے قائم کر کے اُسی پر کارروائی کرنی شروع کی۔ اور یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اُسی کارروائی کا نتیجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور ساری کوششیں ایک طرف اور تہذیب الاخلاق مرحوم ایک طرف۔ اُس کے سٹرل سے سٹرل پرچے کو علی گڑھ انسٹیٹیوٹ و تھمپسن آرائسٹیکل لیڈ ورکس کی فارگٹ دی نیچر جس کے ساتھ مجھے یاد نہیں کون سا اخبار مدغم ہو گیا ہے اس کے عہدہ سے عہدہ پرچے سے متقابل کر کے دیکھو تو معلوم ہو کہ سید احمد خاں پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔

ہو گئے خاک انتہا ہو یہ

اگ تھے ابتداء عشق میں ہم

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف کرتا ہوں اور اس کو سخت سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں کبھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سبکدوش نہیں رہا یا اس میں بہت تہ دل سے اس کا معتقد تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کی رفارم کی دی اونی (صرف یہی) تہذیب ہے۔ مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج ترقی تھے۔ تہذیب الاخلاق میں کبھی کبھی ایسے اڑیکل بھی نکلتے تھے جن کو میں نے وری سٹر انک پڑگیٹو (باز بردست مسہل) سمجھا۔ مگر جب معذہ عاصی ہوتا ہے اور مادہ سوداوی عیسائی انقلاب کو بدو سٹر انک پڑگیٹو کے کام نہیں چلتا۔ دہلی میں علما کا ایک نامی گرامی خاندان ہو کر رہا ہے۔ اُنھوں نے ترجموں تصنیفات سے۔ ہندو نصیحت سے ہندوستان میں شاعت اسلام کے لیے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور یہ ان ہی بزرگوں کی کوششوں کے نتیجے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تجوزاً مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ ورنہ یہاں کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف انگوٹھے کے پر دے ہی کا فرق رہتا اور جتا۔ وہ بھی شاید شاید کالفظ میں نے اس لیے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد کوٹ چلوں کو رواج دے کر اس امتیاز کو بھی اٹھا دیں تاکہ مذہب کا پردہ دھکار ہے اَللّٰہُ عَلٰی دِیْنِ مُلُکِکُمْ

بھی اپنی جگہ صحیح ہے لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِيْنِ مَوَسٰی اَنْبِيَاہِمُ اس سے زیادہ صحیح ہے عبارت نہیں بلکہ مطلب بمسلمان جب ہندوستان میں آکر رہے اور اُن میں اور ہندوؤں میں اختلاط ہوا۔ تو کیا صرف ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی رسمیں اختیار کر لیں نہیں بلکہ مسلمان بھی ہندوؤں سے متاثر ہوئے اور بہت کچھ متاثر ہوئے جو شخص اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ہندوؤں کے مسلمانوں کا اسلام کس قدر اصلیت سے بدلا ہوا ہے۔ علمائے دہلی کا وہ خاندان جس کا میں ابھی ذکر رہا تھا اُس خاندان کے ممبروں نے اسلام کی بڑی بڑی اور متنوع خدمتیں کی ہیں مگر سب سے بڑی اور سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ اِن شار النبی قول عند اللہ وہ خدمت تھی جو مولوی ایل کی انھوں نے اسلام کو شائبہ ہندویت سے پاک کرنا چاہا۔ مگر ہندویت مدتوں کے اختلاط کی وجہ سے اسلام کی روگ و پزیر بن گئی تھی۔ اور اس مادہ فاسد کا احراج آسان نہ تھا مولوی ایل رح نے کسی قدر تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم اور اسی قسم کی اور چند کتابیں لکھنے سے اور بہت کچھ خارا شکاف و غلطوں سے مسلمانوں کو جلا ب دیا۔ جلا ب تھا کڑوا اور کڑوا۔ اکثر نے تو پیتے کے ساتھ گل دیا بعض پیتے تو پی کے مگر اُن کی چھاتی پر دھرا رہا۔ اور بعض کو اس بھی آیا وَلَیْکُمْ مَّا هُمْ قَرِیْبٌ یہی حال سید احمد خاں کا ہے۔ اور نہ صرف سید احمد خاں کا بلکہ ہر شخص کا جو فارم بتا چاہے میں سلک میں سرسید کو تہذیب الاخلاق کے بند کرنے کا الزام دیتا ہوں مگر یہ نہیں سمجھا کہ سرسید جلا ب کے اگلنے والوں کی مکروہ آوازوں سے ڈرے ہوں۔ اگر وہ ڈر لو کہ دل کے ہوتے تو اُن کے دل میں فارم کا خیال ہی پیدا نہ ہوتا۔ فارم کا پیڑ اٹھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرسید اُن لوگوں میں ہیں جن کا مولو ہر لَاحِقًا فَوْنٌ لِّوَمَّةٍ لَا یَحِیْرُ اچھا پھر انھوں نے تہذیب الاخلاق کو کیوں بند کیا۔ اس کا جواب تو سرسید ہی کو دینا چاہیے مگر میں بھی تو اپنے احتمالات عقلی و ظاہریوں۔ اس احتمال کا تو ذکر بھی نہ کرو کہ تہذیب الاخلاق سرسید کے مشن کے مقاصد کے لئے ضروری نہ تھا اگر تہذیب اخلاق ضروری نہ تھا تو خود سرسید احمد خاں کا ہونا بھی ضروری نہیں علی گڑھ کا کالج بھی ضروری نہیں کاؤنسل بھی ضروری نہیں مسلمانوں کی تعلیم بھی ضروری نہیں یعنی مسلمانوں کا ہونا ہی ضروری نہیں۔ ایک احتمال یہ

کیا جاسکتا ہو کہ سید احمد خاں نے فی زعمہ تفسیر کو تہذیب الاخلاق کا نعم البدل سمجھا ہو تفسیر اُس کے متن کے اعتبار سے تو دونوں جہاں کے عوض میں بھی سستی ہو۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

رہے اُس کے مضامین یعنی وہ مضامین جو حضرت کے ایجاد طبع ہیں اُن کے اعتبار سے شب و بارت کے دنوں میں اس تفسیر کی کچھ قدر ہو جاتی ہو تو خبر نہیں اور یوں تو عام مسلمان اُس کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں یعنی لوگ قرآن کے ٹائٹل ہیچ یا جلد کے پشت پر لَا یَمْسُءُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھوا دیا کرتے ہیں۔ لیکن سید احمد خاں کی تفسیر کی نسبت پوچھا جائے تو معدودے چند پجری مسلمانوں کو سوا باقی مسلمان تو یہی رائے دیں گے کہ اس پر لَا یَمْسُءُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھوانا مناسب ہی اگرچہ تہذیب الاخلاق اور تفسیر دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں مگر ایک بات تفسیر کے پیرائے میں کمی جاوے اور وہی بات اسی جواب مضمون یا آرٹیکل کے طور پر اخبار میں شائع ہو دونوں میں بڑا فرق پڑ جاتا ہو شش شان بیٹھنا غرض تہذیب الاخلاق بمعائنا عام مسلمانوں میں اتنا مردود نہیں جیسی سید احمد خاں کی تفسیر بمعائنا۔ علاوہ بریں تفسیر کی اشاعت بھی تو تہذیب الاخلاق کی اشاعت کو نہیں پاتی۔ ایک وجہ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کی سمجھ میں آتی ہو اور یہ ہی قرین قیاس سید احمد خاں کو فرصت نہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ سید احمد خاں نے جو پجریوں کا اتنا بڑا اکثر الانفا کر وہ کھڑا کیا ہو اُن میں سے کسی میں اتنی لیاقت یا ہمت یا حمت نہیں کہ تہذیب الاخلاق چلائے میں۔ سید احمد خاں کی نیابت کرتا پس سید احمد خاں کے مشن کو ٹوٹل فیلیور (ناکامی محض) کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہو جب سرسید کی سرپرستی میں ان لوگوں سے اتنا کام نہیں ہو سکتا تو اُن کے بعد یہ کون سے قلعے فتح کریں گے۔ پھر صرف تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کا رونا نہیں ہو بڑا رونا اس کا ہو کہ سید احمد خاں اور کارروائیاں بھی اسی طرح کی کرتے ہیں جسے ظاہر ہوتا ہو کہ اُن میں وہ اگلا سا جوش نہیں رہا۔ یا بآں شو لا شوری و یا بایں بے نمکی۔

۱۵ اس کو پاک ہی لوگ ہاتھ لگائیں ۱۶ اس کو پاک لوگ ہاتھ نہ لگائیں ۱۷۔

ہر چند مجکو ایک طرح کی ارادت سید احمد خاں کے ساتھ ہو مگر میں اُن کے پہلے طرز کو حال کے طرز سے رکھنا اہل (متحد و مطابق) نہیں کر سکتا اور شاید یہ میری سمجھ کا تصور ہو۔

گرداب واریا تیرے صدقے جاتیے

دریا کا پھیر پائے تیرا نہ پائے

غرض سید احمد خاں کی کارروائی میں مجکوبہ سے مدد انت آتی ہی جس سے میں لکچر شروع کیا تھا اور جس کو میں ان کے مشیخ حق میں سخت مفسر سمجھتا ہوں۔ اس کو استمالت اور تالیفِ قلوب کہتا بھی غلطی ہو بے شک استمالت اور تالیفِ قلوب کی سند ہم جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ملتی ہو لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مِّمَّا يَكُونُ لِلْمَنْعِلِ مَعَالِمَاتٍ میں تھی۔ موافقہ القلوب کے ساتھ مصالحِ ملک داری کے لحاظ سے خاص خاص رعایتیں کی جاتی تھیں تاکہ گروہ مسلمانان ان کی گزند سے محفوظ رہے مثلاً کبھی مالِ غنیمت سے ان کو زائد استحقاق دیا جاتا تھا۔ اور بعض نا عاقبت اندیش مسلمان اُس وقت بھی معترض ہوتے تھے لیکن خدا نے مسلمانوں کو سبھا دیا تھا وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُمْ۔ چنانچہ جنگِ حنین کے بعد تقسیمِ غنائم میں ایسا اتفاق پیش آیا اور اس واقعے کے متعلق چند اشعار مجکوبہ یاد ہیں اشعار

أَجْعَلْ رِيَّ وَهَبَ الْعَبْدَ

بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَالْأَقْدَعِ

فَمَا كَانَ حَصْنًا وَلَا خَالِيسًا

يَقُولَانِ مَرَدَّاسٌ فِي مُجْمَعٍ

وَمَا كُنْتُ دُونَ أَمْرِي مِنْهَا

وَمَنْ تَصْعَدُ الْيَوْمَ لَا يُؤْفَقُ

یہ اُن وقتوں کے مولفۃ القلوب اسی قسم کے تھے جیسے ہمارے بکریں امیر عبد الرحمن خاں اور فرانیٹر سٹیٹس (علاقہ جات سرحدی) کے جوگے۔ اس تالیف قلوب کے یہ معنی پر گزرتے تھے کہ

۱۵ تم کو بھلی ہر سیکھنی رسول کی چال ۱۶ جانو اگر رسول ہر بات میں تمھارا کہا مانے تو تم کو مشکل پڑ جائے گی ۱۷ کیا میرا اور میرے گھوڑے کا حصہ آپ عیدینہ اور فزع کو دیتے ہیں حالانکہ نہ تو ان دونوں کے باپ پچھارے باپ سے کسی کام میں پڑے ہوئے تھے اور نہ میں ان میں سے کسی سے ہیٹا ہوں اور جس کو آج آپ ہیٹا کریں گے وہ بھی نہ ٹھٹھاسکے گا ۱۸

پیغمبر صاحبِ ان کے ساتھ کسی طرح کی مذہبی رعایت کرتے تھے۔ ایسی رعایت کی جاتی تو وہ داخلِ مد اہنت ہوتی جس کی سخت مخالفت تھی۔ غرض تالیفِ قلوب تاکا تو مضائقہ نہیں لیکن یہ ریٹر و گریٹو کارروائی یہ رجعتِ قہقری جس پر میں مستوف ہوں تالیف نہیں ہے۔ بلکہ کھلی کھلی مد اہنت ہے قطع نظر ازیں کہ مد اہنت دلیلِ ضعف ہے۔ وہ حقیقت میں دشمن کا قتل میں پالنا اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارنا ہے۔ اور پھر مد اہنت سے ہوتا بھی کیا ہے۔ اور ہونا بھی کیا ہے۔ اگر سید احمد خاں قرآن کا جامہ بھی پہن کر آئیں تو جو پریچوڈ شدہ پہلے سے بدگمان ہیں، وہ اُن کو ایک دامِ فریب سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور جو نیولی کنورٹڈ معتقدانِ جدید تھے اُن کے عقائد میں تزلزل آتا چتا ہر سوالگ ہم کو تو لارڈ مکالمے کی وہ ادالہ بند ہے کہ جب نیٹوز دسیوں کو تعلیم دینے کا مسئلہ پیش ہوا تو اس فیاض دل اور نیک دل نے دو ٹوک بات کہ دی کہ اگر ان کو مفید تعلیم دینی منظور ہو تو ان کو انگریزی پڑھاؤ اور وہ علوم پڑھاؤ جو یورپ میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس گاڑی کو میرے حواسے کرو کہ میں اس کو چلا کر دکھا دوں۔ اور اگر ان کو ایشیائی تعلیم کی بھول بھلیاں میں بھٹکانا ہو تو میرا کانشنس (ایمان) اس کو جائز نہیں رکھتا میں اس کو چھوڑوں گا بھی تو نہیں۔ کانگریس والے نہ مانیں تو اس ہسٹ و ہرمی کا علاج نہیں۔ مگر ہم کو تو خوشامد کے طور پر نہیں بلکہ طہارتی کے طور پر مسجِد کَرِ یَشْكُرِ النَّاسَ فَلَمْ يَشْكُرِ اللّٰهُ جو شخص انسان کا شکر گزار نہ ہو وہ خدا کا شکر گزار کیا ہوگا) کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان پر انگریزوں کی کیوں کہوں کہ خوشامد پرمحول ہو۔ انگریزی علمداری کے بے شمار احسان ہیں۔ ریل اور تار برقی اور ڈاک اور ٹیلیگراف اور ٹرکس اور نہریں اور مدارس اور شفا خانے اور کیا اور کیا

وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (اگر خدا کی نعمتوں کو گنا چاہو تو نہیں گن سکو گے) لیکن سب میں بڑا احسان وہی تھا جو لارڈ مکالمے ہم ہندوستانیوں پر کر گیا۔ وہ ہمارے لئے تمام دنیاوی برکتوں کو سُور اور سِرِّین (یقینی اور متحتم) کر گیا ہے۔ بشرطیکہ ہم آنکھ بند کر کے اُس کی بنائی ہوئی بڑک پر چلے جائیں۔ ہم چلتے ہیں یا یوں کہو کہ گورنمنٹ ہم کو اُسی رستے ہانکتی ہے۔ لیکن ایشیا طک تعلیم کی لٹک ہمارے سروں سے نہیں گئی ہم بھی اس کو مذہبی حیلے اور بھی نیش نیلٹی کی یادگار کے بہانے سے تازہ کرتے

رہتے ہیں اور ان دونوں تعلیموں میں رقابت کا سایہ ہی ہے

ہم اور رقیب ہرگز یک جا ہم نہ ہوں گے	ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے
-------------------------------------	---

میں مسلمانوں کو گنگا جہنی آدھا تیر آدھی بدیہ تعلیم کی طرف بہت راغب دیکھتا ہوں۔ اور یہ آثار کچھ اچھے نہیں۔ اور افسوس یہ ہو کہ اگر میری رائے غلطی نہیں کرتی تو یہ کانفرنس مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہی رہتا ہو کہ مسلمانوں کو نئے طور کی تعلیم سے اگلی سی نفرت نہیں لیکن نفرت نہیں تو شوق و رغبت بھی نہیں۔ اور تعلیم کا جو رنگ اس وقت ہوا اس کے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہونا چاہیے بھی نہیں۔ کیوں کہ شوق و رغبت متفرع ہو انڈیوسمنٹ (ترغیب) پر ہمارے ان بچارے طالب العلموں کو لے کر ایک انڈیوسمنٹ نوکری کا اور اس کا ناکافی ہونا انہیں شمس باوجودیکہ بچے بچے کو یہ بات معلوم ہو کہ تنگلی معاش لوگوں کو مجبور کرتی ہو کہ امید موہوم پانے جگر گوشوں سے تعلیم کی مصیبتیں اٹھوانے ہیں پیشین گوئی اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی کہ تعلیم کے متعلق رینی ایکشن ڈکس یعنی عود و فرس اگر شروع نہیں ہوا تو انگریزی بیسیوں صدی کے غالباً پہلے ہی ریل میں ضرور شروع ہو جائے گا۔ کیا مشکل کی بات ہو کہ ایک طرف تو ترغیب سے تحریریں سے تطبیع سے اہام و تفہیم سے تعبیر و تحقیق سے لوگوں کو تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہو اور دوسری طرف کیا حکام کیا رفاہ کیا واعظ کیا ناصح سب کے سب طالب العلموں کو الزام دیتے ہیں کہ یہ احمق صرف نوکری کی امید سے پڑھتے ہیں۔ تعلیم جو دی جاتی ہو نوکری کے سوا اسے اور کسی مصرف کی رہی بھی؟ اگر یہ تعلیم اور کسی مصرف کی ہوتی تو کسی ایک تعلیم یافتہ نے کچھ کر کے دکھایا ہوتا۔ اور جب کسی نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تعلیم نوکری کے سوا اسے کچھ اور کرنے کے لئے طالب العلموں کو طیار نہیں کرتی۔ پس ایسی صورتوں میں اگر صرف نوکری طالب العلموں کا ایچم نصب العین و مقصد ہو تو الزام کی کیا بات

در میان قعر دریا تختہ بندم کردہ	باز می گوئی کہ دامن ترکمن شہیار باش
---------------------------------	-------------------------------------

میں گورنمنٹ کے کسی انتظام کو اتنا ناقص و قابل اعتراض نہیں پاتا۔ جتنا انتظام تعلیم کو تمام تعلیم کو گورنمنٹ نے اپنی مٹھی میں سے رکھا ہے۔ اور جب رعایا کو آپ اپنی تعلیم کے سنبھالنے کا سلیقہ نہ ہو تو

بلاشبہ گورنمنٹ کا فرض ہو کہ وہ تعلیم کا انتظام کرے۔ لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ اب تک کیا ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کچھ لوگ نوکریاں پا گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ خوش بھی ہیں اور اکثر بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ نوکری ملتی نہیں اور سوائے نوکری کے نہ ان سے کوئی کام ہو سکتا اور نہ ان کو کوئی کام آتا ہو۔ یہ لوگ تعلیم کے بڑے خطرناک نتیجے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی ناکامیوں کو گورنمنٹ کا مظالم قرار دے کر ملک میں عام ناراضا مندی پھیلا سنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو تہذیب و لغات کہا جاسکتا ہو۔ اشاعتِ تعلیم کے لیے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں سب ایک طرف اور ان لوگوں کا نمونہ عبرت ایک طرف۔ فارسی خواں ناکاموں کے لیے ایک ہندی دوہا مشہور تھا۔

پڑھیں فارسی بھی نہیں سیکھیں
یہ دیکھو قدرت کے کھیل

اب انگریزی خواں ناکاموں کے لیے ایسا ہی کوئی دوہا بن گیا ہوگا۔ یا نہیں بننا تو اب بن جائے گا۔ مگر ابھی تک تو سننے میں نہیں آیا جب تعلیم کی یہ حالت ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کس مرض کی دوا ہے۔ تعلیم تو ٹھیکری گورنمنٹ کے قبضہ قدرت میں کہ جو سٹینڈرڈ (معیار) وہ قرار دے وہی سٹینڈرڈ اور جو کورس (نصابِ تعلیم) وہ تجویز کرے وہی کورس۔ کانفرنس بہت کرے تو مسلمانوں کو گھیر گھار کر اس تعلیم کی طرف لاتے تو پھر وہی دورِ متطقی لازم آیا۔ کانفرنس اگر تعلیم مروجہ کے نقصانوں کو دور نہ کر سکے تو وہ ایک باڈی (جماعت) ہو بے کار محض۔ اس احاطہ میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ طالبِ علموں کے شمار اور ان کے نتیجہ امتحان اور پوزنگ ہوسوں کے خالی بھرے ہونے سے کیا جاتا ہوگا اور یہ مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ اسی کانفرنس سے کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ پانی کے بتا سے کی طرح بیٹھا چلا جا رہا ہے جس طرح علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گرتے گرتے کلج کا سب سرورنٹ آرگن (آئینہ مطوع) ہو کر رہ گیا ہے مجھے وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ یہ کانفرنس بھی سڑے سڑے گھٹے گھٹے آخر کار کلج کے ٹرسٹیوں میں دھو جائے گا تب حقیقت میں تعلیم کی نسبت اپنے خیالات کا ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اور میں نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ وہی باتیں ہیں جو بار بار کہی جا چکی ہیں۔ مگر ہاں سید احمد خاں کے حالات سے میں نے اس مرتبہ زیادہ تعرض کیا ہے۔ اس واسطے کہ

سید احمد خاں کے حالات اور تعلیم اور کافر نس اور مسلمانوں کی رفارم (صلح حال) یہ کل مضامین ایسے ایک دوسرے میں مشتبک اور گڈ مڈ ہیں کہ کوئی اور شخص ان مضامین کو ایک دوسرے سے جدا کر کے بیان کرنے پر قادر ہو تو ہو میں تو نہیں ہوں بے شک میں نے سید احمد خاں کی مخالفت کی ہے اور مخالفت بھی کی ہے تو شاید بڑی طرح تو کیا مجھ کو اس مخالف کے لئے معذرت کرنی چاہیے اگر میں سمجھوں کہ سید احمد خاں مجھ سے معذرت کے متوقع ہوں گے تو پہلا آدمی جو منصب رفارم سے ان کے معزول کیے جانے کی رائے دے میں ہوں کیا ہو سکتا ہے کہ یہ ہم کو آزادی رائے سکھائیں اور جب وہ آزادی ان کے مقابلے عمل میں لائی جائے تو برا مانیں۔ ہائے ہائے یہی تو وہ صفت تھی جو ہم میں سے نکل گئی ہے اور اسی کے نکل جانے کی وجہ سے ہم مسلمان اس رفربد کو پھنچے ہیں۔ معاویہ کی نسبت کسی کتاب میں نظر پڑا ہے: **كَانَ رَجُلٌ يَقُولُ لِمُعَاوِيَةَ وَاللَّهِ تَسْتَقِيمُنَّ بِنَايَا مُعَاوِيَةَ أَوْ لَنَقُومَنَّكَ فَكَانَ يَقُولُ بِمِيقَوْلِ الْفَائِلِ بِاتَّخِذْ فَيَقُولُ مُعَاوِيَةُ إِذَا لَنَسْتَقِيمُ** سو میں نے بھی سید احمد خاں کے مقابلے میں ان شروع کے مسلمانوں کی نقل سی کی ہے۔

دل میں ہمارے بات کا ناہی شرط پھر | سر جائے یا رہے نہ ہیں پر کہے بغیر

میں نے اب تک تعلیم کی کچھ کا ڈارک سائیڈ درخ تیرہ گوں دکھایا ہے لیکن رع
عیب و جملہ گفنی ہنرش نیز بگو

اس کا ایک برائٹ سائیڈ درخ روشن بھی ہے اور اگر اُس کو نہ دکھائوں تو تعلیم کا بڑا بھاری حق میری گردن پر رہ جائے گا۔ اور بچاے دال علی الخیر ہونے کے میں اپنے تئیں متاع الخیر سمجھوں گا۔ بے شک تعلیم کی حالت بہت ہی ہو پلس (نامید ہے) مگر وہ اسی سبب سے ہو پلس معلوم ہوتی ہے کہ فیکشن (تعلیم) کو سٹینڈرڈ قرار دیں اور جو کام جنریشنز (نسلوں) میں ہونے کے ہیں۔ ان کو ایک دن بلکہ ایک گھنٹے میں پورا کرنا چاہیں ہم اپنی حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اصل یورپ کے ساتھ یعنی ایک

۱۵ ایک شخص معاویہ سے کہہ رہا تھا قسم خالی یا تو تم خود سیدھے ہو جاؤ یا تم کو ہم آپ سیدھا کریں گے معاویہ نے کہا کہ سچے
وہ بولا کہ اڑی سے معاویہ بولے خیر پھر تو ہم سیدھے ہو جائیں گے ۱۲۔

ہندی ایجدوان کا ایک منہسی منارغ تحصیل کے ساتھ یا ایک پیادہ پا کا اکسپرس نہایت
 تیز رفتار ریل کے سوار کے ساتھ۔ اگر اہل یورپ کے مقابلے میں بیٹے ہوئے کی وجہ سے ہم تعلیم
 بے دل ہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم تجارت۔ حرفت۔ صنعت۔ فلاحیت وغیرہ وغیرہ۔
 غرض دنیا کے سب کاموں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ابھی حال میں میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ولایت
 کے اخبار ٹائمز نے جو اپنے خاص خاص کار سپانڈنٹوں کی اجرت مقرر کر رکھی ہو۔ اس کا سالانہ
 بجٹ کچھ اوپر ساڑھے چار لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے اور یورپ میں ایسے کئی اخبار ہیں جو آمدنی میں ٹائمز
 کے ہم پلہ ہیں۔ یہاں سارے ہندوستان کے اخباروں کو اب سے سیکڑوں برس تک بھی یہ
 بات نصیب ہونے والی نہیں۔ یہ اخبار کا تذکرہ میں نے اتفاقاً طور پر کر دیا کہ فی الوقت ایک بات یاد
 آگئی۔ ورنہ دولت اور ایجاد اور ہنرمندی کے متعلق یورپ کی ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ ان میں
 ایک چھوٹی سی بات بھی بیان کی جائے تو یہاں کے لوگوں کو الٹ لیبل کی حکایت معلوم ہو فرضی
 دل سے بنائی ہوئی ہم تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ یورپ کے مقابلے میں ہماری کچھ ہستی ہی نہیں
 یہ انسان کی ایک نچرل بات ہے کہ جب وہ اپنے اپنا لئے جنس میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھتا
 ہو تو اس کو اپنی حالت سے ایک طرح کی بے دلی پیدا ہوتی ہے اور بے دلی کے دو بیج ہوتے ہیں یا تو وہ
 اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایسے لوگ کم ہیں۔ اور یا وہ ہمت ہار کر کابل و بیکار
 ہو جاتا ہے اور ایسے بہت ہیں۔ اور اسی مصلحت سے شارع تعلیم یہ کہ اگر تم شکر گزار بہت سے بننا
 چاہتے ہو تو ہمیشہ اپنے سے فروتر حالت پر نظر رکھو۔ لیکن میں تعلیم کے متعلق سٹوڈنٹس (طلبہ) کو آٹھویں
 (حاضرین) میں مجکو الگ پہچان پڑتے ہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سے بہتر حالت کے لوگوں کو
 دیکھو یعنی اہل یورپ کو اور اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔ یورپ یہی دو چار درس ہیں
 برس میں یورپ نہیں ہو گیا۔ روم و از نوٹ بلٹ ان اے ڈے (شہر روم ایک دن میں تو نہیں بن گیا
 تھا) بلکہ یہ اس کی صدیوں کی نہیں تو ڈیڑھ پونے دو صدی کی کوششوں کے نتیجے ہوتے ہیں شک بھی نہیں۔
 پس ہم کو بقول ننھے کو آمدی کی پیر شدی، بڑبڑانے اور بے دل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس مضمون کو

حکیم سنائی نے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس میں وہ نفیس قطعہ آپ صاحبوں کو پڑھ کر سنا تا ہوں۔ قطعہ

قرن ہا باید کہ تا یک کوئی کے از لطف طبع	عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سال ہا باید کہ تا یک سنگ صلی ز آفتاب	لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندرین
ماہ ہا باید کہ تا یک ششم از پشت پیش	صوفیے ز اثر قہ گردد یا حمار سے رارسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب و گل	شاہد سے راحلہ گردد یا شہید سے اکفن
روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار	تاکہ در جوف صدف باران شود در عدن

یورپ کی ہم سری کا خیال تو یہودہ سری ہو کیوں کہ یورپ ہمارے حسابوں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہو اور ہم کو سینکڑوں برس کی مسافت طو کرفی ہو۔ مگر یوں ہم اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے تعلیم میں بھی ایسے بُرے نہیں ہیں کہ ماسٹر بک ہم کو لو آئیڈل بوا سے (تم سُست لڑکو) کہہ کر خطاب کریں۔ چاہے پلاسی کی لڑائی سمجھو یا اس سے بھی پہلے کی کوئی تاریخ ٹھیکر الو۔ مگر ہم تو ۱۸۵۷ء کے بغیر کے بعد انگریزی عملداری کا آغاز شمار کرتے ہیں۔ اور واقع میں جس کو انگریزی عملداری کہنا چاہیے اُس کا آغاز صدر کے بعد سے ہی ہوا ہو ورنہ صدر سے پہلے تو ایک جماعت تاجران کی عملداری تھی۔ غرض اٹھن سیتیس برس کے عرصہ میں ہم نے یہ کچھ کر لیا تو ہم کو شاہنشاہ ملنی چاہیے تعلیم کی اُفتاد اگر بہت اچھی نہیں تو بہت بُری بھی نہیں۔ بُری تو ہوتی اور بہت بُری ہوتی اگر علی گڑھ کالج نہ ہوتا یعنی خدا نخواستہ سید احمد خاں نہ ہوتے پڑھائی تو جیسی اور کالجوں کی ویسی علی گڑھ کالج کی اور جب گورنمنٹ اور مذہب دورِ شکر شکن (مانع و مزاحم) ہمارا کلا گھوٹتے رہتے ہیں تو ہم سے اور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	انجہ اُستاد ازل گفت ہماں می گویم
مگر پھر بھی سید احمد خاں کا الفلوئس (اثر و اقتدار) ان ڈاکٹر کٹلی (بالواسطہ) اپنا کام کر رہا ہو ان ڈاکٹر کٹلی میں نے اس واسطے کہا کہ یوں دیکھیے تو کالج کے تعلق کوئی انتظام کسکھو سولی (بلا شرکت غیرے) سید احمد خاں کے اختیار میں نہیں۔ ہر کام کی جد اجد کیسیاں ہیں ورنہ کیٹیوں کے ضوابط	

مقرر ہیں۔ اُن کے مطابق ممبران کٹی کارروائی کرتے ہیں مگر ہم تو سید احمد خاں ہی کو کالج کا افسر اور اویگا یعنی ابتدا و انتہا یا ہمہ اوست سمجھتے ہیں اور یہ بھی یوں ہی ع
خود کوزہ و خود کوزہ گرد خود گل کوزہ

لیکن کیا سید احمد خاں دوسروں کو دخل دینے میں مضائقہ کرتے ہیں عا شاو کلا۔ بلکہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان کے اعوان و انصار ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ اُن میں بھی محدود چیزیں ہیں جن کو سچے دل سے اس دردِ سر کے اپنے ذمے لینے کا شوق ہو اور شوق کے ساتھ اہلیت اور صلاحیت بھی ہو یہ ہی اصلی اہم اس ناشدنی بھوٹ کی جواب سے چند برس پہلے سید احمد خاں کے کیمپ میں ظاہر ہوئی تھی۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا ہو سکتی ہو کہ یہ گھر وندا اور اُس غایت پر نظر کرتے جو سید احمد خاں کو مد نظر ہو یہ گھر وندا نہیں تو کیا ہو۔ غرض سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا ہو سکتی ہو کہ یہ گھر وندا اُن کے ساتھ مٹی میں مل نہ جائے۔ مگر جب کوئی سہارا لگانے کی ہامی نہیں بھرتا تو بے چارہ بوڑھا اکیلا اس عرس اپنی ہڈیاں پل رہا ہو۔

اب میں ایسی چند باتیں بیاں کروں گا۔ جن کی وجہ سے میں علی گڑھ کالج کو عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اور لوگ بھی خصوصاً مسلمان اس کی قدر و قیمت کریں۔ کیوں کہ اس وقت قومی خیر خواہی اسی میں منحصر ہو کہ مسلمان تعلیم پائیں اور تعلیم بھی پائیں تو اسی علی گڑھ کالج میں پہلا سبق جو مسلمانوں کو اس کالج سے سیکھنا چاہیے وہ سلف ہلپ (اپنی مدد آپ کرو) کا سبق ہی یہ سبق ترقی کا پہلا اسٹیپ (قدم) ہی میں اس کالج کو اس شیخی کے نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ ہم مسلمانوں کا کیا ہوا کام ہو۔ مگر ہاں کالج کو دیکھ کر اس وجہ سے خوش ہوتا ہوں کہ مسلمانوں نے سلف ہلپ کے رستے میں پہلا قدم رکھا ہو۔ اس سے دو مطلب نکلتے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے تئیں محتاج مدد سمجھا اور دوسرے یہ کہ اپنی مدد آپ کی۔ یہی دو خیال اگر خدا مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دے تو دنیا میں وہ کون سا کام ہو جو مسلمان نہیں کر سکتے۔ پھر نظر ظاہر ہیں یہ کالج بھی ایک ایجوکیشنل سٹیٹوشن ہے اور ایسے کتنے انسٹیٹیوشن ٹرین انڈیا میں بکھرے پڑے ہیں اور اب تو یہ لٹکا سب کو معلوم ہو گیا ہے کہ انگریزوں کو دامن میں لانے کا یہ سب سے

آسان بیٹ (داندہ دام) ہو کہ چار لوٹے گھیر کر ایک سکول جاری کر دیا کلکٹر ٹوٹی کشتہ کا بلالینا تو کچھ بات نہیں ممکن ہو کہ ان سے کوئی بڑی ٹھیلی آپھنسے۔ بے شک پڑھائی کے اعتبار سے تو یہی حال ہو جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ہم کوئی اور سٹیڈیڈ نہیں ٹھیرا سکتے۔ کوئی دوسرا کورس نہیں تجویز کر سکتے لیکن کورس کے علاوہ ایک اشراقی طور کی تعلیم خاص کراچ میں اور صرف اسی کالج میں دی جاتی ہو جس کے ذریعے سے سید احمد خاں طالب العلوم کو اپنے طور کا بناتے ہیں۔ مذہبی عقائد میں نہیں بلکہ اُن صفتوں میں جن کے بدون اس زمانہ میں کوئی آدمی جہنم میں نہیں سکتا۔ قسم کھانے کی بات ہو کہ سید احمد خاں نہ اپنے عقائد کو کسی پرفورس دہیر کرتے اور نہ فورس کر سکتے۔ مگر نفس انگیزی بے شائبہ تعلیم مذہبی طبیعتوں میں مذہب کی طرف سے شکوک پیدا کرے تو ہوس میں سید احمد خاں کا کیا دوش ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ پادری اور پادریوں کی مذہبی تعلیم اور اُن کا پریچنگ (وعظ) یہ چیزیں طلبہ کو عقائد سے متزلزل کرتی ہیں میں کہتا ہوں۔ انگیزی نقوش چاہے ان میں حساب اور جغرافیہ اور تاریخ ہی کیوں نہ ہو مذہب سے متزلزل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر سید احمد خاں طلبہ کو نیچری بنانے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کو ان کے گناہ گزار پہنچا دیتے کیوں کہ رط کے اگر نیچری مسلمان نہ ہوں گے تو وہ لامذہب ہوں گے یا کرستان کو کسی مشن سکول میں جاتیں گو کوئی مذہبی کتاب نہ دیکھنے پائیں۔

لفظ جنٹلمین کی پورٹریٹیشن (تعریف) بیان کرنے کو تو بڑا وقت درکار ہو اور میں اپنے میں اتنی قابلیت بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مستجمع ذات کمالیہ انسانی میں جنٹلمین کا سنس آجاتا ہو۔ کلیم خویش بروں می برد ز مویج کی قسم کے لوگوں سے ہماری کار براری نہیں ہو سکتی اگرچہ ہم مسلمانوں میں ایسے بھی کم ہیں۔ ہم کو درکار ہیں دین سعی می کنند کہ بگرو غریق را کے ٹاپ کے آدمی اور ایسے لوگ طیار ہوں گے تو اسی کالج سے طیار ہوں گے کیوں کہ یہاں اور صرف یہاں اس کا اہتمام کیا جاتا ہو جب کہ دوسرے انسٹیٹیوشنوں میں اس کی ضرورت ہی تسلیم نہیں کی گئی اس واسطے کہ کورس سے خارج ہو۔ یہ بات کہ علی کالج طالب العلوم کو بی اے۔ ایم اے کے علاوہ جنٹلمین بھی بناتا

اس کے متعدد شواہد موجود ہیں امتحان میں انٹرنس سے اور عمر میں تیسرے سے متجاوز نہیں ہوئے اور یہاں کے طالب العلم ان فکر وں میں لگے ہیں کہ ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی چندوں کی تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کر کے ایک فنڈ بنادیں جو بے مقدور لڑکوں کو سپورٹ (تفیل) کرے یہ وہ لیاقت ہو کہ آکسفورڈ اور انڈینر کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو لے کر ان پر سے قربان کر کے پھینک دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ ان باتوں پر نظر نہیں کرتی۔ تو کچھ پروا نہیں افسوس یہ ہو کہ پبلک کی آنکھوں پر بھی خدا نے پردہ ڈال دیا ہو۔ ورنہ پڑھنے والے لڑکے اور علی گڑھ کالج میں نہ ہوں اس کے معنی کیا یہ تو میں نے مثال کے طور پر ایک بات بیان کی مشتے نمونہ اثر وار سے ورنہ کوئی آدمی کالج میں ہر گز درو کے ضبط اوقات کو محتسبانہ دیکھے تو جانے کہ کیوں کر یہ لڑکے خوش دلی اور چارٹ کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے ہیں ہم میوزس غلط فہمی یہ واقع ہو کہ دن بھر کتاب کے رستے رہنے کو شرط طالب علمی قرار دے رکھا ہو اس طرح کی طالب علمی کو نئے والوں میں ایک میں بھی ہوں۔ دن کا تو کیا حسابوں مجھے یاد نہیں کہ زمان طالب علمی میں میں کسی ایک رات نیند بھر کر سو یا ہوں میں سکالرشپ ہونے پہچے ایک چوکیدار کو چند پیسے مینا دیا کرتا تھا کہ وہ مجھ کو رات کے دو بجے کتاب بینی کے لئے جگا دے۔ میں گرمیوں میں مکان کے اندر گھٹ اور چارٹوں میں باہر صحن میں بیٹھ کر کتاب دیکھتا تھا تاکہ سونہ جاؤں مجھ کو کئی قسم کے عطسہ اور ٹکے معلوم تھے اور اگر میں سمجھتا کہ اس طرح کی طالب علمی علی گڑھ کے طالب علموں کے حق میں مفید ہوگی تو یقین جانوں میں ان ٹکوں کے بتا دینے میں دریغ نہ کرتا غرض مجھ کو کئی قسم کے عطسہ اور ٹکے معلوم تھے اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ غالباً اسی آل ورک اینڈ نو پلے (کام ہی کام اور کھیل نہیں) کا پیچہ ہوا ہو تو عجیب نہیں کہ ساری عمر مجھے ریاضی نہ آئی ایک زمانے میں شطرنج کھیلا کرتا تھا تو ہمیشہ ماتیں کھاتا۔ جو دینے کو بڑی جیت سمجھتا ہندوستانیوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال ایسا جما ہوا ہو کہ اگر کھیل کو کپلسری (جبری) نہ کیا جائے تو یہ خالی بیٹھے رہیں اور دوڑ دوڑ ہو پ کے نام گھر سے باہر پائوں نہ نکالیں ایسے قدر ناشناسوں سے توقع رکھنی فضول ہو کہ علی گڑھ کالج کے ٹیم (کھیلنے والوں کی

۱۶ نومبر ۱۲۰۱ء کو عمری ۱۲۰۱ء پھینک لانے والی ۱۲۔

جماعت کی داد دیں گے۔ مگر ایک وقت آنے والا ہو اور اُس کو دور نہ سمجھو کہ آج جن پر اجنت کی جاتی ہو اُن کے عرس ہو کریں گے۔ اور ہر ایک بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہو دستور العمل ٹھیرائی جائے گی اور کاش میں اُس وقت کے دیکھنے کے لئے زندہ ہوں۔ اور تم سب بھی خیر تو علی گڑھ کالج کی پکپو لیٹرٹیز (خصائص ہیں ایک پکپو لیٹرٹیز یہ بھی ہے کہ ایسے کھیل جن سے قوائے دماغی شگفتہ اور جسم چست و چالاک اور تندرستی نہ شور و میتقن، اور سیکور (محفوظ) ہو یہاں کے روٹین سلسلہ درس میں داخل ہیں۔ اور اُن پر ویسی ہی توجہ کی جاتی ہے جیسی تعلیم کتابی پر علی گڑھ کالج کے خاص میں سے ایک بڑا مفید اور بڑا بکار آمد یہاں کے طلبہ کا ڈیٹنگ (بحث مباحث) کلب ہے۔ جہاں یہ لوگ جمع ہو کر گویائی کی مشق بہم پہنچاتے۔ استدلال رد و قبح حاضر جوابی یعنی داب مناظرہ سیکھتے اور اہم معاملات میں رائے زنی کرنے کی عادت کرتے ہیں۔ یہی حاصل تمام تعلیم کا تعلیم تھیوری منسوب ہے اور یہی اس کا پریکٹس (عمل) اور جب میں ایسی باتوں پر نظر کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ علی گڑھ کالج کے ہوتے لوگ اپنے بچوں کو دوسری جگہ کیوں پڑھواتے اور کیوں پڑھنے والے دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ پڑھواتے ہو اور پڑھتے ہو تو یہاں پڑھو اور یہاں پڑھو۔ ورنہ امتحان بھی پاس کر لو گے ڈگری بھی مل جائے گی اور شاید کوئی مقول نوکری بھی۔ غرض اشرفی ہو جاؤ گے۔ مگر ٹکسالی نہیں۔ وثیقہ کھلاؤ گے۔ مگر جیسر ڈ نہیں ۵

مگر وہ بات کہاں مولوی بدن کی سی

اگرچہ شیخ نے ڈاڑھی بڑھائی سن کی سی

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تعلیم تو اور جگہ بھی ہوتی ہے مگر تربیت جو نتیجہ اور ماحصل تعلیم ہے وہ ہمیں ہوتی ہے اور بس ابھی حال میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر صاحب نے طالب علموں کو بڑی عمدہ نصیحت کی ہے کینسل کا ٹکس کی شرکت سے محترز رہیں اور واقع میں کینسل کا ٹکس کا انعقاد خود غرضی اور فسادیت پر مبنی ہو یا نہ ہو اور اُس کا نتیجہ درست ہو یا نہ ہو اور اُس کی غرض و غایت ممکن الحصول ہو یا نہ ہو۔ لیکن اس سے تو کسی کو انکارسن کینسل کا ٹکس میں نظم و نسق ملک کے متعلق ایسے پیچیدہ اور اہم مطالب پیش ہوتے ہیں کہ ان میں رائے زنی کرنے کو بڑی عقل بڑی معلومات اور بڑی لیاقت درکار ہے اور طالب العلم اپنی جگہ کہتے ہی لائق ہوں۔

امید نہیں کہ ان شرطوں کو پورا کر سکیں تو نیشنل کانگریس میں شریک ہونے سے ایسے انارمی نا تجربہ کار
نوعمر بچے اس کے کہ ملک کو فائدہ پہنچائیں غالب ہو کہ نادان دوست کی طرح اُلٹا نقصان پہنچانے
کے باعث ہوں گے اور اپنا وقت عزیز مباحثِ لاطائل میں ضائع کرنے سے امتحانوں میں فیل یا
پھسٹ دی رہیں گے سوالگ۔ پس ان لوگوں کو خواجہ حافظ کے شعر سے بہتر اور کیا صلاح دی جاسکتی ہے

امروز مصلحت ملک خسرواں دانست	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
------------------------------	---------------------------------

شہدے کے عذر کے دنوں میں جب باغیوں نے دہلی کے سرکاری میگزین کو لوٹا اور لٹوایا تو بازاری
لوگوں میں کتر کوئی بچا ہوگا جو کوئی نہ کوئی ہتیار جزائل بندوق طینچہ اڑا کر نہ لے گیا ہو۔ ہمارے محلے میں
پنجابی کٹرے کی ایک بڑی مشہور مسجد تھی۔ اُس میں بہت سے مجاہدین آ بھرے تھے۔ اُن میں اکثر
باہر کے گنوار تھے۔ اُس خدائی لشکر کے ریکروٹ سپاہیوں کا حال یہ تھا کہ نشانہ لگانا اور بندوق
چلانا کیسا بچا روں کو بھرنے کا طریقہ بھی معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی بڑی بڑی جماعتیں دھواوا کرنے
کو جاتیں۔ شام کو فتح پاکرواپس آتے۔ اور یہی واپسی اُن کی فتح ہوتی تھی تو دو چار دس پانچ آدمی خمی
بھی ہوتے لوگ جانتے کہ لڑائی میں زخمی ہوئے اور ان کی بڑی قدر و منزلت ہوتی۔ مگر وہ لڑائی کے
زخمی نہیں ہوتے تھے۔ وہ زخمی ہوتے تھے اس طرح پرکہ بندوق بھرنی چاہیے۔ مثلاً ایک انچ ڈیڑھ انچ
انھوں نے ناواقفیت کی وجہ سے (اور انارمی کی بندوق مشہور ہی ہے) بھر دی ایک بالشت سوا
بالشت۔ ادھر چارج کرنے سے بندوق پھٹی اور دھر پھٹی ہی تھی اپنی ہی طرف کے دو چار دس سپرہ جنگی وقت
آرگالوٹ گئے اور بندوق اپنے فرض ادا ہوئی۔ تو یہ مجاہد انگریزوں کو گالیاں دیتے کہ ان الیسیوں
نے اسی دن کے لیے یہ دھوکے کی بندوقیں بنا بنا کر رکھی تھیں یک نشد و شد۔ تو اگر طالب العلم نیشنل
کانگریس کے شریک ہوتے تو وہ ایسے ہی کچھ کار نمایاں کرتے جیسے عذر کے انارمی مجاہد کیا کرتے تھے۔
لیکن اگر پنجاب کے لاٹ صاحب کو علی گڑھ کالج کے ڈبٹینگ کلب کا حال معلوم کر دیا جائے تو وہ
غالباً ہمارے طالب العلموں کو مستثنیٰ کریں گے۔ لیکن ہم پھر بھی اس رعایت کو ڈکلائن (نامنطور)
کریں گے (تھینکس) (لشکر گزاری) کیوں کہ ہم نیشنل کانگریس کو بڑے سوچ بچار کے بعد کنڈم مطرود

کر چکے ہیں۔ اور ہم اس مانے سے ایک ایچ کی قدر بھی تو ہٹتے والے نہیں مائید ال القول لدی
 کیا پنجاب کے لاٹ صاحب ہمارے کالج کے ساتھ ساتھ یہ خاص رعایت کرتے ہو گورنمنٹ ہاؤس
 ساتھ اور بہت رعایتیں کرتی ہیں اس لیے کہ ہم نے اپنے تئیں ان کا مستحق ثابت کیا ہے۔ گورنمنٹ کو
 ہم پر پورا پورا اعتبار ہے۔ اور ہم سچے دل سے پورے پورے اس کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے
 کالج کا بڑا ایم (مقصود) ہے میں نے اس بات کو سٹرکچر (طرز و اعتراض) کے طور پر بیان کیا تھا کہ مروجہ
 تعلیم کلرکل تعلیم ہی یعنی لوگ نوکری کے لیے طیار کیے جاتے ہیں اور بس بے شک دور کے خیال سے
 تو تعلیم پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہے اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا اس تعلیم کا ناقص اور غیر
 مفید ہونا ثابت ہو اور ہو۔ مگر ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لیے کافی اور مفید دونوں ہی ہم لوگ
 نوکری ہی کو معاش پیدا کرنے کا معزز ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کے بدلنے کو مدتیں
 چاہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نوکری کو جس کے لیے ہم بنائے گئے ہیں اپنے لیے موثر پولا کر (محفوظ)
 کر لیں اور ان لوگوں کو جن کا یہ کام نہیں۔ اور دوسرے پیشے اختیار کرنے میں ان کی طبیعتیں مضائقہ
 نہیں کرتیں اور نہ ان کو مضائقہ کرنا چاہیے نوکری میں نہ گھسنے دیں۔ یہ تعلیم کیسی ہی ناقص و نامکمل ہے
 اس میں اتنی خوبی تو ضرور ہے کہ آدمی کو ہر کارہ بنا دیتی ہے یہی پاپڑ ہم نے بھی پہلے ہیں اور قریب قریب
 اسی طرز پر تعلیم پائی ہے۔ فرق اگر تھا تو یہ کہ یہی علوم ہم کو ورنیکیولر (زبان ملکی) میں پڑھائے گئے۔ اور
 جب تک جن میں گئے اس ورنیکیولر کا افسوس کریں گے تو میں نے اپنے ساتھ کے طالب علموں کو دیکھا کہ
 مختلف کاموں میں مشغول ہوئے۔ مگر خدا کے فضل سے جو جس شان میں تھا یا اب ہو اپنے
 اقران میں مشارالہ اور امثال میں ممتاز رہا یہ کانفرنس اس وقت تو علی گڑھ کالج کی ہاں میں
 ملانے والا ہے۔ مگر یہ ایک جرم (دینج) ہے اگر جم گیا تو آگے چل کر اس کا مزہ آئے گا۔ جب ملک تعلیم کی
 پوری پوری قدر کرنے لگے گا اور لوگ سمجھیں گے کہ زمانہ کس طرح کی تعلیم کا مستقاضی ہے۔ گورنمنٹ تعلیم
 سے دست بردار ہو بیٹھے گی اور لوگ تعلیم اولاد کو ان کی پرورش کا جزو و عظم سمجھیں گے اور اس کا انتظام

تمام و کمال اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اُس وقت اور صرف اُسی وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارے بڑے رفارمر سید احمد خاں کو بھی کتنی دور کی سوچھی تھی سید احمد خاں اور ان کے کالیجیٹ سٹاف کے ہوتے ہر ایک کا کام نہیں کہ یہاں کے طالب علموں کو نصیحت کرنے یا کسی بات کی صلاح دینے کی جرات کرے کیوں کہ کسی نے سوچ کر کوئی بات نکالی بھی تو وہ دیکھ لے گا کہ اُس کے ذہن میں ہی اور یہاں عمل درآمد میں مگر محکوم تو جو کچھ کہنا ہی اپنی طرف سے کہ ہی گزروں گا۔ یہی نہ کہ بات مکرر ہوگی اچھا اگر مکرر ہوگی بھی تو قند مکرر۔ ایک اعتراض تو عموماً انگریزی خواں طالب علموں کی طرزِ تعلیم میں ہی طالب علمی میں نے بھی کی ہے اور ہزاروں نہیں تو سینکڑوں کو طالب علمی کرتے دیکھا ہو مگر وہی پُرانی ایشیائی تعلیم۔ یہ بات دوسری ہے کہ جو علوم ہم لوگ پڑھتے تھے وہ بے کار تھے یا بکار آمد۔ مفید تھے یا نامفید۔ مگر وہ ایک طرح کی طالب علمی تو تھی ہی۔ میں علم کا علم سے مقابلہ نہیں کرتا۔ بلکہ طرزِ تعلیم پر کچھ ریمارک کرنے چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں میں مطالعہ بڑی ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔ یعنی اگلے سبق کو زورِ طبیعت سے آپ نکالنا۔ اس میں ایسی زحمت ہوتی تھی کہ جس نے مطالعہ کیا ہے۔ بس اُسی کا دل جانتا ہو گھنٹوں کتاب پر سر جھکائے جھکائے گردن شل ہو ہو جاتی تھی۔ اور دماغ پر جو فشار پڑتا تھا بس اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ دو گھنٹے کے اچھے زبردست مطالعے کے بعد طبیعت اس قدر خستہ ہو جاتی تھی کہ گویا بڑی بھاری منزل طے کر کے آئے ہیں۔ زحمت تو بڑی سخت تھی مگر ویسے ہی اس کے فائدے بھی تھے کسی فن کی ایک کتاب بھی اس طرح پر نظر سے گزرنی تو بس جانا کہ اُس فن میں اچھا خاصا عبور ہو گیا۔ استعداد اچھا جلد جلد بڑھتی تھی۔ مطالعہ کا پڑھا ہوا اس طرح ذہن نشین ہوتا تھا۔ جیسے نقش فی الحجر برسوں کے بعد خیال کرو اور تازہ۔ میں دیکھتا ہوں تو انگریزی خواںوں میں مطالعہ کا دستور بالکل نہیں اور شاید اوور گریننگ (کثرتِ اسباق) کی وجہ سے اُن کو مطالع کی فرصت نہیں ملتی۔ مگر کچھ ہی سبب ہونے پر یہ ہے کہ ان کی استعداد ڈیپ اور سوئڈ (غائر و عمیق) ہونے کے عوض شیلو اور سوپر فیشل (سطحی و قشری) ہوتی ہے نظر مطلب کے اطراف و جوانب اور پورے اسٹیڈ کو نظر یعنی مالہ اور ماعلیہ پر احاطہ نہیں کرتی۔ اور خود محکوم بار بار اس کا تجربہ ہوا ہے۔ بے شک اس میں سبب

اکسپشنز مستثنیات لایق اعزاز بھی ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے کہ لاکٹر حکمہ الکلی چھوٹے بچوں کو انگلی بکڑا کر چلنا سکھاتے ہیں۔ اور اس سے بہت بہتر وہ طریقہ ہے کہ لکڑی کے ایک چوکھٹے میں جس کو عورت عام میں گھڑولنا کہتے ہیں پیسے لگا کر اس کے سہارے سے بچے کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ چوکھٹا آگے کو گڑھتا ہو اور بچے کو خود بخود پائوں اٹھانے پڑتے ہیں۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ بچہ پائوں پر زور دینے کی عادت کرے چنانچہ اس تدبیر سے بچے گڑھ کر چلنا سیکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بچوں کو کندھے پر چڑھائے چڑھائے یا گود میں لادے لادے پھریں اور خود بچے کو کسی طرح کی زحمت نہ اٹھانے دیں تو وہ بچہ کبھی بھی پائوں چلنا نہیں سیکھے گا۔ یہی حال ہے پڑھنے کا ہے کہ استاد صرف ایک سہارا لگانے والا ہو اور اصل میں پڑھنا وہی ہو جو سٹوڈنٹس اپنے آپ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی خود معلوم ہوتے ہیں اور خود ہی متعلم۔ اب تم کو اپنی ایک حکایت سناؤں شاید تم سمجھو کہ کچھ سنی بھارت اور خود ستانی کرتا ہو۔ حالاں کہ سنی اور خود ستانی نہیں طالب علموں کے مطالعے کی ضرورت کا ثابت کرنا منظور ہے۔ میں نے کالج میں سبقاً سبقاً انگریزی نہیں پڑھی اور کسیر نفس تو اس کا متقاضی ہے کہ کہوں مجھ کو انگریزی نہیں آتی۔ لیکن آپ لوگوں میں انگریزی دانی کا اظہار نہ کروں تو کیا مولویوں میں کتا پڑا پھروں اور ان کو بیٹھے بٹھائے اپنی نسبت فتوے کفر لکھنے کی تکلیف دوں۔ بعدِ قدر میں الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھا کہ میں نے انگریزی کا شوق کیا۔ نہیں بلکہ ایک دوست نے رنجت دلائی۔ وورے کی نوکری پڑھنا تو کیا ہو سکتا تھا مگر ہیڈ کواٹر میں (مستقر) آتا تو ان ہی دوست سے بقدر دست داد فرصت کچھ دیکھ لیتا۔ اور دوڑے میں بطور خود اس کو یاد کرتا چند روز میں اتنی استعداد ہو گئی کہ رومن کی سکول ڈکشنری کی مدد سے عبارت کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر بدقت تلفظ بہت ہی نادرست تھا اور اب تک بھی نادرست ہے۔ میں اس عیب کی شکایت نہیں کرتا جس سے کٹر ہندوستانی خالی ہوتے ہیں بلکہ میں اپنے میں یہ عیب بہت زیادہ پاتا ہوں۔ اس واسطے کہ ساری عمر میں اہل زبان کے منہ سے انگریزی الفاظ بہت سنے ہوں گے تو شاید ایک ہزار اور اگر مکررات کو حذف کر دوں تو چند درجن اور اسی نادرستی تلفظ کی وجہ سے مجھ کو انگریزی میں بات کرنے کی کبھی جرات

بھی نہیں ہوئی اور ضرورت بھی نہیں پڑی بہر کیف میری استعداد و فن کی سکول ڈکشنری تک تھی۔ اور اُسی زمانہ میں تمھارے اس پیل کوڈ (تقریرات ہند) کا ترجمہ ہو رہا تھا تو کس اہتمام سے کہ منشی غفلت المد صاحب ترجمہ کرتے اور بہ ترتیب پہلے مولوی محمد کریم بخش صاحب پھر مہری سٹوارٹ ریڈ صاحب جو اُس وقت ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن تھے پھر آخر کار خود سر جارج ایڈمنسٹن صاحب نفٹ گورنر اُس میں حکم و اصلاح فرماتے۔ اور اتنی نظروں کے بعد ترجمہ چھپنے کو دیا جاتا۔ اب خدا کو منظور ہو اِذَا اَدَّ اللّٰهُ شَيْئًا هَيَّا اَسْبَابُهٗ کہ یہ ذرہ بے مقدار و روشناس آفتاب ہو یعنی جواب نفٹ گورنر ندیر احمد کانوٹس لیں۔ اور ندیر احمد کا یہ حال کہ بابو شیو پرشاد صاحب کی ماتحتی میں بنارس سرکل کے تمام ڈپٹی انسپکٹروں میں لیاقت اور کارگزاری کے اعتبار سے آئیٹ دی بونم آف دی لسٹ یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ میں نے بابو صاحب کی ماتحتی میں ایک سو بیس روپے ماہوار کی انسپکٹری سے تنگ اگر اسی روپے ماہوار کی انسپکٹری منظور کر لی تھی اور وہ اتفاق سے علی گڑھ کی ڈپٹی انسپکٹری تھی اگر میں علی گڑھ آگیا ہوتا اور سید محمد خاں بھی اندلوں یہاں ہوتے تو میں آج کو ان کے خلفائے ہند میں میں تہا۔

شکر دے ہی میں اُس بت کو چمانے رکھا	ور نہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
------------------------------------	------------------------------------

بارے لارڈ صاحب دورہ کرتے کرتے الہ آباد آئے اور عاجلاً نہضت فرمائے بنارس ہوئے پینل کو ڈیپنٹی کمشنر سٹاف سب اُن کے ساتھ۔ لارڈ صاحب کہ وہ کسی ضرورت سے ایک ہفتے کے لیے الہ آباد رہ گئے، اور بخوبی خدمت سپرد ہوئی کہ منشی عظمت اللہ صاحب کا کیا اور مولوی کریم بخش صاحب کا اصلاح دیا ہوا ترجمہ ریڈ صاحب کو سنایا کروں۔ دخل تو دینا پڑتا ہی تھا میں نے دو چار ہی دن کی صحبت میں یہ ثابت کر دیا کہ پینل کوڈ کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور میری شرکت ترجمے کے حق مفید ہو۔ ریڈ صاحب تو میری انگریزی دانی کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اُنھوں نے اپنی روانگی سے پہلے چٹھی دے کر محکوم لارڈ صاحب کے پاس چلتا کیا۔ اور میں ڈیپنٹی کمشنر سٹاف میں جا داخل ہوا اور آخر کار میں نے ہی دفعات کے خلاصے لکھے اور میں نے ہی اپنی نگرانی میں مجموعہ تعزیرات ہند

۱۲ جب اللہ کو کوئی کام لینا ہوتا ہو تو اُس کے اسباب بھی بنادیتا ہر ۱۲۷ فہرست میں سب سے آخر ۱۲۔

چھپوایا۔ مطلب کی بات تو یہ ہے کہ جب ہماری ٹیٹھی (ٹیلیٹ) کو لاٹ صاحب نے ڈپٹی کلکٹریاں
دینی تجویز کیں۔ ریڈ صاحب نے نوٹیشن رول کے فارم میں میری انگریزی دانی کی بڑی مدح
کی اور میری ہی حال ع

عالم ہمہ انسانیہ ما وارد و ما، سچ

تو کیا ریڈ صاحب نے میری مدح غلط کی۔ ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ ہاں اُن سے غلطی ہوئی تو یہ کہ اُنھوں
نے فی زعمہ میری استعداد کو انگریزی کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ استعداد صرف قوت مطالعہ
تھی جو میں نے اپنی طالب علمی میں حاصل کی تھی اور اُس وقت تک ایسی فہرستہ نہیں ہوئی تھی جیسی
اب ہو گئی ہے۔

مضمحل ہو گئے قومی غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں
------------------------	--------------------------

آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ ہم اولڈ فیشن کے پڑھے ہوؤں کو ذرا نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور
بلاشبہہ پُرانی تعلیم اس جدید تعلیم کے مقابلے میں نظر حقارت سے دیکھے جانے کی مستحق بھی ہو مگر میں تو
طرز تعلیم میں بحث کر رہا ہوں نہ نفس تعلیم میں۔ ہم تعلیم کا اچھا بُرا تو جانتے نہیں اب بھی جو کچھ کر رہے ہیں
وہی اولڈ فیشن کے معدودے چند تعلیم یافتہ کر رہے ہیں۔

رنگین سواہی اب کے گل نو بہار سے	پہلا جو برگ زر کوئی اس چمن میں ہے
---------------------------------	-----------------------------------

ان میں سے کوئی بی اے ام ای۔ ایل ایل ڈی ہے تو بتا دو۔ ایک سید احمد خاں ال ال ڈی ہیں تو
وہ نہ تمھاری انگریزی کی وجہ سے۔ اور نہ ہماری پُرانی تہذیب کی وجہ سے بلکہ اُس تعلیم کی وجہ سے جس کا
علم لدنی کہنا چاہیے عَلَّمَناہُ مِن لَّدُنَّا عَلَّمَناہُ کہ ایک شخص نہ عربی کا فاضل ہو نہ انگریزی کا پروفیسر۔
اور خدا اُس کے ذہن میں ایسی برکت دے کہ مولویوں اور پروفیسروں کو رستہ بتائے۔ انگریزی
پڑھتے تو تم ہو مگر اسی کاش میری برابر اُس کی قدر کرو کہ باوجودیکہ نہ تو جب پڑھنے کی عمر تھی انگریزی
پڑھی اور نہ ساری عمر خدا نے انگریزی کو میرا ذریعہ معاش گردانا۔ تو انگریزی کی ایسی ہی قدر و قیمت

۱۱۔ ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم دیا۔

دل میں تھی کہ بڑی عمر میں اس کو سیکھا اور بے تقاضائے معاش سیکھا اور اسی پر پس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ افسوس کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ کیوں ابتدا میں میں نے انگریزی نہیں پڑھی۔ نوکری تو میں نے مولوی مہدی علی کی مہربانی سے ایسی پیش قدمی قرار خواہ کی کی کہ سیکڑوں انگریزی خوانوں میں سے ایک کو بھی نصیب نہیں ہوتی مگر میں اس کو چانس (بخت و اتفاق) ہی سمجھتا رہا کیوں کہ وہ اس قیمت کے صلے میں علی تھی جس کی انٹرنگ ویلیو ذاتی قدر قیمت) اس زمانے میں اتنی ہی نہیں۔ تو اسی عزیزو! انگریزی کی اتنی تو قدر کرو جتنی میں نے کی اور کرتا ہوں اور یہ معلوم ہو گا اس سے کہ معاش سے قطع نظر کر کے تم کو انگریزی کا شوق ہو۔ اگر تم یہ سمجھ کر انگریزی پڑھ رہے ہو کہ فی زمانہ معاش پیدا کرنے کا ذریعہ ہو تو میں تمہاری رائے کی تصویب کرتا ہوں۔ مگر میں اس کو شوق نہیں سمجھتا۔ شوق یہ کہ جب خدا کھرے تم امتحان پاس کر لو۔ اور خدا کرے تم کو نوکری بھی مل جائے اور نوکری بھی مل جائے تو محتول یعنی تم کو مدرسے سے طالب علمی کا تعلق باقی نہ رہے اس کے بعد بھی تم سٹڈی (مطالعہ) کرتے رہو اور کتاب بینی کو اپنے جیتے جی کا مشغلہ بنا لو۔ روحانی لذتوں میں سے ایک لذت کتاب بینی کی بھی یہ کہ جس کو اس کی چاٹ پڑ جاتی ہو باقی تمام لذتیں اس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ شاید اس کا ظاہر حال خستہ و خراب ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی خوش ہو سکتا ہو۔

نہیں ہو قانع کو حاجت زر و وہ مفلسی میں بھی ہو تو ننگ

جہاں میں مانند کیسا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہو

میں جو کتاب بینی کی مدح کر رہا ہوں اور تم کو اس کی ترغیب دلاتا ہوں مثنی سنائی نہیں کرتا میرے لئے تو یہ شرط زندگی ہو گئی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اگر مجھ کو کتاب بینی کا شغل بھی نہ ہوتا تو خدمت سے علیحدہ کئے بیچھے کیوں کر زندہ رہتا اور ہاں نوکری کی حالت میں بھی کتاب بینی کی عادت بڑے بڑے کام ہے اور دو موقعوں کو تو میں کبھی بھول نہیں سکتا میں ایجوکیشنل لائن سے نکل کر اول اول ساڑھ سلیم پور ضلع کانپور میں تحصیل داؤد پور ہوا۔ آج تو میں تحصیلدار مقرر ہوا۔ اور دو تین مہینے بعد تحصیل داروں کا امتحان ہونے والا تھا۔ سرچارلس الیٹ جو ان دنوں بنگال لفٹنٹ گورنر ہیں مجھ پرٹ ضلع تھے۔

انھوں نے میری جدید العہدی پر نظر فرما کر مہربانی سے لکھا بھی کہ تم چاہو تو اگلے سال شریک امتحان ہونا میں نے یہ سوچا کہ امتحان کا کھڑکا بڑا۔ اور میں نے صاحب مجسٹریٹ سے عرض کیا کہ قیل ہونے کی صورت میں میری جدید العہدی کا لحاظ فرمایا جائے۔ سر شہتہ تعلیم کے ملازم کو مال گزاری اور فوجداری سے کیا نسبت۔ تحصیل داری کے کاغذات کا ہڈا اور ٹیل (سر اور پاؤں) تک تو مجھ کو معلوم نہ تھا۔ علی انگلی رکھ کر بتاتے تو میں دستخط کرتا۔ عملوں نے امتحان سے بہتر ای ڈرایا مگر میں اپنی قوت کتاب بینی کا بخوبی اندازہ کرتا تھا۔ ایک نہ سنی اور شریک امتحان ہوا پہلی ہی دفعہ ہول ڈویژن کے تحصیل داروں میں نمبر اول۔ ڈپٹی کلکٹر میں پھر وہی امتحان کا مرحلہ پیش آیا۔ اور گورکھپور میں یہ ان دفتروں کا مذکور ہو کہ ضلع بیتی علی حدہ نہیں ہوا تھا، کام کی یہ کثرت کہ خدا کی پناہ۔ مگر وہی کتاب بینی کی عادت ہول پراؤنس (صوبے) کے پانس شدگان میں ہڈا آف دی لسٹ (انگلو ڈنگ (سر فرسٹ شمول) جاقینٹ مجسٹریٹس اسسٹنٹ کلکٹر ڈپٹی کلکٹر کینڈیڈٹس شاید یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک نیٹو ڈپٹی کلکٹر جنٹوں اور اسسٹنٹوں پر سبقت لے گیا کہ اُس کے بعد سے امتحان کا رزلٹ (نتیجہ) دو حصے ہو کر مشتمل ہونے لگا۔ یور وینر کا الگ الگ اور نیوز کا الگ۔

پس امی طالب علمو! جہاں رہو اور جس حالت میں رہو عربی کے اس چھوٹے سے مصرعے کو جلی قلم سے خوشخط لکھو اگر سامنے سینہ پر رکھے ہو۔ ع

وَحَدِّثْ جَلِيسَ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ

اس پر عمل کرو گے تو تمام دینی اور دنیاوی برکتوں کا میں ضمانت۔ میری ضمانت ہے تو تم کو کیوں تسلی ہونے لگی کہ تو بڑے میاں کی ضمانت دلوادوں مگر دینی برکتوں کے لیے بھی ان کی ضمانت لو گے؟ میں تو تم کو تعلیم کے متعلق بہتری صلاحیں بتاؤں۔ لیکن کچھ ایسے سچ آکر پڑے ہیں کہ تعلیم کا روبراہ ہونا ہی۔ دیر طلب اور مشکل سیکور (دنیاوی) کچھ بھی اور شاید کچھ ہو بھی جائے گی کیوں کہ لوگ اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ مذہبی تعلیم جس کی طرف سے مجھ کو اندیشہ ہے۔ وہ بلا سبب لفظ چینیوٹی بھڑا

۱۲ سالہ زمانے میں سب سے بہتر رفیق کتاب ہو۔

کباب ہو۔ مصیبت یہ ہو کہ لوگ صبر و سکون سے بات سنتے نہیں اور پہلے سے پرموڈ سڈ (کارہ متغیر) ہوں تو صبر و سکون کے ساتھ سنیں کیا خاک۔ مذہب کا نام زمان پر آیا اور انھوں نے کان کھڑے کیئے سنتے کے لئے نہیں بلکہ وحشت و گریز کے لئے۔ اور بات جو میں کہنی چاہتا ہوں اسی قدر ہو کہ دین میں جو کچھ جمع کیا گیا اور جس ضرورت سے جمع کیا گیا وہ نہیں قسکے لئے تو بہت ٹھیک تھا جس وقت جمع کیا گیا تھا لیکن اُس وقت میں اور اس وقت میں نور و ظلمت کا فرق ہو گیا ہے ہم کو اس وقت کے لحاظ سے دینیات کو ترتیب دینا ہو۔ لیکن ترتیب دے کون۔ اور کوئی اتنی جرات بھی کرے تو اس کی مانے کون۔ اس سے بہتر ہو کہ اس بحث کو ہمیں رہنے دو کہا اس قدر بس کرتا ہو کہ تم کو ایک ذرا سا ہنٹ (اشارہ) کر دیا گیا کہ بات تمہارے کان میں پڑی رہے اور اس سے زیادہ زیادہ کہا جا چکا ہو اُسی کا کیا اثر ہوا کہ آج کے کئے کا ہونا زمانہ کارنگ دیکھ کر تعلیم کے متعلق جو سید (مفتونہ و بے خطر) شور مئی دیا جاسکتا ہو یہ ہو کہ جو گورنمنٹ کے سوکر و اور جو تمہاری سوسائٹی کے سوکر و

کر و تھل کہ عاشقی میں نہ یوں کرو گے تو کیا کر گے

اب اپنی طرز معاشرت کی نسبت ایک بات سنو۔ اس زمانے میں طالب علمی سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت نہ ہوگی انگریزی نہیں پڑھتے تو پیٹ کو روٹی نہیں ملتی پڑھتے ہیں تو مذہبی طغنون کے علاوہ منور اور بے ادب اور سرف بجھے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہو کہ گالی لاٹھی نہیں پتھر نہیں۔ چھری نہیں کہ خوں نکلے ہڈی ٹوٹے گوشت پھٹے۔ رگ کٹے۔ مگر خدا جانے کیا چیز ہو کہ ان سب سے زیادہ ایذا دیتی ہو۔

جَوَاحِرُ السِّنَانِ لَهَا الْبِتَامُ
وَلَا يَلْتَمُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ

یہی حال ہو مطاعن کا۔ پہلے تو عام انگریزی خوالوں پر مذہبی ملاحی گالیاں پڑا کرتی تھیں۔ سوشلزم ہو کہ اُن میں تو بہت کمی ہو اب سارا پنچوڑ ہمارے اس کالج کے طالب علموں پر ہو۔ سوان حضرت سر سید کی بدولت اور میں دیکھتا ہوں تو سر سید بھی بجائے خود اپنے اور تمہارے حصے کی گالیوں کا خوب انتقام لے رہے ہیں۔

اسی طرح بت بدخو کو رام میں نے کیا

جب اُس نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

اور اس سے زیادہ شدید انتقام یہ ہے کہ پابندی مذہب کالج کے ڈسپلن (ضوابط و قواعد) میں داخل ہیں لوگوں کو ان کے تعصب نے اندھا بہر کر رکھا ہے مگر کالج کے درو دیوار تو اندھے بہرے میں ہیں **وَأَنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْمُو بِحُجَّتِهِ وَلَكِنْ لَا تَقْفُوْنَ نَسِجَهُمْ ذُرَّاصْبِرْ** کرو۔ ایک دن ہو گا کہ مسجد کی اینٹیں گواہی دیں گی کہ امی خدا ان طالب العلموں کے سر پر سے ایسے ہم پرچھکے اور ان کی لال لال ٹوپوں کے پھندے۔ اور پشیمانیاں خاک آلود ہوتیں۔ اُس وقت تم کو سدی کے اس مقولے کی تصدیق ہوگی

نیک باشی و بدت بیند خلق بہ کہ بد باشی و نیکت بیند

آدمی کو خدا نے کئی فیکٹیز (قابلیتیں) عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک مذہب بھی ہے **فَطَرَهُ اللَّهُ أَتَقِيْ فُطْرَ النَّاسِ عَلَيْهِمْ** اور یہ فیکٹی (خلقی قابلیت) پورے طور پر ڈولپ (تروتازہ و شاداب) ہوتی ہے اُس وقت جب آدمی سن و قوت کو پہنچتا ہے اور انبیاء علیہم السلام جو چالیس برس یا اُس سے بھی زیادہ عمر میں مبعوث ہوئے تو اُس کی بھی یہی وجہ ہے تو میرے نزدیک تو عمر بڑھ کر گئی ہے جیسے ہمارے طالب العلم ہیں اُسی قدر پابندی مذہب کرانی چاہیے کہ اُن کی مذہبی فیکٹی معدوم یا سٹنڈ (پڑمردہ) افسردہ نہ ہونے پائے اور میں اس کے لیے علی گڑھ کالج کی ڈسپلن (ضوابط و قواعد) کو کافی سمجھتا ہوں جو لوٹ کے قبل اوقت زیادہ پابندی مذہب دکھاتے ہیں میرا تجربہ یہ ہے کہ یا جان ہمارے ہونے میں بڑے ہو کر ان کی مذہبی فیکٹی (قوی) کند پڑ جاتی ہے **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** دل میں تو تقاضا ہی نہیں اس واسطے کہ تقاضا پیدا ہونے کی عمر نہیں پس وہ جو زیادہ تر بحسب (مذہبی) بننا چاہتے ہیں ضرور یہ کہ متصنع اور مرانی ہوں **أَعْمَالُهُمْ كَمَا دَانِ شَتَاتٌ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ** کتاہی طالب العلموں کو سمجھاؤ۔ منع کرو کہ مذہبی گورکھ دھندوں کے سلجھانے کا تمہارا وقت نہیں ہو مگر وہ کب باز آتے ہیں حقیقت میں یہ پیچا رہے بھی طبیعت سے مجبور ہیں۔ مذہبی اختلافات تو سدا سے

۱۵ سب چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم نہیں سمجھتے ۱۲ اللہ کی بناوٹ جس پر لوگوں کو بنایا ۱۳ اُن کے کتے جیسے راگہ گراوے گئی اُس کو ہوا اندھی کے دن اپنے کتے پر کھپے قدرت نہیں رکھتے ۱۲۔

چلے آئے ہیں اور نہ صرف چلے جائیں گے بلکہ بڑھتے چلے جائیں گے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَاحِدَةً وَكَانَ الْوَنُحْتَفِلِينَ اِلَّا مِنْ نَحْمِرُكَ وَلِذَا لَكَ خَلْقُهُمْ مِثْرًا اِيسِي چھپر چھپار
جیسی کئی کئی برس سے دیکھنے میں آتی ہو ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اگلے وقتوں میں
نذہبی علما وہ بھی سب نہیں بلکہ بعض اپنی جودت طبع دکھانے کے لیے علم کلام میں کوئی ایک ادھر رسالہ
لکھ مارا کرتے تھے ماوشما کو مباحثہ و مناظرہ سے کچھ سرکار نہ تھا عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ یا اب تہ
یہ حال ہو گیا ہو کہ جو جس دین کا ہو پڑھا ہو تو اور نہیں پڑھا ہو تو جانتا ہو تو اور نہیں جانتا ہو تو اپنی جگہ جہتہ
اور مجاہد بن ہارون پھر تاہو یہ ہیں نیچے رعایا کی بے ہنگام آزادی اور گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی یا امپارشلٹی کے
چاہے وہ مجبوری ہی سے کیوں نہ ہو معلوم ہوتا ہو کہ مذہب کے متزلزلے کو دوں کھا کر دنیا سٹری ہو گئی
ہو تو کیوں کر توقع کی جائے کہ طالب العلموں کے کانوں تک اس غل کی آواز نہ پہنچے۔ آواز پہنچتی ہو تو
خدا لے کان دیئے ہیں چار و ناچار سنتے ہیں اور سنتے ہیں تو خدا لے عقل دی ہو چار و ناچار طبیعت
لڑا تے ہیں۔ غرض طالب العلم بھی چاہیں تاہم اُن کو مذہب کی نسبت ایک نہ ایک رائے قلائم
کرنی پڑتی ہو۔ جب طلبہ میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ وہ پولیٹیکل باتوں میں رائے زنی کریں تو اُن میں
اس کی صلاحیت کہاں سے تسلیم کی جاسکتی ہو کہ مذہب کا فیصلہ کریں۔ کیا مذہب پولیٹیکل باتوں
سے بھی گیا گزرا ہو جس کے اختلافات دنیا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور کتنے حکیم کتنے فلسفی کتنے
مناظر کتنے مشہور ہو گزرے اور یہ اختلاف رفع نہ ہوا پر نہ ہوا تو طالب العلم! مذہب سے قطع نظر بھی نہ کرو اور
قطع نظر کم کر بھی نہیں سکتے مگر اتنا تو غل بھی نہ کرو کہ تمہارے بڑھنے لکھنے میں حرج واقع ہو جس کام میں
حم لگے ہو یہ بھی داخل عبادت ہو بشرطیکہ نیت بخیر ہو اور اس سے زیادہ اور کیا نیت بخیر ہو سکتی ہو کہ تم
مسلمانوں کی قوم کو معزز بنانا چاہتے ہو جس کا دوسرا عنوان ہو اعلاء کلمۃ اللہ دین و دنیا کے تعلق پر
ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں کچھ بیا رک کر چکا ہوں اب اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کو خدا نے دین اور
دنیا پر اتنا اختیار دیا کہ چاہیں دونوں کو لڑا ماریں اور کبھی ملنے نہ دیں اور یہ بالکل خدا کی مرضی کے
لے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک سا کرتا اور لوگ ہمیشہ اخلاص میں رہیں گے مگر جس پر اللہ رحم کرے اور اسی لیے ان کو پیدا کیا

خلاف ہو اور چاہیں دونوں میں ایسا اتحاد پیدا کر دیں کہ دونوں ایک جان دو قالب رہیں جیسے ہمارے سرسید اور ہمارے جلسے کے پرنسپل نواب عسک الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر کہ ان دونوں میں ایک مرتبہ کسی نے لکھا تھا **اَللّٰہُ لَا دُوْعَ وَ اَحَدٌ حَلَّ فِیْ جَسَدِیْنِ**۔ یا اسی طرح کی کوئی دوسری عبارت اور خدا کی بھی عین مرضی یہی ہو کہ دین و دنیا میں ایسا ہی کاٹھا اختلاف ہو اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہو۔ ہمارے اپنے صرف ارادے کے بغیر کو کما کر کھلائیں اور وہ کمائی ہمارے نامہ اعمال میں عبادت لکھی جائے۔ خدا نخواستہ کوئی دوست بیمار پڑے اس کی عیادت کو جائیں اور جو قدم اٹھائیں۔ جنت کی طرف۔ چاہے کوئی ہمیں مرتد بنائے یا کافر ٹھہرائے مولویوں کے مسئلوں میں تو اپنی عقل کچھ کام کرتی ہو نہیں۔ سفر میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہو اور نہ کرو تو گنہگار اس واسطے کہ خدا اپنے بندوں پر آسانی کئے اور وہ اس آسانی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ایک طرح کا کفرانِ نعمت ہو۔ بڑا عمدہ خیال ہو اور کاش اس کو اتنی وسعت دی جائے کہ لوگ روٹیوں کا کچھ دھند کریں اور خدا بھی خوش رہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری نسبت مغرور ہے ادب و مسرت کے الزام کہاں تک صحیح ہیں یہ اور اس طرح کے اور چند الزام متفرع ہیں اور خود داری پر جو ضروری نتیجہ انگیزی تعلیم کا ہو۔ لوگ تو تم کو ملازم قرار دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں اور پکارے کہتا ہوں کہ تمہاری ساری اداؤں میں بس یہی ایک ادا محکوم سب سے زیادہ پسند ہو وہ جو کہتے ہیں ہو تمہارے بڑے کے چکنے چکنے بات۔ بس اسی ایک ادا سے معلوم ہوتا ہو کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ گے۔ خود داری ہو کیا چیز سلٹ اسپیٹ۔ یعنی آپ اپنی عزت کرنا جب ہم آپ اپنی عزت نہ کریں تو ہم دوسروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔ کہ ہماری عزت کریں گے۔ آپ اپنی عزت کرنا ایسا اچھا خیال ہو کہ انسان کو کسبِ کمال اور برتری اور ترقی اور لیاقت کی طرف براہِ گنجہ کرتا رہتا ہو بس وہ انسان کے حق میں ایک بڑا عمدہ سائق جو اس خیال کا آدمی بھی ضرور حالت میں رہ نہیں سکتا کیا خوب کہا ہو۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

پر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ خود داری میں افراط نہ ہونے پائے کہ خود داری میں افراط ہوئی اور وہ منجر بضرور ہوئی اور غرور تمام مذمتوں میں بدر زذلت ہے کہ مغرور آدمی چلتا پھرتا دور کھینچتا ہے و تنہا ہی لوگوں کی نظروں میں گرتا اور ذلیل و مبغوض ہوتا چلا جاتا ہے

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا آفتاب آنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

کچھ معلوم ہے کہ اگر ہم ایک قوم کی نسبت دریافت کرنا چاہیں کہ ان میں خود داری ہے یا نہیں اور ہر تو کتنی ہے تو اس کے معلوم کرنے کا کوئی معیار بتا سکتے ہو۔ نہیں بتا سکتے۔ مجھ سے سنو۔ اس کا معیار ہے ان کا لٹریچر۔ خدا فارسی کا کھوجڑا کھوئے اور احمد لد کہ ہمارے ہاں سے تو کھویا ہی گیا اس کجخت نے مسلمانوں کے اخلاق پر ایسا برا اثر کیا کہ خود داری کا سنس نکل گیا۔ مبالغہ اور جھوٹ اور نفاق اور ریا اور تصنع اور تکلف اور خوشامد فارسی لٹریچر کے یہی کچھ ہنر ہیں اور جن لوگوں کی گھٹی میں نیز ہر بلا پایا گیا ہو وہ خود داری کو کبر و نخوت سمجھا اور کہا ہی چاہیں۔ عربی کا لٹریچر تم مجھ سے بہتر جانتے ہو اس میں کہیں فخر اور کورٹش اور آداب و تسلیمات نظر پڑا ہی ہے۔ سدا سادہ السلام علیکم وعلیکم السلام اور کسی نے اِذَا حُیِّیْتُمْ بِحَسْبِیْ فَحَسْبِیْ اِیَّاهُ اَحْسَنُ مِنْہَا پر عمل کیا تو علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کھ دیا۔ اُٹھ گت ہو چکی۔ گفتگو میں مخاطب کے لئے بادشاہ نہیں بادشاہ کا باوا کیوں نہ ہو وہی ایک لفظ اَنْتَ مراسلت کہ وہ بھی مکالمہ ہی ہے۔ مگر غائبانہ گفتگو کی ہو۔ ہو۔ نقل ایک خط تو قرآن میں موجود ہے اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَ اِنَّہٗ لَیْسُو اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَلَا تَعْلَمُوْا عَلٰی وَاَنْتُوْیْ مُسْلِمٰیْنِ اور پیغمبر صاحب کے خطوط احادیث میں منضبط ہیں مہربانی فرما کر ان کو دستور الصبیاں سے لے کر انشاے طاہر و حمید اور ابوالفضل تک کے خطوط سے تلا لینا اور ہاں مادہ ورام نامی ایک ہندو صاحب بھی ہیں اور ان کی انشا بھی داخل درس ہے عربی کے لٹریچر نے بھی عجم کے اختلاط کی وجہ سے وہی

۱۷ جب تک کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر دعا دو ۱۲۔ یہ خط سلیمان کی طرف سے اور شروع ہوا اللہ کے نام سے جو ہر طاہر و حمید و محمود یا ہر کز و زہد کرد میرے مقابل اور چلے آؤ حکم بردار ہو کر ۱۱۔

فارسی کا رنگ پکڑنا شروع کیا تھا کہ شاید اسی کی خواست کی وجہ سے بنیاد سلطنت ہی متزلزل ہو گئی۔

گر بدریا رود، برآرودود

قدم بے فلاح و نامسعود

لٹریچر کو تم نے ایسا سمجھا کیا ہے؟ لٹریچر قومی گیر پیکٹر کا فوٹو ہوتا ہے اور لٹریچر کا بگڑنا قومی ادب کی نشانی ہے۔ غرض اگر نیوٹرزم کو بددماغ سمجھیں تو یہ خود اُن کی اپنی سمجھ کا قصور ہے کیوں کہ ان کے مورل مذاق بگڑے ہوئے ہیں اُن کا خود داری کو غور سمجھنا اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جیسے کسی شخص کو پتوں کا غلبہ ہو اور اُسے بیٹھی چیز کر دوی لگے۔ میں نے اس بات کو بہت ہی افسوس کے ساتھ سنا ہے کہ ایسا ہی خیال بعض صاحب لوگوں کا بھی ہے۔ اور تو کچھ تعجب نہیں۔ انگریزی خوانوں کو انس نیشنل کانگریس نے بہت بدنام کر دیا ہے اور سب طعنے اور اعتراض تو سبھی جاسکتے تھے مگر کانگریس والا کہلانے سے بے شک انداز ہوتی ہے چاہے اُن کو طبیعت کا لوہا پس بھویا انگریزوں کی خوشامد یا کانٹنٹس کا تقاضا یا دوست دشمن کا تفرقہ اور نفع و ضرر کا امتیاز اگرچہ انگریزی لٹریچر عربی لٹریچر کی طرح فارسی کے عیوب سے پاک ہے اور اسی وجہ سے انگریز لوگ سب سے زیادہ خود داری کی قدر کرنے والے ہیں مگر نشہ حکومت میں بعض از خود رفتہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہی ہیں جو نیوٹرزم کی خود داری کو دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کے نشے پر گزوک کا کام دیتی ہے گلوں اور خدمت گاروں کی مدارات جو کان پھری میں اور بنگلہ پر ایک طرف غریب پرور اور حضور اور جناب عالی اور دوسری طرف اقدومی اور نمک پروردہ اور غلام اور خانہ زاد سننے کے خوگر ہوں اُن کو آئی اور یو کی محروہ آواز سے اندازہ ہو تو تعجب۔ مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ جس میں خود داری نہیں اُس میں اثر و عورت نہیں صداقت نہیں دیانت نہیں و قادیاری نہیں ہمت نہیں دلیری نہیں استقلال نہیں۔ بیشک چاہلو سی سے دنیا میں ہر کام نکلتے ہیں۔ لیکن سلف رسپکٹ (خود داری) کو سکریفائیس (قربان) کر کے کوئی کام نکلا بھی تو ایسی کامیابی پر غصت۔ طالب علمو! اتم کو برطی مشکل کا سامنا ہے شاید تم پر بالائے قوں کو ترجیح دی جائے شاید تمہارے حقوق پامال ہوں مگر کچھ بھی ہو سلف رسپکٹ کو ہاتھ سے نہ دینا۔ یہ خود ایک ایسا سٹیفیکیشن (امینان قلب) ہے

کہ تمام فائدے اس کے مقابلہ میں بھیج ہیں لیکن اس خیال کے راسخ کرنے کے لیے اخلاقی اور مذہبی خیالات کا پکنا شرط ہو

کشود کار کسی سے یہاں ہوا بھی ہو
سماجت اتنی بھی آخر کوئی تہا بھی ہو

ستر حوالہ کچر

جو انجمن حجاب اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسے منعقدہ ۱۹۲۲ء میں توحید پر دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظم

مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو
کہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت ہو حقارت ہو
کہ اس قابل نہیں مجھ سے کوئی تقدیرِ خدمت ہو
اُسی دشمنوں کی بھی نہ اس دجے بڑی گت ہو
معاذ اللہ خدا ہو جائیں گراں کی سی شمت ہو
کہ اپنی قوم کو خود نام سے اپنے ندامت ہو
اگر واقع میں باقی ہو۔ اور اُس میں کچھ طوالت ہو
نہیں ہے یہ کہ مجھ کو خاص کر کوئی شکایت ہو
بڑی دولت ہو جب جس حال میں جس کو قناعت ہو

خدا شاہد ہی میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو
طبیعت ہی تو ہو مجھ سے تحمل ہو نہیں سکتا
گھلا کرتا ہوں اس غم میں مگر بے سود دلا حاصل
مسلمانوں کی حالت دیکھ میرا دم اُلٹا ہے
کہاں وہ سلطنت اور وہ حکومت وہ جہاندلی
کہاں یہ مفلسی یہ ناکسی یہ ذلت و خواری
یہ میری عمر آئی ہو اور اب تھوڑی ہی باقی ہے
خدا کا شکر ہے میں حال میں اپنے بہت خوش ہوں
مجھے پوری سبک دوشی ہو افکارِ معیشت سے

میں اپنی نیند سوتا ہوں مزے سے پاؤں پھیلا کر
 نہ گردن میں مری طوقِ غلامی ہی کسی شر کا
 نمک خوارِ نظامِ حیدر آباد دکن ہوں میں
 مجھے ملتا ہی گھر بیٹھے جو یاں پرل نہیں سکتا
 یہ سن کر حاسد بد نفس مر جائے تو مر جائے
 نہ طالبِ جاہ کا ہوں اور نہ خواہاں ہوں تعزیر کا
 یہ کس سے ہو کہ مائے مائے کتے کی طرح پھرتے
 خدا تک ٹھنچنا آسان اور ان تک ٹھنچنا مشکل
 بصدِ وقت جو بچھے بھی تو صاحبِ بچھے کیا ہیں
 یہ کالا لوگ کا عادت ہی میلہ گھر میں رکھتا ہو
 گھڑی کو دیکھ کر فرماتے ہیں خلق و مروت سے
 یہ ملتا ہو اگر ملنا اسے کیئے تو فرماؤ
 نہ میرا دعویٰ نامور ہونا زمانے میں
 کسی کی ایک کوڑی مجھ کو دینی ہو تو بول اٹھو
 اگرچہ ساز و سامانِ تکبر جمع ہیں سارے
 پر استغنا و خودداری کے ہوتے کیا تعجب ہو
 فقط اک مشغلے کے طور پر تھوڑی تجارت ہو
 اگر کچھ فائدہ ہونا ہی ہو گا۔ لاجرم ہو گا
 پھنچتا ہی ہر اک کو جس قدر جس کا مقدر ہی
 وگرنہ نقصان خدا خواستہ قسمت میں لکھا ہو
 و لیکن یہ نہ ہو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاؤں

اگرچہ سر پہ میری شور و غوغاے قیامت ہو
 نہ حاکم ہوں کہ مجھ کو نکر ہو در عیت ہو
 جب ایسے کا تو تسل ہی تو مجھ کو کیوں ثروت ہو
 اگرچہ نوکری میں عمر ساری صرفِ زحمت ہو
 کہ ہم سب کو بھی طہنیاں ہو اُس کو بھی حمت ہو
 مصیبت ہی اگر حکام میں رشد و وجاہت ہو
 سلام از دور کر لیتے اگر صاحبِ کو فرصت ہو
 مگر ہاں خالصاں جی کی تقریب و شفاعت ہو
 کہ دل بتلاؤ گرا آب و ہوا میں کچھ رداوت ہو
 اسی سے کالرا اور انفلوئنزا کی شدت ہو
 کہ پرسوں میل جانے کو ہو اچھا آپ رخصت ہو
 کہ اس جلدی میں کیوں رخصتِ مطلب کی جسارت ہو
 نرمی شیخی شیخی ہی اگر لوگوں میں شہرت ہو
 تنازع کس لئے ہو وارثوں سے کیوں عدالت ہو
 مگر حاشا کہ مجھ سے بھول کر ایسی حماقت ہو
 کسی نادان کو گر مجھ پر گمانِ عجیب و غروت ہو
 اب اس میں گئے چل کر فائدہ ہو یا خسارت ہو
 حسد ہو کس لئے اور کیوں کسی کو رشک و غبطہ ہو
 موافق چاہتے تقدیر ہو تبد سیر یا مست ہو
 اسے برداشت کرنے کی آئی مجھ کو ہمت ہو
 مجھے آجائے مرگ ناگماں گر ایسی نوبت ہو

مسلمانوں کو بھی توفیق دے یا رب کہ گھر گھر میں
 نہ شیخ وقت ہوں اس بات کے درپڑ کہ لوگوں
 کوئی قائل ہو میری خرق عادت کا کرامت کا
 ابھی سلب مرض ہو کر کسی پر پڑھ کے چھو کر دوں
 لطیفات بحیل جاری ہوں میرے ہر بن سے
 فقیری دوسرے نفلوں میں ہو فرمان آزادی
 کوئی اولاد کی درخواست لے کر میرے پاس آئے
 اگر چاہوں زن و شوہا پ بیٹے کو لڑا ماروں
 غرض دنیا میں جتنی حاجتیں انسان کو پیش آئیں
 ذریعہ چھو کر دے جو خواہاں ہو قسرب کا
 نہ ملا ہوں کہ مسجد ہی میرا کاسا گدائی کا
 قضا ہونے نہ دوں تکبیر اولیٰ ہر جماعت کی
 تباہی جو نہ آئی ہو مسلمانوں پہ آجائے
 ارادہ ہو کہ اب ایک مدرسے کا جال پھیلاؤں
 کمال دین داری کی صفت سے متصف لیکن
 نہ لوگوں کو پڑھانا درس دینا کام ہو میرا
 میں تم میں اکٹھا ہوتا ہوں حب مجبور کرتے ہیں
 تم آجاؤ۔ اور آکر اپنا کچرہ دو تو جلسے میں
 کوئی بھاری سی مقدمہ رقم چدے کی آجائے
 کما لیتے ہیں کتنے آدمی میرے ذریعے سے
 اگر اپنے لیے چاہوں تو کتنا کچرہ حاصل ہو

تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو
 ارادت ہو عقیدت ہو۔ جیسے ہاتھوں پر بیت ہو
 کوئی گرویدہ رمزدعا و ستر ہمت ہو
 توجہ ڈال دوں تو مرغ لبیل کی سی حالت ہو
 قبول خلق و جلب منفعت سے خاصیت ہو
 وہ مرفوع القلم کیا ہو جو محکوم الشریعت ہو
 کشائش کا کوئی طالب ہو تار و زری ہو
 رکھوں دل پر تو جانی دشمنوں میں انس و الفت ہو
 ہر اک حاجت کے برائے کی چھو پوری قدرت ہو
 وسیلہ چھو چھیرائے اگر مشتاق جنت ہو
 مجھے دعوت میں جانا فرض ہو اور دل کو سنت ہو
 میری موجودگی میں ہو اذال ہو یا اقامت ہو
 مجھے کیا چاہیے ہو میں ہوں مسجد ہوا ماست ہو
 کہ اس تدبیر سے چندے کے ملنے میں سہولت ہو
 دکھاوے کا تقدس ہو نمائش کی عبادت ہو
 کہ یہ سب در بدر سرازیر ہر اظہار لیاقت ہو
 کہ گرتے لٹ لٹاؤ مہربانی ہو عنایت ہو
 ہجوم و ازدحام خلق ہو لوگوں کی کثرت ہو
 ہماری انجمن کو خضر و استحکام و قوت ہو
 تمہیں ہوا جبران کو فائدہ مجھ کو مسرت ہو
 بہت کچھ ہو گدائی کی اگر میرے تئیں لت ہو

یہ دلوں کو بھی دینے ہی میں داخل ہی اگر سمجھو
 پھرتا ہوں تو کھدیتا ہوں جو کچھ میرے دل میں ہی
 اگر لوگوں کے خوش کرنے کی حاجت ہو تو کھدیتا ہوں
 یہاں تحسین تک اور داد تک کی بھی نہیں پروا
 دلوں کو مول لے لیتے ہیں ہم لطف مضامین سے
 کوئی سی انجمن میں نے کھڑی کی ہو تو بتلا دو
 غرض ہوتی ہی ہر ایک کام میں انسان کے منہ
 کسی مطلب کو تم میری طرف منسوب کر دیکھو
 اور اس کے بعد سوچو تو تمہارا دل گواہی دے
 بتاؤ کچھ مفاد ان لکچروں کا ان سبچوں کا
 غلط فہمی بتاتی جائے تا آگے کو سیدھے ہوں
 لگا دے تازیانہ اگر کسی کو مست رو دیکھے
 پھٹی ہی کی پھی رہ جائیں انھیں سننے والوں کی
 وہ افسانہ ہونیذین جس کے سننے سے اُچٹ جائیں
 وہ چورن چھانٹ سے بادی تعصباتے جلاکی
 نہیں بکھر مگر آئینہ صافی دروں جس میں
 اگر آئینہ دکھلاتا ہونگی کی سیہ روتی
 کوئی غارہ بہم بھیچائے ایسا جس کے ملنے سے
 نہ میں نے عمر بھر اخبار کی جانب توجہ کی
 کسی کی سچو لکھے یا کسی کی مدحت بے جا
 مذاق قوم بگڑے ہیں کچھ ایسے ان دنوں کر

کہ مثل خیر ہی گر خیر کے اوپر دلالت ہو
 خوشی ہو اس کے سننے سے کسی کو یا کہ نفرت ہو
 کہ جو اسید و انجشش و العام و خلعت ہو
 سخن بے قدر و کاسد ہو اگر شاہان قیمت ہو
 مگر دل حق پسند و شیوہ انصاف طینت ہو
 ہی کوئی کارخانہ میرے دستے جس کی خدمت ہو
 کرے انکار گر کوئی تو انکار بد اہست ہو
 خدا نے عقل دی ہی صاحب فہم و فراست ہو
 کہ ناممکن ہو چیز اصلاح میری کوئی نیت ہو
 بجز اس کے کہ لوگوں کے تئیں مہمیر میرت ہو
 خطا کاری دکھاتی جاتے تا آئندہ عصمت ہو
 چھوڑے اگر اُس کے چھوڑنے کی ضرورت ہو
 کھلے ہی کے کھلے رہ جائیں منہ حیرت سی حیرت ہو
 وہ نوحہ ہو دور و دیوار تک کو جس سے رقت ہو
 وہ چٹنی ترشی مست منے پندار و غفلت ہو
 بعینہ منطج ہوتی ہی جیسی جس کی صورت ہو
 اُسے آئینے سے کس واسطے بغض و کدورت ہو
 کلفت چہرے کا اُس کے دور ہو گر گوری رنگت ہو
 یہ وہ کرتا ہی جو واما نہ کا تدبیر و حلت ہو
 محال عقل ہی بے اس کے ترویج و اشاعت ہو
 نہ پوچھے کوئی گر پابندی صدق و دیانت ہو

میں سمجھتا ہوں مسلمان (اہل قلم مسلمان) جن کے لیے لکھنا پڑھنا تحصیل معاش کا ذریعہ ہی
اب مان نکلے ہیں کہ اس زمانے میں انگریزی تعلیم رزق کی ڈوٹی ہے اور میں خیال کرتا ہوں تعلیم
انگریزی اب بہت اچھی طرح رواج پا گئی ہے اور پاتی چلی جاتی ہے۔ عربی فارسی کا کچھ یوں ہی سا چرچا
جو دیکھتے ہو نماں چند روزہ ہی۔

پانچویں اندر آفتابِ تموز

آفتاب کے لفظ پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ہے تو فرضی اور خیالی مگر اس کا نتیجہ بڑا عمدہ ہے کہ ایک
مرتبہ آندھی اور آفتاب میں بحث ہو پڑی کہ دونوں میں کون زیادہ طاقت ور ہے۔ کوئی راہ گیر
لبادہ اوڑھے چلا جاتا تھا۔ بیچارے کی شامت جو آئی تو یہ ٹھیری کہ آؤ اس پر زور آزمائی کریں۔
اور اس کا لبادہ اُتر واتیں۔ پہلے ہوا کا ایک ایسا زور کا جھوں کا آیا کہ راہ گیر کے پاؤں اُگھڑ گئے
اور وہ لگا غبارے کی طرح معلق اُڑ اُڑا پھر نے۔ اتفاقاً کسی گڑھے میں گر آو وہیں زمین پچھ کر
بیٹھ گیا۔ آندھی جھکڑ بنی۔ بگولابی مسافر ہے کہ مرے سے اس کے گنبد میں بیٹھا ہے۔ اُس کے بعد
آفتاب نے دھوپ نکالی۔ اور آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی گئی چند منٹ نہیں گزرے
تھے کہ مسافر نے آپ سے آپ لبادہ اُتار پھینکا اور بازی آفتاب کے ہاتھ رہی۔

آفتاب کیا ہوزمانہ کی رفتار مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہو ڈگری آف گاڈ۔
یعنی حکمِ خدا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے۔ دہریئے زمانے کو بُرا نہ کہا کرو۔
یوں کہ جس کو تم لوگ دہریئے تعبیر کرتے اور اُس کو متصرف فی الامور سمجھتے ہو۔ وہ متصرف فی الامور
میں ہوں۔

زمین نارودتا نگوئی بسیار

نبارد ہوتا نگوئی بسیار

اس میں ایک مذہبی تعلیم مضمر ہے جو اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کو فرشتہ ہو
یا پیغمبر۔ انتظام دنیا میں چھوٹا کام ہو یا بڑا کچھ دخل نہیں۔ اور یہ اسباب کا سلسلہ جو دیکھتے ہو ایک دام
ہو ایلہ قریب۔

گنہش زدہ نسل وار گونہ

ایں نقش کہ دانیس نمونہ

جو شارٹ سائڈ (نزدیک بین) ہیں اور دور کی چیز دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کو اسبابِ ظاہر نے
 گھیر رکھا ہے۔ اُن کی نظر کی رسائی اُن ہی اسبابِ ظاہر تک ہو اور بس۔ مگر اسلام دنیا کو فارینگنگ
 (دور بین) بناتا ہے کہ یہ اسبابِ ظاہر مامور اور مجبور ہیں عینِ لطائف کے وقت کسی صحابی کی چادر ہوا
 اُڑ گئی۔ وہ جیسا دستور ہی ناخوش ہو کر لگے ہوا کو بڑا کہتے۔ فرمایا۔ لَا تَسْبُوْا السَّيْرَ حَتَّىٰ تَقَالُوا مَا مَوْدَعًا تَوْ
 بات وہی نکلی کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اُسی ذاتِ پاک کے حکم سے ہو رہا ہے لَا تَقْرَأُكَ ذَرْبًا إِلَّا يَذْنِبُ
 اُس کو مست قیاس کہ وہ دنیا کے بادشاہوں پر کہ ان میں سے جو بڑے سیدار مغز ہیں۔ وزیروں کی
 آنکھوں سے دیکھتے اُن ہی کانوں سے سنتے اور کہا جاسکتا ہے کہ اُن ہی کے ہاتھوں سے لکھتے۔ اور اُن ہی
 کی زبان سے بولتے بات کرتے ہیں جس طرح کسی مصلحت سے جس کو ہم نہ سمجھتے ہیں اور نہ اُن کی
 میں سمجھیں گے۔ اسباب کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اسی طرح اگر اُس کی سرکار میں فرشتے ہوں اور اگر ہوں
 کیا سمجھنے۔ یقیناً ہیں۔ کیوں کہ ہم کو خبر صادق نے ایسی خبر دی ہے تو ہم کو استعجاب کی کوئی وجہ نہیں
 غایت مافی الباب وہ بھی من جملہ اسباب ہوں جس طرح دوسرے اسباب سے جو عمری اور شاہد
 ہیں۔ اُس کی قدرت کاملہ۔ اُس کی بے نیازی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان میں سے ایک فرشتے
 بھی سہی۔ جب اس طرح اسبابِ ظاہر کو اور اسبابِ ظاہر کی تخصیص بھی کیوں کروں بلکہ ماسوی اللہ
 کو انتظامِ دنیا سے بے دخل محض سمجھ لو گے تب تم کو ہو الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
 کے معنی معلوم ہوں گے۔ کہ شارٹ سائڈ کی نظر میں وہ اگر ہو تو صورتِ سببِ اول و باطن ہے اور
 فارینگنگ کی نظر میں جیسا وہ اولِ باطن ہے ویسا ہی آخر و ظاہر بھی ہے کیوں کہ درمیانی اسباب
 عجز و بے اختیاری کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔ اور اسلام جو بُت پرستی کا سخت مخالفت ہے۔
 اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بُت پرستی اسبابِ ظاہر کی پابندی اور شارٹ سائڈ نرس سکھاتی ہے۔

۱۷۔ ہوا کو بڑا مت کہ وہ تو پانی تا بعد از ۱۲۷ اُس کے حکم تغیر ذرۃ تک نہیں بلکہ سب سے پہلے وہی ہے اور سب سے

آخر بھی وہی ظاہر و باطن کا راہی اور وہی پیمپا اور پوشیدہ ۱۲۷۔

مگر انسان کچھ ایسا بودا مخلوق ہے **خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا** اس کا جسم تو بہت سے جانوروں کے مقابلے میں جیسا کمزور ہے سوہی اس کا دل اس کے جسم سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ وہ ایک بات کو سمجھتا ہے سمجھتا بھی ہے تو ایسا سمجھنا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا اور پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس بات سے منکر ہے مثلاً موت ایک ایسی یقینی چیز ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر یقین اور کیا ہوگا۔ بلکہ قرآن میں جو ایک مقام پر آیا ہے **وَلَقَدْ مَعَنَىٰ يٰٰأَيُّهَا الْيَقِينُ** تو یقین سے مراد ہی مراد ہے۔ اور جس طرح موت کا آنا یقینی ہے وہیت

رہا اگر کوئی تا قیامت سلامت	پھر آخر کو مرنا ہی حضرت سلامت
-----------------------------	-------------------------------

اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ اُس کا وقت مقرر نہیں۔ آج تک تو کوئی آدمی ایسا پیدا ہوا نہیں اور پیدا ہوگا بھی نہیں جس کو بچنے میں جوان ہونے کا اور جوانی میں بوڑھے ہونے کا کامل یقین رہا ہو۔ ہمارے ملک میں تو زندگی کے بیمہ کرانے کا کچھ ایسا دستور نہیں۔ مگر شاید کسی زمانے میں کسی قوم نے زندگی کی ایسی قدر و حفاظت نہیں کی۔ اور نہ زندگی سے ایسا فائدہ اٹھایا۔ جیسا اہل یورپ نے ان لوگوں میں زندگی کے بیمے کا بڑا رواج ہے۔ لیکن بیمہ نکلا ہی بیم سے۔ یعنی بیم مرگ ان سے یہ جوئے کھلواتی ہے۔ اور بیمہ جو نہیں تو کیا ہے۔ غرض زندگی کی بے ثباتی کا تو حال یہ ہے کہ اس کو احلی البدیہات۔ حق یقین جو کم سو بجا ہو مگر میں پوچھتا ہوں آپ صاحبوں میں کوئی ایک بھی ہے جس کو اس جلسے میں تشریف لاتے وقت۔ یہ واہمہ بھی گزرا ہو۔ کہ دیکھے انجمن کے مکان تک پہنچتا بھی ہوں یا نہیں۔ اور پہنچتا ہوں تو پورا لکچر سننے پاتا ہوں یا نہیں۔ اور لکچر ختم ہوئے پیچھے صحیح سلامت گھر لوٹ کر آتا ہوں یا نہیں۔ میں یہ بات آپ لوگوں کو الزام دینے کے لیے نہیں کہتا۔ خود میرا کیا حال ہے۔ دلی سے ریل میں آیا ہوں۔ اور ریل ہی میں واپس جاؤں گا۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ریل بجائے خود محل خطر ہے۔ اخباروں میں ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں۔ ریلوں کا ٹکڑا تانا پڑیلوں سے اترنا۔ مشینری کا بگڑنا۔ مگر جب دلی سے چلا تو پورے یقین سے چلا کہ ضرور لاہور

۱۲۷۱ھ اپنی رب کی عبادت کر جب تک کہ وہ وقت آئے جس کا آنا یقینی ہے ۱۲۷۱ھ۔

بچوں کا تصور لکچروں کا۔ اور اتفاق سے دے بھی رہا ہوں۔ اور ضرور دلی واپس جاؤں گا۔
یہاں تک کہ میں اپنے آدمیوں سے کھایا ہوں کہ سٹیشن پر حاضر ہوں۔ اسی طرح جب آدمی بوڑھا
ہو جاتا ہے مثلاً جیسے میں ہوں چاہیے کہ تصور مرگ ہمہ وقت اُس کے نصب العین رہے۔ لیکن واقع
میں حال کیا ہے۔ ع

مرد چوں پیر شود حرص جواں می گردد

جیسے طفلِ امر و آئندہ زندہ رہنے کی توقع کر سکتا ہے ویسی ہی توقع ایک پیرِ فقر تو بھی کرتا ہے اور
اگر عمر کے کسی درجے میں زندگی کی طرف سے بے اعتمادی ہو تو انتظامِ دنیا درہم بہم ہو جائے۔
فرض کرو کہ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ ہو جس کو زمین کا کچھ حال معلوم نہ ہو اور اُس سے کہا جائے
کہ قدرت کے کارخانے میں ایک زمین بھی ہے اُس پر آدمی بستے ہیں ذی شعور۔ اور اُن کا حال یہ ہو کہ
اُن کی بڑی سے بڑی عمر ستر برس کی ہوئی ہو اَلْاَعْمَارُ اِمْتَنَ بَيْنَ سِتِّينَ وَ سَبْعِيْنَ اور وہ بھی غیر
مقرر جس کا وقت آدمی کو نہیں بتایا جاتا۔ اچھا تو وہ فرشتہ ہماری نسبت ایک خیال پیدا کرے گا۔
اور ضرور سمجھے گا کہ ہم لوگ دنیا میں اُٹھاؤ جو طے کا سار ہنارہتہ ہوں گے۔ ہمہ وقت سفرِ عاقبت کے
لئے کربستہ طیار۔ اور وہ فرشتہ یہ بھی ضرور سمجھے گا کہ جب یہ لوگ ذی شعور ہیں اور اُن پر خدا کے
احکام نازل ہوتے اور ان پاس پیپر جاتے رہے ہیں تو یہ لوگ نیک بھی پرے ہی درجے کے
ہوں گے۔ اور اپنی تمام مختصر اور بے ثبات زندگی عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے ہوں گے۔
بستِ خوب۔ اب فرض کرو کہ اُن فرشتہ صاحب کو حکم ہوا کہ زمین پر جاؤ اور آدمیوں کے
حالات دیکھ کر رپورٹ کرو اور اپنی رائے بھی لکھو۔ فرشتہ صاحب آئے اور تمام روئے زمین کی سیر
کی۔ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر قسم کے آدمیوں سے ملے۔ جزو کل حالات دریافت کیے اور سب کچھ
دیکھ بھال کر رپورٹ لکھنے بیٹھے۔ تو فرماؤ وہ فرشتہ کیا رپورٹ لکھے گا یہی کہ اگر میں نے زمین اور
آدمیوں کی شناخت میں غلطی نہیں کی تو میں اِن کا عجیب حال دیکھتا ہوں۔ یہ تو ایسے اطمینان سے
لے میری اُمت کی اکثر عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی ۲

بیٹھے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ عمارتیں بنواتے ہیں پکی۔ مستحکم جن میں یہ تو یہ ان کے بیٹے پوتے پڑ پڑتے پڑ پڑتے بڑھے پھونس ہو ہو کر مڑھپ جائیں۔ اور عمارتیں عیسیٰ کی عیسیٰ قائم۔ باغ لگواتے ہیں ایسے کے دادا۔ پردادا۔ سکرطو دادا لگائے اور اولاد۔ اولاد کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد کی اولاد پھل کھائے۔ جتنی چیزیں ان کے مصرف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی اور کپڑا وہ بھی پائدار اور چلاؤ دیکھے بدون نہیں لیتے۔ ان کی زندگی محدود ہے۔ بے شک۔ بے ثبات ہے بے شک۔ اور یہ ان باتوں کو جانتے اور مانتے بھی ہیں بے شک۔ مگر یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

جب موت عیسیٰ چیز کے ساتھ آدمی کا یہ بتاؤ ہو تو کیوں کر اس سے اُمید کی جاسکتی ہو کہ وہ اسباب ظاہر سے قطع نظر کر کے ایسے سبب کا قائل ہو یعنی خدا پر ایمان لائے جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا لَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا بَصَرًا دُهِيًا ۚ لَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا بَصَرًا دُهِيًا ۚ یہی منشأ پرستی کا۔ یہی منشأ شرک کا۔ یہی منشأ کفر کا۔ یہی منشأ اختلاف مذہب کا اگر دوسرے مذہب کے لوگ خدا کے بارے میں غلطی کرتے ہیں تو وہ کسی قدر معذور بھی سمجھے جاتے ہیں کہ ان کو ان کے بزرگوں نے یہی سکھایا یا سمجھایا ہو۔ سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان بھی کثرت سے اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا سارا زور توحید پر ہے یعنی اس بات پر کہ خدا ایک ہے وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اُس کی وحدت اس طرح کی وحدت نہیں ہے۔ جیسے پنجاب میں ایک لفٹنٹ گورنر یا ریش انڈیا میں ایک وائسرائے یا ایک اسپرکس وکٹوریہ۔ یہ وحدتیں ناقص اور برائے نام ہیں۔ اصلی وحدت اُس خدا کے پاک کی ہے جس کی نہ ذات میں کوئی شریک اور نہ صفات میں لیکس گیمٹلہ شے ہے نہ صرف اس سے نقص توحید ہوتا ہو کہ معاذ اللہ دوسرا خدا مانا جائے۔ بلکہ اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا اُس کے اختیارات میں ذیل مانا جائے اور اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا مستحق عبادت سمجھا جائے بے شک ہر ایک مسلمان کہے گا کہ میں الہی کامل اور اصلی توحید کا معتقد ہوں مگر اُس کا یہ کہنا اس سے زیادہ صحیح نہیں ہوگا جیسے وہ کہے کہ میں زندگی کے محدود اور بے ثبات ہونے کا معتقد ہوں اس کے معتقد

۱۷ نظر میں پرا حاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نظروں پر محیط ہے ۱۷ اُس عیسیٰ کوئی چیز ہی نہیں ۱۷۔

ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کہ اُس کا کردار اُس کی گفتار کا مصدق ہے وہ جو پیغمبر صاحب نے دہر اور ریح کو بُرا کہنے سے منع فرمایا۔ اس کی فلم بھی یہی تھی کہ دہر اور ریح مجبور اور نامور ہیں اور اُن کا بُرا کہنا موہم ان کے منصرف فی الامور اور مختار ہونے کا ہے اور وہ شرک ہے۔ اصل توحید تو یہ چاہتی ہے کہ بھی نہ کہو کہ کوئین دافع تپ ہو بلکہ یوں کہو دافع تپ حکم خدا ہے اور پس۔ رہی کوئین اس کو کسی مصلحت سے سبب ظاہری ٹھیکر دیا ہو مگر اُن باتوں کا لحاظ کوں کرتا ہے۔ الیشیائی شاعروں کے وصل و ہجر گل و بلبل۔ شوق و انتظار جہاں اور معمولی مضامین ہیں ان میں سے ناصح یا شیخ یا زاہد کو بُرا کہنا اور آسمان کو اُلاہنا دینا بھی ہے شیخ و زاہد کو بُرا کہنا دین کے ساتھ استہزا کرتا ہے اور آسمان کو اُلاہنا دینا وعید ^{۱۵} لَا تَسْبُوا اللّٰہَ میں داخل بیت

از آسمان وزین شکوہ می کنی شبِ روز
چہ دادہ بزین نر آسمان چہ می خواہی

بحث تو دہر و ریح میں مطلب سے الگ چا پڑا۔ آندھی اور آفتاب کی حکایت کو میں تطبیق دینا چاہتا ہوں مسلمانوں کی حالت پر۔ میں نے مسلمانوں کو وہ راہ گیسٹھا ہے جس پر آندھی اور آفتاب نے زور آزمائی کی تھی لبادہ مسلمانوں کے اوہام اور تعصبات۔ آندھی اہل کمائی میں ہے۔ مگر ہم اس کا کوئی نمونہ نہیں پاتے اگر ہم خدا نخواستہ کسی ظالم بے انصاف بادشاہ کے محکوم ہوتے۔ اور وہ ہم کو ترک اسلام پر مجبور کرتا تو میں اُس کو بے تامل آندھی قرار دیتا۔ اور آفتاب کو تو میں کہہ ہی چکا ہوں۔ زمانے کی رفتار مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہے ڈگری آف گاڑ۔ یعنی حکم خدا۔ زمانے کی رفتار دھیمی ہوتی ہے مگر سیڈی یعنی اس کا قدم سُست پڑے چھوٹا پڑے۔ مگر پڑے گا آگہی کو۔ زمانہ حرکت میں آکر رکتا اور پیچھے ہٹتا جانتا ہی نہیں۔ احمق اور بد بخت ہیں وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کو روکنا چاہیں۔ اے مسلمانانِ پنجاب میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں کہ تم اس احمق اور بد بختی میں چنداں مبتلا نہیں ہوئے اس کی مصیبت کوئی پوچھے پنجاب کے سوائے دوسرے مقامات کے مسلمانوں سے اور خاص کر ہم دلی والوں سے کچھ خبر بھی ہو دلی ہی کیا چیز؟ وہ سینکڑوں

۱۵ زمانے کو بُرا کہنا کہو ۱۶۔

برس ہندوستان کا دارالسلطنت رہی ہے۔ اس کو دوسرے بلاد ہند سے وہ نسبت تھی جو دل کو
اعضا کے بدن سے ہو کرتی ہے۔ اگرچہ بہت سے ماہر التنبیہ سمجھ میں آتے ہیں۔ مگر سب سے عمدہ
وہ ہے جس کا ماخذ حدیث ہے اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً اِذَا صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَ
فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقُلْبُ۔ اسی طرح سارے ہندوستان کا بگاڑ یعنی ادبار اور تنزل اور
زوال سلطنت اور مفلسی وغیرہ وغیرہ خرابیاں اس سے پیدا ہوئیں کہ پہلے دلی خراب ہوئی۔ دوسرے
اعضا کا فساد کتر ہلک ہوتا ہو۔ مگر ہارٹ ڈسینر (بیماری دل) کا بیمار جاں برہو نہیں سکتا۔ دلی کا
خراب ہونا تھا کہ تمام ہندوستان تباہی میں آگیا۔ بے شک اب دلی کچھ نہیں اور کچھ نہیں سے بھی
بدتر ہے اور اس کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر جیسے میر تقی صاحب فرماتے ہیں بیت

دل و دلی ہیں گرچہ دونوں خراب | یہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں

دلی سے اُس کی تمام عظمتیں چھین لی گئی ہیں۔ اس واسطے کہ وہ چھینی جاسکتی تھیں۔ مگر اس کی حکومت
زبانِ ملکی پر بدستور باقی ہے۔ اور ابھی سینکڑوں برس باقی رہے گی۔ اگر سچ پوچھو۔ تو ہندوستان
میں اسلام کی اشاعت دلی سے ہوئی ہو و کفی بہ فحشاً۔

اشاعتِ اسلام سے میں یہ مراد نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دلی میں سلطنت قائم کی جس کی
وجہ سے اشاعتِ اسلام ہوئی۔ بلکہ میں اشاعتِ اسلام سے وہ اشاعت مراد رکھتا ہوں جو علما
دین کی وجہ سے ہوئی میں نے اشاعتِ اسلام کو دلی کے مفاخر میں گنا ہے۔ اور واقع میں وہ اسی
قابل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہی اسلام جس کو سترائے رحمت اور برکت اور رُسورسولت ہونا
چاہیے مسلمانوں کی غلط فہمی اور سوراخِ احمال کی وجہ سے ان کو پریشان کر رکھا ہے۔

آفتابِ معنّی سے وقت ہے کہ سمتِ الہی اس پر اُٹھنچا اور لباً وہ تعصب نے اس قدر ایذا

لے لے رکھو جسم میں ایک گوشت کا ٹھکڑا ہے۔ جب تک وہ ٹھیک ہو سارا جسم ٹھیک ہے۔ اور اُس میں بگاڑ پڑا تو سارا جسم
بگڑا میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ وہ ٹھکڑا دل ہے ۱۲ ۱۳ اس کو بھی فخر کافی ہے لیکن اگر وہ مہجرت فرمائی ہوں تو ایک فخر اشاعتِ

اسلام نہیں کرتا ہے ۱۲۔

دے رکھی ہے کہ دم بولا یا جاتا ہے پسینے پسینے ہو رہے ہیں۔ بدن میں مرچیں سی لگی ہیں۔ اتنا تو ہوا ہے کہ آگے سے لبادہ کھول دیا ہے کہ کچھ ہوائے اور ذرات سکیں ہو مگر یہ نہیں کہ اتنا بھینکیں۔ اب تجویزیں کیا درپیش ہیں۔ کہ تعلیم انگریزی اور مذہب دونوں کو کیوں کر جمع کیا جائے۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط۔ اگر تعلیم انگریزی اور مذہب میں اتنی مخالفت بھی ہے جتنی اٹروپ سفیدی۔ تو آفتاب مغرب سے طلوع کرے تو کرے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلے تو نکلے۔ ہمالیہ پہاڑ دکن میں سمندر سے جا لگے تو جا لگے۔ میری آج کی بات کاغذ پر نہیں پتھر پر رکھنا۔ انگریزی تعلیم اور مذہب دونوں جمع نہیں ہوں گے نہیں ہوں گے تاریخ سے استشہاد کسے ہادی بلا ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مذہب دنیا کی مقاومت کر نہیں سکتا۔

ہم تو اس بات کے قائل ہیں نہیں کہ کوئی آدمی اپنے مادری مذہب کو بقا ضاے حقانیت چھوڑتا ہے اَلَا مَا شَاءَ اللہ انسان کے دل ہی کو خدا نے اس طرح کا بتایا ہے کہ وہ جس سوسائٹی میں رہتا ہے۔ اُسی کے سے خیالات پیدا کر لیتا ہے۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہو گی کہ تم دوسرے مذہب والوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ تمہارے ہم عقیدہ نہیں متہم کرو۔ اور لوگوں میں بھی خدا ترسی ہے۔ جیسی تم مسلمانوں میں۔ وہ بھی کائنات رکھتے ہیں۔ جیسے تم مسلمان رکھتے ہو۔ اوروں کے دل بھی نیکی سے تسلی پاتے ہیں۔ جیسے تم مسلمانوں کے دل تسلی پاتے ہیں۔ ایک مسلمان جس ارمان سے اب زمرم نوش فرماتا ہے۔ اُسی ارمان سے ایک ہندو گنگا جل پیتا ہے۔ پانی مختلف ہیں اور ارمان یکساں۔ ایک مسلمان جین خوش دلی سے سفر حج کی تکالیف کو برداشت کرتا ہے ایک ہندو اس خوش دلی سے تیرتھ جاترا کے دکھ سماتا ہے۔ زیارت گاہیں الگ الگ ہیں۔ مگر تکالیف اور خوش دلی برابر جس اُمید سے ایک مسلمان حرمین شریفین میں مزار چاہتا ہے۔ اُسی اُمید سے ایک ہندو کاشی میں پُران چھوڑنے کی اچھا رکھتا ہے۔ مرنے کے مقام جدا۔ امید ایک اور یہ نہ صرف میرا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کُلُّ حَرْبٍ بِمَالٍ دَہْرِمٌ فَرِحُونَ۔

لے مگر جو اللہ نے چاہا ۱۲ لے ہر فرد اپنے خیال میں گن ۱۲۔

عاشق بہ خیال دوست ربطے دارد

زاد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد

ہر کس بہ خیال خویش خطبے دارد

معلوم نہ شد کہ یار خورسند ز کیست

اس قطعہ کا قائل اختلافات دیکھ کر حیران رہ گیا ہو گا اور اسی لیے کتابی کہ معلوم نہ شد کہ یار خورسند ز کیست۔ مگر ہر ایک اہل مذہب جانتا ہے کہ یار خورسند از دست پس حیرت کا کیا عمل ہے۔ اپنا تو مسلک ہی اَنَا عَتَدْتُ خَلِيْفِي عَبْدِي قِي۔ اگر تم خدا کو غفور اور رحیم اور رؤف اور بخشندہ بخشاینده اور مہربان سمجھ کر تقرب کرتے ہو وہ ویسا ہی ہے جیسا تم نے سمجھا۔ اور اگر تم اُس کو تورا سمجھ کر اُس کے پاس جاتے ہو تو دراصل بھل کر جانا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ تم تو ایک نیا خدا تصنیف کر کے لائے ہو۔ ہزاروں لاکھوں آدمی جو پرانے عقیدے کے ہو گزرے اُن کا کیا ہونا ہے مَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ اِذَا هُمْ مُوسَىٰ کی جگہ ہمارے زمانے کے علماء ہوتے تو فرعون کا سوال پورا ہونے نہ دیتے اور جھٹ سے بول پڑتے حُصْبُ جَمْعٌ مگر موٹی نے۔ اُس بڑے صاحبِ عزم پیغمبر نے جس کے حالات ہمارے پیغمبرِ آخر الزمان سے بہت ہی ملتے جلتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہے۔ دنیا کے اُس بڑے مقنن نے مَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ کا کیا جواب دیا تھا۔ عَلَيْهِمَا عِنْدَ رَبِّي قِي کتاب لَا يَصْلُحُ لِي وَلَا يَنْبَغِي لِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْلًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاتَّخِذْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّىٰ كُلُوا وَارْزُقُوا أَنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْأُولَىٰ اِذَا هُمْ مِمَّنْ خَلَقْنَاكُمْ فِيهَا نَعْيِدُكُمْ وَمِنْهَا نَخْلُقُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ موسیٰ بڑے بولنے والے

۱۔ یہ حدیث قدسی ہے یعنی خلافِ تائید کہ سیرابندہ میرے ساتھ جیسی عقیدت رکھتا ہے میں بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں ۲۔ ۱۲ روز کا ایندھن ۱۲۔ اُن کا حال تو سیرا پروردگار ہی جانتا ہے اُس آئل سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے پھولتا ہے نہ چوکتا ہے۔ اُس تمھارے آرام کے لیے فرشِ زمین بچا دیا ہے اور اُس میں رستے جاری کر دیئے اور اوپر سے پانی برس کر طرح طرح کے گھانے بولے پیدا کیئے کہ خود بھی کھا کر اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ مقلند ان واقعات کو قدرتِ الہی کی نشانیاں سمجھتے ہیں دیکھتے نہیں کہ تم کو مٹی ہی سے پیدا کیا اور پھر اُسی میں ملا دیتے ہیں اور پھر اُسی سے دوبارہ تم کو نکالیں گے ۱۳

پیغمبر ہوئے ہیں۔ اور پار سال اسی جگہ میں بیان کر گیا ہوں کہ خدا نے اتنا ہی پوچھا تھا۔ ^{۱۱} وَمَا تِلْكَ
 بِصَبْرِكَ يَا مُوسَى۔ جواب میں موسیٰ نے ایک تار باندھ دیا۔ ^{۱۲} هِيَ عَصَايَ اَتُكْوِي بِهَا وَاَهْلِي بِهَا
 عَلٰی اَعْنٰی وَلِيْ فِیْهَا مَارِبٌ اُنْخَوِیْ جِبْ خَدَّكَ سَاتِحِیْہ معاملہ ہو تو فرعون کیا بلا تھا۔ اُس نے مَا
 اَبَالُ الْقُرُوْنِ الْاُولٰٓئِیْنَ لفظ کے حضرت موسیٰ نے تین قلموں کے جواب میں اتنا کہہ ڈالا اور گویا کی سچ تھی کہ غصے سے
 کیا تھا کہ میری بھائی ہارون کو میری مدد پر آمادہ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ گویا ہو کر ^{۱۳} اَشْرَحْنٰی صَدْرِیْ
 بِسِرِّیْ اَمْرِیْ وَاَحْلُلْ عَقْدُکَ مِنْ لِّسَانِیْ یَقْفُوْا قَوْلِیْ وَاَجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ہارون
 اَخِیْ اَشْدَدُّ بِہِ اَزِّیْ وَاَشْرُکُ فِیْ اَمْرِیْ کِی شِیْخَکَ کَثِیْرًا وَتَذْکُرُ لَکَ کَثِیْرًا دوسری جگہ
 صاف فرمایا ہوں اَخِیْ ہارون ^{۱۴} هُوَ اَفْضَلُ مِنِّیْ لِسَانًا نَّادِیْسِلَہُ مَعِیْ رِیْءًا یُّصَدِّقُنِیْ بات یہ کہ
 دل میں جوش نبوت تھا۔ ہمارے پیغمبر صاحب کے حالات میں یہی لکھا ہر کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے
 تھے تو پیچھے سننے والوں کو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی کہ گویا ایک ابل رہی ہو موسیٰ کی زبان
 آفتِ لکنت کی وجہ سے ابھی طرح یاری نہ دیتی ہوگی مگر وہ دل کا جوش کہاں جائے۔ خود موسیٰ
 اس کے ضبط پر قادر نہ تھے۔ تیر تو موسیٰ کے جواب میں بات تو اتنی ہی تھی ^{۱۵} عَلٰہَا عِنْدَکِیْ یعنی
 جو لوگ پرانے عقیدے پر مرنے۔ اُن کا حال خدا جانے کیا فرعون موسیٰ کا سوال و جواب ہم کو
 ایک حکایت سمجھ کر سن لینا چاہیے اور لکنت نہیں یہ تو معمولی طور کی کچھ ہو اور کچھ زیادہ تعریف کے
 لائق نہیں۔ ایسی ہی سمجھ کی نسبت مولانا نے روم فرمائی ہیں بیت

۱۱۔ موسیٰ تمہارے واسطے ہاتھ میں لینا چیز ہر ۱۲۔ یہ نبی لاٹھی ہو اس بیٹیک نکاتنا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں
 کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی بہت سے کام نکلتے ہیں۔ ۱۳۔ اور میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے
 اور میری ہم آسان کر دے اور میری زبان کی لکنت دور کرے تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔ ۱۴۔ میرے ہی گھر کے سے میرے
 بھائی ہارون کو میرا قوت بازو بنا کر میری کمر مضبوط کر دے اور اس ام و تبلیغ رسالت میں میرا ساتھی کر دے تاکہ ہم دونوں
 مل کر تیرے تقدس کثرت سے بیان کریں اور کثرت سے تیری یادگاری میں لگے رہیں۔ ۱۵۔ اور میرا بھائی ہارون اُس کی زبان
 مجھ سے زیادہ صاف ہو تو اُس کو میرا ساتھ بھیج دے کہ میرا قوت بازو ہو کر میری تصدیق کرے ۱۶۔ اُن کا حال تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے

من زقرآن مغز را بر آشتم	استخوان پیش سگان انداختم
ذرا اونچے چلو۔ اس سے ایک نہایت ضروری۔ نہایت بکار آمد۔ نہایت عمدہ ہدایت نکلتی ہو کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا میں امن آجائے۔ وہ کیا ہدایت نکلتی ہو کہ خدا کے ساتھ ہر شخص ایک خاص معاملہ رکھتا ہو۔	
ای ترا با ہر دے رازے دگر	ہر گدا را بدورت نازے دگر
اور کسی دوسرے آدمی کو اس کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں۔ موسیٰ نے صرف قرون اولیٰ کے بارے میں خدا پر حوالہ کیا۔ اور ہم کو چاہیے کہ کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر کریں کیوں کہ کوئی شخص ہم سے کیسا ہی اختلاف رکھتا ہو ہم کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں۔	
تواں شناخت بیک روز از خصائل مرد	کہ تا کجاش رسیدست پاکجاہ علوم
وئے ز باطنش امین مباش و غسرہ مشو	کہ خبیث نفس نہ گردد بہ سالما معلوم
غیر تو کیا چاہتے گا خود صاحب دل کو اپنے دل کی چوری کی خبر نہیں ہوتی جس لفافے کو خدا بند رکھنا چاہے کس کی طاقت ہو کہ کھول سکے۔	
عمر بھر مستور رکھا رازِ دل	قبر میں جا کر لفافہ کھل گیا
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حکایت ہو کہ کسی نے اُن سے پوچھا مَا تَقُولُ فِي بَيِّنَاتِ اَبْنِ مَسْنُكٍ خَمُوشٍ اور ہے۔ یہ خاموشی وہی حضرت موسیٰ کی عَلِمْتُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ کی مراد تھی۔ اور حکم شرعی بھی یہی ہو کہ بالیقین کسی کو کافر کہنا درست نہیں۔ مگر حکم شرع کو اور صرف حکم شرع ہی کو نہیں بلکہ عقل و انصاف کو بھی ماننا ہی کون ہو۔ اب تو لوگ یقین سے ہی پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ جب تک اُس وہمی مقتدی کی سی تعین نہ کریں۔ جو نماز کی نیت کرتے وقت اِقْتِدِیْتُ بِهَذَا الْاَقَامِ کے کہنے پر بس نہ کر کے منہ سے امام کی طرف اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ پھر اس کا وہم ترقی کرتا گیا۔ تو صفت سے نکل کر امام کو ہاتھ سے چھونے لگا۔ تو اگر لوگ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح	
لے بید کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ۱۲؎ میں اس امام کے پیچھے ہولیا ۱۳؎	

چُپ رہیں۔ یا موسیٰ کی طرح علمِ خدا پر حوالہ کریں۔ تو پھر ہماری ہندوؤں کی۔ ہماری عیسائیوں کی۔
ہم میں سُنی شیعوں کی۔ مقلدوں غیر مقلدوں کی۔ ذوالین ذوالین کی لڑائی کیا۔ اگر کوئی جنت پر
جانا چاہتا ہو تو چشم مار و شن دل ماشاد۔ وہ کوئی دنیا کا سا مکان تو ہو نہیں کہ بہت آدمی جمع ہوں گے
تو جبکہ گھر جائے گی تو اُسکی رحمت تَوَعَّظُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی جہنم
کی طیارہ کر رہا ہو۔ تو اُس کی خوشی آخر جہنم بے چاری بھی تو اھل من مزید پڑی پکار رہی ہو۔
اُس کی فریاد بھی تو کسی کو سنتی چاہتیے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض تو پورے
پورے ادا کر چکے آدمی خالی بیٹھا کیا کرے۔ چلے خدا کا ہاتھ بٹوانے ۵

تو کا رزمیں رانگو ساختی	کہ باسماں نیز پر داختی
-------------------------	------------------------

بات یہ ہے کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اگر اُس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو بعد
بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ ہر کون۔ اور کہ ہر رہتا ہی ہم جیسی نمازیں پڑھتے ہیں اگر واقع میں پڑھتے
بھی ہوں تو انصاف کی بات یہ ہے کہ نہ پڑھنے سے بدتر ہے کیوں کہ حکم کا نہ بجالانا فرمانی ہے لیکن اس کو
بڑی بھونڈی طرح پر۔ بے دلی۔ بے توجہی۔ بے پروائی سے بجالانا بے ادبی اور گستاخی ہو جس
صورتوں میں نافرمانی سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نماز بے دھن و قلب
ادا کی جائے وہ الٹی پڑھنے والے کے ٹھہرے مار دی جاتی ہے وہی دوسرے کے مافی الضمیر
کے جاننے کی مشکل ہے۔ لیکن میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے
ہیں جیسی میں ساری عمر پڑھتا ہوں۔ تو افسوس اس نماز پر۔ افسوس اس کے پڑھنے پر۔ افسوس
اس کی مقبولیت کی اُمید پر۔ افسوس اس کے صلے کی توقع پر۔ یہ نماز اس سے زیادہ کچھ فائدہ
نہیں دے سکتی جیسے کسی سکول کا لڑکا سکول کے وقت میں حاضر ہوتا۔ اور پڑھتا لکھتا تھا کہ نہیں
کیا صرف حاضر رہنے سے وہ امتحان پاس کر لے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اتنا کہنے کو ہو جائے گا کہ
فلاں سکول کا لڑکا ہے۔ سو میں اس کو بھی پسِ غنیمت سمجھتا ہوں کہ اسلامیہ کالج کے رجسٹر میں

لے اُس کا بھیا اور میں سے لے کر آسمان تک ہی ۱۲۔

نام تو لکھا رکھا ہے کیا عجب ہے کہ کوئی بھوپال کی ٹیم جیسی المد کی بندی اتفاق سے لاہور میں آنکے اور مطلق اسلامیہ کالج کا نام سن کر کچھ نے وہ عطیہ حق تو ان کا ہے جو حق طالب علمی ادا کرتے ہیں مگر ان کے طفیل میں نیکے طالب علم بھی کچھ فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ

شنیدم کہ در روز اسید و نیم چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پور کہ باشند منشی گدایان خیل	بدان را بہ نیکیاں بہ بخشد کریم ز بت در رفیعت بدرگاہ و بہمان دارالسلامت طفیل
--	---

مجھ کو سخت حیرت ہے کہ لوگوں کو نماز میں کیوں کہ حضور قلب ہو جاتا ہوگا۔ اگر ہوتا ہو۔ نماز نام ہو ارکان خاص کا۔ اور ارکان ہیں کہ کسی میں قرات ہو یعنی کچھ قرآن پڑھتا ہوتا ہے کسی میں تسبیح ہو کسی میں دعا ہو اور یہ سب کچھ زبان عربی میں پس حضور قلب کی ایک کیفیت خاص تو نہیں ہے کہ آدمی نے شروع سے ایک تصور جمالیا۔ اور آخر تک اس خیال کو بدلنے نہ دیا۔ بلکہ کبھی خدا کی عظمت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہو۔ جہاں خدا کی حمد ہو کبھی ابہتال و تضرع کرنا پڑتا ہو۔ جہاں دعا ہو کبھی اظہارِ ندامت کیا جاتا ہو جہاں اعترافِ گناہ ہو۔ کبھی عبرت کبھی خوف کبھی رجا۔ کبھی ہیم کبھی امید یہ ہیں پیرائے حضور قلب کے۔ اور ان کے پتے شرط ہو۔ فہم عربی۔ اور مسلمانوں کو جیسی عربی آتی ہے معلوم۔ پس ان کو حضور قلب ہوتا ہوگا تو ویسا ہی ہوتا ہوگا جیسے کسی جاہل نے کسی مولوی سے ہر ایک حالت اور ہر ایک موقع کے مناسب دعائیں سیکھ لی تھیں۔ بے فہم عربی اس کو ہوا خلطِ سحت تو وہ انتہا کرتے وقت دعا پڑھتا۔ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِي بِالْحَيَةِ الْخَيْرَةِ اور عربی نہ سمجھنے کا کیا الزام دیا جائے یہ جہاں فہم عربی پر یہ شامت ہو کہ ساری عمر ایک رکعت بھی حضور قلب سے بڑھتی نصیب نہیں ہوتی یہ

تو کہ بدولت ایشان رسی کہ توانی	جزایں دور کعت و آل ہم بصد پیشانی
--------------------------------	----------------------------------

اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور پر اندازہ کرے۔ تو اس کو اپنے ہی نفس کے احتساب سے
لے اور خدا جہ کو جنت کی خوشبو سگھائے۔

فرصت نہ ملے کہ دوسروں کے ایمان کو جانچے اور اُن کی نیکی بدی کو تلے ایسی تو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر پڑھی جاتی ہوں۔ اور اُن پر نازیہ ہو کہ دوسروں کو سگ و خوک کی طرح ذلیل سمجھا جاتا ہو اور خدا کی منت رکھی جاتی ہو سو الگ۔ اس کے صلے میں خدا جانے کیسے کیسے تو قعات ہیں کہ جنت کو تو اُس کا روکھن سمجھنا چاہئے۔

اکیا زہد کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی | پاداشِ عمل کی طمع عام بہت ہی

رُوزروں کا حال نماز سے بدتر۔ ہاں قیِّ رَحْمَتِہُمْ رِضْوَانِ جَنَّتِ باب الریاں کھولے اُن کو اہلاً و سہلاً و مہرجبا کہنے کے لئے اِن کا منظر کھڑا ہو۔ ج اگر گزائے ہیں تو جبرِ ط جنتی ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں گئے تو لوگوں پر اپنی دین داری ثابت کرنے کے لئے کیا کبھی اتنا بھی مُنہ سے نہ کہا ہو گا کہ خدا ہم کو بھی حج نصیب کرے پس کیوملَہ وَلَدْتُ اُمَّاءَ بن گئے۔ اب آؤ اتفاق فی سبیل الدین جس کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں تو عالم النیات ہوں نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر مسلمان خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن حمایت اسلام پر خرچ کرتے۔ اور دینا وہی ہو جو خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ ہو۔ تو اس انجمن کی یہ کیفیت نہ ہوتی کہ اس انجمن کے ممبروں کو چندیں شکل برائے اکل بنانی پڑتی ہیں۔ الفقراء کا سوانگ بھر کر گلی گلی کو پے کو پے بھیک مانگتے پڑے پھرتے۔ ہر ماہواری رسالے میں مضمون بھی لکھتے۔ آرٹیکل بھی دیتے۔ مگر ترجیع بندِ سع مایقہاں کو سے دلداریم۔

وہی کہ کچھ دو۔ ہمارے صوفی صاحب ہیں سع بھڑ میں کہ رسیدیم آسماں پیدا است۔ کوئی شہر تو انہوں نے چھوڑا نہ ہو گا اب گاؤں گاؤں وھاو سے کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر گھر گھر پھر متنفس متنفس۔

اچھا سالانہ جلسہ کیا ہی یہ بھی چندے کی مچھلیاں پھنسانے کا ایک دامن ہو۔ اور لکچر اور عطا

اور رپورٹ اور کیا اور کیا۔ یہ سب بیٹ (لقمہ ماہی) ہے

۱۵ نو یا دعا جہنی ماں کے بیٹ سے پیدا ہوا ہے ۱۲۔

بہرے گئے کہ خواہی جس لوہ گر باش کہ من آں قدر رعنامی شناسم

سنتا ہوں کہ انگریزوں کی ولایت میں دستور ہو کہ گلی گلی کے ٹکڑے پر خیراتی کبس دھرے رہتے ہیں جس کو کچھ دینا منظور ہو ایکس میں ڈال دیا۔ ایک ہمارا ملک ہو۔ اونٹ بے اونٹ تیری کوئی بھی کل سیدھی۔ خیرات بھی ہو تو اکثر گھسے کا کھایا پاپ نہ پن۔ اس سے کچھ بچا تو پڑیا اپنی جان گنتی۔ کھانے والوں نے مزہ نہ پایا۔ بات یہ ہو کہ نہ مانگنے والوں کو مانگنے کا ڈھنگ نہ دینے والوں کو دینے کا سلیقہ۔ یہ نہیں ہو کہ ہمارے ملک میں خیرات نہیں ہو۔ بہت کچھ ہو۔ مگر بے تمیزی کی وجہ سے ضائع۔ اکارت رانگیاں۔

لوگوں کو خیرات کے بارے میں بڑی سخت غلطی واقع ہو۔ ان کو کسی نہ کسی طرح سمجھانا چاہیے کہ محتاجی ایک مرض ہو اور بلاشبہ اس کا علاج یہی ہو۔ اور یہی ہو سکتا ہو۔ اور یہی ہونا چاہیے کہ محتاجی کی حاجت رفع کر دی جائے۔ بھوکا ہو تو اس کا پیٹ بھر دو۔ تنگا ہو تو اس کو کپڑے پہناؤ جیسے فرض کرو کہ بخار کی ہوا چلے تو اس کا علاج یہی ہو کہ کوئین اور سنکونا اور فیوریل اور فیوریل پھر غرض وہ دوائیں جو واقع تپ ہیں تقسیم کرائی جائیں اور ایسا ہی ہوتا ہو اور ٹھیک ہوتا ہو اور بڑی ثواب کی بات ہو۔ لیکن اس سے بہت زیادہ ثواب کی بات ہو اگر بخار ہی نہ آنے دیا جائے۔ ایک انگریزی مثل ہو پریولنشن آف بڑوین کیور (سلب مرض سے سد مرض کہیں بہتر) اس ٹکٹے کو مرض محتاجی پر کیوں نہ جاری کیا جائے۔ اس سے کہ بھوکے کا پیٹ بھر دو۔ یا تنگے کا بدن ڈھانک دو بہت زیادہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو بھوکا تنگا ہونے ہی نہ دو۔ اب پوچھو ایسی کون سی تدبیر ہو جس سے لوگ بھوکے تنگے نہ ہوں۔ ہاں یہی وہ تدبیر ہو۔ جو انجمن حمایت اسلام اور اس کی سسٹم انسٹیٹیوٹشنز (اسی طرح کی دوسری انجمنیں) کر رہی ہیں۔ بھلا اور لوگوں کو تو رہنے دو۔ یہ یتیم بچے جن کا کوئی سرپرست نہیں۔ اوپر خدا۔ یا نیچے انجمن حمایت اسلام ان کی نسبت تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا خدا خواستہ یہ تنگے پھرے گے۔ کیا خدا خواستہ یہ بھوکے مریں گے۔ کیا خدا خواستہ یہ ٹوکریاں ڈھونڈیں گے۔ اور اگر تم معمولی طور پر جیسا تمہارا دستور ہو۔ ان کی مدد

کرتے تو قسم کھانے کی بات ہے کہ یہ بھیک بھی مانگتے۔ بھوکے بھی مرتے۔ ننگے بھی پھرتے۔ لوگو! بھی ڈھوٹے۔ اور اس سے بڑھ کر چوری بھی کرتے۔ قید بھی ہوتے۔ لیکن اب حمایت اسلام کی حمایت اور تربیت میں یہ ان شاء اللہ بھلے آدمی ہوں گے۔ خوشحال آرمنٹ آف سوسائٹی (سوسائٹی کی زینت) میں نے ان کو یتیم کہا تو غلطی کی۔ کوئی اپنے باپ کا بیٹا ہوتا ہے اور یہ قوم کی قوم کے بیٹے ہیں لیکن اُسی وقت تک کہ انجمن حمایت اسلام ان کی پر داخت کرتی ہے بھائیو! کیوں نہیں اپنی خیرات کا قاعدہ ٹھیک کرتے۔ کہ ایسے عمدہ نتیجے دکھا سکو۔ جیسے تمھاری خیرات جو انجمن حمایت اسلام میں دیتے ہو دکھا رہی ہو اور آئندہ اس سے بہتر دکھائے گی۔ اور ضرور دکھائے گی۔ اگرچہ مانگتے والے بھی مانگنے کے طور پر نہیں مانگتے۔ بہتوں نے بلا استحقاق مانگنے کو پیشہ بنا لیا ہے۔ بہتر سے بہتر ہی سے دھڑنا دے کر بہتر سے باڈیلی انفریٹرز (جسمانی عیوب) دکھا اور لوگوں کو نفرت دلاد لا کر مانگتے ہیں۔ اور یہ بدترین پیرائے ہیں ابرام کے۔ مگر یہ دینے والوں کی کمزوری ہے کہ ایسی نالایق گداگری کی مقادمت نہیں کی جاسکتی۔ دینا تو ہر حال میں اچھا ہے مگر

بے طلب دیں تو مزہ اس میں سوا ملتا ہے	وہ گدا جس کو نہیں خوئے سوال اچھا ہے
--------------------------------------	-------------------------------------

لیکن مانگنے والوں کے لئے سوال چھوٹے تو کیوں کر چھوٹے۔ دینے والوں کے بے طلب دینے سے چھوٹے سودینے والے طلب پر تو مشکل سے دیتے ہیں۔ اگر لوگ طلب کرنا چھوڑ دیں تو باب خیرات ہی مسدود ہو جائے قیاضی بھی عبادت ہے۔ بلکہ کل عبادتوں سے فاصل کیوں کہ یہی ایک عبادت ہے جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ لیکن وہ ضعف انسانیت خود غرضی کہاں جائے لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سن کر دیتے ہیں مَثَلُ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أُنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَنَابِلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ اگر قیامت آئے اور خدا کا حق یقین ہو تو کون ہے جو اس طرح کا سودی روپیہ نہ چلائے۔ ایک ایک کے سات سات سو۔ مگر ہمارے لئے جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ کہ اُس سے سات بالیں اُگیں ہر بال میں سو دانے ۱۲۔

یقین کا تو حال یہ ہے اِنَّ نَظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَاَمَّا تَحْنُ مُسْتَقِيْنٌ یقین جس کو یقین کہتے ہیں ہوتا تو آج بحسن
 حمایت اسلام میں ایک لاہور سے لوگوں کی سیویں۔ بہو بیٹیوں کے زیوروں کے انبار لگ گئے
 ہوتے کہ بھائی شمس الدین رکھتے اور سنبھالتے نہ بن پڑتا۔ تمھاری کیا تخصیص ہے۔ مسلمانوں میں تو
 جیتے جی قیامت آگئی ہے کہ نفسی نفسی ہو رہی ہے اور نفسی نفسی نہ ہوتی۔ تو ہم اس روز بد ہی کو کیوں پہنچتے
 تم نے دیا۔ اور دیتے ہو۔ اور دو گے خوب کیا۔ بہت خوب کیا۔ خوب کرتے ہو۔ بہت خوب کرتے
 ہو۔ خوب کرو گے بہت خوب کرو گے اور میں مانتا ہوں کہ تمھارا دینا شیخی اور من وادی سے بھی
 پاک ہو مگر پھر بھی سچی فیاضی اور خالصۃً لوجہ اللہ اور چیز ہے۔ تم نے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالِہِمُ
 فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ یَا مَنِ ذَا الَّذِیْ
 یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فِیْضًا عَفْوَ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرًا یا اسی طرح کی کوئی اور آیت کہ قرآن میں
 شاید ہی کوئی ورق ایسی آیتوں سے خالی ہو۔ غرض ایسے ایسے لمبے چوڑے وعدے سن کر دیا۔
 تو کیا دینے میں دیا۔ دنیا میں تو لوگ چند پیسے سیکڑے پر سودی روپیہ چلاتے ہیں۔ اور کن کی ضمانت
 جن کی زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ بات کا بھروسہ نہیں۔ یا جائیداد ہو تو اس کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی
 ہو اور خود معرض خطر میں ہے۔ تو تم نے خدا کی ضمانت پر اور ایسے بھاری سود پر کہ ایک ایک کے سا
 سات سو۔ اور شاید اس سے بھی زیادہ کچھ دے دیا تو کون سا کمال کیا۔ سچی فیاضی اور خالصۃً
 لوجہ اللہ دینا تو وہ ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ ہُمْ مِّنْ خَشِیْعَةِ رَبِّہِمْ مُّشْفِقُوْنَ
 وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِآیَاتِ رَبِّہِمْ یُؤْمِنُوْنَ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِرَبِّہِمْ لَا یُشْرَکُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ
 مَا اَوْفَوْا وَاَوْفَوْا وَحَدِّثْہُمْ اِھْلَہُمْ اِلَیْ رَبِّہِمْ رَاجِعُوْنَ اُولَٰئِکَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَھُمْ لَہَا
 اِلٰہ گمان تو ہم بھی کرتے ہیں مگر یقین نہیں ۱۲؎ ایسا کون ہے کہ اللہ کو ترسے نہ تو اللہ اس کو کسی گناہ بڑھا کر ۱۲؎ جو
 لوگ اپنے رب کے خوف سے بے چین رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے
 ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں پھر بھی ان کے دل ڈرتے ہیں کہ دیکھئے خدا کے ہاں گئے
 پیچھے قبول بھی ہوں یا نہ ہوں ایسے لوگ اچھے کاموں میں قدم بڑھ کر سب سے آگے ہو جاتے ہیں ۱۲؎

سَابِقُونَ جب تم میری ٹسٹ (جانچ) میں نہیں ٹھہر سکتے کہ میں ایک بندہ ہوں عاجز گنہگار بدتر سے بدتر تو خدا کی بازپرس کی تم سے کیا مقادمت ہو سکے گی۔ اپنے منہ میاں ٹھونبنے سے کام نہیں چلتا۔ لَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى اگر سب آدمی آپ اپنے حج ہوا کریں تو نیک و بد کا فرقہ اٹھ جائے۔ غدا و ثواب کا امتیاز باقی نہ رہے ہم کو ایک ایسے حج کے حضور میں جواب دہی کرنی ہے۔ جس سے ہمارا فعل تو فعل کوئی راز تک مخفی نہیں یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ دنیا کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ حاکم کے پاس مقدمہ ہوتا ہو تو انسان حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اُس کا اختیار معلوم ہو اِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا تو کیا ہوتا ہو اُس روز بازخواست کو جس کو قیامت کہتے ہیں اور جس کی نسبت خدا نے تعالیٰ وَهُوَ أَصْدَقُ الْقَائِلِينَ فرماتا ہے اِنَّ زُلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ حج کا وہ حال کہ اُس کے اختیار کی کوئی حد نہیں لَيْتَ الْمَلِكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ مقدمہ کی روئداد بگڑی ہوئی تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ السَّيِّئَةُمْ وَأَيُّكُمْ أَدْجَلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ممکن ہو ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان ہنسے ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان غفلت کی نیند سوئے ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان اس طرح زندگی بسر کرے جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ بات یہ ہو کہ انصاف کے ساتھ احتساب کو تو دین و مذہب کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ خدا جیسا کہ عقل چاہتی ہو کہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن

۱۷؎ اپنے چہرے سے پارسا مسیت بنو۔ خدا پارساؤں کو خوب جانتا ہے ۱۲؎ اُس کو آنکھوں کی چوریوں اور دلوں کے بھید معلوم ہیں ۱۲؎ تو بہت کرے گا ہماری جان کے گام ۱۲؎ اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے ۱۲؎ بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بھاری حادثہ ہے جس دن اس کو دیکھو گے تو یہ حالت ہو گی کہ دودھ پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے گی اور ہر پیٹ والی اپنا پیٹ ڈال دے گی لوگ سترائے دکھائی دیں گے حالانکہ متوائے نہیں بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہو گا ۱۷؎ آج کس کی حکومت ہو؟ اللہ کی جو اکیلا ہے سب زبردست ۱۲؎ ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے مقابلے میں

پاک سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے۔ وہ خدا تو ہمارے جیسے ادعائی دین داری سے رضا مند ہو سکتا نہیں اور ہونا چاہیے بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ خدا جو ہم نے اپنے ذہن میں ٹھیکر رکھا ہے اُدْ آتِ مِنَ الْخَلْقِ اِلٰہُ خَلْقِ خَلْقِ کہ خدا ایسا ہی ہو تو پھر سب بے حساب جنت پر جا قبضہ کریں۔ مجھ کو اس بارے میں جو کچھ بیان کرنا چاہیے تھا ابھی میں نے ایک شنبہ بھی نہیں کیا۔ مگر خیر جو کچھ ذرا ظہور بیان کیا اس کے بعد میں آپ سب صاحبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے دل میں سلام کا ایک سینڈ رڈ قرار دے جیسا کہ مدرسوں کے امتحان میں نمبر کامل ہوتا ہے اور پھر اَلْاِنْسَانُ مُرْكَبٌ مِّنَ الْخَطَاۃِ وَالتَّنٰیۡیٰنِ۔ وَخَلِیْقَ الْاِنْسَانِ ضَعِیْفًا کا لحاظ کر کے پاس کرنے کی ایک جھٹھیرائی۔ مثلاً نمبر کامل سو ہوں تو پاس کرنے کی حد تینتیس یا پچیس یا بیس۔ پھر ٹھٹھے دل سے اور سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے نفس کا احتساب کرے اور دیکھے کہ اسلامی امتحان میں اس کو پاس ہونا چاہیے یا فیل۔ یہ میرا ایک پرانا خیال ہے۔ اور میں نے اپنے نفس پر اس کو اکثر آزمایا ہے۔ جوانی میں پیری میں۔ نوکری کی حالت میں خانہ نشینی میں۔ سفر میں حضر میں۔ خلوت میں۔ جلوت میں اور میں نے پاس کے نمبر بھی کیسے نو دم کے لئے تھے سو میں دس تو میں اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں کہ میں کسی ایک سبکدوش میں بھی اپنے تئیں دس نمبر نہیں دے سکا سو میں دس ہمیشہ فیل۔ اور فیل بھی و تھوڑے سنگریس (بے عزتی کے ساتھ) اور اب تو امتحان کے لئے پریپر (طیار) ہونے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ توانائی ہے۔ یہ تو میں عمل کے اعتبار سے کہتا ہوں۔ رہے خیالات معتقدات بھلا ساری عمر کے جھے ہوئے رنگ اب کیا چھوٹیں گے اپنی حالت تو ایسی ہو پلس (مالوسانہ) ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی نسبت ایسا ہی خیال کرے گا۔

نہ بینی پچکس عاجز تر از خویش

گرت چشم خدایم بنی بہ بخشد

۱۷ بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ۱۲ ۱۵ بھول چوک تو انسان کی سرشت میں رکھی گئی ہے ۱۲ ۱۷ اور انسان کی خلقت اودی واقع ہوئی ہے ۱۲۔

اور یہ تو حقوق اللہ کے اعتبار سے کچھ یوں ہی سرسری سی جانچ کی تھی کہ ساری قلمی کھل گئی اور اگر حقوق العباد کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ہم صرت نام کے مسلمان ہیں۔
مردم شمار ہی میں ہم کو مسلمانوں میں گن لیا ہو۔ ورنہ مسلماناں درگور و مسلماناں در کتاب تو مجھ کو رہ رہ کر خیال آتا ہو کہ اپنی کیفیت ہو تو کس منہ سے کسی دوسرے پر اعتراض کیجئے کیا کوئی اندھا کانٹے پر اور کیا کوئی کانٹا اُس چپس کی آنکھوں میں ٹانختہ ہو ہنس سکتا ہو یا اُس کو چشمِ حقارت سے دیکھ سکتا ہو۔

ای ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھئے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی زہم سے کم نہیں
-----------------------------------	--

بات بلی تھی اس پر کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہو کہ اس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ کون ہو اور کدھر رہتا ہو۔ اچھا خود غرضی ہی سہی مگر تہ دل سے اُس کی یاد تو ہو۔ یاد کا جو حال ہو وہ سن ہی چکے ہو کہ کیا شمار کیا رزقہ کیا حج کیا زکوٰۃ کوئی بھی تو ٹھیک طور پر نہیں۔ ان سب سے بڑھ کر غضب یہ ہو کہ انسانہ اپنی حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں بھی مضائقہ کرتا ہو حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں مضائقہ کرنا ادا مطلب کا ایک پیرایہ ہو۔ دوسرا پیرایہ یہ ہو کہ وہ خدا کے خستہ یارات گھسانے اور کم کرنے کے نیچے پڑا ہو۔ یہ کیوں کر؟ یہ اس طرح کہ انسان اپنی تدبیر پر پھر دستہ بگھتا ہو تدبیر پر اعتماد کرنا کچھ یہ جانتیں ممنوع نہیں۔ تدبیریں بھی خدا ہی نے بتائی ہیں۔ اس واسطے کہ اُس حکیم برحق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہو۔ مگر اعتماد و اعتماد میں فرق ہو۔ تدبیر پر اعتماد کرنا ایک درجے میں امتثالِ حکم الہی ہے۔

بر تو کل زالوے اشتہ یہ بند

اور ایک درجے میں شاید وہ شرک و کفر تک منجر ہو سکتا ہو۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے۔ کہ ہم جو اپنی تدبیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کس درجے میں ہو۔ اس کا فیصلہ کرے خدا۔ یا ہمارا کائنات (ایمان) مثال کے طور پر ایک زرق ہی کا معاملہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ مستدیر یا پھر

وَمَا مِنْ دَآئِبَةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا هِيَ لِلّٰهِ رِزْقُهَا اَوْ دُوسری جگہ فرماتا ہے یَسْبُطُ الرِّزْقُ
لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُقَدِّرُ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی تحریری ذمہ داری کر لی۔
ہو۔ اس سے بڑھ کر اور شیعہ کیا ہو سکتا ہو۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کتنے دل رزق کی طرف مطمئن
ہیں اس واسطے کہ خدا کا وعدہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید اتنوں میں ایسا ایک کا بھی دل نہیں۔ ہاں
اگر ہم میں کوئی نوکری پیشہ ہو وہ رزق کی طرف سے مطمئن ہو اس واسطے کہ اُس کی نوکری لگی ہو۔ یا
اس واسطے کہ اُس نے امتحان پاس کر کے نوکری کے لئے استحقاق ثابت کیا ہو۔ اور کوئی حاکم
اُس کو زبان دے چکا ہو کہ جب کوئی جگہ خالی ہوگی میں تمہاری پرورش کروں گا۔ یا اس کے
پاس دوسرے وسائل ہیں جو پاس کو کبھی نہ کبھی نوکری کرا چھوڑیں گے۔ اگر تجارت پیشہ ہو وہ مطمئن
ہو کہ اس کی تجارت چل رہی ہو۔ اور فائدے کی توقع ہو اگر کاشتکار ہو وہ پیداوار کے بھروسے پر
اُدھار کھا رہا ہو۔ غرض ہر شخص کو خدا کے وعدے سے قطع نظر کر کے کچھ نہ کچھ وجہ تسلی ضرور ہو۔ بات
وہی ہوتی ہو۔ مگر ذرا سا سمجھ کا پھیر آدمی کو غلطے بے تعلقی کر دیتا ہے یعنی ایمان جاتا رہتا ہو۔ نوکری کرو۔ تجارت کرو
کاشتکاری کرو جو تمہارے جی میں آئے کرو مگر یہ سمجھو کہ اصل میں رازق وہ ہو۔ وہ چاہے تو بدون
ان جیلوں کے بھی دے دے

ورنہ ستانی بہ شتم میرسد

انچہ نصیب ست بہم میرسد

اور وہ نہ چاہے تو ایک نہیں ہزار چیلے کریں پھر جھوٹے کے جھوٹے دے

نہ دہندت زیادہ از روزی

اگر زمین را با آسمان روزی

سگر عادت آگہی یوں ہی ہو کہ ہم کو معاش کے لئے کچھ نہ کچھ حیلہ کرنا ضرور ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِیْعُ عَمَلًا
حاصل ہونے کا خیال کاٹھیک رکھنا ہی تو کام رکھتا ہو۔ ورنہ مومن اور کافر بلکہ انسان اور حیوان میں
کچھ بھی فرق نہیں۔ اگر ہم تدبیر اور اسباب ظاہر پر اعتماد کلی کو بٹھیں جیسا کہ انوسوس ہو کہ ہم کبھی نہیں

۱۷ زمین میں جس قدر جان دار چیزیں ہیں سب کا رزق اللہ نے اپنے دے رکھا ہے ۱۸ جس کو چاہتا ہو زیادہ روزی
دیتا ہو اور جس کو چاہتا ہو کم ۱۹ بلاشبہ اللہ کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا ۲۰

تو اس اعتماد کے سوائے اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے زعم میں خدا سے اُس کے اختیارات چھین کر اُن چیزوں کو دیکھتے ہیں جو ان اختیارات کے اہل نہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ شرک نہیں تو کیا ہے۔ بت پرستی نہیں تو کیا ہے۔ اور کفر نہیں تو کیا ہے۔ اچھا اگر اس بارے میں میری رائے سخت ہو اور تشدد بے جا کرتا ہوں تو ابراہیمؑ خدا مجھ کو ان مشائخ کا معاملہ سمجھاؤ اختلافات سُنی و شیعہ حنفی۔ شافعی۔ وغیرہ وغیرہ سے قطع نظر کرو۔ تو مسلمانوں کے دو بڑے گروہ ہیں۔ ایک بیچارے ہم لوگ کلمہ گو اربابِ ظاہر جو پیری مریدی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔ ہماری موٹی سمجھ تو یہ ہے کہ خدا کو اپنے بندوں کی معاش و معاویہ کی اصلاح کے لئے جو جو ہدایتیں صادر کرنی منظور تھیں وقتاً فوقتاً پیغمبرِ صاحبِ پردی کے ذریعے سے نازل ہوتی رہیں۔ جب جب وحی نازل ہوتی پیغمبرِ صاحبِ کمال احتیاط و دیانت کے ساتھ اُس کو قلب بند کرتے جاتے یہاں تک کہ قرآن جیسا اب موجود ہے مدون ہو گیا۔ اور خدا نے فرمادیا اَلْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ جس کے معنی ہوئے کہ فرمانِ شاہنشاہی کو ختم کر کے اُس کے آخر میں مہر لگا دی کہ آئندہ کوئی شخص اس میں کمی و بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ تیرہ سو برس گزر گئے۔ آج تک ایک نقطے کا فرق تو پڑا نہیں۔ اور پڑے گا بھی نہیں۔ کیوں کہ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کر لیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَکَآفِیُّوْنَ یہ اسی وعدے کا ایفا نہیں ہے تو کیا ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اس کے زبانی یاد رکھنے کا شوق پیدا کر دیا ہے۔ ناسخیں اور تنزیہیں کی پیری کیا چل سکتی ہے کہ اس میں تصرف کریں۔ اگر روئے زمین کے سارے قرآن معدوم ہو جائیں۔ ہو جانے دو۔ مسلمانوں کے دلوں میں۔ اَبَا عَیْنٍ جَدِّ اس کا ایک ایک حرف کندہ ہوتا چلا آتا ہے۔ جس کو نہ آگ جلا سکتی نہ پانی دھو سکتا ہے۔ ایک حافظ مرنے نہیں پاتا کہ ایسے ایسے پانچ سو برس کے برس رمضان میں نماز تراویح کی امامت کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سامان ہی ایسا آکر بندھا ہے کہ یہ آواز الی انقرض دنیا پست ہونے والی نہیں ہے۔ خیر یہ تو قرآنِ اہل دین ہے۔ جیسے تنہ درخت۔ اب یہی حدیث آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دینِ کامل کر دیا ہے۔ ہم یہ قرآن اُتار رہے ہیں اور ہم ہی اس نگہبان ہیں کہ نہ نسل بعد نسل

فقہ اور دوسرے علوم دین۔ یہ سب فروعات ہیں۔ قرآن لایعنی قانون۔ حدیث پر اسید پور۔ یعنی ضابطہ کارروائی۔ فقہ نظائر۔ اور اسی طرح دوسرے علوم دین کے لیے بھی کوئی ماہ الماثلت پیدا کر لیا جاسکتا ہے۔ آ۔ اور پراسید پور تو تبدیل پذیر نہیں۔ مگر نظائر کا بدلنا موقوف ہے۔ لوگوں کی ضرورتوں کے تجدید پر۔ اور تعجب ہی جب کثرت سے ضرورتوں کے تجدید کا زمانہ آیا۔ نظائر کا سلسلہ لوگوں نے موقوف کر دیا۔ ابھی دو باتیں اور بھی ہیں کہ پینیر صاحب پر جو وحی نازل ہوئی آپ نے بے کم و کاست ہو ہو اُس کو لکھوا دیا۔ سُنا دیا۔ مشہر کر دیا۔ فرشتے نے تو کہا کان ہیں۔ اُنھوں نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار دیا۔ دنیا بہان میں اُس کی منادی کی۔ ایسی کہ وہی بات ہر ہر مسلمان کے مُنہ میں تھی۔ اور مُنہ میں ہی۔ اور قیامت تک مُنہ میں رہے گی۔

اب میں اس کے چند شواہد بیان کروں گا۔ مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی تھے نابینا وہ حضرت سے ہدایت پانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ اتفاق سے اُس وقت رؤسائے قریش جمع تھے۔ اور پینیر صاحب اُن کو تعلیم و تلقین فرما رہے تھے۔ عبد اللہ نے قریب بھنچ کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو بھی حق کی تلاش ہو آپ مجھ کو بھی راہِ راست بتائیے۔ پینیر صاحب نے سوچا کہ رؤسائے قریش کو خدا و براہِ کبر سے تو ان کے دیکھا دیکھی بہت لوگ اسلام لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ عبداللہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور ملتفت ہونے کا موقع بھی نہ تھا۔ سورہ عبس کے شروع کی آیتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا يُدْرِیْكَ لَعَلَّہُ یَزِکٰی اَوْ یَذِکُّرُ فَعَبَّہُ الذِّکْرٰی اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَہُ تَصَدِّیْ وَمَا عَلٰیكَ الْاٰیٰزِکِیْ وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْتَعِیْ وَهُوَ مُخَضَّیْ فَاَنْتَ عَنْہُ تَلٰہٰی کَلَّا اِنَّمَا تَذِکِّرُ مَنْ شَاءَ

۱۔ پینیر نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس سے کہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔ امی پینیر تم کیا جانو۔ شاید وہ دگناہ کی آلودگی سے پاک ہوتا۔ یا تمھاری نصیحت سے نفع اٹھاتا جو پر دان نہیں کرتا تم اُس کے پیچھے پڑے رہتے ہو حالاں کہ اُس کے راہِ راست پر آنے کا حکم پر کچھ الزام نہیں اور جو شخص تمھارے پاس ڈر کر کھٹا کھٹا ہوتا تو تم اُس سے تفاعل کرتے ہو خبردار پچھ الیسا مت کرنا یہ قرآن تو نصیحت عامہ ہے جو ہر جا ہے اس سے نفع اٹھائے اُن اوراق میں لکھا ہوا ہے جو ہر جگہ اور عالی رتبہ رکھتے اور پاک ہیں۔ بزرگ نیک لکھنے والوں کے

ذَکَرًا لِّفِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ يَزِيدُهَا دِينًا مِّنْ دِينِهَا وَسُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ يَزِيدُهَا دِينًا مِّنْ دِينِهَا

اپنے ماتحت پر عتاب کرتا ہی تو شخص معاتب اُس کو چھپاتا ہی کہ لوگوں میں اُس کی سبکی نہ ہو یہاں ایک پیغمبر ہوا اور خدا نے تادیباً جز فرمایا ہی اور وہ ایک ایک کو فرمان عتاب آمیز سناتا ہی جنگ اُحد میں اصحاب ایک فطی ہو گئی تھی کہ پیغمبر صاحب کے حکم کے خلاف اپنی جگہ سے اُٹھ گئے۔

رطائی بگڑی۔ کفار نے مشہور کر دیا کہ پیغمبر مائے گئے۔ تو لشکر اسلام کے پاؤں اُٹھ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ دُنيا کے کسی سپہ سالار نے اپنی نسبت ایسے کلمات کہے ہیں۔ جو اس کی توہین کے موہم ہوں۔ زید بن حارثہ رضی آپ کے غلام تھے۔ آپ نے اُن کو آزاد فرما کر اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کو اُن سے بیاہ دیا تھا۔ میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ آخر زید نے اُن کو چھوڑ دیا۔ اور پیغمبر صاحب نے اُن بی بی سے اپنا نکاح پڑھا لیا۔ اور پیغمبر صاحب کو زید کے ساتھ ایسی محبت اور خصوصیت تھی کہ لوگ زید بن محمد پکارتے تھے۔ ان کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کو لوگوں نے بہت ہی برا سمجھا کہ ہو کو گھر میں ڈال لیا اس کے متعلق سورہ احزاب میں ایک بڑا کوع کار کوع ہی اس میں اس کا بھی بیان ہے کہ پیغمبر صاحب کی دلی آرزو تھی کہ زید چھوڑ دے تو میں ان بی بی سے نکاح کر لوں سو اُسے پیغمبر کے کس سے ہو سکتا ہے کہ ایسے محل پر اپنا میل خاطر لوگوں پر ظاہر کر کے اپنے تقدس میں بڑے نگوئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اور ٹھیک فرماتی ہیں اگر پیغمبر صاحب وحی میں سے کچھ چھپا سکتے تو زید کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا حال ضرور چھپا رکھے ہوتے۔ یا آپ کا فرمانا کو کنت اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سُسُكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ الشُّوْءُ يٰۤاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مَا اَدْرِىٰ فَاَفْعَلْ لِيْ وَلَا يَكُمُ يٰۤاِسْبَ بَرُّهٖ كِرَافَكُ كَا قَصِهٖ كَهٗ لُغُوْا كُو

۱۱ محمد پیش بریں نیست کہ ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں تو اگر یہ مر گئے یا مائے گئے کیا تم (دین سے) اُٹے پاؤں بھر جاؤ گے ۱۲ اگر غیب کا حال معلوم کر لینا میرے اختیار میں ہوتا تو میں بہت سی بہتری جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی بُرائی نہ پہنچتی ۱۳ میں تو قطعاً تم ہی جیسا آدمی ہوں ۱۴ مجھ کو معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ آئندہ کیا ہوئے والا ہے ۱۵

پیغمبر صاحب کے ساتھ مذہبی عداوت تو تھی ہی اور سب عداوتوں میں یہی شدید تر ہوتی ہے۔ کفار پیغمبر صاحب کو ایذا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے۔ اتفاق سے غزوہ بنی مصطلق میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپس آتیوں کو کہ اگلے دن مدینہ پہنچیں گی۔ قافلہ میں کچھ رات رہتے ہی الریحیل پکارا گیا۔ حضرت عائشہ رفع ضرورت بشری کے لئے قافلہ کے باہر گئی ہوئی تھیں کہ ساریاں نے اُن کی سواری کا کجاوہ اونٹ پر لاد لیا۔ اور سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں اُنھوں نے لوٹ کر دیکھا کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ یہ وہیں بیٹھ گئیں۔ اس خیال سے کہ آخر میری دھند یا پڑے ہی گی اور کوئی نہ کوئی مجھ کو اکڑے جائے گا۔ قافلہ کے پیچھے ہمیشہ ایک شخص رہا کرتا ہے کہ قافلہ روانہ ہو چکتا ہے تو وہ لوگوں کی گری پڑی چیز سمیٹ لاتا ہے۔ اس قافلہ ساتھ وہ شخص صفوان تھا۔ وہ جو آیا تو اُس نے آدمی کی پرچھائیں سے دیکھ کر معلوم کیا کہ اُم المؤمنین ہیں خود تو اونٹ پر سے اتر پڑا اور اُن کو سوار کر نکیل ہاتھ میں لے آپ آگے آگے ہو لیا۔ دشمن تو ایسے موقع کی تاک ہی میں رہتے تھے۔ نابکاروں نے تمام قافلہ میں چرچا کر دیا کہ پیغمبر صاحب کو اُس کرسخت ایذا ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کو اُن کے میکے پہنچا دیا۔ اور وہ بھی مائے رنج کے پھاڑ پرائیں کوئی دو مہینے کے قریب بیت الرسالت میں یہ آفت رہی۔ ہائے سورہ نور کی وہ آیتیں اُتریں۔ جنھوں نے اُم المؤمنین کی برارت و فرور دشمن کی طرح ظاہر کر دی۔ اس سے دو مطلب نکلے ایک تو اس مذکور کا داخل قرآن ہونا دوسرے لوگوں کا وحی پر اعتماد کرنا۔ اور سری کا ہونا تو اس تذکرے کو زبان پر بھی نہ لاتا کہ اب تک کبھی کا بھول بسیر گیا ہوتا۔ جیسے اور بہت سے واقعات۔ نہ کہ جزو قرآن قرار دینا کہ ہمیشہ اس تذکرے کی تجدید ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب مامور تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ تبلیغ وحی نہ کریں وہ خود فرماتے ہیں قُلْ اِنَّمَا

اے پیغمبر لوگوں کو سنا دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسی شریک نہیں کرتا۔ کہ دو کہ میں تمھارے بھلائے ہوئے کا مالک نہیں کہ دو کہ تجھ کو اللہ کے (عذاب سے) ہرگز کوئی پناہ نہیں دے گا۔ اور نہ مجھ کو اس کے سوا کوئی ٹھکانا۔ ہاں اُس کے پیغام پہنچانے پر میں بری ہو سکتا ہوں (اور نہ نہیں)۔

أَدْعُوَنِي وَلَا أَشْرِكُ بِهِ أَحَدًا أَفَلَا إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَلًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يَخَيَّرَ لِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ -

پیغمبر صاحب کے اس کہنے کو دیکھو کہ میں تم کو نفع نقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے زمانے

کے مشائخ تو ایسے بنتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہو سب ان ہی کے اسماء سے ہو رہا ہو۔ ان کے مرید اور

معتقد ان کی تعظیم خلاف شرع کرتے ہیں۔ اور وہ ان کو باپ کہتے ہیں۔ ان سے اُمیدیں لگاتی

جاتی ہیں۔ اور وہ کبھی اپنا عجز ظاہر نہیں فرماتے۔ اور دوسری بات ہے عموم اسلام ^{لہ} وَمَا أَدْسَلُّنَا إِلَّا

كَافَّةً لِلنَّاسِ کہ دعوت اسلام شامل تھی۔ مرد اور عورت۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی

مقیم و مسافر۔ عالم و جاہل بلا استثناء سب پر۔ اب ان سب باتوں کو جمع کرو۔ یعنی تمام

وحی کا قرآن میں مدون ہونا پیغمبر صاحب کا وحی کو اگرچہ وہ ان کی شان کے خلاف ہی کیون نہ ہو

اخفا نہ کر سکتا۔ اسلام کا عام ہونا نتیجہ کیا نکلتے گا۔ کہ مجموع مسلمان بطور ایک کلاس کے تھے۔ اور

پیغمبر صاحب ان کے معلم۔ کہ وہ ساری کلاس کو ایک ہی کتاب اور ایک ہی سبق پڑھاتے تھے تو

پھر مشائخوں نے بلا تشبیہ فری مینوں کی طرح یہ اپنا خاص گروہ کیا بنا رکھا ہے کہ ایک تعلیم دینے لیسینہ

اور وہ راز ہی درمیان پیرو مرید کے اگر تعلیم ہی تعلیم ہے جو قرآن و حدیث و فقہ میں ہے تو اس کا انکار کیا۔ اور اگر

اس کے خلاف یا منافی ہو تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور کچھ تاویل نہ کرتے بن پڑے گی۔ اس آیت کی

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ كَيْكَلِي تَعْلِيمِ

ایسی بھی تھی کہ پیغمبر صاحب نے اپنے عزیزوں میں سے کسی کو یا اپنے حواریوں میں سے کسی کو اس لیے

مخصوص کیا تھا۔ ہم کو تو اس کی کوئی سند ملی نہیں۔ اور عقل بھی اس سے ابا کرتی ہے۔ معلوم ہے

کہ بڑے بڑے بزرگان دین طائفہ علیہ صوفیہ میں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ کو ان کے سیکرٹ (راز)

میں دخل نہیں اور کیا ایک مجھ کو دخل نہیں۔ لاکھوں کڑوروں مسلمان میری طرح اس نعمت سے اگر ہو

لہ ہم نے تو تم کو بھی لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے ۱۲۷ھ اور رسول جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے

اُتتا ہے سب پھونچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت نہ ادا کیا ۱۲۷۔

محروم ہیں۔ اور چوں کہ اوائل کار میں اشتباہات واقع ہو گئے کبھی ارادہ بھی نہیں ہوا کہ اس راز کو معلوم کیجئے۔ یہ خدشہ جو میں نے بیان کیا۔ اس کے علاوہ دو باتیں اور بھی کھٹکتی ہیں۔ ایک تو پیروں کی تعظیم میں اس قدر افراط کر دی ہو کہ اس کو ایک طرح کی پرستش کہا جاسکتا ہو یہ فنافی الشیخ اور تصور شیخ افراط التعظیم نہیں تو کیا ہو اس سے بہت کم درجے کی تعظیم صحابہ پیغمبر صاحب کی کرنی چاہئے تھے۔ اور پیغمبر صاحب اُس کو جائز نہیں کہتے تھے اسی وجہ سے کہ کسی بندے کی تعظیم منفرط متلزم کسر شان الہیہت ہو۔ ایسی قومیں موجود ہیں جنہوں نے انبیاء کی تعظیم بڑھاتے بڑھاتے اُن کو خدا اور خدا کا فرزند بنا دیا۔ لگے ان کی قبروں کی پرستش کرنے اسْتَحْدُثُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ اور نہیں تو سہ باب فقہ متقاضی ہو کہ یہ شیوہ ترک کیا جاوے تَلْكَؤْا بِالْوُجْهِ حَيْثُ لَا يَمُوتُ خواص مسلمانوں کی نسبت بدگمانی نہیں کرتے۔ مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ عوام مسلمان کیوں کر محترّم رہ سکتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی جو لوگ سمجھ دار ہیں بُت پرستی کو برکت دیتے اور تاویل کرتے ہیں کہ بُت صرف آثار اور علامات ہیں یا دہانی اور خیال جمانے کے لئے ممکن ہو کہ خاص خاص آدمیوں کا ایسا ہی خیال ہو۔ مگر عوام میں اتنی بلند پروازی اور ایسا انتقال ذہن کیوں ہونے لگا وہ کیا سمجھیں کہ خواص جو اکثر متبوع عوام ہوتے ہیں کس غرض سے بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ یوں بت پرستی ایسی بڑھ چڑھ گئی کہ کسی کے اُٹھاڑے نہ لکھری حضرت ابراہیم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہو وَأَجْمُنِي وَيَا أَنْ تَقْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ اَتَّخِذْ أَصْلَافًا كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لِيَسْتَعِينُوا بِكَ وَتَكُونَ لِي سُلْطَانًا عَالَمِيًّا اُس وقت بھی تھی اب بھی ہوا اور جب سمجھنے والوں کی سمجھ پر پھر پڑیں تو جب تک دنیا رہے گی یہ شکایت بھی رہے گی صرف پتھر یا سونے یا چاندی پیل کی صورتوں کا نام بُت نہیں۔ کوئی چیز ماسوا اللہ جس کی ایسی تعظیم کی جائے جو خدا کے ساتھ مختص ہو۔ گو وہ کوئی فرشتہ یا کوئی پیغمبر یا استاد یا شیخ یا پیر ہی کیوں نہ ہو۔ اُس کو بھی ہم بُت کہیں گے۔ وہ اپنی ذات سے بُت نہیں ہو مگر جو اس کی خدا کی سی تعظیم کرے۔ جو خدا کی طرح اُس کو لے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ۱۲۷ مومنوں پر نیک گمان رکھو ۱۲۸ مگر اور یہی اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھو امی پروردگار ان کے سبب سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۱۲۔

حاجت روا سمجھے اُس کا وہی بُت ہی۔ مجلو لوگوں کے احتساب کا کوئی حق نہیں مگر ظاہر حال کیا بتا رہا ہے۔ یہی بتا رہا ہے جو حاجتیں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ ان سب کو ان ہی زندہ یا مردہ فقیروں کی حضور میں پیش کیا جاتا ہے پیش کرنے والوں کے دل میں جو کچھ ہو۔ مگر دیکھنے والا ہی سمجھتا ہے کہ ان کو حاجت روانہ سمجھتے تو حاجت لے کر کیوں آتے۔ بعینہ دنیا کے حاکموں کی سی مثال ہے۔ کہ گنوار سے گنوار بھی حاکم اور اُس کے اہلکار پیشی میں فرق کرتا ہے خوب جانتا ہے کہ اہلکار حاکم نہیں۔ اس پر بھی رشوت سے۔ خوشامد سے۔ خدمت سے۔ حاضر باشی سے اہلکار کو رضا مند کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کو یقین ہے کہ وہ اہلکار اس کی کار برآری کر سکتا ہے یا کر سکتا ہے۔ اگر ایسا اور اتنا خیال بھی خدا کے پاس میں ہوتا تو میں اس کو بُت پرستی کیوں گا۔ خدا حاکمان دنیا کی طرح غافل نہیں بے خبر نہیں لَا تَأْخُذُکُمْ سِنَةٌ وَلَا قَوْمٌ یَّجِیْرُوْا لِیُّجَارَ عَلَیْہِمْ کُلُّ مَا کَانَ نُوْثًۢا (یقین) کرنے کے وقت چاہتے جس کو میں اپنے ڈسپوزل (اختیار) میں نہیں پاتا۔ لیکن اتنا تو کھ دینا ضرور ہے کہ خدا کو دنیا کے حاکموں یا بادشاہوں پر قیاس کرنا ایک طرح کی بدگمانی ہے اُس جناح کے ساتھ۔ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا حال یہ ہے کہ ان تک مادی دنیا کی رسائی دشوار اور وہ دو جہان کا بادشاہ فرماتا ہے تَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ لُّوْیٍ قَطْعَہ

دوست نزدیک تر از من بمن ست	وین عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم با کہ تو ان گفت کہ او	در کنتار من ومن مہجورم

انسان سے بڑھ کر بھی کوئی احمق اور بد نصیب اور دشمن کام ہو سکتا ہے کہ خدا اس سے ملنا چاہے اور وہ اُس سے بھاگے۔ وہ اس کی طرف ٹھکے۔ اور یہ اُس سے پرے ہٹے۔ اور پھر نری قربت نہیں۔ فرماتا ہے اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ لیکن اگر بندہ اس کے ساتھ مُتَعَارِفَت اور اجنبیت سمجھے ۱۷ خدا کو نگھتا اور سوتا نہیں ۱۷ وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اُن کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا ۱۷ ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۷ مجھ سے مانگو اور لو ۱۷۔

اور اپنے میں اور اس میں ذرائع اور وسائل کھڑے کرے تو اس میں خدا کا کیا قصور ہے شفاعت اور توسل کے یہ معنی ہی نہیں جو لوگوں نے سمجھ رکھے ہیں۔ ایسی شفاعت کی نسبت تو ایک نص صریح موجود ہے اِمْرًا تَخَذُ وَاَمِنْ دُونَ اللّٰهِ شُفَاعًا قُلْ اَوَلَوْ كَاوَاكِلُكَوْنِ شَيْئًا وَاَلَا يَعْلَمُونَ قُلْ لِلّٰهِ الشُّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ خدا تو اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَوْفٌ رَّحِيْمٌ کہ وہ آپ ہی شفاعت کرنے والا اور آپ ہی شفاعت والے ہیں۔ والادیت شریف میں آیا ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد رب العزت کی طرف سے ندا ہوتی ہے هَلْ مِنْ دَاعٍ اَسْتَجِبُ لَہُ لٰکِنْ اِگْرَانِ ہِیَ مَعْنٰی میں جو لوگوں نے ٹھیک رکھے ہیں شفاعت اور توسل کی ضرورت ہے بھی۔ تو ایک طرف یہ ضرورت ہے۔ اور دوسری طرف عوام کو روکتا تھا منہا ہے کہ کہیں ہادیہ شرک میں اوندھے منہ نہ گر جائیں اور وہ گرا رہے ہیں اور ان کا وبال بھی ان لوگوں کی گردنوں پر ہے جو شرک و شفاعت میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں۔ اور پھر اپنا ظاہری برتاؤ ایسے طور کا نہیں رکھتے کہ عوام کو مغالطہ واقع نہ ہو۔ کسی آدمی کو اگر خدا نے نسب یا حسب یا جاہ یا حکومت یا علم یا کسی اور طرح کا امتیاز و تفوق دیا ہو تو اس کے ساتھ مطبوع عوام ہونے کی ذمہ داری بھی ہو کہ کُلُّکُمْ رَّاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ پنجم صاحب نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے تو ان میں لکھو یا تھا اِسْلَمْتَ تَسْلَمُ وَاِلَّا فَتَلِيْکَ اِنَّکُمْ اِلَیْہِ سَبِيْلٌ یہ اس لیے کہ دیہاتی تابع و سار قوم ہوتے ہیں نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دین و مذہب میں بھی اور النَّاسُ عَلٰی دِيْنٍ مُّلُوْا کَہُمْ سے بھی یہی بات نکلتی ہے۔ اور نسب حسب جاہ و حکومت وغیرہ وغیرہ۔ جہاں اور اسباب امتیاز ہیں ایک سبب امتیاز تقدم لے کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سے حمایتی ٹھیک رکھے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ کو کسی چیز پر کچھ اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں۔ پھر بھی تمہارے حمایتی کے حمایتی اُن سے کہ دو کہ ساری حمایت اللہ کی اور بس ۱۲ لے بے شک اللہ لوگوں پر ترس کھائیو الامہربان ہو ۱۲ لے کیا کوئی مجھ کو پارتا ہے کہ میں اُس کی سنوں ۱۲ لے تم سب کے سب کچھ نہ کچھ ذمہ داری رکھتے ہو ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کی جواب دہی لی جائے گی ۱۵ سلامتی چاہتے ہو تو اسلام لاؤ ورنہ دیہاتیوں کا وبال بھی تمہاری گردن پر ہے گا ۱۲ لے لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں ۱۶۔

زمانی بھی ہے۔ کیوں کہ متاخرین ہمیشہ متقدمین کو نیکی سے یاد کرتے اور ان کی سند پکڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں بھی ایک جگہ ہے۔ قَالَتْ اٰخِرُكُمْ كَالْاَوَّلِ وَلَهُمْ دَرَجَاتٌ اَعْلٰى اَصْلُوْنَ اَفَا هٰذَا اَبَا ضَعُفًا مِّنَ النَّارِ۔

مسلمانو! اپنے پیغمبر کے حالات پر نظر کرو کہ ان کو توحید کے بارے میں کیا کچھ اہتمام تھا۔ تاکہ کا بنانا منع۔ رکھنا ناروا۔ اسی خیال سے کہ ایسا نہ ہو مسلمان پیغمبروں۔ بزرگانِ دین کی تہ بنا کر رکھیں۔ ان کی تعظیم کریں۔ اور شدہ شدہ بُت پرست ہو جائیں جس تعظیم کے آپ پیغمبرِ قطع نظریوں مستحق تھے۔ وہی بھی لوگوں کو نہیں کرنے دیتے تھے۔ کہ کہیں اولاد کے لگیں۔ مثلاً آ کے لئے کھڑا ہو جانا۔ اتنا تک ناپسند تھا۔ اور اپنی قبر کے بارے میں تو آخری وقت تک دعا فرمایا کیے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلَ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ۔

جنگ بدر فتح ہوئی۔ انصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں جمع ہو کر شادیانے گانے لگے۔ طبیقینِ توسب کی موزوں تھیں ہی۔ کسی نے ایک مصرع یہ بھی موزوں کر دیا وَفِيْ سَكَاةٍ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ۔ پیغمبر صاحبِ اندر لیٹے ہوئے سنتے رہے۔ علمِ الغیب کا ان کی طرف منسوب کرنا کہ اُٹھ بیٹھے اور روک دیا۔ شرابِ حرام ہوئی تو جو پرتن شراب کے لئے خاص تھے۔ دوسرے۔ اغراض کے لئے بھی ان کے استعمال کو منع فرما دیا۔ یوں اللہ کے حدود کی حفاظت کی جاتی تب کہیں جا کر لوگ ٹھیک رہتے ہیں۔ حدود کی حفاظت کرنا تو درکنار ہم بے احتیاطیاں کرنے ہیں خطرناک۔

اسلام کے احکام پر ایک اجمالی نظر ڈالو کہ مسجدیں سادہ۔ نہ ان میں کوئی تصویر۔ نہ مور۔ بلکہ زیب و زینت اور نقش و نگار بھی ایجاد مابعد ہو۔ اور دیواروں پر جو کلمہ یا درود یا آیاتِ قرآنی کا کرتے ہیں فقہ اس کو بھی نادرست لکھتے ہیں۔ پھر نماز میں نہ دُھول ہو نہ ناقوس ہیں نہ گھنٹے ہر

۱۵ دوزخیوں کی پھلی جماعت پہلی جماعت سے یوں کہے گی کہ اے ہمارے پروردگار! انھوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ان کو ہم دُگنا عذاب دے ۱۶ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنائیو کہ لوگ اس کی پرستش کریں ۱۷ اور ہم میں اللہ کا رسول ہی جو کل کی بات کو

نری قرارت۔ وہ بھی کئی نہ ہو۔ گلگندی نہ ہو۔ راگ نہ ہو۔ غرض داخل نماز اور خارج نماز کوئی چیز نہیں۔ کہ صاف توجہ ہو۔ یہ ایک شان عبادت ہو اور عبادت ایسی ہی ہونی چاہیئے۔

سجدہ میں پائے خم می پیر کس لطافت مست | یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے منے

اور ایک شان وہ ہو جو ہم پر رگان دین کے مزاروں پر دیکھتے ہیں۔ میں بہت بزرگوں کے عرسوں میں شریک ہوا ہوں تو کیا دیکھا کہ ٹھوس چاندی کے چوبوں پر زلفیت کا شامیانہ تباہی۔ قبر قیمتی اور مکلف غلاف ہیں۔ تو تو پچھلوں کے انبار لگے ہیں۔ اگر کی بتیاں روشن ہیں۔ بیرون گنبد خدام درگاہ مثل چو بداران شاہی صفت بستہ کھڑے ہیں۔ مزار شریف کے روبرو مشائخ سرنگون اور سوب بیٹھے ہیں۔ جیسے اراکین سلطنت۔ پائیں حلقہ میں رنڈیاں کھڑی مچر کر رہی ہیں اور کس شرع کی زیادہ پابندی ہو تو قوالوں کا طائفہ ہو۔ ایک خوش رو۔ خوش گلو۔ کا غزل گارہا ہو۔

شراب لعل کش و روئے مہربیناں ہیں | خلاف مذہب آناں جہاں ایناں میں

ٹپہ اور ٹھمری۔ اور ہولی اور دادرا اور دیس اور بہاگ اور بھیرویں اور سیلو جتنے راگ اور راگنیاں ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر گائی جا رہی ہیں۔ وجد کی حالت میں کوئی حضرت کھڑے ہو جاتے ہیں تو ساری مغل کو ان کی تعظیم کے لئے کھڑا رہنا پڑتا ہو۔ اب اس شان کو اس سیدھی سادی مہذب باوقار متین شان نماز کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ اور آپ ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لو یہی وہ زیارت قبور ہے۔

جس کی نسبت پیغمبر صاحب فرما گئے ہیں۔ کُنْتُ تُحِبُّهُ لَعَنَ زِيَادَةُ الْقُبُورِ اَلَا اَنْ فَرَدُّوْهَا فَاِنَّهَا تَوَقَّ عَنْ الدُّنْيَا وَتَرْغَبُ فِي الْآخِرَةِ۔ یہی وہ زیارت قبور ہے جس کے اجر و ثواب کی امید کی جاتی ہے۔ یہی وہ زیارت قبور ہے جس سے خدا کی عظمت۔ اور بے نیازی۔ دنیا کی بے ثباتی۔ انسان کی گو وہ کیسا ہی بندہ مقرب و مقبول کیوں نہ ہو۔ عاجزی اور بے اختیاری کا خیال تازہ ہوتا ہو۔

بدنیا گر کے پائندہ بلو دے | ابو القاسم محمد زندہ بودے

۱۷ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اور اب ان کی زیارت کیا کرو کیوں کہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے دلی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے۔ ۱۲۔

یہ تھا وہ قنبر جو پیغمبر صاحب کو پہلے سے دکھائی دے رہا تھا۔ اور اسی کے اسناد کے لیے فرمایا اَللّٰهُمَّ
 لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَتَابِعِيْ اَسْمٰی کے اسناد کے لیے قبروں کے اونچا کرنے پکا بنانے کی ممانعت کی تھی۔
 کہتے ہیں کہ مشائخ میں بعض کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس قبر کی طرف توجہ کریں۔ مقبور کا حال معلوم کر لیتے
 ہیں۔ کہ وہ سعید ہو یا شقی۔ اور صلی کی قبر سے ان کو فیضانِ نبوتی ہوتا ہے شاید ایسا ہو مگر ہماری جمع پونجی
 تو قرآن و حدیث ہے۔ سو ایک حدیث ام العلاء انصاریہ صحابیہ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو ہم انصاریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے عثمان بن عفانؓ
 ہمارے حصے میں آئے۔ اتفاق سے بیمار پڑے اور مر گئے۔ جب ان کو ہم لوگ کفنا چکے تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلے کہ ان کے جنتی ہونے میں کیا
 شک ہو یہ تو خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے
 کیوں کر جانا ہے میں نے عرض کیا یا حضرت یہ بھی برگزیدہ نہ ہوں تو اور کون ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا
 هُوَ فَقَدْ جَاءَكَ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَجْعَلُكَ اَنْتُمْ وَاللّٰهُ مَا اَدْعٰی وَاَنَا دَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْعَمَلُ بِیْ۔
 اس کے بعد سے اُم العلاء کا کرتی تھیں تَوَاللّٰہِ لَا اَسْرَکَیْ اَحَدًا اَبَدًا اَبَدًا اَشْرَہُ بَشَرٌ شَہُوْرٌ
 یعنی ابو بکرؓ عثمانؓ علیؓ زبیرؓ عبدالرحمنؓ بن عوفؓ سعد بن ابی وقاصؓ سعید بن زیدؓ ابو سعیدؓ
 ابن الجراحؓ دس صحابی ج۔ کہ پیغمبر خدا نے ان کی زندگی میں خدا کے حکم سے جنت کی بشارت دی تھی
 اور کہہ دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی
 اور ام المؤمنین عائشہؓ وغیرہم چند لوگ اور بھی ہیں جو عشرہٴ مبشرہ میں نہیں گنوائے گئے ہوں اللہ علم کے فراموش
 سے ان کا جنتی ہونا معلوم ہو مگر ان مبشرین باجمہ کا کیا حال تھا۔ اَتَوَجَّعُ اَلْبَیْہِقِیْ فِیْ شَعْبِ الْاَنْجَارِ

سلاہ اللہ میری قبر کو بت نہ بناؤ کہ لوگ اُس کی پرستش کریں ۱۱ سلاہ لیکن اُس شخص کو موت جو ام قینی ہو آجھو پھی۔ اور
 خدا کی قسم میں اس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہوں۔ خدا کی قسم میں رسولؐ کو کچھ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا ۱۲
 سلاہ خدا کی قسم میں اس کے بعد کبھی کسی کو بے گناہ نہیں کہتی ۱۳ سلاہ یہی نے شعب الایمان میں ضحاک سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں ایسا نہ کہتا ہوں کہ میں راستے کے کنارے پر ایک درخت ہوتا پس میرے پاس (تقریباً نو سو چھترہ)

عَنِ الصُّحَابِ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً إِلَى جَنْبِ الطَّرِيقِ مَرَّ عَلَى
بَعِيرٍ فَأَخَذَ فَتَا دَخَلَنِي فَأَهْلَكَنِي مَعَانَا ثُمَّ أَدْرَمَنِي ثُمَّ أَخْرَجَنِي بَعْرًا وَلَمْ أَكُنْ لَبْسًا
فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنْتُ لَبْسًا أَهْلِي سَمِعُونِي مَابَدَّ اللَّهُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ أَسْمَنَ مَا يَكُونُ زَادَهُمْ
مَنْ يُحِبُّونَ فَذَجَّحُونِي فَجَعَلُوا بَعْضُ شَوَاءٍ وَبَعْضُ قَدِيدٍ ثُمَّ أَكَلُونِي وَلَمْ أَكُنْ لَبْسًا
ان سے بھی بڑھ کر وہ حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب مجھے کوہیں تو ان کو
تسلی دینے لگے کہ تم نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کیں۔ اور یہ کیا اور وہ کیا۔ تو انھوں نے کہا اَللّٰهُمَّ
لَوَدِدْتُ اَنْنِيْ خَرَجْتُ مِنْهَا لَفَا اَلَا هَلْیَ وَلَا لِيْ وَاِنْ صَحْبَةُ رَسُوْلٍ بِاللّٰهِ سَلَكْتُ لِيْ اِيْكَ رَايْتُ
اُمَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَالِشَةً مِنْهُ هِيَ كِهْ اَنْ حَضْرَتِ فَرَمَايَا كَرْتِهْ تَحْتِ سِدِّدُوْا وَاقَارِبُوْا اَوَابُشُوْا وَاقَارِبُوْا لَنْ
يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اَحَدًا اَعْمَلُهَا قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَعَدَّ لِيْ اللّٰهُ
مِنْهُ بِرَحْمَةٍ يَهْ تَوَيْغِبِرْ اور ان لوگوں کے مقولے ہیں جن کو خدا کی طرف سے جنت کا وعدہ مل چکا تھا۔
میں نہیں سمجھتا کہ سوائے رسولؐ کے کوئی کسی کی نسبت یقین کے طور پر چنتی ہونے کا حکم بھی لگا سکتا ہے
اور جب یہ نہیں تو کہاں کا توسل۔ کیسا تقرب۔ پھر خود در ماندہ شفاعت کرا کند اس کی تصدیق ہوتی
ہی اس مشہور حدیث سے کہ قیامت کے دن لوگ بدحواس پڑے پھر یں گے۔ اور یکے بعد
دیگرے آدم اور نوح۔ اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سب انبیاء کے پاس شفاعت کرانے جائیں گے کوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۲) ایک اونٹ آتا۔ اور بکڑوٹھ میں ڈال لیتا۔ پھر بکڑوٹھ جاتا پھر بکڑیاں بنا کر کھاتا لیکن میں آدمی نہ
ہوتا اور عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کاش میں دنیا ہوتا تو میرا ملک جہاں تک اس سے بن پڑتا۔ بکڑوٹھ مارنے یہاں تک کہ میں بہت مڑتا
ہو جاتا تو ان کے پاس ان کا کوئی دوست آتا پھر بکڑوٹھ کرتے پھر میرے گوشت کا کچھ حصہ تو بھون لیتے اور کچھ کھاتے پھر
بکڑوٹھ لیتے لیکن میں آدمی نہ ہوتا۔ ۱۲ سنو! میں خسران کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں خلافت کی جواب دہی میں برابر
سرا رہی چھوٹا جاؤں کہ نہ لینا آئے نہ دینا تو بھی نینت ہی ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اجر پورا ملے تو قسمت
میں راست روی اور دنیا دار روی اختیار کرو اور لوگوں کو خوش خبری دینا دیکھو کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں فرمایا بکڑوٹھ بھی نہیں۔ گناہ کہ بکڑوٹھ اپنی رحمت میں ڈھانک لے ۱۲

ہامی نہیں بھرنے گا۔ اور نفسی نفسی کھکھ کر الگ ہو جائیں گے۔ آخر کار یہ خلعتِ بزرگی ہمارے پیغمبر صاحبِ آخر الزمان کو عطا ہوگا۔ اور خدا کی درگاہ میں سجدہ کریں گے اور گڑا گڑائیں گے اور اُمت کو بخشوائیں گے۔

مسلمانوں نے اپنی دنیا کو اتنا تباہ نہیں کیا جتنا دین کو۔ ہر ایک فرقہ جادۂ استقامت سے منحرف ہو گیا ہے۔ فسادات سب میں ہیں۔ مگر محکومِ افسوس کے ساتھ کننا پڑتا ہے کہ اسلام کو کسی فرقے کی خرابی نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا کہ اس فرقہ مشائخ کی خرابی نے۔ علماء بھی اس الزام سے بری نہیں۔ مگر انھوں نے اور طرح کی خرابیاں ڈالی ہیں۔ شرائع تو ہمیشہ بدلتی ہی چلی آئی ہیں۔ وہ کچھ بڑی بات نہیں۔ اسلام کا بڑا فخر یہ ہے کہ اس نے آبِ حیاتِ توحید کو فطرۂ صاف کر کے اس میں کسی طرح کی آمیزش نہیں رہنی دی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فرقہ مشائخ نے توحید کے ساتھ یہ کیا سلوک کیا۔ اتنا الحق۔ اور ہمہ اوست وانا العرب بلا عین۔ اور انا احمد بلا یم

احمد کو ہم لے جان رکھا ہے وہی احد	مذہب کچھ اور ہوگا کسی بوالفضل کا
من آن وقت کردم حسد ارا سجود	کہ ذات و صفات حسد اہم نبود

یہ اور اس قسم کی اور بہت آوازیں کہاں سے پیدا ہوئیں۔ اسی فرقہ مشائخ سے۔ پیشوایانِ مذہب یعنی پیرانِ طریقت کی تعلیم میں اتنی افراط کہ اس میں اور عبادت میں فرق کرنا مشکل ہو۔ کہاں سے نکلی۔ اسی فرقہ مشائخ سے الفاظ کے مدلول ظاہر کو کس نے بدلا کہ شراب سے مراد ہے۔ شرابِ حد ساقی سے شہج۔ جام سے دل وغیرہ وغیرہ۔ اسی فرقہ مشائخ نے۔ شرع ظاہر کی کس نے بے توقیری کی

نماز اہداں سجدہ سجود است	نماز عاشقاں ترک وجود است
--------------------------	--------------------------

فرقہ مشائخ نے۔ میں نے بہت سوچ کر یہ بات نکالی ہے کہ جس طرح قرآن میں ہے وَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اُولَٰئِكَ اُمُّ الْاُمَّةِ سَيُتَبَعُونَ کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک راہ کی طرف بلائے، نیک باتوں کے کرنے کو سکھائے۔ اور نیک باتوں کے کرنے سے روکے۔ اور یہی ہے ماخذِ گروہ علماء، پیرانِ مذہب کا

اسی قیاس پر یہ گروہ مشائخ کھڑا ہوا کہ تزکیہ باطن اور اصلاح خیالات کرے اور واقع میں ایسے گروہ کی ضرورت تھی۔ کیوں کہ اسلام نے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اور ان تَبَدُّلِ اَمَانِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تَخَفُّوْا یَحْسِبْکُمْ بِمِ اللّٰہِ قُرْآن کی شان میں فرماتے ہیں یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْر وَهُدًی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ مگر حضرت انسان ایسی ٹیڑھی بناوٹ کے ہیں کہ ان کا مرکز ثقل کہیں ٹھیرتا ہی نہیں۔ ظاہر پر جھکے تو ایسے جھکے کہ لگے شرعی حیلے تصنیف کرنے۔ وظیفہ پڑھ رہے ہیں۔ اور اُس میں مثلاً بولتے بات کرنے کی منہا ہی ہو جس کا مطلب واقع میں یہ ہو کہ آدمی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ ہمارے وظیفی صاحب ہیں کہ وظیفہ بھانستے جاتے ہیں اور ہُوں ہُوں اور اُوں ہُوں اُوں ہُوں اشاروں سے دنیا جہان کی باتیں ہو رہی ہیں۔

بندے کے ایک دوست تھے چاندی کے خاقدان میں گلو ریاں بھر داکر رکھتے گلو ریا کھانی ہوتی۔ تو خاقدان سے نکالی تکیے پر رکھ دی۔ تکیے سے اٹھاتی ٹنڈ میں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ کیا فرمایا۔ چاندی کے باسنوں کا استعمال منع ہو۔ وہ حکایت سُنی ہوگی کہ ایک بزرگ مالک چندیں نصاب تھے۔ مگر زکوٰۃ کبھی نہیں دی۔ برس پورا نہیں ہونے پاتا تھا کہ زبانی بی بی کے نام ہبہ کر دیتے تھے۔ پھر بی بی سے اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے گھمی کہاں گیا کچھڑی مین۔

اس سے کہیں زیادہ غضب کی بات اور سنو کہ ایک مسلمان بادشاہ تھا دیکھا ضرور ہو کہ اُس کا نام لوں، اُس کے محل میں ایک لونڈی تھی اُس کے باپ کی مدخولہ۔ وہ اُس لونڈی کو اپنی مدخولہ بنانا چاہتا تھا ایک فقیہ سے حیلہ پوچھا۔ فقیہ صاحب نے کہا۔ اُس کے مدخولہ اعلیٰ حضرت ہونے کا ثبوت؟ بادشاہ نے جواب دیا اُس کا خود اپنا اقرار۔ اس پر فقیہ صاحب نے

تمہارا کیا باتیں ظاہر کرو یا جہانوں اللہ تو سب کا حساب لے گا ۱۲۵۱ھ کو لوگوں کو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس یہ ایک امانت آئی ہو اور وہ بالحق جہانوں کو شفا دیتی ہو اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہو ۱۲۵۱ھ

فقہی دیکھ لوٹتی ہے۔ اس کی عدالت خمدوش گواہی۔ نام قبول۔ یہ ہر وہ گروہ ظاہر و باطن خراب
غیرت اجازت نہیں دیتی مگر مجبوری کننا پڑتا ہے کہ کثرت سے بد معاملگی اور خبیث نفس دیکھتے دیکھتے
لوگ تشیع ظاہری سے بدگمان ہو گئے ہیں غرض جنہوں نے ظاہر کا پہلو اختیار کیا۔ اُس کی لیں
مٹی پلیدی کی۔ اور جو باطن پر چلے گئے خدائی کا دم بھرنے لگے اُسے اُٹھائے اُٹھائے اُٹھائے اُٹھائے اُٹھائے
فقیر اور درویش اور شاخ۔ سب الفاظ ہیں مراد ہم دگر ان لوگوں کی تعلیم کا لب لباب ہوتا ہے۔
ایک مثال ہے کہ جب محکوم واقع ملتا ہے اسی کا اعادہ کیا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ اُس سے بہتر کوئی
مثال نہیں سوچتی۔ وہ یہ ہے کہ دین طب روحانی ہے طبیب کا کام ہے کہ ہر مریض کو اُس کے مناسب
حالت دوا دینا شاید کوئی مریض ضعیف و ناتوان ہے۔ اُس کو دوائی مقوی دی جاتی ہے کوئی ہیجان
کی وجہ سے محتاج تنقیہ ہے۔ طب کی کوئی سی کتاب اُٹھا کر دیکھو نسخے ملیں گے۔ ضد یکدگر بعض کمزور
کرنے کے ہیں۔ بعض طاقت بڑھانے کے۔ اب یہ طبیب کا حصہ ہے کہ کس کو کیا مرض ہے۔ اور
اُس کو کون سی دوا دینی مناسب ہے طبیب نسخہ نہیں تصنیف کرتا۔ نسخے کتاب ہی میں لکھے موجود ہیں
بلکہ یہ تجویز کرتا ہے کہ ان نسخوں میں کون سا نسخہ اس مریض خاص کو مفید ہوگا۔ بعینہی حال ہے دین کا
ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں سلطنت تھی حکومت تھی۔ دولت تھی۔ یہاں تک کہ لوگ جھولیوں
میں روپے بھرے ہوئے مدینہ شریف کی گلیوں میں پکارتے پڑے پھرتے تھے۔ کہ کسی کو حاجت
ہو تو بولو۔ کوئی ہامی نہیں بھرتا تھا۔ کیوں کہ ہر شخص بجائے خود مستغنی تھا وہ وقت تھا تعلیم زہد کا
جیسے برسات کی آمد میں صفر کا جوش ہوتا ہے۔ اور زلال آلو بخارا۔ اور زلالِ تھر ہندی اور سنہیں ہمو
وغیرہ صفر شکن دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اگر اُس وقت زہد کا چہرہ نہ پھیلا یا جاتا تو مسلمانوں
کو دنیا کا تحمہ ہو گیا ہوتا۔ لیکن اب کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ سلطنتِ روم کو سلامت رکھے کہ وہاں سے
مصر میں شہر لہین کے لوگوں کو بہتری کچھ فتوحات ہو۔ ادھر موسم حج میں خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی ہے
مگر ہمارے اپنے ہموطن برادرانِ اسلام کا کیا حال ہے۔ ماشاء اللہ آٹھ بڑا پنجاب اس کثرتِ مسلمان

باز خدا جو کچھ کرنا چاہے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اُن سے کچھ جوئے کی باز پارس کی جائے گی ۱۲

انجمن حمایت اسلام نے جلدی کی اور شاید خطرناک جلدی کی ٹنگریوں نے انھوں نے خدا پر توکل اور اپنی قوم پر بھروسہ کیا انھوں نے سمجھا کہ مسلمان لاکھ بگڑ گئے ہیں تاہم ہیں تو مسلمان ہیں تو ان ہی کی نسل ان ہی کے نام لیا انھوں نے خاکِ مذلت سے ابھرنے کا ارادہ کیا تو فلک الافلاک عروج پر جابر اے اتنی قلیل مدت میں جس کو دوسری قوموں کے مقابلے میں طرفۃ العین کہنا بھی سبالت نہیں اے کاش جس جلدی سے وہ بلند ہوئے تھے۔ ایک بارگی دھڑام سے گر پڑے ہوتے۔ وہ مرگ مفاشا بست بہتر ہوتی اس سے کہ پڑے سبک رہے ہیں لایموت ولا یحییٰ۔ اور یہ نہیں کہ ان کے جاں برہونے کی اُمید نہیں اُمید ہے۔ اور تیسری معلوم ہے وہ تھاری ہی حمایت اسلام ہی مگر بندہ خدا درانم بھی تو ہاتھ پاؤں ہلاؤ سالانہ جلسہ کے دیکھ چکے الفقراء کے دیکھ چکے کچھ تو ابھی ہو مگر اس کام پر نظر کرتے جس کو شروع کر بیٹھے ہو۔ اس قدر ہی جیسے پیاسے کو اوس۔ سرکار نے ہندوستان کی مردم شماری کرنی چاہی۔ ایک دن ایک وقت مقرر کر دیا۔ اس سرے سے اُس سرے تک سارے ہندوستان کی مردم شماری ہو گئی تم سے اور کچھ نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرو کہ اسی طرح ایک دن مقرر کرو اور اس کا نام رکھو روز گدائی۔ یہ روز روز کے مانگنے سے لوگوں کو مساوات سی ہو گئی ہے اور رہی سی اور ہو جھسائے گی اس دن تمام پنجاب میں انجمن کے لئے بھیک مانگی جائے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ شاید وہ اخیر بھیک ہوگی۔ اغراض انجمن کے لئے بخوبی کافی۔ مگر تم تو یہ چاہتے ہو کہ لا دودل لا دودل لا دودل۔ سو مائی ڈیر آپ کام ہما کام خدا تمھارے دلوں میں الفا کرے۔ کہ یہ تمھارا اپنا کام ہے جس دن اس کو اپنا کام سمجھو گے۔ بس پھر چکی بجاتے ہیں ہوا دھرا ہے۔ بھلا قوم کی یہ حالت ہو کہ سارا پنجاب تانا بٹا پنجاب ایک کالج نہ کھڑا کر سکے تو اس قوم کو زہ سکانے کا کیا موقع ہی نہیں نہیں۔ میں اپنے اس مقولے کو ممبران انجمن حمایت اسلام کی مخالفت کے ڈر سے واپس لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے۔ اور یہ جو تم نے بے اس بے سہارے ایک ٹھوڑا ماکری آف اسے کالج کالج کی ہنسی کھڑا کر لیا ہے اس کی تو میرے ذہن میں کچھ بھی وقعت نہیں

غرض جب مسلمانانِ پنجاب اپنا ایک کالج قدیم نہ کر سکے تو ان کو تعلیمِ زہد کی سخت ضرورت ہی۔ مگر کس طرح پر۔ کہ جو کچھ لوگوں کی زہادانہ ضرورت سے زائد ہو۔ اور جب آدمی نے زہد کا دم بھرا تو سوائے اس کے کہ دفعِ حر و برد کے لیے کچھ موٹا جھوٹا کپڑا پہن لے اور قوتِ عبادت کی غرض سے بقدرِ کفایت کچھ کھالیا کرے۔ اُس کو اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

حرصِ قانع نیست صائب در نہ اسبا جہاں | آنچہ من در کار دارم بیشتر در کار نیست

الحاصل ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام تو یہی رائے دیں گے کہ مسلمانوں کو زہد کی تعلیم دی جائے تاکہ جو کچھ لوگوں کی زہادانہ ضرورت سے زائد ہو۔ وہ سب انجمن کے حوالہ کریں۔ مگر ایسے زہد کی تعلیم کس پر بھی۔ ایسا زہد کوئی کرتا بھی ہے۔ کوئی کر بھی سکتا ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِإِبْرَادِي رِيَّ قَهِيمٍ عَلَى مَا مَلَكَتْ إِمَّا هُمْ فَمُحَمَّدٌ سَوَاءٌ وَهِيَ جِئِيسٍ مِّنْ نَّبِیِّ ابْنِ سَعْدٍ عَلٰی كُتْهِ كَالْجِیِّسِ

مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہے ضوابطِ یہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے یہ طامات و دعوے ہیں دھوکے کی طٹھی	دکھائے کوئی کر کے بزعمِ پنچر نہ بدلے نہ بدلیں الی یومِ محشر اگر زہد ہی بھی تو زہدِ مژور
--	---

جو لوگ زہد بنتے۔ اور دوسروں کو زہد بنانا چاہتے۔ وہی لوگ ملکی خیرات میں سے لائسنز شیر (غالب حصے) پر قابض و متصرف ہیں۔

اگرچہ دینِ اسلام کے ہر ہر شعبے میں فتور واقع ہو گیا ہے۔ مگر شبہ فقر میں سب سے زیادہ وہ گھائی تھی ہی دشوار گزار۔ مشائخ نے ایک دم سے بلا امتیاز سب کو مونڈنا شروع کر دیا۔ ہرچہ آید در پیش۔ نگذار درویشِ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیری تہم ہو گئی بجا۔ بدنام ہو گئی بواجب۔ آدمیوں کی طبیعتیں اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں کہ سب کو ایک طرح کی تعلیم دینے سے فائدے کے عوض اُلٹا نقصان ہوتا ہو۔ اور جو حال دنیاوی تعلیم کا ہے وہی دینی تعلیم کا بھی ہے۔

۱۰ جن کو ضرورت سے زیادہ روزی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں بانٹ دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں

ہمارا سرشتہ تعلیم کیا غلطی کر رہا ہو۔ یہی کہ سب کو ایک لاطینی سے ہانکنا چاہتا ہو جس کا شمر پیش
 رس ہو عیشیل کانگریس رعایا سے ہندوستان میں ہم مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کسی قوم کو سلطنت
 کے پھر حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہو ہم سے سلطنت چھنے ہوئے بہت سے بہت تین چار
 پشتیں ہوئی ہوں گی جب کہ دوسری قوموں کی بین بین بچپن پیشین غلامی میں گل گئیں۔
 ہماری سلطنت کے آثار مدہم پڑ گئے ہیں مگر ٹپے نہیں۔ اس کا وہ غل نہیں کہ کان پڑمی آواز
 سنائی نہ دے۔ مگر بھنھا ہٹ سی اب بھی ہو جب کہ دوسری قوموں کے پاس شاہ نامے کا ایک
 افسانہ ہے۔ اور بس مسلمان سلطنت کو اس طرح یاد کرتا ہو جیسے ایک سال کا دودھ چھوٹا ہوا بچہ دودھ
 کو اس کے مقابلے میں دوسری قوم کا بڑھا پھولنس ہو اور اُس کو یاد دلایا جاتا ہو کہ اُس نے بچپن میں
 دودھ پیا تھا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے با ایں ہمہ ہم میں جو سمجھ دار ہیں اس بات کو اچھی طرح
 سمجھتے ہیں۔ کہ جن دنوں ہم کو سلطنت حاصل تھی پھل تھی باہتقاق اب گر چھن گئی ہو تو چھن بھی گئی ہو بہتقاق
 اب زمانے کا وہ اگلا سازنگ نہیں رہا۔ دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ہم میں سلطنت کرنے کی صلاحیت
 ہی نہیں کہ اس کی آرزو کریں۔ زوال سلطنت کچھ بچوں کا کھیل نہیں کہ تھی تھی نہیں تو نہیں سہی سلطنت
 کے مٹ جانے سے قومیں مٹ گئی ہیں۔ گویا سلطنت قومی زندگی تھی۔ شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں
 کی کہ جنگی عملداری میں ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہو۔ اب اگر ہم مٹتے ہیں اور مٹنے
 میں باقی ہی کیا ہو تو اپنی کاہلی اور نااہلی سے بے شک سلطنت بڑی چیز ہو اور کیوں نہ ہو اَللّٰہُ سَلَامٌ
 ظَلَمَ اللّٰہُ الْحُکُوْمَہُ نَضَعُ الْکُؤَامَہُ لَکَ اَہْلِ یُورَپَ نے ثابت کر دکھایا کہ علم و نہر بڑی چیز ہو۔ انسان
 کی شہنی نے سلطنت کی قدر بڑھا رکھی ہے یا اُس کی قدر و منزلت کریں تو وہ لوگ کریں۔ جو حکومت کے سوا
 اور کسی تدبیر سے دولت نہیں کھا سکتے۔ مگر بادشاہ جیسے رعایا سے غلام لیتا ہو۔ ویسے ہی اُس کو ملک کی
 حفاظت اور انتظام کے لئے خرچ بھی کرنا پڑتا ہو۔ گورنمنٹ آف انڈیا اتنی بڑی سرکار کہ آج کوئی سلطنت
 حاصل میں لگا نہیں کھا سکتی۔ مگر چند روز سے چاندی کا بھلاؤ تیز لڑل ہو رہا ہو گورنمنٹ آف انڈیا ہو کہ

لے بادشاہ اللہ کا سایہ ہوتا ہو اللہ حکومت آدھی کر امت ہو۔

بدحواس ہو۔ آمد کم۔ خرچ زیادہ۔ ٹیکس لگاتی ہو تو رعایا ناخوش ہوتی ہو نہیں لگاتی تو پورا نہیں پڑتا یورپ یورپ نہیں ہو گیا سلطنت کی بدولت۔ بلکہ علم و ہنر کی بدولت۔ سو علم و ہنر کے حاصل کئے کے بیئے نہ کوئی ہم کو روکتا نہ روک سکتا۔ بلکہ طرح کی ترغیبیں دیں اور سہولتیں بہم پہنچاتی جاتی ہیں لوگوں نے تو اس لائن میں کچھ کیا بھی ہو۔ مگر بد نصیب مسلمان اس نعمت سے گویا کہ محروم مطلق ہیں۔ اسے کرنا چاہتا تھا من بھر۔ اور کیا چھٹانک۔ تو اس کرنے کو کرنا نہیں کہتے۔ اس کا تم کو کیوں کر یقین ہے اس کا یقین آئے مشاہدے سے۔ کہ جس آفس میں جاؤ جھڑا ہندو۔ ادھر تو کوئی اس کا مارا لگاؤ گا مسلمان دکھائی بھی پڑتا ہو۔ ذرا ہماری طرف چلو۔ بمبئی بدرا اس۔ بنگالے پر نظر ڈالو تو مسلمان دو کو ڈھونڈا نہیں ملتا۔ اور شاؤنادر ہو بھی تو وہ ایسا بے مناسبت۔ بے جوڑ معلوم ہوتا ہو۔ جیسے ہنسوں کی نچایت میں کو ایسے مسلمان کہاں نہیں ملتا۔ پھر یوں میں۔ آفسوں میں۔ زمرہ تاجران مال دار میں۔ گروہ زمینداران و کاشتکاران مرفہ الحال میں۔ غرض کسی کی جماعت خوش پوش میں مگر ہاں کچھ شے قلعی گر گئی ہو۔ ہار۔ بڑھئی۔ معمار۔ بیلدار۔ درزی۔ حجام۔ سنے۔ دھوبی۔ پھیری چکر واسے مہاجنوں کے دربان۔ چوکیدار۔ خدمت گار۔ ڈھول تیا شے۔ نفیری بجانے واسے۔ غرض جتنے مبتذل کام ہیں۔ مسلمان بھائی گویا ان کے ٹھیکہ دار ہیں۔

تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں کا پچھڑی ہونا جاننے واسے تو جانتے تھے۔ مگر وہ جانتا ایک مبہم طور کا۔ اب کے علی گڑھ کے کانفرنس میں مسٹر سید محمود اور آؤا حب بن الملک نے ڈائیکرام نمشتے بنا کر ہال میں لٹکا دیئے اور سب نے مشاہدہ کر لیا۔ مسلمان تعلیم کے کس درجے میں ہیں اور کس درجے میں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ اور کتنے ہیں اور کتنے ہونے چاہیئے تھے۔ مجھ کو ایسا خیال پڑتا ہو کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقریباً ایک اور تیس کی نسبت تھی نہیں تھی بلکہ کہنا چاہیئے ہندو اور مسلمانوں میں تیس اور ایک کی نسبت تھی۔ اور پھر یہ تو ایک غاص بات تھی جو حالت کا اصلی معیار نہیں۔ اگر اسی طرح کے ڈائیکرام۔ تجارت اور زمینداری اور دستکاری کے اعتبار سے ہزار پتی اور لکھ پتی اور کروڑ پتیوں کی بنائے جاتے۔ تو میں نیلا کرتا ہوں کہ مسلمان آدمی پتی

یا چھ کوڑی پتی ہوں تو ہوں یہ تو حالت ہی۔ اور خدا جانے کس جنم کا بیر نکال رہے ہیں۔ کہ ہم کو بھوکا لگا بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مسلمان کچھ ایسے احمق ہیں۔ اور تعلیم وقتی سے گزراں ہیں۔ تو ان کے احمق ہونے میں ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ غرض کچھ ایسے احمق ہیں کہ جھٹ سے جھانسنے میں آجاتے ہیں اور انجام کار نہیں سوچتے۔

۱۵۵۷ء کے غدر کے دن کی بات ہے۔ ہندو سپاہی کار توں پر پگڑے مسلمان یہ سمجھ کر ہمارا ان کا چولی دامن کا ساتھ ہی ان کے پیچھے ہوئے۔ بھگتا سو بھگتا اور جھیلا سو جھیلا۔ ابھی وہ زخم بھی طرح مند مل نہیں ہوئے کہ ہندوؤں نے کانگریس نکال کھڑا کیا اور جیسا ان کا قاعدہ ہی مسلمانوں کو بھی اُکسایا۔ خدا اس نیچری سرسید کا بھلا کئے کہ اس آگ میں گرنے سے روکا۔ ورنہ مسلمانوں کے حصے کی یہ دوسری قیامت تھی کہ ان کم بختوں کے دلوں میں مارشل سپرٹ (سپہ گری) کا شعلہ تو ٹٹما ہی رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ان کو گورمنٹ سے بدگمانی ہو جو نیشنل کانگریس کا ضروری نتیجہ ہے۔ گورمنٹ کا تو یہ اور ایسے ایسے ہزار کیا کر سکتے ہیں۔ مگر ہاں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے اور ہم ان کو روپیٹ چکتے کہ بس اب یہ نہیں بیٹتے۔ انسان کچھ ہی کافر نعت اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ (انسان ناشکر ہے) جو نعمت اس کو حاصل ہوتی ہے وہ اس کی قدر نہیں کرتا جب تک کہ وہ نعمت اُس سے سلب نہ کر لی جائے۔ قدر نعمت بعد زوال ایک مشہور بات ہے اور جیسی مشہور ہے ویسی صحیح بھی۔ ہم نے تو خدا کے فضل سے انگریزی علداری میں آنکھ کھولی ہے۔ خدا اُس کو ابدال آباد تک سلامت رکھے۔ پھلی علداریوں کی مصیبتیں۔ روز کی لوٹ مار۔ ڈاکے۔ بے اطمینانی۔ بد امنی۔ جاکوں کے ڈنڈ۔ جٹی۔ بے گار۔ ہنگامے۔ خانہ جنگیاں۔ قحط مری۔ دیکھیں نہیں۔ اور خدا دکھائے بھی نہیں تو کسی قدر بزرگوں سے سنیں اور بہت کچھ کتابوں میں پڑھیں۔ جبکہ تو حضرت ہو کر تھی ہو کہ ایسی بد عملیوں میں نسل آدم منقطع کیوں نہیں ہو گئی۔ اب چشم بدور ایک علداری یہ ہے کہ شیر کبری کا ایک گھاٹ پانی پینا ایک شاعری خیال تھا۔ یہاں ہر جگہ اور ہمہ وقت یہی ہو رہا ہے جیسا کلکتہ۔ مدراس۔ ممبئی۔ یا دوسرے بلاد میں جو گورمنٹ سیدٹ ددار الحکومت ہیں

ویسا ہی پہاڑ کی کھوہوں میں۔ جنگلوں میں۔ شہروں میں۔ قصبوں میں۔ گاؤں میں۔ آبادی میں۔
 ویرانے میں۔ یل تار بقی۔ ڈاک۔ در سے۔ شفا خانے۔ نہریں کلیں۔ انواع و اقسام کے سدا و سدا ان
 زندگی۔ ہر طور کے انتظام۔ ہر طرح کے بند و بست۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس لئے بہتر اور کیا علما و اہل علم
 ہی ہم نے توجہ سے ہوش سنبھالا یہی دیکھتے رہے۔ اتر سوں سے برسوں بہتر تھا۔ برسوں سے کل۔
 کل سے آج۔ آج سے ان شاء اللہ آنے والا کل ضرور بہتر ہوگا۔ اور کل سے برسوں برسوں سے
 اتر سوں۔ اور اسی طرح برسوں برسوں۔ پھر ہیں تو آدمیوں ہی کے انتظام۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ ہی
 کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اپنے تئیں تو خدا کا بیٹا نہیں کہتے۔ کچھ نہ کچھ نقص تو آدمی کے انتظام میں
 رہے گا۔ دنیا ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ نئی نئی حاجتیں۔ لیکن گفتگو
 اس میں ہو کہ آیا یہ نقص ایسے ہیں کہ ان کے لئے اتنا شور و غل مچایا جائے۔ عرض حاجت کو کوئی منع
 نہیں کرتا پیر قابل اعتراض ہی بات ایک ہی ہوتی ہے اور طرز ادا مختلف۔ نوش جان فرمائیے تناول
 کیجئے کھائیے۔ ایک طرز ہے۔ مگلو۔ ٹھونسو۔ زہر مار کرو۔ یہ دونوں طریزیں جیسا کہ متضاد اثر رکھتی ہیں۔ شخص
 سمجھ سکتا ہے نیشنل کانگریس نے ایک تو پیرایہ عرض مطلب برا اختیار کیا ہے۔ وہ مانگتے ہیں گڑا گڑا سنے کی
 جگہ بڑا کر دما کے عوض گالیاں دے کر خوشامد کے بدلے ہیکڑی سے۔

دنیا کا انتظام مبنی ہے فرق مراتب پر۔ کہ ایک ایسے ہی ایک غریب۔ ایک حاکم ہے۔ ایک محکوم۔
 ایک باپ ہے ایک بیٹا۔ ایک استاد ہے ایک شاگرد۔ وَجَعَلْنَا بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ سُبْحَانَ اِيَّاعِ
 کہ فرق مراتب نہ کنی زندگی

اسلام سے بڑے کر کوئی مذہب سلف رسک طہ خود داری کیا سکھائے گا کہ خدا سے غیر مرئی و نامشہد
 کے سوائے مسلمان کسی آگے جھکتا ہی نہیں۔ اس پر بھی تو حکم ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاَطِيعُوا
 اُولِیْ الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ تعصب لوگ لفظ متنازع سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ جس حاکم وقت کی اطاعت

لہ ہم نے تم میں سے ایک کو ایک کا تابع بنایا۔ اللہ کا حکم مانو اور اللہ کے رسول کا حکم مانو اور ان کا جو حکم میں
 صاحب حکومت ہوں ۱۲۔

لازم ہر وہ ہم میں سے ہونا چاہیے۔ یعنی مسلمان۔ حالانکہ میں تم کی قیدِ اتفاقی ہو اور لا تفسید و
 قاتلاً مریض بعداً اصاباً۔ اس کا اتفاقی ہونا پکارا باہر۔ پس ہم مسلمان تو مذہباً اطاعتِ حکام پر
 مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو۔ ہمارے یہاں منہیاتِ شرعیہ میں سے ہے۔ بے شک جن نیشنل
 کانگریس عبارت ہو اس الزام سے بہت پڑتے ہیں۔ اور ہم کو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ حکام کے نہیں
 گورنمنٹ کے سچے غیر خواہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں۔ کہ عوام جو حکام اور گورنمنٹ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔
 اور نہیں کر سکتے۔ اور انھوں نے برٹش گورنمنٹ کے اصول کو نہ سمجھا ہی نہ سمجھیں گے۔ اپنے دل میں
 کیا کہتے ہوں گے۔

اس معاملہ خاص میں ہماری اور ہندوؤں کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے
 جوت دیئے گئے ہوں ایک ہٹا کٹا اور تیز رو۔ اور دوسرا میل سست قدم پر تیز رو دانہ
 گھاس کے لئے جلدی مچا رہا ہو۔ اور مزاج کا ہو کڑوا۔ ایک طرف ساتھ والے جانور پر منہ مارتا ہو اور
 دوسری طرف دولتیاں جھاڑتا ہو۔ ایسی بے طرح کہ شاید ساز توڑ ڈالے گا۔ یا گاڑی کو نقصان ٹھنپائے گا۔
 افسوس ہے کہ اس کو اپنے زور کے گھنٹہ میں اپنے ساتھی کے حال پر مطلق نظر نہیں۔ ورنہ ذرا صبر کرے۔
 اور اس کو بھی نباہ لے جائے۔ کو چبان اگڑ ہوشیار ہو۔ اور بے شک ہوشیار ہو تو وہ ساز اور بگھی کو
 ٹوٹے چھوٹے نہیں دے گا۔ مگر اس میل کو کیا کرنا چاہیے۔ سوائے اس کے اور کچھ چارہ نہیں کہ جان
 توڑ کر محنت کرے۔ اور اپنے زبردست ساتھی کا ساتھ دے۔ ورنہ بکرے کی ماں کب تک خسرے
 کوئی اس کو گاڑی سے کھول تو دے گا نہیں۔ ایسے کڑے پڑیں گے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اس کا اپنے
 توانا ساتھی سے امید کرنا کہ اپنی رفتار کو مدد دے اور دانہ گھاس کی خواہش کو فرو کرے۔ توقعِ فضول ہونے
 کے علاوہ اس کی ناکسی اور ناست اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔

جن باتوں کے سبب نیشنل کانگریس نے اوہم مچا رکھی ہے۔ نظرِ دور بین میں ان کی اس
 زیادہ وقعت نہیں جیسے کوئی نادان بچہ مٹی کے کھلونوں کے لئے چلے اور ضد کرے فرض کر دے نیشنل

ملک میں امن قائم ہوئے پیچھے فساد و ست پھیلاؤ ۱۲۔

کانگریس کے مطالب گروہ خاص کی خود غرضی پر مبنی نہ ہوں۔ اور فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کو اپنے مقاصد میں کامیابی بھی ہو۔ اور فرض کرو کہ مسلمانوں کے حقوق بھی پامال نہ ہوں تاہم مسلمانوں پر اگر وہ ایسے کھلونے پا کر خوش ہوں ہم تو اس سے رضامند ہونے والے ہیں نہیں۔ کہ چند مسلمان کلمہ نوکریاں پاجائیں گو وہ نوکریاں کسی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ قوم کو جب سنبھلے گی۔ اگر سنبھلنا تقدیر میں لکھا ہو تو تعلیم ہی سے سنبھلے گی۔ پس یک در گیر و محکم گیر جو قومی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ اور جن کے حق میں خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب کے سب کفّس و اجدہ ستو باندہ کہ تعلیم کے قیچھے پڑو۔ اور جب اس کا مزہ چکھ لو گے تو تم آپ پر دابھی تو نہیں کرنے کے کہ نوکری ہی ہو کیا بلا۔

میں نے چاہا تھا کہ نیشنل کانگریس کے متعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالوں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ مرض آج کل کے تعلیم یافتوں ہی کو ہوتا ہو۔ اور ان کے دماغ اس نفل سے ماؤف ہونے کے لیے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ اول تو تعلیم پوری نہیں۔ تعلیم پوری ہوتی تو ان کی ہی کہاوت ہوتی جیسا کہ اہل کتاب کے حق میں خدا نے فرمایا ہو لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور لَا كُوفُورَ لِمَن يُوَفِّيهِمْ وَعَمِّن تَحْتَ أَكْجَلِهِمْ غَضَبِ خدا کا تعلیم یافتہ اور محتاج رزق معلوم ہوتا ہو کہ اس نے تعلیم پائی۔ بلکہ بہار بھونکتا رہا ہو۔ اس کو ہونا چاہیے تھا ذوق و فنون نوکری ہی۔ تو نوکری ورنہ

تو ہر جگہ جانی تو اپنا بھی یہی طور سی	تو نہیں اور سی اور نہیں اور سی
<p>نقصان تعلیم کے علاوہ ایک نقصان ہے اس کی تعلیم کہ جس کی طبیعت مناسب ہو وہ اور جس کی طبیعت مناسب نہیں وہ جس کا پیشہ ہو وہ۔ اور جس کا پیشہ نہیں وہ جس کو ضرورت ہو وہ۔ اور جس کو ضرورت نہیں وہ۔ بھڑ بادھے کی طرح تعلیم میں ٹھٹھے چلے جاتے ہیں۔ اور مزہ یہ ہے کہ سب کا مقصود اصلی نوکری۔ یا الہی نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے ابلیں گی۔ اور زمین برسے گی۔</p> <p>۱۔ ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے ضرور کھول دیتے ۱۲۔ اُن کو روزی ملتی پر ملتی اور سے یعنی آسمان سے اور باؤں کے تلے سے یعنی زمین سے ۱۳۔</p>	

اور نہیں اُبلے گی تو یہ مٹی دل کہاں سے پلے گا۔

یہی غلطی جو تعلیم کے بارے میں ہو رہی ہے اور اس کے آثار بد مرتب ہو چکے ہیں یہی غلطی اور میں بھڑکتا ہوں یہی غلطی اس مذہبی تعلیم میں ہوئی۔ اور ہو رہی ہے جس کا نام ہے درویشی فقیری زہد۔ اصلاح باطن۔ طریقت۔ پیری مریدی۔ دنیاوی تعلیم بھی دو قسم کی ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ تعلیم وہ ہے جو اکثر افراد کو ہونی چاہیے۔ تاکہ جو جس شان میں ہو۔ بھلا آدمی ہو۔ اگر وہ سوسائٹی کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے۔ تو وہ سوسائٹی کو درہم برہم ہی نہ کرے۔ کسی سے رٹے نہیں جھگڑے نہیں کسی کو گالی نہ دے۔ چوری نہ کرے جو نہ کھیلے۔ بد معاش نہ ہو لینے پینے پیش دامن عام میں اس کی وجہ سے کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس سے بڑھو تو وہ اعلیٰ تعلیم ہے۔ کہ جس نے اس درجے کی تعلیم پائی ہو اُس کو ہونا چاہیے۔ سوسائٹی کا ٹیفیکر دفع رسالہ اور ظاہر بات ہے کہ ایسی تعلیم صرف خاص آدمی پاسکتے ہیں۔ اسی طرح دینی تعلیم کے دو درجے ہیں۔ عام اور خاص۔ عام وہ ہے جس کو شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خاص وہی درویشی فقیری وغیرہ وغیرہ جس کے لیے خدا خاص خاص طبیعتیں پیدا کرتا ہے۔ جب وَضَعَ الشَّيْءَ فِي خَلْقٍ مَّحْكُومٍ کیا جائے گا اس کا یہی حال ہوگا جو اس زمانے میں درویشی کا زور ہے۔ غرض دین کے دین اسلام کے یہی دو بڑے رکن تھے۔ شریعت طریقت۔ جن کی حقیقت میں نے بیان کی۔ اور بیان بھی کی ڈرتے ڈرتے کہ اپنا گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنے۔ دین کا تو ہم لوگوں نے یہ حال کر رکھا ہے۔ اور خود بے بدرا بہانہ بالسیارہ تجویزیں یہ ہو رہی ہیں کہ انگریزی تعلیم اور مذہب کو کیوں جمع کیا جائے۔ غیر شکر ہے اتنا تو ہوا کہ دونوں کے جمع کرنے کی صلاحیں درپیش ہیں پہلے تو اسلام ایسا اکل کھڑا رکھا کہ در چڑھ چڑھا کہ انگریزی تعلیم کے نام سے چڑھتا تھا۔ دونوں میں رقابت کا سا ہر تھا۔

ہم اور رقیب دونوں ہرگز ہم نہ ہوں گے	ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے
یا وہی آفتاب اور لبادہ۔ اب مسلمانوں کو متفقہ سائے وقت کا احساس ہوا اور لبادہ لگا کاٹنے	کہتے ہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ لبادہ اتارنا نہ پڑے۔ اچی جناب یہ اترے اور اس کا

باپ دادا اترے یا یہ کہ تم سمندر پار اتر جاؤ وہاں ایسی گرمی نہیں ہے۔ تم تو خیر حبیب جو گے تب سچو گے جب
 پگلو گے تب پگلو گے۔ لبادہ کی خبر لو کہ وہ پگل چلا مسلمانوں کو انگریزی وضع سے کیسی نفرت تھی۔
 اب ہر؟ بالکل نہیں یا اُس کا عشر عشر بھی نہیں۔ ممکن تھا کہ مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھائے
 اور مسلمان بھی رہے اب کیا حال ہے ہم جیسے غریب آدمیوں کو پوچھتا کون ہے جن کو خدا نے دنیاوی
 عزت دی ہے۔ اور خدا ان کی عزتوں کو برقرار رکھے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ہاں
 فخر تو بے شک کرتے ہیں خیر ان ربانی تکوں کو رہنے دو۔ وہ باتیں جو جن کے بارے میں قرآن
 ناطق ہے یا اُنہما الذین آمنوا لا یخندوا الیہود والنصارى اولیاء بعضہم اولیاء بعض ومن
 یتوکل علیکم فاکلہم منہم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین۔ اس آیت کے لفظوں کو دیکھو اس سے
 بڑھ کر عتاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ کے اور کفر و ارتداد کے ایک ہی معنی ہیں۔ دیکھنا یہ ہو کہ
 وہ موالات جس پر خدا کا غیظ و غضب ہے۔ یہ کیا چیز؟ ہمارے علم میں ایک مدت تک مطلق دوستی
 اور محبت کے معنی لئے جاتے رہے۔ اب بھی لئے جاتے ہیں لغت میں بھی یہی معنی نکلیں گے مگر کسی
 شامت آئی ہو کہ دریائیں رہ کر مگر چھ سے سیر کرے۔ ناچار موالات کی تاویل بالتخصیص کرنی پڑی کہ
 مراد ہو موالات فی الدین۔ لیکن یہ تاویل کس سے سمجھائی۔ آفتاب اور لبادے نے۔ ذرا
 روم اور عرب اور فارس اور دوسرے ممالک اسلامی میں تو جا کر تحقیق کرو۔ وہاں کے علماء وہی
 مطلق محبت اور دوستی بتائیں گے مَنْ کُمْ یَحْکُمُ بِنَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولَٰئِکَ۔ ایک رکوع میں تین
 جگہ ہے فَاُولَٰئِکَ ہُمُ الْکَافِرُونَ وہ لوگ کافر ہیں فَاُولَٰئِکَ ہُمُ الظَّالِمُونَ وہ لوگ
 ظالم ہیں فَاُولَٰئِکَ ہُمُ الْفَاسِقُونَ وہ لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر اکسٹرنل
 جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر یا جج۔ مالی۔ فوجداری۔ دیوانی خدمتیں رکھتے ہیں اور معلوم ہے کہ ان کو
 قانون انگریزی کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ قانون انگریزی قانون شریعت سے منافی ہے۔
 لہٰذا ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ بعض ان کے بعض سے دوست ہیں جو شخص تم میں سے ان کا دوست ہوگا
 وہ اُن میں سے ہوگا۔ اللہ ظالموں کو رستہ نہیں بتاتا۔

تو مَنْ كَمْ يَحْتَكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ دَاخِلٍ هُوَ كَيْفَ يَنْهَى هُوَ كَيْفَ يَنْهَى هُوَ كَيْفَ يَنْهَى
 کیوں کر جائز ہو سکتی ہیں۔ مگر جو ان کو جائز بتاتے ہیں۔ اگر ان کو مل جائیں۔ تو کافروں اور ظالموں
 اور فاسقوں کی کچھ تاویل کریں گے کیوں وہی آفتاب اور لبادہ۔ یا سود کے بارے میں جیسا وعید
 شدید نازل ہو کسی کے پیٹے نہیں مٹ سکتا یا اَلَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الْوَلَوَاتِ
 اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَاذْكُرُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ اور کاتبہ و شہید کا و
 اِکْلَہ و مَوَکِلَہ کا تا زیادہ اوپر سے۔ اب مسلمان اپنی اپنی جگہ احتساب کریں اور سمجھیں کہ کتنے مسلمان
 اس سے بچے ہیں۔ اور بچ سکتے ہیں اُن کو حساب سے خارج کر دین کو مقدور نہیں۔ یا موسقع نہیں
 یا ضرورت نہیں تو پاؤ گے کہ مسلمان یا لیتا ہو گا یا دیتا ہو گا۔ یا دلوا تا ہو گا۔

دین کو خارج سے ہرگز اتنا خطر نہیں۔ جتنا کہ داخل سے۔ یعنی ہم مسلمان آپ اسلام کو نقصان
 پہنچا رہے ہیں۔ اور اگر خارج سے خطر ہو اور خارج سے مراد ہی مقتضائے وقت۔ تو اسلام ٹھنڈا وقت
 کی مقاومست کر نہیں سکتا۔ مسلمانوں کی یہی بڑی غلطی ہے کہ وہ دنیا کو ایک خاص حالت کا چاہتے ہیں
 کہ ان ہی کی سلطنت ہو۔ ان ہی کی حکومت ہو۔ ان ہی کے پاس دولت ہو۔ اور اسلام کا یہ رنگ
 ہو۔ اور یہی رنگ ہونا چاہتے صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً کہ مسلمان غالب دین یا مغلوب
 دولت مند ہوں یا محتاج۔ ایشیائیں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام ہر رنگ کے ساتھ کھلتا ہی مت
 کوشش کرو اس کی کہ تعلیم مذہبی کو داخل اوقات درس یا خارج از اوقات درس ایجوکیشن۔
 (تعلیم) کا جز و قرار دو۔ کچھ بھی کرو طالب علموں کی توجہ منقسم ہوگی دو چیزوں کی طرف۔ اور مسلمان
 ایجوکیشن میں ایسے بیٹھے ہیں کہ اپنی ساری ہمت ساری توجہ ساری فرمت ایجوکیشن میں محصور
 رکھیں تب کہیں جا کر دوسری قوموں کے ساتھ کمپیٹ (مقابلہ) کر سکیں تو کر سکیں۔ میں ایک تدبیر

۱۰ ای ایمان والو! ڈرو اللہ سے۔ اور اگر تم میں ایمان ہو تو جو سوچ رہا ہو اور چھوڑ دو۔ اگر تم یہ نہیں کرتے تو خدا اور اس کے
 رسول سے لڑنے پر تیار ہو جاؤ ۱۲ ۱۰ ہم نے خدائے کا رنگ (دین) اختیار کیا ہے۔ اور خدا کے رنگ
 سے کس کا رنگ بہتر ہوگا ۱۲۔

بتاتا ہوں کہ نہ ہندی لگے نہ چٹکری۔ نہ طالب علموں کا وقت مشغول ہوا ورنہ ان کی توجہ منقسم۔ اور دین کی حفاظت۔ اگر اس کو حفاظت درکار رہی ایسی ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ جی تو نہیں چاہتا کہ کلمہ حکمت ان لوگوں سے کہا جائے۔ جو نہ اس کی قدر کریں۔ نہ اس پر عمل۔ مگر کیا یاد کرو گے بچوں کے دین کی حفاظت کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ گھروں میں دین داری پھیلاؤ۔ تمہارا دین دارانہ زندگی کرنا اور اپنے اچھے نمونے اولاد کو دکھانا۔ اولاد کے دین دار ہونے کی ضمانت کافی ہے۔ کبھی دیکھا نہیں گیا کہ نیم میں انگوٹھے ہوں کبھی دیکھا نہیں گیا کہ انگور کی بیل میں نبولیاں پھلی ہوں۔ اگر انگریزی خواں لڑکے بے دین ہوتے ہیں۔ تو نہ تعلیم انگریزی کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ماں باپ دین دار نہیں۔ گھر میں دین داری کا چرچا نہیں۔ ورنہ انگریزی تعلیم انگریزی عملداری کوئی چیز بچوں کو تیار کر نہیں سکتی۔ اور اس کے شواہد پندرہ بیس تو مجھ کو معلوم ہیں۔ اور اس تدبیر کے اختیار کرنے میں یہ کتاب بڑا فائدہ ہوگا کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم درست ہو جائے گی۔ اور نری بچوں کی حفاظت سے کیا ہوتا ہے۔ زمان طالب علمی میں ان کے دین کی حفاظت کی بھی۔ توجہ یہ گندی سوسائٹی میں جا کر ملیں گے فردر گندے ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جو انڈے بُری طرح لٹے جاتے ہیں وہ گندے ہی نکلا کرتے ہیں۔

اٹھارواں کچ

جو سرسید کی ڈیوٹیشن کے ساتھ پنجاب کے مختلف مقامات میں اپریل ۱۸۹۲ء کو

دیا گیا

بدون آتما زبان ملی یعنی اردو پر مولود (۱) حافظ محمد زید احمد خاں صاحب کی پوری قدرت کا ثبوت
مزید اپنے ساتھ لاتا ہے۔ پیش کشیں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کی تعداد کم ہے۔ شائع اور ایڈیٹ ہوئے۔ جواب تو

جواب اچھے اچھے لکھنے والوں سے ان کی طرز کی تقلید نہیں بن پڑتی۔ خیر وہ ایک طرز تھا سو تھا انھوں نے حیدرآباد سے اگر لکچر دینے اختیار کیے۔ اور معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف تحریر کے حاکم ہیں بلکہ تقریر کے بھی۔ پھر انھوں نے نظم کا طریقہ لیا تو ادوروں کی نظم اور اپنی نشر کو بھی مات کیا۔

بہ امر ہندی تیزی دہد ز آب سخن یہ نثر داغ نہد بر جبین نظم حریر چنناں نگار سخن را بدانش آراید بکار گاہ سخن گسری بجشاید خرد پناہ فروزانہ کہ در آفاق	ز تیغ مصری گو ہر دہد ز کانِ بیاں بہ نظم بازستاند ز گفتہ سبحان کہ لوک خامہ مانی رخ نگارستان وہاں شخص خرد را ز لوک خامہ زبان چشیں یگانہ نیا مدیس از ہزار قرال
--	---

اسی اپریل کے مہینے میں آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایک ڈیپوٹیشن ساتھ لے کر علی گڑھ محمدن کالج کے لیے چند جمع کرنے کی غرض سے پنجاب گئے اور مولوی صاحب کو ساتھ لیا۔ مولوی صاحب نے لاہور پھونچ کر ایک نظم پڑھی جس نے لوگوں کو پھر کا دیا۔ اب اس بات پر لوگوں کا اجماع ہو کہ مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا پھر وقت کے اعتبار سے متاخر ہو گیا۔ ان کے لیے ان کے تمام لکچروں پر سبقت لے گیا ہو۔ چنانچہ ڈیپوٹیشن کی واپس آنے پر امرت سسر اور جالندھر میں ہی نظم لوگوں نے درخواست کر کے مولوی صاحب سے پڑھوائی ہر عید ہم نے مولوی صاحب کے اصلی مسودے سے نقل لی۔ مگر جن لوگوں نے پھر سنا ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کے لکچر کا طرز ادا جس کو انگریزی میں ڈیوڑی کہتے ہیں تحریر میں آ نہیں سکتا۔ ان کا مسودہ بطور نوٹ کے ہوتا ہے۔ اور وہ جولانی بیان میں ہرگز نوٹ کے پابند نہیں رہتے۔ سامعین ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان لکھتے نہیں بن پڑتا۔

چنانچہ یہ نقل جو ہم کو حاصل ہوئی ہے ہرگز پوری نہیں مگر جیسی ہی ایسی بھی کسی اور کے پاس نہیں دے گا یہ ہے کہ خدا مولوی صاحب کی زندگی کو دراز کرے اور لوگوں کو ان کے ملفوظات سے مستفید اور متمتع ہونے کا مدتوں مدتوں موقع ملے۔ آمین۔

مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا لکچر تمام تر منطوم تھا۔ جو کچھ انھوں نے اوپر سے بیان کیا۔ جہاں تک دستیاب ہو سکا فٹ نوٹ کے طور پر لکھا گیا۔ اور جس قدر لکھا گیا بہت کم ہی بمقابلہ اس کے جو کچھ ارٹے لکھا تھا۔

تمہید لکچر

میں لکچر دینے کے لئے کھڑا تو ہوتا ہوں۔ سرگرمیوں نے بڑا آکٹور ڈیپوٹیشن اختیار کیا ہے۔ میں ممبر ہوں اس ڈیپوٹیشن کا جس کے معروضات سننے کے لئے اور نہ صرف معروضات سننے کے لئے بلکہ ڈیپوٹیشن کی جیب تہمتا کو نقد مدعا سے بھرنے کے لئے آپ سب حضرات بتقاضاے حُب قومی جمع ہوئے ہیں ایک طرف تو اس ڈیپوٹیشن کا ممبر ہوں اور دوسری طرف مجھ کو ایک نظر شفقت ہو انجمن حمایت اسلام میں پانچ پانچ چھ چھ برس سے انجمن حمایت اسلام کی کارروائی کو دیکھتا چلا آتا ہوں۔ اور میرے ماتحت پانچ انجمن کی نسبت جو اپریشن ہو وہ یہ ہے کہ انجمن قومی خدمات کی وجہ سے ہمسہ مسلمانوں کی شکرگزاری کی مستحق ہے۔

اس کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ انجمن نے اس بے سرو سامانی کے ساتھ اسلامیہ کالج کھول دیئے سے ایک ریشٹب لیا ہے۔ لیکن یہ ایک ٹرو اسلامی کی کڑی ہے۔ جو ممبران انجمن سے ظاہر ہوا۔ اُن کی نیست ان کی سرگرمی اُن کی کوشش پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جب دو یا زیادہ انسٹیٹیوشنوں کا ایک ہی مطلب ہو تو ان میں کا مپٹیشن کا قائم ہونا ایک ضروری بلکہ عمدہ بات ہے۔ لیکن جیسے کا مپٹیشن کا ہونا ضروری اور عمدہ بات ہے ویسے ہی جیسے کا ہونا نامناسب اور

۱۷۱۷ء ڈھب اور مشکل موقع ۱۲۷۷ء چند آدمی جمع ہو کر کسی پاس کوئی غرض لکھا میں وہ مجمع ڈیپوٹیشن اسلام آباد اور یہاں مراد ہے وہ لوگ جو اپریل ۱۹۷۷ء میں سید احمد خاں کے ساتھ علی گڑھ میڈن کالج کے لئے یندہ فراہم کرنے کی غرض سے پنجاب گئے ۱۲۷۷ء دل ۱۲۷۷ء نقش اور اثر ۷۷۷۷ء یفیش قدمی کرنے میں برأت بے جا کی ۱۲۷۷ء مسلمانوں کی جلی عادت کہ وہ غرض تو کل پر پڑے سے بڑا کام شروع کر دیتے ہیں ۱۲۷۷ء کار خالوں اور یہاں مراد ہے وہ جس کا ہوں ۱۲۷۷ء بحثا بحثی ۱۲۷۷ء حسیہ تاج

ناشایستہ ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے علی گڑھ محمدن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں کے فوٹو اس الزام سے بالکل بری ہیں اور یہ اوپر کے لوگ ہیں جو کانپیشن کو جلسی بنانا چاہتے ہیں۔ پیرانہ می پرندہ میدان می پرانہ۔ اگر سر سید اپنے کالج کی تکمیل کے لیے مستعجل ہیں تو ان کی یہ خواہش بجائے خود بیچرل اور ریزن ایبل اور سترتا ستر قابل تحسین ہے لیکن انجمن حمایت اسلام جو سٹیپ لے چکی گو اس کو مسٹیک بھی سمجھا جائے۔ تاہم اس کی اصلاح پیچھے ہٹ جانا نہیں ہو بلکہ جو کچھ کر چکے ہو اس کو فرم قنک پر لانا اور ان لوگوں سے جو محمدن کالج کی طرف داری کے جوش میں اگر انجمن کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اگر ایسے لوگ ہوں تو ان سے صاف لفظوں میں کہہ دینا کہ اے گنڈھ من قبل فتنہ اللہ علیکم تجھ کو محمدن کالج داہنی آنکھ ہو تو اسلامیہ کالج بائیں۔ اور میں قوم سے دونوں کی سفارش شیخ ابراہیم ذوق کے شعر سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا۔

چار ٹھٹھے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں سُن کہ نہ دوں زلف کو دوں تلوں کو

علی گڑھ محمدن کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں مل کر بھی تو ایک پورا کالج نہیں بنتا۔ اور ابھی سے خرچ کی تیراہ تیراہ چھی ہو سولائزڈ بننا کیا ہنسی کھیل ہی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو سولائزڈ بننے کا حوصلہ کیا ہو تو ایسے ایسے کتنے خرچ اٹھانے پڑیں گے۔

ابتدا سے عشق ہو رہا ہوں کیا
اگے آگے دیکھ تو ہوتا ہوں کیا

یہ سولائزڈ پہلے تو تم کو سنگوٹی بندھوا دے گی اور پھر خلعت فاخرہ بخشے گی۔ تم کو نہیں بلکہ تمہاری آنے والی نسلوں کو۔

۱۵ ہانی ۱۲ ۱۳ مقتضائے طبیعت ۱۲ ۱۳ معقول ۱۲ ۱۳ غلطی ۱۲ ۱۳ ثبات و استحکام ۱۲ ۱۳ تم بھی پہلے

ایسی ہی تھے اور خدا نے تم پر احسان کیا کہ تم اس (رہے پر چھوٹے) ۱۲ ۱۳ مہذب و ناشایستہ ۱۲ ۱۳ تہذیب شائستگی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

نظم

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ | بحمد اللہ بھائی مسلمان ہیں ہم تم

۱۔ سلام تو ایک ہی بس کرتا تھا کیوں کہ حلیکو میں جو کدہ ہر فمیر جمع حاضر ہوا اور اُس کے خطاب کل حضرات آدینس (سامعین) مگر مجھ کو ڈبل (دوہرا) سلام کرنا منظور تھا اور اسی لئے میں نے تنہم کا ایک ایسا وزن اختیار کیا ہے جس میں ڈبل سلام کی کھپت ہو ڈبل سلام میں ایک تو نماز کی تقلید ہے کہ اُس میں بھی دو سلام ہوتے ہیں۔ دوسرے ایک سلام شعار اسلام ہے کہ جب مسلمان مسلمان ملیں چاہئے کہ ایک دوسرے کو سلام کریں اور دوسرا سلام سلام روستائی ہے جس کی نسبت آپ نے سنا ہو گا صحیح سلام روستائی بے غرض نیست۔

وہ غرض جس کے لئے سلام روستائی کیا گیا ہے آپ کو معلوم ہو مگر تھوڑی دیر بعد میں اُس کو منہ پھوڑ کر بھی بیان کر دوں گا اور یہ جو کچھ کھڑا ہوں اُس ہی کی تمہید ہے۔

آداب معاشرت میں سلام ادبِ موکد ہے قَدْ اَدْخَلْتُمْ يَوْمًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً یعنی جب کسی کے گھر جاؤ تو اپنے میں سلام کر لیا کرو جائیں دوسرے کے گھر اور سلام کریں اپنے تئیں۔ اس کے معنی کیا؟ اس کے یہ معنی ہیں تم مسلمان مسلمان آئیں میں سب ایک ہو تو تم دوسرے مسلمان بھائی کو کیا سلام کرتے ہو گویا اپنے ہی تئیں سلام کرتے ہو۔ اور اس تاویل کے شواہد قرآن میں کئی جگہ موجود ہیں مَثَلًا لَا تَلِيْنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنِّيْ عِيْبٌ جِنِّيْ مِتْ كَمَا كُرُوْا مَرَادُ هُوَ كَمَا اَيْكٍ دُوسرے کی عیب جینی نہ کیا کرو کیوں کہ کوئی اپنی عیب جینی نہیں کیا کرتا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اور اگر انسان

اپنی عیب چینی کیا کرتا تو زمین پر آدمی نہ بستہ بلکہ معصوم فرشتے اسی طرح دَا اِذَا اَخَذْنَا مِيثَاقَكَ وَلَا تَسْقُطُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تَخْرُجُونَ اَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَدْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ثُمَّ اَنْتُمْ هُمْ لَا تَقْتُلُونَ اَنْفُسَكُمْ وَتَخْرُجُونَ فِرْيَاقَكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْاِفْكِ وَالْعَدْوَانِ وَاِنْ يَأْتُوْكُمْ اُسَارٰى فَاَدُوْهُمْ وَهُوَ فَرَقٌ عَلَيْكُمْ رَاحِ الْجَهَنَّمَ مِثْقَ عَمَدٍ تَحَالَا تَخْرُجُونَ اَنْفُسَكُمْ اور الزام ہے تَخْرُجُونَ فِرْيَاقَكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ یہود سے خدا نے عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کی خونریزی نہ کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دیس نکال دینا۔ لیکن اس عہد کو ان الفاظ سے بیان کیا کہ اپنی خونریزی نہ کرنا اور اپنے نہیں جلا وطن نہ کرنا۔ اوائے مطلب کے اس پیرائے سے ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے التیام اور صلح کاری سے رہیں۔ اور اپنے میں دراغٹے جنس میں دوئی نہ لگائیں۔ مگر ہم کجخت نافرمان بندے آپس میں لڑتے مرتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے۔

فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ کی دوسری تاویل لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ جب تم دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرو گے تو وہ خواہی نخواستہ جواب سلام دے گا۔ اور جواب سلام بھی بجائے خود سلام ہے۔ تو تمھارا دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا انجام کار اپنے نہیں سلام کرنا ہے۔ تو اس صورت میں اوائے مطلب کا یہ پیرایہ ہوا جو لَوْ لَوْ اِنْ اِقْصَا مِنْ حَيٰوةٍ (تھماص کا قاعدہ جاری رکھنے میں تھماری زندگی ہے) کا ہے۔ انگریزی انٹیکٹ (آداب مجلس) تو یہ ہے کہ جب تک کوئی تم کو انٹروڈیوس (تقریب) نہ کرے تم اجنبی آدمی شناسائی مت پیدا کرو۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ مہینوں ایک ہو جاتے یا ایک جہاز میں رہے اور ایک میز پر کھانا کھایا کیے۔ اور ان میں صاحب سلامت کی نوبت نہ آئی۔ مگر اسلامی اخلاق اس روکھے پن۔ اس کھردرے پن کو جائز نہیں رکھتا۔ پس ایک اسی بات سے مشتے نمونہ آرزو اسے سمجھ لو۔ ملتساری کن میں ہے اور کن میں نہیں۔ اور ملتساری نہیں ہے مگر حسن اخلاق کا دوسرا نام اِنَّا لَعَلِّ خَلْقٍ عَظِيْمٍ (اسی پیغمبر تم پر ہے خلیق ہو) ہمارے ہاں اگر معرفت سابقہ ہو تو اَلْسَلَامُ عَلَيْكُمْ سے اظہارِ خلوص کیا جاتا ہے اور اس کی تجدید اگر معرفت نہیں تو یہی اَلْسَلَامُ عَلَيْكُمْ

تقریب ہو اور یہی ”السلام علیکم“ اسٹروڈ کشن اسٹروڈ کشن ہی کیا چیز یہی نا کہ ایک متوسط ایک اجنبی سے دوسرے اجنبی کا معرفت ہوتا ہو۔ لیکن جب معرفت اور معرفت الیہ دونوں مسلمان ہیں تو جنسیت کئی گزری ہوئی۔ وہی اسلام جس کے دونوں معتقد ہیں۔ ایک دوسرے کا معرفت کافی ہے۔ پھر سلام کے بھی آداب ہیں۔ کہ سوار پیادے کو سلام کرے جو کھڑا ہو بیٹھے ہوڑوں کو جیسا میں نے کیا اس میں بھی تواضع کی ایک اخلاقی تعلیم ہے۔ پھر سلام ایک حق ہے من جملہ حقوق العباد کے ”وَإِذَا خِطَبْتُمْ يُجَابِبْكُمْ فَجَبُّوا بِأَحْسَنِ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبٌ“ اگر تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس کے لفظوں سے بہتر لفظوں میں اس کا جواب دو۔ یا خیر ویسے ہی لفظوں میں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَرَدُّهَا“ اس کا جواب لے گا۔ ”رُدُّوهَا“ کے یہ معنی کہ میں نے کہا ”السلام علیکم“ تم نے اس کا جواب میں کہا ”وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ“ یا ”أَحْسَنُ مِنْهَا“ یہ مراد ہو کہ میں نے ”السلام علیکم“ تم نے کہا ”وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ“ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ مگر یہ تو اسلامی سلام کا جواب ہوا۔ سلام روستائی کے جواب میں بہترین الفاظ سے کام نہیں چلنا وہاں چاہیے بہترین مسکوک۔

شرع شروع میں مسلمانوں سے ایک دو بار ایسی غلطیاں ہوتیں کہ اپنے تحفظ کی ضرورت سے دشمنوں پر چڑھ کر گئے۔ انہوں نے اسلامی قاعدے سے ان کو سلام کیا اور سلام کو طلب امن کا مراد سمجھا۔ مسلمانوں نے خدع کے خیال سے ”الْحَرْبُ خُدْعَةٌ“ (طاہی نامہ ہو فریب کا) سلام کا پروانہ کی تو اس پر بڑے غصے کی آیت نازل ہوئی ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَلَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا آمِنٌ الْفُلَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ لَسْتُ مُؤْمِنًا“ (احزاب) مسلمانوں جب تم اس کی راہ میں اپنے جہاد کے لیے سفر کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو کوئی تم کو سلام کرے تم اس سے یہ بات نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں، ذرا قرآن کے لفظوں پر نظر کرو۔ ”وَلَا تَقُولُوا آمِنٌ الْفُلَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ لَسْتُ مُؤْمِنًا“ مسلم سے مومن کا درجہ بڑھا ہوا ہے کیوں کہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہاؤں۔ اور یہ فعل ظاہر جس کو شہر شخص دیکھ سکتا ہو اور ایمان فعل قلب جس پر سوائے خدا کے کوئی مطلع ہو نہیں سکتا۔ ”كَالْبِطْلِ“ اب آیت اقل کہ ”لَسْتُ مُؤْمِنًا“ لیکن ”وَلَا تَقُولُوا آمِنٌ الْفُلَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامُ لَسْتُ مُؤْمِنًا“ (احزاب) عرب کے

گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو امی بنیہ تم ان سے کہو کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں تک پھونچا بھی نہیں، تو فرمایا کہ جو تم کو اسلامی قاعدے سے سلام کرے تم کو کوئی حق نہیں کہ اس کو مومن نہ سمجھو تم تو ظاہر پر حکم لگانے والے ہو کسی اسلامی قاعدے سے سلام کرنا تمہارے لیے اس کے مومن ہونے کا ثبوت کافی ہے۔

قریب قریب اسی طرح کی ایک غلطی خالد بن ولید سے بھی ہوئی تھی کہ ان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی ساتھ دے کر دعوت اسلام کی غرض سے قبیلہ بنی جذیمہ کے لوگوں پاس بھیجا یہ جو یکایک اُن کے سر پر چا سو جو ہوئے تو وہ گہرا کر لگے کہنے صَبَانَا صَبَانَا صَبَانَا ایک لقب حقارت آمیز تھا جو کفار قریش نے اس وقت کے مسلمانوں کو دے رکھا تھا۔ اس کے نبوی معنی تو کنور ٹنڈ (نوسلم) کے تھے۔ مگر کفار قریش اس کو ڈرٹر (خارجی) کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلہ بنی حنیفہ میں کا ایک شخص تھا شامہ بن اثال مسلمان۔ اس کو گرفتار کر کے حضرت پاس لائے حضرت نے پوچھا مَا عِنْدَكَ يَا شَامَةُ (شامہ کیا خبر ہو تو اُس نے کہا عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدٌ اِنْ تَقْسَلْنِي تَقْسُلْ ذَادِمًا وَ اِنْ تَنْعَمَ تَنْعَمَ عَلَيَّ شَاكِرًا وَ اِنْ كُنْتَ تُزِيدُ الْمَالَ فَسَسْأَلُ مَا شِئْتُ) (امی محمد خبریت ہی اگر تم مجھے مار ڈالو گے تو میری قوم کے لوگ تم سے میرا خون لیں گے اور احسان کرو گے تو میں احسان فراموش نہیں اور تمہیں مال درکار ہو تو جو مانگو میں دیتے کو موجود ہوں۔) یہ جو ایسے سیاق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فتوے سے کیسا شبہ ہی اِنْ تَعَدَّ جَهَنَّمَ فَاَهْلُهُ عِبَادٌ اَقْدَرُ اِنْ تَنْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ نہ خیر تو ان حضرت نے اپنی مرحمت جہلی کے مطابق شامہ کو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کا طرہ مدارات دیکھ کر ایمان بھی لے آئے ان کو عمرہ کرنا تھا گئے تھے۔ قریش کے لوگوں نے پوچھا اَصَبَوْتُ (کیا تم نے ترک دیں کیا شامہ کہتے ہیں اذولکین اَسَلَمْتُ) (نہیں تو بلکہ میں مسلمان ہو گیا، اسی طرح بنی جذیمہ کو اَسَلَمْنَا کہنا چاہیے تھا نہ صَبَانَا کہ صَبَانَا سے اسلام کی توہین نکلتی تھی۔ اور اسی لیے خالد بن ولید نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا

جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ یعنی بنی جذیمہ کے کچھ آدمی مارے گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو حضرت خالد پر سخت ناخوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: آئی میں خالد کی اس حرکت سے بیزار ہوں۔ اور صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ حضرت علی کو بنی جذیمہ میں بھیج کر ایک ایک مقتول کی دیت دلوائی۔ خالد اسلام کے بڑے مشہور جرنیل ہیں اور انہوں نے اسلام میں بڑی بڑی فتوحات نمایاں کی ہیں (ہائے ہائے کی تھیں) اور ان کو سیف اللہ کا خطاب ملا تھا۔ اور خطاب کے ملنے کا قصہ بیان کیا جائے تو شاید چنداں بے محل نہ ہو گا۔ اور اسلام کی ابتدائی ہسٹری (تاریخ) ہی ایسی دل چسپ کہ جس بات پر نظر کر دیکھو ری آسٹی (دشوق) کسی طرح سیٹھفانی (سیر) نہیں ہوتی ۵

از فرق تا بقدم ہر کج کہ می نگریم	کر شمع دامن دل می کشد کہ جایست
----------------------------------	--------------------------------

موتہ ایک مقام ہے علاقہ شام میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے خطوط ملک کے نام لکھے تو ہر قل روم کے نام کا خط حاکم بصری کے پاس بھیج دیا۔ کہ اس کو ہر قل پاس پہنچا دو۔ ہر قل کی طرف سے شام کا گورنر تھا شرجیل۔ اس کی جو شامت آئی تو اس نے پیغمبر صاحب کے قاصد حبر بن عمیر کو مر واطو والا۔ آئی حضرت نے شرجیل کی سرکوبی کو لشکر روانہ کیا جس کے کمانڈر تھے زید بن حارثہ۔ اور ان حضرت نے لشکر کو زحمت کرتے وقت فرما دیا تھا۔ کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر بن طالب اور ان کے بعد عبد اللہ بن روم چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں کمانڈر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن طالب کی لاش کو دیکھا۔ نوٹ سے اوپر تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور ایک بھی پشت کی جانب نہ تھا۔ حضرت جعفر کو شہادت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عین فرمایا۔ یعنی دوبارہ دوائے کیوں کہ اسلامی مجتہد الرطے وقت ان کے واسطے ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو انہوں نے جھٹایا نہیں ہاتھ میں لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو جھٹڈے کو ٹانگوں سے وہاں کھڑے رہے اور جھٹڈے کو گرنے نہ دیا اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جب زید اور جعفر اور عبد اللہ

تینوں کمانڈر شہید ہو گئے تو لوگوں نے خالد کی جلادت دیکھ کر ان کو کمانڈر بنالیا۔ اور خدا نے ان کو فتح دی۔ یہاں مدینہ میں خبر آنے سے پہلے آل حضرت نے بیان فرما دیا تھا اور اس میں خالد کی نسبت ارشاد ہوا تھا کہ عبد اللہ کے بعد آخذاً آيَةً سَيَكُونُ مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (آخر کار اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلامی جھنڈا لیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی) تو خالد ایک تو خود اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے ایسے لوگوں میں شدت کا ہونا ضرور ہو اس وجہ سے نبی خدا کے مقہور کرنے میں جلدی کی یا عجیب نہیں خالد نے ان لوگوں کے سلام کو تو بہ پر قیاس کیا جو جس کی نسبت ارشاد ہوا اِنَّهَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ عِجْماً لَّهُ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيماً حَكِيماً (اللہ تو ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جن سے نادانستہ ایک خطا ہو گئی اور انھوں نے جلدی سے توبہ کر لی) وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيماً (اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بیاں کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب موت آ موجود ہوئی تو لگے کہ اب میری توبہ اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہو جو کافر ہوں اور کفر پر جم جائیں، فقہانے غرغہ کو حد توبہ قرار دیا ہے بعینہ یہی معاملہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ حَتَّى إِذَا دُرِّكَةُ الْعُرْوُ قَالَ أَمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ فَالْيَوْمَ نُجَذِّقُكَ بِذَلِكَ لَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً (یہاں تک کہ آخر کار جب لگاؤ بنے تو بولائیں ایمان لایا کہ بنی اسرائیل کا خدا چھوڑ کر اور کوئی خدا نہیں اور اب میں ماننا ہوں۔ اب مانا تو کیا مانا اور اس سے پہلے تو سرکشی کرتا اور فساد پھیلاتا رہا۔ آخر میں ایک بیمار ک سلام کے متعلق اور کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح فوج میں پرول ہوتا ہے جس سے اپنے لشکر کا آدمی پہچانا جاتا ہے اسی طرح اسلامی شعار ہو "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" سلام علیکم مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ سلمان اس شعار کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں میں انگریزی داں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ یا فقط جنبش سر سے کام لیتے ہیں یا ہاتھ کے اشارے سے۔ یا یہی انگریزی سلام

مسلمان سب ہم دم و قدم ہیں خدا اور رسول خدا ایک سب کا	ہمیں میں تم ہو تمہیں میں کے ہم ہیں نہیں فرق یاں کچھ عجم اور عرب کا
---	---

کہ سلام کا بھی کام دیتا ہے۔ اور سرسری طور سے وقت بھی بتاتا ہے۔ گڈ مارننگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹرنون (میسرے پہر کا سلام) گڈ ایوننگ (شام کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) عجیب نہیں کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے زندہ گھڑی اور گھنٹے کی سویوں کی طرح بقید گھنٹہ و منٹ ٹھیک وقت بتانے لگے۔ گڈ سکس اوکلاک پی ام (شام کے چھ بجے کا سلام) گڈ ہاف پاسٹ یا کوآٹر ٹو سکس اے ام (صبح کے ساڑھے چھ یا پونے چھ بجے کا سلام) وقس علی ہذا۔ تو اس وقت سلام اچھا خاصہ ریلوے ٹائم ٹیبل ہو جائے گا۔ اسی کا شہماے دلی واپس جانے سے پہلے ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔ بشرطیکہ وایا (براہ) کا لکا بھی ہو۔ یہ صرف انگریزی پھٹکار نہیں ہر مدلوں سے مسلمانوں نے سلام کی مٹی پلید کر رکھی ہے۔ بادشاہوں امیروں کا تو نام نہ لو کہ وہ اسلام سے مستثنیٰ ہیں یعنی خارج۔ چھوٹوں کی طرف سے آداب۔ بڑوں کی طرف سے دعا۔ لکھنؤ کے مجرے کوڈرش تسلیمات بند گیاں۔ زنان خانوں میں ٹھنڈی سہاگن سائیں جیسے۔ بچے جیسے۔ بس ایک سلام ہی سے خیال کر لو کہ مسلمان کہاں تک اپنے مذہبی رسومات کے پابند ہیں سو بھئی مجھ کو تو ایسے سلاموں کی عادت نہیں نہ میں ان کو پسند کرتا ہوں۔ میں نے تو سیدھا سادہ مسلمانوں کا سلام کھینچ مارا ہے۔ لگا تو تیر نہیں ٹکا ۱۲۔

۱۱ ہم دم اس اعتبار سے کہ سب کلمہ گو ہیں ۱۲ ہم قدم اس لئے کہ ایک شریعت پر چلتے ہیں ۱۳ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہونا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ العتقکم ۱۴ تو لو کہ ایک مذہب اور ایک عورت سے پیدا کر کے تم کو چھوٹوں اور بڑوں میں بانٹ دیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اور عینہ ہی مضمون ہی حدیث کا۔ یا ایھا الناس ان ربکم لواحد وان اباکم لواحد فلا فضل للبعیم علی العزب ولا للاسود علی الاکھر ان

وہ ختم الرسل وہ خدادان اُمّی	بہائی و آلِ بنفسی و اُمّی
اُسی دین کی کرتے سیوا ہیں ہم بھی	اُسی شخص کے نام لیا ہیں ہم بھی
اَکْبَرُ مَعَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقَاكُمْ۔ لوگو تمہارا پروردگار ایک۔ تمہارا مورث اعلیٰ (آدم) ایک۔ تو عرب کو عجم پر اور کالے رنگ کے آدمی (عرب) کو لال رنگ کے آدمی (رومی) پر کوئی برتری نہیں۔ خواجہ حافظ شیراز کہتے ہیں ۵	
حسن زبیرہ بلال از حبش صہبائے روم	زخاک مکہ ابو جہل ایں چہ پوچھی ست
۱۷ اُمّی۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ اُمّی واقع ہوا ہے۔ پہلے سے مراد ہے اُن ایچو کسید ^{۲۰} (تعلیم نایافتہ) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَ فَتَنًا مِّمَّنْ مَّا عَتَدَ لَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ (وہ جو پیروی کرتے ہیں اُن پڑھ پیغمبر کی جس کے مذکور کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا تورات اور انجیل میں) بجائے اس کے کہ اُن ابو کیٹھ ہونا پیغمبر صاحب کے لئے موجب کسر شان ہو وہ اُن کے معجزات باہرہ میں سے ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور قرآن جیسی لاجواب کتاب زبانی لکھوا دی ۵	
یتیم کہ ناکردہ قرآن درست	کتب خانہ چند ملت بشت
جن دنوں قرآن نازل ہوا ہے وہ ایک وقت تھا کہ عربی لٹریچر (علم ادب یا زبان دانی) کے جوہر پر ایک بہار آپسی تھی۔ لوگوں میں یہ مادہ ایسا ڈولپ (برسر ترقی) ہوا تھا کہ کیا شہری کیا دیہاتی۔ کیا مرد کیا عورت۔ کوئی متنفس مذاق شعری سے خالی نہ تھا۔ بدیہ گوئی حاضر جوابی اُن کے نزدیک ایک بات تھی۔ رنج اور خوشی۔ صلح اور جنگ۔ سفر اور اقامت کوئی حالت خیال میں نہیں آسکتی جس میں اُن قتل کے اشعار کے انبار نہ ہوں غرض اُن کی زندگی کے جہاں اور طرز تھے ایک طرز ضروری شاعری بھی تھی کسی قوم نے شاعری کو ایسا اڑھنا بچھونا نہیں بنایا جیسا اُن وقتوں کے عرب نے۔ فضائل انسانی اور بھی تھے جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ مہماں نوازی شرافت جس صورت وغیرہ مگر شاعری کو ایک نگاہ نہیں کھاتا تھا۔ شاعری نے اُن دنوں اچھی حکومت کر لی کہ شاعر لوگ قبیلوں کو آپس میں ربطا کرتے تھے۔	

جیسے بادشاہ بادشاہ ملکوں کو۔ اور پھر عرب نے اس وقت تک سولائش میں کچھ ترقی کی نہ تھی پس ان کی شاعری نچرل تھی بلا تصنع۔ آمد تھی نہ آورد۔ اور اسی لئے مؤثر بھی پر سہمی درجہ کی تھی۔ اِن مِّنَ الْبَيَانَ لَسَيِّحًا (بعض بیان تو واقع میں جادو کا اثر رکھتا ہے) اور خیرہ تو زبان عربی کے عروج کا زمانہ تھا یوں بھی عرب کو اپنی بولی پر بلا کا ناز تھا۔ اور اُن کی بولی ناز کے قابل ہی بھی کہ انھوں نے اپنے سوائے دوسروں کا نام رکھا تھا عجم لینے گئے یا جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے کیسی ہی اچھی بات کہی جاتی مگر وہ ہوتی حلیۃ فصاحت سے عاری تو اُن کے کان پر جوں بھی تو چلتی اور وہ اُس کو اس کان سنتے اور اُس کان اڑا دیتے۔ پس ضرور تھا کہ اُن کو اُسی داؤ سے بچھاڑا جائے۔ جو داؤاں کو خوب رواں تھا یعنی فصاحت۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو جو اپنے اپنے وقت کے سرسید اور نواب محسن الملک اور سید محمود اور حالی اور شبلی سب کے پھٹے چھوٹ گئے۔ کہ نرمی دین داری خدا پرستی اخلاق اور نیکی کے مضامین اور اس خوبی کے ساتھ ادا کیے جائیں کہ دلوں کو موہ لیں یہ بھید کیا ہی؟ سمجھ تو گئے تھے مگر غرور اور حسد اقرار حق کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وَتَجِدُوا جَهَنَّمَ اَوْاسْتَفْتٰنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظَلَمًا وَّظُلُوًّا (ان کے دل تو مان گئے تھے مگر زبردستی اور ہیکڑ سی سے انھوں نے خدا کے کلام سے انکار کیا) غضب خدا کا ابوطالب جیسے شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا جنھوں نے پیغمبر صاحب کو بالاپرورش کیا اور وہ انھیں کے کناری عاطفت میں بڑے ہوئے اور اُن ہی کی مدد تھی کہ پیغمبر صاحب بچے میں رہنے بھی پائے۔ پیغمبر صاحب کا رتی رتی حال اُن کو معلوم۔ بستر مرگ پر پڑے ہیں اور پیغمبر صاحب منت کر رہے ہیں کہ چچا جان ایک بار میرے کان میں کہہ دیجئے کہ خدا ایک ہو تو مجھ کو خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے عرض معروض کرنے کی گنجائش ہو۔ ادھر ابو جہل بیٹھا ہوا ہلکا رہا کہ بس یہی وقت آزمائش استقلال کا ہے۔ آخر کار ابوطالب نے پیغمبر صاحب سے کہا جیتے کہتے تو سچ ہو۔ مگر لوگ خیال کریں گے کہ بڑھا منے سے ڈر گیا۔ سو میں تو اپنے باپ کے مذہب پر مڑتا ہوں۔ ابوطالب کا یہ ایک سپاہیانہ اکٹھڑ پن تھا ورنہ اگر اُن کا دل مسلمان نہ تھا تو دنیا میں کوئی دل مسلمان نہ ہو نہیں سکتا۔ بہر کیف قرآن کی فصاحت، بلاغت سے تو

انکار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور پیغمبر صاحب کا اپنا سرمایہ علمی سب کو معلوم کہ حضرت کی طبیعت تک ناموزوں واقع ہوئی تھی اور لکھنے پڑھنے کا حال یہ کہ وحی نازل ہوتی تو کاتب کی ڈھنڈ یا پڑتی۔ صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کے کاتب بنے انہوں نے لکھا هَذَا مَا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ (یہ ہیں وہ شر الطہن پر اللہ کے رسول محمد نے صلح کی، اُس پر فرق ثانی نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کیسا۔ اگر ہم کو آپ کی رسالت تسلیم ہوتی تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ اور خانہ کعبہ کے طواف سے روکتے ہی کس لیے۔ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھنے آں حضرت تو جہاں تک بن پڑتا تھا لڑائی کا پہلو بچا جاتے تھے حضرت علیؑ کو ارشاد ہوا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دو حضرت علیؑ نے عرض کیا وَاللَّهِ لَا أَتَمُوتُ أَبَدًا (خدا کی قسم میں تو ہرگز آپ کے نام کو نہیں مٹاؤں گا) قریب تھا کہ صلح بھٹ ہو جائے اُن حضرت نے طرفین کے اصرار کو دیکھ کر حضرت علیؑ سے پوچھا اچھا وہ لفظ کس جگہ ہے مجھ کو بتاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے انگلی رکھ دی آپ نے خود اُس لفظ کو مٹا دیا یعنی اتنا نہیں جان سکتے تھے کہ رسول اللہ کہاں لکھا ہو۔ پس کفار اعتراض تو بہتر سے کرتے تھے مگر کوئی جتنا نہ تھا۔ شاعر کہتے ہیں تو ناموزونی طبیعت اس کا جواب زنداں شکن دے رہی ہو جھوٹا بتاتے ہیں تو یہ شخص جھوٹے پر لعنت کرتا ہو اَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ اور کتہہ کہ جو شخص جھوٹ بنائے گا قیامت کے دن اُس کا کالائمنہ ہوگا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَوَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَجْوهَهُمْ مُسْوَدَّةٌ اور جو غلط دعویٰ نبوت کرے گا مرتے وقت بڑی شکل سے اُس کی جان نکلے گی۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابِ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَوَكَّلْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَدَّاهُمْ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَبِئْسَ شِرْكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ایسی سخت قسمیں ہیں کہ کیسا ہی آوارہ اور بے باک آدمی ہو ایسی قسموں کے ساتھ جھوٹ لے لے کر

ہمارا تمہارا ہوتا ہے قرآن واحد وہ مکہ کا گھر قبلہ مشترک ہے	ہر اسلام واحد اور ایمان واحد بھلا ایک ہونے میں کچھ اب بھی شک ہے
<p>انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی بشمول ہمارے پیغمبر صاحب کے معجزات کے جہاں تک کتابوں سے تحقیقات ہو سکے ایک فہرست بنائی جائے تو کوئی معجزہ قرآن کی فصاحت کے معجزہ کو نہیں پائے گا۔ کیوں کہ تمام معجزات واقعات تاریخی ہو گئے ہیں اور سوائے شہادت و شہادت کے کوئی ثبوت ان کے وقوع کا ہم نہیں پہنچ سکتا۔ مگر قرآن ایسا معجزہ ہے کہ ہر وقت تازہ ہے۔ اب بھی جن کو میرے جتنی بھی عربی آتی ہے قرآن کے معجز ہونے میں شک و شبہ کر نہیں سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ خود مسلمان جو کچھ عربی نہیں جانتے اس نعمت۔ اس کا فی ذریعہ اطمینان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ معجزہ بے قدر نہیں ہے مگر انھوں نے عربی نہ جاننے کی وجہ سے اپنے حق میں بے قدر کر رکھا ہے۔ ایک طبیب حاذق نے اشتہار دیا کہ میرے پاس ایک ایسا اچھا سر ہے کہ کورما درزاد کو مینا کرتا ہے۔ ہزاروں کورما درزاد گئے اور سر سے برکت سے مینا ہو کر چلے آئے۔ ایک شخص جس کی دونوں آنکھیں کٹورے کی طرح کھلی ہیں سر سے کی تاثیر میں شک کرتا ہے تو اس کو اس کے سوائے کیا جواب دیا جاسکتا ہے یا کورما درزاد بن گیا اور سر سے کی تاثیر کو آزما۔ یا جو کورما درزاد سر سے اچھے ہوتے ہیں ان سے پوچھ۔ معجزہ فصاحت خود بڑی قدر و قیمت کا تھا۔ مگر اس کی قدر و قیمت کو اضعا فاضعا بڑھا دیا۔ پیغمبر صاحب کے امی ہونے نے۔ مَا كُنْتُ تَتْلُوَ امِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ اِذَا اَلَسْتَ تَابِ الْمُبِطُوتُونَ بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِيْنَ اَدْنُوْا الْعِلْمَ وَمَا يَحْجِدُ اِلَّا اِلَّا الظَّالِمُوْنَ دای پیغمبر اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے رہے ہونہ تم کو لگتا تھا کہ جو لوگ تم کو جھٹلاتے ہیں جھٹلاتے بھی جھٹلے لگتے یہ تو اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جانتے والوں کے دلوں میں ان کا اثر پڑتا ہے اور ہر کڑی کے سوائے کوئی اور وجہ ہماری آیتوں سے انکار کرنے کی نہیں غرض شعر کے پہلے مصرع میں جو امی ہے اس سے یہ امی مراد ہے اور دوسرے مصرع کا امی بانی اَنْتَ وَاُمِّي دیر سے ماں باپ آپ پر قربان کا امی ہے ۱۲۔</p>	
<p>اے قرآن پاک میں ہر اقل بیت وضع للناس لئلی پیگہ مبارک کا وھدے للعالمین دہلا گھر</p>	

ہمیں غیبی خبریں بھیجی جھوٹ نہ ہو مجمع گراموسم ابوت تعلق نہ ہوں یا بہت ہوں کہ تھوڑے غریبوں سے بڑھ کر پایا ہوا ہی یہ رشتہ جو اللہ صاحب نے جوڑا	لیکن غضب ہو اگر غیبی سمجھو بدستور قایم ہو دینی اخوت یہ رشتہ نہ ٹوٹے کسی طرح توڑے یہ ناطہ خدا کا لگایا ہوا ہی تو لوگوں نے اس کے لیے سب کو چھوڑا
--	--

جو اس غرض سے بنایا گیا کہ لوگ سچے ایک خدا کی بندگی کریں وہ ہی جو مکے میں واقع ہو اس گھر میں
اللہ کی دی ہوئی برکت اور ہدایت ہو اہل جہان کے لیے غرض شعر میں مکے کے گھر سے خانہ
کعبہ مراد ہوتا ہے اللہ شرفاً ۱۲

۱۱ مگر پھر سمجھو تو قرآن کی اس آیت کا خیال رکھنا یا ایہا الذین آمنوا لا یسخر قوتہم عسی ان ینکونوا
خیراً منہم ولا یسأعن من نساء عسی ینکن خیراً منہن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابذوا
بالکتاب بلئس الیسم الفسوق بعد الایمان ومن ینکب فاولئک هم الظالمون اور مسلمانوں
کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی اڑاتی جاتی ہے ہنسی اڑانے والوں سے
بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں جن کی ہنسی اڑاتی جاتی ہے وہ ہنسی اڑانے
والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور لوگوں کو بُرے لقب سے پکارو مت
ایمان لائے بعد بُرے کام کا نام بھی بُرا۔ اور جو باز نہ آئے گا تو اللہ کی نظر میں وہی ظالم ٹھہرے گا ۱۳
۱۴ اس سے میری مراد ہو اشارہ کرنا طرف اُس مدارات کے جو انصار نے مہاجرین کے ساتھ کی
مہاجرین اور انصار دو خطاب ہیں جو شروع شروع کے مسلمانوں کو ملے تھے۔ اسلام تھا ضعیف
اور مسلمان محدود دے چند۔ کفار قریش مسلمانوں کو مذہبی مخالفت کی وجہ سے ستاتے اور ایذا دینے
دیتے تھے۔ پیغمبر صاحب کو اپنی ہی حفاظت کی مشکل پڑی تھی اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا تو
عیسائی مگر وہ رعایا کے دین و مذہب سے متعصب نہیں ہوتا تھا جیسے ہماری برٹش گورنمنٹ اور یہ جو
محمد دوسرے وغیرہ مذہبی تیہاڑوں میں حکام کی مداخلت دیکھتے ہو یہ سب کچھ ہے ہی کرتوت ہیں

کہ ہم آپس میں فسادات کرتے اور چار و ناچار بقائے امن کے لئے سرکار کو دست اندازی کرنی پڑتی ہے اور مجھ کو وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ عجب نہیں جمعہ و جماعت کے لئے بھی سرکار کی اجازت درکار ہونے لگے تو یہ ہمارا تصور ہو گا نہ سرکار کا۔ بہر کیف نجاشی بادشاہ حبشہ رعایا کے دین و مذہب سے متعرض نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پیغمبر صاحب نے چند مسلمانوں کو اجازت دی کہ نجاشی کی عملداری میں چلے جائیں۔ جن مسلمانوں نے پہلے پہل ہجرت کی ان میں پیغمبر صاحب کی صاحبزادی اور ان کے شوہر حضرت عثمان بھی تھے ان لوگوں نے آرام پایا تو دوسری بار بہت سے مسلمان نجاشی کی عملداری میں جا بسے اور یہ دوسری ہجرت تھی۔ اُدھر مکے میں قریش کے وہی زور و ظلم چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب کے قتل کے مشورے ہونے لگے

وَإِذْ يَنْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَيْهِ لِيُتْلُوا ذَا أُوْتِيَكَ آوْتِيَهُ جُؤَاثِرُ (اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ جو لوگ مذہب اسلام سے منحرف تھے ایسی تدبیروں میں لگے تھے کہ وہ پیغمبر تم کو قید کر دیں یا مار دیں یا دیس سے نکال دیں) اور انجام یہ ہوا کہ خود پیغمبر صاحب مکہ چھوڑ دینے چلے گئے اور یہ تیسری ہجرت ہوئی جس سے بھری سبز چٹان اگر کبھی موقع ملا تو میں ہجرت کا بیان مسلسل کروں گا کہ وہ بڑا ہی موثر اور بڑا ہی دلچسپ ہی پیغمبر صاحب کا مدینے میں آنا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی جگہ سے مدینے میں آ گئے۔ اور یہ لوگ مہاجرین کہلائے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مدینے میں اسلام جڑ پکڑ چکا تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کی ایسی مددات کی کہ کیا کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کی کرے گا۔ اُس وقت سارا عرب مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو پناہ دینا اہل مدینے کے عقیدے کی مضبوطی کی بڑی مضبوط دلیل ہے وَإِذْ كُنَّا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْفُونَ

فَلَا تَحْزَنْ تَخَافُونَ أَنْ يَخْطَفَكُمُ النَّاسُ فَلَائِكُمْ دَائِدُكُمْ مِّنْصَرَفٍ وَذَرَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ (اور وہ دن یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے اور ملک میں کم زور سمجھے جاتے تھے اور اس کا ڈر نگار ہوتا تھا کہ کہیں لوگ تم کو اچک نہ لے جائیں تو خدا نے تمہارا ٹھکانا کر دیا اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور تم کو اچھی روزی دی) مہاجرین بے سسر مسلمان تو تھے ہی پیغمبر صاحب نے مہاجرین اور انصار

میں بھائی چارہ کرا دیا تھا انصار نے اس موافقات کو جس عہدگی کے ساتھ نباہا اُس کی بہت سی حکایتیں کتب سیر و احادیث میں منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ ابتدائے آمد مہاجرین سے پیغمبر صاحب پر برابر انصار کا یہ تھا ضرر ہا کہ ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین بے سہارا مان ہیں۔ اور ہم لوگ باغات رکھتے ہیں آپ ان باغات میں ہم کو اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کو برابر کا شریک کر دیجئے۔

ان حضرت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ مہاجرین و انصار میں موافقات ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی بنے۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا کہ تم ٹھہرے بے کس و کو اور بے مقدر اور مجھ کو خدا نے مال بھی دیا ہے اور ایک پٹوڑ دو دو بیبیاں ایسا کرو کہ مال میرا تھا را آدھا آدھا اور جس بی بی کو میں تمہارے لئے اُس کو طلاق دے دوں عبدالرحمن نے کہا کہ یہ سنبھاری مہربانی ہو۔ مجھ کو صرف بازار تبادو میں آپ اپنی سب حالت درست کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک انصاری کی وہ حکایت مجھ کو کبھی بھولتی ہی نہیں کہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ اپنے گھروں میں دریافت کیا تو معلوم ہوا مہمان کے لئے کچھ موجود نہیں۔ آخر ایک انصاری اُس کو لے گیا۔ لے جاتے تو لے گیا مگر اُس کے ہاں بھی صرف بچوں ہی کا آسرا تھا اور بس۔ کہاں تو یہ کیا کہ بچوں کو بہلا بھسلا کر سلا دیا۔ اور چراغ کو کر دیا ٹھنڈا۔ مہمان کے ساتھ آپ خالی ٹھہر چلا تا رہا۔ اور مہمان اکیلا کھایا کیا۔ اس طرح ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے کام آتا تھا۔ تب کہیں جا کر دین قائم ہوا تھا۔ اگر کہیں خدا نخواستہ ہمارے جیسی آیا دھاپی ہوتی تو کج سلام کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ پیغمبر صاحب نے جو مہاجرین اور انصار کا ایسا رابطہ ضبط دیکھا تو مہاجرین کو انصار کا وارث ٹھہرا دیا۔ ایسی کوئی انصاری عمرنا تو اُس کا بھائی مہاجر اُس کے عزیزوں کی طرح اُس کا ترکہ پاتا جب مہاجرین کے پر پر سے درست ہو گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمُنَافِقِ أُولَٰئِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُطَّهِرِينَ لَٰكِنَّ تَفْعَالَهُمُ
إِلَىٰ آلِ يَٰسَرَ مَعْرُوفًا دُخَلَاءُ أُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَأُولَٰئِكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُطَّهِرِينَ
ایک دوسرے کے تہی دار ہیں مگر یہ کہ اپنے دوسروں کے ساتھ تم ملوک کرنا چاہو اس کے بعد

وطن چھوٹے اور مال و اسباب چھوٹے قرابت یہ تھی کس ثنا و صفت کی اسی نے جماعت تنہی اک بنائی گدا تھے مگر بادشاہ ہو گئے وہ اُخوت پہ موقوف ہیں کام سارے مسلمانوں کی جیسی حالت ہو ابتر نہ محتاج اظہار و ذکر و بیان ہو ذرا دیکھئے کیا سے کیا ہو گئے ہم سمجھتے بھی ہو کچھ کہ کیا ہو اُخوت یہ بام ترقی پہ اڑنے کا پر ہوتا	زن و خویش و فرزند و احباب چھوٹے کہ بنیاد تھی دنیوی سلطنت کی لگی پھرنے دنیا میں اُن کی دہائی تھے بندے ولیکن خدا ہو گئے وہ ہم آئے ہیں تم تک اسی کے سہارے لکھے جا چکے اُس کے دفتر کے دفتر کہ جو کچھ حقیقت ہو سب پر عیاں ہو سبب کیا؟ کہ باہم جدا ہو گئے ہم یہی ہو یہی ہو یہی اصل اُخوت یہی فوج و لشکر یہی زور و زماں
---	---

(بقیہ حواشی صفحہ ۵۱۶) وراثت مواخات موقوف ہوئی۔ اور شعر میں یہ جو کہا ہے یہ ناطہ خدا کا لگایا ہوا
ہو تو اُس کی سند ہو ہی مواخات جو پنپیر صاحب نے انصار اور مہاجرین میں کرا دی تھی اور قرآن
میں بھی ارشاد ہوا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) ۱۲

لَقَدْ فَصَّلَ اِلَى الْمُهَاجِرِينَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمَّا اُولَئِمْ فَيَقُولُ نَضْلُكُمْ لَنُفْلِحَنَّ وَرَضُوا اَنَّا نَصْرُوهُمُ
اور رسولؐ اُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (مال غنیمت میں سے رسولؐ کا حصہ اُن محتاجوں کا ہو جو مہاجرین
کہلاتے ہیں جو اپنے وطن اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی نصرت
کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں سچے مسلمان ۱۲ وَعَلَى اللَّهِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالٰتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَنَّ
لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ اَوْفَىٰ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۗ جَوَلَّ ثَمَرٌ مِّنْ اِيْمَانٍ لَّيْ اَسْمَعُ
نیک کام کرتے ہیں اللہ نے اُن سے وعدہ کر لیا ہے کہ جس طرح اگلے لوگوں کو ملک کی خلافت یعنی سلطنت دی
تھی ان کو بھی سلطنت دے گا اور جس میں کُن کے حق میں پسند کیا ہو اس کو بھی ثبات دے گا اور ان کے درگاہ میں سے جہل کچھ

یہی قوم کی جان روح و رواں ہو آلہی ہمیں بھی انھوت عطا کر خدا نے رسول عرب کو جو بھیجا کہ ہم میں سے بعضے بڑے آدمی ہیں خدا اگر کسی کو پیسہ بنا تا جب اس بچہ کچھ مال و دولت نہیں ہو خدا نے کہا تم ہوشدت سے احمق رسالت نہیں ہو مگر فضل باری اسے دیتے ہیں اہل پاتے ہیں جس کو	یہی جسم قومی کی تاب و تواں ہو دکھا اپنی قدرت سے مرنے جل کر لگا پکنے کفار کے سر میں بھیجا مگر وہ رسالت کے شایاں نہیں ہیں تو جبریلؑ ان میں کسی پاس نہ تا تو اس کی رسالت رسالت نہیں ہو نہیں تم کو نصید سے بہرہ مطلق یہ انعام ہو محض رحمت ہماری ذرا تم تو درمیاں سے دور کھسکو
---	---

۱۵ پنہیر صاحب پر کافر اعتراض تو بہتر ہے ہی کیا کرتے تھے مگر جواب بھی ایسے سنتے تھے کہ اُن کا جی ہی جانتا ہو گا من جملہ اعتراضات کے اس مقام پر دو اعتراضوں کی طرف اشارہ ہو۔ ایک تو یہ کہ جزیرہ عرب میں مکہ اور مدینہ ہی دو شہر مشہور ہیں۔ اور ان میں ہر طرح کے آدمی بستے ہیں بسبب کیا کہ خدا نے پنہیری کے ان کو اختیار کیا اور بڑی بڑی لمبی چوڑی عزت والوں کو محروم رکھا لَوْ لَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرَشِيِّينَ عَظِيمٍ دوسرے اعتراض گستاخی میں اس سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ جو فضیلت پنہیر صاحب کو عطا ہوئی ہے ہم کو بھی ملے تو ہم ایمان لائیں۔ مطلب یہ کہ ہم پر بھی وحی نازل ہو لے تُو مِّنْ حَتَّى تُوَفِّيَ مَثَلِ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ سو جس طرح نظم میں دونوں اعتراض ایک جگہ بیان ہوئے اسی طرح دونوں کے جواب ایک ساتھ مذکور ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب ہُوَ أَهْلُهُمْ يُقْسِمُونَ رَحْمَةً رَّبِّكَ دیکھا لگے اللہ کی رحمتوں کو آپ تقسیم کرنے، اور دوسرے اعتراض کا جواب ہُوَ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رُسُلَهُ اللہ کو خوب معلوم ہو کسی جگہ رسالت کو ودیعت رکھتا ہے ہم دنیاوی برکتوں اور رحمتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا علم و ارادے سے لوگوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔ ورنہ اپنی بہتری کے لئے کون کوشش نہیں کرتا تو منصب رسالت بدرجہ اولیٰ ۱۲۔

ہمارے یہاں نخل و فستق نہیں ہر بنی نوع النساء ہیں سب برابر برستا ہی پنچھ سائے روئے زمیں پر ہر اک امر طر ہو چکا ہی ازل میں دکھاتا ہی قدرت کے اپنی غمونے بد و نیک دونوں کا دیکھو تماشا جو بالفرض بد ہی ہیں اُس سے کہ کیا پہر شخص شایاں منت نہیں ہر مگر کوئی ہمیں راہی اور کوئی کنکر کیسے چھول اُگتے ہیں کانٹے کہیں پر کہ کیا کس کو کرنا ہی دار العمل میں مگر بھید پایا نہ اُس کا کسوٹے وے یہ معما کبھی حل ہو جا شا! وگر نیک ہی ہم کو اُس کا حسد کیا

۱۵ شیخ سعدی فرماتے ہیں سہاراں کہ در لطافت طبعش خلافت نیست بہ در باغ لاله روید و در شور بوم خوش بہ
فیضان رحمت آئی یکساں ہو۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابل مختلف ۱۲

۱۶ حدیث شریف میں آیا ہوا السَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ یعنی
سعادت و شقاوت عالم کون و فساد میں آنے سے پہلے فی علم المدققر ہو چکتی ہو اور پھر ہر شخص دنیا میں اگر اُسی
کے مطابق عمل کرتا ہو۔ ایک دوسری حدیث اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ایک آدمی اہل جنت کا سا عمل کرتا
رہتا ہو یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فصل رہ جاتا ہو۔ مگر چوں کہ اللہ کے علم میں
وہ شقی ٹھہر چکا تھا کوئی گناہ اس سے ایسا سرزد ہوتا ہو کہ انجام کار وہ دوزخی ہو جاتا ہو۔ اسی طرح ایک آدمی ساری
عمر دوزخیوں کے سے کام کرتا ہو اور آخر کار حقیقی ہوتا ہو ۱۲۔

۱۷ یہ بحث ہی جبر و قدر کی جس میں غور اور غوض کرنے کی سخت ممانعت ہو۔ اس لئے کہ اس قسم کی باتیں عقل
انسانی سے بالاتر ہیں اور ان میں خود کرنا اسرارِ حکمت آئی میں دخل دینا ہو۔ خواجہ حافظ کہتے ہیں سہ

گناہ اگر پہ نبود اختیارِ ما حافظ	تو در طریق ادب کوش و کو گناہ من بست
----------------------------------	-------------------------------------

ایک ہندی شاعر کوکتا ہے نیاؤ نہ کیس کیں ٹھکرانی بن کیئے لکھ لین بُرائی یعنی انصاف تو کیا نہیں نری زبردستی کی
کہ ابھی ہم سے گناہ سرزد بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے نامہ اعمال میں لکھا گیا۔ یہ بڑی خطرناک باتیں ہیں اور تقدیر کے مسئلے میں
بحث کرنے سے کفر کا خوف ہو ۱۲۔

<p>یہی چیف جسٹس یہی سول جج ہوں خدا نے اسے عقل دی فکر ثاقب تو دیکھا مسلمان بیٹے ہیں سب میں جگر چل گیا ہو گئے دل کے ٹکڑے لگا روئے بالائے سر ہات رکھ کر تفحص کیا کیا ہے کیوں کریں کیوں ہے کھلی آغوش وجہ پستی حالت زمیں بدلی بدلا ہوا آسمان ہے</p>	<p>تو کس دھوم چل کے مکے میں حج ہو نتائج سمجھنے لگا اور عواقب مگر آگئے ہیں خدا کے غضب میں یہ وہ درد ہے جو کسے سل کے ٹکڑے وہ اور بیٹھتا ہات پر ہاتھ رکھ کر کہ دنیا میں اسلام خوار و زبور ہے جہالت اجمالت اجمالت اجمالت زمانہ کی اگلی سی حالت کہاں ہے</p>
<p>جانا ہی یا رتیج بکف غیر کی طرف</p>	<p>ایک شہ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا</p>

(فیض حیات صفحہ ۵۲۱)

اس وقت تمام برٹش انڈیا میں صرف ایک مسلمان ہائی کورٹ بنگالہ کے جج ہیں اور بس بنگال۔ مدراس
 اور بمبئی تینوں پریزیڈنسیوں میں ایک شرف بھی مسلمان نہیں۔ اور وادابھائی نوروجی جس مرتبہ عالی پر
 پھونچے سب کو معلوم ہے ۱۲۱۵ء قرآن میں غضب کا لفظ صرف قوم یہود کی نسبت آیا ہے وَصَبَّ عَلَیْہِمْ
 الذِّلَّةُ اَیْمًا تَقْوٰۤیۡمًا اَلَا یَجْعَلِ مِنَ اللّٰہِ دَجَلًا مِّنَ النَّاسِ بَاۤءُ الْفَضْبِ لِلّٰہِ وَھِیَ بَتَّ عَلَیْہِمْ اَلْسِنُہُمْ اَنۡ یَّزِیۡرُوۡا
 لازم کر دی گئی ذلت کہیں بھی ہوں مگر اللہ اور لوگوں کے سہارے سے اور آگئے اللہ کے غضب
 میں اور لازم کر دی گئی ان کو خواری ہو یہود کا کیا حال ہے کہ روئے زمین کے ایک چمچ پران کی سلطنت نہیں
 بہاں ہیں ذلیل و غوار گویا زمین ان کو قبول نہیں کرتی اور اس وقت کے مسلمانوں کا حال یہود سے بہت باتوں
 میں مشابہ ہو گیا ہے اور ہوتا چلا جاتا ہے ویسے ہی مذہبی تہنات ہیں ویسی ہی بد اقبالی ہے اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ
 رَاجِعُوۡنَ ۱۲۱۵ء اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ سید احمد خاں نے ولایت سے واپس کر ملی گٹھ
 محمدن کالج کھولنے سے پہلے ایک مضمون شہر کیا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں متنفر ہیں اور اس مضمون کے
 جوابوں پر انعام تجویز کیے۔ جواب مضمون کے بہت سے رسالے لوگوں نے لکھے اور آخر کار ثابت ہوا کہ
 مسلمانوں کو ان کے اپنے کالج کی ضرورت ہے ۱۲

یہ ریلیں سٹیمر کلیں تار برقی
کوئی روز شاید کہ جاتا ہو خالی
نہ کرتے ہوں اک تازہ ایجاد کوئی
وہی جانور ہیں وہی ہیں صفتیں
سہ چشمہ آب حیوان پیاسے
گئے وقت شمشیر و تیر و تبر کے
گورنمنٹ کے کالجوں پر نظر کی
یہ ٹھہری کہ کیوں باریمنٹ اٹھائیں
مگر اپنا کالج بنائیں تو کیسے
مسلمان کہتے ہیں ہانکے پکارے
یہ تعلیم دین و مذہب کی دشمن
جو کالج میں دینے کو سمجھے اکارت
جو کہتے ہیں بسو و مطلق ہو کالج
وہ دشمن خدا کا وہ دشمن نبی کا
غرض اہل اسلام میں ایک ہیں
کہاں یہ لیاقت کہ دولت کمائیں
پھر آئی بھی گرفت کی بات دولت

بھلا ان کو کیا جانیں ہم لوگ شرقی
کہ یوروپ کے لوگوں کے اذہان عالی
ہو تم میں بھی ایو قوم ناشاد کوئی
مسلمان۔ اور اپنی پرانی لکیریں
سبب کیا ہ کہ رٹتے ہیں حقوق خدا سے
بس اب دور دور سے اس علم و ہنر کے
توپ پٹیر کی بوسے جو پوچھی عمر کی
مسلمان آپ اپنا کالج بنائیں
کہاں پائیں اس کے لئے نقد پیسے
کہ تعلیم کے نام سے جلتے انگارے
دیا اور بنے نار و نرنگ کے ہندو
وہ اتنے کا اتنا ہی ہو جانے غارت
گرے ایسے بہکانے والوں یہ فواج
ہمارا تمہارا خود اپنا سبھی کا
یہوں کا تو کیا ذکر ہی نیک یہ ہیں
خوشا وقت اُن کے کہ میراث پائیں
تو عقل و خرد ہو گئی سر سے نصرت

۱۱۔ کہ خضر از آب حیراں تشنہ می آرد سکندر ۱۱

۱۲۔ سنی دستان قسمت را چہ سودا رہیہ کمال

۱۳۔ سلسلہ سخن کے لئے مضمون کو یوں تنظیم کر لو کہ جب مسلمانوں کی پستی حالت کی وجہ ان کی جہالت ثابت ہوئی
تو خیال آیا کہ سرکار نے تعلیم کا برا بھاری انتظام کر رکھا ہو جگہ جگہ سکول ہیں۔ کالج ہیں یونیورسٹیاں ہیں۔ غرض
سامانِ تعلیم ہر کچھ میلا ہو۔ لیکن ان میں ایک نقص ہے جس کو آگے بیان کیا ہے۔ ۱۳۔

نہ شرم و حیا ہو نہ غیرت نہ دیں ہو
 ہو اور ہو سکتے جو داسے ہیں تھکنے
 تعلق نہیں ان کو مطلق خدا سے
 تو ایسوں سے کالج کا قائم کرانا
 مگر اس نے ہمت خدا سے مدد کی
 فقط غرم صادق کے ہیں یہ نتیجے
 پیسے و سکن سسکتے سسکتے
 سو کالج کی حالت ابھی ڈھانچ کی ہو
 غضب ہو کہ مسجد پڑی ہو اور دوری
 نہ دیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو
 نہیں کہتے مسجد بنا کر تو دیکھو
 یہ مسجد اور اللہ کی شان اونچی
 ٹھکانا نہیں ہو کہیں بورڈر کا
 بہت سے ہیں تعلیم پانے کے لائق
 دسے دشمن اس کو مطلق نہیں ہو
 کوئی سے چلو ہم کو کندھے چڑھا کر
 بہت پاؤں پیٹتے بہت بات مائے

بس اک آپ ہیں اور دینین ہو
 تو بس ہو گئے عیش و عشرت کے بندے
 اگر قوم مٹ جائے ان کی بلا سے
 جوئے شیر کا تھا حقیقت میں لانا
 جلا کی پڑی آگ رشک و حسد کی
 کہ آخر مسلمان رتبہ پیسے
 زبان و دہاں تھک گئے بکتے بکتے
 بنی کیسا پر کسر آنچ کی ہادی
 بتاؤ ضروری ہو یا نا ضروری
 وہ کن کا خدا ہو کہ جس کا یہ گھری
 پر اپنے گھروں سے ملا کر تو دیکھو
 وہی پھیکا پھوان و کان اونچی
 وہ بے چارہ ڈنگھاٹ کا اور نہ گھر کا
 لکھانے پڑھانے سکھانے کے لائق
 تو کیا قوم برہن کا کچھ حق نہیں ہو
 کہ ہم تھک گئے نصف منزل پر کر
 بنو خضر پڑا لگا دو کسار سے

۱۱۔ یعنی یوں تو مسجد کے بنانے والوں کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ جو اللہ کے
 لیے دنیا میں مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنوائے گا تو خیر اس بشارت پر عمل کرنے کو
 چاہیے حسن عقیدت۔ مگر اتنا تو کہہ دو کہ اللہ کے اس گھر کو جو علی گڑھ محمدن کالج میں ہی لینے مسجد کو اپنے گھروں سے
 مقابلہ کے دیکھو کہ تمہارے گھر اچھے ہیں یا یہ خدا کا گھر جس کی نہ دیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو۔

<p>لب بام دور اور گستاخی چھوٹی بہت آرزوئیں ہیں ارماں بہت ہیں یہ جی چاہتا ہے کہ کالج ہمارا کہ ہم کو ترقی کا راستہ دکھائے دلوں کو خوش و خرم و شاد کرنے یہ کھیتی جو مدت سے سوکھی پڑی ہے نہ اس کی سی اعلیٰ عمارت کہیں ہو پروفیسر اس کے گرجتے برستے ہر اک فن میں ہوا ان کو کا مل تصیرت ہر اک بورڈ پاس ایسا نکالے ہو بہت لوگ ہیں ہم کو مسرت بتاتے ہمیں پاس اسلام کا آپڑا ہے تو جو چیز اسلام کے نام کی ہو نہیں ہم کہ ہو جائیں خوش دال کھا کر بہت دور ہیں ہم نراسول کی آس رہیں گے تو ہم ہو کے برتر رہیں گے اگر چند شخصوں نے زحمت اٹھائی لگی تو گرمی خوب کھایا کما یا یہ سب مدرسہ سے ہیں فضول اوزر واد</p>	<p>کہاں تک کفایت کرے اک لنگوٹی ابھی ہم کو درکار سماں بہت ہیں ہو تعلیم کا اک چمکتا ستار ہمیں اہل یورپ کا ثانی بنائے اس اُجڑے نگو کو پھر آباد کر دے لگے لہلہانے کھڑی یا پڑی ہے جو کالج کی خوبی ہے وہ سب ہمیں ہو اگر ڈبل پے پر بھی مل جائیں سستے ہو انگیز لیکن مسلمان سیرت کہ آسائش جسم و آرام و جاں ہو پر ای کاش وہ اصل مطلب کو پاتے کہ اس کا خدار کھے رتبہ بڑا ہو وہ ایسی ہی عزت کی اور کام کی ہو اگر ہم جنیں گے تو تر مال کھا کر بچھیل دس روزہ داروں کی سپاہیں وگرنہ اسی بیج میں مر رہیں گے اور آخر کو بالفرض ڈگری بھی پائی مگر قوم نے اُن سے کیا نفع پایا کہ شخصی منافع ایں ذاتی فوائد</p>
---	---

۱۰ دو چند تنخواہ ۱۲-

۱۱ درجہ تفضیل جیسے بی اے ایم اے وغیرہ ۱۲-

رہے ہم تو ویسے ہی بدتر کے بدتر
 نہیں کہتے ہم مت پرٹھاؤ پڑھاؤ
 دلوں میں بھرو ان کے اونچے ارادے
 حیرت وہ اسلام کی جوش مارے
 ہماری غرض اور غلاست یہی ہے
 تو فرمائیے کس کی منزل کرطی ہے
 ہمارے اور ان کے طریقے جدا ہیں
 اگرچہ ابھی کورس میں منحصر ہیں
 دکھائیں گے گراگئے مال و زر ہم
 ہو کالج میں یہ امر بالشان مستم
 سٹوڈنٹس پر ایسی حاوی نظر ہو
 وہ ڈسپلن اور ضبط اوقات سیکھیں
 ہو عنوانِ خطبوں لفافے سے ظاہر
 جو دل میں ہو۔ صاف اُس کا ظہار کریں
 ہو قومی محبت دلوں میں سمائی
 کیا ہو جو کالج نے ہموار اُن کو
 نمونے ہوں شاگرد و استاد دونوں
 کچھ ایسا وقار اُن میں آیا ہو پڑھ کر
 ہو گر حاصل بہت آمد کسی کی
 مطیع اولی الامر و مستقاد ہوں وہ

بنائیں گے یہ قوم کیا خاک پتھر
 مگر دو ستار ان اُمت بناؤ
 کہ بے بنیے بے تہ کو نیکی خدا سے
 کہ سب ساتھیوں کو لگا دے کنارے
 ہمارے سفر کی نہایت یہی ہے
 ہمیں قوم کی۔ ان کو اپنی پڑی ہے
 کہ ہم عرش پر اور یہ تخت الشری ہیں
 مگر ہم فقط وقت کے منتظر ہیں
 اُن میں گئے نکالیں گے جب بال پر ہم
 کہ تعلیم پر تربیت ہو مقدم
 کہ گز خواب دیکھیں تو سب کو خبر ہو
 شریفانہ طرزِ مدارات سیکھیں
 طبیعت کی نیکی قیافے سے ظاہر
 خطا ہو گئی ہو تو افسردہ کر دیں
 وہ اسلام کے نام پر ہوں فدائی
 کریں اپنے بیگانے سب پیار اُن کو
 تو پھر دین و دنیا ہوں آباد دونوں
 کہ آپ اپنی عزت کریں سب سے بڑھ کر
 نہ بن آئے اُن سے خوش آمد کسی کی
 رعایا سے محکوم و آزاد ہوں وہ

۱۵ یعنی علی گڑھ محمدن کالج کی پڑھائی وہی ہے جو دوسرے کالجوں میں ہے۔ ۱۲۔

<p>سپاہی اور اہل قلم ہو کے نکلیں نکل جائیں کوسوں جو چلتے پرائیں طبیعت میں جودت حواسوں میں تیزی</p>	<p>سودنٹس تیج دو دم ہو کے نکلیں نہ محنت مشقت سے جانیں چرائیں رہی ہو جو مشاقی صبح خمیزی</p>	
<p>۱۵ جب سے مسلمانوں کی روئی دھنکی جانی شروع ہوئی یعنی جب سے رفاہ پیدا ہوئے اور پڑھے ہیں تو کیا ہی رفاہ کے لحاظ سے ابھی بچے ہی ہیں۔ ہمارے سامنے جنم لیا اور ہمارے ہی سامنے بولنا سیکھے، تب سے اور صرف تب ہی سے مسلمانوں کے عیب و صواب پر نظر پڑنے لگی۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی اوہام اور تعصبات ان کو دنیا میں پیپے نہیں دیتے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان کو انگریزوں سے اور ہر چیز سے جو انگریزوں کو چھو گئی ہے نفرت اور گریز ہے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ مگر سے پیر باندہ کر دریا میں رہنا چاہتے ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ علوم جدیدہ سے جو شر طر زندگی قرار پائے اور پاتے چلے جاتے ہیں ناواقف محض ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ کم ہمت بلکہ بے ہمت اور کمال ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان میں خود غرضی اور پھوٹ اور نا اتفاقی ہے۔ غرض تب سے اور صرف تب ہی معلوم ہوا کہ مسلمان چوٹیاں بھرے کباب ہیں۔ معلوم ہوئے پیچھے جن کے دلوں میں قومی ہم دردی اور اسلامی محبت تھی بعض اپنے دلی تفتانے سے اور بعض دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی اپنی جگہ رفاہ کی تدبیریں کرنے لگے۔ جگہ جگہ مدرسے بن گئے۔ انگریزی کلاسوں میں مسلمانوں کی تشکیلیں دکھائی دینے لگیں بعض نے ڈگریاں اور ڈگریوں کے ساتھ نوکریاں بھی پائیں بعض نے میرے خلاف رائے انگریزی طور طریقے بھی اختیار کر لیے۔ کتنی انجمنیں بن گئیں۔ کتنی سوسائٹیاں کھڑی ہو گئیں۔ اخباروں کی حالت و نیکیوں لڑنے پر (زبان اردو کی انشا پردازی) کی ٹون (ڈراما) بدل گئی۔ مذاق پلٹ گئے۔ سروں میں اوہی طرح کے خیالات گونجتے گئے۔ غرض رفاہ کی لائیں (درستے) میں کچھ بلکہ مجھے کہنا چاہیے بہت کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ اور ہمارے مختصر کچھ سنہنٹا چلا ہے۔ مگر ایک بات ہے جس پر رفاہروں نے پورا پورا زور نہیں دیا۔ اور مسلمانوں کے کان اُس کے لیے اچھی طرح سے نہیں کھولے گئے وہ کیا ہے؟ مارشل سپرٹ (سپاہیانہ مزاج) میں اس کو قوم کی لائف (زندگی) سمجھتا ہوں یہ ہی تھرمائیٹر اس امر کی شناخت کا کہ قوم مر گئی یا زندہ ہے۔ اور</p>		

زندہ ہو تو اُس میں کتنی جان ہے۔ قوموں کا عروج اور تنزل ایک معمولی بات ہے۔ اور جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے ہی سے اس انقلاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر تاریخ ہم کو پورا پورا یقین دلا سکتی ہے کہ مارشل سپرٹ ہی اس انقلاب کا فیکٹر (مدد و معیار) رہی ہے۔ اسلام نے بھی اسی نیچرل قاعدے سے ترقی کی تھی۔ یعنی اُس وقت کے مسلمانوں میں مارشل سپرٹ بڑے زوروں پر تھی۔ پھر جب وہ سلطنت پاکر عیش و آرام میں پڑ گئے۔ مارشل سپرٹ کم ہوتے ہوئے سلطنت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب جو کہیں کہیں کسی قدر برائے نام باقی ہے۔ چوں کہ مارشل سپرٹ سے اُس کو کافی مدد نہیں ملتی اس کا بقا بالکل بھروسے کے قابل نہیں علی شفا جوت دھار دکنارے پر تیلی ڈھانگ کے جس کو دیر یا کاٹنا چلا جا رہا ہے

اگر ماند شے ماند شے دیگر نمی ماند

لیکن کیا سلطنت کے ساتھ ہم کو مارشل سپرٹ سے بھی صبر کر لینا چاہیئے۔ اگر ایسا کریں اور افسوس ہو کہ ہم ایسا ہی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم پرسوں کے ٹٹے کل اور کل کے ٹٹے آج اور آج کے ٹٹے ابھی مٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم میں سے مارشل سپرٹ نکل گئی تو فارم کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو سکے گی۔ مارشل سپرٹ کے نکلنے پیچھے ہم میں نہ غیرت باقی رہے گی نہ حمیت نہ سلف نہ سیکٹ (خود داری) نہ سلف ہلپ (آپ اپنی مدد نہ ترقی کی گدگدی۔ یہ امن جو ہم کو بڑش گورنمنٹ کے ظلم و عافیت میں حاصل ہے چھپکے چھپکے مارشل سپرٹ کو گھٹاتا اور کمزور کرتا چلا جا رہا ہے۔ اور مارشل سپرٹ کے گھٹنے اور کمزور ہونے کے آثار ہم پر مترتب ہو چکے ہیں۔ نہ ہم میں وہ اگلی نسلوں کی سی توانائیاں ہیں ویسی پھرتی ہے نہ ویسی جفاکشی ہے۔ نہ ویسے دل مضبوط ہیں نہ غرض ہم مسلمانوں کی مارشل سپرٹ سیکڑوں برس سے رو بہ انحطاط ہے۔ ہم اپنے زمانہ سلطنت میں مزے سے پڑے اینڈ اکیئے۔ اب اس عہد عافیت میں مارشل سپرٹ ایسی غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے کہ یہ چارہ کی کروٹ بدینے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ آدمی تو آدمی ہم دیکھتے ہیں دیوار جس زور سے گیند مارو اسی زور سے دیوار گیند کو اچاٹ دیتی ہے۔ یعنی جمادات تک میں ایک قسم کی مارشل سپرٹ و ولایت رکھی گئی ہے اور جانوروں میں تو ظاہر بات ہے کہ چھوٹی پر پاؤں بڑ جاتا ہے تو وہ بھی الٹ کر کاٹے بدون نہیں رہتی۔ گو آخر کار دب کر اُس کا گلا ہی کیوں نہ ہو جائے کیا عقل جائز کہہ سکتی ہے کہ ایک قوت ایک ضروری اور بکار آمد قوت جو حافظ نظام نبوی ہے

جمادات کو ملے بنائے حیوانات کو ملے اور انسان اشرف المخلوقات کو نہ ملے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہو رہی مارشل سپرٹ انسان کا ہتھیار ہے۔ سرکار نے بقاضائے مصلحت انتظامی ہم لوگوں سے ہتھیار لے لیے ہیں مگر یہ ہتھیار یہ مارشل سپرٹ کا ہتھیار نہ ہم سے لیا جاسکتا تھا اور نہ سرکار نے اس کے لینے کا قصد کیا بلکہ استحقاق حفاظت خود اختیار می کا تسلیم کیا جانا اس سلاح کے رکھنے کا لیسنس ہے۔ اگر صرف خواص کے برتے پر رہتے تو مارشل سپرٹ اب تک کبھی کی مسلمانوں میں سے ناپید ہو گئی ہوتی۔ مگر ہم اپنے عوام کے بہت شکر گزار ہیں کہ ان کی بدولت یہ چراغ ابھی تک ٹٹمار رہا ہے۔ اگرچہ ہم ان کو سخت ملاست بھی کرتے ہیں کہ وہ اس قوت سے اکثر نہایت نامناسب طور سے کام لیتے ہیں۔ مارشل سپرٹ فی لفسٹھی عمدہ چیز ہے اور اس میں بُرائی تو یہ ہے کہ وہ نا اہلوں کے بس میں پڑی ہے۔ اگر اس بُرائی کی نظر سے مارشل سپرٹ کے دیادیتے اور کچل دینے کی صلاح دی جائے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے بعض لوگ تعلیم نسوان کے مخالف ہیں اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ مستورات لکھنے پڑھنے کی قوت سے نامناسب کام لیں تو کیوں نہیں ہاتھ خشک کر دیے جائیں کہ ایسا نہ ہو کسی کو ماریں۔ کیوں نہیں لکھیں پھوڑ دی جائیں کہ ایسا نہ ہو نظر پڑی جگہ پڑے۔ اگر مارشل سپرٹ کو عوام پر بے ملور پر کام میں لاتے ہیں تو اس کا الزام کس پر ہو؟ خواص پر جن کی مارشل سپرٹ آرام طلبی اور بڑولی اور کمالی کی وجہ سے منطقی نیچے ہو گئی ہے اور وہ اس کو ریا کو (دوبارہ زندہ) بھی نہیں کرنا چاہتے اور نہ عوام کے لئے تعلیم کا سامان ہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو نیک و بد کی تمیز ہو۔ مارشل سپرٹ لوگوں کے سٹیمٹ (اندازہ) میں ایسی دلیل ہو گئی ہے کہ وہ اس کو عیب سمجھنے لگے ہیں دو مرتبہ شرافت۔ اگر جب تک وہ صرف عوام کے ہاتھ میں ہے بے شک عیب ہے۔ اور دو مرتبہ شرافت بھی ہے۔ لیکن میں جہاں تک نور کرتا ہوں جتنے رفارم سوچے جاتے ہیں مارشل سپرٹ کا ریا اور رفارم کرنا سب پر مقدم ہے۔ ہر خبیث عقل پولٹیکل باتوں کے بیان کرنے کا نہیں ہے اور نہ میں ان معاملات میں رائے زنی کی لیاقت رکھتا ہوں۔ مگر تافسر ورجانتا ہوں کہ اب بھی مسلمانوں کو اگر کچھ یوں ہی سی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اسی مارشل سپرٹ کے لحاظ سے۔ کیا شمار کیا دولت۔ کیا لیاقت کل اعتبارات سے ہم ایسے ضعیف ہیں جیسے مجھڑ۔ مگر مارشل سپرٹ کا ایک ذرا سا ڈنک ہمارے پاس ہے گو وہ سانپ اور بھوکا سا ڈنک نہیں ہے مگر ذرا کی ذرا

نہ شطرنج و گنجیفہ کی بازیاں ہوں	اُچھل کود ہو اور کلا بازیاں ہوں
ہر اک بات میں اُن کی کردار مردی	نراکت ہو اُن کے لئے عار مردی

بے چین کرنے کے لئے کافی ہے جو شخص اخبار پر نظر رکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ یورپین پورز سلطنت ہائے یورپ میں کس درجے کا محاسدہ ہے۔ ہر چند بعض صلح پسند مسلمان ملک کی تدبیر سے یہ آگ دہی ہوئی ہے۔ لیکن کیا جانیں کب بھڑک اٹھے گی۔ اگر خدا نخواستہ بھڑکی تو مسلمان زبے تماشائی نہیں ہوں گے لیکن کون مسلمان؟ وہی جن میں مارشل سپرٹ ہے؟ نہ ہم بیٹے لکھتی چند کہ جن میں کا ایک ہیں ہوں۔ باوجودیکہ یورپس حیدر آباد رہ آیا ہوں۔ اور میری عمر ہر گز آج تک اپنے ہاتھ سے بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہیں ہوا مارشل سپرٹ کے اعتبار سے اس کو چاہو میری عمر کے کارناموں میں گن کہ میں بندوق کی آواز سے ڈرتا نہیں۔ مگر ہاں چونکہ تو پڑتا ہوں۔ اور یہ ہمت بھی اس سے ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں ہر روز ایک چھوڑ دود تو پیش کرتی ہیں۔ دوپہر کی ایک اور رات کے ساڑھے نو بجے کی ایک۔ مارشل سپرٹ کو جیتا جاگتا رکھنے کے لئے گورمنٹ کی پالیسی (منشاء) کے لحاظ سے جو ہم کر سکتے ہیں اور جو ہم کو کرنا چاہیے یہی ہے کہ ہم مردانہ وار کھیلوں کو تعلیم کا کمپلسری سبجیکٹ (مضمون جبری) قرار دیں جیسا کہ ہم نے علی گڑھ محمدن کالج میں کر رکھا ہے۔ اس سے مسلمان لڑکے ڈاکٹر (احدی) اور آئیڈل (سُست) نہیں ہونے پائیں گے۔ ان کی صحت بدنی محفوظ رہے گی۔ آئندہ نسلیں توانا اور چو پخال ہوں گی۔ بالفعل یہ لوگ بے اور گیند سے کھیلیں گے اور آئندہ شاید ایسے مواقع پیش آئیں کہ بے کی جگہ تلواریں اور گیند کی جگہ سر۔ مگر کن کے؟ دشمنانِ برٹش گورمنٹ کے غرض سپاہی اور اہل قلم سے میری مراد یہ تھی جو میں نے بیان کی ۱۳۔

۱۴۔ یہی اُچھل کود جس کو شیخ ابراہیم ذوق نے بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا ہے فرماتے ہیں ۵

عمدِ پیری نے چھڑایا دوڑ چلنا کودنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا
------------------------------------	--------------------------------------

اُچھلنے کودنے کا مثریہ ظفر نے کیسے عمدہ فقروں میں کہا ہے ۵

ایک وقت تھا کہ ٹوٹے تھے دانت دود کے	پھر یہ ہوا گزرنے لگے کھیل کود کے
اب حال یہ ہے عالمِ پیری میں اسی ظفر	باقی نہیں جو اس صبی گفت و شنود کے

تکلف سے دور اور تصنع سے عاری
 نہ کابل نہ عاجز نہ بے دست و پا ہیں
 یہ کالج ہی جیسا کہ ہم چاہتے ہیں
 اگر بیل ہی یا باغ ہی یا کوہا ہی
 تو کیوں کر یہ آستانِ بڑا کارخانہ
 سو ایسے ہی کالج کی تدبیر میں ہیں
 بڑے بھی مٹن گئے کڑی بھی سہیں گے
 تمھاری ہی قسمت ہیں بھی خدا نے
 کہاں یہ مقدر نصیب ایسے کس کے
 مگر تجھ پہ پنجاب فضلِ خدا ہی
 برہمن نے مکرر سوئی بنائی
 لڑائی نہ ٹٹمانہ جھگڑا نہ قصہ
 ہوئی ہو کسی کو بھی یہ بات حاصل
 عمارت میں کیا ہو بس ایک اینٹ باقی
 اگر بے دینے ہم کو دے دو گے دھکے

بجائیں خود اپنی خدمت گزاری
 یہی لوگ محض دُوم خادم نما ہیں
 کچھ اب سمجھ کیوں ہم رقم چاہتے ہیں
 کوئی کام دنیا میں بے زر ہو اہی
 کہ کھپ جائے قاروں کاں میں خزانہ
 اٹھائیں گے نخرے جو تقدیر میں ہیں
 یہ کالج تو ہم بھی بنا کر رہیں گے
 کہ لے قوم اور سید احمد دعا لے
 کہ اکسیر مہمان ہو گھر میں مس کے
 کہ نازل ترے سر پہ قومی ہما ہی
 اور آخر کو لالہ نے کھائی اڑائی
 ہو تکیل کالج تمھارا ہی حصہ
 لگاؤ لہو اور شہیدوں میں داخل
 پلاتے تو ہو در دہستے ہو ساقی
 تو فریاد لے جائیں گے ہم بھی مکے

۱۸۹۳ء کی کانفرنس میں علی گڑھ محمدن کالج کے تمام طلبہ باوجود اس کے کہ ان میں اکثر خوش حال اور معزز
 تھے کانفرنس کے مہانوں کی کل خدمتیں اپنی ذات سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کی پاسپانی حقیقت
 میں ان لڑکوں کا برتاؤ دیکھ کر علی گڑھ محمدن کالج کی قدر معلوم ہوتی تھی کہ یہ بھی کیا جگہ ہو جو ترکوں کو لکھنے پڑھنے کے
 علاوہ جری اور بے تکلف اور ملنسار بناتی ہو ۱۲ سالہ مس سے مراد ع
 سخاوت مس عیب را کیا است

۱۲ سالہ مس بڑا کچھ نیرنی جوانوں کی متاثر ہو رہا ہے۔

مدینے میں جا کر کے ہم دیں گے دھرتا رسولِ خدا سے شکایت کریں گے نہیں تم ہماری طبیعت سے آگاہ ہم اکالک سے اور اس کے اچھے سے لیں گے نہ کیوں لیں کہ تعلیم کے پیشوا ہیں از انجا کہ کالج کے ہم ہیں ٹرسٹی ہم اپنے اُدھارے دینے مانگتے ہیں	تو اُس وقت پر کوئی شکوہ نہ کرنا نہ ہم پھر کسی کی رعایت کریں گے ہم اور بے لئیے جائیں استغفر اللہ بُئے دل سے دے یا کہ اچھے سے لیں گے امینانِ کالج ہیں قومی گدا ہیں ضرور اُڑی ہو ہمیں سرپرستی کہ تم سے تمھارے لیے مانگتے ہیں
--	---

بڑی گفتگو اور بہت بات ہوئی
تو بھر دیئے اب فقیروں کی جھولی

انیسواں لکچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے پانچویں سالانہ جلسے میں ۲۸- اپریل۔

۱۸۹۴ء کو دیا گیا

اس جلسے میں صاحبِ ڈپٹی کمشنر بہادر اور ڈسٹرکٹ جج و سول سرجن و سپرنٹنڈنٹ صاحب
پولیس صاحبان اور تقریباً کل عمائدِ شہر ہندو مسلمان جمع تھے۔ مولوی صاحب اپنی عادت کے
موافق بڑا لکچر دینے والے تھے مگر وقت اور موسم اور صاحبانِ انگریز کے لحاظ سے صرف ایک
گھنٹہ تک لکچر دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آیا تو ہوں کہ کچھ حق خدمت ادا کروں
 کٹوا کے سینک خیر سے پھڑوں میں ملوں
 جو کچھ پڑھائیں کاوش و تحقیق سے پڑھوں
 تحصیل طب میں محنت و زحمت کی داد دوں
 انعام میں کتاب اگر دیں تو صبر و شکر
 حاضر رہوں مطب میں بلا ناغہ صبح و شام
 آنکھوں کے بند کرتے گزر جائیں پانچ سال
 اچھا اگر یہ ہو نہیں سکتا تو کم سے کم
 یہ مدرسہ انہی کی عنایت کا فیض ہی
 ممکن نہیں ہی ان کے فضائل کا عدد و حصر
 احسان ان کے کس سے عوض ہو سکے مگر
 لیکن نہ اپنا شیوہ خوشامد نہ ان کا عجب
 ایک کام اور بھی ہی اگر مجھ سے بن پڑے
 بل جائے کوئی گاتھ کا بھر پور سادہ دل
 پھر بعد معرفت کے بٹھے اُس سے ربط و ضبط
 افسانے میں کہا کروں اور وہ سنا کرے
 صحبت ہو سازگار تو اک وقت خاص میں
 طرز سخن میں جادوے بابل کا رنگ دوں
 طبیہ مدرسے کے بیاں کر کے قائد سے

لیکن خیال میں نہیں آتا کہ کیا کروں
 قانون شیعہ مول لوں اور طب پڑھا کروں
 یعنی کہ بات بات پہ جھگڑوں لڑا کروں
 سالانہ امتحانوں میں اول رہا کروں
 تنگنائے تو فخر سے زیب قبا کروں
 مشق علاج کے لیے نسخے لکھا کروں
 لیکن حیات کتنی ہی میں بھی وفا کروں
 عبد المجید خاں کی مدح و ثنا کروں
 میں وہ نہیں کہ جھوٹا ہوں ادعا کروں
 گو عمر بھر قصائد مدحی کہا کروں
 بہر جزا حوالہ بذات خدا کروں
 کیوں ترک وضع مجھے انہیں بد مزہ کروں
 ہر بھر کے اپنے آپ پہ صدقے ہوا کروں
 لگ چل کے اُس سے اپنے تئیں آشنا کروں
 وہ میرے دل میں اور میں اُس کے پاس جا کروں
 مذکور وہ کیا کرے اور میں سنا کروں
 انظار مطلب و غرض و مدعا کروں
 الفاظ میں کرشمہ سمجھ نہ نما کروں
 چندے کی اُس سے آرزو و التجا کروں

یا چپ رہے کہ میں اُسے بیٹھاتا کروں
 کچھ نہ تو نہیں کہ ہمیشہ جیا کروں
 آئین و طرز و عادت و شان گدا کروں
 مثل فقیر ہاتھ پسا روں صد کروں
 محفل میں شور شیون و ماتم با کروں
 گر حال زار قوم پہ قصد بکا کروں
 تو ہی قصور وار تو کس کا گلہ کروں
 ناخن کہاں سے لاؤں کہ یہ عقدہ واکروں
 کیا میرا سر پھر اہی کہ ناحق بکا کروں
 بس اتنے کام کا ہوں کہ لکچر دیا کروں
 اس مدرسے کے حق میں خدائے دعا کروں
 طبیبی سکول چھوڑ کے کالج بنا کروں
 دار الشفا کو روکش دار البت کروں

وہ یا تو چھوٹے ہی ٹکسا جواب دے
 یا وعدہ جو کہ تابہ قیامت و فائدہ ہو
 کیوں کر ہو کس کے دل سے ہو کس طرح اختیار
 واللہ مجھ سے ہو نہیں سکتا (ہو کا یہ خیر)
 گر کتنے پاؤں قوم کی خانہ خرابیاں
 دیوار و در کو و جد ہو رگ جاں میں بیکیاں
 ای قوم تیری ہمت و غیرت کو کیا ہوا
 پر قوم (ہاے قوم) ہی مصداق صم و بکم
 تجھ کو قسم ہی سننے کی اور مجھ کو بات کی
 القصد میں عجب عبث ہی سچ کا رہ ہوں
 سعی لزیم اگر نہیں جہد المقل تو ہی
 پیدا ہو غیب سے کوئی مرخص کہ میں
 راج و سٹ کر دوں اس میں کفایت کی تدفین

اگر میں اس قسم کی باتیں کروں کہ مدرسہ طبیہ دہلی کا پانچواں سالانہ جلسہ ۲۸-۲۹ اپریل ۱۸۹۲ء کی
 صبح کو مدرسے کے بانی مدرسے کے سکریٹری مدرسے کے پروفیسر مدرسے کے الفا اور امیگا نے مدرسے
 کے ہمہ اوست اور ہمہ ازوست حکیم عبد المجید خاں کے مکان میں منعقد ہوا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہ
 کرسی صدارت اور ان کے صاحبہ و سرٹھکے صاحب اور فلاں صاحب یعنی کریم اوت وی سوسائٹی آف ڈہلی
 (رؤسائے شہر دہلی) محمد زائید دل آیز ہندوز (مسلمان اور ہندو) رونق افزا سے جلسہ تھے۔
 سکریٹری نے خوش الحانی کے ساتھ بے تکان رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے اپنے دستِ خاص
 کامیاب طلباء کو تمنے اور انعام تقسیم کیے اور جلسہ پڑھی عہدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمام ہوا۔
 اگر میں اس قسم کی باتیں کروں تو میں آپ اپنے تئیں ملاست کروں گا کہ میں لکچر کی ڈیوٹی کے ادا

کرنے میں قاصر رہا۔ ایسی باتیں تو ایک سٹرل نیڈ اخبار کا ٹکٹیل کار سپانڈنٹ بھی کر سکتا ہے اور مجھ سے
 بہتر کر سکتا ہے اور میں پہلے بھی اسی مدرسے کے کسی سالانہ جلسے میں کھچکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں
 اور خدا جانے کتنی بار اور کہوں گا کہ مدرسہ طبیہ کے جلسوں میں لکھ دینے کے لئے چاہیے پروفیشنل
 مین (طبابت پیشہ) اگر وہ طب یونانی اور انگریزی ڈاکٹری کا جامع ہو تو سبحان اللہ۔ نور علی نور وہ
 نژاد اکٹرورنہ نژاد طبیب۔ گندم اگر ہم نرسہ جو غنیمت ست۔ مگر نہیں معلوم ایسا لکچرار ہم نہیں پہنچتا یا کسی
 مصلحت سے اُسے کھڑا نہیں کیا جاتا۔ لاکھڑا کر دیتے ہیں ٹھکوکہ میں خوش قسمتی یا بد قسمتی سے (اور
 چوں کہ میں بے مدد طبابت عمر طبی کے کنارے آگیا ہوں میں تو اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا) غرض لاکھ
 کھڑا کر دیتے ہیں ٹھکوکہ میں اپنی خوش قسمتی سے اتنا بھی تو نہیں جانتا کہ طبابت ہی کس مرض کی دوا۔
 اس مجبوری پر نظر کر کے گندم اگر ہم نرسہ جو غنیمت ست۔ کی جگہ یوں کہنا چاہیے گندم اگر ہم نرسہ جس
 غنیمت ست۔ اب جو میں کر سکتا ہوں وہ اس سے زیادہ نہیں کہ عام طور کے کچھ ریمارک کر دیتا ہوں
 نہیں معلوم پروفیشنل مین ان کو سن کر ہستے ہیں یا خوش ہوتے ہیں۔ پروفیشنل مین نہ ہونے کے علاوہ
 ایک رکاوٹ اور بھی ہے کہ طبیہ مدرسے کی سلوپرو گرس (دھیمی رفتار) یا اُس کی بے سرو سامانی۔ یا
 اس کی مایوسانہ حالت پر جو ریمارک کیئے جاتیں اُن کی نسبت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اعتراف
 ہے عبد المجید خاں پر اور اُن کی کارروائی پر۔ اول تو میرا یہ قصد نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ہو بھی تو میں نہیں
 سمجھتا کہ عبد المجید خاں پوسٹ کے ایسے ہلکے ہیں۔ اے جناب طبی مدرسہ اور عجیب طرح کا طبی مدرسہ
 یونانی اور وید کی اور انگریزی طبابتوں کا معجون مرکب جس کی نظیر نہ کبھی تھی اور نہ کہیں ہے۔ ایسا عجیب مدرسہ
 بنانے کا۔ یعنی ایجاد مشکل بھی نہیں بلکہ ایجاد محال کا۔ بیڑا اٹھایا ہے تو اوکھلی میں سر دیتے پیچھے دھماکوں سے
 ڈرنا کیا۔ اگر آپ کا خیالی پلاؤ پاک گیا اور دنیا ایک عجائب خانہ ہے۔ انچہ دروہست نیا دیداں کندہ
 اس میں خیالی پلاؤ کا پاک جانا کچھ چنداں عجب بھی نہیں۔ اور پھر آپ کا خیالی پلاؤ غرض آپ کا یہ خیالی پلاؤ
 پاک گیا تو اس کا کریڈٹ۔ (صلہ بھی تو آپ ہی لیں گے۔ اس معجون کے نسخے کے موجب بھی تو آپ ہی
 سمجھ جائیں گے۔ مسلمانوں کی چودھویں صدی کے بڑے رفارمر اور بنی نوع انسان کے بڑے

محسن اور بڑے شخص بھی تو آپ ہی کہلائیے گئے۔ لیکن جب تک خیالی پلاؤ پکے بدگمانیوں کا دھواں اور اعتراضات کی چنگاریاں۔ اور طعن و تشنیع کی حرارت یہ مصیبت بھی آپ ہی کو برداشت کرنی پڑے گی۔ کیا آپ وہ قاعدہ جاری کرنا چاہتے ہیں کہ کرٹوا کرٹوا تھو تھو اور ٹیٹھا ٹیٹھا ہسپ ہسپ۔ یہ طبابت نہیں کہ جو مریض مرنا گیا خدا کے نامہ اعمال میں لکھواتے اور جو اچھا ہوتا گیا اپنے خوار العادات کی فہرست میں شامل کرتے گئے یہ فونڈ ریزی، آف کالج بننا ہی عشق ست ہزار گونہ خواری۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ کام جو آپ نے شروع کیا ہے اس کا حال بھی آدمی کا سا ہے۔ آپ کا مدرسہ عمر کا جو حصہ طے کر چکا ہے اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ قیاس کن رنگستان من بہار طرا اے حکیم عبد المجید خاں صاحب آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں خدا کو اسے مخالفت یا شہادت سے نہیں بلکہ دل سواری سے کہتا ہوں کہ اس مدرسے کی افتاد توقع کے مطابق نہیں۔ اگر بیہوش سن طفولیت میں ایسا ٹھٹھرا ہوا ہو تو ہم اس سے بڑے ہونے کی اور بڑے ہو کر تو انا و تن درست ہونے کی امید نہیں کر سکتے۔ میں خدا کے فضل سے نہ صرف علی الرغم طبابت یونانی۔ بلکہ ان سپارٹ آف انگلشن میڈسن ٹوڈر برغم انگریزی ڈاکٹری بھی بہت کم پیر ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا اور اس کا سبب جہاں تک میں خیال کرتا ہوں یہی ہوگا کہ میں نے دوا اور علاج کا روگ اپنے پیچھے نہیں لگایا۔ مجھے بعض دوست ترغیب دیا کرتے ہیں کہ فلاں جوب جابرے میں ایک چلہ بھر کھا لو تو آسیر نو جوان ہو جاؤ انگریزی اخباروں میں بہت سی دواؤں کے اشتہار نظر سے گزرتے رہتے ہیں مگر میں ہمیشہ ایسی ترغیبات کے دفع کرنے کے لئے دل میں کھلیا کرتا ہوں کہ ٹنڈو لہری بھلا ہوں مجھے جینے تو دو۔ سو اگرچہ میں خدا کے فضل سے بہت کم پیر ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا۔ لیکن بائیں ہمہ میں آپ کی خداقت آپ کے دست شفا کا ایسا ہی معتقد ہوں جیسے آپ کے سدا کے روگی۔ میں اپنے اوپر آزماتا نہیں تو ہمیشہ دیکھتا اور سنتا رہتا ہوں۔ آپ کے ایسے معرکوں کے حکمی علاج جنہوں نے مجھ کو طب یونانی کا گرویدہ بے غرض کر رکھا ہے پس میں آپ کا اسی قسم کا مرید ہوں کہ آپ کے ہاتھ پر بیت تو کر لی اور آپ نے ریاضات اور عبادت کے رستے پر لانا چاہا تو آپ کا کلاہ و شجرہ آپ کے حواسے کیا۔ میں کیا۔ آپ کی تسبیح

کوئی شخص وہم بھی تو نہیں کر سکتا کہ آپ اتنی بات نہیں جانتے کہ آدمی کا بچہ کیوں کر پرورش پاتا اور بڑا ہوتا ہو اس کو ایک وقت خاص تک رحمہ اللہ وفضالہ ثلثون شہوٰداً اس کے مان کے پیٹ میں رہتے اور دودھ چھوٹنے کی مدت ڈھائی برس غیب سے روزی ملتی ہر قطعہ

امی کریمے کہ ازخرا نہ غیب	گبر و ترسا و طیفہ خور واری
دوستاں را کجائنی محروم	تو کہ باد شمتاں نظر داری

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہو اس کو نموا اور بالیدگی کے لئے غذا درکار ہوتی ہے۔ اب ہم اس مثال کو منطبق کر کے دیکھتے ہیں آپ کے اس طفل دست پرور و مدرسہ طبییہ کی حالت پر۔ اس کی شیرخوارگی کے زمانے تک آپ کے پاس اپنی انفلوئنس درسانی کا اتنا رول دودھ تھا۔ لیکن اب اس بچے نے دانت نکالے ہیں کنارا دیہ سے اتر کر دوڑنے پھرنے لگا ہے اور دودھ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ نتیجہ کیا ہے اور اس کے سواے ہونا بھی کیا تھا کہ جیسا ہم نے اس کو اب سے دو ڈھائی برس پہلے دیکھا تھا و تنے کا و تنہا ہی ہے۔ پر مردہ۔ افسردہ۔ مضحل۔ اونگھتا ہوا مکھی بھنک۔ میں جانتا ہوں کہ اگر دودھ کی کمی ہوتی تو آپ دایہ کو ساول بھنکوا کر ہتیرا دودھ اُتار لیتے۔ مگر اس کو اب دودھ درکار نہیں تو فرمائیے کہ آپ نے اس معصوم بچے کے کھانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے یا یہ بیچارہ اسی طرح مارے فاقوں کے تحلیل ہو کر رہے گا۔

یہ لوگ جو جمع ہوئے ہیں بشمول میرے ان میں اکثر تماشائی ہیں آپ ہر برس سے کی سالگرہ کا جلسہ کرتے ہیں لوگوں کا کیا جاتا ہے۔ مفت کرم داشتن آئے۔ گپ شب اڑائی۔ مفت میں لکچر سنے اور آپ کو مبارک باد دے کر رخصت ہوئے۔ ان میں سے کسی کو اس بچے کی مانتا نہیں اور کسی کو غیر کے بچے کی مانتا ہوا کرتی ہے۔ آپ تو مجھ سے بہت زیادہ عقل رکھتے ہیں گو عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں (بزرگی عقل ست نہ بسال) آپ نے ضرور سمجھ لیا ہو گا کہ کس چیز کی وائٹ اور کس بات کی کمی ہے۔ امی جناب کمی ہے حکومت کی انفلوئنس کی۔ ایک طرح کی حکومت خدا نے آپ کو بھی دی ہے۔ مگر اب آپ کو تجربہ ہو گیا ہو گا کہ جس حکومت کو نصف الکرامت کہتے ہیں وہ طبیی

حکومت نہیں ہے بلکہ وہ حکومت ہی جو ہمارے صاحب ڈپٹی کمشنریئے بیٹھے ہیں اور تنفع ہی الملک للسیف پر یہی وہ حکومت ہے جس کی ڈکشنری میں مشکل اور محال ڈفکلت اور اسپا سپل اور اسپر اسل اس قسم کے الفاظ ڈھونڈھے نہیں ملتے بے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پرائیویٹ کوششوں سے بڑے بڑے کام سرانجام پا گئے ہیں۔ مگر اچیکم صاحب ایسی مثالیں ہوں گی بھی تو انگریزوں کی ولایت میں ہوں گی میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں اور وثوق سے کہتا ہوں اور مجھ کو کنسٹرکشن (مخالفت) کا ذرا بھی خوف نہیں کہ ہمارے ہندوستان میں کوئی اس قسم کا کام بے مدد حکومت نہ چلا رہا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اور اگر کیس پرائیویٹ کوشش کی کامیابی دکھائی بھی دے تو آپ بلا تحقیق یقین کر لیا کیجئے کہ حکومت اس میں ڈائریکٹری (بلا واسطہ) شریک نہیں تو انڈائریکٹری (بالواسطہ) ضرور شریک ہے۔ آپ عام فائدے اور ضرورت کے کاموں میں سے کسی ایک کام پر بھی نظر کریں مثلاً ایک مختصر سی واٹر ورکس ہی سہی کہ باوجودیکہ پانی مدار حیات ہے وجعلنا من الماء کل شئ حیات ہم لوگ بدرودوں کی ایک پچھڑ تک پیتے اور پیتے ہی تھے اور پیسے کر کر مارتے اور مرتے ہی تھے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ واٹر ورکس کا نظام کر سکیں۔ اور یہی حال ہی مدرسوں کا۔ شفا خانوں کا۔ سڑکوں کا۔ پلوں کا۔ نہروں کا۔ ریل کا۔ تار کا۔ نہیں معلوم آپ وہوا کا اثر ہے۔ یا اگلی دسپاٹک سلطنتوں کا نتیجہ ہے کہ سلف ہلپ کی صلاحیت سلب ہو کر ہم کچھ ایسے احمدی ہو گئے ہیں کہ لادو لداو لادو لادنے والا ساتھ دو تب کہیں جگہ سے ہلے تو ہلے۔ سرکار یعنی حاکم وقت کو ماں باپ کہنا ہمارے روزمرہ میں داخل ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری تمام ضرورتوں کا مہیا کرنا سرکار کا کام ہے۔ اسی وہ ہمارے ہی پیسے سے کرے مگر کرے سرکار ہی۔ پس میری آج کی بات آپ لکھ رکھیے گا کہ آپ کے منصوبے کی کامیابی موقوف اور منحصر ہے۔ انضمام حکومت پر۔ آپ کے مدرسے کے طالب العلم وقت سے جالینوس ہی کیوں نہ ہوں اور وہ حکمی علاج ہی کیوں نہ کریں اور ندرستی کے نیم ہی کیوں نہ لیں اور طب یونانی حسیض طبیعت سے نکل کر اوج یقین ہی پر کیوں نہ پھونچ جائے۔ اور سالانہ جلسوں کے عوض آپ روزانہ جلسے ہی کیوں نہ کریں۔ مدرسہ طبیہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور جیسے کا آپ نے دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا ہے یہ تو بے

انضمام حکومت چلتا چلاتا نہیں آج کا آج اور کل کا کل۔ دی ڈیڑاؤں دی گورنمنٹ آران کو پیر
ہنس اسل جس کا ٹھیٹ ہندی ترجمہ ہے سرکار کی لیا بھی اہم پارہ ہے سرکار ہماری پرائی ملکی عمارتوں
کی مرمت کر کے ان کو باقی رکھنا چاہتی ہے۔ سرکار ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاریوں کو ترقی
دینا چاہتی ہے سرکار ہمارے علوم و فنون کو بھی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہے۔ سرکار ہاتریوں حلیوں کی آسائش تک کا
انتظام کرتی ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ہمارے رسم و رواج اور سو پشنتز (اوبام) اور
پیری جوڈیسز (تصیبات) کار سپیکٹ دپاس رکھتی ہے تو طب یونانی نے اور خاص کر اس مدرسے کی
طب یونانی نے جس میں انگریزی طبابت کا بھی کسی قدر شمول ہے اور جس کے معتقد انگریزی طبابت کے
معتقدوں سے اصفاً مضاعفہ زیادہ ہیں۔ ایسا کیا تصور کیا ہے کہ اس کی امداد سے بالکل کنارہ کش
ہے۔ مگر شاید یہ گورنمنٹ کے کان تک پہنچا یا نہیں گیا اور پہنچائے کون یہی ہمارے ڈپٹی کمشنر۔
اجی گورنمنٹ تو بجا سے خود میں کہتا ہوں کہ اگر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ڈپٹی کمشنر تہ دل سے
اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو مدرسہ طبعیہ آج سلف سپورٹنگ (مستغنی) ہرپینٹ (مستقل)۔
گریڈ (عظیم الشان) کالج ہوا جاتا ہے مگر اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے کہ صاحب
ڈپٹی کمشنر تہ دل سے اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں سالانہ جلسوں میں شریک ہونے سالانہ
جلسوں کی پریسڈنسی کرنے سالانہ جلسوں میں العام بانٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہوگا۔ اور
وہ کیا کرنا ہوگا۔ یہی ڈپٹی کمشنر صاحب ہم سب سے بہتر جانتے ہیں۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔
ای حکیم صاحب فنڈز کی وانٹ آپ کو ایدہ تو ضرور دیتی ہوگی مگر یہی فنڈز کی وانٹ ہے جس نے
آپ کو میرے حلوں سے بچا رکھا ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں مدرسے میں جتنی خرابیاں ہیں سب فنڈز کی
وانٹ کے سبب ہیں۔ اور میرا منہ نہیں پڑتا کہ آپ پر اعتراض کروں۔ اور جب خدا آپ کو فنڈز سے
مستغنی کر دے گا تو پہلا شخص جو آپ کو نکتہ چینوں سے پریشان اور دق کرے وہ شاید آپ ہی نیاز مند ہو۔
کہتا تو میں سب کچھ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر مدرسے کی رعایت جب کریں گے تب کریں گے میں تو
سیر دست ان کی رعایت کرتا ہوں کہ ان کو زیادہ ٹھہرنے کی تکلیف نہیں دیتا۔

بیسواں لکچر

یہ لکچر ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ جلسہ میں ۱۸۹۴ء کو دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دسمبر مہینا ہی تو سردی کا مہینا اور چاہیے تھا کہ دل دست ہوتا، لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ تاپتے یا رضائیوں اور کافوں میں دبے سکرٹے بیٹھے ہوتے مگر برس کے بارہ مہینوں میں اگلیسٹی یعنی دؤرِ دہوپ شور و شغب غل غبارے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری ہفتے عشرے میں خوشی مناتے ہیں تو ان کا مذہبی تیوہار ہی۔ نیٹوز (ہندوستانی) خوشی نہیں مناتے تو ان میں دو بڑے مجمعے ہوتے ہیں ایک تو یہی ایجوکیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ایسی توفیق نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں اور نہ لوگوں سے تجدید ملاقات کے لیے کہ اس کا شوق نہیں بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی غفلت دل میں بٹھی ہوئی ہے وہ بھی کچھ اس وجہ سے نہیں کہ سر میں یا ڈاکٹر ہیں یا سرکار دربار ہیں ان کی بڑی لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا ان کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث المذہب رفارصر مانتا ہے بلکہ اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے سچے اور دلی خیر خواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق (اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اُس نے سب کچھ کیا) غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور ہو سکتا ہے افہام و تفہیم سے وعظ و پند سے دینے سے دلالت علی الخیر سے مسلمانوں کی صلاح حالت میں جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی غفلت دل میں بٹھی ہوئی ہے۔ بلاتے ہیں تو انکار کرتے نہیں بن پڑتا۔ خیر تو نیٹوز کے دو بڑے مجمعوں میں سے جو

دسمبر میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہی ایجوکیشنل کانفرنس۔ اور دوسرا بھٹیڑ بھٹکے اور طمطراق میں اس سے کہیں زیادہ جس نے اپنا نام نیشنل کانگریس رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ بھی ہو کانگریس واسے ہیں بڑے ہوشیار اور ان کو بہت دور کی سوچتی ہیں جملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لئے کرتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو سن کر آدمی خواہی نہ خواہی دھوکے میں آجاتا ہے۔ خاص کر اٹل یورپ جن کو سمجھنا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بذصیب ملک ہندوستان بھی ہے۔ جہاں نیشنلسٹ کا نام نہیں۔ اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا لے چاہا تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔

رفارمر بڑے ع

دماغ بہیدہ نخت و خیال باطل بے ست

کیا کریں یہی تو بڑا سبب ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیڑ اینٹ کی جُدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا تھے لوگوں کا سر بھر اٹھا کہ کانگریس میں تو نہ جائیں جہاں جیسا سنا جاتا ہے اتنے جاتے کا کرایہ ملے۔ علی قدر مراتب ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارات ہو۔ اور اُنیں تو کہاں اس منحوس ٹٹپونجیے کانفرنس میں کہ سید احمد خاں ایک بلا والا تو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید نام نہام نہیں اور پھر آئے پیچھے کوئی اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہوا اور کہاں آئے ہو جہاں جس کے سینک سمائیں پڑ ہو اپنی گرہ سے کھاؤ مہری کے چند سے دو اور جتنی توفیق ہو دینے والوں کی نہیں بلکہ لینے والوں کی بڑے میاں کی تذکرہ اور رخصت سید احمد خاں کا مالوہ شعار بھی سنا ہے آئے تو کیا لائے اور جاؤ گے تو کیا دے کر جاؤ گے چکو تھیوں اور آسائش یعنی مہمان نوازی پر نظر کرو تو ایجوکیشنل کانفرنس میں آنے کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں مگر شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی عقل آگئی ہے یا اتنی عقل نہیں آتی تو ان میں ایک ع

مرد آخر میں مبارک بندہ الیست

سید احمد خاں ہیں اور مسلمان منشیات میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو جو سمجھ دار ہیں ان کی رائے پر عمل کرنے لگے ہیں۔ ہم کو خدا نخواستہ ہندوؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوت نہیں کچھ

ہم اُن کے مد مقابل نہیں۔ مردم شماری میں دولت میں لیاقت میں خدانے ان کو ہم پر برتری دی ہے
 تِلْكَ اِلَٰهَیْكُمْ نَدَاۤ اُولَہَاۤیْنِ النَّاسِ دینہ دنوں کے پھیر ہیں کہ لوگوں میں ہم نے ان کا چکر باندھ رکھا
 ہے، لیکن یہ ایک نیچرل (طبعی) بات ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہنڈیا کی خیر مناتا ہے۔ اگر ان لوگوں نے اپنے
 کچھ خاص حقوق قرار دے رکھے ہیں اور کانگرس کے ذریعے سے اُن حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشمہ
 روشن دل، ماشاد وہ جانیں اور اُن کا کام جانے ع

ہر کسے مصلحت خویش نکومی داند

ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل بنائیں غرض ہم میں اور ہمارے
 ہندو بھائیوں میں اتنا بڑا تفاوت ہے کہ وہ حلوا خور دن کی کوشش میں ہیں اور ہم روسے باید
 کی۔ اور روسے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے لیے یہ تمام درد سر کیا جا رہا ہے لیکن اگر
 خدا بھی وہ دن کرے گا کہ ہم کو روسے باید حاصل ہو گا تو کیا حلوا خور دن کے لیے ہم اسی طرح چلیں گے
 ہرگز نہیں۔ ہم کو بڑش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہے کہ اُس کے ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی
 بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی لم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو
 جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پولیشن (جگہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم ریلائرڈ (بخوبی
 اندازہ کر نہیں سکتے۔ ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہم کو اُن ہی کی شکر گزاری سے فرصت
 نہیں ہونی چاہیے۔ پس بجائے اس کے کہ گورنمنٹ کی کارروائیوں پر بیٹھے نکتہ چینی کیا کریں
 ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہو گا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے
 پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو بُرائی
 ڈھال سے جاسکتا ہے۔ اب یہ تمہاری تعلیم ہی ہے کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ بے انتہا سلوک
 کیے ہیں مگر تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی لمبی فہرست کے سرے پر بڑے موٹے
 موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے اب زور سے لکھنے کے لائق ہے یہ وہ سلوک نہیں ہے جو کبھی
 کسی بہتر سے بہتر حاکم نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے

مہربان باپ نے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص کر ہم مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں۔

گہمائے رنگ رنگ سے ہر رونق چین | امی ذوق اس جہاں کو تیریب اختلاف سے

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبت اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ مذہب ہی ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلتے دیکھا ہی نہیں۔ برٹش گورنمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہتے کہ یہ اُس کا احسان حق قدرہ (جیسا ماننا چاہتے) مانیں یا اُس کی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا مذکور یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نا احسان مند اور بے مروت واقع ہوئی ہیں۔ وہ کج فطرت مذہبی اختلاف اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہی۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ اختلاف مذہب پر اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم و عادت چند در چند اختلاف مستراد ہوں۔ اور یہ عام انسانی نچرل ویکنس (طبعی کمزوری) ہے اور خود انگریز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ سو ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں امیں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھو بی گیا ہو وہ بھی الا ماشاء اللہ میں ہے جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک کی سرسبز می اور رونق اور امن اور طینان اور عافیت اور ترقی سے تو انکار کر نہیں سکتے۔ ورنہ آسمان کا تھوکا اٹاٹھ پڑائے یہ کھ کر جلے دل کے پھولے پھوڑ لیا کرتے ہیں کہ انگریز سرسہلا کو بھیجا کھانے والے ہیں۔ کوئی کام نہیں جس میں اُن کی ذاتی منفعت مضمر نہ ہو یعنی جو کچھ ظاہر میں سبک کے فائدے کے لئے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں۔ یا اگر یہ تاویل بھی کرتے نہیں بن پڑتی جو چیز مدح و تحسین کے لائق ہو اُس کی داد کے دینے میں نخل و مضالقتہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھی سے لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی انگریزوں کی صنعت و ایجاد کا مذکور تھا ریل کا نام آیا تو ایک

صاحب بولے کہ خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان روم کے صہیل کی لید وغیرہ اٹھانے کے لئے ریل کام میں لائی جاتی ہے کسی انگریز کی نظر پڑ گئی اور وہ نمونہ اڑالیا۔ بات تو کچھ نہیں مگر ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزوں کی نسبت لوگوں کے کیسے خیالات ہیں۔ اور حسب ایسے خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عملداری کی قدر کریں اور کیا اس کی برکتوں سے مستفید ہوں۔ آدمی جیسا پریجوڈ دیکھتا ہے تو اس کو ایسی ہی ایسی بے ٹکی سوچا کرتی ہے۔ تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی ظاہر کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر مذہبی تعصب کی آگ بھڑکتی ہے تو تر و خشک بھی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ تعلیم پر جیسے جیسے حملے ہوتے اور ہورہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے بوجھے۔ اگر تعلیم شرط نوکری نہ ہو تو پارسیوں اور بنگالیوں کی تو کمی نہیں جاتی۔ مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے نہ چلیں حال تو یہ ہے کیا کب جاسکتا ہے کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پودے نے جڑ پکڑ لی ہے۔ ہرگز نہیں۔

کَشْفِ حَقِیْقَةِ اَحْبَبِّ مِّنْ قَوْلِ الْاَدْوِیِّ مَا لَهَا مِنْ فَتْرٍ (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے اوپر اور چم کھڑی ہوئی جس کی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڑھ محمدن کالج ماشاء اللہ ششم پور وریو ما فیو مارونق پورہ تاجا تاہو طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہوتا ہے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں) کی سخت ضرورت ہے یا اس سے کہ یہاں کی دیکھا دیکھی بٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم کی تحریک مسلمانوں میں ہو رہی ہے ان باتوں سے اتنی خوشی تو بے شک ہے کہ نوکری کی طمع ہی سے سہی لالچ ہی سہی وہ اگلی سی مخالفت کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع یعنی ہر چیز جو انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبت رکھتی ہے سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر دھتہ نہیں گیا۔ ورنہ پہلی خوشی تو اس دن ہوگی اور اسی دن ہوگی جب تعلیم کو اور کھل کر اور پکار کر کہیں نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیضَةُ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ہے) کہ کھلتے ہیں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہے کہ زمانے کی بچرل رفتار کے لحاظ سے اتنا دور معلوم ہوتا ہے کہ اس نسل اور اس نسل کی نسل اور اس نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب نہ ہو۔

مجھ کو اگر سبک میڈنگ (مجامع عام) میں شریک ہونے کا شوق ہوتا اور مجھ کو میرا کانشنس (ایمان)

اُس کانگریس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو ان دنوں کاسے پانی کے اس کنارے
مدرس میں جمع ہو یا سید احمد خاں کے سے قوی جاذبے کا کوئی شخص ہوتا اور مجبور بدستی پر کچھ بلاتو
میں کانگریس میں یہ تو ضرور پروپوز (تجویز پیش) کرتا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کے لئے کپسری
(جبری) کر دیا جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندہ
ناتراش رہے جیسے ہیں یہ وہ تو نہیں جو باگ کے اشارے سے چلیں۔ لگام کی ٹھکی سے چلیں۔
ٹھکاری سے چلیں۔ اڑتے چلیں۔ مہینے چلیں یا تازیانے سے چلیں۔ ان کو چاہیے اور گھی جو ان کے
پٹھوں کا مار کے قیمہ کر دے سو گورنمنٹ تو ماشاء اللہ ایسی ڈرپوک ہو یا ڈرپوک کے لفظ سے بوسے
بغاوت آتی ہو تو ڈرپوک نہ سہی محتاط ہو کہ جھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اس کے بدن میں تھر تھری
چھوٹی۔ تو اس اڑیل ٹٹو کو ہانگیں نہ ہانگیں سید احمد خاں۔ سو انھوں نے اپنی سی بہتری کی۔
بارے خدا خدا کر کے وہ پیچھے ہٹنا لوگ کیا۔ ٹٹو آگے کو ہانوں بھی ڈالنے لگا مگر جھپکتے جھپکتے سو یہ جھپک
مذہبی جھپک ہی نکلے بھی یا نہ بھی نکلے۔ کیوں جی اگر ہمارے دل کانگریس والوں کے سے ہوں
تو کیا ہم شبہ نہیں کر سکتے کہ گورنمنٹ جو تعلیم کو کپسری (جبری) نہیں کرتی اس کی اصلی وجہ مذہبی
اظہار نہیں (مداخلت) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصلی وجہ یہی ہے کہ گورنمنٹ ڈرتی ہے کہ کہیں ہندوستانی تعلیم پا کر
برابری اور ہمسری نہ کر لیں۔ ویسی ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایا سے یورپ کے بنو
لے رکھی ہے۔ صناعی اور ہنرمندی کے بل پر یورپ کو مارکٹ سے مارہٹائیں۔ اگر ایسا ہو تو یورپ
کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلقت بھوکوں مرنے لگے۔ یہ اللہ تلے جو یورپ میں
ہو رہا ہے۔ یہاں ہندوستان کی حمایت پر کہ ان کو سوئی اور پچک اور دیاسلائی
اور ضرورت کی کل چیزوں کے لئے یورپ کے آئے ہاتھ پھیلا نا پڑتا ہے۔ یہی مذہبی مداخلت
سو کچھ نئی بات نہیں۔ کیا گورنمنٹ نے سستی اور دختر کشی کے رواج حکماً موقوف نہیں کر دیا۔ ابھی
چند روز کی بات ہے کہ ہندو پیترا ہی غل مچاتے رہے۔ پٹوٹی عمر میں لڑکیوں کے بیاہ کو سنگس
جرم ٹھیکر ہی دیا۔ پٹھانوں اور اللہ والوں میں شرع و شاستر پر کون سا پورا پورا عمل ہو رہا ہے۔ مگر یوں کو

کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کھڑا کیا کہ لوگ پلسری (جبری) تعلیم کو مذہبی انٹرفیرنس (مداخلت) سمجھ کر ناراضا مند ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈامنٹل پرنسپلز (اصل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے ہیودہ اور بے اصل اشتباہات سے اب بھی کب محفوظ ہو۔ خیر یہ تو کانگریس والوں کی سی باتیں ہیں اور یہ محل ان کے کشتے اور ظاہر کرنے کا تھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہی ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کا رڈ پل (مخلصانہ) رہنے کے لیے حافظ شیرازی کی وہ نصیحت بس کرتی ہو۔

رموز مصلحت ملک خسر وال دانند | گردے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہم نے اپنا کان اُٹھھا کہ اس کے خلاف ان سارے الیڈ ایک لفظ بھی نہ نکالیں گے مگر مسلمان چاہیں کہ بھری ان کو چین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پا جائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع ملی پاجلی ہو کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوک) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مالہ اور ماعلیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوک) کی کچھ اصل بھی ہو یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا نرا واہمہ ہی واہمہ ہو تو کچھ خوف کی بات نہیں واہمے کا ثبات بس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو بیچا کا خوف کہ ایک وقت تک اُس کے نام سے ڈرتے پھر تیز آئے پیچھے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں کرتے۔ اُدھر زمانہ مجبور کر رہا ہی اُدھر سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے۔

کیا یہ گاہیں نیچی نیچی اوپر اوپر جاسیں گی

لیکن اگر کمین مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدکنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ پانی مڑتا ہو تو بھی زمانہ کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پا کر رہے گی مگر کہیں سینکڑوں برسوں میں جا کر اور پھر بھی ویسی عام اور سوئڈ (پختہ) اور سالڈ (مستحکم) نہیں ہوگی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں اور تعلیم

جب تک عام اور سوئڈ اور سالڈ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں خداں مفید نہیں ہو سکتی خصوصاً اس کا پسٹشن (منافست) کئے جانے میں کہ لوگ ترقی کے کسی بڑے شاخ (شاخ) میں کسی حد پر قانع نہیں ہوگا بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کہتا پڑتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ جس تعلیم پر میں لکچر دے رہا ہوں اس سے انگریزی تعلیم مراد ہی لیکن میں ایک دم سے قطعی طور پر ظاہر کیے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فرد کامل مراد ہوتا ہے اور اقسام تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فردِ اکمل کہہ سکتے ہیں تو اب میں انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اسے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح میں مطلق مذہب بولوں گا اور اُس سے میری مراد ہوگی اسلام کیوں کہ میں تعیٰ سلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی مسلمان ہیں اور جس طرح اقسام تعلیم میں انگریزی تعلیم فردِ اکمل ہے اسی طرح اور میں اس سے کہیں زیادہ قوت اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آئندہ ہوں گے سب میں فردِ اکمل اسلام ہے رَزَا الَّذِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (اللہ کے نزدیک دینِ قرآن پس دینِ اسلام ہی ہے)۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی وہی انگریزی تعلیم اور مذہبِ اسلام دونوں کنسائل (متفق) ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس میں فوراً بھی شک نہیں اور اس میں کلامِ کرنازی ہیٹ دھری ہو کہ تمام مذہب کی غرض و غایت ایک ہی غرض غایت کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں مگر ہم اس کے لیے عام اور غرض و غایت کہتے ہیں انسان کی معاش اور معاد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام جو جس کو تم ضعیف سے ضعیف اور خفیف سے خفیف سمجھتے ہو اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤ گے کہ اس کے بانی کا یہی مقصد تھا اور بس چاہ کہ دنیا اور مافیہا کی حالت میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی غفلت ہے کہ کسی مذہب کی کوئی خاص بات ایک وقت کے لیے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لیے نامناسب۔ لیکن اس اُس مذہب کی غرض و غایت پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ مذہب کے شارع کے اپنے نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اسلام کے لیے بکار آمد سمجھا اگر وہ قاعدہ بکار آمد نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے۔ ایسی اُن کی حالت نہیں ہے۔

یا بہت سے بہت سے جو تم کھ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شارع نے غلط سمجھا نہ یہ کہ اُس کا ارادہ فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اُس کو مقصود نہ تھی نہ صرف یہ کہ آدمیوں کی حالت مرور زمانہ سے بدلتی ہی بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امرجہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے لوگوں کی حالتوں میں اس قدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدم کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو ایک ملک میں امن کے قایم رکھنے کی کافی ضمانت ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُس کا اتنا بھی رعب نہ ہو جتنا آج کل کے لورسکوبوں (ادنی درجے کے مکتبوں) میں ایک سٹجیڈر معلم اکا ہوتا ہے۔ جو مارٹنایٹنا تو درکنار لوگوں کی طرف نظرتیز سے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا سٹچو (دُبت) کھڑا ہے ان کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور سٹچو کے نیچے لکھا ہے یہی یا اس کے مماثل کوئی دوسری عبارت ڈیولولنگ ٹوبی گورنڈ بائی پن اور بائی سوورڈ ان دو باتوں میں سے تم کو کون سی بات پسند ہے کہ تم پر قلم کے زور سے حکم رانی کی جائے یا تلوار کے زور سے اس عبارت کا اس کے سواے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دباؤ مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کین (بید) سے ہانکا جاتا ہے کوئی آئزن راڈ (لوہے کی سلاح) سے۔ امیر کابل جو پچھلی دفعہ راول پٹھی کے دربار میں تشریف لائے تھے کہ بعض انگریزوں نے محض بقاضائے خلوص ان کو صلاح دی کہ حکومت کے بیچ کو ذرا ڈھیلا کریں اس نے کہا کہ میری کرسی پر بیٹھو تو جالو کہ مجھ کو بیچ کے زیادہ کسے کی ضرورت ہے۔ بیچ کو ذرا ڈھیلا کروں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردا ہو جاؤں۔ اور بیچ بھی تو ہے ایسا ہی کانگریس جیسا ان دنوں مدراس میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو ملک میں اس سرے سے اُس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں تنافرق ہو تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا یعنی ساری دنیا کے لوگ کیوں کر ایک سے ہو سکتے ہیں۔ اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو اصلاح معاش سے متعلق ہے کیوں یکساں ہونے لگا۔

سب سے بہتر ہو تا کہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی

طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ ہر شخص ایک مضبوط چاہتا ہے جو کرانا کا تبین کی طرح ہمہ وقت اس کی گردن پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے۔ مگر مذہب باوجودیکہ مضبوط مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے۔
 اَدَّيْتَلَقِي التَّلَقَّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَيْدًا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ اَلَا لَكُمُ يَوْمَ رَقِيبٍ عَذَابٌ (جب دو دو
 سننے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہے سنتے جاتے ہیں کوئی لفظ سمجھ سے نہیں نکالنے پاتا
 مگر پاسبان اس کے پاس موجود) اس پر بھی انسان کج سرشت بدی اور فساد سے باز نہیں آتا
 دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہو جائیں۔ اس وقت تو سید احمد خاں کو بھی
 چارونا چارہنم کا قاتل ہونا پڑے۔

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے کیا جاتے کیا کرے جو خدا اختیار دے

یورپ میں فرانس اور اطالی دو سلطنتیں ہیں جنہوں نے فی زعم اید منسٹرین (طرز حکومت)
 سے مذہب کو خارج کر رکھا ہے تو خوریزی خود کشی اور بدکاری اور دغا بازی اور انواع و اقسام کے
 فسادات اس قدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخر کار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو اید منسٹرین
 میں شامل کیے بدول ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے
 لئے مذہب کا ہونا ضرور ہو کوئی ساند مذہب بھی ہو لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کی
 غرض وغایت ہی اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو بیجا کہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے تو جو لوگ
 صلح کل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض وغایت کو دیکھتے اور مذہب کے
 اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے دہندوؤں کے ویدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں
 یہی رنگ بھلکتا ہے ع با مسلمان اللہ اللہ بابرہن رام رام سے

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمارا غزبنہ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زرد

اور اگر ان دونوں فرقوں میں نہ ہد کا تشدد نہ ہوتا تو یہ بڑے کام کے فرستے تھے مگر مذہب کی سختیوں
 کے مارے ان کے دائرے ٹکڑے ہی ہو رہے اور ان کو اپنے اید (مقصود) کے حاصل
 کرنے میں اگر ان کا ایم وہی رہا ہو جس نے بھائی بھائی کے بیانی نہ ہونی اور کثرت سے

لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انھوں نے اپنا مال اور کھانا اور گوشہ گیری اور یوں بھی غرض و غایت پر نظر رکھ کر مختلف مذہبوں کے رکنسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو رکنسائل کرنا چاہے صرف اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض و غایت دفع مرض اور حفظ صحت ہی غرض و غایت کے متحد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض و غایت کے حاصل کرنے کے لئے کام میں لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر موصول الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف ہوتا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن و قبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزو اہم صلاح معاد کا بھی لگا ہوا ہے اور جو طریقے صلاح معاد کے لئے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کی صحت اور غلطی ہم پر اس ہستی میں منکشف ہو نہیں سکتی وہ طریقے متعلق ہیں اس ہستی سے جس کو آخرت یا عاقبت کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعت پر نظر کریں تو اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ ہمارا چشم دید ہی اس پر بھی علم جغرافیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے چپے چپے کا حال معلوم کر سکتے ہیں کیوں کہ اگر ہم ساری زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے تو کسی حصے میں زید کسی میں خالد کسی میں ولید پھنچا ہوا اور ان لوگوں کے مشاہدات کتابوں میں مدون ہیں اس آنے والی ہستی میں گئے تو بے شمار آدمی مگر کسی کو لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوا۔

حال عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہو رنگاں پہ کیا | کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں جبری بھلی

سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہر تلوں اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک طرح کی ہستی ہو اور اس ہستی میں اس کو اپنے کیے کا بدلہ ملے۔ مذہب کی اتنی بڑی وسیع عمارت بس ایک خیال پر مبنی ہو اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو یہ ایسا واہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے درجے کو نہیں جھپٹتا یقیناً ان خصوصیات کا انحصار ان ہی چیزوں میں تو نہیں ہے جو ہم کو اپنے حواس ظاہری

سبح و بصرو وغیرہ کے ذریعے سے دریافت ہوں جو اس ظاہری کے علاوہ ہم کو جو اس باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک سبذ فیاض ملے و علائقہ فیضان عام ہر جس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ جو اس ظاہر و باطن کے علاوہ ایک حاسہ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا جو معلومات ہم تو اس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسہ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہوا ازاں عملہ جزئیات سے کلیات کا استنباد کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا اور دنیا میں مبنی ایجادیں ہوتی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر یہ نہیں کہ اس کی توضیح مزید کے لئے میں سائنس (علوم حکمت) کی کوئی مثال نہیں سکتا ایک دو نہیں بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔ مگر وہی دقیقہ دہی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کان اباعن جدائنا ہیں۔ کُلُّ حَيَوَانٍ يَخْرُاجُ ذَكَاءً اَلْاَسْفَلِ عِنْدَ الْمَضْعِ (جتنے جاندار ہیں کھاتے وقت اُن کے منہ کا نیچے کا چیز حرکت کرتا ہے) ایک کلیہ ہم نے بہت سے جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کرو کئی سو قسم کے جانور دنیا کے تمام آدمیوں نے ابتدا سے لے کر اب تک کئی سو نہیں کئی ہزار سے لیکن سبوں یا ہزار یا لاکھ یا کروڑ ہم کو کلیہ بنا لیجئے کا منصب نہیں تا وقتہ کہ کُلُّ حَيَوَانٍ ہمارے مشاہدے میں نہ آجائیں اور یہ ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ مشاہدہ جزئیات کی ایک حد ہے جس پر پونچ کر ہم کلیہ بنا لیتے ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ جو حیوانات ہماری نظر سے گزرے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم اُن پر بھی وہی حکم لگا دیتے ہیں اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے جس کو ہم نے کبھی دیکھا ہو اسی کلیہ کل حیوان يَخْرُاجُ ذَكَاءً کے ہمارے ہم پتہ پر آکر لیں گے کہ اُس کا بھی فکت اسفل عند المضع متحرک رہتا ہو گا تو ہم نے اُس کو مضغ کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور جب ہم اُس کو مضغ کرتے اور فکت اسفل ہلاتے دیکھتے ہیں تو ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ ہم نے کلیہ کے بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ اشرف المخلوقات ہے بھی۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور ممدالج اس سے افضل ہیں ایک ذرا سی بات ہر قوت پرور وہ ذرا سی ہے اس لئے کہ پیل اور کوئے اور چھوٹے چھوٹے تک

بے تکلف اڑے اڑے پھرتے ہیں۔ مگر انسان کے لئے وہ ایسی مشکل ہو کہ یورپ کے بے چین لوگ ہاتھ پاؤں بہتیرے مارتے ہیں مگر آج تک تو کوئی پرواز پر قادر ہوا نہیں۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے طیور انسان سے افضل ہو گئے عا شا و کلا لاکھوں کروڑوں طیور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں اس کی قید میں ہیں۔ تو انسان کی فضیلت کا سہہ میں ہی۔ اس کے حواس عقل میں۔ کہ گواہیں کا جسم پرواز نہیں کر سکتا مگر اس کے ذہن کو ہلاکی قوت پرواز دی گئی ہے۔

باوجود اس کے کہ پرو بال نہ تھے آدم کے

واں یہ چھپنچا کہ فرشتوں کا بھی مقدر دریتھا

وہ ذہنی پرواز کیا ہی یہ کہ وہ پرندوں کی پرواز کی نقشہ کشن (ساخت) کو دریافت کرنا ہی کہ پرندوں کے جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہو کہ وہ پرواز کر سکتے ہیں۔ گواہی اڑ نہیں سکا مگر اس نے بے اڑنے کے علم دریافت کر لی ہو اور اس سے کچھ دور نہیں۔ سب پر کی تو وہ اب بھی اڑتا ہی کسی نہ کسی دن آپ بھی بے پر کے اڑنے لگے۔ کیوں کہ پرواز سے بہت زیادہ زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیئے ہیں اور کر رہا ہی۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہو رہی یعنی اہل یورپ کا نہ ہم طیور کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ہماری پرواز کی حد تو ہمیں تک ہی کہ عملی گڑھ کالج کے شریعی ہال میں جلسہ ہونے کو ہوا طالب العلم اچک اچک اور چھک چھک کر اوپر گیلیری میں جا بیٹھے۔ خیر تو غرض یہ کہ انسان میں حواس عقل طبری چیز ہو اور ادراکات عقلی ہم کو ایسا ہی لقین دلا سکتے ہیں۔ جیسے مشاہدات۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا ہو اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری روح خالی نہیں۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی دو چیزیں ہیں ضد یکدیگر۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور بُرے اور جس طرح ہم اوپر سے وزنی چیز گرائیں اور وہ فاصلے اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سوز زمین پر گر رہے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اور جس دن وہ نتیجے کامل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرت یا عاقبت یا قیامت ہو۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے

کے لئے ہم کو کسی ثبوت کی بھی ضرورت ہے جس طرح ہم کو ایک چیز سفید دکھائی دیتی ہے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ سفید ہے جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سوجھتی ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرت کے آنے کا یقین نہ کریں ہماری فطرت ہماری بناوٹ ہماری ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہی ویسے ہی اور اکات عقلی کا بھی ثبوت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مشاہدہ مابعد سے دوسرے ادراکات عقلی کی تصدیق ممکن ہے ان ادراکات مذہبی کے لئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت آئے گا تو الٹ کر اس مقدم زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکے گا یَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِي اٰيْمَانِهَا خُدْرًا (جس دن پروردگار کی نشانیں میں سے قیامت کی نشانی آجود ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا میں مذہبی ادراکات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبت سے انکار کرنے۔ مگر ان کا یہ انکار من چاہے منڈیا ہلا کے کیا مستند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے دل بول رہے ہیں کہ قیامت آئی ہو۔ وَاِذَا قِيلَ اَنْ وَعْدُ اللّٰهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا ذَيْبُ فِيْهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِيْنَ (اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں دراشک نہیں تو تم اس کا جواب دیتے ہو ہم کو تو معلوم نہیں۔ ہاں ایک یوں ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہے مگر جس کو یقین کہتے ہیں وہ نہیں، ذرا ان لفظوں پر خیال کرنا اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا انکار نہیں ہے مگر ویسی تسلیم بھی نہیں جو ایک ادراک عقلی کی نسبت ہونی چاہیے جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقت میں عجائب المخلوقات ہے اس کے ارادے اس کے حوصلے اس کی ہمت کو دیکھو تو عرصہ زمین و آسمان اس پر تنگی کر رہا ہے اور جیسے آپ ضعیف البیان ہیں معلوم ہستی مختصر بے ثبات قوتیں ناقص نا تمام ۷

فرش سے فرش تک کر رہا ہے اپنا زور

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور

سینے میں قلم کو لے قطرے کا قطرہ رہا | بل بے سمائی تیری اُت رے سمندر کے چور

خدا نے آنے والی ہستی کی اس کو ایک جھلکی تو دکھا دی کہ اس کے دل میں اُس کی گواہی موجود ہے اور کسی مصلحت سے بچشمِ سر دکھانے میں کیا مضائقہ طبیعت تو اس کی بے چین تھی ہی اب اس کا حال یہ ہو کہ نہ تو اس خیال کو چھوڑ سکتا ہو کہ طبیعت نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیت معلوم کر سکتا ہو کہ وہاں تک رسائی نہیں پس اس کی مثال اُس انجینیر کی سی ہے جو ایک نئی کل کے بنانے کی فکریں ہے منصوبے تو بہتر سے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعدنہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لا کر دیکھے اور یہ کلیں جو ایجاد ہو کرتی ہیں تو ان کا یہی قاعدہ ہے کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اُس کو بنا کر دیکھا بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن بگڑ کر ایک بات پیدا ہو جاتی ہے اور اُس میں اصلاح و ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ مذہبی منصوبوں میں یہ بڑی قباست ہے کہ ان کا صحیح و غلط ہونا ہم کو اس زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چک (روک) نہیں۔ ہر شخص ایک منصوبہ سوچتا ہے اگر وہ صحیح ہو تو دوسرے سے اُس کی صحت تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہو تو اس کی غلطی کی گرفت دشوار ہے۔ یہ اصلی سبب ہے کہ کیوں مذاہب میں اس کثرت سے اختلاف ہے اور کیوں اختلافِ مذاہب یو مافیوماً بڑھتا چلا جا رہا ہے وَ كَوْشَاءَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَھُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنۢ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَھُمْ (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر خدا کی مہر ہو اور اسی لیے انسان کو پیدا کیا ہے) اختلافِ مذاہب کو بڑھتا ہوا دیکھ کر لوگوں کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے کہ دنیا میں بے دینی پھیلی جاتی ہے۔ اختلاف کی ترقی اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ کثرت سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلافِ مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہے اور میں اس کو قصور سے تعبیر بھی کر سکوں تو نفسِ مذہب کا ہے۔ وہ مضمون ہی ایسا ہے جس کے شکوک اس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے اگرچہ یقیناً معلوم ہے کہ اختلافِ مذاہب تا قیامت رفع نہیں ہو سکتا اور اسی لیے روزِ قیامت کا دوسرا نام ہے یَوْمَ الْفَضْلِ اور اس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جا بجا اور بار بار بیان فرمادی ہے وَفِيْہِ لَکُمْ نَصْرٌ

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ دُجُنَّ بَاتُونَ میں تم لوگ اختلاف کر رہے ہو قیامت کے دن خدا سب تم کو بتا دے گا، غرض اگرچہ اختلافِ مذہب تا قیامت رفع ہونے والا نہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبت میں آج جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ وَمَا تَوْجِیْہُہٗ اِلَّا لَیْلٍ مَّعْدُودٌ یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلُمُ لِنَفْسٍ اِلَّا بِاِذْنِہٖ فَمَن شَاقَّ شَاقًّا مَّا الَّذِیْنَ شَقُّوا فِی النَّارِ لَہُمْ فِیْہَا ذَفِیْرٌ وَشَہِیقٌ خَالِدٰیْنِ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ اِنَّ رَبَّکَ فَخَالٍ بِمَا یَرٰیْدُ وَمَا الَّذِیْنَ سَعِدُوْا فِی الْحٰجۃِ خَالِدِیْنِ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّکَ عَطَاءٌ اٰخَرٌ فَحَدِّثُوْا۔ (یہ وہ دن ہے جس میں سب آدمی ایک جگہ جمع کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس کو سب آدمی دیکھ لیں گے اور ہم اُس کے لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو معدودے چند دنوں کی جس وقت وہ دن آسودہ ہو گا کسی کو بات کرنی کی مجال نہ ہو گی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بد بخت ہوں گے اور بعض خوش نصیب تو بد بخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں چلائیں اور وہاں گے اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو خوش نصیب ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہے مگر جو خدا کو منظور ہو یہ خوش نشین ہیں جن کو انقطاع نہیں، غرض اختلافِ مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبت میں تو جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے۔ اس اختلاف نے دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اٹھار کھا ہے سب سے بڑا جرم جس کا انسان مرتکب ہو سکتا ہے قتل اور خونریزی اور خونریزی کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں لیکن تمام اسباب کثیر الوقوع اور نادر الوقوع ایک طرف اور اختلافِ مذہب ایک طرف اس پر بھی اختلافِ مذہب ہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ جتنے خون ابتداءً دنیا سے آج تک اختلافِ مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا جمع کیا جانا ممکن ہوتا تو ایک دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب ایسا سفاک ہے کہ وہ اس کو بھی دیکھ کر

پکارا اٹھا اھل من فرید (کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہے کہ لوگ اس قدر مستعمل ہیں کہ قیامت کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو منہ پرستی سے محروم کر دے۔ مسلمان تو ناحق میں بدنام ہیں گودی ڈاگ اسے بیڈ نیم اینڈ ون گٹ ہم اوٹ (گتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر باہر کرو) کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اُس نے موقع پا کر ٹالیشین (تخل) دکھایا ہے عیسائی جن کے مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک گلے پر کوئی طماچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے کر دے کہ اس پر بھی دستِ شفقت پھیر اور جب تک آدمی ایسی موٹی نہ بن جائے آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ کروسیڈ عیسائیوں کے جہاد کے ہاریل کانسکیوئسز (خوفناک نتائج) سے قطع نظر کرو عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دو اکوڑھونڈے نہ ملتے۔ مین از وی میں آل دی ورلڈ اور (تمام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں)۔

ہر ایکے ناصح برائے دیگران

انا صبح خود یا فتم کم در جہان

الغرض مذہب کا یہ بڑا خطرہ عاقل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام و ارتباط قائم نہیں ہونے دیتا اور اتفاقی ایسی بد بلا ہے کہ شخصوں شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فریق اس نقصان اٹھاتے ہیں تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھانہ سکیں کم سے کم اتنا تو کریں کہ اس کو اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں۔ مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھانا چاہا پانی کی جگہ لگے کرو سن آئل (دھٹی کے تیل) کی بھر مار کرنے پس اب وہ آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا۔ آپ سمجھے کہ کرو سن آئل سے میں نے کیا مراد رکھی ہے کہ کرو سن آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیے دلوں کے دکھانے والے اور ضد اور مخالفت کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ مناظرے سے التیام کی کوئی صورت پیدا ہو عداوتیں قائم ہو گئیں۔ وہی جیسا ابراہیم ؑ نے فرمایا تھا۔ بَدَا عَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا (ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے کھلی دشمنی ہو گئی) اگر

مذہب دنیا سے سروکار نہ رکھتا ہوتا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ بدیں خود عیسیٰ بدیں خود۔ مگر بڑی مشکل یہ آکر پڑی ہو کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا منہ زور تو ہو کہ مذہبی لگام کے بدون کسی ڈھب سے قابو میں آنے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو گو سلطنت اور حکومت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہو مگر بڑا دخل مذہب کا ہو۔ ایک ملک فرض کرو جس کے باشندوں کو نہ خدا کا خوف ہو نہ عاقبت کا اندیشہ پھر دیکھیں تو کون سے منظم گو وہ انگریز ہی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیسے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کسی طرح چھٹکارا نہیں۔ آدمی ہی تو جس طرح وہ بادی البشرہ مستقیم القامہ علیض الاظفار ہی لیجس (مذہبی) بھی ضرور ہو اور رلیجن (مذہب) ہی تو رلیجن کے اختلاف بھی ضرور ہو اور اختلاف ہی تو اس کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہو۔ یہ کشمکش ہمارے اس بد نصیب ملک میں چند روز سے بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو۔ مسلمان جن کا چولی دامن کا ساتھ ضرب المثل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سبج بھی تو ہو جب تک انگریز کے تھے چولی اور دامن کی ضرورت تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو چولی اور دامن دونوں سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہو کہ برہمن یا ماضی ہندو مسلمانوں کے جھگڑے کیوں از سر نو تازہ ہو گئے ہیں ہم کو تو یہ تو قہ تھی کہ انگریزی تعلیم مارلش سکاٹی اور عصب جہالت کی ظلمتوں کو دور کرتی ہو عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خط ہیں متفرق الملاقات لیکن ہندو مسلمان اس ملک میں کوئی نئے آکر نہیں بسے دونوں مذہبوں میں کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی سلطنت جس کے بیچے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا نے دونوں سے بے کر تیسرے حق دار کے حوالے کر دی پھر یہ بیٹھے بٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کبھی کی اگلی بھولی بوسری خصوصیتیں از سر نو تازہ ہوئیں۔ ہاں تو ہوا یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی باگیں ڈھب چھوڑ دیں آزادی کے جھنڈے سے تو کوئی انگریزی مانع غالی نہیں اپنی ولایت میں انہوں نے دیکھا تھا کہ دنیا میں لاکھ دونوں کی ایک دولت آزادی ہی

اور یورپ میں ساری رونق اور خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہو۔ رعیت پروری کے جوش میں اگر اس بات پر توفیق نہ کی نہیں کہ میٹوز کو اس نشے کی سہارہ بھی ہو یا نہیں۔ بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہو گئی کہ ایک نادان ماں نے دودھ پیتے تھے بچے کو قوی قوی غذائیں کھلانی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قوی غذاؤں کو ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنت کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چند سے اور صبر کیا ہوتا ہندوستانیوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے رچ جاتے تو بدترجیح ان کو آزادی دینے کا مضائقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہو کہ محدودے چند کو تو ڈالو بھاریں ہندو اپنے سوا سبھی کو بھڑکھڑ (ناپاک) سمجھتے ہیں ازاں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سوان کے مذاقوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ فقیر اپنی ہی پرانی وضع کو نبھا رہے چلا جاتا ہو اور محکوم اسی میں آسائش بھی ملتی ہو اس پر صرف اتنے تعلق سے کہ کانفرنس میں برسوں دن آکر لکچر دے دیتا ہوں وہ بھی طوعاً نہیں بلکہ کرہاً اور اپنے زعم میں سید احمد خاں کی لاگ لپیٹ کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چوں کہ کانفرنس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہی اور سید احمد خاں مسلمانوں میں انگریزی کا رواج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہو اور انگریز نصاریٰ ہیں اور نصاریٰ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب نار ہیں اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق کھ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر نہ بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہو کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے ۵

ایک مومن با صفا و اوہم کافر

ایک درہم ملک یک مسلمان نبود

کفر تو آپ نے بہت سنے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھئے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ قلیط ہوتا چلا آیا ہو۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجھ کو اپنے کفر کے سلسلے پر بچوں کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ انار کا اٹھالائی اور وہ دن اُس نے لا کر کسی ایک لکڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھ کر کھائے لکڑی میں تھا شگاف وہ دن

درز میں چلا گیا اب یہ بہتیرے جتن کرتی ہو چوہے دانے تک نہیں ٹھنکتی۔ ناامید ہو کر بیچاری فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سوکیا۔ کوئے نے کہ یہ بڑا سیانہ جانور ہے اور اس کے سیان پت کا نتیجہ بھی معلوم ہے اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھئی سے جا کر کھو وہ کاٹ چیر دے گا۔ اور تیرا دانہ تجھ کو مل جائے گا۔ چڑیا دوڑی دوڑی بڑھئی پاس گئی اس نے کاٹ کے چیرنے سے انکار کیا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی پھرتی تھی۔ بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سوکیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھئی پر ڈنڈ کرے۔ راجہ نے بھی اس کی فریاد نہ سنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سوکیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جاؤ اس نے بھی نہ مانا تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں۔ راجہ بڑھئی ڈانڈتا نہیں بڑھئی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چکوں سوکیا۔ اسی طرح چڑیا چوہے اور بلی اور کتے اور لٹھی اور آگ اور پانی سب کے پاس فریاد دے گئی اور کاٹ سے دانہ اگلو کر رہی۔ میں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سلسلہ میرے کفر کے سلسلے کے متواری چلا جاتا ہے غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے ضبط کئے کا ظر نہ اُن کا تھا نہ ان کا۔ انگریزوں نے آکر پاپی آزادی کی دو آتشہ برانڈی۔ پینا تھا کہ لگے بنکارنے۔ کچھ تو مدراس میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو جا کر سن آؤ۔ ڈرہی کہ کہیں سمندر میں نہ گر پڑیں۔ کتنوں کو مفلٹس (رسالوں) اور آرٹیکلوں کی بڑلگی ہو۔ یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافات ہو۔ رہی زبانی سوانح گیزی خوانوں کی گفتگو کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدلیوں کا رونا ہوا اور بس۔ اس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کو تولیوں اسٹریڈ (منقبض) کیا اور آلبس میں رعایا بارغیا جیسی کچھ جوتیوں میں دال بند رہی ہے اعظم گڑھ غازی پور بمبئی پونا جونا گڑھ برما کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانوں کو آزاد کھی دینا جائز رکھتی ہے تولیوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہے اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی ہے کہ کوئی سر مذہب کے ضبط سے حسالی نہیں۔

کسی میں ٹالرین کا نام نہیں جتنے آدمی دتے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور مشتہر کرے سر بازار پکار پکار کر برا کہے کسی طرح کی ممانعت نہیں۔ ایسے ملک کے امن کا خدا حافظ۔ مگر ایک بار میں آپ صاحبوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق بگڑے تو کیوں بگڑے۔ بگڑے انگریزی تعلیم سے۔ اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا اور مجھ کو انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری۔ میں انگریزی تعلیم کی ضرورت کو مسلمانوں کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطے کہ اس کی تعلیم علی گڑھ کالج کے طور پر ہو کہ لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور بھلے مانس بھی رہیں۔ نہ تو گورنمنٹ کو ان کی طرف سے کسی طرح کا کھٹکا ہو اور نہ ہمسایوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا پھونچے لیکچر پر خود بخود اینڈی کانگریس کا سازگ آگیا اگرچہ میرا مقصود نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کانفرنس کا لیچرٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم مروجہ کے نتائج میں غور کرے۔ میں نے علی گڑھ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کنڈینٹ (قیع) کر دکھایا ہے۔ سو یہ کچھ سید احمد خاں کی موند دیکھنے کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سیرکلنگ کالون جیسا سٹیٹسین (مڈیر) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو ان طالب علموں کا ٹریننگ (تربیت) ہو کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ ان کے اخلاق ان کی تہذیب چال چلن کی نگرانی اور خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجھ کو پورا بھر دوسرے ہی کہ ان شاء اللہ یہ لوگ سید احمد خاں کی سرپرستی میں تعلیم پا کر اچھو کیٹڈ جنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہوں گے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھیں گے۔ آمین۔ اب میں انگریزی خواں طالب علموں کو عموماً اور علی گڑھ کالج کے طالب علموں کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علموں کو دراستہ ہو کر سنو۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروسن آئل سے تشبیہ دی تھی اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروسن آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کنڈینٹ (قیع) کے سوا اس میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز نہیں سکتا۔ سر جارج ایڈمنسٹریٹو کے زیر نظر انڈین پبلیک ٹریکٹ کے سوا اس میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز نہیں سکتا۔

(مجموعہ تخریبات ہند) ترجمے میں شریک مخلوب میں بھی تھا اس وقت کمبیسٹل میٹر کا وزنی کولر اکویولینٹ (مراد اُردو) رکھا گیا تھا جھک سے اُڑ جانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب اور توسار ترجمہ بھول گیا غراتب لفظ کی وجہ سے جب کبھی کمبیسٹل نظر سے گزر جاتا تو فوراً اس کا ترجمہ ”جھک سے اُڑ جانے والا“ یاد آ جاتا ہے۔ پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں کی کچھ کمی نہ تھی معلوم نہیں اور ملکوں کا کیا حال ہے مگر یہاں تو مذہب اٹڈے بچے دیئے چلا جاتا ہے ہمارے دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہو گئے بلکہ یہ عملداری مذہب کو کچھ ایسی سازگارائی ہے کہ مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اچھل کو ذریعہ معلوم ہوتی ہے یا تو بچپن کا تقاضا ہے یا جہاں سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ترقی کر رہی ہیں مذہب نے بھی نسل میں ترقی کی ہوئے مذہبوں میں جس بڑی اودھم مچا رکھی ہے سائنٹفک مذہب یعنی فلسفہ جس کو لوگ شمس کے نام سے پکارتے ہیں سائنٹفک کو یا نیچر مطلب ایک ہی ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ لوگ لفظ نیچر کی بڑی مٹی پیدا کر چکے ہیں اور اب تک بھی کر رہے ہیں اور یہ لفظ تقاضا ہے بشریت نیچروں کے سامنے پر ضرور گراں گزرتا ہوگا۔ لفظ سائنٹفک میں سوائے اس کے کہ انگریزی ہے اور کوئی عجیب نہیں۔ اختلاف مذہب تو ایسی بد بلا ہے کہ اتنے بڑے ہندوستان میں صرف دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیے بس کرتے تھے نہ کہ کوڑیوں مذہب اور سب میں بھوٹ۔ اس پر تشریف لائے نئے سائنٹفک صاحب کہ بڑے میان سو بڑے میان چھوٹے میان سبحان اللہ۔ انھوں نے تو اتنے کے ساتھ کل مذہبوں پر چھاڑو پھیرنی شروع کی۔ مسلمان جو انگریزی سے بدکتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ انگریزی میں کیا دھڑا خدا نہ کہا۔ گاڈ کہا۔ یس کی گاڈ تو سائنٹس ہے اور یہ جیسا اسلام کا دشمن ویسا ہی ہندوؤں کے مذہب کا۔ اور مسلمان یہ سن کر بڑا تعجب کریں گے ویسا ہی بلکہ سب سے بڑھ کے خود انگریزوں کے مذہب عیسائیت کا۔ اگر مسلمان سائنٹس کو جانتے ہوتے تو ایسے لغو اور بے اہل بات بھی بھی منہ سے نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھوائی جاتی ہے انگریزی

پڑھ کر مسلمان مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہے کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا
 اگر کسی کو سائنس چرگیا اور اُس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں ناخن تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دونوں
 دیدے پٹ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھ کر کیا عیسائی ہو گا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو ان
 کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہے۔ اور یوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا جائے تو لا مشائخہ
 فی الاصل لاجبچارے نیچریوں ہی نے ایسا کس کا باپ مارا ہے کہ یہ قسمیں کھا کھا کر اپنے پیس مسلمان
 کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقت ہی منکشف نہیں۔
 نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل والخل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر انہیں اُس
 سے بڑھ کر سرسید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک سُننے سُنائے مجھ کو معلوم ہیں اُس کی بُسے
 نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہے جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا ہے۔ ان کی نیٹ کے
 نیچر ہونے میں تو ہر کہ شک اور کافر گردد۔ مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اسلام اور سائنس میں توافق
 پیدا کرنے کے لئے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیے ہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ان
 باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف فیہ ہیں تو شاید ہر ایک
 مذہب کے مقابلے میں چند آئٹم (مذات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں مثلاً ہم اسلام
 اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہے اسی قدر ہیں کہ عیسائی تثلیث کے قائل
 ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے ہم کہتے ہیں نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں
 خدا عدل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ کفارے کی ضرورت واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کر سکتا
 ہے اور کفارہ کوئی چیز نہیں۔ مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا۔
 مگر امور متنازع فیہ یہی دو چار ہیں اور بس۔ لیکن نیچری ٹھیرے گھر کے بھیدی یہ اصول اور فروع
 جہاں کہیں فی زعم ضعف پاتے ہیں حملہ کئے بدوں نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے
 کا ایک طومار بن گیا ہے اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پرانا تہذیب الاخلاق اور نو مسلموں کے
 نام کیا گنواؤں۔ مولوی مہدی اور مولوی چراغ علی کے تمام ملفوظات اور میں لپٹتیں بھی

کیوں مستثنیٰ محروم خدا گناہوں کو معاف کرے کبھی نہ کبھی نیچر یوں کی سی کوئی نہ کوئی بات
 میرے قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچر یوں کے مذہبی لٹریچر کا بجائے خود ایک کتاب خانہ
 ہو اُس سب کو کریدنے اور پھندوڑنے کے لئے تو مدین چاہئیں مگر میں اس مقام پر صرف ایک یاد دہی
 بر مارک کرتی چاہتا ہوں۔ مجکو خوب معلوم ہے کہ یہ کافر نس مذہبی کافر نس نہیں ہے اور یہاں دین و مذہب
 کی گفتگو آنی چاہئے نہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مسلمان ہر ایک بات میں مذہب کو سنے دوڑتے ہیں۔
 اور تعلیم پر تو ساری بھر مار مذہبی توپ خانے ہی سے ہو رہی ہے۔ میں نے اپنے نزدیک مذہب حق کی شناخت
 یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل نہ ہوں اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے
 جو میرے دل کو تسلی ہوئی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل
 نہیں پاتا۔ اسلام نے نیکی کا ایسا سسٹم در رکھا ہے کہ آدمی وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں
 مبتلا رہ کر بھی آسانی کے ساتھ اُس درجے پر پہنچ سکتا ہے۔ انسان کی ایک خاص طرح کی بناوٹ ہے
 اور گو وہ اشرف المخلوقات ہے پھر بھی معذوریات میں مجبوریات ہیں کمزوریات ہیں خَلْقُ الْاِنْسَانِ
 ضَعِیفًا انسان کو ضعیف بنانا اور اُس پر احکام سخت کا اتنا بوجھ لا دنا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے ظلم
 صریح ہے۔ تَعَالٰی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ الشَّیْءًا شِیْئًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلّٰمٍ
 لِّلْعَبِیْدِ۔ وَمَا اللّٰهُ بِیْرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ پھر ناممکن التعمیل کے پیرائے
 ہیں دو عملیات میں یہ کہ ہم تعمیل نہ کر سکیں مثلاً فرض کرو کوئی مذہب ہم کو ایسے روزہ کا حکم دے کہ
 ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خود کشی کا مرادف ہوا۔ مجھ دایسے روزہ کا حکم سن کر ہم کو یقین کر لینا
 چاہئے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم ہے اور نہ یہ مذہب مذہب حق اسی طرح معتقدات میں کوئی بات ناممکن البتہ تو
 ہم اس کو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن التعمیل ہے بھی مثلاً فرض کرو کوئی مذہب تعلیم
 کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجر د اتنی ہی بات سے ہم سمجھ لیں گے کہ یہ مذہب غلطی مذہب نہیں ہے۔
 سائنس اور اسلام میں جو تنازع آخر قایم ہوا ہے۔ وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو بایں سائنس کی رو سے پایہ
 تحقیق کو پہنچتی ہیں۔ اسلام جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ رکھا ہے ان کے خلاف ظاہر کرتا ہے اور مشکل

یہ اگر پڑی کہ سائنس کے مسائل ملنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہے کہ اسلام کو نامکمل یقین سمجھا جائے۔ اب سمجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام متعارف میں کیا جھگڑا ہے۔ اس رواد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ سائنس پر سچی ہے کیوں کہ سائنس جو بات کہتا ہے اس کا مشاہدہ کر دیتا ہے اور مشاہدے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ثبوت ہو نہیں سکتا جب تم نے سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقت کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچریوں کی قدر آئے گی کہ یہ ملعون فرقہ اسلام کی کیسی خدمت کر رہا ہے۔ فیکٹس (واقعات نفس الامری) کو تو کوئی ریڑسٹ (دفع) کہہ نہیں سکتا تھا اور بدی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی ڈفیٹ (شکست) ہو نیچریوں نے اپنی تدبیر سے اس ڈفیٹ کو آئریل ریشن (عزت کے ساتھ لوٹ جانا) بنا دیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفر ہی سمجھو تاکہ تم ڈفیٹ اور ریشن میں فرق کر سکو میں قرآن کی ایک آیت مناسب مقام پر لکھتا ہوں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتِلْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَاهِقُوا** **فَلَا تُولُوا لَهُمُ الْآدْبَارَ وَمَنْ يُولُوا لَهُمْ يَوْمَئِذٍ ذُرِّيَّةُ الْأَمْثَلِ وَالْقِتَالِ أَوْ مَتَجِئُوا إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ** **بِقَضَبِ مِنَ اللَّهِ وَمَا أُولَاهُمْ وَبَشِّرِ الْمَصِيدُ ذَايَ مُسْلِمَانِ وَجِبَ كَافِرُونَ سَبِيلُ كَرِطُو** **تَو** **دُشْمَنُ كَ سَانِي سَ بَہَا كُومَت اور جو بھاگے گا تو خدا کے غضب میں آگیا اور اُس کا ٹھکانا** **دُورِخ ہر فَلَائُوا لَهُمُ الْآدْبَارَ** میں ڈفیٹ یعنی ہزیمت کی طرف اشارہ ہے اور **مَتَجِئُوا إِلَىٰ الْقِتَالِ** **أَوْ مَتَجِئُوا إِلَىٰ فِتْنَةٍ** ریشن ہے۔ مسلمانوں کی ابتدائی لڑائیوں میں احد کی لڑائی بگڑ گئی تھی اور اس کے بگڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کے ایک دستے کو ایک ناکے پر متعین فرما کر حکم دے دیا تھا کہ لڑائی بنے یا بگڑے تم اسی جگہ جے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو بگادیا ناکے کے وائے سمجھے کہ بس لڑائی جیت لی جگہ سے ٹل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پر سیاد باؤ ڈالا کہ سب کے پاؤ اُٹھ گئے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی یہی وہ لڑائی تھی جس میں پیغمبر صاحب زخمی ہوئے اور دشمنوں نے تو یہاں تک اڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان جو پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے ان میں حضرت عباس بھی تھے اور یہ دیکھ

ہیر الصوت انھوں نے بھاگتوں کو ڈانٹا کہ لوگوں کو ہر چلے جا رہے ہو پیغمبر صاحب تو یہ موجود ہیں
 بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی منہبل گئی مگر چوں کہ مسلمانوں کے بہت آدمی ضائع ہو گئے
 تھے کچھ شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست
 ہو جانا چنداں پروا کی بات نہ تھی مثل مشہور ہے اُنْحَبِثْ سِجَالُ الدُّرِّ اَنْ تَكُونَ كَالدُّرِّ اِنْ هُوَ اَسْفَلَ
 لَوْ اَنَّ بَانِي بَهْرَتَاہِ كَبْهِي كَوْنِي اَمَّا دُلُوں كَا شَكْسْت ہو جانا غضب تھا چنانچہ جب لوگ چھینتی ہوئی فوٹیں
 لے کر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مواظبت علیہ سے ان کی ٹیری تسلی کی اور یہ
 بھی فرمایا کہ تم نے حکم لاکو لہم الا ذباکہ کا نقض نہیں کیا بلکہ تمہارا جگہ سے مل جانا مَحْضًا فَاَلْقَالِ اَوْ
 نَحْضًا اِلٰی فِئَةٍ کی قسم کا تھا۔ سو جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ذفیت سمجھا
 ور پیغمبر صاحب نے اس کو رشتہ قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہے کہ عام مسلمان نیچریوں
 لی تاویل اور توفیق کو اسلام کی ذفیت سمجھتے ہیں مگر وہ ذفیت ہے نہیں بلکہ رشتہ ہے اور رشتہ
 بھی آنر بل رشتہ۔ بایں ہمہ نیچریوں کی کارروائی کی نسبت میلر کا خیال ہے جس کا ظاہر کر دینا
 پنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ خیر خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر حد اعتدال سے اکسیڈ
 متجاوز ہو گئے ہیں اور ان کا اکسیڈ ہونا میرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے یہاں
 سلام سے میری مراد اسلام متعارف نہیں کہ وہ تو اگر نیچری لاکو جتن بھی کرتے سائنس کے زرد سے
 محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ وہ سچا اسلام وہ خالص اسلام پور خالص سونڈہ محکم، اینڈ پرفیکٹ (کامل) اسلام ملا
 اس کی بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط اور استوار اور مستحکم ہے کہ سائنس کے کیسے ہی جھگڑ چلا کریں اس کو
 بر بھی تو نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرانے کا یہ دستور ہوتا ہے کہ کچھ اس کو دیا یا کچھ اُس کو دیا
 دونوں مخالف ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچری ہر ایک بات میں اسلام
 ی کو دیا گئے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ حکم کا ہے کہ اس خاصے سائنس کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے
 سائنس اور اسلام کے نزاع کی روداد ایک طرفہ ہے اس لیے کہ سائنس کی طرف ثبوت میں
 ممکن الترمید۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور

اگر کسی ایسے ایک مسئلے سے بھی اسلام مخالفت کئے اور اسلام تو کیوں مخالفت کرنے لگا تھا مگر یوں کہو کہ اسلام تعارف میں لوگوں نے اسلام سمجھ رکھا ہے مخالفت کئے بے شک بے ناس سائنس کی جانب داری کرو اور عوام کو پڑا کیے لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقابلے اور اقلیدس کا نام تو نہیں ہے سائنس ایک دریا سے ناپیدا کنارہ جس کی نسبت سائنس کا گرو گھٹال سرانیک نیوٹن (تعجب ہو کہ تم لوگ اس شخص کا نام سن کر غلطیاں گھڑتے نہیں ہو گئے نہ کسی نے نعرہ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی، یہ سرانیک نیوٹن کھ مہر ہے کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہے کہ ایک ناوان لوط کا سمندر کے کنارے بیٹھا گھونگے اور سیپاں جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہے کہ حاصل بحری چند گھونگے اور سیپاں ہیں اس کو ان بیش بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو قعر دریا میں مدفون ہیں۔ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نئی نئی باتیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ انکلیں دوڑا رہے ہیں دیکھئے گوہر مقصود ہاتھ لگتا بھی ہے یا نہیں۔ مَا لَهُ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُوَ إِلَّا أَنْ يُفَكَّرَ (ان کو اس کا علم نہیں مگر زانمان ہی گمان ہے یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم ان لوگوں کی تعین و تحریر کو بھی قطعی الثبوت میں داخل کر لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو ان کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ان کی صداقت کا یقین نہ ان کا ماخذ متعین۔ بایں ہمہ ان کے رطب و یابس کو کان دبا کر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشہاد کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار لوگوں نے عبادت سمجھ کر عمریں صرف کر دی ہیں ان کی اتنی بھی تو وقعت نہیں جتنی انگریزی نادلوں۔ (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقید کے لئے دور دراز ملکوں کے سفر کیے ہزاروں راویوں کے لائف تحقیق کی کہ ان کی دیانت کیسی تھی ان کا حافظہ قوی تھا یا ضعیف پھر جس سے روایت کرتا ہے اُس سے اس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر روا کے وقت دونوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جائے گی تو اس میں ایسا لو کیا ہے کہ اختلاف نہ ہو تو جو اختلافات تحقیق ہوئے وہ بھی ان بزرگوں نے بے کم و کاست ظاہر

کر دیئے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار ہو۔ ایک مجسٹریٹ تھا اور اُس کو عام گواہوں کی طرف سے بھی بے اعتباری جب کوئی گواہ اس کی رو برو پیش ہوتا توکیل خصم کی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے تو اس کی چھت میں کڑیاں کتنی دیکھیں تم کہتے ہو کہ یہ لوگ دری بچپائے بڑا کھیل رہے تھے نو دری میں کس رنگ کی کتنی دھاریاں تھیں زید کا منہ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں سا دھکا داکتنی جوتیاں تھیں سولہویں کتنی ساڑھے سولہویں کتنی۔ بعض گواہ جو واقعہ میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ابن باتو کا خیال میں کیا یا ہم کو یاد نہیں آیا جو جس کو یاد ہو بتایاں کرنا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مجسٹریٹ اس اختلاف کو رو شہادت کی دلیل قرار دیتا حال اُن کہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیے قریب قریب ایسا ہی حال ہر اختلاف احادیث کا۔ لوگ اختلافات سے گھبراتے ہیں اور میں ہی اختلاف دیکھ کر حدیث کا گرویدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہوتا۔ اختلاف کا دلالت کرتا ہے تضعیر تو مطلب یہ ہے کہ سائنس کی تحری کو یقین کی سی وقعت دی جاتی ہے یہ ایک عام اور فطری ہر جس کی وجہ اسلام کی بڑی ہی تلفیاں ہوئی ہیں اور جو یہ ہیں۔ اب مثلاً ابتدائے آفرینش کی بحث ہو چھری ہوئی ہے کہ پہلے اجزاء سے صغار دنیا طیس دنیا کو کم نبت نامہ ہی یاد نہیں کہ دنیا طیس ہی زیادتیالوسی ہے ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا ہو پھر پانی کے قویج سے کث اور کھوں کے تجربہ جانے سے زمین اور اجزاء سے ارضی کے اجتماعات خاص نباتات اور حیوانات اور اربابہ حیوانات بندر اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کیں لاکھوں کروڑوں برسوں میں باکرہ ہوئے ہوں گے یہ ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد و ضعیف پر جو نتیجوں کی عمارت کھڑی کی جائے اس کا اشتہار کام دیکھنے کے لائق ہو کہ لَبَّيْكَ الْعَالَمُ الْعَدُوُّ بَيِّنَاتٍ اِنَّ اَدُوَّكَ الْبُيُوتُ لَبَيَّتِ الْعَالَمُ الْعَدُوُّ۔ جیسے مگر ہی کہ اُس نے ایک گھر بنایا اور سب گھروں سے زیادہ بودا مگر ہی کا گھر ہے۔

مذہب ان کا سیر کے قابل

نہ کہے لہر کے قابل

ایک زمانہ پری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقتوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرور دہور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لَا یَعْلَمُ الْغِیْبُ إِلَّا اللّٰہُ۔ جب ہم پری ہسٹارک یا تاریخ منضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتداء سے آفرینش کے اسرار کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پائدار بنیاد ہیں کہ ہزار ہا برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی باوجودیکہ ان پر کتبے بھی ہیں مگر صفحہ ہستی سے ان کے سمجھنے والے محدود عمر پیغمبر صاحب کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج چھپیں کہ درآجی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفات میں اختلاف اور ابتداء سے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا کل کی بات ہو۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر بڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا۔ اس پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اُس سے اوپر خدوش بسبب گزشتہ واقعات کے دریافت کر سکتے ہیں انسان عاجز ہی تو آئندہ کے واقعات کو اس کا علم کیوں کر احاطہ کر سکتا ہے اور آئندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامت کے حالات جنت اور دوزخ کی کیفیت ثواب و عقاب کی نوعیت۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوت کیوری آسٹی (تفحص استنباب) بھی ہے کہ وہ ہر ایک چیز کی گتہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوت ہے جو پرواز رقی کے لئے بال و پر کا حکم رکھتی ہے اگر یہ قوت نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح فطری حالت سے ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکتا قطعاً

مرنگ از بیضہ بروں آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد خسرو و ثقل و تمیز
آں بنا گاہ کسی گشت و پیتر سے نرسید	وین ہمگیں و فضیلت بگزشت از ہمہ چیز

لیکن مارل فلاسفی (علم اخلاق) کی کتابوں میں بجائے خودش ثابت کر دکھایا گیا کہ انسان کی کوئی سی بھی قوت جب تک درجہ اعتدال میں ہو فضیلت ہو اور درجہ اعتدال سے گھٹی ہو بھی اور ریت

ہوئی۔ مثلاً قوت غضبی۔ توسط کے مرتبے میں شجاعت مدوح ہر افراط میں تو فرط میں صبر کہ یہ
 دونوں مذموم ہیں۔ اسی طرح کیوری آسٹی حد سے بڑھ جائے تو اس کو گریزی کہتے ہیں اور میں معافی
 مانگ کر آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انگریزی خواں اکثر اس قوت کیوری آسٹی کا
 اپنور دبا استعمال کرتے ہیں یعنی جہاں مسلح عقل نہیں وہاں بھی عقل کو لے دوڑتے ہیں اور
 اسلام سے اور ان لوگوں سے جو نہیں بنتی تو زیادہ تر اسی کیوری آسٹی کی وجہ سے ایور سے نہیں
 بنتی پیغمبر صاحب جن کے مشن کا خلاصہ تھا تیمم مکارم اخلاق إِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ انھوں نے
 اس قوت کیوری آسٹی کے قبضہ کی نسبت بہت کچھ فرمایا مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو اس پر نظر
 نہیں اور اس کا ضرر عاجل یہ ہے کہ بہت سے لوگ گم راہی کے کنارے پر آ گئے ہیں۔ مجھ کو
 تقاضا ہے وقت نے مجبور کیا ہے کہ اس بارے میں جیسی جیسی ہدایتیں ہم کو شارع سے ملی ہیں ان میں
 سے تھوڑا سا بیاں کروں۔ خدا نے عقل کو مدار تکلیف قرار دے کر قرآن کے متعدد مقامات پر
 عقل انسان کی رسائی کی ایک حد باندھ دی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ مثلاً روح کے بارے
 میں فرمایا يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا
 دای پیغمبر تم سے لوگ روح کا حال دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہ دو کہ روح خدا کا حکم ہے اور تم کو
 تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے پس مسئلہ روح کی نسبت ہم کو صاف طور پر منع کر دیا کہ یہ باتیں تمھاری
 سمجھ سے باہر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ غَيْبُ الْكُنْهَاتِ
 خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سوائے کسی کو اس کی خبر نہیں اور مزید توضیح کے لیے غیب کی مثالیں
 بھی بیان کیں إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ السَّاعَةُ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
 نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (قیامت کا)
 علم خدا ہی کے پاس ہے اور وہی پیغمبر سنا ہے اور پیٹ کے بچوں کو جانتا ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی اور
 کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس کو کیا پیش آئے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس جگہ مرے گا
 ان سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور وہی سب باتوں سے خبردار ہے۔ لیکن الْإِنْسَانُ جَوِشٌ

علیٰ صانع لوگ کیا باز آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ نجوم اور رمل اور جفر یا ہمارے زمانے کے مثلاً میٹر الا جکل آبرو ویشنز وغیرہ یہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور تلاش ہے جس کو خدا فرما چکا کہ تمہارے پس کا نہیں سائنس کی شوخیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ دیکھ کے برستے کا وقت تو وقت لوگ خود دیکھ کر اپنا تالبع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا چاہا برسایا اس سے بڑھ کر یہ جتنا کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سے دیکھ کر سمجھا کہ مرغی اس کے سوا کرتی کیا ہو کہ ایک وقت خاص تک ن رات انڈوں کو دبا کے بیٹھی رہتی ہے تو انھوں نے پہلے اس حرارت کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو پھینکتی ہے پھر چاہا کہ کسی تدبیر سے دینی ہی حرارت خارج سے انڈوں کو پھینچا کر چوزے پیدا کر لیں۔ بہتیرے جن کئے جس انڈے پر خارج سے عمل ایصال حرارت کیا گندہ۔ مطلب یہ کہ نہ پانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ہاں لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ انسان کے جنط کا بھی کچھ ٹھکانا نہیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے سینے۔ بدوں انڈوں سے چوزے نکلوانے کی جگہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو محکو سائنس کی بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کرتے ہیں۔ اَلَا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ مَكْرَہَاں نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھا دینی ضرور ہے کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جس کا وہ مستحق نہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر جگہ سائنس حل سکتا ہو۔

کہ جب ہا سپر باید انداختن

نہ ہر جا سے مرکب تو اں تاختن

مذہب میں اکثر باتیں ایسی پاؤ گے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا ہے جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعہ کے طور پر آئندہ واقع ہوں گے۔ مذہب خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے تعلیم کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل کی عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر دھندلے کہ دیکھنے نہ دیکھ برابر ہم اپنی فطرت کی رو سے اتنا تو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم کو مرے پیچھے ایک طرح کی ہستی ہوگی مگر کیوں کہ ہوگی۔ اور

ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کبھی یہ وہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لیے مشبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالاں کہ ان کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائر یعنی گہری ہو وہ بول اٹھتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں استہزا اور خردمند لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں بات یہ ہے کہ مذہب اصل مذہب تو محتاج کاوش و تفتیش ہی نہیں یہ سب خدع نفس ہے کہ لوگ محکمت کو چھوڑ کر متشابہات کی اُدھیر میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری ہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل سے مشکل نقشے حل کیا کرے اور جانے کہ میں بڑا جبریل ہوں۔ دین اور دین سے میری مراد ہی اسلام اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ چند خیالات ہیں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل درکار ہے اور نہ بڑی معلوت کی ضرورت ہے۔ مولانا سے روم فرماتے ہیں

فخر رازی رازدار دین بدے

گر با استدلال کار دین بدے

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجاز والکتاب کی مدح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین داؤد کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہے انسان عقل رکھتا ہے تو استدلال اس کا خاصہ طبعی ہے مگر میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصے کو حد سے زیادہ کلیٹیویٹ دتختہ مشق نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی ہوتی اور شبے کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہ ہی جاتا ہے اور جب بار بار اور کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوئے آدمی صاف و صریح باتوں میں بھی بے اصل شبہات کرنے لگتا ہے یہ ہے وہ خطرناک حالت جس کو بے دینی اور لامذہبی کی تمہید کہنا چاہیے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصود ہے فَکُونُوا عَلٰی حَذَرٍ وہ شیطان اور فرشتوں کا جھگڑا جس کا بیان قرآن میں ہے نمیشل ہی سہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جاسکتی ہے یہ ہے کہ اسی استدلال اسی کرپڑی اسی کٹھنچھی کی وجہ سے شیطان بے اندہ جاچکا ہے اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو

سجدہ کرے اور وہ لگا بحث کرنے اَنَاخِرُ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ علم جس کے
 درجے کو کوئی فضیلت نہیں پاتی کرپزی کے رنگ میں اگر ایسی منقصد بن جاتا ہی جس سے فروتر کوئی
 رذیلیت نہیں اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَلْكَوْهُمِ دیکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحاب کو
 بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ
 صحابی صفہ میں بیٹھے ہوئے قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد
 ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے سخت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے
 ہی جھگڑے تمہارے لیے لے کر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑ کر تم سے پہلے بہت سی اُمتیں ہلاک
 ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی سی ریس کرنے خیر دار جو آگے کبھی میں کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا۔
 ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کہا رات ہم ساتوں آسمان کی سیر کر آئے ان کی اس بات کا ایسا
 یقین کر لیا کہ اُلٹ کر یہ بھی تو نہ پوچھا کہ کیوں کر گئے اور کس طرح پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ
 تم کو کیوں کر یقین آگیا ہو گا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے ایک ایمان وہ تھے
 کہ کسی نے کلیلہ و منہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے بجیے لیں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی
 شیجر لیں کی بھی پڑی پڑانی کھوپریاں ہیں مستعین میں کوئی نیچری طبیعت کا بھی آدمی رہا ہو گا اس نے
 تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہی اور
 ایسا ہی عقیدہ ابو بکر اور عمر کا بھی ہے۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں۔
 واقعات مستقبل یعنی عاقبت کے متعلق خلاف عادت ذری سی کوئی بات شن پائیں تو ماسے
 اعتراضوں کے اُلو کر دیں پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا
 تو لوٹتیوں کو ایک دن کے لیے جالندھر میں مقام تھا۔ ایک بنگلہ ہم لوگوں کے لیے خالی کر لیا گیا
 تھا اس میں ہم سب لوگوں کے سینک نہ سما کے تو میں اور مولوی ذکا اللہ پاس کے پاس ایک
 دوسرے بنگلے میں جا پڑے جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی۔ اور
 عیسائی میں بھی پادری اور ہم کو ایسا ویسا مسلمان اپنے یہاں ٹھہرنے بھی کیوں دینے لگا تھا۔

صاحب خانہ کو تو یہ معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جاننا ہوگا کہ نیچری ہیں اور نیچری ہیں تو آدھے کرسٹن بھی ہوں گے رات کے وقت مجھے باتیں ہونے لگیں تو اُنھوں نے اسلام پر وہی معمولی بودے پٹھنھے اعتراض کرنے شروع کیے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جملہ اُنھوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں کی کیسی لغو اور بیودہ بہشت ہو خدا کے تقدس کے بالکل خلاف۔ میں نے تو چلتا ہوا سایہ جواب دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کون سا فرق آگیا ہے کہ بہشت کی وجہ سے آجائے گا۔

مضمون میں نے ایسا وسیع اختیار کیا ہے کہ میں اس پر بہت کچھ کھوسکتا ہوں اور مجکو بہت کچھ کہنا چاہیے بھی۔ مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے جلد ملول بھی ہو جاتے ہیں میں نے اس قسم کے خیالات میں ایک تاول لکھا ہے اور اُس کا نام ہیروشیے صادقہ وہ پہلک کے روبرو پیش ہوگا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہ فیصلہ کر لیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نیچریوں ہی کی سی واقع ہوئی ہے۔ آشنا فرق ہے کہ نیچری حتیٰ الوسع سائنس کی طرف داری کرتے ہیں اور میں حتیٰ الوسع اسلام کی۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

الکیسوال لکچر

انجمن حمایت اسلام لاہور کے دسویں سالانہ جلسے میں ۱۸۹۴ء میں دیباگی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد

یہ گولڈن رول یعنی قاعدہ کلیہ جو آب زر سے لکھنے کے لائق ہے وہ سب صاحبوں کے سنا تو ہوگا

مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر اُس کو کیوں کر عمل میں لایا جائے۔ مکان تو انجمن حمایت اسلام کا مکان ہے۔ اور وقت اُس کا سالانہ جلسہ ہے تو جو کچھ کہا جائے ضرور ہے کہ اس مکان اور اس وقت کے مناسب ہو یعنی ہر ایک بات سے اسلام کی حمایت نکلے لیکن اسلام کی حمایت کے لیے یہ ہیں مختلف۔ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے **يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبٰى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّنْزِلَ نُوْرًا وَّلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ**۔ اُس وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُس کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا **وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ دِيَارٍ اَلْحِلِّ نُوْرِهِمْ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ وَاٰخِرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَاَتَقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفِّىْكَ الْبَلٰكَةَ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**۔

ابھی وہ منسٹ لکچر دیتے ہوئے نہیں گزرے کہ میں لگا عربی بگھارنے۔ یہ وقت مجھ کو ہر نگاہ اور ہمیشہ پیش آتی ہے۔ کیا کیا جائے کہ یہی ٹوٹی پھوٹی عربی تو اپنی ساری عمر کا سرمایہ ٹھہری اور لکچر پڑھنے پڑتے ہیں اسلام پر مسلمانوں کی تعلیم مسلمانوں کی انجمنوں پر تو چار و نابار قرآن و حدیث سے ہتھیار کرنا ہوتا ہے اتنا وقت نہیں ملتا کہ پہلے عربی پڑھوں پھر اس کا ترجمہ کروں۔

اس پر مجھ کو اسد اللہ خاں غالب یاد آئے۔ کہ وہ بڑے مشکل گوشاعر تھے۔ وہ ابتدا میں فارسی کہا کرتے تھے بلکہ فارسی بھی نہیں پارتی اور پارسی بھی نا آرمختہ بتاؤں اس پر ان کے استعارات اچھوتی تشبیہات نفسی تشبیہات تو ان کا کلام مشکل ہو اسی چاہیے۔ کوئی شخص ایسا تھا کہ ایک مرتبہ اُن کے شجر کے اُن سے معنی پوچھے تو کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا: جی اس وقت تو کچھ سمجھ رہا ہوں۔
 اس کا ترجمہ ہوتا ہے کہ اس کے نور کو سمجھ رہا ہوں کہ اس کا نام ہے نور کو پوچھا ہے کہ اس کے نام کا۔ اس میں کافروں پر لکھتے تھے "اسمہ اور کافروں کے مقابلے کے لیے یہاں تک تم لمانوں سے بن پڑے نہ رہو بھینچاؤ اور طور سے بازو کہ ایسا کرو گے تو دشمنانِ خدا اور تمہارے دشمن اور ان کے سوانے دوسرے مخالفین کو تم نہیں جانتے ہو۔
 اور جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے قیامت کے دن تم کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ کہ یہ ساری باتیں

نہیں آتا کہ کیا کہا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پڑانا نہ تھا۔ اور ریختہ گوئی کو مبتذل اور دون مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو معاصر کی طرف اشارہ کر کے ایک قصیدے میں تعریفاً فرماتے ہیں ع
انچہ فخر تست در گفتار آں نگہ من بست

لیکن انگریزی عملداری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اُس کی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ گزر رہا تھا کہ مرزا صاحب اس بساط کو تہ کیجئے کہ زبان فارسی نہ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہو اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اس کے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پکڑے رہے۔ مگر زمانے کے ساتھ کسی کی ضد کیا چلے۔ خاص کر شاعری تو پیٹ بھرے کے مشغلے ہیں۔ اُس وقت جیسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختے ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی بادل ناخواستہ ریختے کا مونہہ چڑانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر ان کے اُس وقت کے چند شعر پڑھتا ہوں اشعار

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہی	دعویٰ جمیعت احباب جاے خندہ ہی
ہر دم میں غنچہ جو عبرت انجم گل	یک جہاں زانو تامل در قفاے خندہ ہی
کلفت افسردگی کو عیش بے تابی حرام	ور نہ دندان در دل افشردن بنائے خندہ ہی

ایک اور تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ میں قصداً اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں۔

سب خشک در تشنگی مردگان کا	زیارت کدہ ہوں دلِ آزر دگان کا
ہمہ تا اُسیدی ہمہ بدگمانی	میں دل ہوں فریب و فاختہ دگان کا

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیوں کر اپنی جہت میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اُردو سے معافی پر فخر کیا کرتے تھے مرزا کے مونہ سے اُردو کے ساتھ علی کا لفظ فاعل ہوا اُولَیْکَ اَصْحَابُ خیر تو جن دنوں ان کی مشکل گوئی کی مشق زوروں پر تھی۔ اُس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

مشکل ہو تو میں کا نام میرا ہی دل	سُن سُن کے اُسے مخموران کا دل
----------------------------------	-------------------------------

اساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش گویم مشکل درگز گویم مشکل

قریب قریب ایسا ہی حال میرا ہے۔ لکھنؤ میں گاتو عربی ضرور ہوگی سمجھو یا نہ سمجھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ بھئی عربی پڑھو تو وہ اُٹا بُلانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنیٰ درجے کے حاکم کا سمن آتا ہو کوئی ادنیٰ درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہو تو کوئی تم میں ایسا ہے یا نہیں کہ پڑھنا جانتا ہو اور اُس کو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُس کو پڑھو کر نہ سنے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی چلنے میں ڈالو۔ کبھی تارا جاتا ہو تو اُس کے پڑھنے اور پڑھوانے تک گھر کے سارے کام بند ہو جاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہر بے پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن احکم الحاکمین کا فرمان تیرہ سو برس کا آیا ہوا رکھا ہے اب اپنی اپنی جگہ سمجھ لو۔ کس کس نے پڑھا اور کس کس نے پڑھو کر سنا اور اس پر اسلام کے لیے چوڑے دعوے اور بڑے جوش و خروش۔ اور اگر کسی مسلمان بھائی کا دل جلے

دل ہی تو ہر سنگ و خشت درد سے بھرتا ہے کیوں

اور وہ تم کو سختی سے عربی کے پڑھنے کو کہے تو تم اُس کا منہ کھسوٹے کو موجود ہو جاؤ۔

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہو تو اسی ہندوستان کے مسلمانوں نے عربی کی قدر جانی تو تم نے سنسکرت کی۔ اور افسوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاسیکل (آتم الاستہ تھیں اور کلاسیکل ہونے کے علاوہ غضب یہی کہ نہ تھی۔ اب حال یہی کہ سنسکرت کے لیے جرمن جاؤ اور عربی کے لیے فرانس اس سے بڑھ کر بے عربی اور مصیبت کی کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہونے والا ہے کہ اگر عربی کی طرف سے یہی غفلت رہی تو آج کل اور انہیں پڑا کریں گے اور کوئی اتنا کہنے والا نہ ہوگا کہ صحیح لکھ لکھو۔ تم پڑھے ملو گے تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی نسلوں کو کیوں برباد کر رہے ہو۔ اچھا بھائیو بوجھو تمہاری سمجھ میں آئے سو کرو۔ اپنا کام تو کھ دینا یہ وہ بھی اس سبب سے کہ بُلانکر کہلاتے ہو تمہارے سبب میں تو اپنی وضع کو چھوڑنے والا نہیں۔ میں یہ کھ رہا تھا کہ ایک وقت تھا کہ لوگ اسلام کے نام کو صفحہ روزگار

نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے اُس وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت اسی میں منحصر تھی کہ فوجی طاقت سے اُس کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ **وَاعِدُوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَقْلُبُوا اللَّهُ يَكْلَمُهُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَذْكُرُونَ**۔ میں اس آیت کے جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر مصروف کرنا چاہتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ اُس وقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے کہ جس کو جتنا مقدور ہو سارو سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے یا خریدے اونٹ گھوڑے مولے جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیاری نہیں کر سکتے اُن کے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے۔

چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فک وغیرہ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور جو کچھ مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کا وصول ہوتا وہ سب اسی تہمتِ جہاد کی مد میں صرف فرمادیا کرتے تھے زکوٰۃ اور صدقات کا وصول ہوتا اُن کو یہ خیال نہ کر لینا کہ پیغمبر صاحب ان رقموں میں سے کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہوں گے۔ حاشا وکلا۔ ان کو آپ فرماتے تھے لوگوں کے مال کا ٹھیل۔ اور زکوٰۃ و صدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لئے حرام قطعی کر رکھا تھا بلکہ تمام نبی ہاشم یعنی اپنے جدی قرابت مندوں کے لئے بھی زکوٰۃ و صدقات کے مصرف معین تھے **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ**

لِلْفُقَرَاءِ وَالْمُسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَاتِ فِي قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِيْنَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيْضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وہ پکارے کہتے تھے **لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا** میں خدا کا حکم پہنچانے کے صلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں، تو کیوں کر

۱۔ صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کی تحصیل وصول پر مامور ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کے مانوس کرنے کو مدد خرچ دیا جائے اُن کے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے۔ غلاموں کے آزاد کرنے میں لوگوں کا فرض چکانے میں اور اللہ کے رستے یعنی جہاد میں اور مسافروں کی مدد میں۔

یہ مصرف اللہ کے ٹھیکہ اس کے ہوتے ہیں اور ان کے بحال سے واقف اور تدبیر والا ہے۔

ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات کو اپنی معاش کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوٰۃ و صدقات ہیں یہی لوگوں کے مالوں کے ٹیل ہیں جن کو علماء اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی وجہ معاش ٹھیکر لکھا ہے پیغمبر صاحب کا اس دروازے کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابت مندان جہی پر نہایت مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے بند کر دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اس میں ہم کو پیغمبر صاحب کی صداقت اور راستبائی اور دیانت کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل ملتی اور بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعوتی رسالت کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہ کیف زکوٰۃ و صدقات میں سے تو پیغمبر صاحب کبھی ایک کڑی ایک جہہ اپنے صرف میں نہیں لائے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف نہ دت کی قدر گھر کا خرچ نکال لیا کرتے تھے۔ سیکنا خرچ برس بہر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا وہ بھی اس جزری کے ساتھ کہ اُمّات المؤمنین ہمیشہ حسرت کی شاکی رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک ایسی بات پر تاخوش ہو کر ان لوگوں میں رہنے کی قسم کھائی تھی کہ اس طرح شریعت میں ایسا کرتے ہیں اور یہی تعویذ میں وہ آیت اُتری تھی عَسَىٰ سَرَّابٌ اِنْ طَلَقْتُمْ اَنْ يُّبَدِّلَ اَزْوَاجًا خٰیۃً اِمَّا لَكُمْ مُّسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَائِمَاتٍ تَآثِبَاتٍ حَٰیۃً اَوْ سَآئِمَاتٍ ذٰلِكَ اِلَآءِیْہِ لَیْکَ قِسْمٌ کَرِہٌ لِّمَنْ تَرٰکَ مَوْتٌ۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تنگی ہو گھر والے لڑیں۔ جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹھانہ رہے۔ پیغمبر صاحب کے غزوہات میں اخیر غزوہ تبوک کا تھا۔ تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پیغمبر صاحب چڑھ کر گئے تھے۔ لڑائیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ڈیفنسو کہ دشمن چڑھ کر آئے اور اُس کو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفنسو کہ ہم کسی پر چڑھ کر جائیں۔ غزوہ تبوک ظاہر میں آفنسو معلوم ہوتا ہے مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غزوہات کی طرح ڈیفنسو تھا۔ ملک شام میں بادشاہ روم کی عملداری تھی اور وہ تھا عیسائی۔ دشمنوں نے وہاں لے پیغمبر کی گھر والوں اس کو کچھ دوا نہ سمجھنا کہ اگر پیغمبر تم کو ملاق دے دیں تو تمہارے بدلے میں خدا ان کو تم سے بہتر عیسیاں عنایت کرے۔ مسلمان ایمان والیاں حکم بردار خدا کی کتاب میں تو بے دلیاں اس کی عبادت کرنے والیاں روزے رکھتے والیاں دو ماہتین اور کنواریاں ۱۲۔

یہ مشہور کر دیا تھا کہ پنپ صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑ رہا ہے اس سے بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُس نے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا۔ پنپ صاحب کو اس کی خبر لگی تو آپ نے مناسب سمجھا کہ ہم ہی بیعت کریں تو اُس کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہو۔ اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مدینے کے نخلستان کہ یہی اُن لوگوں کی معاش تھی پختے ہوئے طیار تھے۔ بے سامانی اس درجے کی کہ سواری کیسی ہیں سپاہیوں میں اور سپاہی کون ہی صحابہ بار بار کا مشکل سے ایک اونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر ہمیں ایسی قوی تھیں کہ فوج روم پر چڑھ کر گئے تھے۔ جس سے بہتر آراستہ اور با سامان فوج اُس وقت رونے زمین پر کسی کی نہ تھی۔ کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم ہی جیسے مسلمان اُن وقتوں کے بھی ہوتے تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ سنا۔ یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہے کہ خدا کے فضل سے آج تیس اکتیس کروڑ آدمی رونے زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب اور احسان مندی سے اُن کا ذکر خیر کریں۔ شاید اٹا دے کا اٹا وہ شریف کا مذکور ہو اور ۸۵ھ کے صدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹا دے کو شریف اس وجہ سے کہا کہ عہد اسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہے جن کو میں آڈینس دھاصرین میں دیکھ کر نوے خوشی کے جامے میں نہیں سماتا۔ اٹا دے کو میں نے اٹا وہ شریف کہا تو سہی مگر بعد کو خیال آیا کہ ایک بار دلی میں فتویٰ نکلا تھا کہ اجمیر اور کچھوچھہ اور تو نسہ کو شریف کہنا درست بھی ہے یا نہیں ایک شخص نے مجھ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں تو اُس کو یہ جواب دے دیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہنے میں شرعاً مضائقہ ہو سکتا ہے تو بے شک اجمیر شریف میں تامل ہی بہر کیف شاید اٹا وہ شریف کا مذکور ہو اور ۸۵ھ کے صدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ سنی مدلوں سے اس طرح ملے جلے ہوئے ہیں جیسے کٹیری میں دال چا دل۔ ایک ہی گھر میں میاں سنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سنی بلکہ ہم نے نوید دیکھا کہ اٹا دے کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سنی۔ یہ ہمارے نواب محسن الملک بہادر ہی پہلے شیعہ تھے پھر سنی ہوئے اور اب شیوہ سنی دونوں سے بڑھ کر نیچری داس کے بعد لکچر نے اپنے ایک لکچر کی

چار انگلیاں پھیلا کر لوگوں سے کہا کہ یہ وہی انگلیاں نہیں ہیں ایک ستھیا کسی اندھے کی انھیر
 بنا کر پوچھا کرتا ہے کہ بتاؤ کئی انگلیاں ہیں میری یہ انگلیاں مذہبی زبان میں سب سے نیچے کی انگلی
 بنصر مطلق مذہب ہے۔ اس سے اوپر کی خنصر مذہب اسلام ہے اور پکی وسطی وہابیت اور سب سے
 سب سے اوپر وہ نچریت کی جگہ کو دکھاتی ہے۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب خیال کرتا ہے پھر مذہب کے
 خیال میں ترقی کرتا ہے تو اسلام میں آتا۔ پھر اسلام میں ترقی کرتا ہے تو وہ اس طرح کے عقائد سے بچتا ہے جن کو لوگ
 اعتقادِ جل کر ادہابی کہتے ہیں۔ چہرہ وہابیت میں ترقی کرتا ہے تو آخر کار پھری ہوتا ہے اس کے بعد
 داخلِ الجنت کا مرتبہ ہے مگر نچریت سے وہ نچریت مراد ہے جو اسلام اور دین حق کی مراد ہے اور جس کی
 صراحت میں تھوڑی دیر بعد کروں گا۔ اور میں نواب حسن الملک کو اسی طرح کلمہ پھری خیال کرتا
 اور اسی سے اُن کی عظمت میرے ذہن میں ہوئی تو انا وہ شریفیت میں شیعہ سُنی بدقوں سے اس طرح
 لے جُلمے ہوئے ہیں جیسے کچھڑی میں دال چاؤں۔ ایک ہی لکھ میں یاں سُنی بی بی شیوہ۔
 ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ دو سُنی شیعوں کی محاسن میں سُنی شریک۔ سینوں کی
 مذہبی تقریبات میں شیعہ موجود ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں متہ نہیں بہت ہزار فرسے مسجد بہت
 ہزار فرسے شام چٹم مارو شن دل ماشاؤ۔ یہاں تہذیبی تعلیمیت ہے کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہے
 اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولت کا جان کا لاگو ہونا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے
 ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برہمن یا آریہ کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں
 بہرے گئے کہ خواہی جلوہ گر باشیں | کہ من آن قد مناسی شناسم |

جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے اور جب تک مذہب کے بت پرستی میں یہ لوگ سوہ کی
 ناک ہیں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی یا نہ ملان ہوئی ہو اور نہ ہوئی۔ انگریزی نہیں
 تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بد نصیب اب ہو رہے ہیں یا نصیب انگریزی پڑھ کر نہیں
 (انگریز بن کر) بھی رہو گے

نئی داستان قسمت راجہ سودا در بہرہ کامل | از خضہ از آب یواں تشنہ می آرد سکندر

ہاں اٹاوسے کے سُنی شیعوں کا سا اختلاف رکھو گے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک
 تم مبارک تمہارے اختلاف خیر تو اٹاوسے کے سُنی شیعے آپس میں ملے جُلے رہتے تھے کبھی کسی
 نے یہ بھی نہ جانا کہ ان کے دو مذہب ہیں۔ بد نصیبی سے کہ یہ بلامذلوں سے مسلمانوں کے سر پر
 سواری کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدل کر آئے اور وہ تھے شیعہ اور شیعہ بھی متعصب۔ ڈپٹی
 صاحب کو بد لے ہوئے تھوڑی ہی مدت ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کوڑھ میں کھاج محرم آچھپا
 اُنھوں نے دُل دل نکالنا چاہا جو کبھی نہیں نکالا تھا چلکی بوانی چاہی جو کبھی نہیں بچی تھی۔ بھوسا اڑوانا
 چاہا جو کبھی نہیں اڑا تھا۔ مجالس میں علی الاعلان تبرک کرنا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی
 چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگریزی کو کچھ خبر نہیں اور نہ اچھی طرح سینوں ہی کو معلوم۔ مگر ہاں چند
 ناما قبت اندیش نوجواں شیعے زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے
 سے بھی ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کچھ پڑیاں پکڑ رہی ہیں۔ اور اس طرح کے
 ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہے کہ ان کی ابتدا ایسے ہی عقل لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ ہمیں
 کے ہندو مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا تھا اُس کے بارے میں گورنر لارڈ ہیرس نے
 یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ہیرس اس رائے میں منفرد نہ تھے ہر جگہ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا
 کرتا ہے۔ کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لئے لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔
 ابھی چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلی میں آمین پر مقلد دل و غیر مقلد دل میں خوب سر پھٹول ہوئی۔
 لوگوں پر چرمانے ہوئے چٹکے لئے گئے اور مقدمات شاید لاہور تک آئے۔ اور میں نے سنا
 ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے بھول کر بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک
 شخص رمضان میں روزے تو رکھتا تھا مگر سحری اور افطاری کا بڑا اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو
 سحری اور افطاری کی کیا ضرورت ہے تو کہتے کیا ہیں وہ روزے نہیں رکھتے تو کیا سحری اور افطاری
 بھی نہ کریں روزے کا فرض ہی ہو جائیں۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی
 لوگ نادانی سے اُس کا بتکڑ بنا لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کسے شہداء

کے بڑے ہنگامے کا سامان میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ بازاری خلقت نے اُس آگ کو سُن گایا۔
 اور آخر کار ایسی بھڑکی کہ ہزاروں ناکرہ گناہ خاندان کے خاندان اُس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایسا ہی ایک
 واقعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا تھا کہ فتح مکہ کے چند روز بعد حنین
 کی لڑائی ہوئی اُس میں مالِ غنیمت بہت کثرت سے آیا تھا اور بیباک شہرت سے آیا تھا ویسا ہی
 پیغمبر صاحب نے خوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ تھوڑے دن ہوئے تھے کہ فتح ہوا تھا
 اور وہاں کے لوگوں کے تالیفِ قلوب کی ضرورت تھی شدید پیغمبر صاحب نے مصلحتِ وقت سمجھ کر
 اہل مکہ کو یاہوں کہو کہ قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیفِ قلوب کے معنی ہیں سمالت
 پر چلانا۔ ملانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اس غرض سے کی کہ اب اس طرح کے الفاظ مسلمانوں
 کی ڈکشنری میں ڈھونڈے نہیں ملتے اور مسلمان سازگار مضمون ہی کو نہیں سمجھتے خیر تو
 حنین کی غنیمت سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور انھوں نے ایسا
 حتمال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایت فرماتے ہیں۔ لگے کہ قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ
 حصہ دیا جاتا ہے حالانکہ ان لوگوں کے خون ابھی تک ہمارے تلواروں سے پڑے ٹپک رہے
 ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سچ مبارک تک بھینچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا۔
 اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایت کی تو یہی مگر آپ ان کی بات
 نہ جائیں ہم میں جو صاحبِ الرائے ہیں اُن کو تو کسی طرح کی شکایت ہو نہیں۔ بات دب رہا گئی۔
 تو جس طرح کے سفہاء القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اسی طرح کے سفہاء القوم
 نے بمبئی کے ہندو مسلمانوں کو لڑا مارا۔ اور اسی طرح کے سفہاء القوم اٹا دے کے ڈپٹی صاحب
 کے بھڑے میں آ گئے۔ ضلع کا مجسٹریٹ خالی الذہن۔ کبھی سُنی شیعوں میں تکرار ہوا ہو تو خیال میں
 بھی آئے۔ کسی تازہ ولایت اسسٹنٹ کو چارن دے شہر کو لے کر لے گئے۔ یہاں جوں
 جوں محرمِ نزدیک آتا جاتا ہے سُنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ بنیادیں کر رہے ہیں اگر دلدل۔
 اور جھس اور چٹکیوں کے ارادے از خود شیعوں کے دل سے یہ اٹھتے ہوئے تو سنی شاید چنداں پوچھ

نہ کرتے مگر چوں کہ ڈپٹی صاحب محرک تھے سینوں نے جانا کہ حکومت کے بل بوتے پر مینیوں کے چھیڑنے کے لئے یہ تجویزیں کی گئی ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب ایسا زبردست ہے کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آتا ہے ہمیشہ حکومت کو ہارتے دیکھا ہے برٹش گورنمنٹ نے یونیورسٹی (بے تعلقی) کی دانش مندانہ پالیسی (تدبیر) اختیار کر رکھی ہے کہ اس کو کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پلسپل (اصول) پر مبنی ہے۔ کہ کیوں مذہب سے چھیڑ چھاڑ کی اور کیوں اپنی ہیٹی کرانی میں تو کسی نیو۔ (ہندوستانی) رئیس کا رعیت ہوں نہیں۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ پنجاب میں نیو ریاستیں بہت ہیں اور عجب نہیں ان ریاستوں کے باشندے بھی آڈینس میں ہوں تو جس سے بن پڑے اور جس طرح بن پڑے اپنے رئیس کے گوش گزار کر دینا اور رعیت گری کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی سیرا نہیں کہ اور باتوں میں برٹش گورنمنٹ کی پیروی کرو یا نہ کرو مگر مذہبی یونیورسٹی سے بال برابر دھڑ دھڑکے اور ریاست پر زوال آیا۔ افسوس ہے کہ اٹاوسے کے ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش میں آکر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی کلکٹر ہی کیا خاک کرتے رہے ہوں گے۔ مگر انگریزی عملداری میں زمانہ جاہلیت تھا جیسے سیدھے سادے ہندوستانی حکام ہوتے تھے ویسے ہی بھولے بائے انگریز۔ بائے کو تو ال شہر نے تاڑا کہ لوگوں کے تیور بگڑتے ہوئے سے ہیں اور چوں کہ وہ تھائی ڈپٹی صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا مگر اُس نے روزنامے پر ننگے شرف کے اور اسٹنٹ صاحب ہیں کہ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ آخر اُس نے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں ڈالا کہ شہر میں بڑا بھاری بلوا ہونے والا ہے تب تو صاحب پڑے سٹ پٹاتے اور وہ جو کہتے ہیں اٹا چور کو تو ال کو ڈانڈے کو تو ال کے سر ہوئے کہ تم نے ہم کو اطلاق کیوں نہیں کی۔ کو تو ال نے عرض کیا کہ حضور میرے روزنامے منگو کر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں صاحب کو اُس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سُنی شیعوں میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عملداری میں سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا ناواقف ہونا بڑا غضب ہے

بے شک اس کا انتظام مشکل مگر ایسی ہی مشکلات پر غالب آنے کا معاوضہ ہو سلطنت۔ اور
 ایوں بڑا بھڑکا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ اختلاط کا
 موقع دو۔ ان کو جلد جلد بدست۔ واقفیت کو لیاقت کا سینڈ رڈ مہیا کرنا اور اس کا ہستی کو
 مدد دینی ٹھیک اور پھر خانہ جنگیاں اور ہنگامے ہوں تو ان کا دمہ دار میں۔ بارے بارے سے
 اسسٹنٹ صاحب نے فریقین سے دریافت کر کے بڑی دیر میں ایک یا دو اہانت مرتب کی اور
 دوسرے دوسرے جاالماری سے ایک انگیزی تاریخ کمال لائے اور اس کو دیکھتے اور یادداشت
 سے ملاتے رہے۔ اور ڈپٹی صاحب اور کو تو ال ہیں کہ دونوں حکم اخیر کے منظر پیش ہیں۔ نیز تو ان
 اسسٹنٹ نے دلائل خیرہ کے نکالنے کی تو مانت کر ہی دی کہ یہ چیزیں اس شہر میں بھی نہیں تھیں
 اور ڈپٹی صاحب بھی بہت تعجب کیا کہ آپ مسلمان ہو کر جنرل عمر کی اسلامی خدمتوں کا کچھ شکر نہیں کرتے
 اور ہم جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہو جب ایک قوم اپنے
 فتح مند جنرل کی خدمتوں کی قدر نہیں کرتی تو یہ اس قوم کے ارباب کی نشانی ہے۔ اس سے لوگوں کے
 دل شکستہ اور ان کے جو سید پست ہو جاتے ہیں ہم ڈپٹی آف ونگلنگٹن کو جس نے ڈپٹی کو
 ہم کو فتح کر کے پولین شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اس ڈپٹی آف ونگلنگٹن کو دیوتا کی طرح
 مانتے ہیں یہ اسسٹنٹ اگرچہ کوئی بڑا عمدہ دار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن بیفٹنٹس
 یا بورڈ آف ڈینوکامبریا لفسٹ گورنر ہونے والا تھا بات اس نے لاجواب کہی۔ اسی طرح کا ایک
 مذکور میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہے کہ بیٹی کے گورنر لارڈ میرس کی میعاد ملازمت ختم ہو کر
 وہ ولایت جانے لگے تو بکلا کلب نے ان کو دعوت دی۔ موت میں بیباک لوگوں کا دستور ہے
 تن درستی کے جام پئے گئے پیسچیں ہوئیں ایک پیسچ ایدمرل کینڈی کی بھی تھی۔ انھوں نے منہ
 اور باتوں کے ایک بات یہ بھی بیان کی کہ ایک بڑی نمائش ہوئی تھی تو اس مشہور نمائش کے کئی دنوں
 دانت دکھانے کے پئے لوگوں نے بھیجے تھے۔ ظاہر ہے کہ آدمی کے دانت جس طرح زندگی میں
 سونہ کی ڈیمیا میں بند ہیں اس کے مرے پیچھے بھی ایک ڈیمیا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی تحقیق نہیں کہ

بیچارے فلس کے دانت اٹھائیے گئے ہوں۔ اس پہلی لوگوں نے فلس کی ایسی قدر کی کہ کسی کو اس کا جھوٹا یا سچا دانت ہاتھ آگیا تو اس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدر دانی کرتی ہے تو لوگ قوم پر اپنی جائیں بٹا کر دیتے ہیں۔ ایک ہماری قوم ہے کہ جو شخص ان کے فائدے میں کوشش کرے اُسے اُنسی کے سر ہوں گے یا دیں کافر بنائیں مرتد ٹھہرائیں تاکہ اُسے کو کوئی ان کے فائدے کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاوس کے اسسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ جھکو سٹیوں کے حق میں ایک انگریز اسسٹنٹ کی رائے سے استشہاد کرنا منظور تھا یہ بیچارہ اسسٹنٹ تو کس شہاد میں تھا۔ میں لو ابی عبیدہ کا آدمی ہوں کہ دیوبند اور لائل اور گنبن اور کوئٹہ اور وٹ جیسے لوگوں سے استشہاد کرنے کو بھی دین اسلام چھتا ہوں استشہاد کا کبھی خیال بھی آتا ہے تو ذہن منتقل ہوتا ہے بی خبری کی طرف۔ بلال کی طرف عمارتیں یا سر کی طرف۔ یا ایسے ہی دوسرے بزرگوں کی طرف مگر ہاں میں یہ کھربا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا لگزا کہ وہ فوجی قوت کا تمام تھا اور اس وقت بہادری ایک صفتیں پر یہ اسلام کی حمایت کا تھا۔ اس ضمن میں غزوہ تبوک اور لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر تبوک چڑھ کر آیا تھا بے سامانی کی وجہ سے جیش العسیرہ (لشکر بے سامان) اور غزوہ تبوک فاتح البقیع کے نام سے مشہور ہوا تو ان دنوں مسلمان ہی کتنے تھے اور جو تھے اُنہ بے متدور اس پہ بھی بقائیں سے بن پڑا اپنے اوپر کوشش کی۔ اور خائفی لشکر کا نمبر نا بھر سب سے بڑا پندہ حضرت عثمانؓ کا تھا کہ انہوں نے بھلا آج کل کے بڑے مقتدر مسلمانوں کی بہتوں پر قیاس کر کے بتاؤ تو سہی کیا دیا ہوگا۔ اور یہ بھی خیال کر لیں کہ تبوک ہی کی ایک ضرورت یہ تھی ایسی ایسی ضرورتیں ہر فریض آتی رہتی تھیں۔ اسے دن غلے کے نام سے قرض مانگا جاتا تھا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفْهُ لَا أَضْعَافًا كَثِيرَةً جَسَسُ بْنُ كَرَامُوتِیْ تَحْمِیْ یَدُ اللَّهِ مَشْهُودَةٌ قومی کاموں کا سر انجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اس انجمن ۱۵۱۰ لڑائی میں سپاہی چھڑے پیٹے ہوئے تھے ۱۳۰۰ کون ہو جو خدا کو قرض حسن دے کہ خدا قیامت کے دن اس کے قرض کو کوئی گونا گور کے ادا کرے ۱۳۰۰ خدا کا ہاتھ تنگ ہو رہا ہے ۱۲۔

حمایت اسلام ہی کو یوں نہیں دیکھتے کہ جتنا دیتے جاتے ہو ان کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی یہ کیا بس کرتے ہیں۔ اور پھر یہ انجمن ان وقتوں کی ضرورتوں کے آگے کیا چیز ہی۔ بہر کیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس بیس بچا پس نہیں ایک دم سے تین سو اونٹ با ساز و سامان لشکر تہوک کی تجہیز میں دیئے اور صحیح روایت کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا کر ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر آل حضرت کا تو یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اٹھا۔ آپ ان اشرفیوں کو اُچھاتے اور فرماتے جاتے تھے بس عثمان کو اب کسی عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ کوئی پچھائی شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیوں کر خوش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہی تو محتاجِ خدائی ننگا ہی تو محتاجِ لباس ہو۔ بیمار ہو تو محتاجِ دوا ہو پیادہ ہو تو محتاجِ سواری ہو۔ اور جس کی جو ضرورت ہو اس کا رفع کر دیتا اُس کی امداد و حمایت ہے۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں مختلف ہوتی رہی ہیں اور جو لوگ اسلام کے خدائی اور خیر خواہ رہے ہیں انھوں نے ان ضرورتوں کو رفع کر دیا ہی تو ایک وقت اسلام کی فوجی مدد کا تھا اور ان وقتوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اُس کی مدد کو کھڑے ہوئے۔ اور ایک وقت وہ تھا کہ فلسفہ یونانی نے اسلام کو بیچ و بن سے مستحل کرنا چاہا تو ان وقتوں کے علماء نے علم کلام سے اس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام پر ہمیشہ رہا ہی اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیت نہیں ہر ایک مذہب پر یہ وقت ہمیشہ رہا ہی اور ہمیشہ رہے گا۔ کہ اُس کے ماننے والے بارہ اعتدال سے منحرف ہوتے رہتے ہیں سو اس مرض کی دوا ابھی معلوم ہو مگر ذرا پرانی ہو گئی ہے اور اس میں ابھی سی قوت نہیں رہی۔ وہ دوا کیا ہے یہی ہمارے مذہبی پیشوا مولوی و افراطی شائع۔ دنیا کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتور ڈالنے والے دو تہہ سبز ستے ہیں۔ ایک تو بیرونی دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُس کے دفع کے لئے شاہی فوج ہوتی ہے۔ دوسرے اندرونی دشمن جو اُچکے ڈاکو قطاع الطریق جن کی سرکوبی کے لئے پولیس اور عدالت ہی یہی حال مذہب کا ہے

۱۵ پنجابی لہجے کی نقل ہے ۱۲۔

کہ اُس پر خارج سے بھی تلے جوتے ہیں اور داخل سے بھی۔ اور مصیبت یہ ہے کہ دوہرے دوہرے
 محلے اور اُن کو دفع کرنے والے ایک علماء اور ای کاشش علماء سوچ کچھ کھلوں کا مقابلہ کریں
 سو خارج کے محلوں میں سے بڑا زبردست علماء سائنس و علوم جدیدہ اکا ہی۔ بیچارے علماء کو اس کی
 خبر ہی نہیں کہ سائنس ہے کیا چیز۔ اور وہ کہتا کیا ہے پس سائنس نے خالی میدان پالیا ہے۔ اسلام پر
 بے محابا وار چلا رہا ہے۔ ادا صر سے کوئی جواب دینے والا نہیں۔ رہے اندرونی محلے۔ سوان کو
 دفع کرنے کی عوض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعالک دیتے ہیں کیا حال ہو ملک کا
 جب کہ پولیس جس کا کام ہنگاموں کا روکنا دانا ہے آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہم کو یہ دیکھنا
 ہے کہ اسلام کی حالت کیا ہو آیا وہ ابچا پچھا تن درست ہے یا اس کو کچھ روگ ہے اور وہ کیا روگ ہے۔
 اور اس کا کیا سبب واقع ہوا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ اور ان باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورت
 اس وجہ سے ہے کہ اگر واقع میں اسلام محتاج مدد و حمایت ہو تو ہم اُس کی ویسی ہی مدد و حمایت
 کر سکیں جیسی مدد و حمایت کی اس کو حاجت ہو ورنہ وضع الشیء فی غیر محلہ کرنے سے ہماری محنت
 ناحق رائگاں جا سکے گی۔ اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہے کہ اسلام نہ
 نہ تیار ہو بلکہ بیمار مختصر ہر چند بعض لوگ اس کا سبب زوال سلطنت کو ٹھہراتے ہیں مگر اپنی
 میں کتابوں کے مجملہ سلطنت کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں جتنی کسی کو مٹی کے ایک
 کھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حلوائی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت دے دیا
 کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اگر اختیارات ہیں تو اختیارات کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔
 اب وہ مانتے نہیں رہے کہ حق ناحق جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا اگر گزرا کوئی اُس سے باز پرس
 کرنے والا نہیں۔ زمانے نے ڈسپاٹک گورنمنٹ یعنی شخصی سلطنت کا بیج مار دیا ہے اور پبلک اوپین
 دعام لوگوں کی رائے کی ایک قاہرہ حکومت قائم ہو گئی ہے۔ کہ دنیا کی مجموعی سلطنتیں بھی اُس کی
 مقادمت نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہم کو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُن کے معاملات
 میں بھی زادی کے ساتھ اسے زنی کرتے ہیں۔ روئے زمین پر ایسا کوئی بادشاہ نہیں جس کے افعال

اقوال پر حرج نہ کی جاتی ہو بس اب سلطنت پھولوں کی بیج نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک انپین کی
(عام رائے) کی بیج (عدالت) کے رو برو ہر ایک بات کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ اس سے
پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے اور یوں بھی ملک داری ایک بلائے بے درمان پرست کے زیادہ
مطلبن ہمارے پبلش گورنمنٹ سوسائٹی ان دنوں کیا حال ہے روپے کی قیمت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور
ملک میں اس سرے سے اس سرے تک غل سا مچا ہوا ہے۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے روٹی کو
ڈیوٹی (محصول سے) مستثنیٰ کر دیا تھا آخر پبلک انپین نے اس کا گلا دبا کر ڈیوٹی لگوانی چلائی
پھر بھی سکرٹری آف سٹیٹ ایک چال چل گئے کہ ایسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بنے ہوئے
کپڑے پر بھی لگا دی۔ اس پر اخباروں میں سکرٹری آف سٹیٹ کی دیر بسکی دیر لکے
کونسل کے ممبروں کی جیسی گت بنائی جا رہی ہے۔ اخبار سنبڑھنے والوں سے مخفی نہیں اور آج کا
آج اور کل کا کل یہ بڑی لمبی پوزیشن نے حکام کو ان ہی کو من وجہ بادشاہ بھنا ہائے۔
پبلک انپین کے مطیع ہو کر رہیں تو سہی۔ فرانس اور روس کے ساتھ جو شہید کی تو وہ ایک
بدی ہوئی بات ہے ہر چند پبلش آف ولز نے زار روس کی تعزیت کی تقریب میں موقع پا کر
بہت کچھ تھوٹو کر دی ہے۔ خدا ان کو نئے نئے سرے سے مگر پبلش آف ولز اور زار روس میں ایسا چیز
جب تک دونوں قوموں کے دل و دماغ میں اتحاد ہو نہیں سکتا رات دن ایسے کام کی
خیر منائے گزرتی ہے۔ پنجاب کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ روس
چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اور پاکستان و پورا رینیجے کا سانس نیچے کہ دیکھیں
یہ اونٹ کس کروٹ بٹھتا ہے کہیں ایسا نہ ہو آٹے کے ساتھ کھن پٹے لگے۔ پھر ہمسرا اور اونیٹہ اور
سوڈان کہاں کہاں کا نام لوں۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد منیبہ کجا کجا نہم

ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہیں مشتے نمونہ انداز سے وہ چند محدودے
چند دقیق جن میں ان دنوں پبلش گورنمنٹ مبتلا ہے بیچ کہاں ان ایسی لائڈز ہی پڑھو بیڑی کرو

جو سرتاج اور حنا و ہمیشہ دیکھتا ہی رہتا ہر امتیں ہوئیں کہ مجھ کو انگریزی گورنمنٹ سے سوائے
 اس کے کہ ان کے ملک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور تین دنوں تعلق تھا بھی تبھی پورے لیکل سلاٹ
 میں مجھے کون سا دخل تھا اور بیٹھو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں ہوا اور ملکی میں اُس کو اس سے
 کیا زیادہ دخل ہو سکتا ہی جیسا ہندوؤں کی سوئی میں کہا کہ پوکارے کہا برتن دھوئے
 کہا آگ لگا لے کہا چوکے کے باہر سے دال پھانے۔ کہا آگ لگوندھے کہا روٹی گھر گھر
 لال صاحب کو دے کہا۔ لال صاحب کیا کرتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ سے روٹی لی تو سے پر
 تو سے اتنا ہی ہونہ میں مگر ہاں قبل ایک ہندوستانی ریاست کی ملازمت کا اتفاق ہوا ہی
 تھا تو وہاں بھی پھر الگ تھا کہ ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عمدہ داروں سے بہت
 بہتر حالت میں تھا تو تین دنوں میں میدراپور میں تھا کہ اس سلطنت کو مسلمانوں کا ذریعہ
 مخرج اور یہ سے لئے تو رقی کی روٹی ہر قیام مذہب کا قیام رہے ہوں کہ ایک مشہور جگہ ہی
 یورپ کے تین لکھ ہوں آئے ہتے رہے ہیں اور یہ کہ فی شہادہ یالار ڈیا شاہیریں
 کوئی اور شخص تھا تو یہ کہ لفظ کی لاف سے حق نہ مرتب ہوئی تھی و فیاضی اس کی
 مہمان نوازی ہوتی ہر متہانی مال ہیں وہ ہوں سے نانی پتا ہوا کہ مجھ بھی ان دعوتوں میں
 بارہا شہ یک ہونے کا اتفاق ہو رہا ہے انہیں کہ ان یا تھا کہ حق کوئی بڑا بنیں القدر انگریز
 معمول کے مطابق اس کو نوڈ ویا لیا اور اس میں رہا تھی اس کی سٹیٹشن کے کل انگریز مردوزن اور
 سرکار نظام کے تمام عزمین مدعو تھے یہ ان وزارت میں دعوت تھی ترتیب کے ساتھ میریں
 لگائی تھیں البتہ نواب مختار محمد سرکار بہانہ ہوں سعد نشین تھے۔ ان کے وائیں بائیں
 بڑے بڑے انگریز اور ان کی لیڈیاں مجھ کو پس میرے چمکے ملی وہ ایسے طور پر واقع ہوتی تھی کہ میری
 پشت کسی قدر لار جنگ کی طرف کہ ہوتی تھی تو میں مارنے ادب کے اور کسی قدر کیوری اسٹی
 اشوق انی ونبہ سے مجھ بار بار ہر امر و کریمہ لار جنگ دیکھتا تھا تا تھا اور کا ساز و سامان کیا بیاں کروں
 بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لار جنگ کو یا قوت سلطنت پابوس فرما ہیں گلاس کی روٹی نے

رات کا دن کر دیا ہی سالا سلا سلا سلا دھوس چاندی کی قبعوں کا دور چل رہا ہی۔ بیٹوں کی آواز دلوں کو
 گد گدا رہی ہی ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں کھانے کے بعد بن بن کے پٹانے چھوٹ رہے ہیں۔
 پھر تھپڑ کا تماشہ ہی۔ آتش بازی ہی۔ انگریزی ہندوستانی ناچ ہی۔ یہ سب کو سب کے دل تو ضرور
 بھڑھڑھرائے ہوں گے مگر نہیں ذلک متاع الحیوة الدنیاء واللہ ہندو حسن المآب تو جس
 میں مڑ مڑ کر سالار جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر سے کہ میں اور یہ دونوں ایک ہی شخص
 پر تھے کتنا جانتا تھا کہ اس وقت کوئی سرکار کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے دہل ساڑو دو دھند
 مقدار کا ہو گیا ہو گا۔ اللہ اللہ سالار جنگ مرحوم و مغفور کس بلا کے ٹاڑنے والے سٹیٹسمن (دبیر)
 تھے۔ اُس مجمع میں میرے بار بار دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب محسن الملک سے پوچھا انہوں
 نے بے کم و کاست عرض کر دیا تو فرمائے کیا ہیں ہاں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے
 میں ہمیشہ غلطی کیا کرتا ہوں۔ ان کے نزدیک میں دکن میں سب سے زیادہ خوش ہوں اور یہ حال
 یہ ہی کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کبھی بے فکری نصیب نہیں ہوتی۔ یہاں
 تھا اُس شخص کا جو تھا تو فریہ مگر خود مختاری کے اعتبار سے اُس کو بادشاہ کہا جاسکتا تھا کیوں کہ
 حضور پور نے ہنوز تمام سلطنت دست مبارک میں نہیں لی تھی اور میر کبیر کو تخت پر اتھام تھا
 کسی طرح کاہل نہیں دیتے تھے۔ پس اتنی بڑی ریاست میں کتنی ہندوستان میں اس کا ثانی نہیں
 سالار جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند قیمتیں جو میں نے بیان
 کیں دنیاوی خیراتوں کے لحاظ سے بیان کیں اور اگر موافقہ ماقبہ کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید
 سلطنت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت نہیں۔ اور جن لوگوں نے موافقہ ماقبہ کو صحیح سمجھا
 کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابو فیض رحمۃ اللہ کا حال تو ناہیگا کہ خلیفہ وقت نے ان کو
 قاضی القضاات بنانا چاہا ان دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدارالہامی کیوں کہ اس عہد میں
 شرع شریف کے مطابق تصفیہ پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قیامت
 یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں اور عاقبت کا اچھا ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہوگا۔

کوڑے کھائے۔ ان صدموں کی وجہ سے تپ آئی مر گئے موت کی قضا اختیار کی اور مدد الہامی کی قصتا نہیں۔ عجب نہیں مولانا سے روم ان امام ابو حنیفہ رحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوں کہ فرماتے ہیں ۵

گفت نائب قاضیا گریز چیت	قاصیے بنشانہ نڈاوی گریست
وقت شادی و مبارکبادت	ایں نہ وقت گریہ و فریادت
در میان آن دو عالم جاے	گفت آہ چوں حکم راند بیدے
قاصیے مسکین پیر داندراں دو بند	آن دو خصم از واقع خود واقفند
چوں رود و خون شاں مال شاں	بابل ست و غافل ست از حال شاں

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس کرتے تھے کہ عاقبت کی جواب دہی کے ڈر سے حکومت کو فتنہ و ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ حقوق العباد کو کمیل سمجھ رکھا ہو اور مردم آزاری کے مواقع کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور مزہ یہ ہے کہ ابو حنیفہؒ اور ابراہیم ادرہمؒ سے کہیں زیادہ خدا کی بارگاہ سے مطمئن ہیں جس طرح الشیانی شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ ان کے دائرے سے باہر نہیں جاتے نگل و بلبل وصل و ہجر شمع و پردانہ بہار و خزاں شوق و انتظار ست الشیخ اتخاف مذہب۔
مرح ام النجاشیؒ یاد و چار آور۔ اسی طرح آج کل کے لکچراروں کے مضمون مقرر ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت اور شان و شوکت یاد دلانی جاتی ہے جیسے سنتے ہیں کہ پیٹے کو تھک کے لیے سے بیاتے ہیں تو اس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں لومڑی اور دادا نے فلاں گوش کا شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی عظمت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہے کہ غیرت کے لیے اس زیادہ کاری تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت بُرا بھی ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے کارنامے سن کر شیخی میں آجاتے اور اپنے تئیں مظلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہے کہ کمزور کا غصہ مار کھانے کی نشانی مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور اسباب ہیں ازاں جملہ ایک جھوٹی شیخی اور ناحق کی نمود بھی ہے دنیا کے سبھی کاموں کا دستور ہے کہ خاص کر ابتدا میں تھوڑی یا بہت

ذلت ضرور لگیز کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً نوکری کہ ایک دم سے کوئی اکسٹرنسٹ یا اسٹنٹ کسٹرنسٹ نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک کو پہلے چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے پھر پریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے درجوں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت فرض کرو کوئی لفٹ گورنر یا چیف کورٹ کانجی ہو تو وہ ابتدا میں ضرور ادنیٰ درجے کا اسٹنٹ کسٹرنسٹ رہا ہو گا اسی طرح مین نیوز کو ڈپٹی کسٹرنسٹ یا ڈسٹرکٹ یا ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید نقل نویس ہوئے ہوں گے یا ہنگامی محرر جو عارضی طور پر ردی چھانٹنے کے لئے مقرر کر لیے جاتے ہیں۔ غرض ابتدائی نوکریوں میں جتنے خوبست مارتا پڑتا ہے اور مسلمان اگر نالیاقتی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شیخی کی وجہ سے وہ چھوٹی نوکریوں میں رہ نہیں سکتے۔ ممالک مغربی و شمالی میں ایک نفع ہر جون پورا اور اس کا ایک پرگنہ ہی پھلی شہر میں رہا ایک مشہور مقام ہے اور اس کی شہرت کی وجہ سے ایک نالیاقتی جو یہ لوگ علیٰ سہ مستند ہو گئے پھلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اس کی شہرت کی وجہ سے ایک نالیاقتی جو یہ لوگ علیٰ سہ مستند ہو گئے علاوہ دنیاوی عروج بھی ایسا کچھ کہتے تھے کہ مولوی شکور اور مولوی طور بیار بھائی ایک دم سے چارواں صدر الصدور اتفاق سے ایک مسلمان تھمیلدا گور کھپور کا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا اور گور کھپور جاتوں کو اس کو مچھلی شہر سے ہو کر گزرناتھا۔ اور وہ مچھلی شہر سے ہو کر گزرناتھیں نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر مچھلی شہر سے ہو کر گزرے اور ان بزرگوں سے نہ ملے۔ ایک زمانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب جج کو گئے میں ایک کو وہابی کہنا چاہتا تھا تو دوسرے کو بدعتی۔ مگر میں ایک سے بڑھتا ہوں یا اہل حدیث اور دوسرے مقلد یا حنفی۔ انھی جہاز ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی صلائے کرنے لگے کہ حج سے پہلے ہوائیں یا حج کے بعد علییں۔ غیر مقلد نے کہا کہ مدینے جانا کچھ داخل ارکان حج تو ہڈیں ہیں۔ نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے۔ مقلد اسی کا ش یہ کہتا کہ بندہ خدا مدینے جانا داخل ارکان حج نہ سہی گزربک اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بے مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم عرب آئیں اور اس ہنیر کے مقدر مبارک کی زیارت نہ کریں جس کی جوتیوں کے صدقے میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں درست ہوئیں۔ لیکن غیر مقلد کی نصیحت میں آئے مقلد نے یہ کیا کہ جہاز سے اتر سیدھا مدینہ پہنچا اور وہیں سے بے نیکی کے گھر کو لوٹ گیا۔ شاہانِ حق ہمارے دوست

دہلی کلکٹر کو کہ بزرگان پھل شہر کو علی ادین بھگوان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک بزرگ سے یہ بھی
 درخواست کی کہ بھگو دنیا اور دین کے متعلق نصیحت فرمائیے دین کے متعلق جو کچھ فرمایا ہو معلوم نہیں مگر
 دنیا کے بارے میں ارشاد کیا کہ حتی الوسع بندہ ملے رکھنا اس دہلی کلکٹر کو حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب
 پیشوا نے اسلام ہو کر ہندوؤں کی سفارش فرماتے ہیں۔ نہ رہ سکا اور پوچھا ہی پوچھا کہ اس میں کیا
 مصلحت ہو فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ بِہِیْ ہست سی عمر نوکری میں گزری ہے۔ اور جتنی عمر نوکری میں گزری
 ہے اس کا اکثر حصہ حکومت کی نوکری میں آج بھگوانوں سے بہت سہرو کار رہا ہے اور میں نے ہندوؤں کو
 متناقد و جفاکش پایا ہے مولوی صاحب نے اپنی ایک نکایت بیان کی کہ میں فلاں جگہ صدر الصدق
 تھا۔ اتفاق سے صدر دیوانی عدالت اہالی کورٹ کے حکام نے ایک بڑے لمبیل الذیل نقشہ طلب کیا
 اور یہ اعلیٰ درجے کے حکام فانی بیٹھے بیٹھے انہی سے ہی خواب پریشان دیکھا کرتے ہیں۔ اور کام کی یہ
 کثرت کہ یہی سے معمولی محسوس ہو جانے کی فرصت نہیں میں تو بہت گھبراہٹ کا اندازہ رائد کی درخواست
 کرتے ہوئے بہت بڑھکتا ہوتا تھا کہ مہربانی فرما کر جو کچھ متوجہ رشتہ دار سے کہنا کچھ تردد کا
 عمل نہیں یہ امیدوار ہوگا جو شہر رہتے ہیں ان سے مدد لی جائے گی۔ غرض نقشے کے کئی ٹکڑے
 کر کے اہل و عیال کو قسیم کر دیئے گئے ان میں ایک ایک ہندو امیدوار کو دیا جانے لگا تو اس نے
 خود درخواست کر کے ایک لکھا اور میں نے دیکھا کہ اسی وقت سے اس نے کمر سے قلندران
 نکال با تھر س کے ٹیٹک آویزاں ہوئے تھے کہ تھوڑا سا بنا کام شروع کر دیا باوجود اس کے کہ دو
 ہفتے کی مہلت تھی مگر اس نے نول جو تھے باغیوں ہی دن اپنے نقشے کے دونوں نقشے نہایت
 صحت و رعایت سے مقرر کیا۔ اس نے اس وقت پذیر ہوا

منست منكره است سلطان بن تيمور

سیرتِ مبارک نے ایک چھوٹا اور آسان سا ڈیڑھ ایک سلاٹ بھائی کے لیے بھی رکھا تھا ان کو کپڑے پتے سے اس بیگ کی زبردستی لگائی۔ اب ہلاتے ہیں تو ٹلے ٹلے پھرتے ہیں۔ بارے لوگوں کے سمجھانے

۱۵:۰۰ بجے صبح کو کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔

سے آئے تو آتے کے ساتھ کڑا کر سر رشتہ دار سے بولے کیوں منشی جی یہ کس جرم کے لیے تھے
 نام کا وارنٹ جاری ہوا ہے۔ عوصیاں ہوں تو لالہ بھائی گھر سے بلائے جائیں اور بیگار ہو تو ہم پکڑے
 پکڑے پھریں۔ اور میں اجلاس کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تجویز لکھ رہا ہوں۔ میں نے سر رشتہ دار کو
 کہتے سنا کہ آریسٹے خدا ذرا آہستہ آہستہ بولو صدر اعلیٰ صاحب تجویز لکھ رہے ہیں۔

مسلمان امیدوار۔ تم نے تو صدر اعلیٰ کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اس کے یہاں بھی پانچ نمازوں میں
 سے تین جہری ہیں سن لیں گے تو بندہ کچھ ان کا دیا نہیں کھاتا۔

سر رشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکری کرتے ہو ابھی اسی مہینے میں تم کو اس تقسیم کے مقدمے
 میں بیٹھے بٹھائے تیس روپے مل گئے یہ تو میں جانتا ہوں تو کروں سے اچھے پڑھتے ہو۔ بھلا خیر یہ
 ایک چھوٹا سا نقشہ ہی مہربانی فرما کر ذری اس کو تو بنا دینے۔

امیدوار۔ بس مجھ کو تو ایسے اخلاص سے معاف فرمائیے۔

سر رشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا۔

امیدوار۔ منشی جی تم تو ہم کو بہت ہی ستاتے ہو۔ (نقشہ دیکھ کر) اقول نقشہ ہی کہ شیطان کی آڑی
 ہو نہ صاحب یہ میرے بولتے کا نہیں۔

سر رشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجئے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف پارخانے آپ کا

بھرنے ہیں بستہ بردار مثلیں لا کر آپ کے سامنے رکھ دے گا۔ آپ ان چار مدعوں کی کھٹوائی کر ڈالیے۔

امیدوار۔ آپ نے تو ایک کا بھر کی جنو (زبان) ہلا دی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ پارخانے کا

تھکان گز کا لمبا ہو گا۔ بھلا کتنے دنوں میں آئندہ دیکھ کر ہو گا۔

سر رشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن۔

امیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرہویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ

سورورے میں تو بندے کے جو اس پر جا رہے ہیں۔ بعد رمضان بات سب بات۔

امیدوار تو نقشے کو ہاتھ ہی نہیں لگاتا تھا۔ لیکن لوگوں نے کہا ارے میاں کیوں غڈ کرتے ہو کچھ کام بھی ہو

بھوٹی شیخی اور بے جا تعظیم طلبی کی عادت ترک کر لیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں ذمات اور نیکی بھی نہ آنے پائے یعنی خود داری رہے اور غرور بھی نہ ہو۔ سو چنانچہ مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سن کر ہمیشہ یہ خدشہ واقع ہو کرتا ہے کہ کہیں مسلمان شیخی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اُس کے زوال کا اور وہ بھی اس پیرائے میں کہ سلطنت کے جاتے بننے کی ہیں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی کہ ایک مٹی کے گھڑے کے ٹوٹ جانے کی جوتی پر جو سہالی دور و دھمی کے ساتھ خدشے دیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقتدار ہی تو ویسے ہی اُس نے ساتھ بیٹے سے بھی ہیں۔ دنیا اور دین کی عاقبت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے کا فسوس ہو اور نہ اُس کے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت تہاشی کا نہ نہ تھی تو بڑا ذریعہ ترقی و ترقی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہو اسی کی مابست اسی کی دولت اسی کی خوش حالی اسی کی عزت و غرض اسی کی دنیا اور میں پکارے کتابوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل سکتی۔ اور نہ صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی معام ہو اور یہی زمانہ کی ہر لوگ بسر کر رہے ہیں۔ کہ سولی اور چپک اور دیار سلائی اپنی نہایت کی مل چیزوں نے لے لیے ہو۔ سپے دست نگر ہیں میں تو اس کو زندگی نہیں سمجھتا جن کو بیٹھہ ہا سلطنت نہیں ایسے نا اہلوں کو اول تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی ع

دولت نہ پانچواں کے لئے رہا ہوا

اور بقرض محال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک نے اس کی قیامت لائی تو جانو کہ ملک کی سلطنت جاتے رہتے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانے والی چیز تھی اور یہی تو خوب بڑا اچھا ہوا ہے۔ ہاں افسوس ہے تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں یعنی وہ علم و ہنر نہیں لے پورے کو حقیقت ذلت سے اٹھا کر معراج الکمال عزت پر پہنچا دیا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ مسلمانوں میں ایسا علم و ہنر نہیں سرپیٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے حاصل کرنے کا جیسا پابجئے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں سے ہو۔ ابھی اُنھوں نے سنا ہے کہ اس کی نہایت ہی کو نہیں سمجھا۔

اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہو میں نہیں مانتا کہ ان کو شوق ہو جیسا شوق ہونا چاہیے اور انھوں نے علم کی ضرورت کو سمجھا ہو جیسا سمجھنا چاہیے۔ ہمارے خاندان کا دستور ہے کہ جب تک بچوں کو صرف کھانا کافی ہوتا ہے ان کو کھانا نہ پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ عمر کی اس حد کو پہنچتے ہیں کہ صرف کھانا بس نہیں کرتا تو ان کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی بیسہ یا لکھا نماز مقرر کر دیا جاتا ہے اور وہ بیسوں کی طرح سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر نہ اپنے فضل سے بڑے بچے نماز ہی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صاحب ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔ اور ہاں بیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم ان کو اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو کتنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو لینے بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہو بھی تو وہ اسی قسم کا شوق ہو جیسا لالچی بچوں کو نماز کا جس طرح وہ نماز بیسوں کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ لوگ بھی لالچ سے جلد بڑبڑ ہیں نہ ان کی ناراضگی ان کی تعلیم کا شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہو قدر کرنے کا جو بچے لالچ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے نماز کی قدر جانی۔ اگر کہا جاسکتا ہے کہ ان کو نماز کا شوق ہو تو جو لوگ ٹوڑی کے لالچ سے تعلیم پڑھتے ہیں ان کو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر جانی کہا جائے گا کہ ان کو تعلیم کا شوق ہو نہ کہ یہ اول تو اس لئے ہے کہ وہ نہیں اور ہو سکتی بھی نہیں۔ اور ہو بھی تو وہ ایک نہایت بتدل منفعت ہو جو تعلیم پر توجہ ہو سکتی ہے بلکہ تعلیم پر توجہ لینے اعلیٰ درجے کی اور تعلیم جو ہو رہی ہو شاید ٹوڑی نے لینے تو کافی ہو بھی مگر قوی ترقی کے لیے تو میں اس کو تعلیم کی وجہ سے بڑا نہیں سمجھتا انسان کی طبیعت ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہے کہ یہ ساری فضیلتوں سمیت انسانی باتوں میں انہیں کو اپنے لیے اور خاص اپنے لیے سمجھنا چاہتا ہے وہ اس شخصیت الائنس الشیخہ تو شکل سے اس کے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے قوم سے قوم فائدے سے کہیں زیادہ سود مند اور قابل قدر ہیں مثلاً اہل یورپ کے حال پر نظر کرو کہ ایک گور ایک لوہار ایک موچی یہاں تک کہ ایک ٹوڑا بھی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بڑے شہروں کے لئے اور غل تو سمی کے لئے۔

بڑے بازاروں میں شام کے وقت لوگوں کا یہ جھوم ہوتا ہے کہ کھوسے سے کھواہمتا ہوتا ہے اور رستے
چلنے دھواہ میں نے ایک نواب صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی گھٹی پر سوار ہیں۔ دو سوار آگے دو
پیچھے سائیں اور سوار تیرا بھیڑ کر ہٹانا چاہتے ہیں لوگ بڑبڑھوکا ٹل سن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھتے ہیں
مگر جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا۔ مونہ میں ٹیپ اور ہاتھ میں
تیس چار فٹ کا بیہ۔ وہ نہ ہٹتا ہے اور نہ ہٹتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ سیٹی بھی نہیں بجاتا مگر لوگ ہیں کہ
کہ آپ سے آپ کاائی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومت قومی رعب پھر ان کی قوم کا
چار بھی ہے تو ہی کہلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی عزت قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیہ پیروں
کھڑے چلایا کریں۔ دعائیں دیں۔ مناجاتیں سنائیں تسمانی روگ دکھائیں کسی نے بہت دیا تو ایک
پیسہ وہ بھی تبہ رات کے دن۔ لیکن اگر انگریزوں کو فریاد کیا کہ اب تو دور سے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور
بے دریغ کم سے کم ایک ابرہین متوش اُن کی مذکر ہیں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول تو حلوم ہوا
کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اُس قوم کی ساری افراد پر کیا نیشن
اُس نعمت کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ محکو ساری غمرا نگیزوں کی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر
طالب العلما کے زمانے میں نوکری کی حالت میں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا ہے اور اب کہ محکومتی
انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار سمجھ لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا اخبار دیکھتا ہوں
تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں رہا ہوں انچریوں سے ملاقات ہو دوستی ہو
گو گمان پان نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی سن وجہ انگریزی سوسائٹی ہی بلکہ انگریزوں سے تو ایکٹ
دوا ب مجلس کا کوئی فریضہ متروک ہو بھی جائے نیچریوں سے کسی شعبہ کا متروک ہونا بھی ممکن
نہیں۔ شریعت کی پابندی جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے سو ردی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں
کے حال سے محکوپوری آگئی نہیں تو محض ناواقفیت بھی نہیں۔ میں نے بعض انگریزوں نہایت لائق
دیکھے اور اکثر ہماری طرح کے معمولی آدمی۔ تو محکومیت ہو کر تھی کہ یہی لوگ ہیں اور انہی ہی
لوگ ہیں جو روپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہو گا۔ جیسا کہ ان لوگوں کی خدمت سے ایجاد سے

ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو ہونا چاہی ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا بڑا تفاوت نہیں مگر ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور عموماً تعلیم کا سوسائٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو جاہل ہے وہ صرف اس وجہ سے جاہل سمجھا جاسکتا ہے کہ اُس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سکولٹی بچے خود معلم کا حکم رکھتی ہیں اور بچے پھرتے اٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لیے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لیے کر رہے ہو وہ بھی سسک سسک کر قونی تعلیم کے زخم فائدہ سے سمجھتے ہو نہ تم اس کی قدر کرتے ہو۔ اور جب سرے سے قدر ہی نہیں کرتے تو اس کے لیے کوشش کیوں ہو ہمیں جو بڑا روشن خیال ہے وہ یہ تو کچھ کا کما پٹے بیٹوں بھتیجیوں ذمہ داروں کو تعلیم دلانا پاتا ہے تاہم غرض اُس کی کوشش اُس کے گھر کے اندر محدود ہے مگر قوم اُس کے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے اُس کا ذہن ہی اس طرف منتقل نہیں ہوتا کہ اس کے عزیزوں کے تعلیم یا جانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جائے گی اور جب تک قوم تعلیم یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی بکتیں بھی محدود رہیں گی۔ جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں یہ بڑا نقص ہے کہ اُس کی غرض و غایت نوکری ہے اور ابھی سے لوگوں نے بڑبڑانا شروع کر دیا ہے کہ تعلیم یافتہ بھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ شکر ہے کہ بے معاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایت بالکل صحیح ہے تعلیم کی گدگد ہی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوتی تھی۔ کہ رسمی ایکشن ڈالٹ لٹا۔ شروع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے لوگوں کو اُلٹی بے دلی ہوتی جاتی ہے اور اس کا علاج کرنا نہایت ضروری ہے۔ سوسائٹی سے بچے ہوئے کو آگ سے سینکتے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہے اسی کا علاج ہے تعلیم۔ میں اُس کی دوند ہی سنیں رکھتا ہوں ایک شخص کو دوستوں کی شکایت تھی وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو اپو پہنچے آیا۔ اُن لوگوں کو آں حضرت کے ساتھ عقیدت ہی اس قسم کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیہر کو اپنا راہ نہا سمجھتے تھے اور واقع میں وہ تھے بھی۔ اب ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیہر کی دینی تعلیم میں بھی چون و چرا کرتے ہیں۔ نفس صریح دیکھتے ہیں اور اُن کو تسلی نہیں ہوتی نہ تو وہ شخص دوستوں کی دو اپو پہنچے آیا آپ نے شہد کے پینے کو فرمایا اس واسطے

کہ خدا نے شہد کے حق میں فیہ شفاء للناس فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اور بھی چھوٹ پڑے پھر دوڑا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد پیئے جاؤ جو جوں جوں شہد پیتا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے تھے اور وہ بار بار شکایت کرتا تھا اور ادھر سے شہد ہی کی ہدایت ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا تیرا بیٹ جھوٹا ہی۔ جا شہد ہی پیئے جا۔ آخر کار جب کامل تنقیہ ہو چکا دست آپ سے آپ بند ہو گئے کسر کے رہتے شہد مہسل تھا مادہ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد قابض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسرت کی شکایت کی اور وہ تھا مجرد۔ آپ نے فرمایا نکاح کرو و انکرو الا یامی منکم و الصالحین من عبادکم و اماءکم ان یکنوا فقراء یعنیہم اللہ من فضلیہ نکاح کیا تو جو رو کے نان تنقے کا بوجھ بڑھا۔ اور تنگی ہوئی۔ پھر شکایت کی۔ فرمایا ایک نکاح اور غرض آخر کار تعدد نکاح سے خدا نے اُس کو برکت دی۔ ایسا حلوم ہوتا ہے کہ وہ حد بے کا کابل رہا ہو گا۔ خانہ داری کی جنتی میں سے نکلا سید ہو گیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر تہمت کی معاش کا سبب ہو تو اور پڑے۔ یعنی ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہمسہ ہزار اور پڑیں اور اتنی طرح ہزار ہزار پڑتے جائیں یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ پانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کرے گا جب لوگ کثرت سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور نوکری ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالیں گے اور بھی قوم کو اسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیوں دلائل عقلی کے منظر ہو۔ سیدھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے

کہ ہم میں اور یورپین میں کوئی وجہ فارق نہیں۔ جیسے آدمی وہ ویسے آدمی ہم۔ اگر وہ سرد ملک کے رہنے والے گور سے ہیں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں کچھ بھی مدخل نہیں۔ پھر وہ کیا چیز ہی جو ان میں ہوا اور ہم میں نہیں۔ اور زبان کی ترقی اور ہندی پشتو کی سبب واقع ہوئی ہی ہاں تو وہ چیز تعلیم ہے کہ وہ ایچو کی تعلیم یافتہ اور ہم ان ایچو کی سبب ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑ لینے سے کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ گئی ہو تو ہم کہ بھی آنکھ بند کر کے

۱۵ اور اپنی رائیڈوں اور اپنے رٹوں اور اپنے غلاموں اور اپنی لوبڈیوں میں سے جو نیک بہت ہوں ان کے نکل کر دو اگر محتاج ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا ۱۲۔

اُسی تہ پر پڑھ لینا چاہیے۔ یعنی اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حمایت کا یہی ایک متعین سپر ایج
ہو کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ سو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہو مگر گوانٹنی
(مقدار) اور کوالٹی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی۔ کچھ خبر بھی ہو وہ وقت سر پر چلا آ رہا ہو کہ جس علم کے
حاصل کئے کے لئے تم سے کہا جاتا ہو۔ اور تم نہیں سنتے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔

اس واسطے کہ دریافت اور ایجاد کے اعتبار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سا کھل گیا ہی یورپ کے مقابلے میں تو خدا کی طرف سے اُس کو فیصل شدہ سمجھو کہ تم اُس کے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیوں کہ پاسکو گئے کہ تم ابھی جبکہ سے کسکے تک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دو نسل کے پہلے کے چلے ہوئے ہیں پہلے پیدل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے گام پیمرد لگی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپریس (سب سے زیادہ تیز ریل گینا لٹے چلے جا رہے ہیں کہیں وہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام کو شہرہ ہوا تھا کہ تار میں اندر اندر جادو کی پتلیاں دوڑتی ہیں۔ اور جب ہم تار کی مشینری دیکھ لیں تو ہم یہ نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ انھوں نے آخر ایک ڈھکے سلا گھر تو لیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض و غایت یہ سمجھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اس کی نسبت میں یہی کہہ سکتا ہوں ع

- ایں خیال ست و محال ست و جنوں

ہاں اہل یورپ تعلیم کے تیس درجے پر اب ہیں اس کے آدھے تہائی چوتھائی پچھی ہم پہنچ جائیں تو ہمارے بد نصیب ملک ہماری بد نصیب قوم کے بھاگ کٹھل جائیں وہی عیسا خدا نے اہل کتاب کے لئے فرمایا تھا وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْمَلُوا مِنْ تَوْفِيقِهِمْ شِعْرَ اللَّهِ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ رَبِّهِمْ هِيَ تَوْنَهُ فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا يَتْلُوا فِيهِ دُسًّا أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ أَعْيُنُكُمْ وَأَبْصَارُكُمْ هُمْ ذُو الْعَرْشِ فَأَمَّا جَنَّاتُ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الْمُؤْمِنِينَ فَنُزُلًا مِنْهَا نَارٌ خَالِدَةٌ فِيهَا زَوْجَانِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

سہ اور اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ تو رات اور انہیں اور ان صحیفوں کے حکموں پر قائم رہتے جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئے تھے تو ان کے سینے اور ہر سے شوق پرستا اور پاؤں سے تیل سے اُبنا ۱۲۔

درستے) میں جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ نہ کرنے سے کچھ بہتر ہی ہو گا چاہو کہ اس حصول مدعا ہو۔ سو ہونا نہیں۔ اب اسلام کی حمایت کا ایک دوسرا پیرایہ اور ہے اور وہ تعلیم کے رواج دینے سے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر یہ خود نئی بات نہیں تو جس پیرائے میں اس کو میں ادا کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا ضرور دنیا ہی کہ میں نے نہ دیکھا نہ سنا۔ میں پوچھتا ہوں دنیا میں اسلام کے جاری کرنے سے خدا کا کیا مطلب تھا۔ بے شک پیغمبر صاحب آخر الزمان کی بعثت کے وقت ادیان کی بہت ہی تباہ حالت تھی عمل تو رہے دوسرے درجے میں اہل کتاب تک کے معتقدات خراب ہو گئے تھے اور معتقدات بھی جنت اور دوزخ اور آسمان اور فرشتوں اور شیطان کے بارے میں نہیں بلکہ خود بڑی ہر کار یعنی خدا کے بارے میں **وَقَالَتِ الْيَهُودُ نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَوَقَّالَتِ النَّصَارَىٰ مَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ** اس سے زیادہ اہل کتاب کے معتقدات کا فساد معلوم کرنا ہو تو قرآن کی طرف رجوع کرو غرض تمام ادیان کیا اہل کتاب اور کیا غیر اہل کتاب سب جاوہ استقامت منہوت تھے۔ اور خدا جو اپنے بندوں پر ہمیشہ سے مہربان ہے اور ہمیشہ مہربان رہے گا۔ **كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ** ان کی یہ تباہ حالت دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور زمانے کا رنگ پکار رہا تھا کہ کسی پیغمبر کا اتنا ضرور ہے اور وہ پیغمبر **مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** تھے جنہوں نے ملک عرب میں ظہور کیا اس لئے کہ عرب خرابی اور تباہی اور فسادات کا سنٹر (مرکز) تھا۔ غرض اسلام کے جاری کرنے کا ایک مطلب یہ تھا۔ لیکن ایک مطلب اہم اور بھی مضمر تھا جس کی طرف میں آپ صاحبوں کی توجہ کو مبہر دہن کرنا چاہتا ہوں۔ میں ابھی اُس کو بیان کروں گا۔ لیکن لوگوں کے شوق کو ذرا مشتعل ہو لینے دو (لکچر دینے اس وقفے میں گلوٹر کرنے کو چاہئے پی)۔

وہ مطلب یہ تھا کہ ساری دنیا میں ذرا ان لفظوں کو دھیاں میں رکھنا ساری دنیا میں ایک **مِنْ بَرٍّ ذَّوْطًا** (اخوت عامہ) قائم تو تمام بنی آدم اس **بَرٍّ ذَّوْطًا** کے ممبر بنائے جائیں اور جملہ امتلاقات

۱۰ اور یہود لگے کہنے کہ عزیر احمد کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ لگے کہنے مسیح اللہ کے بیٹے ہیں ۱۲ ۱۱ اللہ نے بندوں پر مہربانی کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے ۱۲۔

دور ہو کر ساری دنیا میں امن آجائے عام لوگوں کا خیال یہ ہو کہ پیغمبر کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لیے معجزوں کا دکھانا ضرور ہو۔ لیکن یہ ایک ادنیٰ درجے کا خیال ہے چشم بصیرت میں خدا نور ہے تو خود پیغمبر اپنی صداقت کی دلیل ہر ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

در دل ہر قوم کس از حق مرزہ ست رد و آواز پیغمبر معجز است

وہ حکایت تو سنی ہو گی جس دن پیغمبر صاحب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ جوق جوق حضرت کے دیکھنے کو چلے آتے تھے۔ میں اپنے نخلستان میں تھا۔ میں نے جو پیغمبر صاحب کا آنا سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحب کو دیکھنے گیا۔ پس دیکھنا تھا کہ میرے دل نے گواہی دی **وَاللّٰهُ مَا هَذَا اَبُو جَبْرٍ كَذَّابٌ**۔ اور فی الحقیقت خدا نے آدمی کے دل اور اس کے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشرے سے دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر نبی **سَوْفَ نَبَيُّنُ مَا هُوَ** سے فرمایا ہے **اَتَقُوْا اَمِيْنَ** **فَمَا اَسَاءَ الْمُؤْمِنُ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِوَدِّ اللّٰهِ** تو جس طرح عبداللہ بن سلام نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ اس شکل و صورت کا آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی معجزات سے قطع نظر کر کے دوسری دوسری وجوہ سے پیغمبر صاحب کی صداقت کی طرف سے اپنے تئیں مطمئن کر لیا ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ تمام دنیا میں کاسن **بُرْدُ رَزْدَقِ** قائم کرتے کا عمدہ اور وسیع خیال پیغمبر کے سواے ماوشا کسی کے دل میں آہی نہیں سکتا ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اُن کا سینہ خدا نے کھول دیا تھا **اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرِيْ** تو ویسے ہی عالی اُن کے خیالات تھے اب رہی یہ بات کہ پیغمبر صاحب نے اسلام کے جاری کرنے سے ساری دنیا میں ایک کاسن **بُرْدُ رَزْدَقِ**

لیجئے اس شخص کا منہ کچھ جھوٹا آدمی کا سامنہ نہیں ہے ۱۲۷۵ھ ایمان دار کی شکل سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ نور خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے ۱۲۷۵ھ ای پیغمبر کیا ہم نے تمہارے خیالات وسیع نہیں کیے ۱۲۔

قائم کرنی چاہی تھی اس کا ثبوت۔ ہاں تو اس کا ثبوت ہی عموماً رسالت ﷺ تو ما اَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حَكِيمًا مُبِينًا
 اور قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ساری دنیا کا ایک خدا ایک پیغمبر اور ساری دنیا کا ایک دین ہوا اور اس دین کا
 اصل الاصول ہو اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ أَخَوَةٌ تَوْبَهُ ساری دنیا کی کاسن برادر ہدی۔ اب میں دیکھتا ہوں
 چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب نے اس کاسن برادر ہدی کے قائم کرنے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کی
 تھیں سب سے بڑی تدبیر تو یہ تھی کہ انھوں نے اسلام کی بنیاد ایسے آسان اور سلیس اور عام فہم عقیدے
 پر رکھی جس سے کسی فرد بشر کو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور وہ عقیدہ ساری دنیا پر جمع غلیہ ہو۔ وہ کیا عقیدہ
 ہوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اس کے لیے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہو اور نہ کسی ثبوت کا محتاج ہو ممکن نہیں کہ
 کوئی شخص جائزہ بشریت پہنے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا معتقد نہ ہو۔ انسان کی فطرت ہی اسی طرح
 کی واقع ہوئی ہے کہ اس کا دل خود بخود لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دیتا ہے اور ایسا کہ اسلام غیر مذہب بلکہ مذہب
 مخالف سمجھا گیا ہے۔ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بھی اسلام کا مانو شعار بلکہ اسلام کا عبادت اس وجہ سے لوگ
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے بھٹاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے ہیں سب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے قائل ہیں۔
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہی تو وہ اپنی ذات اور صفات میں یکاثر بھی ہے۔ ورنہ وہ خدا
 ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ دراصل ایک ہی شخصہ اسی قاعدے کو ذرا اور پھیلا دیا۔ ذرا
 اس میں اور تعظیم کرو تو کیا ہو جائے گا۔ دو خدا در عالم شجندہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا بَات
 دہی ہو دو بادشاہ دراصل ایک ہی شخصہ کا سکیل بچوٹا ہے اور لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا کا
 سکیل بڑا غرض خدا ہے تو وہ ایک ہی ہے۔ وَخُذُوا لَنَا شِرْكَ لَكُمْ۔ وہی ہمارا پیدا کرنے والا بنانے
 والا اور روزی دینے والا ہے۔ یہ سب لوازم خدائی ہیں اور پیدا کرنے والا بنانے والا روزی دینے والا
 ۱۱۔ اسی پیغمبر ہم نے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۲۔ اسی پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف
 خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا جو آسمان و زمین کا مالک ہے اس سے سوائے کوئی معبود نہیں۔ یہی جلتا اور مارتا
 ہے ۱۲۔ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۳۔ زمین و آسمان میں کوئی نہایتے تو وہ ہیں انہیں کے برابر کوئی نہیں ہے

تو وہ ہماری سب سے بڑی تعظیم سب سے زیادہ احسان ہندی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اور
یہی عبادت ہی یہی پرستش ہے اور یہی پوجا ہے۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لا الہ الا اللہ ہے جس کا اتنا
سارا نعل پڑا ہوا ہے۔ اس وقت آڈینس میں بھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبت کٹر اہل
کے کہ میں خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اس کو سختی تعلیم نہیں جانتا اور اس آڈینس پر کیا موقوف ہے۔
اس سرے سے اس سرے تک ساری دنیا پتھان مارواڑ ایک تنفس کو نہ کر خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ
کہ اس کے دماغ میں فتور ہو۔ کون کہہ سکتا ہو کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے
زندہ ہوا اور اپنے ارادے سے مرے گا وہی پانی برساتا وہی مخلوق کو روزی دیتا ہوا ^{نظر} ^{نظر} ^{نظر}
فی ملکوت السموات والارض اولی قائل میں انسان کو اپنی در ماندگی اور بے اختیاری کا قائل
ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی در ماندگی اور بے اختیاری خدا کو منوائی ہے حقیقت میں میری سمجھ میں نہیں آتا۔
کہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہ ہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں اپنے تئیں
مسلمان نہ کہے اور کیوں مسلمان اس کو مسلمان نہ سمجھیں۔ بے شک اسلام میں خدا کے ماننے کے
علاوہ اور بھی باتیں ہیں مسلمانوں کی عبادت کے خاص طریقے ہیں مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال
ہیں اور بعض چیزیں حرام۔ بعض مسلمانوں کی شہادت ایک علیحدہ شریعت ہے لیکن اصل اسلام
وہی لا الہ الا اللہ یعنی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اس میں غدر ہو تو وہ بانی کر کے ذرا
تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر من قال لا الہ الا اللہ دَخَلَ الْجَنَّةَ کے معنی سمجھائیں جو لوگ
اصل اہل اہل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ اکثر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے
روزے نہیں رکھتے اور بہت سے کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ بائیں ہمد وہ مسلمان سمجھے جاتے
اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارت کی جاتی ہے۔ لیکن ہم نے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے
میں ہمیشہ مضائقہ کیا ہے اور یا ہم ایک طرح کے بندہ ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر منکر خدا ہو نہیں
سکتا مگر کہ اس کے دماغ میں فتور ہو سولہ والی اور غفلت اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھ لیجئے گا۔

خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اس میں غدر ہو تو وہ بانی کر کے ذرا

قرآن میں انسان کی فطرت کا بیان کی جگہ ہر ازاں جملہ ایک مقام پر فرماتے ہیں **لَهُوَ الَّذِي يُسَوِّدُ**
فِي اللَّيْلِ الْبُحْرَ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِ وَجَرْتُمْ بِهِم بِرِجْحٍ طَبِيقَةٍ وَفَرَجُوا مِنْهَا هِجَابًا فَتَنَافَرُوا
وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُوا أَلَهُمْ أَخِيضُوا لَهُمْ دَعْوُ اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُمُ الَّذِينَ كَانُوا يُحِبُّونَ
مِنْ هَٰذِهِ لَنُكَفِّرَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ فَلَمَّا أَتَاهُمْ إِتْبَاهُكُمْ فِي الْأَرْضِ لِغَيْرِ الْحَقِّ بِمَا
أَتَاهُمُ النَّاسُ لَمَّا بَغُواكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لَنُجْزِيَنَّ الَّذِينَ أَمْزَجَتْكُمْ مِنْكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ
لِلْعَمَلُونَ۔ اس سے کیا معلوم ہوا کہ آدمی خوش حالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ہاں جب اس پر کوئی
 مصیبت آتی ہے تو اس کی اصلی فطرت کھل پڑتی اور وہ خدا کے آگے ناک گرنے لگتا ہے۔ اور یہی سبب ہے
 کہ بزرگانِ دین نے بڑی مصیبت مند زندگیاں بسر کی ہیں۔ اور نہیں تو ریاضات اور مجاہدات کی
 مشقتیں اختیار کر کے اپنے میں تکلیف میں رکھا ہے ہم تو منکر خدا اس کو بھیجیں کہ تھکے **إِذَا بَلَغْتَ**
الْمُلَاقَىٰ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالتَّقَىٰ الْمَسَاقُ بِالْمَقَاتِلِ وقت ہوا اور یہ اپنی سیکڑی پر
 جمار ہے ورنہ **قطب**

شب دلارام سے گزرتی ہو	صبح اٹھ جام سے گزرتی ہو
عاقبت کی خبر خدا جانے	اب تو آرام سے گزرتی ہو

یہ سارے سامان ہیں تو خدا کا بے کو یاد آنے لگا یہی حال تو فرعون کا بھی ہوا تھا کہ ساری عمر **أَنَّا كُنَّا نَعْبُدُهُ**
 سلاہوی خدا تم کو خشکی میں اور پانی میں چلا پاتا ہے چنانچہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو آباد و امن کی دے کر
 جاتی ہے اور لوگ خوش ہوتے ہیں کہ کیا ایک بادِ سخت کا جو نکاشتگی کو اکٹھا کرتا ہے اور لہریں ہیں کہ ہر طرف سے آگے بڑھ لگتی
 ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ اب تو جسے آگے سے تو پچھلے دین دارین کو خدا کو چارنے لگے ہیں کہ اگر تو کو اس بلا سے نجات نہ دے تو ہر
 شکر گزار بندہ ہو کر رہیں گے پھر جب خدا ان کو پچھلے تار تو خشکی پر پہنچ کر ناطق مار و اہانت کرتے لگتے ہیں تو کو اس بے ادبیت کا
 وبال تم ہی پر پڑے گا دنیا کی زندگی کے چند روزہ قائم سے اٹھا لو پھر تو تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہو اس وقت ہم تم کو
 بتا دیں گے کہ دنیا میں تم کیسے مل کر رہے ہو ۱۲ سال تک کہ جب جان بدن سے نکل کر خیر گردن میں آکر اٹک جائے
 اور مرنے والے کے جوار دار چلا اٹھیں کہ کسی کو ایسا شہر بھی یاد ہے کہ جوار کو چالے اور خود بیمار کو قہین ہو جائے کہ بس اب دنیا کا

بجھتا ہا۔ ڈوبنے کو ہوا تو ساری شئی بھگ گئی حتیٰ اِذَا دَرَكَا الْغَرَقُ قَالَ اَمَنْتُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي
اَمَنْتُ بِهِ بَنُو اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور فرعون کی کیا تخصیص ہے

ایچ کس از ما کم از سرعون نیست لیکن اور اعون مارا عون نیست

ع تصنیف راصنف نیکو کس بیان

خدا جو انسان کی فطرت بیان کرے وہی صحیح الّا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وہ فرماتا ہوتا ہے وَجْهَكَ لِلدِّينِ
حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ اور حدیث میں آیا ہے كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبَوَاهُ يُهَيِّوَانِهِ
اَوْ يَنْصُرَانِهِ اَوْ يُجَنِّسَانِهِ تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرت اسلام پر پیدا ہوتے
ہیں اور فطرت اسلام وہی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اور فطرت بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی
ہے۔ ذرا ان مقدمات کو ذہن میں جمع کر تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر یہ تو ویسی ہی بات ہوئی
کہ ایک مرتبہ برا غل مجا کہ پہاڑ بیچہ دینے والا ہے۔ یہ سن کر تمام خلقت ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ پھیلاؤ ہے تو
دیکھیں یہ کتنا بڑا ہوتا ہے آخر انتظار بسیار کے بعد یہ بیان نکلی۔ لوگ کہہ سیکے ہوں اپنے گھروں کو واپس
نہجئے دنیا میں ہی چل چار کی ہے اور بڑا لالچ کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیمر ہے اور انسان اس پر مجبور ہے مگر لیکن میں نے
کوئی آیت نہیں بنائی اور میں بیچارہ کم سواد کیا آیت بناتا جب بڑے بڑے فصحاء عرب دم نہار کے
تو میں نے کوئی آیت نہیں بنائی کوئی حدیث وضع نہیں کر لی۔ مَجْکُوْمٌ كَذَبَ عَلَى مَتَعَدٍّ اَفَلَيْسَتْ بَوَآءُ

اسے یہاں تک کہ جب اُس کو ڈوبنے نے ادبایا تو لگا کہتے کہ جس خدا پر بتی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اُس پر
ایمان لاتا ہوں کہ اُس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور اب میں اُس کا حکم مانوں گا ۱۲ لے کیا ہو سکتا ہے کہ جو خدا مخلوق کو
پیدا کرے وہی مخلوق کے حال سے واقف نہ ہو ۱۳ لے تو اگر پیغمبر ایک خدا کے ہو کر اس دین الہی کی طرٹ کو اپنا رخ کر لویہ خدا کی بنائی
ہوئی ساخت پر جس کے مطابق لوگوں کو بنایا ہے اللہ کی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہی چکا دین ہے مگر اکثر لوگ اس بات سے
بے خبر ہیں ۱۴ لے جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ چاہیں ان کو یودی

بنائیں یا نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں ۱۵ لے جو شخص بھڑ بھڑا کرے وہ پہلے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کرے ۱۶

مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ کا وعید یاد ہے۔ نتیجہ جو نکلا جس کا جی چاہے اُس کو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھے۔ اس میں بھی شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی نظر میں داخل ہے وَفِي الْأَمْزِجِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ اور جب خدا کو منظور تھا کہ اسلام کو قبول فرمائیے یحییٰ ہو یعنی ساری دنیا کا ایک دین ہو اور اس کا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اس کے لیے اصول بھی ایسے عام اختیار کیے جائیں کہ کوئی فرد بشر ان کے احاطے سے باہر نہ رہنے پالے اور ایسے ہوں بے انضمام فطرت بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر کرتے ہیں تو اُس میں لطیف اسلام کے نظریے بھٹکی اس کثرت سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب ہے یا ایک مطلب نہیں تو ترجیح بند ہونے میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض و غایت ہی یہ تھی خدا نے استدلال کا طریقہ ہی یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرت سے گواہی دلوں کہ اپنی ذات و صفات کا اقرار کرتا ہے اور میں تمہارے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمُ أَنْ تَشْعُرُوا سُبْحَانَ هَذَا إِلَهِ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ۔ اَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرْيَةً وَاجْعَلْ جِبَالَهَا أَغْصَانًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيًّ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا إِنْ تَأْمَعِ اللَّهُ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اَمَّنْ يُهْبِطُ الْأَفْطَارَ إِذَا غَاةٌ وَيَكْشِفُ السُّيُوءَ وَجَعَلَ لَكُمُ خُلَافَاءَ الْأَرْضَ اَللَّهُمَّ فَلْيَلَا مَنَا اَلْكَرَامُ

سہ یقین لائے والوں کے لیے زمین میں اور جو ان میں خدا کی قدرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ سہ بسا کس نے آسمان زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسا یا پھر پانی سے نوشتہ باغ اُکا کے ثم ثمر تو نہ بن پڑتا کہ باغوں کے درخت اُکا کھڑے کرتے کیا اس پر بھی اُمید ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ یہ تو حق سے پھر ہونے ہیں ۱۲ سہ بھلا کس نے زمین کو لوگوں کو ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور کس نے اس کے نیچے میں دریا بہائے اور کس نے زمین کے لیے پہاڑوں کے لنگر بنائے اور کس نے دو دریاؤں میں زمین کو جدا فاصل قرار دیا کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ ان میں اکثر کو کچھ نہیں ۱۳ سہ بھلا کوئی بے قرار ہو کر جو اپنی مدد کے لیے دوسرے کو بلاتا ہو کون ہے جو اُس کی فریاد سنے اور اُس کی شکایت رفع کرے اور تم کو زمین میں بھلوں کا چالیں کسے کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے نہیں بلکہ

اَمَّنْ يَهْدِيَكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا لِّبَيْنِ يَدَيْ دُمُتَيْهِ اَللهُ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰى
 هَمَّا يُشِيرُ كَوْنٌ اَمَّنْ يَبْدُو الْخَلْقَ نَسْرُ يُعِيدُ كَا وَمَنْ يَزِدُّكُمْ مِنَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اَللهُ مَعَ اللّٰهِ
 قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - دیکھو تو خدا کی ہستی اور توحید کیسی ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔
 اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیغاب پڑھ سنانی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہو گا کہ پرسوں
 آریوں سے رمضان شروع ہونے والا ہی۔ جا بجا حفاظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم ان کے
 پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس دھب سے خدا اپنی اتنی قدرت اور اپنی وحدانیت کے ثبوت
 دیتا ہے مگر حاصل سب کا وہی ہے جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرت سے گواہی دلو اگر اپنی ذات
 اور صفات کا اقرار کرتا ہو لیکن عربی نہیں سمجھتے تو ان کے پیچھے دھیان ہی کیا کرو گے مجھ سے ترجمہ پوچھنا
 چاہو گے اول تو میں ٹھہرنے والا نہیں اور مجھے بتا بھی تو نہ بتاتیں۔ تو اس کو اپنی چرچنا رکھا ہو کہ
 مسلمان کو عربی کے معنی سمجھاؤں۔ کوئی شخص سلمان ہو کہ عربی کیوں نہیں پڑھتا۔ بے شک تم عربی
 سن کر تریسے کے لیے قمار ہوتے ہو۔ مگر بلا سے میرے اختیار میں تو تمہارے عربی نہ جانتے کی اتنی ہی
 سنا رہی۔ وہ تو میں دے کر رہوں گا۔ زمانو یا بھلا مانو۔ غرض اسلام کے فطری ہونے میں تو کچھ بھی
 کلام نہیں۔ اب یہی بات کہ اسلام فطری ہی تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی۔ اس میں
 زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہو جن کو اسلام سے گریز ہی۔ اور کسی قدر بھلاؤں کا بھی واقع میں
 بڑی حیرت کا مقام ہے کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں۔
 آگے لوگ دو اور دو کا چارہ ہونا بلا غدار تسلیم کر سکتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو
 دوزخ بانوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دو اور دو کا پناہ یہی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا یہی
 اسلام بھلاؤں پر جو تم کو شک کی اور تری کی۔ کیوں میں راہ دکھاؤں اور کون باران رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو بارش کی
 فحش خبری ماننے کے لیے کھینچتا ہو کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہو تمہارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ہو
 ۱۵ بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا اور پھر بار سے پیچھے دبا۔ وہی آیتا ہی اور کون آسمان زمین سے تم کو روزی دیتا کیا اس پر بھی
 اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہو یہ غیر ان لوگوں سے کہو کہ سچے ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو ۱۲۔

مگر یہیں سے تو انسان کی اصل حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیسا متعصب اور قسدی اور جھگڑاواں اور خود پسند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیغمبر صاحب کو خلعتِ پیغمبری سے سرفراز فرمایا انھوں نے بتقاضاے بشریت ایسا سمجھا ہوا تو عجب نہیں کہ جس خدمت پر میں مامور ہوا ہوں اس کا سرانجام ہونا کیا بڑی بات ہے یہی نہ کہ لوگوں سے خدا کے ہونے کا اقرار کر لیا جائے۔ سو ایسا کہ ان کو رخصت ہو گا کہ ایسی سوئی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ مومنوں سے نکالنے کی دیر ہو لوگ تو اسلام پر ایسے گریں گے جیسے شہد پر لکھیاں یا شمع پر پردے یا آج کل کی باتوں سے تو تو تعلیم انگریزی پر پارسی اور بنگالی بات تو واقع میں ایسی ہی تھی مگر جہاں سے اسلام شروع ہوا۔ یعنی عرب وہ لوگ تھے پرستے بچے کے کٹر مسداور غرور اور بے رحمی اور ظلم اور زکراور دغا اور جھوٹ اور بے حیائی اور فواحش اور چوری اور راہزنی اور شراب خواری اور قمار بازی اور بدکاری غرض جتنے عیب انسان میں ہو سکتے ہیں سبھی تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے لکچر کرنے اپنے مسدس میں سے عرب کے حالات کے چند بند پڑھ کر مٹائے۔ یہ مسدس لکچر کی کتاب محصنات یعنی فسانہ مبتلا کے آخر میں جزو کتاب ہو اور علیٰ حدہ بھی باضافہ چند بند اتمام حجت کے نام سے چھپ گیا ہے۔

ایسے لوگوں کو دین سے کیا تعلق خدا سے کیا سروکار باوجودیکہ ابھی نماز کو نہیں کیا اور سے رکھنے کا حکم نہیں دیا زکوٰۃ کی ٹپی نہیں ڈالی اس پر بھی مجھ کو ذرا کا نام سننے کے ساتھ ساتھ ہی بھروسہ چھتوں میں سے نکل پڑیں اور کم نمجوتوں نے پیغمبر صاحب کی زندگی دشوار کر دی۔ لیکن پیغمبر صاحب صرف اتنے آسے پر کہ جو میں کہتا ہوں ان ہی کے فائدے کی کہتا ہوں۔ اور بات یہ کہ حقول یہ آج نہیں توکل اور کل نہیں تو پر سوں سمجھیں گے تمام تکالیف کو حسب اللہ نہایت صبر استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کیا ماننے والے تھے احمقوں نے پیغمبر صاحب کے افہام و تفہیم کو اپنی اور اپنے بڑوں کی تیق اور اپنے بتوں کی پیل سمجھا اور کہا جو کچھ مومن میں آیا اور کیا جو کچھ ان سے کرتے بن پڑے یہ نہیں کہ ان کو دین اسلام کے

حق ہونے میں کچھ کلام تھا۔ اس میں کلام کی گنجائش ہی کیا تھی۔ مگر مارے حسد اور غرور کے وہ
اس مار کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ہم اور دوسرے کے سمجھانے سے ہمیں ^{لعل} تَجِدُوا فِيهَا وَأَسْتَفْتِيهَا
انفسهم ظلماتاً وظلماتاً وہ تو یوں کہو کہ پیغمبر صاحب قریش کے سب سے بڑے نہ داروں کے
خاندان کے آدمی تھے اور اس آثار میں کچھ لوگ پیغمبر صاحب کے سمجھانے سے دین اسلام کے
گرویدہ بھی ہو گئے تھے اور بڑی بات تو یہ ہے

چراغے سا کہ ایزد پر سرور زد

کسے کو پست زندگی شش لبورد

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ بہتر سے ہی
دڑے اٹھائے اسلام کی گاڑی تھی کہ تڑکی پر نہ رکی۔ راخیاں کرنے کی بات ہے کہ تمام بڑیرہ عرب
میں قوم قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابلِ ادب سمجھے جاتے تھے اس لیے کہ یہ لوگ بیت اللہ
شریف کے مجاور تھے اور اگرچہ عرب ہمت پرستی کے ماٹھ میں ڈوبے ہوئے تھے مگر ابراہیم کے
بنائے ہوئے اس معبد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی معبد کی وجہ سے قریش کی
بھی آؤ بھگت ہوتی تھی کہ یوں سارے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی متحضر
نہ ہوتا تھا لَبَافٍ مَرِيشٍ اِيْلَا فِيْهِمْ دِيْعَلَةُ الشَّيْثَانِ وَالصَّيْفُ فَلْيُعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي
اَظْلَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَامْتَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ عَاجِيُوْا كُوَيْبَانِيْ پلانا ان کی مہمانداری خانہ کعبہ کی بست و
کشادہ سب خدمتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد سر پر آوردہ جاویران
بیت اللہ میں سے تھے۔ ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام
پھیلنا تو بت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانہ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا بت خانہ تھا اور
جس پر قریش کی عزت اور معاش کا انحصار تھا۔ کچھ چیر نہیں۔ مجر دیہی روداد پیغمبر صاحب کی صداقت

۱۵ اور باوجودیکہ کافروں کے دل نہ اکی آیتوں کا یقین کر چکے تھے مگر انہوں نے براہ ظلم و زیادتی ان سے انکار ہی کیا۔ ۱۶۔

۱۷ اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند در چند احسان ہیں لیکن ان کو چاہیے کہ صرف ایک احسان کی شکر گراہی میں ان کو جاٹے
گرمی کے سفر تجارت کا ٹوک کر دیا ہو خانہ کعبہ کے خدائی عبادت کریں کہ اُس نے ان کو بھوک میں نہانے دیا اور لوٹ مار کے

کے لیے بس کرتی ہو کہ انھوں نے حق سے مقابلے میں اپنی خاندانی ذریعہ عزت اور وسیلہ معاش کی ذرا بھی پروا نہ کی حضرت کے چچا ابو طالب کی معرفت لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طرح طرح کے لالچ دیکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابو طالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہہ دی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدا سے واحد کی مناد ہی کرنے سے تو باز آتے والا نہیں جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلتا چلا جاتا ہو اور لوگوں کے تئیں کچھ بد سے ہونے سے دکھائی دیتے ہیں تو انھوں نے اِخْوَالِدُوا الْاَوَّلٰی الْاَوَّلٰی پر عمل کرنا چاہا کہ بہت سے آدمی اہل کریمہ صاحب کو مار ڈالیں بہت ہو گا تو دیت دینی آجائے گی سب چندہ کر کے بھر دیں گے۔ **وَاِذَا يَمْكُرُ بِكَ الَّذِي كَفَرْنَا**
لَنْ نَجْعَلَ لَكَ اَوْفًى نَّوَلِّكَ اَوْفًى مِّنْهُ مَكْرًا مَّهِمًا

چراغے را کہ ایزد پر سرورد / کسے کو پست زند ریشش بسوزد

یہ مونہہ دیکھتے ہی سب اور پیغمبر صاحب رات کے وقت پکے سے نکل بیٹے ہا رہے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکیس کلویٹوڈ مانع جس میں خیر قوم کا آدمی داخل نہیں ہو سکتا جیسے جندوؤں کا مذہب اور دوسرا اس کے برخلاف۔ میں نہیں جانتا اس کا کیا نام رکھوں۔ میں لستاہوں اور پتہ ہیں ۱۵ و ۱۶۔ کھلا ہی جو چاہے آئے۔ اسلام کو اگر کئیوٹیو بنانے کا پیغمبر صاحب ۱۵ ہر مذہب نہ تھا اور نہ اس میں اس کیلئے سوہنے کی کوئی بات ہی۔ اس میں کیا سے پینے کی جوت نہیں۔ شریف و رذیل کا فرقہ نہیں آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعْرِفُوا** ۱۷۔ آخری علاج داغ دینا ہی ۱۷۔ اور پیغمبر ۱۷ وقت یا اگر ۱۷ اور تمہارے لیے تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو قید نہیں یا مار ڈالیں یا ایس سے نکال باہر کریں ۱۷۔ لوگو! تم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حواء) سے پیدا کیا اور تمہارے گروہ اور جنس بتانے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یہ تم میں جو سب سے زیادہ پرہیزگار وہی خدا کے یہاں سب سے زیادہ مغز ۱۷۔

لِيَقَرَّ قَوْلُ أَتٍ أَكْرَمَكَ مَكَوْنُكَ اللَّهُ أَتَقَاكُمْ؟ اور سب اسلام کو یونہی توڑیں لیکن بنانا منظور تھا تو وہ
 اکسکیو سو ہو ہی نہیں سکتا تھا دنیا میں جتنی ایجادیں ہو کر تھیں اکثر شک کے اوچل پہاڑ ہوئے ہیں ایک
 ذریعہ سی بات ہے جس کا پور میں تھا کہ سلف ایکٹنگ ٹی ایجا دھوئی یعنی خرس کی ٹی جڑنے میں
 آپ پھرک لیا کرے گرم ملکوں میں اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے میں بھی سلف ایکٹنگ ٹی
 کو دیکھنے گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیرہ دو فٹ کا ایک چھو سا نکال دیا
 ہوا اس میں سوراخ ہیں سوراخوں پر پانی کے ٹکے رکھے ہیں۔ ان سے پانی رستا ہے چھ کے
 کے تلے میں کی نالی لگی ہے ٹکوں کا پانی اس نالی میں جمع ہوتا ہے۔ نالی کا مرکز نقل اس طرح پر رکھا ہے
 کہ جب نالی بھر جاتی ہے آپ سے آپ ٹی پر الٹ پڑتی ہے سلف ایکٹنگ ٹی بن گئی ہیں دیر تک
 خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو کیوں نہیں منتقل ہوا یہی حال
 ہے اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں من کے قائم کرنے کی ضرورت ہے لوگ اس کی تدبیریں بھی سمجھتے
 اور کرتے ہیں۔ لیکن یہ فخر ہمارے پیغمبر صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں کامن برڈر ہڈ کے
 قائم کر کے کی تدبیر نکالی۔ آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب سے بے نیاز
 نہیں۔ خدا دل میں انصاف دے تو صفات معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے سوائے ساری دنیا میں
 کامن برڈر ہڈ کے قائم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ
 ہے جس پر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ پیغمبر صاحب نے اپنی طرف سے بہتری کی کہ میں دنیا
 میں کامن برڈر ہڈ قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں میری طرف سے کوئی بات اصل مطلب کے
 خلاف نہیں ہوئی چاہیے۔ دس برس مشرکوں اور بت پرستوں کے نرغے میں گزار دیئے۔

ان کا تو مذہب ہی کیا تھا مثل الذین اتخذوا من دین الله اولیاء کفلا العنکبوت اتخذت
 بیٹا وان اوهن النبوت لبیت العنکبوت۔ مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا

لہ جن لوگوں نے خدا کے سوائے دوسرے دوسرے کار ساز بنا رکھے ہیں ان کی کماوت مکاری کی سی ہے اس نے

ایک گھر بنایا اور گھروں میں سب سے بڑا گھر مکاری کا۔ ۱۲۔

مٹھا سو پھر صاحب نے یہاں تک اُن کے ساتھ التیام رکھنا چاہا تھا کہ اُن کے پیڑوں کو پیہر ماتا
 اُن کی کتابوں کا مثل من اللہ ہونا تسلیم کیا اور اس شد و مد کے ساتھ کہ تو اِکھ حق میں لکھتے
 ہیں اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَهْدِي دُورًا کے بل کر انجیل کی نسبت وَقَفْتِ
 عَلَى اَنَّا رِهْبٌ يَعْنِي بِنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَابْتِئَانًا لِّمَا فِيهِ
 هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَنُورٌ لِّلْمُتَّقِينَ اِس کے علاوہ مسلمانوں کے
 تاکید کی وَلَا تَجَادِلُوا اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا اَمَّا
 بِاللّٰهِ اُنْزِلَ الْكِتَابُ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَالْهَادِ الْهَادِ وَاجِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔ میں نہیں سمجھتا کہ
 دوسرے مذہب والوں کے ساتھ سازگار سی پیدا کرنے اور سازگار سی رکھنے کے لئے پیہر صاحب
 اِس سے زیادہ کیا کرتے اور کیا کر سکتے تھے اور کوئی کیا کرتا اور کیا کر سکتا تھا۔ اُن کا معاملت بہتر
 کے ساتھ اُس نہج پر تھا جیسا کہ شاعر کہتا ہے

دل نے ملا دیں خاک میں سب وضع دریاں	جوں جوں رُکے وہ ملتے سے ہم ہر شے
اور اہل کتاب کے ساتھ میل جول کی یہ کیفیت تھی	

انجیل اُس میں بطور اذوق مثل بود گل	وہ رہا غوش میں لیکن گریزاں سی رط
------------------------------------	----------------------------------

غرض اسلام اسکلیو سو تھا اور زکسکلیو سو بننا چاہتا تھا مگر لوگوں نے مذہب دوستی دھکے دے کر
 اُس کو اسکلیو سو بنایا۔ اسلام نے تھکنے کے نیے چھوڑ پڑا تھا رکھنا ہی چاہا تھا کہ انھوں نے
 ۱۷۷۱ء میں نے تورات اُناری جس میں ہایت اور نور ۱۲۷۱ء ہم شعریم کے بیٹے میں کوہ سین۔ صین تہم تقسم ہوتا
 کہ وہ تورات کی جو اُن کے وقت میں موجود تھی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو بھی نیک منیت ان سبب ہایت اور نور انجیل کی تھی
 کی تصدیق کرتی تھی جو اس کے نزول کے وقت موجود تھی اور خود بھی پر ہیز کار۔ اُن کے حق میں ہایت و نور ۱۲۷۱ء۔

۱۷۷۱ء اور مسلمانوں! اہل کتاب کے ساتھ بحث بھی کر تو عمدہ طو سے اور اُن سے کہہ کہ جو کتاب ہم پر اُناری (قرآن)
 اور جو کتابیں تم پر اُناریں (تورات انجیل وغیرہ) ہمارا تو بھی پناہ مان ہوا اور ہمارا تھا۔ مستند اہل ایک ہوا اور ہوا
 اُسی کا حکم ملتے ہیں ۱۷۷۱ء الگ تھلگ۔ مالہ نئی جس میں دوسرا داخل دہو کے ۱۷۷۱ء۔

ازبرائے خدا کوئی توبہ لو کہ اسلام کے سوا بے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہی۔ دنیا میں نہ سب ہی تمام قسادات کی جڑ ہی یہی وہ حضرت ہیں جنہوں نے خدا جہوٹ نہ بلوائے دنیا میں کڑوروں خون کرائے ہیں۔ اور یہ ایک فیصل شدہ بات ہے اور اس کو گھر جا کر اپنی جگہ اچھی طرح سوچ لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یک دلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جس کو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ وہ نہیں ہے بلکہ اسلام۔ اگر روئے فطرت مسلمان ہونا اختیاری بات نہیں۔ آدمی جو توبہ عقل عبی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہے تو وہ مسلمان ہے ہاں اختیاری کیا بات ہے کہ کامن برادر ہڈ کی جو سوسائٹی پیڑیا صاحب نے قائم کی اور اس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھو اور یہ لکھو۔ لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھو اور گے یعنی مومن مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کر گے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی۔ اور یہ بالکل واجبی بات ہے۔ لیکن تم عجب عقل کے آدمی ہو گے کہ ممبری کا چندہ دو اور ممبر نہ بنو خدا کے معتقد ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور ہاں تجھے رہنا کہ بد عقلی کے سوا تم پر خود سری اور نا احسان ہندی کا الزام بھی عائد ہو گا کہ ایک شخص نے ایسی عمدہ اور مفید سوسائٹی قائم کی تھی تم نے اس کے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ حق نہ مانا۔ آخر سر سید احمد خاں کو علی گڑھ محمدن کالج کا بانی بھائی شمس الدین کو انجمن حمایت اسلام و ماہی تعلق بہا کا بانی مانتے ہو اور غالباً اسان ہندی سے مانتے ہو اور اب نہیں بھی مانتے تو آئندہ چل کر مانو گے اور ضرور مانو گے تو پیڑیا صاحب ہی نے ایسا کیا قصور کیا؟ ان کو اسلام کو بانی اسن عام کی تدبیر کا سوجہ اور بنی نوع انسان کا رہنما اور احسن یعنی مہدئ العالمین تسلیم نہ کرو۔ تو انصاف بھی کوئی چیز ہے۔ اور کامن برادر ہڈ سوسائٹی یعنی اسلام کے ممبروں کی فہرست میں نام لکھو گے اور وہ سے اقرار کرنے کی ضرورت بھی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ تم ہی لوگوں نے اس سوسائٹی کو اسکیب سوسائٹی بنایا اور نہ بانی سوسائٹی نے تو یہی کو سوسائٹی کا مقصد بنایا تھا۔ وہ ہو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی اس میں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے کڑی تر اور کسی قدر سہول کا بھی لوگوں کا قصور تو مومن چلے مسلمانوں اپنا تصور بنو تم نے پیڑیا صاحب کی سائیت اصلی مطلب کو یا تو

سمجھ نہیں یا ان مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی اس رسالت کا اہل مطلب کیا تھا وہی کہ اسلام یونیورسل یعنی ہوا اور اس کے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک کا من بردہ قائم کی جائے اور پھر اسلام یونیورسل یعنی ہو گیا اور تمام دنیا میں ایک کا من بردہ قائم ہو چکی؟ میں اس کے جواب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ سنا چاہتا کہ یہ ہمارے اختیار سے خارج ہے یہ فرماؤ کہ تم نے اس لکچر میں کیا کیا برا ماننے کی بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض بڑے لگائے پیپر صاحب تم کو اپنا نمونہ دکھا گئے تھے کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے کیا تدبیریں کرنی ہوں گی پیپر صاحب کی ہجرت سے پہلے کی زندگی اور یہ بھی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالت کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں کے لئے ایک سبق ہے جو ہر مسلمان کو ازیں ہونا چاہیے۔ خاص کر ان کو جو اسلام کی حمایت کا دم بھرتے ہیں ہماری حالت کو پیپر صاحب کی ہجرت کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبت نہیں کہاں اس وقت کے مسلمان اور ان کی فتوحات اور کہاں ہم۔ اور وہ ان کی رمایا اور وہ ان کے قیام اور ان کے مسائل۔ مگر ہاں ہجرت سے پہلے کی زندگی میں ہم کو بہت سی ہدایتیں مناسبت عبادت ملتی ہیں۔ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے مخالف کہتے تھے پیپر صاحب دھمیل دیتے چلے جاتے اور اسی قدر ان کی طرف کو جھکتے تھے تاکہ ان کو گریز و وحشت نہ ہو شروع شروع میں ایک دم سے شرائع کا بوجھ نہ ڈالا۔ ہجرت تک صرف خدا شناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر جوں جوں اسلام کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین ہوتی گئیں طریق معاشرت میں اصلاح کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اور شریعت میں اس کے سوا ہر کیا یہاں تک کہ جوئی منتقل ہو گئی کہ حلیہ کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ۔ اور داخل کعبہ ہی۔ مگر چوں کہ ایک زمانے میں خانہ کعبہ کی تجدید کرتے وقت بے مقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپ نے بھی اس کو چھوڑ ہی رکھا نماز پڑھا رہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے روتنے کی آواز آئی اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو اس کی ماں میرے پیچھے نماز میں ہو جلد ہی جلدی کر کے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک مدت تک بیت المقدس کی طرف کو نماز پڑھا کیے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چوکنے نہ ہوں۔ اب اس کے متوازی ہم نے کیا کیا کہ لوگ ہم سے کچھ تو بھی اپنی تائید پیپر صاحب اہل کتاب کی آسمانی کتابوں سے

استدلال واستشہاد کرتے تھے فَأَتُوا بِالْكِتَابِ فَأَتُوا بِهَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ہم نے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ بے قدر سمجھا کیا عہد عتیق اور عہد جدید کے ہزار ہا نسخے چھوڑے اور پٹانوں میں نہیں صرف ہوتے اور مسلمان ان کتابوں کی ایسے بے حرمتی کو ثواب نہیں سمجھتے۔ ذرا مسلمانوں کے علم کلام کی کتابیں دیکھو وہ کہتے ہیں کہ یہی کتابوں کا کہیں پتہ نہیں اور یہ جو یہودی اور عیسائی بے پھرے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا الزام ہو سکتا ہے۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی سزاسات برس کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الہی میں جعل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کتابوں ساری دنیا کو قرآن کے ہوتے کسی آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں اور جس عہد عتیق اور عہد جدید و قرآن کو انصاف کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہو گا وہ خود بالائی ہے گا کہ واقع میں مستران عہد اور مؤثر ہونے کے علاوہ آدمی کو کامل دین دار اور نیک بنانے کے لیے کافی اور وافی ہے۔ مگر قرآن کی خوبیوں کا بیان کرنا اور چیزیں اور دوسروں کی قابل ادب کتابوں کو غلط اور جھوٹا اور نامعتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز ہے کتاب جس قدر پرانی اُسی قدر نامعلوم و محفوظ آں قرآن کہ اس کی حفاظت کا خدا نے غیب سے ایک سامان میا کر دیا ہے۔ کہ مسلمانوں کو اس سے زیادہ بانی یاد رکھنے کا شوق ہے۔ حافظ قرآن ہونا مسلمانوں میں ایک دینی فرضیات ہے جیسے ماہی ہونا اور کہتے ہیں کہ حافظ کی سات لکھتیں بے حساب بخشی جائیں گی۔ پس مسلمانوں میں کثرت سے قرآن کے حافظ ہونا حقیقت میں ایک بڑا زبردست چاک اور ایک بڑا استدعان میں نہ کوئی تصرف کرے گا اور نہ آئندہ کوئی تصرف کر سکے گا۔ مگر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس عہد میں کھلی آسمانی کتابیں بھی آگئیں یہ شرف یہ منزلت حاصل نہیں۔ کتاب جتنی پرانی اُسی قدر نامعلوم و محفوظ۔ لوگ گلستان کہتے ہیں کہ اس میں سعدی کا ایک لفظ بھی باقی نہیں۔ اور چوتھے کو تبدیل اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہو سکتے ہو جو شخص ترجمے کی مشکلات سے واقف ہو وہ بے تامل اس کی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو سات تورات ہے اور اس کو پڑھ کر شاواہ ۱۲۵ جو کتاب تمہارے پاس ہے میں تو اس کی تصدیق کرتا ہوں ۱۲۵ یہ پیغمبر ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے زمانے میں ہیں ۱۲۵۔

بڑی چیز ایک جملے کے ترجمے میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں ٹپیں گویاں ہمیشہ مبہم ہو کرتی ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدئی اور ذوال وقار و فہمہ کی ٹپیں گویوں کو کیوں نہیں دیکھتے غرض قدامت اور ترجمہ اور اسباب کی وجہ سے جملے آسانی کتابوں میں کچھ تصرف ہوا تو محجب نہیں مگر ایک دم سے ان کو جلی بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جمل کیا دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی بات ہے۔ اسی پر چاہتے ہو کہ اہل کتاب تمہاری طرف کو جھکیں کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور اسباب مسلمانوں کی اسی دل غرض باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں مغض ٹھیرا دیا۔ میں نے ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہے۔ اور وہ میرے دل پر اس طرح نقش ہو گئی ہے جیسے کسی نے نوک نشتر سے گو دہی ہو۔ ولایت سے ایک کمیشن اس بات کی تحقیق کے لئے ہندوستان میں آیا تھا کہ افیوں کے استعمال نے لوگوں کی تن درستی اور ان کے اخلاق پر کیا اثر کیا ہے اور گورنمنٹ نے جو افیوں کی کاشت امانی کر رکھی ہے مناسب یا نامناسب لارڈ براسی اس کمیشن کے پرنیڈنٹ تھے اور پرنیڈنسی کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے پھرے بھی اور چند سے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ وکٹوریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔ دستور کے مطابق انکو لندن میں ڈنر دیا گیا۔ اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ ازاں جملہ لارڈ براسی نے بھی ایک تقریر کی جس میں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس دلق کے ساتھ کہ گویا وہ ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں بلکہ چند روزہ گئے ہیں۔ شکر ہے کہ لارڈ براسی نہ سکڑی آت سیٹ ہیں نہ والیس اسے نہ ہندوستان کے کوئی اور حاکم یا اختیار۔ لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک دریا فرض کریں تو ہم مچھلیاں ہیں اور مچھلیوں میں بھی جھینگے اور لارڈ براسی ایک مگرچہ۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمد بن حسین نور بن اینڈ نوکمین بنی فلی رکنسائلڈ ٹو اسے کنڈشن آف سپارڈینش ٹو اسے کرچمن پو یعنی مسلمان عیسائیوں کے ماتحت ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے رفسا مند ہو سکے اور نہ آئندہ کبھی رفسا مند ہو سکتے ہیں۔

لارڈ براسی کے یہ الفاظ فتنے کی طرح میرے دل میں شعلے اور میں تاہم یہ نہ کہنے کی حالت میں رہا کہ

میں کتابوں ایسی لکھے کہ اہل کتاب میں اور اہل اسلام میں اختلاف و ارتباط پیدا ہو مسلمانوں نے ہائے
مجھے کتنا پڑتا ہے مسلمانوں نے اختلاف و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے
سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا یقین نہ ہو تو درست اور کفر و دنوں کے فتویٰ سید احمد خاں
کے پاس ضرور محفوظ ہوں گے کہ وہی تو ان کے بچے مسلمان ہونے کے سڑٹھکٹ ہیں لے کر دیکھو۔
پنیر صاحب کو بڑی تنہائی کہ مسلمان کثرت سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے اَبَاہِیْ یٰکُوْا اِلٰہُکُمْ۔ سو
مسلمانوں نے اچھا اس تنہا کو نباہا کہ غیروں کو اپنے میں ملائے کی کوشش تو درکنار اگلوں کی محنت سے
جو سورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں ان ہی کے نکالنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس وقت اسلام میں
جتنے فرقے ہیں پھر یوں ہی جو کہ تم بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اس سے خوش ہیں۔ ہر ایک
فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مسلمانوں کی مردم شماری کا رجسٹر رکھوا گے اور جو جس کو کافر
کہتا جائے کاسے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہو گا کہ خدا نے چاہا سارے ہندوستان میں ایک متفق مسلمان
باقی نہیں رہے گا۔ سینوں کو شیے کا فرکیں گے۔ شیوں کو ٹنسی۔ وہابیوں کو بدعتی بدعتیوں کو وہابی۔
مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد۔ محکمہ تم کو میں۔ **وَاَحْضَعُوْا بِحُجْلِہِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَقْتُلُوْا وَلَا**
تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاَخْتَلَفُوْا کِیْ لَا یُؤْتِیَکُمْ اللّٰہُ شَیْئًا وَّکُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ کے معنی کیا ہیں مسلمانوں
میں جو تفرق واقع ہوا ہو اختلاف اسے کی وجہ سے واقع ہوا ہو اور اسے اپنی ہو یا غیر کی اختیاری بات نہیں۔
تو کیا لا تَقْتُلُوْا اَمَّا ذَٰلِکَ حُکْمُ مَعْلٰی ہر باخدا ہم سے طلب محال کرتا ہو۔ نہ حکم مہمل ہو اور نہ طلب محال ہو بلکہ
لا تَقْتُلُوْا کے یہ معنی ہیں کہ گو تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ سمجھو ان اختلافات
سے نفس اسلام میں کوئی غلط نہیں آتا۔ پنیر صاحب نے تو بس ایک ہی بات پکڑ رکھی تھی لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ
اور وہ اہل کتاب سے پکارے کہتے تھے **تَعَالَوْ اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ۔**

۱۷ھ میں تھانی وجہ سے دوسری آیتوں پر غور کروں گا ۱۲ھ اور اس کی سی کو ملبس و پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے علیحدگی
افتیاد کرو ۱۲ھ اور ان لوگوں جیسے نہ بنو نہ ہوں تے آپس میں بھڑٹ ڈالی اور اختلافات پیدا کیے ۱۲ھ اہل کتاب کو تم کیساں
مور پر ایک بات نصیم کریں کہ خدا نے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ خدا کے سوائے

وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَدْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ ایک صحابی نے کسی قصور پر اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا پنیپر صاحب کو خبر ہوئی اور اسے
 لونڈی کا کفر و اسلام بھی مشتبہ تھا آپ نے اُس لونڈی کو بلوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہو اُس نے آسمان
 کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں۔ بلوائی آپ اُسی کے بھیجے ہوئے رسل
 ہیں۔ اس پر پنیپر صاحب نے اُن صحابی سے فرمایا یہ تو اچھی خاصی مسلمان ہو اس کو آزاد کرو سبحان اللہ اسلام کا کہ
 آسان امتحان تھا خدا نہ کرے کہ آج کل کے مولوی اگر بمینر دشمن ہوں تو یہ بچہ جیسے بید مسلمان کو
 بھی قیل کر دیں۔ یہ مجھ سے کہلو اگر دیکھیں دوا د اور ذوا تو میں کیا بتاؤں۔ دوا د اور ذوا تو کیا ادا ہوا
 ہم سے تم بچائیوں کی طرح بچائی تو کہا ہی نہیں جاتا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت میں کاشتکاری
 کرتا ہوں دن بھر کھیتی کے کام کاج میں لگا رہتا ہوں رات کو تھکا ہوا آتا ہوں تو صبح سویرے میری
 آنکھ نہیں کھلتی یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے اور یوں بھی مجھ سے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا ایک دو
 جو تم سے ہو سکے۔ کیا اس سے یہ نکلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں نہیں بلکہ بھی بچانے کی ایک تدبیر
 تھی کہ مطلق نماز کا تو گر ہو گا تو رفتہ رفتہ اُس کو نماز میں مزہ آنے لگے گا اور مزہ آنے لے بیٹھے پانچ نمازیں
 کیسی یہ تو پڑھے گا صلوٰۃ التبیح تمہارے ذہن ان تدبیروں اور حکمتوں سے آشنا ہی نہیں۔ سب دیکھو بت
 کے دروازے پر لٹھ پٹے کھڑے ہو کسی نے اندر جانے کا نام لیا اور تم نے لٹھ سہی کیا۔ یہ تو تم نے ابھی
 طرح سمجھ لیا کہ دین اسلام کا لب لباب ہر لاکھ الا اللہ یعنی خدا شناسی۔ لیکن عالم اسباب میں اس خیال کا
 قائم رکھنا ذرا ہی مشکل۔ اور یہی تو پانی کے مرنے کی جگہ ہے اور یہیں سے شرک اور بت پرستی نے
 نشوونما پایا ہے۔ سو یہ بھی انسانی طبیعت کا ایک ضعف ہے اور ہمارے وقتوں کے مسلمان خود کب
 اس ضعف سے خالی ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے بلے میں برس سال کچھ نہ کچھ باتا ہوں
 اور یہی وہ مضمون ہے جس کے صیلے میں تمہارے اسی شہر سے نکلو نیچر ہی بھانڈ کا خطاب عطا ہوا تھا
 یاد ہی یا نہیں۔ وقت نہیں ہے۔ ورنہ اسی مضمون کو میں اور شد و مد کے ساتھ پھر بیان کرتا اور پھر تم سے
 کوئی آدمی کسی آدمی کو خدا مانے اس پر بھی اہل کتاب بگڑیں تو ان سے کہ دو کہ ان رملو کہ تم تو آدمی ایک۔ ان کے ذہن میں

کوئی اور پڑھتا ہو اس خطابت لیتا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اس کی جبری کرائی میں نے بار بار کہا اور پھر کہتا ہوں اور جب تک مقدمہ دائر کرنے کے لئے میری جیب میں پیسے ہیں نہیں بلکہ جب تک زندہ ہوں کہا کروں گا کہ ہم مسلمانوں کی نبی محمد کا کلمہ پھرنے والوں کی توحید بھی ایسی ہی اور اسی کے قریب قریب متزلزل چھٹی اہل کتاب کی اور جیسی اُن لوگوں کی جن کو ہم مشرک اور بت پرست بتاتے ہیں فرق اگر ہو تو اسی قدر کہ اُنہوں نے اپنے بزرگوں کو بڑھایا چڑھایا اور ہم نے اپنے بزرگوں کو وہ بھی تاویل کرتے ہیں۔ ^{تُحَوِّلُوْهُ شُفْعًا وَّ نَاعِلًا} اللہ ہم بھی تاویل کرتے ہیں۔ بھلا اس سیکڑی کا کھمبے ٹھکانا ہو کہ جن افعال کی وجہ سے ہم دوسروں کو مشرک اور بت پرست قرار دیں وہی اور جیسے ہی افعال ہم کریں اور پھر بچے مسلمان بچے محمد کیوں کہ اسلام نہیں ہو مگر توحید اور توحید نہیں ہو مگر اسلام۔ بات یہ ہو کہ ہم آدمی آدمی سب یکساں ہیں ^{خُلِقَ الْاِنْسَانُ مَعْوِفًا} کھلنے سے جیسے ہم غارت نہیں اور لوگ بھی خارج نہیں اسباب کے جال میں جیسے ہم پھنسے ہیں اور بھی پھنستے ہیں۔ اور خدا کا پتہ لگانا ہو جس کو آج تک کسی فرد بشر نے اور نہ صرف فرد بشر نے بلکہ فرشتوں نے بھی دیکھا تک نہیں جبریل جیسے فرشتے مقرب حامل وحی کی نارسانی تو سعدی کے بیان سے ظاہر ہو کہ وہ فرماتے ہیں نظم۔

کہ جبریل در سدرہ زوہار ماند
کہ اوی حامل وحی برتر خرام
عنا نم ز صحبت چہ آتافت
بماندم کہ نیر وئے بالم نماند
فسد و غنجل بسوز و پرہم

پناں گرم در تیرہ قربت براند
بد و گفت سالار بیت المحرام
کہ چوں و طلب صادقہ یافتے
بگفتاں سر از مجالم نماند
اگر یک سروے برتر پرہم

اور ہم بنی آدم میں سے تو ایک حضرت موسیٰ نے ایسی حرکت کی تھی ^{رَبِّ اَدْنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ سَوَانِ} کو بھی تھلنے پہلے ایک ڈانٹ بتائی کہ ^{لَنْ تَقْلُبَ اِنِّيْ} پھر اُن کا اصرار دیکھا تو فرمایا ^{اِنْظُرْ اِلَا نَجْمِكَ} فان استقررت ^{اِنَّكَ} فسوف
لے خلیکے یہاں یہاں سفر شعی ہیں ^{اِنَّ} انسان کم زور پیدا کیا گیا ^{اِنَّ} اسی خدا نے ایک نظر اپنے تئیں دیکھ لینے دے ^{اِنَّ} تم
ہرگز ہم کو نہیں دیکھ سکو گے ^{اِنَّ} لیکن پیار کی طرف نظر کرو اگر پیار اپنی جگہ ٹھہرا دے تو شاید تم بھی ہم کو دیکھ سکو گے ^{اِنَّ}

تو کرائی اس پر بھی موسیٰ اُسے رہے تو دیکھا جو دیکھا فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ کما دحض موسیٰ صعد
 اپنی جرات کا خمیازہ بھگت لیا تو آگے کو کان اٹھا فلما آفاق قال بیئنا انک تبت الیک وانا اول
 المؤمنین غرض انسان کی در ماندگی کا یہ حال اور منزل دور کچھ تو اپنے اپنا سے جس کے حال پر
 رحم کرنا چاہیے۔ اپنی چھا چھ کو اپنے مونہ بیٹھا کسے سے چھا چھ ٹھی نہیں ہو جائے گی ہم کو تیرہ سو
 برس سے اسی ایک بات کی مشق کرائی جا رہی ہو اور خدا جیسی چاہیے آج تک رواں نہیں ہوئی
 تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سرخا بگا پر لگا ہو کہ سنتے کے ساتھ اور سننا بھی اس طرح کا سننا کہ غل فہا
 ایس کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔ کیوں کر توقع کی جاسکتی ہو کہ دوسرے لوگ جن کو بچہ کانے میں پٹ
 کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا سنتے کے ساتھ باون تو لے پاؤرتی کے ٹکسائی سلمان مسمائی سوتہ
 ہو جائیں میرا مستحکم عقیدہ ہو کہ مسلمان جتنی رعایت اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں دیتی ہی
 رعایت دوسروں کے حق میں جائز رکھیں تو اس کا من بردہ کچھ جس کا نایم کرنا بانی اسلام کا اصلی
 مقصد و تہمتا کیسی کچھ ترقی ہو۔ لیکن جو روش مسلمانوں نے اختیار کی بروہ لھینا کا من بردہ کچھ تو پھوڑ
 کرا ایک نہ ایک دن معدوم کر کے رہے گی

ترسم نرمی بجھتا ہوا عسرا بی	کیں رہ کہ تو میری بہتر کستان ست
-----------------------------	---------------------------------

ابھی تو میں بھکاری سہاڑا ہوتا ہوں جب ان باتوں سے تھکے کان آشا ہو جائیں گے تو بجا و تم سے
 بہت کچھ کہنا ہو۔

یا مکیسواں لکچر جو مدرسہ طبیبی کے چھٹے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۵ء کو دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کیا شور و غوغا ہو کا ہے کا غل ہو	نہ آواز نے ہو نہ بانگ و وصل ہو
نہ کچھ ساز و سامانِ دل بستگی ہو	نہ رقاص ہو اور نہ سانی نہ مل ہو

اے جب خدا پہاڑ پر بلوہ افروز ہوا تو پہاڑ گوریزہ ریزہ کر دیا، موسیٰ بچا رکھا اگر نہ اے موسیٰ کو خوش آیا تو کسے
 دیتا تیری ذات پاک ہو اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور تجھ پر سب سے پہلے ایمان لے لیا۔

<p>ان ہی میں کسی مرنے والے کا قفل تو ویا بزم میلاد ختم الرسل؟ ہر کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے قفل ہر تو کیا ان کے پیروں میں حق کی چل ہر یہ تقریب معمول و مسام کل ہر کھلا اس کے گلشن میں یہ تازہ گل ہر طب اُس پرست ہو کر گزرنے کا پل ہر کہ محفوظ و مامون و خیر الشبل ہر تو یہاں شعل زندہ کافی ہی گل ہر</p>	<p>ساتھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں محرم کی مجلس ہیں اُس کا ذکر؟ نہ یہ ہوشیار ہر تو پھر کیا سبب ہر اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہر خلقت نہیں۔ مدرسے کا ہر سالانہ جلسہ طبابت میں فصل بہار آ رہی ہر یہ بستی ہر ایک عجب و راج آنت مگر کون طب جس کا ماضی ہو یوتاں نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چو کی</p>
---	---

جس طرح ہاتھی کے کھانے کے دانت اڑ رہے ہیں اور دکھانے کے اور۔ اسی طرح یہ کالج ہوئے
 سکول ہوئے ان کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی حالت کو پروفیسر نرسنل
 کے سواے کوئی جان نہیں سکتا۔ خصوصاً اس مدرسے کی اندرونی حالت کہ اُس کے سب سے بہتر
 بیج صرن عبد المجید خاں صاحب ہیں اور بس۔ کیوں کہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکریٹری یعنی مدرسے
 کے ہمہ اوست اور ہمہ ازوست ہیں۔ ع

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود نکل کوزہ

سعودی المجید خاں صاحب نے اپنے ذہن میں ایک آئینہ دل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہے اور چاہتے
 ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خارج میں بھی موجود ہو جائے۔ ویدکی اور یونانی اور انگریزی طبابتوں کا جامع
 علم طبابت اور عمل طبابت دونوں پر حاوی کہیں اس لطافت کی تقریب میں جو ان دنوں ہو رہی ہے
 ان کو چین اور جاپان کے علاجوں کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ ان کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل
 کر بیٹھیں اور بیچارے طالب العلموں کی جان پر مصیبت پڑے ع

چھانست در سیراں مردم محال ندیش

تھیں پورے کھیل (سمجھنے کے طور پر) تو یہ آئیدیل سکول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پورے کھیل (مثلاً بہت لوگ اس کو شیخ جلی کا منصوبہ ہی سمجھتے ہیں لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام و نمود کے کام ہوئے ہیں۔ ابتدا میں شیخ جلی کے منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے ان کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ مدرسہ بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہو۔ تاہم بہت بڑا فرق ہے مکان وقوع اور وقوع میں ہم لوگ۔ تو قعات سننے کے لئے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لئے آئے ہیں یا سو تو قعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جتنے تو عبد المجید خاں صاحب کی نظر میں کیا چنچے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج میں سحر کر دکھایا۔ مگر ان سے پوچھو تو ابھی آٹے میں نمک بھی نہیں عبد المجید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے ٹائپ (طرز) کے آدمی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے کیوں کہ سید احمد خاں تے ولایت بنا کر کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان ہی کے نمونے پر علی گڑھ محمدن کالج جاری کیا۔ عبد المجید خاں نے یہیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوچھی کہ مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک معجون طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں بھی بھی مقلد ہیں اور عبد المجید خاں موجود و شتان بنٹھما ہاں ایک مزیت عبد المجید خاں کو اور بھی ہے کہ انھوں نے اپنی وضع نہیں بدلی۔ مگر ان کے افتاء و مزاج سے تو ڈر لگتا ہے جب سید احمد خاں کے سر میں اس طرح کے خیالات گونجنے شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے تھے غرض سید احمد خاں نے عبد المجید خاں ہوئے۔ ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ تو جب سید احمد خاں نے باوجودیکہ علی گڑھ محمدن کالج میں دنڈر (عجائبات) کر دکھائے اور ان کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھا کیوں کہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ عبد المجید خاں سے ہم کو در سے کی اندرونی حالت ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگی۔ بیٹے ٹر و تھنہ بول ٹر و تھنہ تھنگ بٹ ٹر و تھ (سج اور بالکل سج اور سج کے سوائے کچھ نہیں) بات یہ ہے کہ یہ زمانہ نا دلٹی (جذرت) کا زمانہ ہے ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح نئی نئی بیماریاں چل پڑی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر تو میری ہوئے آئی۔ ہم نے تو انفلوئنزا کا بھی

نام بھی نہیں سنا تھا یا اب یہ حال ہے کہ تمام روس کے زمین پر انفلوئنزا کا تسلسلہ مچا ہوا ہے۔ زندگی اور زندگی کا مسئلہ کچھ بھی دقیق کہ آج تک کوئی اس کو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا اچھا تو کر کے جس قدر فطر کر دے گا۔ لا۔ کاوش و تفتیش سے وہ کم تر ترقی ہوتی جاتی ہے ہوتا ہوا کچھ بھی نہیں میں ایک انگریزی اخبار کا مدتوں سبسکرائبر (خبردار) ہوں۔ اُس میں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم پر تھمس میر پچز اینڈ ملٹھس (پیدائش شادی بیاہ اور موت) کا بھی ہوتا ہے تو میں اربہ اگر اسوات کو اکثر دیکھا کرتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے میں سچ کہتا ہوں میں نے آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں ہے ساتھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں۔ ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے۔

شاید لارڈ رے گورنر بمبئی کی بی بی کا ذکر ہے کہ وہ ہیفیہ کے مرتد ہیں ان کے مے پیچھے اس کی تحقیقات کرنے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیفیہ کیا۔ ان لوگوں میں ہی تو بڑی صفت ہے کہ ہر ایک واقعے کے سبب پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ بے شک یہ تحقیقات اُن مرنے والے کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی مگر بعد الوقوع بہت سے اسباب دریافت ہوئے ہیں اسد پذیر اور اُن سے باقی ماندگان نے بڑے فائدے اُٹھائے ہیں ہزاروں جانیں مرگ بے ہنگام سے محفوظ رہیں ہماری طرح نہیں کہ روئے دھوئے تقدیر پر صبر کر کے بیٹھ رہے۔ غرض لیڈی صاحبہ کے مے پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیفیہ کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوس کے یہاں سے چائے کے لئے دوڑھ آتا تھا اُس کی بھینسیں کسی گاٹوں کے الاب میں پانی پیئے جایا کرتی تھیں اور ان لیڈی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دو یا تین مہینے پہلے اس گاٹوں میں چند آدمی ہیفیہ سے مرے تھے۔ اول تو سے سے ہیفیہ کے متبعی ہوتے ہی میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہو اور کوارٹائن (قرنطینہ) کے بارے میں اس پر بڑی بحث ہو چکی ہے مگر خیر ہم ہیفیہ کو کنٹینٹس (متدی) مانے لیتے ہیں تو اب ذرا تسلسل کو دیکھئے کہ ایک گاٹوں میں چند آدمیوں نے ہیفیہ کیا۔ مہینوں پیچھے اُن کے ہیفیہ کا اثر الاب میں آیا۔ پھر تالا بے پانی میں پھر پانی سے بھینسوں میں۔ پھر

بھینسوں سے دودھ میں۔ پھر دودھ سے لیڈی صاحبہ میں۔ خیر لیڈی صاحبہ تو بڑی آئی تھیں۔
 ہیفے کی ریشہ دو انیاں پہلے سے معلوم ہوتیں تو وہ شاید اس کا انسداد کر بھی سکتیں تھیں مگر یہ تو فرمایا
 جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا تحرز ممکن ہو کر نہیں لیکن جیسے تحرز ممکن نہیں ویسے ہی خدا کے
 سے ہم چھوٹی سوتی بھی نہیں مجھ کو اگر ان بھینسوں کا دودھ پینے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر لیا
 ہوتا کہ پہچان بھی نہ پڑتا۔ اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہو کہ یہی پانی جس کو پیتے اور یہی ہوا جس کو تنفس
 اور تین پہر ایک ذی حیات کی زندگی کا مدار ہو ان میں بھی نہ گھٹا ہو پیا اور مرے سانس لیا اور تیر
 ڈاکٹروں سے لڑے کون۔ بے شک جو یہ فرماتے ہیں بچا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین آسمان
 درمیان سے کدھر کل جائیں۔ کہاں جا کر لیں۔ غرض ڈاکٹروں نے بات بات میں بال کی کھ
 نکال کر زندگی کو درتھ لوٹنگ دینے کے قابل نہیں رکھا تو جہاں اور تھی نہی ہوا۔ یاں پانی نہی
 سنا تھا کہ ڈاکٹر الیسی (استسقا) ایک بیماری ہوتی ہے جتنا پانی پے جاو اور پیاس لگتی چلی آتی ہے پھر اس کی
 سستی تھیں کہ رقی ہوتا ہو لھی ہوتا ہو اور شاید اور بھی قسمیں ہوں۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا استسقا
 استسقا درمی کہ آدمی اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے روپیہ جمع کرتا ہے اور تین قدر روپیہ جمع کر جاتا ہے اور
 مرض بڑھتی جاتی ہے اس مرض کا اگر اس کو مرض سے تعبیر کیا جائے نشوونما اس طرح ہوتا ہے کہ خدا سے تو
 اپنے کسی خاص بندے پر اپنی رحمت عامہ کا پرتو ڈالتا ہے مع خاص کند بندہ مصلحت عامہ پر اور
 پہلے اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتا پھر دوسری قوموں کی حالت سے اس کا مقابلہ کرتا اور اپنی قوم کو
 مفلس بے ہنر بے وقعت کاہل جاہل انسانیت سے دو حیوانیت سے نزدیک اور وہ قوم کو
 کو دیکھ کر بے قرار ہوتا اور اس کے دفع کرنے کی تدبیر چلتی چوں کہ قوم کی حالت کو قوم ہی کی کوشش
 کر سکتی ہے وہ قوم کو ملامت کرتا اور قوم کے لیے قوم سے لڑتا اس مرض کا اصلی نام تو ہر قوم اور
 درمی جس کا میں نے تذکرہ کیا اس کے لوازم ہیں سے ہی تم کو خدا سے نہ تو فارغ مریں گے نہ دل
 نہ ان کا سار نہ ان کی ہیبت نہ ان کا سا استقلال۔ ہم کسی رفاہی کے کام کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ
 چاہتا ہو اور کیا کر رہا ہو۔ پس میں اس مدرسے کے ریل ڈرٹھ (اصلی اندازہ) کے باسے میں کوئی

نہیں دے سکتا اس واسطے کہ میں پروفیشنل مین (طبابت پیشہ) نہیں مجھ کو اسی مدرسے کی ریل تھوڑے
 کے جانچنے کی لیاقت نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبت میں کچھ
 رنگ رمارکس دیان سرسری کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی
 ہو سب سے پہلے مالی حالت کیوں کہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں ایضاً منقوش پر فنڈز نہ ہوں تو کسی کی حکمت
 بھی پیش نہیں جاتی۔ سو خدا کا فضل ہو کہ مدرسے کی مالی حالت اگرچہ عبدالمجید خاں کے آئیڈیل
 سکول پر نظر کرتے تو پیاسے کے لئے اُونس ہو مگر قوم کی حالت کے اعتبار سے غنیمت ہو اور سچی بات تو
 یہ ہو کہ مجھ کو اس مدرسے کے فنڈز کی طرف سے کبھی بھی تردد نہیں ہوا۔ ہمارے حکیم صاحب کو ٹل مقناطیسی
 ہی ایسا یاد ہو کہ ذرا دبا کر اس سے کام لیں تو روپیہ آپ سے آپ گھٹسا ہوا چلا آئے۔ چندہ بھی تو آدمی ہی
 دیں گے اور آدمی بھی بامقدور۔ اور گویہ لوگ مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو
 سب زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی ہیں تو مارٹل (فانی) بھی ہیں اور مارٹل ہیں تو کبھی نہ کبھی مکیم صاحب کے
 قابو میں آئیں گے ضرور بشرطے کہ مجھ جیسے گراں جان نہ ہوں مگر نہ کوئی میری طرح وقت اور عادت کو
 ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں تنا کر رہا ہو گا جتنا کہ باشار المتہشم بدور میں ہوں۔ ہمارے ہاں روگی ہونا
 تمغائے امارت ہو۔ سو حیات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے ہیں وہ ان کو زیرِ سٹ (مدافعت)
 کر نہیں سکتے۔ اور ان کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تنجب کی بات نہیں بلکہ ان کا تن درست رہنا بلکہ مطلق
 جینا تنجب کی بات ہو۔ غرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو ہو وہ بھی اس سے کہ عبدالمجید خاں
 صاحب اس سی کو ڈھیلا چھوڑتے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور خاطر خواہ
 جمع ہوں گے۔ فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و انتظام) کرنا البتہ مشکل ہے اور وہ
 عبدالمجید خاں صاحب کا کام ہے بے شک سب زیادہ ان ہی کو زحمت ہو مگر جیسی زحمت ہو ویسی ہی
 ناموری ہو ویسا ہی اجر عاقبت ہو بشرطے کہ تبت بخیر ہو۔ اور چشم بدور ان کے استغنا سے ظاہر ہو کہ نیت
 کے بخیر ہونے میں تو بے شک آرد کا فر گردد۔ فنڈز کے بارے میں عبدالمجید خاں صاحب کی مسلمہ حقائق
 کے علاوہ حکام کی توجہ بھی اطمینان کا بڑا ذریعہ ہے

اتناں کہ خاک رائیظہ کریمیا کنند | آیا بود کہ گوشت چستے ہا کنند

تمام ترکوشیں ایک طرف اور ان کا برسوں دن تھوڑی دیر کے لیے شہر یک ہونا ایک طرف۔ اگرچہ کچھ والوں کو اتنا اشارہ بھی نہیں تھا کہ یہ مدرسہ نفع اور مفید اور نہ وری نہ ہونا تو یہ بڑے بڑے حاکم شہر یک جیسے ہونا کیسا اہم کوئی بھی تو نہ کرتے۔ مگر سب گھوڑے ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ بعض نے تو دیکھا کہ انگوٹھی پتی کھولی گئی اور سمجھ گئے کہ چلنا ہی اور بے غدر چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ بعض زین کے کھنکھنے سے پہچان جاتے ہیں بعض کا ب میں پانور کھنکھنے سے۔ بعض یاگ کے اشارے کے منتظر ہوتے ہیں۔ بعض ٹھکانہ کے بعض اڑنے کے۔ بعض اڑ اور ٹھکانہ کی دونوں کے۔ بعض چابک کے اور بعض بننا یا دو گئی کے۔ بعض تو یہ چوکے ٹوٹے۔ مگر کیوں کر چلے یہ ہانکنے والے کے امتیاز پر موقوف ہو۔ سہ کار کو کام ہی ایسی رعایت سے پڑا ہی جن کو اپنے نفع و نقصان کی بھی تمیز نہیں۔ اگر واقع میں سہ کار کو ہم لوگوں کی حالت درست کرنی ہو تو لادے لادے لادنے والا ساتھ دے لینے آپ ہی سوچے کہ ہم کو کیا درکار ہے۔ اور آپ ہی اس کا سامان بھی مہیا کرے۔ رہے ہم ہماری ہی بڑی کارگزاری ہو کہ اس میں اڑنے لگانے اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ بھلا بے فکر کے کئے سستی کی رسم اس ملک سے موقوف ہوتی۔ ہرگز نہیں سہ کار کے کئے دستہ کشی کا اسدا ہوتا۔ ہرگز نہیں۔ بے سہ کار کے کئے چمپک کا ٹیکہ رواج پاتا ہرگز نہیں۔ ان ہی چند باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اپنی زندگی اور تن درستی کی کہاں تک حفاظت کرنے پر آمادہ ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ سہ کار نے طب جیسی ضروری چیز کو جو زندگی کا مدار اور تن درستی کا موقوف علیہ ہو کیوں ایسی خراب میں چھوڑ رکھا ہے۔ ہاں واپس واپس کے اہتمام ہوتے ہیں۔ جب کہ کسی مرض و بانی سے کئے ہیں تو طلال خوروں کی فوج گلی کوچوں میں صبح و شام اپنی ڈرل۔ قواعد کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ سہ کار نے پینل کوڑے جاری کئے سے جسم و جان کی پوری پوری حفاظت کر دی ہے مگر کچھ نہیں ہے کہ اب کی بد انتظامیوں سے کتنی بے اندیشی اور کتنے خون ہر ہوتے ہیں جس طرح لوگوں کے مزاجوں میں خفیت سے ہرج مرج کا پیدا ہونا کچھ بڑی بات نہیں۔ اسی طرح خفیت سے ہرج مرج کا اعلان کی بے تدبیری سے اشتداد کچھ۔ ہاں کچھ بڑی بات نہیں۔ اور مرض کا اشتداد کچھ پیچھے مریض کا ہلاک ہو جانا کچھ بڑی بات نہیں ہے تو وہ کام جو کچھ پیرا عبد الحمید خاں

اٹھایا ہی تو ان کو گالی مدد کیوں ددی جائے۔ اس کو وہ عبد المجید خاں کا آئیڈیل سکول نہ سہی۔ نری
 طب یونانی ہی یہی کہاں کی گئی گزری ہو۔ اب تک تو طب انگریزی اُس کو شکی (مترزلزل) کر نہیں سکی۔
 اور شکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید نالوسے آدمی اُس کے گرویدہ ہیں۔ اور
 سُنے سنائے گرویدہ نہیں بلکہ سینکڑوں برس کے متوارث تجربے کے بعد گرویدہ ہوئے ہیں۔ توجب طب
 یونانی کی جڑ ایسی مضبوط ہو کہ وہ کسی کے اگھاڑے اکھڑ نہیں سکتی اور وہ بھی مفید ہو دیتی ہے اصلاح طلب
 بھی ہو تو اُس کی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہو۔ کیوں کہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت
 اپنے ذمے لی ہے۔ ازاں جملہ رعایا کی ہلتہ تن درستی ان کی بھی اور حفاظت اپنے ذمے لی ہے تو کچھ مفت نہیں
 لی اس کے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجودیکہ سرکار ہماری ہم وطن نہیں ہم قوم نہیں
 ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اُس کی خبر مناتے ہیں۔ کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ گورنمنٹ اُس
 سکول کو رگلتا نہ تسلیم کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر بیٹوز جو پا پور پینر امتحان لے کر ڈپلومہ حاصل کئے پھر
 اُن کو سرکاری نوکری مل جاتی اور کام پر مسلط ہوتے ہی لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔
 ہمارے ان طالب العلموں کو مشکل درپیش ہو کر پڑھا بھی اور مطلب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے
 اور شاید تیسے اور انعام بھی پائے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چوں کہ وہ سند سرکاری سند نہیں اُس میں
 اُن کے پُش کرنے (آگے بڑھانے) کی قوت نہیں۔ ان چپاروں کو دوسری مصیبت ہو امتحان کا پاس
 کرنا ایک مصیبت اور امتحان کے پاس کئے پیچھے پریکٹس (مطب) کا جانا دوسری مصیبت۔ امتحان کا
 پاس کرنا تو بھری غتیا رہی بات ہو۔ مگر پریکٹس کا جانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کا بٹھانا محض سخت و
 اتفاق پر وقوف ہو مگر یہ کہ خوش نصیبی سے وہ شخص طبیب زادہ ہو لیکن طبیب زادہ ہو کر اُس شخص عقل نے
 پڑھنے کی تکلیف بھی تاحی ہی کی وہ نہ پڑھتا تو بھی طبیب مانا جاتا۔ اور یہ جو بیٹو ڈاکٹر بلا ڈپلومہ پنا پریکٹس
 آسانی سے سٹیشنل (دقائم) کر لیتے ہیں اور تمام شہروں میں یوٹا فیو ما اُن کی کثرت ہوتی چلی جاتی ہے۔
 اس میں کچھ ان کا کہاں نہیں یہ دواؤں کے انگریزی ناموں کا شرف ہو۔ طبابت کی بھی کیا ہی مٹی خوا
 ہو نہ ار باادی ابھی تک گنڈے تو یڈ لٹنے ٹوٹے بھاڑ پھونک چڑھاوے اُتارے چھو منتر کے طبی خواہ کے

کوپانی کی جگہ اگوا اور بونہ کی جگہ ڈراپ کہہ کر ٹھسلا لینا کیا بڑی بات ہے۔ ہاں پانی کو پانی اور بونہ کو بونہ کہنا اور پھر پیاروں کو ہم سے توڑے جائیں تو جانیں۔

مدرسے کے بوسکول کی کامیابی کا ٹسٹ (معیار) ہے طالب علموں کی تعداد اُن کا اوسط حاصلی اُن نیتجہ امتحان۔ ہوا اگر یہاں کے طالب العلم عمدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار کم اور بہت کم ہے۔ اور اگر نیم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو اُن کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے فیصلے کو مدتی چاہئیں۔

بحمد اللہ والنتہ کہ مجموعہ کچر کی جلد اول تمام ہوئی۔ جمع کے اعتبار سے جلد دوم بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ جنگ یدرپ کے پہلے کاغذ کوریوں کے مول تھا اور اب ڈھونڈے نہیں ملتا۔ کہاں ڈیرہ دو آنے پونڈ کدھر آٹھ ساڑھے آٹھ آنہ پونڈ چوگنے کا فرق غرض اس زمانے میں کتاب چھپوانا ایک ایسی مصیبت ہے جو دھری جائے نہ اٹھائی جائے مگر دنیا کے کام بند نہیں ہوتے کسی نہ کسی طرح چلے ہی جاتے ہیں۔ پہلے جو کتاب چار آنے کو ملتی تھی اب منافع گھٹا کر کم سے کم بھی رکھو تو آٹھ آنے تو کہیں گئے نہیں۔ باوجود علم ان مصائب کے لوگ گرانی قیمت کی فشکایت کرتے ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ کاغذ تو غیر زیادہ تر آٹھ آنے سے آتا تھا لیکن وہ چیزیں جو روزمرہ کے استعمال کی ہیں اور یہیں پہنچتی ہیں اُن کو بھی تو آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک گھی ہی کو بیچے سیروں کی جگہ چھٹانکوں پر آگیا۔ روٹی کو دیکھے کہاں چوسیری اور کہاں پورے سیر بھر کی بھی نہیں۔ غرض یہ

زندگی ہے کہ اک طوفان ہے | آہ تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

غریبوں کی کچھ نہ پوچھیے امیروں کی مقررہ آمدنی بھی روزمرہ کے خرچ کو کتنی نہیں ہوتی۔ ہر شخص اپنی حالت میں گرفتار ہے۔ خدا اس غدا کو اپنے گنہگار بندوں کے سر پر سے دفع کرے جب جان میں جان آئے ابھی تو آج سے کل اور کل سے پرسوں بدتر ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ دُنْيَا فَقَطِّ السُّلَمْسُ خَاكَا شَيْخِ الدِّينِ اَحْمَدَ عَفِيكَ

